مآثرالامراء

جلد دوم

(اردو ترجمہ)

جلد دوم

د – تا – غ

مؤلف

صمصام الدولہ شاہنواز خاں

مترجم

پروفیسر محمد ایوب قادری

مرکزی اردو بورڈ ، لاہور

بار اول : اگست ۱۹۶۹ع

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت : روپے 10/00

ناشر

اشفاق احمد

ڈائرکٹر ، مرکزی اردو بورڈ ، ۸۹ کینال پارک ، لاہور

طابع

ایس - ایم - شفیق

شفیق پریس ، اردو بازار ، لاہور

فہرست

د

ذ

ب

ذ

ر

---

۱ - ذکریا کو زائے معجمہ سے ''زکریا'' لکھنا چاہیے تھا - مؤلف سے سہو ہو گیا ، ورنہ اس کا حال ''زائے معجمہ'' کے ذیل میں آنا چاہیے تھا

ز

ز

س

ص

ض

ط

ظ

ع

غ

مآثرالامراء

(جلد دوم)

پیش لفظ

تین سال کی مسافت طے کرنے کے بعد قلم کا مسافر ٹھہرا یعنی ماثرالامراء کی دوسری جلد کا اردو ترجمہ مکمل ہوگیا۔ پہلی جلد شائع ہو چکی ہے ، خدا کا شکر ہے کہ پہلی جلد کا اردو ترجمہ علمی و ادبی حلقوں میں بہ نظر استحسان دیکھا گیا۔ اب انشاءاللہ تعالیٰ تیسری جلد کا کام شروع کیا جائے گا۔

پہلی جلد کے آغاز میں کتاب اور مصنف کتاب کے متعلق مفصل اظہار خیال کیا جا چکا ہے لہٰذا یہاں اعادے کی ضرورت نہیں۔

ترجمے کے سلسلے میں چند باتوں کا دوبارہ ذکر شاید بے محل نہ ہو۔

ترجمہ بامحاورہ اور سلیس کیا گیا ہے مگر اصل کی پابندی کو بنیادی طور سے ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

حسب ضرورت حواشی بھی لکھے گئے ہیں اگر انگریزی مترجم ، بیوریج کے حواشی کا اردو ترجمہ شامل کیا ہے تو اس کے آگے حرف ''ب'' لکھ دیا ہے اور جہاں مترجم نے خود

حواشی لکھے ہیں وہاں قادری کی رعایت سے 'ق' لکھ دیا ہے۔

اصل مطبوعہ فارسی کتاب کے صفحے کا حوالہ ہر صفحے کے ختم پر قوسین میں دے دیا ہے تاکہ اگر اصل سے مطابقت کی جائے تو سہولت رہے۔

فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کرکے لگائی گئی ہے، اور حوالہ کتب کی ایک فہرست اور آخر میں اشاریہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

محمد ایوب قادری

اے/۳ء/۱/این
نارتھ ناظم آباد
کراچی نمبر ۳۳

(۱) ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۸ء
بروز ہفتہ
(۲) ۱۸ اگست ۱۹۶۹ء
دو شنبہ

کتب حوالہ جات

۱ ۔ آثار اکبری ، سعید احمد مارہروی ، (آگرہ ۱۹۰۶ء)

۲ ۔ آئین اکبری ، (سرسید اڈیشن)، ابوالفضل، (دہلی ۱۲۷۳ھ)

۳ ۔ آثارالصنادید ، سرسید احمد خاں
(مرتبہ ڈاکٹر معین الحق) (کراچی ۱۹۶۶ء)

۴ ۔ احسن التواریخ سنبھل ،
غلام احمد سبھلی ، (مراد آباد ۱۲۵۶ھ)

۵ ۔ اخبارالاخیار ، شیخ عبدالحق دہلوی ، (دہلی ۱۳۳۲ھ)

۶ ۔ اخبارالصنادید (جلد اول) نجم الغنی خاں
رام پوری (لکھنؤ ۱۹۱۸ء)

۷ ۔ اکبر دی گریٹ، ونسنٹ اسمتھ (۱۹۱۹ء)

۸ ۔ اکبر نامہ (سہ جلد) ، ابوالفضل
(بہ تصحیح آغا احمد علی و مولوی عبدالرحیم)
(کلکتہ ۸۶-۱۸۷۷ء)

۹ ۔ امرائے ہنود ، سعید احمد مارہروی ، (کانپور ۱۹۱۰ء)

۱۰ ۔ اورچھا اسٹیٹ گزیٹیر ، سی ۔ اے ، لارڈ (لکھنؤ ۱۹۰۷ء)

۱۱ ۔ اے کنسائز کیٹا لاگ آف مینو سکرپٹس ،
سی ۔ ایچ ۔ شیخ (دہلی ۱۹۴۶ء)

۱۲ - اینلس آف راجستھان ، (دو جلد) ٹاڈ (کلکتہ ۱۸۹۴ء)

۱۳ - بادشاہ نامہ (سہ جلد) ، عبدالحمید
(بہ تصحیح مولوی کبیرالدین) (کلکتہ ۶۸-۱۸۶۷ء)

۱۴ - پروسیڈنگ آف دی ایشیا ٹک سوسائٹی
آف بنگال (کلکتہ ۱۸۷۱ء)

۱۵ - تاریخ برہان پور ، مولوی خلیل الرحمان (دہلی ۱۳۱۷ھ)

۱۶ - تاریخ جدید صوبہ اڑیسہ و بہار
اولاد حیدر فوق ، (پٹنہ ۱۹۱۵ء)

۱۷ - تاریخ فرخ آباد ، ولیم اروِن ، (فتح گڑھ ۱۸۸۷ء)

۱۸ - تاریخ فرشتہ ، محمد قاسم ہندو شاہ (لکھنؤ ۱۲۸۱ھ)

۱۹ - تاریخ کٹھہر روہیل کھنڈ ،
حاجی خدا داد خاں ، (رام پور ۱۹۴۹ء)

۲۰ - تاریخ مراد آباد ، حاجی خداداد خاں ، (رام پور ۱۹۴۹ء)

۲۱ - تحقیق اولاد خواجہ صاحب (دو حصہ)
حافظ محمد حسین اجمیری (آگرہ ۱۸۸۳ء)

۲۲ - تذکرہ اولیائے ہندو پاکستان، مرزا محمد اختر (مطبوعہ لاہور)

۲۳ - تذکرہ ریختہ گویاں ، فتح علی گردیزی
(مرتبہ مولوی عبدالحق) (اورنگ آباد ۱۹۳۳ء)

۲۴ - تذکرہ شعرائے کشمیر (حصہ اول)
پیر حسام الدین راشدی ، (اقبال اکیڈیمی کراچی ۱۹۶۷ء)

۲۵ - تذکرہ علمائے ہند (رحمان علی)
مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری (کراچی ۱۹۶۱ء)

۲۶ - تذکرہ نتائج الافکار ، قدرت اللہ گوپاموی (بمبئی ۱۳۳۱ شمسی)

۲۷ - تواریخ ڈھاکہ ، رحمان علی طیش (آرہ ۱۹۱۰ء)

۲۸ - توزک جہانگیری ، نورالدین جہانگیر
(مرتبہ مرزا محمد ہادی) (نول کشور پریس لکھنؤ)

۲۹ - توزک والا جاہی ، منشی برہان خان ہانڈی
(مرتبہ چندرا سیکھرن) (مدراس ۱۹۵۷ء)

۳۰ - جنرل ایشیا ٹک سوسائٹی آف بنگال ، (کلکتہ ۱۸۹۸ء)

۳۱ - حال نامہ ، شیخ بایزید ،
(خطی ، سبحان‌اللہ کلیکشن) (مسلم یونیورسٹی ، علی گڑھ)

۳۲ - خزانۂ عامرہ ، غلام علی آزاد بلگرامی (کانپور ۱۸۷۱ء)

۳۳ - خزینۃالاصفیاء (جلد اول)
مفتی غلام سرور لاہوری (لکھنو ۱۹۱۴ء)

۳۴ - خیرالبیان ، شیخ بایزید (خطی مکتوبہ ۱۰۶۱ھ)
(پشتو اکیڈیمی ، پشاور)

۳۵ - دربار اکبری ، محمد حسین آزاد (لاہور ۱۹۳۷ و ۱۹۴۷ء)

۳۶ - دیوان کاظم خان شیدا ، (مرتبہ ڈاکٹر انوارالحق)
(پشاور، ۱۹۶۶ء)

۳۷ - ذخیرہ‌الخوانین ، شیخ فرید بھکری (جلد اول)
(مرتبہ ڈاکٹر معین‌الحق) (کراچی ۱۹۶۱ء)

۳۸ - راجگان ہند (حصہ اول) نجم‌الغنی خان رام پوری
(لکھنؤ ۱۹۲۷ء)

۳۹ - ریوا اسٹیٹ گزیٹیر ، سی - اے - لارڈ (لکھنو ۱۹۰۷ء)

۴۰ - سراج‌الدولہ ، محمد عمر (نورالنبی) (دہلی ۱۹۴۶ء)

۴۱ - سرو آزاد ؛ غلام علی آزاد بلگرامی (حیدر آباد دکن ۱۹۱۳ء)
۴۲ - سیرالمتاخرین ، غلام حسین طباطبائی (لکھنؤ ۱۸۹۷ء)
۴۳ - شاہراہ پاکستان ؛ چودھری خلیق‌الزماں (کراچی ۱۹۶۷ء)
۴۴ - صراط‌التوحید ، شیخ با یزید (مرتبہ عبدالشکور) (پشاور ۱۹۵۲ء)
۴۵ - صحیفۂ خوش نویساں ، احترام‌الدین شاغل (علی‌گڑھ ۱۹۶۳ء)
۴۶ - طالب آملی اور اس کا کلام ، خواجہ عبدالرشید (کراچی ۱۹۶۶ء)
۴۷ - طبقات اکبری ، خواجہ نظام‌الدین ہروی (کلکتہ ۱۹۳۱ء)
۴۸ - عالم گیر نامہ محمد کاظم (بہ تصحیح خادم حسین) (کلکتہ ۱۸۶۸ء)
۴۹ - علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) (جلد اول) مرتبہ محمد ایوب قادری (کراچی ۱۹۶۰ء)
۵۰ - عمل صالح ، محمد صالح کنبوہ ، (بہ تصحیح ڈاکٹر غلام یزدانی) (کلکتہ ۱۹۳۵)
۵۱ - عہد بنگش کی سیاسی علمی اور ثقافتی تاریخ ، مفتی ولی اللہ فرخ آبادی ، مرتبہ محمد ایوب قادری ، (کراچی ۱۹۶۵ء)
۵۲ - فال آف دی مغل ایمپائر (جلد دوم) جادو ناتھ سرکار (کلکتہ ۱۹۵۲ء)
۵۳ - کلمات الشعراء ، محمد افضل سرخوش ، (لاہور ۱۹۴۲ء)
۵۴ - کنزالتاریخ رضی‌الدین بسمل (بدایوں ۱۹۰۷ء)

۵۵ - کیٹا لاگ آف دی پرشین مینو سکرپٹس
ان دی لائبریری آف دی برٹش میوزیم ،
چارلس ریو (لندن ۱۸۷۹ء)

۵۶ - کیمبرج ہسٹری آف انڈیا (جلد چہارم) (لندن)

۵۷ - گلشن ہند ، مرزا علی لطف ،
(مرتبہ شبلی نعمانی) (حیدر آباد دکن ۱۹۰۶)

۵۸ - لطائف قدوسی ، شیخ رکن الدین ، (دہلی ۱۳۱۱ھ)

۵۹ - مآثرالامراء (جلد اول) صمصام الدولہ شاہنواز خاں
(اردو ترجمہ از محمد ایوب قادری)
(مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۶۸ء)

۶۰ - مآثرالامراء (جلد دوم و سوم)
صمصام الدولہ شاہنواز خاں (کلکتہ ۹۱—۱۸۹۰ء)

۶۱ - مآثر عالمگیری (محمد ساقی مستعد خاں
(بہ تصحیح آغا احمد علی) (کلکتہ ۱۸۷۱ء)

۶۲ - مجموعہ نغز ، قدرت اللہ قاسم
(مرتبہ حافظ محمود خاں شیرانی) (لاہور ۱۹۳۳ء)

۶۳ - مخدوم جہانیاں جہاں گشت ، محمد ایوب قادری
(کراچی ۱۹۶۳ء)

۶۴ - مخزن نکات ، محمد قیام الدین قائم
(مرتبہ مولوی عبدالحق) (اورنگ آباد ، ۱۹۲۹ء)

۶۵ - مرقع اکبر آباد ، سعید احمد مارہروی (آگرہ ۱۹۳۱ء)

۶۶ - معارف روحانی (حیات شیخ سلیم چشتی)
سراج احمد چشتی (کراچی ۱۹۶۳ء)

۶۷ - معین الارواح خادم حسن زبیری ، (آگرہ ۱۹۵۳ء)

۶۸ - مکتوبات علامی ابوالفضل ، (لکھنؤ ۱۲۸۰ھ)

۶۹ - منتخب التواریخ - ملا عبدالقادر بدایونی
(اردو ترجمہ از مولوی احتشام الدین) (لکھنؤ ۱۸۷۴ء)

۷۰ - منتخب التواریخ (۳ جلد) ملا عبدالقادر بدایونی
(کلکتہ ۱۸۶۵—۶۹ء)

۷۱ - منتخب اللباب (جلد دوم) محمد ہاشم
خافی خاں (کلکتہ ۱۸۷۴ء)

۷۲ - میائرس آف دی آرکیولاجیکل سروے
آف انڈیا نمبر ۹ (کلکتہ ۱۹۲۱ء)

۷۳ - نامۂ مظفری ؛ منشی محمد مظفر حسین خاں (لکھنؤ ۱۹۱۷ء)

۷۴ - نقوش (لاہور نمبر) (لاہور ۱۹۶۲ء)

۷۵ - نگارستان فارس محمد حسین آزاد (لاہور ۱۹۲۲ء)

۷۶ - واقعات دارالحکومت دہلی (حصہ دوم)
بشیرالدین (آگرہ ۱۹۱۹ء)

۷۷ - ہسٹری آف دی رین آف شاہ عالم ،
ڈبلو فرینکلن ، (الہ آباد ۱۹۳۴ء)

۷۸ - ہسٹری آف اورنگ زیب (جلد اول)
جادو ناتھ سرکار (کلکتہ)

۷۹ - ہسٹری آف بندیلاس ، پاکسن (کلکتہ ۱۹۲۸ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

د

۱

دربار خاں

عنایت نام ، تکلو خاں[۱] قصہ خواں کا لڑکا ہے جو طہماسپ صفوی کی خدمت میں قصہ خوانی کے لیے ملازم اور بادشاہ کی مختلف قسم کی مہربانیوں سے سرفراز تھا ۔ جب اس کا لڑکا ہندوستان آیا تو وہ بھی اپنے تورانی طریقے کے مطابق اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر اور شاہی مصاحبت سے سرفراز ہوا اور 'دربار خاں' کا خطاب پایا ۔

رنتھمبور کی فتح کے بعد چودھویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ روضۂ معینیہ کی زیارت کے لیے اجمیر شریف گیا تو دربار خاں بیماری کی شدت کی وجہ سے دارالخلافہ آگرہ چلا آیا اور وہاں پہنچنے کے بعد وہ اس دنیا سے کوچ کر گیا[۲] ۔ چوں کہ اکبر بادشاہ کی اس پر خاص توجہ تھی اس لیے (بادشاہ) بہت رنجیدہ ہوا ۔ دربار خاں نے [۱] انتہائی وفاداری اور آقا پرستی کو

---

۱ ۔ آئین اکبری (جلد اول صفحہ ۲۲۷) میں اس کا نام تکلتلو خاں لکھا ہے (ب)

۲ ۔ اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۳۲۹ (ب)

مدنظر رکھے ہوئے وصیت کی کہ اسے شاہی کتے کے قدموں کے نیچے دفن کیا جائے کہ جس کی قبر پر پہلے ایک گنبد بنوا چکا تھا ، کیوں کہ گزشتہ زمانے میں ایک کتا نہایت وفاداری کے ساتھ ہمیشہ اکبر بادشاہ کی چوکھٹ پر رہتا تھا ۔ بادشاہ بھی کبھی اس کا حال دریافت کر لیتا تھا ۔ جب وہ کتا مر گیا تو بادشاہ نے اس کے مرنے پر اظہار افسوس کیا ۔ دربار خان نے ایک عمارت بنوانے کے بعد اس کتے کو گنبد میں دفن کر دیا اور خود بھی اپنی وصیت کے مطابق اسی گنبد میں دفن ہوا ۔

سبحان اللہ یہ کس قدر دنیاداری اور اس میں انہماک ہے اور کس قدر خوشامد اور اس کی رعایت تھی کہ اس نے ایسے وقت اور گھڑی میں جب کہ اسے اپنے خدا کی جانب متوجہ ہونا چاہیے اور اس کی یاد کو اپنا ملکہ بنا لینا چاہیے تھا کہ، اس نے بادشاہی کتے کے ذکر اور دنیاداری کے خیال کو ملحوظ خاطر رکھا ۔ اگر اس نے یہ ظاہرداری سے کیا تو اس پر افسوس ہے کہ اس کا حشر کتے کے ساتھ ہوگا اور اگر اس بات پر اس کو اعتقاد تھا تو معاذ اللہ ان تمام باتوں کے باوجود اس کا خاتمہ مشکوک ہے اور خدا کی رحمت وسیع ہے ۔

اکبر بادشاہ اگرچہ اچھی طرح لکھ نہیں سکتا تھا ، لیکن کبھی کبھی شعر کہتا تھا اور اسے علم تاریخ سے لگاؤ تھا ۔ خاص کر ہندوستان کے قصے بہت اچھی طرح یاد تھے اور امیر حمزہ کے قصے سے اسے بہت دلچسپی تھی کہ جس میں تین سو ساٹھ داستانیں ہیں ، یہاں تک کہ محل کے اندر قصہ خوانوں کی طرح خود قصے بیان کیا کرتا تھا اور اس قصے کے عجیب و غریب واقعات کو اول سے آخر تک [۲] تصاویر سے مزین کرا کے بارہ جلدوں میں مرتب کرایا ۔ ہر جلد میں سو ورق تھے اور ہر ورق (طول میں) ایک ہاتھ کا تھا اور وہ دو مصور مجالس پر مشتمل تھا ۔ ہر مجلس کے شروع میں وہ حالات و واقعات جو اس صفحے

سے متعلق تھے ، دل چسپ عبارت اور انشاپردازی کے ساتھ خواجہ عطاءاللہ منشی قزوینی نے تحریر کیے - پچاس ماہر مصوروں نے جن کو 'بہزاد قلم' کہنا چاہیے ، اس کتاب میں کام کیا ہے - اول نادرالملک ہمایوں شاہی کے اہتمام سے میر سید علی حدامی[1] تبریزی نے اور آخر میں خواجہ عبدالصمد شیرازی[2] نے تصویریں بنائیں - سچی بات یہ ہے کہ یہ کتاب اکبر بادشاہ کے اختراعات میں ہے کہ جس کی نظیر کسی آنکھ نے نہیں دیکھی اور کسی بادشاہ کی سرکار میں اس کی مثال نہ ہوگی - اس زمانے میں (وہ کتاب) شاہی کتب خانے میں موجود ہے -

۲

دستم خاں

رسم ترکستانی کا لڑکا اور اکبر کے سہ ہزاری امیروں میں سے ہے - اس کی والدہ بی‌بی بخیہ بیگی[3] ، ماہم انگہ سے متعلق تھی اور شاہی محل میں آمد و رفت رکھتی تھی - اس (دستم خاں) نے اکبر بادشاہ کی خدمت میں تربیت حاصل کی -

نویں سال جلوس اکبری میں وہ میر معزالملک کے ہمراہ عبداللہ خاں اوزبک کے تعاقب میں مقرر ہوا - سترھویں سال جلوس اکبری میں خان اعظم کوکہ کے فوجی مددگاروں میں شامل ہو کر

---

۱ - متن میں خدامی تحریر ہے مگر اختلاف نسخ میں 'جدائی' دیا ہے جو صحیح ہے (ب)

۲ - تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے — صحیفۂ خوش نویساں از احترام الدین شاغل (علی گڑھ ۱۹۶۳ع) صفحہ ۱۳۰ (ف)

۳ - بایزید بیات نے اس کا نام 'بختہ' لکھا ہے (ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ، جرنل ۱۸۹۸ع) اور آئین اکبری (جلد دوم صفحہ ۱۷۷) میں نجیبہ بیگم دیا ہے (ب)

گجرات میں متعین ہوا ۔ محمد حسین مرزا کی لڑائی میں اس نے بہت بہادری دکھائی اور وہ مشہور ہوگیا ۔ اس کے بعد شاہی حکم کے مطابق خان اعظم کے ہمراہ [۳] بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر شاہی عنایات سے سرفراز ہوا ۔ بائیسویں سال جلوس اکبری میں سرکار رنتھمبور اس کی جاگیر میں مقرر ہوئی اور صوبۂ اجمیر کا انتظام اس کے سپرد ہوا ۔ کچھ عرصے تک وہاں کامیاب رہا ۔ سرکشوں کی سرکوبی اور ماتحتوں کے ساتھ دل دہی کرنے سے اس کے حسن خدمات کا اظہار ہوا ۔ یہاں تک کہ چھبیسویں سال جلوس اکبری میں بل بھدر کا لڑکا اوچلا اور راجہ بہارامل کے بھتیجے موہن ، سور داس اور تلوکسی ، راجا (بہارامل) کی اجازت کے بغیر[۱] پنجاب سے قصبہ لونی پہنچے جو ان کا وطن تھا اور انھوں نے سرکشی شروع کر دی ۔ دستم خاں کو کچھواہہ (گروہ) کی رعایت منظور تھی ۔ لہٰذا اس نے نصیحت سے کام لیا ، اور اس کی رعایت نے ان بد نہادوں کی سرکشی کو اور بڑھا دیا ۔ اسی اثنا میں دربار شاہی سے فرمان صادر ہوا کہ ان فتنہ پردازوں کو خوف و امید دلا کر معاملہ کر لیا جائے ورنہ ان کے کردار کے موافق سزا دی جائے ۔

خان مذکور (دستم خاں) نے جلدی کی اور حکمت عملی سے کام نہ لیا ۔ بغیر لشکر فراہم کیے ہوئے ان کے سروں پر پہنچ کر جنگ شروع کردی ۔ راجا بہارامل کے تینوں بھتیجے قتل ہو گئے ۔ اوچلا ، جو ان فتنہ پردازوں کا سردار تھا ، جوار کے کھیت میں پناہ لی ، پھر وہ یکبارگی 'دستم خاں' کو پکارتا ہوا مقابلے کے لیے آ گیا اور اس نے دستم خاں کو برچھے کا سخت زخم پہنچایا ۔ لیکن سخت زخمی ہو جانے کے باوجود اس (دستم خاں) نے تلوار سے دشمن کا کام تمام کر دیا اور

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد سوم ، صفحہ ۳۲۶

خود بری حالت میں زمین پر گر گیا ۔ لوگوں نے اس کو گھوڑے پر سوار کر دیا ۔ جب تک جنگ ہوتی رہی ۔ یہ لوگوں کے دل بڑھاتا رہا یہاں تک کہ بقیہ فتنہ پرداز فرار ہو گئے اور [۴] سرکشوں کی جائے سکونت کو لشکر نے تاراج کر دیا ۔

دوسرے روز ۹۸۸ھ مطابق ۱۵۸۰ع میں اس (دستم خاں) نے عالم عقبیٰ کی راہ لی ۔ چونکہ وہ بے غرض خدمت گزار اور (بادشاہ کا) مزاج داں تھا اس لیے اکبر بادشاہ نے اس کے مرنے کا افسوس کیا اور اس کی والدہ کی تسکین کے لیے فرمایا کہ وہ تمام عمر میں مجھ سے تین سال کے لیے علیحدہ رہا ۔ اور مجھ سے اتنے عرصے تک (علیحدہ رہا) پس اس کی جدائی میرے لیے زیادہ تکلیف نہ ہے[1] ۔

۳
دولت خاں لودی

شاہوخیل سے تعلق رکھتا ہے ۔ ابتدا میں وہ خان اعظم مرزا کوکہ کا ملازم تھا ۔ چونکہ جرأت اور کارکردگی میں بہت مہارت رکھتا تھا اس لیے جس زمانے میں کہ مرزا کوکہ کی بہن مرزا عبدالرحیم پسر بیرام خاں خانخاناں سے منسوب ہوئی تو خان اعظم نے اس کو مرزا کے سپرد کیا اور کہا کہ اگر ارادہ بلند رکھتے ہو اور اپنے والد کا خطاب (خانخاناں) چاہتے ہو تو اس شخص کو عزیز رکھنا ۔

دولت خاں نے ایک عرصۂ دراز تک مرزا عبدالرحیم خانخاناں کی ہمراہی میں کارہائے نمایاں انجام دیے اور فتح گجرات میں

---

۱ ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ دستم ، اکبر سے کابل اور قندھار میں سب سے پہلے ملا اور پھر وہ دونوں ہمیشہ ساتھ رہے ۔ دستم ، اکبر بادشاہ سے تین سال بڑا تھا ۔ دستم کا حوالہ تزک جہاں گیری (صفحہ ۲۵۶) میں بھی ہے (ب)

کہ جس کے صلے میں مرزا کو 'خانخاناں' کا خطاب ملا تھا، وہ شریک غالب تھا - نیز ٹھٹھہ کی یورش اور دکن کی لڑائی میں اس کی نمایاں کارگزاریاں دنیا میں مشہور ہیں اور زبانوں پر ان کا تذکرہ ہے - وہ خانخاناں کی ماتحتی میں ہزاری منصب پر پہنچ گیا تھا - شاہزادہ سلطان دانیال نے بہت خواہش سے اس کو اپنے ملازمین میں شامل کر لیا اور دو ہزاری منصب سے سرفراز کیا - جب شاہزادہ احمد نگر سے فتح اسیر کی مبارک باد کے لیے [۵] بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا تو اس نے دولت خاں کو مرزا شاہ رخ کی مدد کے لیے چھوڑ دیا کہ جو اس علاقے کی نگرانی کے لیے مقرر تھا - پینتالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۹ھ مطابق ۱-۱۶۰۰ع کے آخر میں قولنج کی بیماری سے احمد نگر میں فوت ہوگیا - وہ مرد شجاع اور دنیا کے بہادروں کا سردار تھا - اکبر بادشاہ ہمیشہ اس کی جرأت و شجاعت سے متردد رہتا تھا - کہتے ہیں کہ جب اس کے انتقال کی خبر پہنچی تو (اکبر نے) فرمایا کہ آج شیر خاں سور دنیا سے گیا - اس کی عجیب عجیب حکایتیں بیان کی جاتی ہیں -

کہا جاتا ہے کہ شہباز خاں کنبوہ ۹۸۶ھ مطابق ۱۵۷۸ع چوبیسویں سال جلوس اکبری میں رانا کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا - وہ قاعدے اور قانون کی پابندی بہت کرتا تھا - خود چند خادموں کے ساتھ آگے آگے چلتا تھا اور تمام منصب دار اور ملازمین اسلحہ لے کر چلتے تھے - اس قسم کا انتظام ہوتا تھا کہ کسی کا گھوڑا ایک کان بھر آگے نہ بڑھ سکے - ایک دن خانخاناں (عبدالرحیم) جو مددگاروں میں تھا ، اس کے ساتھ گھوڑے پر سوار چل رہا تھا- دولت خاں فوج سے نکل کر آگے بڑھ گیا اور نقیبوں کے کہنے کی پروا نہ کی - شہباز خاں کے اشارے سے جو بہت ہلکی طبیعت رکھتا تھا ، اس کے بھائی عبدل خاں نے گھوڑے کو مہمیز کی اور دولت خاں کے گھوڑے کی تھوتھنی پر چھڑی ماری - اس نے تلوار نکال کر اس کے گھوڑے کے چوتڑوں پر ایسا وار کیا کہ

وہ زمین پر گر پڑا ۔ شہباز خاں نے لشکریوں سے کہا کہ پکڑ لو ۔ کہتے ہیں کہ دولت خاں نے اس روز بہت تیر دستی اور بہادری دکھائی [۶] اور مردانہ وار لشکر سے نکل آیا لیکن افغانوں نے گھیر لیا ۔ خانخاناں اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کی وجہ سے شہباز خاں کے دروازے پر شام تک بیٹھا رہا ۔ شہباز خاں گھر سے نکل کر خانخاناں سے بغل گیر ہوا اور گھر جانے کی اجازت دی ۔ دوسرے روز خانخاناں ، دولت خاں کو اس (شہباز خاں) کے مکان پر لے گیا اور اس کی سفارش کی ۔ شہباز خاں نے اس (دولت خاں) کو گھوڑا اور خلعت دے کر کہا کہ تم لشکر کے سردار ہو ہمیشہ آگے آگے چلا کرو[۱] ۔

کہتے ہیں کہ جب شیخ ابوالفضل مہمات دکن پر مقرر ہو کر آیا تو ایک روز شیخ نے کسی بات پر کہا کہ کتابوں میں شمشیر ہندی کا ذکر ہے، مگر ہم نے نہیں دیکھی ۔ دولت خاں اس اشارے کو سمجھ گیا اور تلوار بلند کرکے کہا کہ ہندی تلوار یہ ہے ۔ اگر تیرے سر پر وار کروں تو تری مقعد تک پہنچے گی ۔ اس جلسے میں خانخاناں بھی بیٹھا تھا ، خانخاناں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور باہر لے آیا ۔ شیخ ابوالفضل کو بہت ناگوار ہوا ۔ اس کے بعد خانخاناں معذرت اور عذر کے لیے شیخ کے مکان پر لے گیا اور معذرت کی ۔ شیخ اٹھ کر بغل گیر ہوا ؛ ہاتھی اور خلعت عنایت کرکے کہا کہ میرا یہ منشا نہ تھا ۔

زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ذخیرۃالخوانین میں تحریر ہے کہ جب شاہزادہ دانیال نے کہ جو خانخاناں سے رنجیدہ خاطر تھا ، جوانی کے جوش میں اپنے شریر طبع ہم نشینوں میں سے ایک کی

---

۱ - یہ واقعہ تیئیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۶ھ مطابق ۱۵۷۸ع کا ہے ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بلاک مین صفحہ ۳۰۰ وماثرالامراء جلد دوم صفحہ ۹۵۲ (ب)

جانب اشارہ کیا کہ جس وقت خانخاناں آئے تو اس کے پہلو پر ایسا دھکا دینا کہ قلعہ برہان‌پور سے جو دریائے تاپتی پر واقع ہے، نیچے گر پڑے ۔ چنانچہ ایک دن یہی سلوک خانخاناں کے ساتھ [۷] کیا گیا ۔ اتفاق سے وہ خود قائم رہا لیکن پگڑی اس کے سر سے نیچے گر گئی ۔ شاہزادہ تواضع کے طور پر خود اٹھا اور خانخاناں کا ہاتھ پکڑ لیا اور معذرت کی ۔ نشے کی حالت تھی ۔ دولت خاں نے ہاتھ بڑھا کر شاہزادے کی دستار اتار کر خانخاناں کے سر پر رکھ دی اور اپنے مکان پر لے گیا ۔ باوجودیکہ یہ روایت خلاف عقل معلوم ہوتی ہے اور نقل کے مطابق بھی نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس زمانے میں دولت خاں شاہزادے کی رفاقت میں تھا، خانخاناں کے ہمراہ نہ تھا ۔ کما لا یخفی علیٰ اہل‌التتبع (جیسا کہ اہل تتبع سے پوشیدہ نہیں ہے) ۔

اس کے لڑکوں میں سے محمود سوداوی مرض میں مبتلا تھا، یہاں تک کہ پاگل ہو گیا ۔ علاج معالجے سے کچھ افاقہ ہوگیا تھا ۔ چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں احباب کے ساتھ شکار کے لیے گیا ۔ ہمراہیوں سے علیحدہ ہو گیا ۔ قصبہ پال[۱] کے نزدیک کولیوں سے لڑ کر مارا گیا ۔ دوسرا لڑکا پیرا تھا کہ جس کا خطاب 'خان جہاں لودی' تھا، اس کا حال بہت تفصیل سے لکھا جا چکا ہے ۔

۴

دیانت خاں قاسم بیگ

جہانگیر کے زمانے کے امرا میں سے تھا ۔ بادشاہ کے حضور میں روشناسی اور حاضر باشی کی وجہ سے وہ بادشاہ کے مزاج میں

---

۱ ۔ مالوہ کی سرحد پر خاندیس میں بھی 'پال' ہے، لیکن شاید یہ 'پال' کاٹھیاواڑ میں ہے۔ آئین اکبری جلد سوم (صفحہ ۲۰۸) میں غلطی سے 'مال' لکھا ہوا ہے (ب)

دخیل تھا ۔ اعتمادالدولہ کے امداد کے بعد اس نے مشارالیہ (اعتمادالدولہ) کے متعلق بادشاہ کے سامنے نامناسب گفتگو کی ۔ بادشاہ نے اعتمادالدولہ کا لحاظ کیا اور اس کو آصف خان ابوالحسن کے سپرد کر دیا کہ قلعہ گوالیار میں اس کو بند کر دیا جائے کہ جو خان مذکور (آصف خان) سے متعلق دیا ۔

کچھ عرصے کے بعد [۸] اعتمادالدولہ کی درخواست کے مطابق قید مذکور سے رہا کر دیا گیا ۔ جہانگیر کے جلوس کے آٹھویں سال میں عرض مکرر کی خدمت پر مامور ہو کر معزز ہوا ۔ گیارھویں سال جلوس جہانگیری میں خدمت مذکور سے معزول ہو کر بادشاہزادہ سلطان خرم کے ساتھ دکن کی مہم پر مقرر ہوا ۔ اس کا باقی حال معلوم نہیں ۔

۵
دلاور خاں کاکر

(اس کا نام) ابراہیم تھا ۔ شروع میں مرزا یوسف خان رضوی کی رفاقت میں زندگی گزارتا تھا ۔ خوش قسمتی سے اکھیراج و ابھیراج کے معاملے میں 'صحن خاص و عام' میں جہانگیر کے سامنے نمایاں بہادری دکھا کر زخمی ہوا[۱] ۔ یہ خدمت اس کی ترقی کا سبب ہوئی اور مناسب منصب پر مقرر ہوا ۔ جہانگیر کے جلوس کے ابتدائی زمانے میں لاہور کی صوبے داری کے عہدے پر فائز ہو کر روانہ ہوا ۔ وہ قصبہ پانی پت تک پہنچا تھا کہ سلطان خسرو کی بغاوت اور اس کی آمد کی خبر سنی ۔ اپنے متعلقین کو دریائے جون سے عبور کرا کے نہایت تیزی سے لاہور کو روانہ ہوگیا اور اس نے خسرو سے پہلے قلعہ لاہور میں داخل ہو کر

---

۱ ۔ اس واقعے کی تفصیل کے لیے تزک جہانگیری (صفحہ ۱۲) ملاحظہ ہو (ب)

اس کے برج اور چہار دیواری کا انتظام کیا ۔ جب خسرو اس شہر کے نواح میں پہنچا ، تو اس نے دروازے اور راستے بند پائے ۔ وہ محاصرے کے انتظامات اور لشکر کے فراہم کرنے میں مشغول ہوگیا ۔ (شہر) کے اندر اور باہر لڑائی اور غارت‌گری کی آگ بھڑک اٹھی ۔ چوں کہ شاہی لشکر تعاقب میں تھا اس لیے اس (خسرو) نے شہر جلد فتح کرنے کو ناممکن سمجھ کر محاصرہ اٹھا لیا ۔ دلاور خاں اپنی کارگزاری [۹] ، حق شناسی اور خدمت گزاری کی وجہ سے شاہی عنایات سے سرفراز ہوا ۔

آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں شاہزادہ شاہجہاں کی ہمراہی میں رانا کی مہم پر روانہ ہوا اور تیرھویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۷ھ مطابق ۱۶۱۸ع میں احمد بیگ کابلی کی بجائے کشمیر کی صوبے داری پر فائز ہوا اور اس نے بہادری اور دلاوری کے تقاضے کی بنا پر کشتوار کے علاقے کی فتح میں جو شہر کشمیر سے ساٹھ کوس کے فاصلے پر آباد ہے ، بہادرانہ کارگزاریاں انجام دیں ۔ بطور اختصار اس کی تفصیل یہ ہے کہ جہانگیر کے چودھویں سال جلوس میں دلاور خاں نے دس ہزار سوار اور جنگی پیادوں کے ساتھ اس ملک کی فتح کا قصد کیا ۔ چوں کہ (راستے میں) ٹیلے اور ناہموار زمین ناقابل گزر تھی اور گھوڑے کے گزرنے کی جگہ نہ تھی ، اس وجہ سے لشکر کے گھوڑے کشمیر کو واپس کر دیے اور تھوڑے سے گھوڑے احتیاط کی بنا پر ہمراہ لے لیے ۔ جنگجو جوان پیادہ ان پہاڑیوں سے گزرتے ہوئے منزل بہ منزل جنگ کرتے چلے جاتے تھے ۔ بہت سے ناہموار راستوں اور دشوارگزار پہاڑیوں کو طے کرنے کے بعد دریائے مرب کے کنارے پر فریقین کے درمیان جنگ کی آگ بھڑک اٹھی ۔ وہاں کازمیندار، علی چک[۱] کے قتل ہوجانے کے بعد کہ جو وراثت کشمیر کے دعوے کی

---

۱ ۔ یہ لفظ ابیا یا اباچک ہونا چاہیے (ب)

وجہ سے اس کی پناہ میں ہنگامے کر رہا تھا ، گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا اور پل کو پار کرکے بھدرکوٹ[۱] میں ، کہ جو دریا کے دوسرے کنارے پر واقع ہے ، مقیم ہو گیا ۔ [۱۰] ہر چند بہادروں نے چابک دستی کا مظاہرہ کیا کہ اس پل کو پار کر لیں لیکن انھوں نے ایسی مدافعت اور مقابلہ کیا کہ یہ بات (پل کا پار کرنا) میسر نہ آ سکا ۔ جب کچھ دن گزر گئے تو راجا نے حیلہ سازی اور خوشامد کی بنا پر صلح کا پیغام بھیجا ۔ دلاور خاں نے اس کی بات کو نہ سنا اور پل سے گزر جانے کا بہتر انتظام کیا ۔ یہاں تک کہ ایک روز اس کا بڑا لڑکا جمال خاں ایک جماعت کے ہمراہ اس بڑے دریا کو تیر کر پار کر گیا اور جنگ شروع کر دی ۔ دشمن نے پل کے تختوں کو توڑ کر راہ فرار اختیار کی ۔ دلاور خاں نے دوبارہ پل کو درست کرانے کے بعد لشکر کو پار کرا دیا اور بھدرکوٹ میں پہنچ کر لشکر آراستہ کیا ۔ دریائے مذکور سے دریائے چناب تک کہ جو ان کے لیے بڑی قوت کا سبب تھا ، دو تیروں کی چھوٹ کا فاصلہ ہے اور اس (چناب) کے کنارے پر ایک پہاڑ نہایت بلند ہے اور اس کا عبور کرنا بہت دشوار ہے ۔ پیدل راہگیروں کی آمد و رفت کے لیے تین رسیاں بٹ کر دو دو رسیوں کے درمیان آدھ آدھ گز کی لکڑیاں باندھ کر ان ڈوروں کا ایک سرا پہاڑ کی چوٹی پر اور دوسرا سرا دریا کے اس کنارے پر مضبوط باندھ دیا گیا ہے اور ان رسیوں سے ایک گز کی بلندی پر دو اور رسیاں باندھی گئیں کہ پیدل ان لکڑیوں پر پیر رکھ کر بلند رسی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر نشیب و فراز سے گزر جائے اور دریا کو عبور کر لے ۔ اس کو پہاڑی علاقے کے لوگوں کی اصطلاح میں 'زینہ' کہتے ہیں ۔ وہ لوگ زینہ باندھنے کا خیال رکھتے ہیں اور بندوقچی اور تیر چلانے والے کے ذریعے

---

۱ ۔ تزک جہانگیری میں بھندرکوٹ ہے (ب)

سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں - دلاور خاں نے جال ہوا کر جوانوں کو دریا سے عبور کرانا چاہا [۱۱] ، چونکہ دریا نہایت تیزی سے بہ رہا تھا ، جال اس کی تیز روی میں فنا ہو گیا اور ساٹھ آدمی غرق ہوگئے - چار ماہ اور دس روز تک اس دریا سے گزرنے کی جو تدبیر کرتے تھے وہ پوری نہ ہوئی تھی -

اتفاق سے ایک رات کو اس کا لائق فرزند جلال خاں ایک زمیندار کی رہنمائی سے ایسی جگہ سے اس کو سلامتی کے ساتھ عبور کر گیا کہ دشمن کو اس کا خیال بھی نہ تھا اور راجا کے سر پر پہنچ کر طبل فتح بلند آواز سے بجوا دیا - بہت سے آدمی قتل ہوئے اور باقی فرار ہوگئے - اس ہنگامے میں ایک شخص راجا کے قریب پہنچ گیا اور اس کو قتل کرنا چاہا کہ اس نے کہا : ''میں راجا ہوں'' اس کو گرفتار کر لیا گیا - دلاور خاں دریا کو عبور کرکے مندل میں ، کہ جو اس ملک کا صدر مقام اور تین کوس کے فاصلے پر تھا ، داخل ہو گیا اور راجا کو ہمراہ لے کر پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں بارہ مولہ کے نزدیک کہ جو کشمیر کا دروازہ ہے ، جہانگیر کے حضور میں حاضر ہوا - دلاور خاں طرح طرح کی عنایتوں سے سرفراز ہو کر چار ہزاری ذات اور تین ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور ولایت مفتوحہ کا ایک سال کا محصول اسے بطور انعام مرحمت ہوا -

کستوار میں یہ قاعدہ نہیں ہے کہ راجا زراعت کا لگان وصول کرے بلکہ ہر سال ہر گھر سے چھ سسنی مقرر ہیں - سستی سونے کا ایک سکہ ہے جو کشمیری حکام کے زمانے سے رائج ہے اور ڈیڑھ سستی ایک روپے کے برابر ہوتی ہے - پندرہ سسی دس روپے یا ایک شاہی مہر [۱۲] کے برابر ہوتی ہیں - وہاں کی زعفران کشمیر سے بہتر ہوتی ہے اور خریدار سے ہر من پر چار روپے لیے جاتے ہیں - من ، دو جہانگیری سیر کے برابر ہوتا ہے -

راجا کی خاص آمدنی جرمانہ ہے کہ معمولی سے قصور پر کل

روپیہ وصول کر لیا جاتا ہے ۔ غرضیکہ اس کی کل آمدنی تخمیناً ایک لاکھ روپے ہوگی ۔ اور اس ولایت کا حاصل ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کی تنخواہ کے بقدر تھا ۔

چونکہ وہاں کا راجا بھی صاحب وجاہت تھا اس لیے (شاہی) فرمان صادر ہوا کہ راجا اپنے بڑ کوں کو کہ جن کو اس نے جنگ کے دوران زمینداروں کی پناہ میں بھیج دیا تھا طلب کر لے، تاکہ ہمیشہ کی فیاد سے رہا ہو کر آرام کی زندگی بسر کرے ۔ وہ تعمیل حکم بجا لایا اور نوازش شاہانہ سے سرفراز ہوا ۔

دلاور خاں کچھ عرصے کے بعد طبعی موت سے فوت ہوگیا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں اس کا بڑا لڑکا جمال خاں، مہابت خاں کی ہمراہی میں تعینات تھا ۔ دولت آباد کے محاصرے میں ایک روز کسی معاملے میں برسر عدالت سخت گفتگو ہوگئی ۔ مہابت خاں نے کہا کہ جو سرکاری کام میں سستی کرے گا وہ جوتے کھائے گا ۔ جمال خاں تلوار نکال کر اس کے مقابلے پر آگیا ۔ مرزا جعفر نجم ثانی نے جو اس کے پیچھے بیٹھا تھا، جھپٹ کر جمال خاں کو اپنی بغل میں لے لیا ۔ اس کے کم سن لڑکے نے ایک جمدھر کے وار سے مرزا (نجم ثانی) کا کام تمام کر دیا ۔ خان زماں نے نہایت تیزی دکھائی اور جمال خاں کو ختم کر دیا اور دوسرے وار میں اس کے لڑکے کو قتل کیا[۱] ۔ کہتے ہیں کہ مہابت خاں بیٹھا تھا ۔ اس نے صرف[۱۳] اتنا کہا کہ دونوں لڑکوں[۲] نے خوب کام کیا ۔ اس کا دوسرا لڑکا جلال خاں ہے جس کا حال لکھا جا چکا ہے ۔

---

۱ ۔ جمال کی موت چھٹے سال جلوس جہانگیری میں ہوئی ۔ (بادشاہنامہ جلد اول حصہ دوم صفحہ ۳۱۳)

۲ ۔ دونوں لڑکوں سے جمال خان کا لڑکا اور خان زماں (پسر مہابت خاں) مراد ہیں (ب)

۶

داراب خاں مرزا داراب[1]

خانخاناں مرزا عبدالرحیم کا دوسرا لڑکا ہے ۔ ہمیشہ باپ کے ساتھ جنگ اور لڑائیوں میں کارہائے نمایاں دکھاتا تھا ۔ خاص طور سے کھڑکی کی لڑائی میں ، کہ جو تمام دنیا میں مشہور ہے ، اپنے بڑے بھائی شاہنواز خاں کی ہمراہی میں اس نے بڑی بہادری دکھائی اور اس کے منصب میں اضافہ ہوا ۔

جب چودھویں سال جلوس جہانگیری میں شاہنواز خاں کا انتقال ہوگیا تو اسے دربار شاہی سے ایک ہزاری ذات و سوار کا منصب ملا اور وہ اپنے بھائی کی جگہ برار و احمد نگر کے صوبے کا حاکم مقرر ہوا ۔

پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں جب ملک عنبر حبشی نے اپنے عہد و پیمان کی خلاف ورزی کی اور بادشاہ کی کشمیر کی دور و دراز روانگی کو مناسب موقع سمجھ کر حدود شاہی میں دخل انداز ہوا تو اکثر سردار اپنے اپنے تھانوں کو چھوڑ کر داراب خاں کے پاس گئے اور احمد نگر کا محافظ خنجر خاں قلعہ بند ہوگیا ۔ داراب خاں نے فوجوں کو ترتیب دے کر بالا گھاٹ کا رخ کیا ۔ عنبر (حبشی) کے ڈاکو (سپاہی) اس کی حکومت کے حدود میں گشت کرتے رہتے تھے ۔ بار بار سخت مقابلے ہوئے اور ہر مرتبہ وہ بد بخت کچھ لوگوں کو قتل کرکے فرار ہو جاتے ۔

ایک روز داراب خاں نے شہسوار جوانوں کو منتخب کرکے دشمن کے فوجی کیمپ پر حملہ کر دیا ۔ سخت مقابلہ ہوا اور (داراب خاں) کی فتح ہوئی[۱۴] اور وہ مظفر و منصور اپنے لشکر کو واپس آیا ۔ اس کے بعد غنیم نے غلے کی رسد کو اس طرح روک دیا

---

۱ ۔ مرزا داراب کی ایک تصویر برٹش میوزیم میں ہے ۔ ملاحظہ ہو ریو (جلد دوم صفحہ ۷۸۰)

کہ سخت گرانی اور پریشانی ہوگئی - مجبوراً روہنکھیڑ کے ٹولے سے اتر کر بالا پور میں لشکر آراستہ کیا -

جب دکن کے قزاقوں کی بیباکی اور سرکشی اس درجہ بڑھ گئی کہ انہوں نے دریائے نربدا کو عبور کر کے محالات مالوہ کو تاراج کرنا شروع کر دیا تو شاہزادہ شاہجہاں دوسری مرتبہ دکن کی مہم پر مقرر ہو کر سولھویں سال جلوس جہانگیری میں برہان پور پہنچا - (شاہی) جرار فوجوں نے دریائے گنگا (گوداوری) تک تاراج کر دیا - نظام شاہی علاقے کی بربادی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور کھڑکی کو، کہ جو ملک عنبر کی قیام گاہ تھی، ویران و برباد کر دیا - (عنبر) شاہی فوج کے پہنچنے سے ایک روز پہلے نظام الملک کے ہمراہ قلعہ دولت آباد میں چھپ گیا تھا - مجبوراً ملک عنبر نے عاجزی و لاچاری اختیار کی اور چودہ کروڑ دام شاہی ، قدیمی ملک کے نواحی محالات سے اور پچاس لاکھ روپیہ نقد نذرانہ دینے کا وعدہ کیا - شاہزادہ سترھویں سال جلوس جہانگیری میں باپ (جہانگیر) کی طلبی پر قندھار کے حملے کے لیے خانخاناں و داراب خاں کے ہمراہ دکن سے روانہ ہو گیا -

جب نیرنگی زمانہ نے دوسرا تماشا دکھایا یعنی بادشاہ (جہانگیر) اور شاہزادہ (شاہجہاں) کے درمیان کدورت اور کشیدگی کے واقعات اس درجہ بڑھے کہ جنگ و جدل کی نوبت پہنچ گئی تو شاہزادے نے حقوق (پدری) کا لحاظ کرکے خود مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور واپسی اختیار کی - راجا [۱۵] بکرماجیت کو ، کہ جو شاہی سرکار کا سردار تھا، داراب خاں کے ساتھ شاہی لشکر کے پاس چھوڑا - اتفاق سے فریقین کے مقابلے کے موقع پر راجا کے بندوق کی گولی لگی اور وہ ختم ہوگیا - فوج کا انتظام درہم برہم ہوگیا - داراب خاں کی ہمت ٹوٹ گئی - واپس لوٹ کر شاہزادے کے پاس پہنچا -

جب بادشاہ (جہانگیر) نے وقت کے تقاضے کے مطابق خانخاناں

کو برہان پور سے مہابت خاں کے پاس صلح کے لیے روانہ کیا اور اس بوڑھے بے حقیقت اور وفاداری کو نظرانداز کرکے دشمن سے اتفاق کر لیا تو داراب خاں ، خانخاناں کے پوتوں اور اولاد کے ہمراہ قید ہوگیا ۔ جب بنگالہ کے ملک پر شاہی قبضہ ہو گیا اور شاہی فوج نے بہار فتح کرنے کا مصمم ارادہ کیا تو اس کے بعد اس (داراب خاں) پر از سرنو شاہی عنایات ہوئیں اور بنگالہ کی حکومت اس کو سپرد کر دی گئی اور (بادشاہ نے) اس کی بیوی ، ایک لڑکی ، ایک لڑکے اور بھتیجے کو ضمانت کے طور پر اپنے پاس رکھا ۔

جب شاہزادہ (شاہجہاں) ٹونس[1] بنارس کی لڑائی کے بعد اسی راستے سے دکن کو روانہ ہوا تو اس نے داراب خاں کے نام طلبی کا فرمان بھیجا کہ وہ بہت جلد گڑھی پہنچ کر کہ جو بنگالہ کا دروازہ ہے، حضور میں حاضر ہو ۔ اس نے بے اخلاصی کی وجہ سے حالات کا اندازہ دوسری طرح سے کیا اور جواب میں لکھا کہ یہاں کے زمینداروں نے متفق ہو کر میرا محاصرہ کر لیا ہے اس لیے میں حضور میں نہیں پہنچ سکتا ۔ اگرچہ زمینداروں کا قبضہ اور ان کی مخالفت واقعی تھی لیکن اس نے عمداً بھی رفاقت سے کنارہ کشی کی اور اپنے اس قیام سے خود کو بے اعتبار کر لیا ۔ شاہزادے نے حسب موقع اس کا خیال چھوڑ دیا ۔ [۱۶] لیکن ناگواری کی وجہ سے اس کے جوان لڑکے اور بھتیجے کو عبداللہ خاں کے سپرد کر دیا ۔ 'دیوانہ را ہوئے بس است' کے مصداق اس ظالم نے ان دونوں بے گناہوں کو قتل کرا دیا ۔ جب سلطان پرویز اور مہابت خاں کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے بنگالہ کے زمینداروں کو تاکید سے لکھا کہ اس سے کچھ واسطہ نہ رکھیں اور اس جانب روانہ کر دیں ۔

---

۱ - ٹونس : دریائے گنگا کی ایک معاون ندی ہے

جب انیسویں سال جلوس جہانگیری کے آخر میں داراب خاں سلطان پرویز کے پاس پہنچ گیا تو اسی دوران میں جہانگیر بادشاہ کا حکم مہابت خاں کے پاس پہنچا کہ اس بد بخت کے زندہ رکھنے میں کیا مصلحت ہے ۔ اس گم راہ کا سر فوراً ہمارے حضور میں روانہ کرو ۔ مہابت خاں نے (شاہی) حکم کی تعمیل کی اور اسی وقت اس کا سر تن سے جدا کرکے بادشاہ کے حضور میں روانہ کر دیا ۔

شہید پاک شد داراب مسکیں

۱۰۳۴ھ مطابق ۱۶۲۵ء

تاریخ ہے ۔

کہتے ہیں کہ مہابت خاں اول نے اس کے سر کو ایک خوان میں پوشیدہ کرکے تربوز کے نام سے خانخاناں کے پاس ، جو اس کی قید میں تھا ، بھیجا ۔ خانخاناں نے دیکھ کر کہا کہ ہاں ! شہیدی تربوز ہے ۔

داراب خاں خوبیوں سے آراستہ جوان ، با وقار سردار اور بہادر مدبر تھا ۔ بہادری اور جرأت جو اس سے دکن میں ظاہر ہوئی وہ اس وقت کسی دوسرے سے ظاہر نہیں ہوئی لیکن اس کی قسمت نے یاوری نہ کی ۔ اس نے شاہجہاں کا ساتھ چھوڑ دیا اور بادشاہ (جہانگیر) کی طرف سے معتوب ہؤا ۔ آخر اس کا انجام معتوب اور گم راہوں جیسا ہوا ۔ [۱۷]

۷

دریا خاں روھلہ

دریا خاں روھلہ ، داؤد زئی ہے ۔ ابتدا میں وہ مرتضیٰ خاں شیخ فرید کا ملازم تھا ۔ اس کے بعد شاہجہاں کی شاہزادگی کے زمانے میں اس (شاہجہاں) کی ملازمت کی سعادت حاصل کی ۔ دھول پور کی جنگ میں جو شہر یار کے نوکر شریف الملک سے ہوئی تھی ، اس میں اس نے بہت بہادری دکھائی اور قابل اعتبار ٹھہرا ۔

جب صوبۂ بنگال کا حاکم ، ابراہیم خاں فتح جنگ شاہزادہ

(شاہجہاں) کے مقابلے میں اکبر نگر (راج محل) سے ایک کوس کے فاصلے پر اپنے لڑکے کے مقبرے میں محصور ہو گیا ، نوارہ (کشتیوں کا بیڑہ) اس کے قبضے میں تھا اور دریائے گنگا سے فوج عبور کرنا کشتیوں کے بغیر ناممکن تھا ۔ دریا خاں نے پانسو افغانوں کے ہمراہ تیلیہ راجا کی رہبری سے ایک غیر معروف گھاٹ سے دریا عبور کیا ۔ ابھی دس بارہ سوار بھی دریا کے اس پار نہیں ہوئے تھے کہ ابراہیم کی فوج روکنے کے لیے پہنچ گئی ۔ دریا خاں نے استقلال دکھایا اور جنگ شروع ہوگئی ۔ عبداللہ خاں، جو یہ چاہتا تھا کہ میں بھی اسی راستے سے گزر جاؤں، اس واقعے کو دیکھ کر ٹھہر گیا اور دوسرے گھاٹ کی طرف متوجہ ہوا ۔ ابراہیم خاں نے احمد بیگ خاں کو اپنی فوج کی مدد کے لیے پیچھے سے روانہ کیا ۔ شاہزادہ (شاہجہاں) نے یہ خبر سن کر راجا بھیم کو مقرر کیا کہ عبداللہ خاں کو ہمراہ لے کر دریا خاں کے پاس پہنچے ۔ لیکن ابھی وہ لوگ نہیں پہنچے تھے کہ دریا خاں نے دو مرتبہ مقابلہ کرکے دشمن کو بھگا دیا اور پیادہ ہونے کی وجہ سے اس (دشمن) کا تعاقب نہ کر سکا ۔ [۱۸] ابراہیم خاں کو جب احمد بیگ خاں کا شکست پانا اور عبداللہ خاں اور راجہ بھیم کا متفق ہونا معلوم ہوا تو لشکر آراستہ کرکے مقابلے پر آ گیا ۔ چونکہ اس کے ہمراہی ، جنگ جو بہادروں کے دبدبے سے مرعوب ہو چکے تھے ، اس لیے مقابلے سے عاجز ہو کر فرار ہو گئے ۔ (ابراہیم خاں) بحالت مجبوری چند آدمیوں کے ساتھ مارا گیا ۔ شاہزادہ نے بنگالہ کے مال غنیمت میں سے ایک لاکھ روپیہ اور چند ہاتھی دریا خاں کو انعام میں دے کر نوازش فرمائی ۔

بنگالہ سے واپس ہونے کے بعد جب صوبۂ بہار بھی شاہزادے کے قبضے میں آ گیا تو عبداللہ خاں ، دریا خاں کے ہمراہ بطور ہراول الہ آباد پہنچا ۔ پہلے شخص (عبداللہ خاں) نے وہاں پہنچ کر لشکر آراستہ کیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا اور دوسرے (دریا خاں) نے دریائے گنگا کے کنارے پر مانک پور میں قیام کیا ۔ اتفاق

سے عبداللہ خاں نے اس کو کمک کے لیے بلایا ۔ دریا خاں نے تساہل سے کام لیا اور دونوں میں کشیدگی و ناگواری ہو گئی ۔ اسی دوران میں مہابت خاں دریائے گنگا کے کنارے سلطان پرویز سے جا ملا ۔ دریا خاں نے نوارہ (کشتیوں کا بیڑا) اور توپ خانہ عبداللہ خاں سے طلب کیا تاکہ گھاٹوں کو محفوظ کرکے شاہی لشکر کو عبور نہ کرنے دے ۔ عبداللہ خاں نے عمداً دیر لگائی اور ایک دوسرے کی کشیدگی سے آقا کا کام خراب ہوا ۔ دریا خاں نے جو فتوحات کرنے کی وجہ سے مغرور ہونے کے علاوہ شراب بہت پیتا تھا ، احتیاط سے کام نہیں کیا اور گھاٹوں کا انتظام جیسا کرنا چاہیے تھا ویسا نہیں کیا ۔

مہابت خاں نے کشتیاں فراہم کرکے دوسرے گھاٹ سے دریا کو عبور کر لیا ۔ دریا خاں ، عبداللہ خاں اور راجا بھیم سے جو جون پور میں جمع ہوگئے تھے جا کر مل گیا[۱۹] اور وہاں سے متفق ہو کر (یہ لوگ) شاہجہاں کے پاس بنارس پہنچے اور یہ طے ہوا کہ کنکیرا کے علاقے میں کہ جو محفوظ مقام ہے ، نالہ تونس کے مقابل میدان جنگ آراستہ کیا جائے ۔ فریقین کے مقابلے کے بعد جب بادشاہی (جہانگیری) فوج غالب ہوتی نظر آئی تو دریا خاں کے نئے ملازم جو اس کے برتاؤ سے ناراض تھے ، بغیر جنگ کیے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے ۔ دریا خاں بھی جو ہراول فوج کے دائیں طرف تھا کنارہ کش ہو گیا ۔ اس کے بعد وہ جنیر میں شاہزادے کی خدمت سے بے وجہ علیحدہ ہو کر خانجہاں لودی کے پاس جو دکن کا صوبے دار تھا ، چلا گیا ۔ صرف اتنی ہی بے وفائی کافی نہ سمجھی بلکہ اس کے خیالات کو بھی فاسد کیا ۔

شاہجہاں کے تخت نشین ہونے کے بعد انتہائی عاجزانہ طریقے سے شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور چار ہزاری ذات اور

تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا[1] ۔ اس کی جاگیر صوبۂ بنگالہ میں مقرر ہوئی اور وہاں کے صوبے دار قاسم خاں کی ہمراہی میں وہ تعینات ہوا ۔ اس کے بعد صوبۂ خاندیس میں پرگنہ ، بنادر وغیرہ جاگیر میں ملے[2] اور وہ دکن کی مہم پر متعین ہوا ۔

جس زمانے میں کہ ساہو بھونسلہ نے نظام شاہ کے اشارے سے ولایت خاندیس میں فساد برپا کیا[۲۰] تو دریا خاں اپنی جاگیر سے نہایت تیزی کے ساتھ برق و باد کی طرح ساہو کے سر پر جا پہنچا اور اس کو سزا دے کر اس ملک سے نکال دیا ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خاندیس وغیرہ کا صوبے دار خان زماں قلعہ بیر کو سید کمال نظام شاہی کے قبضے سے نکالنے کے لیے گیا ہوا تھا ۔

جب تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں خان جہاں لودی کی بیخ کنی کے لیے شاہجہاں بادشاہ برہان پور پہنچا تو دریا خاں اپنی جاگیر سے آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور وہ (دریا خاں) اس موقع پر سابقہ تعلقات اور ہم قومی کا خیال کرتے ہوئے فرار ہو گیا اور خان جہاں سے جا ملا ۔

جب خان جہاں دکن کے صوبے دار اعظم خاں سے شکست پا کر دولت آباد میں مقیم ہو گیا تو دریا خاں چالیس گاؤں[3] کے درے سے نکل کر خاندیس پہنچا اور اس نے غارت‌گری شروع کر دی ۔ چونکہ عبداللہ خاں اس کو سزا دینے کے لیے مقرر ہوا تھا ۔ (دریا خاں روہلہ) دولت آباد واپس ہو گیا ۔ اسی زمانے میں وہ (دریا خاں) خان جہاں کے ساتھ ملک ہندوستان میں شرانگیزی

---

۱ ۔ بادشاہنامہ (جلد اول ، صفحہ ۳۰۰) میں ہے کہ اس کے بعد اس کے منصب میں ایک ہزار کا اضافہ ہوا (ب)

۲ ۔ بادشاہنامہ (جلد اول صفحہ ۲۶۶) میں ہے کہ اسے دکن میں جاگیر ملی مگر جگہ کا نام نہیں دیا ہے (ب)

۳ ۔ چالیس گاؤں خاندیس میں ایک پرگنہ ہے

برہا کرنے کے ارادے سے خاندیس کو چھوڑ کر مالوہ پہنچا ۔ چونکہ شاہی فوج کے تعاقب کی وجہ سے فرصت کا موقع نہ ملا ، اس لیے وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا ۔ جب بندیلہ کے علاقے میں پہنچا تو ججھار سنگھ کا لڑکا بکرماجیت بھی آ گیا اور اس نے دریا خاں سے جو فوج کے پچھلے حصے کا افسر تھا ، مقابلہ کیا ۔ وہ اجل رسیدہ (دریا خاں) شراب کے نشے میں اس کی طاقت کا اندازہ کیے بغیر مقابلہ کر بیٹھا ۔ اسی مڈبھیڑ میں دریا خاں کے بندوق کی گولی لگی اور اس کا کام تمام ہو گیا ۔ اس کا ایک لڑکا چار سو افغانوں کے ہمراہ قتل ہوا ۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۰ھ مطابق ۳۱ - ۱۶۳۰ع میں اس کا سر برہان پور میں بادشاہ کے سامنے لایا گیا[۲۱] ۔

۸
دیانت خاں

محمد حسین دشت بیاضی ، دشت بیاض ولایت قہستان کے مضافات کے نوعلاقوں میں سے ایک علاقہ ہے ۔ دیانت خاں اپنے وطن کے سربرآوردہ لوگوں میں سے ہے ۔ وہ تاریخ دانی میں یکتائے زمانہ تھا ۔ اقبال مندی اور قسمت کی یاوری سے جنہیں میں شاہجہاں کے ملازموں میں داخل ہوا اور قرب و اعتبار سے سرفراز ہوا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے جلوس کے دن دو ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب اور آٹھ ہزار روپے[۱] کے انعام سے مالا مال ہوا ۔

جہانگیر کے انتقال کے بعد دکن کے صوبے دار خان جہان لودی سے کچھ ایسی حرکتیں سرزد ہوئیں جو نہ صرف خلوص کے منافی تھیں ، بلکہ دولت خواہی اور نمک حلالی کے بھی خلاف تھیں ۔ شاہجہاں نے اگرچہ وقت کے تقاضے کے مطابق اس کی

---

۱ - بادشاہنامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۱۹) میں ہے کہ اسے سات ہزار روپے انعام ملے (ب)

صوبے داری ، منصب اور جاگیر کی بحالی کا فرمان بدستور سابق صادر کر دیا ، لیکن اس کی طرف سے سخت متفکر تھا ۔ وہ مالوہ کو وہاں کے صوبے دار مظفر خاں کے قبضے سے نکال کر اس پر خود قابض ہو گیا ۔ دکن کے تمام فوجی مددگار ، سردار اور حکام اس کے فرماں بردار تھے اور نظام شاہ سے بھی اس کی موافقت تھی ۔ کیونکہ اس (خان جہاں) نے بالاگھاٹ (نظام شاہ) کو دے دیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بغاوت کر بیٹھے ۔

پہلے سال جلوس شاہجہانی میں دیانت خاں کو جو متانت ، عقل اور رسائی فہم کی صفات سے متصف تھا، دکن کی واقعہ نویسی[۱] پر مقرر کرکے یہ حکم دیا گیا کہ خانجہاں کے دلی راز[۲۲] اور اس کے حرکات و سکنات سے واقفیت حاصل کرکے اطلاع دیتا رہے ۔ خان مذکور (دیانت خاں) نے برہان پور میں پہنچ کر نہایت فراست اور دانائی سے خان جہاں کے اطوار و گفتار کے متعلق پوری طرح واقفیت حاصل کر لی اور حضور میں خوب بڑھا چڑھا کر تحریر بھیج دی کہ اس شخص سے شورش اور بغاوت کا خیال کرنا محض وہم ہے ۔ درحقیقت وہ متردد ہے ۔ ایسے افعال (بغاوت و شورس) اس سے صادر نہیں ہو سکتے ۔ اپنے حضور میں اس کو بالکل اطمینان کے ساتھ طلب فرما لیا جائے ۔ اس کے متعلق ملکی بدنظمی یا بغاوت وغیرہ کا خیال کرنا بالکل بے اصل ہے ۔

اس کی تحریر کی بنا پر شاہجہاں بادشاہ کی فکر و تشویش ختم ہو گئی اور خان جہاں کو دکن کی صوبیداری سے ہٹا کر مالوہ کے انتظام پر مقرر کیا گیا اور دیانت خاں کو احمد نگر کی قلعہ داری ملی ۔

دوسرے سال جلوس شاہجہانی کے شروع میں اس کے منصب

---

۱ ۔ بادشاہنامہ (جلد اول ، صفحہ ۲۰۵) میں ہے کہ وہ بخشی بھی بنایا گیا (ب)

میں پانسو ذات اور سات سو سوار کا اضافہ کیا گیا ۔ جب تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں شاہجہاں بادشاہ برہان پور کے علاقے میں پہنچا تو خان مذکور (دیانت خان) اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا۔ اسی سال ۱۰۴۰ھ مطابق ۳۱-۱۶۳۰ع میں (دیانت خان) احمد نگر میں فوت ہوا ۔

۹

دین دار خان بخاری

سید بھوہ[1] نام ، مرتضیٰ خان بخاری کے رشتہ داروں میں سے ہے جہانگیری جلوس کے اٹھارھویں سال میں اسے دہلی کی حکومت سپرد ہوئی اور اس کے بعد جب مہابت خان سے گستاخی سرزد ہوئی اور وہ دربار شاہی سے فرار ہوا [۲۳] تو وہ اس فوج میں جو اس (مہابت خان) کے تعاقب میں تعینات ہوئی تھی ، مقرر ہوا ۔ یہ فوج اجمیر پہنچ کر مقیم ہوگئی ، کیونکہ اسی دوران میں جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور شاہجہاں اجمیر پہنچا ۔ وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ پہلے سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور بارہ سو سوار کے منصب اور 'دین دار خان' کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ مرصع خنجر ، علم اور گھوڑا مرحمت ہوا اور دوآبہ کی فوج داری سپرد ہوئی ۔

جب آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ نے دارالسلطنت لاہور سے مستقرالخلافہ (آگرہ) کی طرف سفر کیا اور اسلام خان کو ایک فوج کے ہمراہ مفسدوں کی تنبیہ کے لیے دوآبہ روانہ کیا تو حسب‌الحکم دین دار خان بھی اس کے ہمراہ گیا ۔

---

۱ ۔ متن میں سید 'بھودہ' ہے مگر مآثرالامرا (جلد سوم صفحہ ۱۵۴) میں بھوہ ہے جو صحیح ہے ۔ یہی نام تزک جہانگیری (انگریزی ترجمہ صفحہ ۲۸۱-۲۸۲) میں ہے (ب)

اس کے بعد اسی سال شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ کہ جب وہ جحھار سنگھ بندیلہ کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا تھا ، وہ (دین دار خان) بھی متعین ہوا ۔ اس کے کچھ عرصے بعد ۱۰۴۵ھ مطابق ۳۶-۱۶۳۵ع میں فوت ہو گیا ۔

۱۰
دولت خان مئی

خواص خان کے نام سے مشہور ہے ۔ مئی ، بھٹی قبیلے کی ایک شاخ ہے کہ یہ لوگ پنجاب کے صوبے میں زمینداری اور رہزنی پر بسر کرتے ہیں ۔ دولت خان ، حقیقت میں مرتضلی خان شیخ فرید کا رومال بردار خدمت گار تھا ۔ چونکہ وہ آغاز جوانی میں نظر فریب حسن رکھتا تھا ، جب وہ شیخ (فرید) کے ساتھ [۲۴] جہانگیر بادشاہ کے سامنے جاتا تو بادشاہ اسے خاص طور سے دیکھتا ۔ شیخ (فرید) کی وفات کے بعد شاہی عنایت سے سرفراز ہو کر مناسب منصب پر فائز ہوا ۔ چونکہ تقدیر یاور تھی ، تھوڑے ہی عرصے میں خاص قربت اور 'خواص خان' کے خطاب سے سرفراز ہوا اور جلو کے منصب داروں کا داروغہ مقرر ہوا کہ جو معتمد خانہ زاد ہوتے تھے ۔ اور یہ کام (داروغگی) سوائے معتمد شخص کے اور کسی کو نہیں ملتا تھا ۔

جب شاہجہاں کی حکومت کازمانہ آیا تو پہلے سال جلوس میں دو ہزاری پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ چونکہ بہادری اور سپہ گری سے خالی نہ تھا ، اس لیے دھول پور کی جنگ میں اس نے خان جہاں لودی کے مقابلے پر بادشاہی لشکر کے سرداروں میں پیش پیش رہ کر بہادری اور شجاعت کے کارہائے نمایاں انجام دیے اور میدان جنگ میں زخمی ہوا ۔ اس کی یہ شجاعت و بہادری شاہجہاں بادشاہ کے پسند خاطر ہوئی اور اس (شاہجہاں) نے اس کی تربیت پر خاص توجہ دی

اور اس کا اعتبار بڑھایا ۔ چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہو کر 'دولت خاں' کے خطاب سے مخاطب ہوا ۔

اسی سال شاہزادہ محمد شجاع کے ساتھ قلعہ' پرینده کی فتح کے لیے مقرر ہوا ۔ جب برہان پور سے آگے بڑھا تو مہابت خان سپہ سالار کی رائے سے تین ہزار سواروں کے ساتھ احمد نگر کی جانب روانہ ہوا کہ ساہو بھونسلہ کی سرکوبی اور اس کے وطن جار کونلہ کو برباد کرے اور آٹھویں سال جلوس شاہجہانی محرم ۱۰۴۵ھ میں یوسف محمد [۲۵] خان تاشکندی کی تبدیلی کے بعد وہ (دولت خاں) ٹھٹہ کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔

نویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے جعلی بایسنقر کو قید کرکے حضور میں روانہ کیا ۔ یہ فتنہ انگیز ایک لا ابالی سا شخص تھا ۔ اس نے خود کو بایسفر مشہور کر دیا کہ جو شہریار کی لڑائی میں اس بد بخت (شہریار) کے لشکر کا سردار تھا اور وہ (بایسنقر، فرار ہونے کے بعد قلعہ تولاس کی جانب جو تلنگانہ کے مضافات میں ہے ، پہنچ کر طبعی موت سے فوت ہو گیا ۔ (نقلی بایسنقر) بلخ پہنچا اور وہاں کے حاکم نذر محمد خاں نے اس کو اپنا داماد بنانے کا ارادہ کیا ۔ اس کا دعویٰ صحیح ثابت نہ ہو سکا اس لیے یہ رشتہ طے نہ ہوا ۔ پھر وہ ایران کی طرف چلا گیا ۔ شاہ صفی نے اگرچہ اسے اپنی سرکار میں نہیں بلایا ، لیکن کچھ مدارات ضرور کی ۔ پھر وہ وہاں سے بغداد و روم کی جانب چلتا بنا ۔ کچھ عرصے کے بعد کام وناکام اس کی موت اس کا گریبان پکڑ کر اس کو ٹھٹہ لے آئی ۔ دولت خاں نے اس (بایسنقر) کو قید کرکے بادشاہ کے حضور میں روانہ کر دیا اور وہ قتل ہوگیا ۔

خان مذکور (دولت خاں) نے اس علاقے (سندھ) میں مدتوں حکومت کی اور بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور سعید خان بہادر

کی بجائے قندھار کا حاکم مقرر ہوا ۔ اسی سال کے آخر میں پانچ ہزاری ذات و سوار کے منصب پر فائز ہوا کہ یکبارگی اس بد انجام زمانے نے اس سے بے مروتی کی اور اس کی ذلت و خواری کے اسباب فراہم کر دیے ۔ ماہ ذی الحجہ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ایران کے بادشاہ شاہ عباس ثانی نے عین موسم سرما میں قندھار کا محاصرہ کر لیا جب کہ برف کی کثرت کی وجہ سے ہندوستان سے فوجی مدد بھیجنا ناممکن ہوتا ہے ۔ [۲۶] قلعہ دار نے ہر چند داخلی و خارجی معاملات کو درست کرنے کی کوشش کی اور حزم و احتیاط کا پورا پورا خیال رکھا ، مگر پریشانی کے عالم میں اس کی تدابیر صحیح ثابت نہ ہوئیں اور وہ قلیج خانی برجوں کو مضبوط نہ کر سکا ۔

قلیج خاں نے دور اندیشی کے خیال سے اپنی حکومت کے زمانے میں 'چہل زینہ' پہاڑ کی بلندی پر برج بنوائے تھے کہ جہاں سے توپ اور بندوق کی (گولیاں) دولت آباد اور مندو کے قلعوں تک پہنچتی تھیں ۔ قزلباشی بندوقچی ان برجوں میں بیٹھ گئے اور انھوں نے بندوقیں چلانا شروع کر دیں ۔ ایک روز بادشاہ (عباس ثانی) خود سوار ہو کر جنگ کی ترغیب دینے لگا ۔ تین پہر تک جنگ کی آگ بھڑکتی رہی ۔ آخرکار کامیابی نہ ہوئی اور واپس ہوگیا ۔ لیکن کچھ لوگوں نے بہادری کو نظرانداز کرکے خاک بے وفائی سرخلوص پر ڈالی اور قلعہ دار کے نزدیک جا کر بے حیائی سے کہا کہ برف کی کثرت کی بنا پر راستے بند ہو جانے کی وجہ سے یہاں کمک نہیں آ سکے گی اور قزلباشوں کی کوشش سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قلعہ جلد فتح ہو جائے گا ۔ اس کی فتح کے بعد نہ ہماری جانیں سلامت رہیں گی نہ ہمارے متعلقین اسیر ہونے سے بچیں گے ۔ دولت خاں نے ، جس کو اس موقع پر تلوار سے کام لے کر اس فتنے کو فرو کر دینا چاہیے تھا ، بے لیاقتی اور بد دلی کا مظاہرہ کیا اور اس مضمون کا شعر :

بیت

ہر کجا زخم بایدت فرمود
گر تو مرہم نہی ندارد سود [۲۷]

ذہن میں نہ آیا اور جواب میں نصیحت و ہدایت کرنے لگا ۔ یقینی طور سے اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ سب سے پہلے شادی خاں اوزبک نے نمک حرامی میں پیش قدمی کی اور بادشاہ (عباس ثانی) سے گفت و شنید شروع کردی ۔

چونکہ اسی زمانے میں قلعہ بست ، پردل خاں کے قبضے سے نکال کر اس کو ذلت کے ساتھ گرفتار کر لیا ، دولت خاں کم ہمت ہونے کی وجہ سے استقامت نہ دکھا سکا ۔ قندھار کے دیوان عبداللطیف کو امان نامہ لانے کے لیے کہ جو اس کی بدنامی کا پروانہ تھا ، ایران کے سپہ سالار رستم خاں کے بھائی علی قلی خاں کے ہمراہ روانہ کیا کہ جو شاہ ایران کی جانب سے پیغام لایا تھا کہ 'اس سے زیادہ جنگ و پیکار پرآمادہ نہ ہو اور اپنی اور دوسروں کی خوں ریزی اور بے حرمتی کے درپے نہ ہو' اور خود ظاہری طور پر لوگوں کو پہاڑ کی بلندی پر قلعے میں جانے کے لیے کہا ۔ چونکہ یہ بات صدق دل سے نہ کہی تھی اس لیے کچھ فائدہ نہ ہوا ۔

اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ اگر وہ کم ہمت اپنی توفیق کی رہنمائی اور عزیمت کی پیشوائی سے ایک جماعت کے ہمراہ اس معقول پناہ گاہ اور مضبوط مقام پر پہنچ جاتا تو فوجی مدد کے پہنچنے تک اس کو اور اس کے ساتھیوں کو کچھ نقصان نہ پہنچتا ، لیکن انصاف پسند طبائع کے نزدیک اس کا ایسے مقام پر تین ماہ تک ٹھہرنا اور قیام کرنا ممکن نہ تھا ۔ تا آنکہ شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر ، علامی فہامی سعد اللہ خاں کے ہمراہ بارھویں جمادی الاول (۱۴ مئی ۱۶۴۹ع) کو قلعے کے نزدیک پہنچا ۔ ہاں ! پاس ناموس کے لیے جو جرأت بہادروں میں ہوتی ہے کہ وہ اس (ناموس)

کی حفاظت کے لیے ایسے مواقع پر جان و مال کی بازی لگا دیتے ہیں ، اس میں نہ تھی - [۲۸] اس نے ہمیشہ رہنے والی نمک حرامی اور بے عزتی کا عار ، جو قیامت تک اس کے نام سے نہیں مٹے گا ، اپنے لیے پسند کیا -

۹ صفر ۱۰۵۹ھ (۱۲ فروری ۱۶۴۹ع) کو ہمراہیوں اور سامان کے ساتھ باہر آیا اور علی قلی خان کی بہت خوشامد کی کہ شاہ ایران کے پاس نہ لے جائے اور اگر یہ ضروری ہو تو روانگی کی اجازت میں تاخیر نہ ہو - علی قلی خان نے دونوں باتوں کا وعدہ کیا اور باغ گنج علی خان میں ، جو باغ گنج مشہور تھا ، اس (دولت خاں) کو شاہ ایران کے پاس لے گیا - اسی وقت ہندوستان جانے کی اجازت مل گئی - وہ (دولت خاں) نہایت ذلت و نقصان کے ساتھ ہندوستان آیا - چونکہ نمک حرامی اور احسان فراموشی نے اس قابل نہیں رکھا تھا کہ معذرت کر سکے ، سفارش کے دروازے کو اس نے اپنے لیے بند پایا - پریشان حالی میں گوشہ نشین ہو بیٹھا اور اسی طرح بقیہ زندگی گزار دی -

حقیقت یہ ہے کہ اس کی نالائقی اور کم ہمتی میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایسے مستحکم قلعے کو ، کہ جس کے چاروں طرف پانچ مضبوط قلعے تھے ، اور اس میں چار ہزار تلوار چلانے والے مرد ، کماندار ، تین ہزار نشانہ باز بندوقچی ، قلعہ داری کا دو سال کا سامان ، خزانہ ، رسد ، سیسہ ، باروت اور تمام ضروری اشیاء موجود تھیں مگر وہ صرف دو ماہ کے محاصرے میں اپنی بزدلی اور سست ہمتی سے ہمت ہار بیٹھا اور اس قلعے کو کھو بیٹھا، اور اس نے فانی زندگی کو جاودانی نیک نامی پر ترجیح دی - باوجودیکہ رات کے وقت باہر سے لوگوں نے تیروں میں خطوط باندھ کر قلعے میں پھینکے تھے کہ قزلباش (ایرانی) کے لشکر میں گھاس اور غلے کی کمی کی وجہ سے نہایت اضطراب اور پریشانی ہے - اس کے جانور چارہ نہ ملنے کی وجہ سے [۲۹] ضائع ہو گئے - عنقریب ہندوستان

سے مدد پہنچنے والی ہے ۔ اگر ایک مہینے اور استقلال سے کام لیا جائے تو دشمن نامراد ہو کر واپس ہو جائے گا ۔ اس کے باوجود اس بے عقل اور بے حمیت کو استقلال کی توفیق نصیب نہ ہوئی ۔ اس ناکردگی کی بدولت دولت خاں نے اپنی اتنے عرصے کی خدمات کو برباد کردیا ۔

۱۱
دانش مند خاں

ملا شفیعائی یزدی نام، عرصۂ دراز تک ایران میں علم حاصل کرتا رہا ۔ مروجہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد حلال روزی حاصل کرنے کے لیے کچھ روپیہ ایران کے تاجروں سے لے کر منافع میں حصہ دینے کا وعدہ کرکے ہندوستان آ گیا[۱] جو رونق کا مقام اور اہل ہمت و ارباب امن کے لیے نفع حاصل کرنے کی جگہ ہے ۔ کچھ مدت بادشاہی لشکر میں گزاری اور مستقرالخلافہ اکبر آباد سے دارالسلطنت لاہور اور وہاں سے کابل (فوج کے) ہمراہ رہا ۔ شاہی سواروں کی واپسی کے بعد (دانش مند خاں) وطن جانے کے ارادے سے سورت کی بندرگاہ پر پہنچا ۔ چونکہ اس کی تقدیر یاور اور نصیبہ بیدار تھا ، اس کے علم و فضل کا ذکر شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں ہوا ۔ شاہی دربار سے بندرگاہ سورت کے منتظمین کے نام فرمان صادر ہوا کہ اس کو ہمارے حضور میں بھیج دیں ۔ وہ اقبال مندی کی رہنمائی اور سعادت کی رہبری کی بدولت سورت سے شاہی در دولت کا قصد کرکے چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں نویں ذی‌الحجہ کو آستان شاہی پر حاضر ہوا ۔ [۳۰] جب اس الطاف شاہی کے مستحق کی استعداد و قابلیت کے مدارج دوبارہ شاہجہاں کے روبرو ظاہر کیے گئے تو اس فضیلت‌پرور

---

۱ ۔ مآثر عالم گیری (صفحہ ۲۵) میں ہے کہ اس نے کچھ مدت بحیثیت تاجر احمد نگر میں بھی گزاری (ب)

اور دانا نواز بادشاہ (شاہجہان) نے اس کی تربیت مناسب سمجھی اور اپنی نظر کرم سے ہزاری ذات اور سو سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا اور حکم ہوا کہ اتوار کے دن کی پیشکش ایک سال تک اس کو انعام میں دی جائے۔

اس کے بعد اس کے منصب میں ترقی فرمائی اور انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں لشکر خاں کی بجائے وہ بخشی دوم کی خدمت پر مقرر ہوا؛ 'دانشمند خاں' کا خطاب ملا اوراس کے منصب میں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہوا اور اس کا منصب دو ہزار پانسو ذات اور چھ سو سوار کا ہوگیا - اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اعتقاد خاں کی بجائے وہ میر بخشی کے عہدے اور تین ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا، اسی سال خدمت مذکور سے استعفا دے کر دارالخلافہ شاہجہان آباد میں گوشہ نشین ہو گیا۔

عالمگیری جلوس کے دوسرے سال میں از سر نو عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوا - چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا - اور ساتویں سال جلوس عالمگیری کے شروع میں پنج ہزاری کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوا اور آٹھویں سال جلوس عالم گیری میں قلعہ شاہجہان آباد کی نگرانی اور صوبہ داری پر تعینات ہوا - اور دسویں سال جلوس عالمگیری میں محمد امین خاں کی بجائے میر بخشی کے اعلیٰ عہدے پر متعین ہوا اور اس کو مرصع قلمدان عنایت ہوا - جب بارھویں سال جلوس عالمگیری میں عالمگیر بادشاہ کی سواری مستقرالخلافہ (آگرہ) کی جانب روانہ ہوئی تو دارالخلافہ دہلی کا انتظام میر بخشی (دانشمند خاں) کے فرائض میں شامل کر دیا گیا اور اس کو کار مذکور پر بھیج دیا گیا [۳۱] - تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں دسویں ربیع الاول ۱۰۸۱ھ (۱۸ جولائی ۱۶۷۰ع) کو اس نے اس دنیا سے رحلت کی۔

وہ نیک خصلت امیر اپنے زمانے کے اکابر فضلا میں سے

تھا اور نیک نفسی اور نیک اندیشی کے لیے مشہور تھا ۔ اس کے بعد سے اس زمانے تک بلند مرتبہ سرداروں میں کوئی ایسا شخص نہیں ہوا کہ جو امارت کے ساتھ فضیلت کا بھی مالک ہو ۔

کہتے ہیں کہ جب شاہی ملازمت میں داخل ہوا تو ملا عبدالحکیم[1] سیال کوٹی سے مباحثہ و مناظرہ کرنے کے لیے بادشاہ کا اشارہ ہوا ۔ (ملا عبدالحکیم) جو علم و دانش میں اساتذۂ قدیم سے فاضل تر تھے اور ان سے بہتر کوئی دوسرا شخص ہندوستان میں نہ تھا اور تمام معتبر کتابوں کے اُن کے لکھے ہوئے حاشیے اُن کی قابلیت کی دلیل ہیں ۔ دونوں فاضلوں کے درمیان 'و' عطف پر جو ''ایاک نعبد و ایاک نستعین'' میں ہے طولانی گفتگو ہوئی اور بہت عرصے تک بحث ہوتی رہی ۔ علامہ سعداللہ خان جو علم میں 'اعلم' مشہور تھے ، ثالث مقرر ہوئے ۔ لیکن آخر میں دونوں برابر رہے ۔ اس روز سے دانشمند خان بادشاہ (شاہجہان) کا منظور نظر اور امارت کے درجے پر فائز ہوا ۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ (دانشمند خان) اپنی عمر کے آخر زمانے میں اہل فرنگ کے علوم کی طرف مائل ہو گیا تھا اور اس جماعت کے تحریف شدہ احکام کی تکرار کیا کرتا تھا ، یہ بات اس کے علم و فضل پر نظر کرتے ہوئے نہایت مستبعد معلوم ہوتی ہے ۔[2]

---

۱ ۔ ملاعبدالحکیم سیال کوٹی (ف ۱۶ ربیع الاول ۱۰۶۷ھ مطابق ۱۶۵۶ع) کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (رحمان علی) مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری (کراچی ۱۹۶۱) صفحہ ۲۸۰-۲۸۱ (ق)

۲ ۔ برنیر نے اپنے سفرنامے میں بیان کیا ہے کہ مغربی علوم پر خود اس سے دانشمند خان کے مذاکرات رہتے تھے ۔ ملاحظہ ہو برنیر جلد دوم صفحہ ۱۳۴ (ب)

۱۲
داؤد خاں قریشی

داؤد خاں قریشی ، بھیکن خاں کا لڑکا ہے جو حصار فیروزہ کا شیخ زادہ اور خانجہاں لودی کا عمدہ اور معتبر ملازم تھا ۔ دھول پور کی لڑائی میں جو خان [۳۲] مذکور (خان جہاں لودی) اور شاہی لشکر سے ہوئی تھی ، اس نے خوب دلیری اور مردانگی دکھائی اور اس (بھیکن خاں) نے جان نثار کر دی ۔

شیخ داؤد بلند اقبال شاہزادہ سلطان دارا شکوہ کے ملازمین میں داخل ہوا اور بہادرانہ کارگزاریوں اور خوش اخلاق سے معتمد و معزز ہوگیا ۔ تیسرے سال جلوس عالم گیری میں متھرا ، مہابن ، جلیسر اور کچھ دوسرے محالات کی فوجداری ، جو سعداللہ خاں کے انتقال کے بعد شاہزادہ (دارا شکوہ) کی جاگیر میں شامل ہوگئے تھے، اور مستقرالخلافہ اکبر آباد اور دارالخلافہ شاہجہاں آباد دونوں کے درمیان کی ، راہداری کی خدمت دو ہزار سواروں کے ہمراہ اس (داؤد خاں) کے سپرد ہوئی ۔ اسی سال شاہزادے کی درخواست پر شاہی دربار سے اسے 'خان' کا خطاب ملا ۔ دارا شکوہ کی پہلی لڑائی میں راؤ ستر سال ہاڈا کے ہمراہ داؤد خاں ، ہراول تھا ۔ اس کا بھائی شیخ جان محمد کام آ گیا ۔ اس کے بعد جب دارا شکوہ ، عالم گیر کے مقابلے سے فرار ہوا تو اس کو دریائے ستلج کے کنارے تلون کے گھاٹ پر کہ جو اس دریا کا مشہور گھاٹ ہے چھوڑ دیا ۔ اس کے بعد دریائے بیاس کے اس کنارے کو اس نے مدافعت کی غرض سے مضبوط کیا ۔ آخرکار دارا شکوہ پست ہمتی کی بنا پر لاہور سے ملتان کو فرار ہوا ۔ داؤد خاں اس (دارا شکوہ) کے حکم کے مطابق کشتیاں جلانے اور غرق کر دینے کے بعد اس کے پاس پہنچا ۔ ہر جگہ پر اس نے موافقت کی مگر بھکر کے قریب اس سے علاحدہ ہو کر جیسلمیر کے راستے سے اپنے وطن قلعہ فیروزہ کو چلا گیا ۔

چونکہ اس کی تجربہ کاری اور سرداری کی شہرت تھی اس لیے اسی زمانے میں عالم گیر کی سرکار سے اسے خلعت بھیجا گیا اور اس پر عنایت ہوئی۔ شاہی لشکر کی ملتان سے دارالخلافہ (دہلی) کو واپسی کے بعد [۴۳] وہ خوش قسمتی سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اسے چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب ملا۔ شجاع کی لڑائی میں وہ عالم گیر کی دائیں جانب کی فوج کا سردار مقرر ہوا۔

اس (شجاع) کی شکست کے بعد وہ (داؤد خاں) میر جملہ معظم خاں کے ہمراہ بنگالہ کی طرف اس آوارہ گرد کے تعاقب کے لیے مقرر ہوا اور پٹنہ میں پہنچنے کے بعد شاہی حکم کے مطابق وہاں کی صوبیداری پر تعینات ہوا اور اس کے منصب میں ایک ہزار دو اسپہ، سہ اسپہ سواروں کا اضافہ ہؤا۔

جب معظم خاں شجاع کی بیخ کنی کے لیے مخصوص آباد کی جانب سے اکبر نگر (راج محل) روانہ ہوا تو اس کو بھی حکم ملا کہ وہ اپنے ماتحتوں اور صوبے کے فوجی مددگاروں کے ہمراہ دریائے گنگا سے گزر کر ٹانڈہ میں کہ جو دشمن کا فوجی ٹھکانا ہے پہنچے، اور اس کا دفعیہ کرے تاکہ دونوں طرف سے اس کم بخت کا قافیہ تنگ ہو جائے۔

داؤد خاں مذکور نے اپنے بھتیجے کو اپنا نائب بنا کر پٹنہ میں چھوڑا اور باقی سب کو لے کر روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد معظم خاں کی فوج میں شریک ہو کر اس مہم کو انجام تک پہنچانے کے لیے متوجہ ہوا اور شاہی مقبوضہ ممالک سے شجاع کو نکالنے کے بعد داؤد خاں بنگالہ سے واپس ہو کر پٹنہ آیا اور اس نے نواح پٹنہ کے سرکشوں کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ پلاؤں کا زمیندار، جو پٹنہ سے جنوب کی جانب چالیس کوس کے فاصلے پر ہے اور شہر مذکور سے اس ملک کی سرحد تک پچیس کوس کا فاصلہ ہے، اس علاقے کا ظالم زمیندار (تھا) ۔ وہ ہمیشہ [۴۴]

مستحکم قلعوں ، سخت ترین راستوں ، گھنے جنگلوں ، ٹیلوں اور پہاڑیوں کی وجہ سے نہایت مغرور اور متکبر ہو گیا تھا ۔ اس زمانے میں اس نے اپنے ظلم و جور میں اور زیادتی کر دی اور پیشکش کے روانہ کرنے میں تاخیر کی ۔ خان مذکور (داؤد خان) شاہی فرمان کے صادر ہونے پر اس کے مطابق اس علاقے کی فتح کے لیے روانہ ہوا ۔ پہلے اُن قلعوں کو جو شاہی سرحد سے ملے ہوئے تھے اور ان کی مدد سے بعض سرکاری محالات میں دخل اندازی ہوتی تھی ، نہایت کوشش سے فتح کیا ۔ وہاں کے زمیندار نے خائف ہو کر بہت آہ و زاری کی کہ پیشکش مقرر ہو جائے اور اس کی خطا معاف کرکے وہ (داؤد خان) پٹنہ کو واپس چلا جائے ۔ داؤد خان نے اس بات کو نہ سنا اور چوتھے سال جلوس عالم گیری میں (داؤد خاں) لشکر آراستہ کرکے اس علاقے میں داخل ہو گیا اور قلعہ پلاؤں کے نزدیک دونوں طرف سے مورچے قائم ہوئے ۔ جد و جہد اور مقابلے کا بازار گرم ہوا ۔

دربار شاہی سے اس باطل پرست (کافر) کے لیے امان اور اس کے ملک کی واپسی کا حکم ایمان لانے کی شرط کے ساتھ صادر ہوا ۔ وہ گم راہ اور ظالم طریقۂ کفر پر قائم رہا ۔ داؤد خان نے متواتر جنگ اور مردانہ وار مقابلہ کرکے اس گمراہ جماعت کے پیر اکھاڑ دیے اور شہر بند کے قلعے میں داخل ہو گیا[1] ۔ باوجودیکہ اس (قلعے) کی مضبوطی کی وجہ سے اس کی فتح کا تصور جلد نہیں ہو سکتا تھا ، لیکن تائید غیبی سے بہادروں نے بہادری دکھائی اور شہر بند کے قلعے میں ان بد بختوں کے سروں پر پہنچ کر حملہ آور [۳۵] ہوگئے ۔ قلعہ والوں کی زندگیاں خطرے میں پڑگئیں ۔ رات کے وقت زمیندار بھاگ گیا ۔ اس فتح کے بعد خان مذکور (داؤد خان) اس ملک کے انتظامات کرنے ، قلعوں کو مضبوط کرنے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو عالم گیر نامہ صفحہ ۶۵۹-۶۵۸ (ب)

اور بد بخت و گمراہ فسادیوں کی بیخ کنی کے لیے کچھ عرصے تک وہاں مقیم رہا اور منگلی خاں کو جو شاہی فرمان کے مطابق پلاؤں کی فوجداری پر مقرر ہوا تھا ، وہاں چھوڑ کر پٹنہ کو واپس چلا آیا[۱] -

اس کے بعد داؤد خاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور مرزا راجا جے سنگھ کی ہمراہی میں سیوا بھونسلہ کو سزا دینے کے لیے دکن میں تعینات ہوا ، اور اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ، جس میں تین ہزار دو اسپہ سہ اسپہ تھے - اسی زمانے میں خاندیس کی صوبیداری بھی اسے سپرد ہوئی اور (شاہی) فرمان صادر ہوا کہ اپنے کسی رشتے دار کو فوج کے ہمراہ برہان پور میں چھوڑ کر خود (سیوا بھونسلہ کی) مہم پر روانہ ہو جائے - قلعہ وورمال کی فتح کے بعد خان شہامت نشان (داؤد خاں) قلعہ پرندھر کے محاصرے کے دوران مرزا راجا کی تجویز کے مطابق سات ہزار سواروں کے ہمراہ سیوا کے علاقے پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا اور راج گڑھ کے نواحی مواضعات و کندانہ کے مضافات میں آگ لگوا کر بہت سے قصبوں کو غارت کرکے مظفر و منصور واپس ہوا -

اس کے بعد داؤد خاں مرزا راجا کی فوج کے میمنے کی سرداری پر تعینات ہو کر ولایت بیجاپور کی تباہی میں کوشاں ہوا - عادل شاہیوں کے ساتھ سخت جنگ ہوئی - نویں سال جلوس عالمگیری میں خاندیس کی صوبیداری سے علیحدہ ہو کر اس کی بادشاہ کے حضور میں طلبی ہوئی [۳۶] اور دسویں سال جلوس

---

۱ - پلاؤں کی مہم کا تفصیلی بیان عالم گیر نامہ (صفحہ ۶۴۸) ، مآثر عالم گیری (صفحہ ۳۷) اور خافی خاں جلد دوم (صفحہ ۱۲۹) میں ہے - داؤد خاں کا ذکر منوچی نے (صفحہ ۳۰۸-۳۱۷) بھی کیا ہے (ب)

عالم‌گیری میں صوبہ برار کے انتظام کے لیے روانہ ہوا اور اس کے بعد برہان پور کی حکومت پر مقرر ہوا - چودھویں سال جلوس عالم‌گیری میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور پھر صوبہ الہ‌آباد کا ناظم مقرر ہوا - اس کی تاریخ وفات معلوم نہ ہوئی - اس کا لڑکا حمید خاں بہادری اور دلیری میں مشہور ہوا اور ہمیشہ شاہی خدمات انجام دیتا رہا - پچیسویں سال جلوس عالم گیری میں (حمید خاں) فوت ہو گیا -

۱۳
دیانت خاں حکیم جالا کاشی

شاہجہاں کے پہلے سال جلوس میں ممتاز زمانی (ممتاز محل) کی سرکار کی دیوانی کے عہدے پر وہ مقرر ہوا - چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ ہزاری ذات اور دو سو پچاس سوار کے منصب پر فائز ہوا اور میرعبدالکریم کی بجائے صوبہ پنجاب کی دیوانی پر مقرر ہوا - چونکہ اس کی خدمات سے امانت و دیانت ثابت ہوتی رہی ، اس وجہ سے پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے 'دیانت خاں' کا خطاب ملا اور اس کے بعد اس کے منصب میں ایک سو پچاس سوار کا اضافہ ہوا اور رائے کاسی داس کی بجائے وہ سرکار سہرند کی دیوانی ، امینی اور فوجداری پر فائز ہوا -

نویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو سواروں کا اضافہ ہوا اور گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب قلعہ قندھار حکومت شاہی میں شامل ہوگیا اور شاہ ایران ، شاہ صفی کے آ جانے کے خیال سے شاہزادہ محمد شجاع ، کابل میں تعینات ہوا تو وہ (دیانت خاں) بادشاہزادے کی فوج میں دیوانی کے عہدے پر مقرر ہوا - بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں عاقل خاں عنایت اللہ کی بجائے وہ ''خدمت داغ و تصحیحہ منصبداراں'' پر مقرر ہوا - [۳۷]

چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں گھوڑا ، خلعت اور

اورنگ آباد ، بالا گھاٹ ، برار اور ملک تلنگانہ کی دیوانی ملی کہ جو ابھی فتح ہوئے تھے - تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور وہ اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوا - اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور سات سو سوار کے منصب پر فائز ہوا - اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں چونکہ صوبوں کی دیوانی رائے رایاں کے لیے مقرر ہو گئی ، اس نے دربار شاہی میں حاضر ہو کر درگاہ شاہی سے نورانیت حاصل کی (بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا)- اس کے بعد جب بادشاہزادہ مراد بخش نے رائے رایاں کے متعلق نارضا مندی کا اظہار کیا تو بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں (دیانت خاں) چاروں صوبوں کی دیوانی پر مقرر ہوا ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس عہدے سے معزول ہو کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور بادشاہزادہ محمد مراد بخش کی سرکار کی دیوانی پر مقرر ہوا -

اس کے بعد جب زمانہ عالم گیر کے موافق ہوا یعنی عالم گیر کو تخت حکومت ملا تو وہ حاضر خدمت ہو کر 'داروغہ داغ' مقرر ہوا - آٹھویں سال جلوس عالم گیری میں دیوانی بیوتات پر مقرر ہوا اور نویں سال جلوس عالم گیری میں اس عہدے سے معزول کر دیا گیا - سولھویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۸۳ھ مطابق ۱۶۷۲ع میں فوت ہوگیا[۱]- اس کے لڑکوں دیوافگن، شیرافگن اور رستم کو ماتمی خلعت عنایت ہوئے - پہلے (دیو افگن) کو چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں 'داغ و تصحیحہ کی داروغگی' اور دوسرے (شیر افگن) کو بھی اس کے مناسب منصب عطا ہوا - [۳۸]

---

۱ - دیانت خاں کو علم نجوم میں بڑی مہارت حاصل تھی (مآثر عالم گیری صفحہ ۱۲۶) (ب)

۱۴

داراب خاں

مختار خاں سبزواری کا لڑکا اور شمس الدین مختار کا چھوٹا بھائی ہے - جس زمانے میں کہ بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر نے سلطنت پر قبضہ کرنے اور دارا شکوہ کی بیخ کنی کے لیے کہ جس نے شاہجہاں بادشاہ کی بیماری کی وجہ سے سلطنت کے معاملات پر اپنا قبضہ جما رکھا تھا ، دکن سے مستقرالخلافہ (آگرہ) کا رخ کیا تو وہ (داراب خاں) فوجی مددگاروں کی حیثیت سے دکن کے لیے روانہ ہوا - اس کے بعد جب بادشاہزادہ (اورنگ زیب) اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا ، یعنی بادشاہت پر قابض ہوگیا ، تو جلوس سے قبل سب سے پہلے اسے 'خان' کا خطاب مرحمت ہوا اور احمد نگر کی قلعہ داری کا فرمان بھیج کر اسے اعزاز بخشا - دوسرے سال جلوس عالم گیری کے آخر میں وہاں سے تبدیل ہو کر حضور میں پہنچا -

نویں سال جلوس عالم گیری میں فیض اللہ خاں کی بجائے قراول بیگی (میر شکار) کی خدمت پر تعینات ہوا - اس کے بعد بندوق خانۂ خاصہ کی داروغگی بھی اس کے سپرد ہوئی - تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں عبداللہ خاں کی بجائے غسل خانے کی داروغگی اس کو دی گئی - اس کے بعد روح اللہ خاں کی بجائے اسے آختہ بیگی کی خدمت سپرد ہوئی - اس کے بعد اسے اجمیر کی حکومت ملی -

انیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہاں سے آ کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملتفت خاں کی بجائے میر آتشی کے عہدے پر مقرر ہوا ، اور میر تزک اول کی خدمت بھی اس کے سپرد ہوئی - بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ (داراب خاں) تجربہ کار فوج کے ساتھ کھنڈیلہ راجپوتوں کی تنبیہہ و تادیب اور وہاں کے بت خانے کو منہدم کرنے کے لیے روانہ کیا گیا - [۳۹]

خان مذکور (داراب خان) نے اس موقع پر ، جب بادشاہ اج
پہنچا ، اس شورش انگیز مقام کھنڈیلہ ، سانولہ اور اس نواح
تمام بت خانوں کو منہدم کرا دیا - تین سو راجپوتوں نے مقا
کیا - ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا - اسی سال چھبیسو
جمادی الاول ۱۰۹۰ھ ۲۴ جون ۱۶۹۷ع کو وفات پائی - تر
لڑکے اور ایک لڑکی یادگار چھوڑے - پہلا محمد خلیل جس کا خطا
'تربیت خان' تھا - اس کا حال علیحدہ درج ہے - دوسرا محمد تر
خان ہے کہ جس کا عقد بہرہ مند خان بخشی کی لڑکی کے ساتھ ہوا
اس کا لڑکا 'مین' کے عرف سے مشہور ہوا - جس کو باپ ۔
انتقال کے بعد 'محمد تقی خان' کا خطاب ملا اور اڑتالیسو
سال جلوس عالم گیری میں شائستہ خان بن شائستہ خا
امیرالامراء کی لڑکی سے اس کا عقد ہوا - عالم گیر بادشاہ اس کر
بہت دوست رکھتا تھا - بہادر شاہ اول کے زمانے میں اپنے نانا ۔
خطاب 'بہرہ مند خان' سے سرفراز ہوا -

جہاندار شاہ کے زمانے میں جب وزارت کا عہدہ ذوالفقار خان
امیرالامراء کو ملا اور سلطنت کا انتظام و اختیار اس کے قبضے
میں آیا تو خان مذکور (محمد تقی خان) اس (ذوالفقار خان امیرالامرا)
کا رشتہ دار ہونے کی وجہ سے پنج ہزاری کے منصب پر فائز ہوا
اور وزارت کے بعض کام بھی اس کے سپرد ہوئے - اس کے بعد
جب جہاندارشاہ کی حکمرانی کی دوکان اس تجربہ کار آسمان نے چار
سو عالم میں الٹ دی [۳۰] اور حالت بالکل بدل گئی تو خان
مذکور کا مال و متاع ضبط کر لیا گیا اور منصب و جاگیر سے معزول
ہو کر معتوب ہوا ، اور حسن علی خان امیرالامراء کی تازہ مددگیری
سے مصیبت کی ان موجوں سے رہائی پا کر دکن کے محفوظ ملک میں
پہنچا اور اورنگ آباد میں سلطان محمود (فرزند عالم گیر) کی حویلی
میں عرصہ دراز تک رہا جو تالاب عنبری کے قریب تھی اور جسے
عالم گیر بادشاہ نے بہرہ مند خان مرحوم کو دیا تھا -

جب دکن کی حکومت آصف جاہ کو ملی تو اس نے اس کے خاندان کی حفاظت کا خیال کرکے زبانی بہت مراعات فرمائیں اور ارک کی قلعہ داری جو سوائے گوشہ نشینی کے کسی کام کی نہ تھی، اس کے سپرد ہوئی - پندرہ سولہ سال تک اسی طرح اس نے زندگی بسر کی - اب اس کا ایک لڑکا اس کا جانشین ہے اور قلعے میں موجود ہے جس کی ویرانے سے زیادہ حشیت نہیں ہے - خان مذکور (محمد تقی خاں) اس حالت میں بھی بہت خوش طعام تھا -

اس (داراب خاں) کا تیسرا لڑکا کامیاب خاں تھا جس کا عقد مطلب خاں کی لڑکی سے ہوا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو محمد فرخ سیر کے زمانے میں حسین علی خاں کے عقد میں آئی - لیکن داراب خاں مرحوم کی لڑکی کا عقد میر لشکر (مرزا حیدر صفوی کے پوتے) سے ہوا - اس کا بڑا لڑکا عسکر علی خاں عرصۂ دراز سے دھرپ دکن کا قلعہ دار ہے جس کو استحکام و پختگی میں دولت آباد کا ثانی کہتے ہیں - آصف جاہ نے صرف اس کے خاندان کی رعایت کی وجہ سے کچھ عرصہ تک اپنے پاس رکھنے کے بعد جاگیروں کا متصدی [۱۴] اور اپنا دیوان مقرر کیا - اسی دوران میں بعض سرکاری کام بھی اس کے سپرد ہوئے- ضعیف آدمی ہے ، خدا اس کو بخشے -

۱۵
دلیر خان داؤزی[1]

جلال خاں نام ، بہادر خاں روہلہ کا چھوٹا بھائی ہے - جب اکیسویں سال جلوس میں شاہجہاں بادشاہ ، بہادرخاں کی نمایاں خدمات اور مناسب کارگزاریوں کے باجود جو اس نے بلخ و بدخشاں کی لڑائیوں میں انجام دی تھیں ، نذر محمد خاں کے

---

۱ - اختلاف نسخ میں داؤد زئی ہے

تعاقب میں دیر اور سستی اور سعید خاں کی مدد کرنے میں جو اوزبک سے ہفت روزہ جنگ ہوئی تھی ، چشم پوشی اختیار کرنے کی وجہ سے (بہادر خاں سے) ناراض ہو گیا - سرکار قنوج اور سرکار کالپی کہ جو اس کی جاگیر میں تھیں اور بارہ مہینے کی آمدنی رکھتی تھیں ، سرکار والا کے مطالبے کے عوض میں ، جو تقریباً تیس لاکھ روپے تھا ، ضبط ہو گئیں اور ان حالات کی فوج داری جلال خاں کے سپرد ہوئی - اصل و اضافہ کے بعد ہزاری ذات اور ہزار سوار کا منصب ، دلیر خاں کا خطاب اور ہاتھی عنایت ہوا[۱]- آہستہ آہستہ اس کا اعتبار بڑھتا رہا - تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں میر جملہ معظم خاں کی ہمراہی میں دکن میں تعینات ہوا کہ شاہزادہ محمد اورنگ زیب بلند اقبال کی خدمت میں رہ کر عادل شاہیوں کی ولایت کو تاخت و تاراج کرے -

قلعۂ کلیان کے محاصرے کے ابتدائی دنوں میں ایک روز شاہزادہ خود فوج کو آراستہ کرکے دشمنوں سے جنگ کے لیے نکلا - بہلول خاں میانہ کے لڑکے ، جو دشمن کے ہراول [۴۲] تھے ، شاہی ہراول کے مقابلے میں آ گئے - دلیر خاں ، جو لشکر کے سامنے تھا مقابلہ کرنے لگا - باوجودیکہ اس معرکے میں اس کو تلواروں کی چند ضربیں لگیں ، مگر مسلح اور زرہ پوش ہونے کی وجہ سے کوئی زخم نہ آیا - اس کے بعد جب فوج کی طلبی کا حکم پہنچا تو وہ بھی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے نقارہ عنایت ہوا اور سلیمان شکوہ کے ہمراہیوں میں شاہزادہ محمد شجاع کے مقابلے کے لیے شامل ہوا کہ جو اپنی

---

۱ - دلیر خاں کے تفصیلی حالات منشی محمد مظفر حسین خاں نے نامۂ مظفری (مطبوعہ مطبع مجتبائی لکھنؤ ۱۹۱۷ء) میں دیے ہوئے ہیں - دلیر خاں کی تصویر بھی نامۂ مظفری (صفحہ ۲۰۶) میں شامل ہے (ق)

خام خیالی اور بد اندیشی کی بنا پر باپ (شاہجہاں) کے خلاف ہوگیا تھا ، اور اس نے بنگالہ کو چھوڑ کر خالصے کے اکثر محالات پر قبضہ کرلیا تھا ۔ دونوں گروہوں میں بنارس کے قریب مقابلہ ہوا ۔ شجاع ، جو ہمیشہ نفسانی خواہشات میں گرفتار اور خواب غفلت میں مدہوش رہتا تھا اور زمانے کے حالات و تدابیر سے مطلق ناواقف تھا ، مغلوب ہو کر بھاگ کھڑا ہوا اور بغیر جنگ کیے ہوئے بچوں کی طرح گھبرا کر کشتی میں سوار ہوا اور پٹنہ کی طرف بھاگ گیا ۔ سلیمان شکوہ مظفر و منصور تعاقب میں روانہ ہوا ۔

اس فتح کے صلے میں دلیر خاں کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا اور اس کا منصب تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا ہو گیا ۔ اس کے بعد جب سلیمان شکوہ اپنے دادا (شاہجہاں) اور باپ (دارا شکوہ) کی طلبی کے مطابق نہایت عجلت کے ساتھ پٹنہ سے واپس ہوا تو موضع کرہ کے قریب اسے دارا شکوہ کی شکست اور لاہور کی جانب فرار ہونے کی اطلاع ملی جس سے اس کا صبر و قرار ختم ہوگیا اور اس کی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا ۔ [۴۳] مرزا راجا جے سنگھ ، جو دربار شاہی سے (شہزادے کی) اتالیقی اور لشکر کے انتظام پر سہولت کی غرض سے متعین ہوا تھا، حالات کے تقاضے کے مطابق اس کی رفاقت سے علیحدہ ہو گیا ۔ مجبوراً سلیمان شکوہ نے حیرت کے عالم میں دلیر خاں کو بلایا اور مشورہ کیا ۔ اس نے اپنی رفاقت و موافقت کو شاہجہاں پور پہنچنے پر کہ جو بہادر (خاں) کا آباد کیا ہوا اور افغانوں کا وطن ہے، مشروط رکھا اور وعدہ کیا کہ وہاں افغانوں نیز دوسرے لوگوں کی سپاہ جمع کرکے جیسا مناسب ہوگا عمل کیا جائے گا ۔ سلیمان شکوہ نے اس مشورے کو قبول کر لیا ۔ راجا جے سنگھ کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ دلیر خاں نادانی و نا تجربہ کاری کے سبب سے اپنے فائدہ و نقصان میں تمیز نہ کر سکا اور غلط تدبیر کر رہا ہے ، لہٰذا دوستی اور محبت کے تقاضے کے مطابق کہ جو وہ (راجا) اس

(دلیر خاں) سے رکھتا تھا ، اس نے دلیر خاں کو دوستانہ نصیحتیں اور عاقلانہ مشورے دیے اور اس کو اس فاسد ارادے سے باز رکھا کہ جس سے اس کے گھر اور قبیلے کی بربادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوتا، اور عالم گیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے اپنے ساتھ متفق اور رضا مند کر لیا ۔

جب دوسرے روز سلیمان شکوہ نے مذکورہ فیصلے کے مطابق الہ آباد کی روانگی کا قصد کیا تو دلیر خاں کوئی بات بنا کر راجا جے سنگھ کے ہمراہ اسی منزل پر رہ گیا ۔ اسی وجہ سے دوسرے شاہی ملازمین نے بھی (سلیمان شکوہ) کی رفاقت ترک کر دی ۔ دلیر خاں ، مرزا راجا سے تین چار روز پہلے سلیم پور اور متھرا کے درمیان بادشاہ (عالم گیر) کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا اور وہ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوگیا ۔ [۴۴] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شجاع کی شکست کے بعد جب وہ سہ ہزاری منصب پر فائز ہوا تو اسی زمانے میں (اس کے منصب میں) ایک ہزار کا اور اضافہ ہوا ہو گا ۔

مختصر یہ کہ دلیر خاں ، شیخ میر کے ساتھ دارا شکوہ کے تعاقب میں ملتان سے روانہ ہوا ۔ اجمیر کی جنگ میں دارا شکوہ نے ایک مستحکم دیوار کا درہ بنوا کر نہایت مضبوط مدافعت کا انتظام اپنے سامنے کے رخ پر کر لیا تھا اور جا بجا توپیں ، بندوقیں اور جنگ کے تمام آلات نصب کرا دیے تھے اور نہایت اطمینان قلب سے عالی ہمتی کے ساتھ دیوار کی پناہ میں مدافعت و جنگ کے لیے آمادہ تھا اور عالم گیری لشکر کو اس کے مورچے پر حملہ کرنے کی کوئی تدبیر نظر نہ آئی ۔

یہاں تک کہ پردۂ غیب سے مراد برآنے کے آثار نمایاں ہوئے کہ دارا شکوہ نے کچھ لوگوں کو راجا راج روپ کے آدمیوں کو روکنے اور دفع کرنے کی غرض سے کوکلہ پہاڑی کی طرف روانہ

کیا - اس جماعت نے بہادرانہ انداز سے مورچال سے باہر قدم رکھے اور (وہ لوگ) ان سے جنگ کرنے لگے - دلیر خان دائیں طرف سے توپ خانہ اور فوج لے کر چلا اور ان بہادروں پر حملہ آور ہوا - اس کے بعد شیخ میر بھی بائیں جانب سے سوار ہو کر اس سے جا ملا - دونوں سردار متفق ہو کر شاہنواز خان کے مورچال پر ، جو اس جانب تھا ، حملہ آور ہوئے - میدان جنگ گرم ہو گیا - یہ دونوں پہلوان شجاعت و مردانگی کے ساتھ مورچال میں داخل ہوگئے اور بد نہاد دشمنوں پر تلواریں نکال کر [۴۵] ٹوٹ پڑے - شیخ میر کام آ گیا ، دلیر خان دلیرانہ اور بہادرانہ جنگ کرتا رہا - اس کا ہاتھ ایک تیر سے زخمی ہو گیا - اسی دوران میں دوسرا لشکر آ ملا - دارا شکوہ کا دل ٹوٹ گیا اور وہ بھاگ کھڑا ہوا -

اس کے بعد معظم خان میر جملہ کی کمک پر جس نے بنگالہ کی ولایت سے شجاع کو دفع کرنے میں کارہائے نمایاں انجام دیے تھے ، تعینات ہوا - اس معرکے میں ، جو شجاعت و دلاوری کی امتحان گاہ تھا ، اس نے بذات خود ایسی مردانہ وار جنگ کی کہ جس نے رستم و اسفندیار کی داستانوں کو بھلا دیا -

عالمگیر کے دوسرے سال جلوس کے ماہ شعبان (اپریل ۱۶۵۹ع) میں معظم خان ، محمود آباد سے مہاندی کو عبور کرنے کے ارادے سے نکلہ گھاٹ پر پہنچا کہ جو وہاں سے دو کوس کے فاصلے پر ہے اور اس نالے کے کنارے پر سب سے پایاب گھاٹ ہے - دشمن کی فوج نالے کے اس کنارے پر نہایت شان و شوکت سے توپ خانے کے انتظام میں مشغول ، مقابلے کے لیے آمادہ تھی - اس (دلیر خان) نے توپ اور بندوق سے کام لینے کا ارادہ کیا - پہلے دلیر خان ہمت کرکے مردانہ وار دوسرے فیل سوار سرداروں کے ہمراہ دریا میں اتر گیا - انھوں (دشمنوں) نے نالے کے درمیان ہی ، ان بہادروں پر تیر و بندوق کے وار شروع کر دیے - ان بہادروں میں سے بعض کام آ گئے اور زیادہ تعداد میں زخمی ہوئے - ایک جماعت تیروں

سے زخمی ہو کر واپس چلی آئی ۔ چونکہ دونوں طرف ڈہاؤ راستہ تھا ، نالے کے درمیان میں دونوں طرف عبور کرنے کی غرض سے لکڑیاں نصب کر دی گئی تھیں تاکہ پانی کی گہرائی کا اندازہ رہے ۔ اس موقع پر لشکر کے عبور کرنے کی وجہ سے پانی میں تلاطم پیدا ہوگیا ۔ زمین کا ریت [۳۶] اوپر آ گیا ۔ بعض پایاب مقامات پانی میں غرقاب ہوگئے ۔ پایاب نشانات پر نصب کردہ لکڑیاں اپنی جگہ پر نہ رہیں ۔ اس وجہ سے بہت سے پیادے اور سوار پانی میں غرق ہو کر ہلاک ہو گئے ۔ دلیر خاں کا لڑکا فتح خاں بھی اس ہنگامے میں غرق ہو گیا ۔ خان شجاعت نشان (دلیر خاں) دریا عبور کرکے ساحل مقصود پر پہنچا اور اس نے بہادرانہ حملے سے دشمنوں کو شکست دے کر ان کا تمام توپ خانہ اپنے قبضے میں کر لیا ۔

شجاع کے فرار ہو جانے کے بعد معظم خاں کی ہراولی میں مملکت آسام پر قبضہ کرنے اور اس نالائق گروہ کو سزا دینے کے لیے نہایت شاندار کوشش کی اور اس سلسلے میں (دلیر خاں) ہر جگہ شریک غالب تھا ۔ جب بادشاہی لشکر دریائے برہم پتر کو ، جو اس ملک کا مشہور دریا ہے ، عبور کرکے شملہ گڑھ کے نیچے پہنچا کہ جو ایک مستحکم آسمان بوس قلعہ ہے اور اس کا محاصرہ کرنا عالی ہمتوں کی قوت اور طاقت سے باہر ہے ۔ اس قلعے کے رہنے والے منجیق گرانبار کی سنگ باری کے نقصانات سے محفوظ تھے اور اس قلعے کے دو طرف لمبی چوڑی اور مضبوط دیواریں بنی ہوئی تھیں ۔ جنوب کی طرف اس (دیوار) کا طول چار کوس تھا کہ جو سربفلک پہاڑ تک پہنچتی تھی اور شمال کی طرف تین کوس کے فاصلے پر مذکورہ دریائے عمیق (برہم پتر) تک پہنچتی تھی ۔ ان دونوں (دیواروں) پر قلعے کے قانون کے مطابق برج اور کنگورے بنے تھے ۔ اس کے اندر اور باہر زمین میں گہری خندقیں کھدی ہوئی تھیں ۔ ہر جگہ توپ ، گجنال ، بندوق اور تمام جنگی سامان و آلات

مستحکم طریقے سے لگا دیے گئے تھے ۔ تقریباً تین لاکھ جنگی آدمی نہایت استقلال کے ساتھ وہاں مدافعت کے لیے موجود تھے ۔ چونکہ تمام قلعے کا محاصرہ [۴۷] ممکن ہی نہ تھا ، دلیر خاں نے سپہ سالار کے مشورے سے بڑے برجوں میں سے ایک برج کے مقابلے میں مورچال قائم کرکے قلعہ کشائی کا انتظام کیا ۔ اندر اور باہر سے جنگ ہونے لگی ۔ جب توپ کا گولہ کسی برج یا مینارے پر پہنچتا توقلعے کے انتہائی مضبوط ہونے کی وجہ سے سوائے گرد اڑ جانے کے کچھ اثر نہ ہوتا ۔ دیوار کا شکست ہونا اور کنگرے کا گرنا کسی طرح ممکن نہیں معلوم ہوتا تھا ۔ وہ خطہ زمین نہایت سخت اور خطرناک تھا ۔ گزشتہ زمانوں میں بھی اسی مقام پر ہندوستان کے بڑے بڑے لشکر اس ملک کی فتح کے ارادے سے آئے لیکن اس غدار قوم کے ہاتھوں ہلاکت میں پڑے اور کوئی بھی جان سلامت نہ لے جا سکا ۔ مجبوراً سپہ سالار نے ان دو دیواروں میں سے ایک پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور دلیر خاں کو کچھ بہادر سرداروں کے ہمراہ اس کام پر تعینات کیا ۔ اتفاق سے اس قوم کا ایک آدمی جو عرصے تک بادشاہی علاقے میں رہ چکا تھا اور اس موقع پر لشکر کے سپاہیوں میں تھا ، دغابازی اور کینہ پروری پر آمادہ ہو گیا ۔ اس نے بھی خواہی کا اظہار کرکے کہا کہ میں اس زمین کی حقیقت اور اصلیت سے پوری واقفیت رکھتا ہوں ۔ اگر میری رہنمائی پر عمل کیا جائے تو فتح مند فوج کو ایسے موقع پر پہنچا دوں جہاں سے بآسانی حملہ ہو سکے ۔ اور اسی وقت قلعے کے محصور لوگوں کو پیغام بھیج دیا کہ فلاں مقام پر، جو ان حدود میں سخت ترین جگہ تھی، جمع ہو کر جنگ کے لیے آمادہ رہنا ۔

دلیر خاں اس نابکار کی رہنمائی میں رات کو چل دیا ۔ صبح کے وقت [۴۸] اس مقام پر لا کر حملے کا راستہ دکھایا جہاں خندق پانی سے بھری ہوئی تھی ۔ راستہ بہت سخت اور دشمن کا اجتماع اس مقام پر دوسرے مقامات سے زیادہ تھا ۔ اس فوج منصور کو دیکھتے

ہی اہل قلعہ نے ہزاروں توپوں اور بندوقوں اور دوسرے آتشی حربوں سے یکبارگی ایسا حملہ کیا کہ تمام فضا دھوئیں کے بادل سے تاریک ہو گئی۔ باروت کے گولے برج اور کنگروں سے شرارے پیدا کر رہے تھے اور توپوں کی آواز سے زمین و زماں زلزلہ انگیز تھے۔

دلیر خاں نے ہمت اور دلاوری کی وجہ سے اس خطرناک مقام سے واپس ہونا مناسب نہ سمجھا اور وہ ہاتھی پر سوار ہو کر پانی میں اتر گیا۔ جب ہمراہیوں نے اپنے سردار کی یہ ہمت دیکھی تو انھوں نے جرأت دکھائی اور اس پرآشوب معرکۂ ہلاکت میں کہ جہاں بہادران عالم کے قدم لغزش کرتے تھے، یورش کردی اور سخت جنگ برپا ہوئی۔ لشکر اسلام میں سے اکثر زخمی ہوئے اور کچھ اپنی جانوں کو نثار کر گئے۔ دلیر خاں کے پانچ تیر لگے لیکن مسلح ہونے کی وجہ سے زخمی نہیں ہوا۔ بہت سے تیر اس کی سواری کے ہاتھی اور اس کے حوضہ پر لگے۔ دلاور خاں (دلیر خاں) کچھ لوگوں کے ہمراہ قلعے کے نیچے پہنچا اور ہمت کرکے دیوار پر چڑھ گیا اور ان گم راہوں سے جنگ کرنے لگا۔ اس کے بعد کچھ لوگ دروازے سے اور کچھ دوسری طرف سے قلعے میں داخل ہو کر (دشمن پر) غالب ہو گئے۔ مغلوب کفار خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میر جملہ کے انتقال کے بعد خان مذکور (دلیر خاں) بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے سرفراز ہوا۔

ساتویں سال جلوس عالم گیری میں راجا جے سنگھ کی ہمراہی میں سیوا بھونسلہ کی بیخ کنی کرنے کی اجازت پائی [۴۹] جس نے سر زمین دکن میں مستقل مزاجی سے شرانگیزی اور قزاقی شروع کر دی تھی۔ جب راجا نے آٹھویں سال جلوس عالم گیری میں سیوا کے قلعوں کے ختم کرنے کا ارادہ کیا اور قصبہ پونا سے قلعہ پورندھر اور رورمال کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا، دلیرخاں جو اس لشکر فیروزی کا ہراول تھا، سالور کے درے سے گزر کر

اس مقام کے نزدیک پہنچنے والا ہی تھا کہ یکبارگی غنیم کی فوج نے آ کر جنگ چھیڑ دی ۔ لیکن اس (دلیر خاں) کے بہادرانہ حملے کی تاب نہ لا سکی اور جنگ سے فرار ہو کر اس پہاڑ کی طرف جس پر دونوں قلعے واقع تھے ، چلی گئی ۔ دلیر خاں جنگ کرتا ہوا غیظ و غضب میں اس پہاڑ پر پہنچا اور ان کی کثیر تعداد کو قتل کیا اور اس آبادی کو جو دامن کوہ میں آباد تھی اور اس کو ماچی کہتے ہیں ، آگ لگوا کر محاصرے کے قصد سے آگے بڑھا ۔

جب دونوں قلعوں کے رہنے والوں نے توپ اور بندوقوں سے حملے شروع کردیے تو خان مذکور (دلیر خاں) نے ہمت پست نہ کی بلکہ دلیری کے ساتھ قلعہ پورندھر کے نزدیک پہنچ کر فوراً مورچال قائم کر دیا ۔ جب کچھ عرصے تک دونوں قلعوں کے محاصرے میں جنگ اور ہنگامہ آرائی کا سلسلہ جاری رہا تو قلعہ رورمال کا ایک برج توپوں کے متواتر گولوں کے صدمات سے منہدم ہو گیا ۔ دلیر خاں نے اپنے آدمیوں کی ہمت افزائی کرکے اس برج تک ان کو پہنچا دیا ۔ محافظ پناہ مانگنے لگے ۔ سیوا کو جب ان بہادروں کی جد و جہد [۵۰] اور کوشش کا علم ہوا تو وہ سمجھ گیا کہ قلعہ پورندھر جس میں اس کے اکثر رشتہ دار اور تجربہ کار آدمی محفوظ تھے ، فتح ہونے والا ہے ۔ لہٰذا اس نے راجا سے صلح کی تحریک کرکے ملاقات کی اور اس قلعے کو دوسرے قلعوں کے ساتھ سپرد کر دیا ۔ چونکہ دلیر خاں ابھی تک اس قلعے کے نیچے مقیم تھا ، راجا نے سیوا کو خان مذکور (دلیر خاں) کے پاس روانہ کیا ۔ اس نے ملاقات کے بعد ساز طلائی سے مرصع دو سو گھوڑے ، مرصع ساز کے آلات حرب اور نوپارچے کے قیمتی ریشمی کپڑوں کے خلعت اس کو دے کر رخصت کیا ۔ اس مہم کے پورا کرنے کے بعد راجا کی ہراولی میں بیجا پور کی ولایت کو تاخت و تاراج کرنے میں مشغول ہوا اور عادل شاہیوں کو سزا دی ۔

جب اس کام سے فارغ ہوا تو شاہ عباس کے ہنگامے کی وجہ سے کہ جو فوج کشی اور جنگ کے ارادے سے ہندوستان کی سرحد طرح کر رہا تھا ، اکثر سرداروں اور سپہ داروں کو طلبی کے احکام روانہ کیے گئے ۔ خان مذکور (دلیر خان) بھی نویں سال جلوس عالم گیری میں شاہی کے مطابق نہایت عجلت کے ساتھ روانہ ہوا ۔ اس نے دریائے نربدہ کو عبور کیا تھا کہ تقدیر کی نیرنگی سے شاہ ایران کا انتقال ہو گیا اور پریشانی کی آگ فرو ہو گئی ۔

دلیر خان فرمان شاہی کے مطابق سرداروں کی جمعیت کے ساتھ جو اس کے ہمراہ تھی ، چاندہ اور دیو گڑھ کی جانب روانہ ہوا ۔ چاندہ کا زمیندار مانجی ملار عاجزانہ طریقے سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا اور معاملہ شناسی و تجربہ کاری سے بطور جرمانہ مبلغ ایک کروڑ روپے نقد و جنس دینے کا وعدہ کیا اور پانچ لاکھ روپے خان مذکور (دلیر خان) کو بطریق شکرانہ ادا کیے اور یہ طے [۵۱] ہوا کہ ہر سال دو لاکھ روپے سرکار میں بہ طور پیشکش بھیجے گا اور قلعہ مانک درگ کو مسمار کر دے گا جو اس کی سرحد کے مضبوط قلعوں میں سے ایک قلعہ ہے ۔

جب دو مہینے کے عرصے میں ستر لاکھ روپیہ اور دوسرے دو مہینوں میں آٹھ لاکھ روپیہ بطور پیشکش وصول ہو گیا اور باقی بیس لاکھ روپیہ تین سال میں ادا کرنے کا قرار ہوا اور زمیندار (مذکور) کو ، جو بیمار ہو گیا تھا اور اس کی ولایت میں بد نظمی ہو گئی تھی ، اس کے جانشین چھوٹے لڑکے رام سنگھ کے ساتھ رخصت کر دیا ۔

جب کوکب سنگھ زمیندار دیوگڑھ نے بھی ، کہ جس کے ذمے گزشتہ زمانے کا پندرہ لاکھ روپیہ بقایا تھا ، جلد اطاعت و فرمانبرداری کا خط لکھ دیا تو تین لاکھ روپے جرمانہ اور ایک لاکھ روپے کا سالانہ نذرانہ اس کے ذمے مقرر کیا گیا ۔

اس دوران میں اس کے نام شاہی فرمان صادر ہوا کہ بادشاہ کا منشا عادل شاہ کی تادیب اور ولایت بیجاپور پر دوبارہ حملہ کرنے کا ہے ۔ تم بادشاہزادہ محمد معظم کی خدمت میں اورنگ آباد پہنچو اور جس وقت تمھیں حکم ہو ، اس مہم کو شروع کر دو ۔ خان مذکور (دلیر خان) دسویں سال جلوس عالمگیری میں دیو گڑھ کی سرحد سے روانہ ہو کر حکم کی تعمیل میں مصروف ہوا ۔ ملک دکن میں اس کے کارنامے ہر وضیع و شریف کی زبان پر ہیں ۔

اس جنگ میں جو خانجہاں کوکلتاش نے دریائے بھیمرہ کے اس پار بیجاپور کے لشکر سے کی تھی ، اس میں دلیر خان ہراول دستے پر تھا اور جو بہادری و شجاعت [۵۲] اس رستم زماں (دلیر خان) سے ظاہر ہوئی اس کی تحسین و تعریف سب دوست اور دشمن کرتے ہیں ۔

کہتے ہیں کہ اس جنگ میں ایسی مارکاٹ اور داروگیر ہوئی کہ چند کوس تک ہاتھی کی سونڈ بلا اور آدمی کا سر بہادروں کی گیند بن گیا تھا ۔

بیت

ز خرطوم فیل و سر جنگجوے
ہمہ دشت پاشیدہ چوگان و گوے

اس کے بعد جب شاہی فوج پر میدان جنگ میں حد سے زیادہ سختیاں گزرنے لگیں تو مجبور ہو کر عالی ہمتی سے حواس کی درستی کے ساتھ وہ راستہ کہ جو چار پانچ روز میں ہاتھیوں اور گھوڑوں پر جنگ کرتے ہوئے بیجاپوریوں کے تعاقب میں طے کیا تھا ، دو تین ہفتوں میں الٹے پاؤں واپس ہو کر طے ہوا ۔ چونکہ بکلانہ کے مضافات میں قلعہ سالہیر غنیم کے قبضے میں پہنچ گیا تھا ، اس لیے اس کی فتح کی طرف توجہ کی ۔ ہرچند کوشش کی گئی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا ۔ اس ضلع کی آب و ہوا کی خرابی کی

وجہ سے لوگ مرنے لگے - مجبوراً بادشاہ کے حسب الحکم نامرادانہ واپسی ہوئی -

اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری میں بادشاہ کے حضور میں دارالخلافہ (دہلی) میں حاضر ہوا اور عابد خاں کی بجائے ملتان کی صوبیداری ملی - اور انیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ صوبہ (ملتان) شاہزادہ محمد اعظم شاہ کی جاگیر میں دے دیا گیا۔ خان مذکور بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور وہاں سے دکن کی مہم پر روانہ ہوا - جب بیسویں سال جلوس عالم گیری میں دکن کے ناظم خان جہان بہادر پر عتاب ہوا تو اس ملک کا انتظام [۵۳] خان نامدار (دلیر خاں) کو اس وقت تک کے لیے سپرد ہوا جب تک کہ کوئی دوسرا صوبیدار وہاں کی مہمات پر اس کے مشورے سے مقرر ہو - اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں حیدرآباد کی فوج سے اس کا سخت مقابلہ ہوا - اس کا خدمت گار ، جو ہاتھی پر پیچھے بیٹھا ہوا تھا ، بان سے مارا گیا ، اور جب بان کی آگ خان مذکور کے گریبان پر پڑی تو اس نے اس آگ کو چھاگل کے پانی سے بجھا دیا - طرفین سے بہت سے آدمی مارے گئے اور تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کی کوشش سے قلعۂ منگل سرہہ ، سیوا بھونسلہ کے قبضے سے نکل آیا اور چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب عالم گیری لشکر اورنگ آباد پہنچا تو اس کو دوسرے سرداروں کے ہمراہ بیجاپور کی مہم پر مقرر کیا گیا ، لیکن محمد اعظم شاہ کے حضور میں پہنچنے تک وہ (دلیر خاں) وہیں مقیم رہا - اس زمانے میں وہ سخت بیمار ہوگیا اور ستائیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۹۴ھ مطابق ۱۶۸۳ع میں فوت ہو گیا ۔[۱]

---

۱ - کسی شاعر نے قطعۂ تاریخ انتقال کہا ہے :

(باقی حاشیہ صفحہ ۵۲ پر)

اگرچہ مشہور یہ ہے کہ عالم گیر بادشاہ نے خودسری اور سرکشی کے آثار ملاحظہ فرما کر اسے زہر دلوا دیا ، لیکن جو کچھ تحقیق سے معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ اس بات میں کوئی صداقت نہیں ہے ۔ بعض معتبر لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے بھتیجے نے وہ گولی جس کے کھانے کی اسے عادت تھی ، تبدیل کرکے دے دی اور اس کا کام تمام کر دیا ۔ لیکن عالم گیر بادشاہ باوجود اس غیرت اور شجاعت کے کہ کوئی بہادر اس کی نظر میں نہیں جچتا تھا ، دلیر خاں سے جھپکتا تھا ۔

کہتے ہیں کہ جب وہ (دلیر خاں) شاہ عالم کے ہمراہ دکن میں تھا تو شاہزادے نے [۵۴] یہ خواہش کی کہ اس کو متفق کرکے خودسری کروں ۔ دلیر خاں نے انکار کر دیا ۔ دونوں کی نا اتفاق کا نتیجہ مخالفت ہوا ۔ دلیر خاں نہایت پھرتی سے بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ شاہزادہ بھی تعاقب میں آیا ۔ جب دلیر خاں کی عرضی بادشاہ کی نظر سے گزری کہ بادشاہزادہ خیال فاسد رکھتا تھا ، میں اس کا ساتھ چھوڑ کر حضور میں حاضر ہوگیا ہوں ، اسی کے ساتھ شاہزادے کی عرضی بھی پہنچی کہ یہ افغان شرانگیزی کا ارادہ رکھتا تھا ، میں اس کو سزا دینے کے لیے اس کے پیچھے پیچھے آیا ہوں ۔ ان عرضیوں کے دیکھنے سے بادشاہ کو بہت اضطراب پیدا ہوا اور وہ دوبارہ وضوگاہ میں (رفع حاجت کے لیے) گیا ۔ ہمت خاں چونکہ بچپن سے بادشاہ کی تربیت میں رہا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱)

غبار آلودہ شد دنیا ز ماتم خان والا شان
مکدر شد ہمہ عالم مخلل شد بسا دوران
نظر کردم بتاریخش بر آمد از سر مصرع
دلیری از جہاں بردہ شجاعت ملک ہندوستان

۱۰۹۴ھ

(نامۂ مظفری صفحہ ۲۲۵)

تھا ، لہذا بہت بیباکی سے بادشاہ کے ساتھ بات کر لیتا تھا ۔ اس نے بادشاہ سے کہا کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے ۔ حضور اس قدر پریشان کیوں ہیں ۔ بادشاہ نے ترشی سے جواب دیا کہ مجھ کو شاہ عالم کی فکر نہیں ہے ؛ مشکل یہ نظر آتی ہے کہ کہیں آپس میں تفرقہ نہ پڑ جائے ، اور وہ فوج ، جس کا دلیر خان سردار ہے ، اس کے مقابلے کے لیے میری ذات کے سوا کوئی اور اہل نہیں ہے ۔ پس جس وقت مجھ کو ضرورت ہوگی تو آپس میں حک ہو جائے گی ۔

مختصر یہ کہ خان مذکور نہایت تنومند اور طاقت ور تھا ۔ اس کی قوت اور خوراک کی عجیب عجیب حکایتیں مشہور ہیں ۔ وہ اپنے قبیلے میں بہت باأثر تھا اور ہمیشہ فتح مند رہتا تھا ۔ زمانے کی موافقت اور تقدیر کی یاوری سے ابتدائے عمر سے لے کر آخر عمر تک اس کی دولت و عزت میں برابر [۵۵] ترقی ہوتی رہی ۔ اس پر کبھی کوئی مصیبت نہیں پڑی اور نہ کبھی ذلیل و خوار ہوا ۔ اس کے لڑکے کمال الدین[۱] اور فتح معمور تھے[۲] ۔ دوسرا (لڑکا) بیجا پور کی جنگ مورچال میں ختم ہوگیا[۳] ۔

۱۶
دلیر خان عبدالرؤف میانہ

بہلول خان میانہ کے پوتے کا لڑکا تھا ۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں شاہی خدمات میں کامیابی دکھا کر دو ہزار اور پانسو

---

۱ ۔ کمال الدین خان کے حالات کے لیے دیکھیے نامہ مظفری صفحہ ۲۳۷-۲۹۳ (ق) ۔

۲ ۔ فتح معمور خان کے حالات کے لیے دیکھیے نامہ مظفری صفحہ ۳۲۲-۳۳۶ (ق) ۔

۳ ۔ نواب دلیر خان اور ان کی اولاد نے ایک قصبہ شاہ آباد' آباد کیا جو آج کل ضلع ہردوئی (یوپی ۔ انڈیا) میں ہے ۔ انھوں نے اس قصبے میں مختلف شاندار عمارتیں بنوائیں (ق) ۔

کے منصب پر فائز ہوا[1] - شاہجہاں بادشاہ کے دوسرے سال جلوس میں جب خان جہاں لودی خوف زدہ ہوکر فرار ہوا تو وہ (بہلول خاں) بھی نظام الملک سے متعلق ہوگیا اور اس کی نوکری اختیار کر لی اور کچھ عرصے تک افواج بادشاہی کا مقابلہ کرتا رہا - اس کے بعد عادل خاں بیجاپوری سے تعلق پیدا کرکے وہ اس کا ملازم ہوگیا - ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے دولت آباد کے محاصرے میں کچھ تیزی دکھائی - اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا عبدالرحیم باپ کی جگہ سردار ہوگیا اور اس (عبدالرحیم) کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا عبدالکریم سردار ہوا اور اسے بہلول خاں کا خطاب ملا - چونکہ بیجاپور کا مالک ایک بچہ تھا اور اس کے کام دوسروں کے اختیار میں تھے ، نامبردہ (عبدالکریم) نے اپنے ہم قوموں کو جمع کر لیا اور اپنا بہت اثر قائم کر لیا -

نویں سال جلوس عالم گیری میں جب مرزا راجا جے سنگھ ملک بیجاپور کی تباہی کے لیے مقرر ہوا تو سرداروں میں سے نامبردہ (عبدالکریم) نے مقابلہ کیا اور بار بار مقابلہ ہوا - سترھویں سال جلوس عالم گیری میں جب دکن کا ناظم خان جہاں بہادر تھا [۵٦] تو سکندر کی حکومت کے مدارکل ، خواص خاں حبشی نے اس (عبدالکریم بہلول خاں) سے مصالحت کی تحریک کی اور وہ دریائے بھیمرہ کے قریب آیا اور اس طرف سے بہادر کوکلتاش خاں گیا - دونوں میں ملاقات ہوئی اور خواص خاں کی لڑکی کوکلتاش مذکور کے لڑکے نصیری خاں سے منسوب ہوئی - دونوں اپنے اپنے مقام کو واپس چلے گئے - بہلول خاں نے

---

۱ - بادشاہ نامہ (جلد اول صفحہ ۱۸۲) میں تحریر ہے کہ بہلول خاں کو چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب ملا (ب) -

خواص خاں سے دل میں کینہ رکھا اور چاہا کہ اس کو راستے میں گرفتار کر لے ۔ وہ اس بات سے واقف ہو کر راتوں رات بیجاپور چلا گیا ۔ اس کے بعد جب بہلول خاں شہر مذکور (بیجاپور) کے قریب پہنچا تو اس نے بزرگی کو نظرانداز نہیں کیا اور استقبال کے لیے آیا ۔ بہلول خاں نے اس کو کسی بہانے سے نظربند کر دیا ۔ اس کے بعد اس کا دور دورہ ہوگیا ۔ دکنیوں اور افاغنہ کی دشمنی ظاہر ہوگئی اور جنگ کی نوبت آ گئی ۔ بعض دکنی ، شاہی فوج میں شامل ہو گئے اور کچھ حیدرآباد کے حاکم کے یہاں چلے گئے ۔

خواص خاں کے قید ہو جانے کی خبر سن کر عالم گیر بادشاہ کے حسب‌الحکم ، کوکلتاش کثیر لشکر جمع کرکے متعلقہ علاقہ بیجاپور کی طرف آیا ۔ اس کے اور بہلول خاں عبدالکریم کے درمیان سخت مقابلہ ہوا ۔ بیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب کوکلتاش کو حضور میں طلب کر لیا گیا اور دکن کا انتظام دلیر خاں کے اختیار میں آیا تو ہم قوم ہونے کی وجہ سے دونوں یک زبان ہو کر حیدرآباد روانہ ہوئے ۔ ان دکنیوں سے، جو حاکم حیدر آباد کی طرف سے آئے تھے ، جنگ عظیم ہوئی ۔ اس اثنا میں بہلول خاں بیمار ہو کر مر گیا اور اس کا لڑکا عبدالرؤف سردار ہوا۔

یہاں تک [۵۷] کہ انتیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں عالم‌گیر بادشاہ بیجاپور کے محاصرے کے لیے آیا ۔ سکندر عادل خاں ببوراً علاقۂ مذکور (بیجاپور) کو سپرد کرکے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا[۱] ۔ وہ (عبدالرؤف) بھی شرف ملاقات سے مشرف ہوا ۔ سے چھ ہزاری ذات اور چھ ہزاری سوار کا منصب اور دلیر خاں کا خطاب ملا اور عرصۂ دراز تک خان فیروز جنگ کی تعیناتی میں

---

۱ ۔ خافی خاں (جلد دوم ، صفحہ ۳۲۲) میں ہے کہ اس نے سویں سال جلوس کے شروع میں بیجاپور سپرد کر دیا تھا (ب) ۔

شاہی خدمات انجام دیں۔ اور اڑتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا۔ عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد محمد کام بخش سے تعلق پیدا کرکے اپنی فوج داری کے علاقے سانوروبیکانیر میں جا کر مقیم ہوگیا، جو صوبہ بیجاپور کی سرکار میں تھا۔

اس کے انتقال کے بعد اس کا بھائی عبدالغفار خاں سرکار مذکور (سانوروبیکانیر) کی فوج داری اور جاگیرداری پر مقرر ہوا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا عبدالمجید خاں اسی علاقے پر وراثتاً مقرر کیا گیا، جو ناصر جنگ شہید کی صوبہ داری میں 'سطوت جنگ' کے خطاب سے مشہور ہوا۔

جب دکن کے علاقے پر مرہٹوں کا قبضہ ہوا تو تعلقۂ مذکور کے کئی پرگنے چوتھ کے بدلے میں اس کے قبضے سے نکل گئے اور تھوڑے سے باقی رہ گئے۔ اس کا لڑکا عبدالحکیم خاں اس کتاب کی تصنیف کے زمانے میں اس پر بسر اوقات کرتا ہے۔

دوسرا لڑکا عبدالرحیم میانہ عبدالنبی خاں ہے جو صوبۂ حیدرآباد میں کڑپہ وغیرہ محالات میں جاگیر اور فوج داری رکھتا ہے۔ اس کی وفات کے بعد اس کا لڑکا عبدالنبی خاں کور اسی علاقے پر قابض ہوا۔ اس کے بعد [۵۸] اس کا بھائی عبدالمحسن خاں عرف موچھ خاں جس کو آخر میں اس کا خاندانی خطاب مل گیا تھا، کار مذکور (جاگیر داری و فوج داری) پر فائز ہوا اور برسوں تک وہاں کا انتظام کرتا رہا۔ عبدالنبی خاں کور کے لڑکے عبدالمجید خاں نے اس کو نظر بند کر دیا اور خود قابض ہو گیا۔ وہ (عبدالمجید خاں) مرہٹوں سے جنگ کرکے مارا گیا۔ اس کا لڑکا عبدالحلیم خاں اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اس پر مرہٹے غالب آ گئے اور انھوں نے آدھا علاقہ چوتھ کے عوض میں لے لیا۔ اس تحریر کے زمانے میں کہ ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۹ع ہے، حیدر علی خاں نے اس علاقے پر تاخت کرکے اس کو گرفتار

کر لیا ۔ اس کا تمام علاقہ اور جو کچھ بھی اس کے پاس تھا اپنے قبضے میں لے لیا ۔

اخلاص خان ابوالمحمد بن عبدالقادر بن بہلول خان کلاں ، بہلول خان عبدالکریم کا چچا زاد بھائی ہے کہ جو عالم‌گیر بادشاہ کے ساتویں سال جلوس میں[1] لشکر شاہی میں داخل ہو کر پنج ہزاری منصب اور اخلاص خان کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ گیارھویں سال جلوس عالم‌گیری میں جب داؤد خان قریشی ، سیوا بھونسلہ کے تعاقب میں گیا ہوا تھا ، یہ مختصر سی فوج لے کر ہراول کی حیثیت سے جنگ میں شریک ہوا ۔ زخمی ہو کر زمیں پر گر گیا ۔ مآثر عالم‌گیری سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکیسویں سال (جلوس عالم گیری) تک زندہ رہا ۔

۱۷
دیانت خان

میر عبدالقادر نام ، امانت خان خوافی کا بڑا لڑکا ہے [۵۹] ۔ احوال مستقیم کا مالک ، قول کا پختہ ، بلند مرتبہ اور نیک نہاد تھا ۔ صدق و راستی اور تحمل و احتیاط میں امتیاز رکھتا تھا ۔ وہ اپنے والد بزرگوار کی زندگی میں عالم‌گیر بادشاہ کے زمانے میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کارگزاری اور لیاقت سے سرفراز ہوا ۔

جس زمانے میں اس کا باپ دکن کی دیوانی کے عہدے پر فائز تھا ، وہ شہر اورنگ آباد کی دیوتانی کی خدمات انجام دے رہا تھا اور عالم‌گیر بادشاہ کا وہاں ورود ہوا تو وہاں کی شہرپناہ کی

---

۱ ۔ خافی خان (جلد دوم ، صفحہ ۱۹۱-۱۹۲) میں اس کا نام ابوالمجید خان ہے ۔ مآثر عالم‌گیری (صفحہ ۸۱) میں ہے کہ ابوالمحمد خان کو اخلاص خان کا خطاب ملا اور بارھویں سال جلوس میں پانچ ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کا منصب ملا (ب) ۔

تعمیر کا حکم ہوا ، جس کا دائرہ ہزار گز کا تھا جو دو شاہی کوس کے برابر ہوتے ہیں[1] ، اور فوج کے کوتوال اہتمام خاں کے ذمے یہ کام کر دیا گیا ۔ چونکہ بادشاہ کو اس کی تعمیر میں جلدی تھی ، دیانت خاں نے اس کام کو اپنے ذمے لے کر تین لاکھ روپے صرف کرکے چار ماہ میں پورا کر دیا ۔

اس کے باپ (امانت خاں) کے انتقال کے بعد جس کی عمدہ خدمات کے نقوش قلب شاہی پر منقوش تھے ، اس قدردان بادشاہ نے آں مرحوم (امانت خاں) کے متعلقین میں سے ہر ایک کا حال معلوم کرکے اس پر اس کے مرتبے اور درجے کے لحاظ سے نوازش کی ۔ خان مذکور (دیانت خاں) ، جو آں مرحوم (امانت خاں) کی سب سے بڑی اور لائق اولاد تھا ، کے منصب میں خاص اضافہ ہوا اور اس پر نوازش کی گئی ۔ جب اس کے چھوٹے بھائی میر حسین کو کہ جس پر بادشاہ کی نظر کرم زیادہ تھی ، اس کے والد کا خطاب دیا گیا تو اس کو دیانت خاں کا خطاب عنایت کرکے سربلند کیا گیا ۔ چونتیسویں سال جلوس عالمگیری میں (دیانت خاں) موسوی خاں مرزا معز [۶۰] کے انتقال کے بعد صوبجات دکن کی دیوانی پر سرفراز ہوا ۔

جب تینتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں اس کا بھائی امانت خاں ثانی جو بندر سورت میں متصدی تھا ، فوت ہو گیا تو وہ بندر مذکور کے انتظام پر تعینات ہوا اور اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور وہ دو ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ لیکن اس بندرگاہ کی کارگزاری اور معاملات بادشاہ کی نظر میں مستحسن نہ ٹھہرے ۔ وہ (دیانت خاں) بطور ناراضی بادشاہ کے حضور میں طلب کر لیا گیا ۔ اس کے بعد دکن کی دیوانی پر مقرر ہوا ۔ گویا سابقہ مرتبہ بحال ہو گیا ۔ عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد محمد اعظم

---

۱ - ہزار گز ، دو شاہی کوس کے برابر نہیں ہوتے ہیں (ب) -

شاہ نے اس کو اسی کام پر برقرار رکھا اور اورنگ آباد میں چھوڑ دیا۔

اس زمانے کے دیوان کے اختیار و اقتدار کی بابت کیا کہا جائے۔ اپنے دستخط سے نانوے ہزار دام تنخواہ مقرر کیا کرتے تھے اور جس کو زیادہ دینا چاہتے اس کا اور اضافہ کر دیتے تھے۔ چونکہ جاگیر کی تنخواہ[1] بغیر بادشاہ یا ناظم کل (وزیر اعظم) کے دستخط کے نہیں دی جاتی تھی، سوائے خان فیروز جنگ کے کہ جو برار میں مقیم تھا کوئی دوسرا سردار (دیانت خان کے سوا) دکن میں ایسا نہیں تھا۔ لہٰذا جب ضرورت ہوتی جاگیر کے تنخواہ دار اس (دیانت خان) کے پاس حاضر ہوتے اور وہ عالی مرتبہ امیر سند پر بھی ''رجوع غیر مترقب'' کے الفاظ لکھ کر دستخط کر دیا کرتا تھا۔

اس کے بعد جب بہادر شاہ غازی بادشاہ صوبہ دکن میں پہنچا تو اس نے وہاں کی دیوانی پر مرشد قلی خان کو مقرر کیا اور اس کے بنگالہ سے آنے تک موسوی مرزا مہدی اس کی نیابت میں کام کرتا رہا۔ [۶۱] جب خان مذکور (دیانت خان) بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوا۔ جب بادشاہ کی توجہ حیدر آباد کی جانب ہوئی اور اس نے کام بخش کی بیخ کنی کا ارادہ کیا تو اس نے محل کے کچھ ارکان کو بیدر کے مضبوط قلعے میں چھوڑا اور اس جگہ کی حفاظت خان مذکور (دیانت خان) کے سپرد ہوئی۔

جب بہادر شاہ اول بادشاہ اس طرف سے واپس ہو کر ہندوستان کو روانہ ہوا تو خان مذکور (دیانت خان) کہ جس نے اورنگ آباد کو وطن بنا لیا تھا، وہاں کے مضبوط قلعے کی

---

۱ - یہ نقدی اور زمین دونوں کی شکل میں ہوتی تھی جیسا کہ برنیر نے ذکر کیا ہے (ب)۔

قلعہ داری پر تعینات ہوا اور وہاں آرام و آسودگی سے زندگی گزارنے لگا ۔ جب مرشد قلی خان بنگالہ سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو چونکہ اس کا دل اس علاقے (بنگال) میں لگا ہوا تھا ، لہٰذا اس کا دل اس کام پر راغب نہ ہوا ۔ خان مرحوم (مرشد قلی خان) کے سابقہ احسانات کی طرح اس موقع پر بھی اس پر خوب نوازش ہوئی اور دکن کی دیوانی دوبارہ خان مذکور (دیانت خان) کو مل گئی ۔

جب فرخ سیر کی حکومت کا زمانہ آیا تو دکن کی دیوانی پر حیدر علی خان خراسانی کا تقرر ہوا ۔ قبل اس کے کہ وہ اپنی جگہ پر پہنچے اس (دیانت خان) کا انتقال ہوگیا ۔ وہ (دیانت خان) صاحب فضل و کمال تھا ۔ مولانا روم کی مثنوی (تبرکاً) پڑھی جاتی تھی ۔

اس کا لڑکا دیانت خان ثانی ہے ۔ آں مرحوم کا حال علیحدہ اس کتاب میں درج ہوگا ۔ اس کی بڑی لڑکی کی اولاد میں جو اس کو بہت عزیز تھی ، سید امانت خان ہے جو ارجمند خان کے نام سے مشہور ہے ۔ اس امانت خان کا باپ سید اتائی ہے ۔ اس (سید اتائی) کا باپ میر احمد [۶۲] ولایت توران سے (ہندوستان) میں آیا ۔ مشارالیہ (سید امانت خان معروف بہ ارجمند خان) عالی ہمت ، ذہین اور شعر و سخن سے دل چسپی رکھنے والا تھا ۔ کچھ عرصے اس (ارجمند خان) نے اپنے نانا (دیانت خان) کی نیابت میں کام کیا ۔ اس کے بعد حیدر علی خان کو اس کے طور طریقے پسند آئے اور اس نے بیر کی فوج داری پر اسے مامور کر دیا ۔ گجرات میں خان مذکور (حیدر علی خان) کی طرف سے پیتلاد پر حکومت کرتا تھا ۔ اس سے قبل وہ آصف جاہ کی تجویز کے مطابق اندور کا عامل رہا جو صوبہ بیدر کے محالات میں مشہور ہے ۔ آج کل (تالیف کتاب کے وقت) ناموافقت زمانہ اور آنکھوں میں پانی اتر آنے کی وجہ سے کہ بغیر عینک کے نظر نہیں آتا تھا ،

مجبوراً خانہ نشیں ہوگیا ہے۔ اس بے روزگاری اور بے کاری کے زمانے میں کیمیا بنانے کا شوق ہوا۔ اس فن کی اصطلاحات معتبر کتابوں سے حاصل کیں، لیکن اس کا حاصل یہ کہ کیمیا تو خزانۂ غیب میں ہے نہ کہ عطار کی دکان میں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

۱۸
داؤد خاں

داؤد خاں، بہادر خاں، سلیمان خاں، خضر خاں ہی کے لڑکے تھے۔ خضر خاں پنی، ابتدا میں سوداگری کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد بیجاپور کے حکام کی سرکار میں ملازم ہو گیا۔ بہلول خاں عبدالکریم میانہ کی سفارش سے سرداری کے درجے پر پہنچا۔ وہ (داؤد خاں)، خواص خاں حبشی کے قید کرنے میں بہلول خاں کا شریک مشورہ تھا۔ اس کے بعد خان مذکور (بہلول خاں) نے اس کو ظاہری طور پر شیخ منہاج کی کمک پر روانہ کیا، جو اس سے قبل دکنیوں کے ہمراہ سیوا کی تادیب [۶۳] کے لیے جا چکا تھا۔ لیکن دراصل شیخ مذکور (شیخ منہاج) کے قتل کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ خضر خاں نے وہاں پہنچنے کے بعد ایک روز شیخ کی دعوت کی اور اس کو بلایا۔ شیخ مذکور (منہاج) خیمے کے نزدیک پہنچا۔ خضر خاں استقبال کے لیے خیمے سے نکلا۔ شیخ (منہاج) جو اس کے دلی ارادے سے واقف ہو چکا تھا، پہلے ہی کام کر گیا اور اس کو قتل کرکے اپنے لشکر میں واپس چلا آیا۔ بہلول خاں نے یہ خبر سن کر دکن پر چڑھائی کر دی۔ جنگ عظیم برپا ہوئی۔ آخر کار دکنی، والیٔ حیدر آباد کی طرف رجوع ہوئے اور وہاں چلے گئے۔ داؤد خاں اس زمانے میں قلعہ نلدرک میں تھا۔ دکن کے ناظم خان جہاں کوکہ نے اس کی پرورش کی اور اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری[1] میں وہ

---

۱ - یہ بیسویں سال جلوس عالم گیری کا واقعہ ہے (ملاحظہ ہو مآثرالامراء جلد اول صفحہ ۸۰۲) (ب)۔

(داؤد خاں) شاہی ملازم ہوا ۔ چار ہزاری منصب اور خان کا خطاب ملا ۔ اس کے بھائی اور رشتہ دار مناسب منصبوں پر فائز ہوئے۔ نلدرک سرکار میں لے لیا گیا اور اس کی سکونت کے لیے صوبہ برار کے مضافات میں ظفر نگر دیا گیا ۔

چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں بادشاہ کے دکن پہنچنے کے بعد اپنے بھائی سلیمان خاں اور چچا رن مست خاں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اس کے چچا رن مست خاں کا نام علی تھا جو ساتویں سال جلوس عالم گیری میں شاہی ملازمت میں آیا تھا اور ہزار و پانصدی منصب پر سرفراز ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ اس نے پنج ہزاری منصب اور رن مست خاں کا خطاب پایا ۔ دونوں (داؤد خاں و رن مست خاں) سلطان معزالدین کے ہمراہ فتنہ انگیز مرہٹوں کو سزا دینے کے لیے روانہ ہوئے۔ رن مست خاں کو 'بہادر خاں' کا [۶۳] خطاب ملا اور وہ روح اللہ خاں کے ساتھ واکنکیرہ کے محاصرے کے لیے مقرر ہوا ۔ چونتیسویں سال جلوس عالم گیری میں مورچال میں بندوق کی گولی سے جو قلعے سے آئی تھی ، (رن مست خاں) ختم ہوگیا ۔

اس کا لڑکا عمر خاں ۔ رن مست پورہ ، اورنگ آباد میں رہتا تھا ، جس کو آخر میں 'رن مست خاں' کا خطاب عنایت ہوا تھا ۔ اس (عمر خاں) کے مرنے کے بعد اس کے چند لڑکے باقی رہ گئے تھے ۔ اس زمانہ تحریر میں کوئی موجود نہیں رہا ۔

داؤد خاں کو قلعہ چنجی کی تسخیر کے سلسلے میں ذوالفقار خاں کے ساتھ متعین ہونے کی وجہ سے خصوصیت حاصل ہوگئی اور اس نے ان معرکوں میں جو ان مردودوں (مرہٹوں) سے ہوئے بہت کوشش کی اور تینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں حیدر آباد کرناٹک کی فوج داری پر بحیثیت نائب مقرر ہوا ۔ اس لیے کہ اصل میں ذوالفقار خاں وہاں کا فوج دار تھا اور پینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں کرناٹک بیجاپور کی

فوج داری بھی اصالتاً اس کام (نائب فوج داری) کے ساتھ ملی اور اڑتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں محمد کام بخش کا نائب ہو کر حیدر آباد کی صوبہ داری پر گیا ۔ انچاسویں سال جلوس عالم گیری میں جب کہ بادشاہ خود قلعہ واگنکیرہ پہنچا تو وہ حسب طلب چنچی سے آ کر قلعۂ مذکور کے فتح کرنے میں کوشاں ہوا ؛ مناسب خدمات اور جرأت کے کارنامے انجام دے کر شاہی عنایات سے سرفراز ہوا ۔

عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد کام بخش کی لڑائی میں ذوالفقار خاں کا شریک تھا ۔ بہادر شاہ اول کے تیسرے سال جلوس میں خان مذکور (ذوالفقار خاں) کی نیابت میں خاندیس ، برار اور پایاں گھاٹ کے علاوہ وہ دکن کی صوبے داری پر مقرر ہوا ۔ خانخاناں کے مرنے کے بعد برہان پور ، [۶۵] برار اور پایاں گھاٹ کی صوبے داری اصالتاً اسے اور ملی ۔ برہان پور میں اس کا بھانجا بایزید خاں نائب تھا اور پرامن بکسریہ صاحب اختیار تھا ۔ برار میں اس کا دوسرا بھانجا جس کا نام علاول خاں تھا ، نیابت کے عہدے پر تھا ۔

جب محمد فرخ سیر کی حکومت کا زمانہ آیا تو وہ پہلے سال میں گجرات کا ناظم مقرر کیا گیا ۔ جب دکن کی صوبہ داری حسین علی خاں امیرالامرا کو ملی اور اس (حسین علی خاں) نے اس سرزمین کا رخ کیا تو اسی دوران میں داؤد خاں بادشاہ کے حکم کے مطابق گجرات سے برہان پور پہنچا ۔

اس (داؤد خاں) نے دریائے نربدا کو (امیرالامراء سے مقابلے کے لیے) عبور کر لیا ۔ اگرچہ امیرالامرا نے ہر چند معاملات سنبھالنے کی کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ تیسرے سال جلوس فرخ سیری میں شہر برہان پور کے باہر وہ (داؤد خاں) معمولی سی فوج لے کر (امیرالامرا حسین علی خاں) کے مقابلے کے لیے آیا اور رستمانہ کارنامے انجام دیے ۔ اپنے ہاتھی کو دوڑا کر فوج کی قطاریں

درہم برہم کر دیں - اسی معرکے ۱۱۲۷ھ مطابق ۱۷۱۵ع میں زنبورک (بڑی بندوق) کی ایک گولی سے اس کا کام تمام ہوگیا -

وہ (داؤد خاں) لاولد تھا ؛ لیکن بہادر خاں اور سلیمان خاں جو دونوں حقیقی بھائی تھے، اپنے بڑے بھائی کے ساتھ شاہی خدمات انجام دیتے تھے - دوسرا بھائی (سلیمان خاں) اکیاونویں سال جلوس عالم گیری میں دو ہزاری منصب پر سرفراز ہوا - عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد وہ (سلیمان خاں) محمد اعظم شاہ کے ساتھ ہوگیا - اس کے بعد جب بہادر شاہ تخت نشین ہوا تو اس کے پہلے سال جلوس میں وہ برہان پور کی صوبے داری پر تعینات ہوا اور دوسرے سال میں جب [۲-۶۶] بادشاہ برہان پور پہنچا تو رعایا نے اس کے ظلم و جور کی شکایت کی لہذا معزول کر دیا گیا - بہادر شاہ کے انتقال کے بعد اس نے شہزادہ عظیم‌الشان سے تعلق پیدا کر لیا - جنگ کے روز دوسرے شہزادوں کے ساتھ ۱۱۲۳ھ مطابق ۱۷۱۱ع میں قتل ہوگیا - نواسوں کے علاوہ اس کے کوئی لڑکا نہ تھا - پہلے کا نام ابراہیم خاں تھا ، جس نے اپنے چچا کے انتقال کے بعد 'بہادر خاں' کا خطاب پایا - انچاسویں سال جلوس عالم گیری میں مناسب منصب اور نقارہ عطا ہوا - جب بہادر شاہ اول کے زمانے میں داؤد خاں ، دکن کا نائب صوبے دار مقرر ہوا تو وہ (ابراہیم خاں) حیدر آباد کا نائب ہوا -

محمد فرخ سیر کے زمانے میں جب حیدر علی خاں دکن کا دیوان مقرر ہوا تو اس کو قمر نگر عرف کرنول کی فوج داری ملی - محمد شاہ بادشاہ کے ابتدائی دور حکومت میں حسب‌الحکم وہ (ابراہیم خاں) مبارز خاں کے ہمراہ آیا - نظام الملک آصف جاہ کی جنگ میں ۱۱۳۶ھ مطابق ۱۷۲۳ع میں قتل ہوگیا - اس کے لڑکے الف خاں اور رندولہ خاں تھے - پہلا (الف خاں) قمر نگر کی فوج داری پر مقرر ہوا - دوسرا (رندولہ خاں) جاگیر پا کر آصف جاہ کے ساتھ رہنے لگا - دونوں فوت ہوگئے - کرنول کی

فوج داری الف خان کے لڑکے بہادر خان کو ملی ۔ عرصۂ دراز تک وہ اس کام پر مامور رہا ۔ ایک رات کو جب کہ ناصر جنگ شہید کے لشکر پر پانڈیچری کے فرانسیسیوں نے شبخون مارا اور بدنظمی پھیل گئی تو شہید مذکور نے اس کو اپنوں میں خیال کرکے اس فوج کی طرف متوجہ کیا [۹۷] جو بائیں جانب تھی ۔ چونکہ بہادر خاں دشمن سے ساز باز کیے ہوئے تھا ، لہٰذا دیدہ و دانستہ ۱۱۶۴ھ مطابق ۱۷۵۰ء میں اس نے ناصر جنگ کو بندوق کے فیر سے شہید کر دیا اور خود ہدایت محی الدین (مصفر جنگ) کے ساتھ میل جول پیدا کر لیا ۔ وہ خود کو برتر سمجھتا تھا ۔ اگرچہ سردار (ہدایت محی الدین) بہ نظر دوراندیشی اس کے ساتھ رعایت کرتا تھا ، لیکن جب لشکر، رائے چوٹی متصل کڑپہ پہنچا تو اختلافات اور بڑھ گئے اور کھلم کھلا مخالفت شروع ہوگئی ۔ نتیجہ جنگ و جدال ہوا ۔ اس معرکے میں سردار مذکور (ہدایت محی الدین) تیر کے زخم سے اور وہ بندوق کی گولی سے ختم ہوگیا ۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے :

رباعی

ہر کام کہ در جہاں میسر گردد ہرگہ بپایاں رسد ابتر گردد
دائم نبود ہیچ مرادے بکمال چوں صفحہ تمام شود ورق برگردد

اس زمانۂ تحریر میں بہادر خاں کا سوتیلا بھائی رن مست خاں عرف منور خاں کرنول کی فوج داری پر تعینات ہے ۔ راقم سطور سے اس کی شناسائی ہے ۔

۱۹

دلاور خاں بہادر

محمد نعیم ، دلاور خاں عبدالعزیز بن میر عبدالحکیم بن میر عبدالرحیم بن مولانا کمال نیشاپوری کا تیسرا لڑکا ہے جو عنایت اللہ خاں کے دادا مولانا جمال کے بھائی ہوتے تھے ۔ اتفاق سے مولانا کمال اپنے وطن سے نکل کر لاہور آئے اور وہاں مقیم ہوگئے۔

۱۰۱۱ھ مطابق ۱۶۰۲ع میں ان کا انتقال ہوا - شہر مذکور (لاہور) سے باہر سرائے حاجی سیاح میں ان کی قبر ہے -

میر عبدالعزیز ابتدا میں دارا شکوہ کا ملازم تھا - جب وہ عالم گیر بادشاہ کی ملازمت میں آیا تو کسی وجہ سے اس نے اپنا نام شیخ عبدالعزیز بتایا - سترھویں سال جلوس عالم گیری میں 'دلاور خاں' کا خطاب عنایت ہوا اور آہستہ آہستہ دو ہزاری منصب تک ترقی کرکے فوت ہوگیا -

نامبردہ (محمد نعیم) عنایت اللہ خاں سے سسرالی رشتہ رکھنے کی وجہ سے اپنے باپ کے خطاب (دلاور خان) سے مخاطب کیا گیا - محمد فرخ سیر کے ابتدائی جلوس میں نظام الملک آصف جاہ کے ہمراہ جو انتظام دکن پر مامور تھا ، اس علاقے (دکن) میں پہنچا - اس کے بعد حسین علی خاں امیرالامراء کی تجویز سے رانچور کی فوج داری پر مقرر ہوا - اس کے بعد مبارز خاں کے ساتھ کہ جو اس کا ساڑھو ہوتا تھا ، آصف جاہ سے جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہوگیا اور اس (مبارز خاں) کے مارے جانے کے بعد (بہادر خاں) قید ہوگیا - آصف جاہ کے سابقہ تعلقات کی وجہ سے اس کے ساتھ مروت کا برتاؤ کیا گیا - اسے پانچ ہزاری منصب ملا - ۱۱۳۹ھ مطابق ۲۸-۱۷۲۷ع میں فوت ہوگیا - موزوں طبع اور فکر درست کا مالک تھا - نصرت تخلص تھا - یہ اس کا شعر ہے :

مژگاں بہم نیاید دلدار بے نقاب است
کے خواب می تواں کرد ، در خانہ آفتاب است [۶۹]

اس کے لڑکوں میں سے بڑا لڑکا محمد دلاور خاں مظفرالدولہ بہادر انتظام جنگ ، نظام الملک آصف جاہ کے زمانے میں سرا کی فوج داری پر تعینات تھا - چونکہ چند سال سے علاقۂ مذکور مرہٹوں کے قبضے میں چلا گیا ہے ، لہٰذا نظام الدولہ آصف جاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صوبجات دکن کی بخشی گری پر مامور ہوا - وہ محرر سطور (مؤلف) پر مہربان ہے -

دوسرا لڑکا دل دلاور خاں ، سرا کے مضافات میں سوانہن کی فوج داری پر تعینات تھا ۔ اس کے بعد وہ نظام الملک آصف جاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دکن کی میر آتشی کے عہدے پر مامور ہوا - ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۳ع میں فوت ہوگیا ۔ دونوں (دلاور خاں اور دل دلاور خاں) صاحب اولاد تھے ۔

۲۰

دیانت خاں

میر علی نقی نام ، میر عبدالقادر دیانت خاں کا فرزند ارجمند ہے - راستی اور دیانت داری میں بالکل اپنے باپ کی طرح تھا ۔ شاہی کاموں کے انجام دینے میں کبھی سستی اور کاہلی نہیں کرتا تھا ۔ وہ (دیانت خاں) ابتدائے سن تمیز سے اپنے پدر بزرگوار کی نیابت میں صوبہ اورنگ آباد میں کارگزار تھا ۔ اس کا باپ علاقہ دکن میں شاہی لشکر میں دیوانی کے عہدے پر مامور تھا ۔ (اس نیابت کے ساتھ) وہ شہر (اورنگ آباد) کی بیوتاتی کے عہدے پر بھی اصالتاً تعینات تھا ۔ آغاز جوانی میں اسے بیداری اور معرفت کا خیال پیدا ہوا نیز توبہ اور ارادت کی طلب ہوئی ۔ اس نے سعادت اور توفیق کی رہبری پر [۰۷] واقف اسرار ظاہر و باطن میاں شاہ نور سے تعلق پیدا کیا ۔ (شاہ نور) ایسے درویش تھے کہ ان کے مرتبے کا کوئی دوسرا نہ تھا ۔ وہ مجردانہ اور متوکلانہ زندگی گزارتے تھے - وہ (دیانت خاں) ان کا مرید ہو گیا ۔

اسی جوانی کے زمانے میں ان بزرگ کی صحبت سے فیض یاب ہو کر وہ ناجائز کاموں سے پرہیز کرنے لگا اور اس گروہ صوفیہ کا طریقہ اختیار کر لیا اور جب اس پیر نورانی (شاہ نور) نے عالم جاودانی کی جانب سفر اختیار کیا[۱] تو اس راسخ العقیدہ مرید نے رقم کثیر

---

۱ - بیل کے بیان کے مطابق ان کا انتقال ۲ فروری ۱۶۹۳ع کو ہوا (ب) ۔

صرف کرکے ان کا مقبرہ تیار کرا دیا اور (اس کے لیے) زمین و اراضی وقف کرکے اور بارونق کر دیا ۔ اس زمانے میں شہر کے اطراف میں ایسا مزار جو ادنٰی و اعلٰی اور دور و نزدیک کے رہنے والوں کے لیے مقام طواف ہو اور جو سب کی نظر میں محترم و متبرک ہو ، (اس کے سوا) کوئی نہیں ہے ۔ ان کے اور ان کے خلفاء کے عرسوں کی تاریخوں کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی مثلاً ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو عوام و خواص کا کثیر مجمع ہوتا ہے ۔ جو کوئی غریب ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا وہ اس کے ہاتھ میں دو پیسے دیا کرتے تھے کہ حمام میں جا کر غسل کر آؤ ؛ اسی وجہ سے شاہ نور حامی کہلاتے تھے ۔

کہا جاتا ہے کہ ان بزرگوار نے اپنے نسب و قوم اور وطن و پیشہ کے متعلق کسی کو اطلاع نہیں دی مگر انداز و قیاس اور ان کی گفتگو سے لوگوں نے یہ خیال کیا کہ کسی دولت مند کے لڑکے اور پورب کے رہنے والے تھے ۔ ان کے مریدوں کا یہ خیال ہے کہ انھوں نے عمرطبعی سے زیادہ زندگی پائی ۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اپنی بیعت کا سلسلہ بھی کسی کو نہیں بتایا بلکہ پیری مریدی کا کبھی ذکر تک نہیں کیا ۔ اپنے دوستوں اور مریدوں سے ضرور ذکر و شغل کے لیے کہا کرتے تھے ۔ [۱۷] ان کے مرنے کے بعد ان کا سلسلہ جاری ہوا ۔

خان صداقت نشاں (دیانت خاں) نے سید شہاب الدین نامی کو جو صوبۂ بہار کے رہنے والے تھے اور مدت دراز تک اس کامل الصفات درویش (شاہ نور) کی خدمت میں رہ چکے تھے ، ان کا جانشین مقرر کیا ۔ ان (سید شہاب الدین) کے بعد ان کا بھانجا سید سعد اللہ ان کا سجادہ نشین ہوا ۔ اس زمانے میں ان کے لڑکے سید قطب الدین ، جو میاں منجھلے صاحب کے عرف سے مشہور ہیں ، ان کے سجادہ نشین ہیں ۔ خاص شباب کے زمانے میں مجرد اور غیر شادی شدہ رہے اور علوم عقلی و نقلی حاصل کیے ۔ طالب علموں

کو درس دیا کرتے ہیں ۔ اکثر پسندیدہ صفات سے آراستہ ہیں ۔
تواضع اور حسن خلق ان کی پیشانی سے ظاہر ہوتا ہے ۔

مختصر یہ کہ عالمگیر بادشاہ کے دور حکومت میں خان مذکور (دیانت خاں) پدر کی دیوانی پر ، اس کے بعد برہان پور کی دیوانی پر سرفراز ہوا ۔ اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور 'خان' کا خطاب ملا ۔ جس زمانے میں کہ بہادر شاہ اول دکن کے علاقے میں گیا تو وہ (دیانت خاں) بھی شاہی عنایات سے سرفراز ہوا ۔ چونکہ بہت طاقتور ، تیز طبیعت ، ذہین ، اکثر فنون سے واقف اور تقریباً ہر معاملے میں اختراع اور ایجاد کی اہلیت رکھتا تھا ، اس لیے بادشاہ (بہادر شاہ اول) کے حضور میں اسے بلایا گیا ۔ وہاں (اہل فن) کے لیے ترقی اور افزائش رتبہ کا موقع تھا ۔ خان مذکور (دیانت خاں) حب الوطنی کے معاملے میں جاہ و مرتبہ کو ترجیح نہیں دیتا تھا ۔ اسی وجہ سے بادشاہ کے ساتھ نہ رہا ۔ بعض تنگ نظروں نے اپنی کج بینی اور غلط معلومات کی بنا پر اس کو کیمیا گر مشہور کر دیا ۔ یہاں تک کہ بادشاہ کے سامنے بھی اس کا ذکر ہوا ۔ حالانکہ نہ کبھی پارے اور گندھک کا دھواں اس کے دماغ میں پہنچا نہ [۲۷] تانبے اور رانگ کی بو اس نے سونگھی ۔ مگر کبھی کبھی شغل و تفریح کے لیے اپنی چابک دستی سے کاغذ کی تہ میں روپیہ چھپا دیا کرتا تھا اور دوسری طرف سے کاغذ لوگوں کو دکھا دیا کرتا تھا اور پھر اس (کاغذ) میں سے روپیہ نکل آتا تھا اور بظاہر حاضرین حیرت زدہ ہو جاتے تھے ۔ یہی بات اس کی شہرت کا منشا اور گرفتاری کا سبب تھی ۔

بہادر شاہ اول دکن سے واپسی کے موقع پر اس کو زبردستی مجبور کرکے اجین کے قریب تک لایا ۔ اتفاق سے اسی زمانے میں مرشد قلی خاں مرزا ہادی بنگالہ سے آ کر دکن کی دیوانی پر سرفراز ہوا تھا۔ چونکہ اس (مرشد قلی خاں) کا دل اس ملک (بنگالہ کا شیدائی تھا اس نے ملازمت جدید سے استعفا دے کر اپنی تمنا

کو حاصل کیا۔ ذوالفقار خاں امیرالامراء نے اپنی توجہ سے اس (دیانت خاں) کے قالب مردہ میں جو وطن کے شوق میں بے جان تھا ، تازہ روح پھونک دی ۔ دیوانی مذکور ہر خان مذکور کے والد کو جو قلعہ ارک کا محافظ تھا ، مقرر کرکے خانخاناں کی مرضی کے خلاف جس کے سبب سے اکثر توقف ہوا ، اسے (دیانت خاں کو) اس کے والد کی نیابت پر دربار شاہی سے مقرر کرا کے وطن مالوف کی اجازت دلوا دی ۔

محمد فرخ سیر کے شروع زمانے میں اسے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کا خیال ہوا اور اس ارادے سے اس نے مسافرت اختیار کی ۔ حیدر علی خاں خراسانی دیوان دکن کہ جو استقلال میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا اکبرآباد میں اس سے ملا۔ بادشاہ کے حسب‌الحکم اسے اپنے ہمراہ واپس لے گیا ۔ دل میں برے [۳۷] خیالات تھے ۔ اسی زمانے میں اس کے باپ کا انتقال ہو گیا ، اس ملک کے ناظم نواب نظام‌الملک فتح جنگ نے قلعہ ارک کی قلعہ داری خان مذکور (دیانت خاں) کے لیے تجویز کی اور سرکار شاہی سے منظوری کے بعد اس پر اسے مقرر کر دیا ۔ امیرالامرا حسین علی خاں نے برہان پور پہنچنے کے بعد اپنے بھائی سید عبداللہ خاں سے مشورہ کرکے اس کے مطابق دکن کی دیوانی پر خان مذکور (دیانت خاں) کو تعینات کیا ۔ نہایت اعزاز و اکرام فرمایا اور دیانت خاں کا خطاب عنایت کرکے سرفراز کیا ۔

چونکہ اس عظیم القدر سردار (امیرالامرا) کا پختہ ارادہ (شمالی) ہندوستان جانے کا ہو چکا تھا ، (دیانت خاں) کو معزول کر دیا گیا تھا[۱] اس لیے چار و ناچار اس نے اس کو ہمراہ لیا ۔ فرخ سیر کو تخت سے اتار دیا گیا ۔ اسے (دیانت خاں) کو خالصہ

---

۱ ۔ اس کی بجائے ضیاءالدین مقرر ہوا ۔ (مآثرالامرا ، جلد سوم ، صفحہ ۳۷) (ب) ۔

کی دیوانی اور چار ہزاری منصب عطا ہوا۔ چونکہ خان مشارالیہ (دیانت خان) بچپن سے اورنگ آباد میں رہتا تھا اور شاہی لشکر کے قریب ہونے کی وجہ سے اکثر وہاں کوئی مؤثر ناظم نہیں رہتا تھا، اور اس (دیانت خان) کے والد کے بادشاہ کے حضور میں حاضر باش ہونے کی وجہ سے وہ (ناظم اورنگ آباد) اس کی اکثر رعایت کرتا تھا، (دیانت خان) آزادی اور خودسری کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔ فرماں برداری، رضا جوئی اور مزاج دانی کا عادی نہ تھا۔ اب مجبوراً سردار کی رضامندی کے سوا چارہ نہ تھا۔ لہٰذا کوشش کرتا تھا لیکن ملازمین سے مطلق موافقت نہ تھی۔ راجا رتن چند[۱] سے جو حکومت کے دونوں اعلیٰ سرداروں (قطب‌الملک عبداللہ خان اور امیرالامرا حسین علی خان) کے مزاج میں دخل رکھتا تھا، ان بن ہوگئی اور کام بگڑنے لگا۔ آخر اس (رتن چند) کی بدگوئی سے [۴۷] دونوں سردار بھی اس (دیانت خان) سے منحرف ہو گئے۔

اس دوران میں نواب فتح جنگ نظام‌الملک نے عالم علی خان کو درمیان سے ہٹا دیا (ختم کر دیا)۔ چونکہ معاملہ امیرالامرا حسین علی خان جیسے شخص کی فوج سے پڑا تھا، نواب فتح جنگ نے روپے کی فراہمی اور لشکر جمع کرنے کی کوشش کی اور اس نے چاہا کہ شہر کے مال دار لوگوں سے زبردستی روپیہ وصول کیا جائے۔ کچھ خیرخواہ مشیروں نے نفع عام کی غرض سے خاص نقصان کے جواز کی تائید کی اور نواب فتح جنگ کو عام لوگوں کو پریشان کرنے سے باز رکھا اور خان مشارالیہ (دیانت خان) کے مکان کو ضبط کرنے کا مشورہ دیا۔ خان مشارالیہ جو عرصہ سے خزانوں اور دفینوں کے لیے عوام میں بدنام تھا، تقاضائے وقت

۱۔ یہ عبداللہ خاں کا دیوان تھا اور بہت بااثر تھا۔ بقول سیرالمتاخرین (جلد اول، صفحہ ۶۶) وہ ایک تاجر تھا (ب)۔

کے مطابق اس (دیانت خاں) کے بڑے لڑکے کو نظربند کر دیا گیا اور تلاش و جستجو شروع ہو گئی ۔ جھوٹے مدعی جنھوں نے پہلے سے پتا نہ لگایا تھا ، خالی کنوئیں کھودنے میں مشغول ہوئے اور ان باتیں بنانے والوں کو شرمندگی کی خاک کے سوا کچھ نہ ملا ۔ اس کے قریبی عزیزوں اور گھر کے سونے اور چاندی کے زیورات اور برتنوں کے سوا کہ جن کی مجموعی قیمت ستر ہزار روپے ہوتی تھی اور کچھ برآمد نہ ہوا ۔ مزید بدنامی اور رسوائی ملی ۔ اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ امیرالامرا (حسین علی خاں) چونکہ اس کی جانب سے کشیدہ خاطر تھا ، اس لیے اس نے اس بات کو ان دونوں (دیانت خاں اور فتح جنگ) کے تعلقات کی خرابی پر محمول کیا ۔

خان مذکور (دیانت خاں) کا خود یہ بیان ہے کہ ایک روز جب عالم علی خاں کے قتل کی خبر آئی تو (حسین علی خاں) نے مجھ سے بھی مشورے کے طور پر اس کے تدارک کی تدبیر دریافت کی ۔ میں نے اپنی صوابدید کے مطابق عرض کیا کہ ہندی کی ایک مثل ہے کہ اگر پتھر کے نیچے ہاتھ دب جائے تو آہستہ آہستہ نکالنا چاہیے ۔ یہاں خود نواب کا سر دب گیا ہے اور متعلقین وہاں ہیں ۔ اب فوراً نظام‌الملک کے نام صوبے داری کا فرمان [۵۷] بھیج کر اس کی دل دہی کرنی چاہیے ۔ تدارک اور انتقام کو قابو پانے تک ملتوی کرنا چاہیے ۔ (حسین علی خاں) نے راجا رتن چند کی طرف دیکھا اور بطور طنز ہنسا اور کہا کہ میں نے دولت پورب روانہ کر دی ہے ۔ یہاں سے دکن تک لشکر کا تانتا بندھا ہوگا ۔ بارہ ہزار مشعلچی ہمراہ لے کر سفر میں ذرا بھی قیام نہیں کروں گا ، دن اور رات کا فرق ختم کر دوں گا ۔ خان مذکور (دیانت خاں) نے کہا کہ نواب کی قوت اور قدرت اس سے زیادہ ہے ، لیکن اس یلغار میں کتنی فوج ہمراہ پہنچ سکتی ہے ، گھوڑوں اور آدمیوں میں کتنی طاقت باقی رہے گی ؟ تیور بدل کر

کہا کہ مرنا سپاہگری کا کمال ہے ۔ یہ مجبوری کی بات ہے
کہ سردار اس جرأت کے باوجود دیوانوں کی طرح بے حوصلہ باتیں
کرتا ہے ۔ خان مذکور (دیانت خاں) نے جواب دیا حسب یہ
ارادہ ہے تو خدا پر بھروسہ کیجیے (فاذا عزمت فتوکل علی اللہ) ۔
مختصر یہ کہ سادات (قطب‌الملک عبداللہ خاں و امیرالامرا
حسین علی خاں) کے زوال کے بعد اعتمادالدولہ کی سفارش پر
دربار شاہی سے (دیانت خاں) اپنے موروثی عہدے دیوانی پر مقرر
ہوا اور دکن جانے کی اسے اجازت ملی اور وہ فتح جنگ
(نظام‌الملک) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس عظیم‌الشان سردار
(فتح جنگ نظام‌الملک) کی عنایات سے سرفراز ہوا۔ جب وہ امیر کبیر
(فتح جنگ نظام‌الملک) وزارت کی سند کے لیے بادشاہ کے حضور
میں دہلی روانہ ہوا تو اس نے اپنے کام کا اسے مختار بنایا اور اپنی
جاگیر کے محالات کا انتظام اس کی زریں رائے پر چھوڑ دیا ۔ اس
کے استقلال اور اعتبار کو زیادہ سے زیادہ بڑھایا اور اس کی
غصب شدہ دولت عنایت کرکے اس کو خوش کیا اور گزشتہ
واقعات کی معذرت کی ۔ خان مذکور [۷۶] (دیانت خاں) نے عرض
کیا کہ شکر کا موقع ہے نہ کہ شکایت کا مقام ، کیونکہ
سالہا سال کی مال داری کی تہمت مکمل طریقے سے واضح ہوگئی ،
ورنہ خدا جانتا ہے کہ دنیا کے جابروں میں سے کس آشفتہ سر ظالم
سے واسطہ پڑتا اور کہاں کہاں کھینچا جاتا ۔ چونکہ وہ فطرتاً
خود رائے اور خود سر تھا ، للہذا اس کے بعد دکن کے نائب
صوبے دار عضدالدولہ عوض خاں کے ساتھ اس کی موافقت
نہ ہو سکی اور چار و ناچار زندگی گزرتی تھی ۔
جب نواب فتح جنگ ہندوستان سے واپس ہوا تو مبارز خاں
سے لڑائی چھڑ گئی ۔ خان مذکور (دیانت خاں) جو راستی اور
حقیقت کے اظہار کرنے میں بے اختیار تھا اور زمانہ سازی نہیں
جانتا تھا ، لہذا اپنی (نواب فتح جنگ) کی طرف بغاوت اور

ناراستی کو ، طرف ثانی (مبارز خاں کی طرف) حقیقت (صداقت) کا کھلم کھلا ذکر کرتا تھا ۔ لہٰذا مشہور ہو گیا کہ وہ دشمن سے ملا ہوا ہے اور نزدیک تھا کہ اس کو نقصان عظیم پہنچے ، لیکن سردار (فتح جنگ) کے حلم و درگزر کی وجہ سے وہ محفوظ رہا ، لیکن فتح کے بعد جاگیر اور منصب سے معزول کر دیا گیا ۔ وہ عرصہ دراز تک کنارہ کش اور خانہ نشین رہا ۔

دوبارہ آصف جاہ نے نظر عنایت کی اور ارادہ کیا کہ اس کا منصب اور جاگیر بحال کر دی جائے ۔ مگر عصدالدولہ نے پرانی دشمنی کی وجہ سے اس بات کی مخالفت کی اور اس کے حالات کو درست کرنے سے آصف جاہ کو باز رکھا ۔ اگرچہ اس نے اپنے استغنا اور سیرچشمی کی وجہ سے خوشامد کرنا پسند نہ کیا ، لیکن بے کاری اور بے روزگاری نے اس کو بیمار کر دیا ۔ ۵ رجب ۱۱۴۱ھ مطابق فروری ۱۷۲۹ء میں فوت ہو گیا ۔

اگرچہ وہ (دیانت خاں) مزاج کی سختی [۷۷] اور درشتی میں مشہور تھا اور بادشاہی کاموں میں صلہ رحم اور دوستی کا خیال نہیں کرتا تھا ، مخلوق کے ساتھ احسان اور رعایت بہت کم کرتا تھا ، لیکن امانت داری اور سچائی میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا ۔ سرداری کی تمکنت اور تکلفات کے رسوم کو پسند نہ کرتا تھا ۔ مجبوروں اور مسکینوں کو پوشیدہ طور پر خیرات دیا کرتا تھا ۔ باوجودیکہ اس نے درسی علوم کو کم حاصل کیا تھا ، لیکن حقائق و سلوک کی کتابیں اور ارباب وجد و تصوف کی تفاسیر اس نے خاص طور سے بہت مطالعہ کی تھیں اور محققانہ رائے رکھتا تھا ۔ ناجائز باتوں سے پرہیز کیا کرتا تھا ، لیکن ظاہری اعمال پر معمولی طریقے سے کاربند تھا اور اپنے زمانے کے شیوخ کی جانب قطعاً متوجہ نہ ہوتا تھا ۔ خاص و عام میں بھوک کی زیادتی کے لیے مشہور ہے ۔ اگرچہ کھانا اس قدر نہیں کھاتا تھا ، لیکن کھانے کے بعد پھل اور مغز بادام (وغیرہ) بہت کھاتا تھا ۔ توانا ، قوی ہیکل

اور طاقت ور تھا ۔ تیراندازی اور بندوق چلانے میں ماہر تھا ۔
سیر و شکار و نشانہ بازی کا بہت شوق تھا ۔

شہر (اورنگ آباد) سے تین کوس کے فاصلے پر ایک موضع
کندھیلی ہے ، وہاں زین العابدین خان خواں کا سبزہ زار مشہور
ہے ، اس نے اسے خریدکر ایک باغ لگوایا اور نارجیل کے درخت
نصب کرائے ۔ زمانے نے اس کی آرزوؤں کے مطابق اس کی مدد
نہ کی ، ورنہ وہ چاہتا تھا کہ بہت رقم خرچ کرے ۔ اس زمانے میں
سبز نارجیل کی کثرت اس بستی میں اسی مقام پر ہے ۔

اس کا بڑا لڑکا میرک محمد تقی خاں تھا جو دل چسپ ، بے مثل ،
یارباش اور دوستوں کی صحبت میں نہایت بے تکلف رہتا ۔ عرصۂ دراز
تک شہر خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) کی پیوتاق [۷۸] پر مامور
رہا ۔ والد کے انتقال کے بعد نواب آصف جاہ نے عنایات فرمائیں ۔
دکن کی دیوانی ، 'وزارت خاں کا خطاب' اور دو ہزاری منصب
مرحمت ہوا ۔ سولھویں سال جلوس محمد شاہی میں کسی افلاس زدہ
منصب دار نے دیوانے اور مجنوں کی طرح بے وجہ اس پر تلوار کا
وار کیا ۔ تلوار ناک پر لگی ، علاج کیا گیا ، جلد صحت یاب
ہوگیا ۔ اسی روز سے اس (محمد تقی خاں) کے مزاج میں تیزی اور
غصہ بڑھ گیا اور دوسری طرف کا رخ کیا ۔

اس نے لڑنے والے لوگوں کو جمع کیا اور نامناسب خیالات
دل میں لانے لگا ۔ اگرچہ اس کی دانش مندی اور ذہانت سے ایسی خام
خیالیوں کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی لیکن تقدیر نے یاوری کی ۔
فوج کشی اور سرداری کی جانب متوجہ ہوا اور نواب نظام الدولہ
بہادر کے یہاں سردار ہوکر دھارور و دھارا سین کی طرف روانہ ہوا
اور اس نے سلامتی کے راستے کو چھوڑ دیا ۔ اسباب خود سری اور
طاقت و قدرت کے بغیر نامناسب آدمی سے موافقت کر لیتا تھا اور
اس کے نقصان کو نہیں سمجھتا تھا ۔

اسی زمانے میں رنناپور کے نواح میں جب نواب مذکور (نواب نظام‌الدولہ) کی خدمت میں حاضر ہوا جو حیدرآباد جا رہا تھا تو اتفاق سے ۱۶ ذی‌الحجہ ۱۱۵۱ھ (۱۶ مارچ ۱۷۳۹ ع) کو جب کہ شہنشاہ معظم نادر شاہ نے دہلی آ کر قتل عام کیا تھا تو (اسی دن) ایک سپاہی نے اس (میرک محمد تقی خاں) پر جمدھر کا ایک وار کیا ۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس (حملہ آور) کو بھی ختم کر دیا ۔ سپاہیوں کی ایک جماعت نے [۷۹] مقتول (سپاہی) سے ہم قومی اور رشتہ‌داری کی وجہ سے بغاوت کی ۔ اس دوران میں چند شریر مزاج اس (میرک محمد تقی خاں) کے خیمے میں داخل ہو گئے اور ذرا سی دیر میں اسے (محمد تقی خاں کو) تلواریں مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ۔ اس بے خبر نے اس حد تک معاملہ پہنچنے کا خیال بھی نہ کیا تھا ۔ حیران ہو کر ہاتھ بھی نہ اٹھایا اور مظلوموں کی طرح ختم ہو گیا ۔ اس کے دو لڑکے بھی اس کی بغیر اجازت اس معرکے میں مردانہ وار مارے گئے ۔ اس کے دوستوں اور ملازمین میں سے کسی نے دخل نہ دیا اور افسروں اور سرداروں میں سے بھی جو فوج میں موجود تھے کسی نے کوشش اور مدد نہ کی ۔ گویا سب کا یہی منشا تھا کہ جو کچھ ہوا ان کی مرضی سے ہوا ۔ افسوس اس کی موت نے دوستوں کی صحبتوں کو بے لطف کر دیا ۔ اس کی اولاد بہت تھی ۔

اس (دیانت خاں) کا دوسرا لڑکا میر محمد مہدی خاں مرحوم تھا جو صاف دل ، نیک نیت ، دیندار اور خدا ترس تھا ۔ امور معاش میں نہایت محتاط اور مخیر تھا ۔ جب دکن کی دیوانی اس کے حقیقی بھائی وزارت خاں شہید کے سپرد ہوئی تو وہ اس شہر (اورنگ آباد) کی بیوتاتی پر تعینات ہوا ۔ پندرھویں سال جلوس محمد شاہی میں سینتیس سال کی عمر میں (مہدی خاں) فوت ہو گیا اور اپنے دوستوں کے دلوں پر جدائی کا داغ لگا گیا ۔ اس کتاب کی تصنیف کے

عنایات سے سرفراز ہے - اپنی وراثتی دیوانی اور اس سرکار عالی جاہ (آصف جاہ) کی دیوانی پر سرفراز ہے ، اور دیانت داری جو اس کا آبائی ورثہ ہے ، اس میں کمال رکھتا ہے [۸۰] -

۲۱

دھیراج راجا جے سنگھ سوائی

مرزا راجا جے سنگھ کے پوتے کا لڑکا اور بشن سنگھ کا فرزند تھا - اس کا نام بجے سنگھ تھا - باپ کے مرنے کے بعد عالمگیر بادشاہ کے چوالیسویں سال جلوس میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور جے سنگھ کا خطاب ملا - اور اس کے بھائی کا نام ' بجے سنگھ ' مقرر ہوا - پینتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں وہ اسد خاں کے ہمراہ قلعہ سخرلنا عرف کھیلنا کی فتح کے لیے مقرر ہوا - قلعہ مذکور کی مہم میں لڑائی کے دن اس نے بڑے شاندار کارنامے انجام دیے اور اس کے صلے میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا -

اس بادشاہ (عالمگیر) کے انتقال کے بعد محمد اعظم شاہ کے ہمراہ دکن سے ہندوستان پہنچا اور بہادر شاہ (اول) کی جنگ میں فوج کے بائیں جانب تعینات تھا - کہتے ہیں کہ اسی روز بہادر شاہ اول کے لشکر میں داخل ہوا اور اسی وجہ سے اس کا اعتبار ختم ہو گیا -

اس کا بھائی بجے سنگھ جس کو بہادر شاہ اول کی خدمت میں خصوصیت حاصل تھی ، سہ ہزاری منصب پر فائز ہوا اور اس (جے سنگھ) کے ساتھ انبیر کے معاملے میں (اس کے بھائی بجے سنگھ کا) جھگڑا ہو گیا - بادشاہ نے جس کو ہر شخص کی خاطر منظور تھی اور کسی کی دل شکنی گوارا نہ تھی ، انبیر کو سرکار میں ضبط کرکے سید حسین خاں بارہہ کو وہاں کی فوج داری پر مقرر کیا - جب (بہادر شاہ اول) نے کام بخش کے مقابلے کے لیے دکن کا ارادہ

کیا (۸۱) تو وہ راستے سے شکار کے بہانے گیا اور ضرورت کی چیزیں ساتھ لیں ؛ خیمہ اور باربرداری کا سامان چھوڑ کر اس نے راجا اجیت سنگھ کے ہمراہ وطن کا راستہ لیا ۔ سید حسین خاں سے اس نے جھگڑا کر لیا ۔ دو مرتبہ لڑائی ہوئی ، یہاں تک کہ خان مذکور قتل ہوگیا ۔ جب بہادر شاہ اول دکن سے واپس ہوا تو (جے سنگھ) خانخاناں کو سفارشی بنا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ وعدہ کرکے کہ دو ماہ کے بعد واپس آ جائے گا وطن جانے کی اجازت حاصل کی ۔ فرخ سیر کے زمانے میں 'دھیراج' کے خطاب سے مخاطب ہوا ۔ فرخ سیر کے جلوس کے پانچویں سال میں چورا من جاٹ کی تنبیہ کے لیےجو بار بار فساد برپا کر چکا تھا ، مقرر ہوا ۔ اس کے بعد قطب‌الملک (عبداللہ خاں) اور حسین علی خاں کا ماموں خان جہاں بارہہ علاحدہ فوج کے ہمراہ اسی کام پر مامور ہوا ۔ چورامن کا معاملہ سید خانجہاں کے مشورے سے طے ہوگیا اور وہ شاہی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا ۔

اس معاملے میں راجا (جے سنگھ) کو نہ تو کوئی خبر ہوئی اور نہ اس کا مشورہ شامل تھا ۔ اگرچہ راجا خاموش رہا لیکن اس کی طبیعت پر اثر ہوا اور اس نے بادشاہ کو سادات (عبداللہ خاں و حسین علی خاں) کی طرف سے ناراض کر دیا اور اس بات کی شہرت سے وہ اور بھی ناراض ہوئے کیونکہ سادات کی طرف سے اس کا دل صاف نہیں تھا ۔ بادشاہ مذکور (فرخ سیر) کے آخری زمانے میں جب وہ بادشاہ کے دربار میں موجود تھا تو سادات نے اس کو نکلوا دیا ۔ اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور حسب‌الحکم انبیر روانہ ہو گیا اور نیکوسیر کے معاملے میں وہ اس (شہزادے) کی طرفداری میں بدنام ہوا ۔ آخر اس نے التجا کی اور سادات سے صلح کر لی ۔

جب سادات کا معاملہ بگڑ گیا تو اب روکنے والا کوئی نہ رہا ۔ [۸۲] محمد شاہ بادشاہ کے ابتدائی زمانۂ سلطنت میں بادشاہ کے

حضور میں حاضر ہو کر طرح طرح کی نوازشوں سے سرفراز ہوا۔ اس کے بعد چورامن جاٹ کی مہم پر مامور ہوا اور اس کو اس کے ٹھکانے سے نکال دینے اور اس کے تھانوں پر خود قبضہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ جے سنگھ ۱۱۳۵ھ میں محمد خاں بنگش کی بجائے مالوہ کی صوبہ داری پر مقرر ہوا اور ۱۱۴۰ھ میں اس کی درخواست پر اور خان دوران خاں کی سفارش سے مالوہ کی صوبے داری پر جے راؤ مرہٹہ مقرر ہوا۔ نامبردہ (مہاراج جے سنگھ) مدتوں زندہ رہا، آخر مر گیا۔

کہتے ہیں کہ وہ اچھا مدبر تھا۔ علم ریاضی سے واقف تھا۔ انبیر کے نزدیک اس نے نیا شہر آباد کیا اور اس کا نام جے نگر (جے پور) رکھا۔ مناسب دوکانوں، چوڑے راستوں اور بازار کی وجہ سے زمانے میں مشہور ہے۔ اس شہر مذکور (جے نگر) اور شاہجہاں آباد کے باہر دونوں جگہ کثیر رقم خرچ کرکے رصدگاہیں بنوائیں۔ چونکہ رصد کے کام کی تکمیل ہونے میں تیس سال کی ضرورت ہوتی ہے اور زحل کی گردش اتنے ہی عرصے میں پوری ہوتی ہے، لیکن اس کی زندگی کی شمع اس سے پہلے خاموش ہو گئی لہٰذا رصد کا کام نامکمل رہ گیا [1]۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا

---

۱ ۔ سوائی جے سنگھ راجا جے پور (ف ۱۱۵۶ھ) علم نجوم سے دلچسپی رکھتا تھا۔ محمد شاہ بادشاہ نے پترہ نجوم کی اصلاح کا کام جے سنگھ کو تفویض کیا تھا۔ ابتدا میں اس نے الغ بیگ سمرقندی کے آلات کا استعمال کیا تھا، مگر ان سے اس کی کار برآری نہ ہو سکی۔ مختلف مقامات کے مناظروں سے اس نے سات برس میں نقشہ حرکات اجرام فلکی مرتب کرایا اور اس کا نام 'زیج محمد شاہی' رکھا۔ جے پور اور دہلی کی رصد گاہیں اس کی موت کی وجہ سے نامکمل رہ گئیں۔ (راجگان ہند حصہ اول از نجم الغنی خاں رامپوری ہمدم برق پریس لکھنؤ ۱۹۲۷ع) صفحہ ۳۳۶-۳۳۷ (ق)۔

ایشور سنگھ اس کی جگہ پر بیٹھا - اس کے بعد اس کا لڑکا پرتھی سنگھ حاکم مقرر ہوا - اس کے علاقے کے بعض محالات مرہٹوں کے قبضے میں چلے گئے، کچھ شاہی مقامات اس کے قبضے میں ہیں - اس تحریر کے زمانے میں پرتھی سنگھ کا بھائی (پرتاب سنگھ) اپنے وطن پر قابض ہے [۸۲] -

ذ

۲۲

ذوالقدر خان ترکمان

اس کا نام پیری آقا تھا ۔ کابل کے سعید منصب داروں میں سے تھا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے گیارھویں سال جلوس میں جب قندھار کا قلعہ دار علی مردان خان ، شاہ ایران کی جانب سے بدگمان ہو کر بادشاہ (شاہجہاں) کی خدمت میں درخواست گزار ہوا تو بادشاہ کی مرضی کے مطابق صوبہ دار کابل سعید خان نے اس (ذوالقدر خان ترکمان) کو حالات معلوم کرنے کے لیے خان مذکور (علی مردان خان) کے پاس بھیجا ۔ وہ وہاں پہنچا اور علی مردان کی درخواست اور اس کے آدمیوں کے ہمراہ واپس ہوا اور اکبر آباد میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ جب علی مردان خان (واپس) آگیا تو کشمیر کی نظامت اس کو ملی اور ذوالقدر خان صوبۂ مذکور (کشمیر) کے تعیناتیوں میں شامل ہوا۔ خان مذکور (علی مردان) کی مرضی کے مطابق تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس (ذوالقدر خان) کے منصب میں ایک سو سواروں کا اضافہ ہوا ۔

اس کے بعد جس زمانے میں بادشاہ (شاہجہاں) کشمیر پہنچا تو اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار اور پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور اسے گھوڑا بھی عنایت ہوا ۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو

سواروں کا اور اضافہ ہوا ۔ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار چھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد اسے غزنین کی حکومت ملی[۱] ۔ سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے علم بھی عنایت ہوا ۔ [۸۳] انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ شاہزادۂ مراد بخش کے ساتھ روانہ ہوا کہ جب وہ بلخ و بدخشاں کی فتح کے لیے تعینات ہوا تھا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں نذر محمد خاں کے گھوڑوں اور اونٹوں (متعلقین اور ساز و سامان) کے ساتھ وہ (ذوالقدر خاں) واپس ہوا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ کابل کی قلعہ داری اور بنگس پائیں کا علاقہ ملا ۔ بنگش بالا کا علاقہ اسے پہلے جاگیر میں مل چکا تھا اور اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات و سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اسے ایک گھوڑا نقرئی زین کے ساتھ عنایت ہوا اور اسے محمد اورنگ زیب بہادر کے پاس کہ جو بلخ میں تھا ، پندرہ لاکھ روپے لے کر روانہ کیا گیا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب شاہزادہ (اورنگ زیب) وہاں سے ہندوستان روانہ ہوا تو اس کو خزانے کے ہمراہ رکھا ۔ درہ (بدر حمید[۲]) کے عبور کرتے وقت ہزارہ اور الامانان قبیلوں سے دوبارہ لڑائی ہوئی ۔ اس نے حزانے کی حفاظت میں جانبازوں کی طرح کوشش کی ۔ بہادر خاں روہیلہ کے آ جانے کے بعد کہ جو فوج کے پچھلے حصے کا سردار تھا ، اس (ذوالقدر خاں ترکمان) کی کوشش سے (شاہی) خزانہ کابل پہنچا ۔ اور اسی سال ۱۰۵۷ھ مطابق ۱۶۴۷ع میں ذوالقدر خاں ترکمان فوت ہو گیا ۔

---

۱ ۔ مصنف نے غزنین کی حکومت ملنے اور ترقی پانے کی تفصیلات کو گڈ مڈ کر دیا ہے ۔ غزنین کی حکومت اسے تیرھویں سال جلوس میں ملی ۔ (ب)

۲ ۔ بادشاہ نامہ (جلد دوم صفحہ ۱۶۷) میں اس درے کا نام ''بدر حمید'' ہے اور یہ بیان بادشاہ نامہ ہی سے مقتبس ہے (ب) ۔

۲۳
ذوالفقار خاں قراماللو

خاندانی نام ، فرہاد خان قرامانلو کے چھوٹے بھائی ذوالقدر خاں کا لڑکا ہے کہ جو شاہ عباس ماضی کے بڑے سرداروں میں سے تھا۔

فرہاد خاں ۱۰۰۷ھ مطابق ۹۹-۱۵۹۸ء میں دین محمد خاں اوزبک کی لڑائی میں بادشاہ (شاہ عباس) کی ہراولی پر مقرر تھا۔ اپنے ہم عصروں میں دلیر اور شجاع ہونے کے باوجود اس پر فرار ہونے کا الزام عائد ہوا ۔ بادشاہ نے اس پر بغاوت کا شبہ کیا ۔ اگرچہ اس کی دانائی [۸۵] اور تجربہ کاری سے یہ بات بعید معلوم ہوتی تھی کہ اتنے عزت و مرتبہ کا آدمی جس پر ایسی شاہی نظر عنایت ہو ، اس طرح کی نمک حرامی کرے لیکن بادشاہ کو اس کی تصدیق ہوگئی تھی ۔ اس نے اللہ وردی خاں کو غلاموں کے ہمراہ اس کے قتل پر مقرر کر دیا ۔ جب خان مذکور (اللہ وردی خاں) گھر پہنچا اور اس نے میان پر ہاتھ رکھا اور خنجر غلاف سے باہر نکالا تو (فرہاد خاں) سمجھا کہ کیا رنگ ہے ۔ ترکی زبان میں صرف اتنا کہا 'سلامی اولدی' یعنی ایسا کام ہوا ۔

جب فرہاد خاں مارا گیا تو ذوالفقار خاں جو آذر بائیجان میں امیرالامرا تھا ، بادشاہ کے حضور میں حاضر تھا ۔ وہ نہایت مضطربانہ حالت میں شاہی محل پہنچا اور اسے یہ امید تھی کہ وہ قتل ہو جائے گا ۔ یہ خیال نہ تھا کہ اس کو زندہ چھوڑیں گے ۔ بادشاہ (شاہ عباس) نے لطف و کرم فرمایا اور خلعت عنایت کیا ۔ اس نے عرض کیا کہ فرہاد خاں اگر قتل کا مستحق تھا تو یہ خدمت اس غلام کے سپرد کیوں نہ کی گئی ؟

جب ذوالفقار خاں نے (شہر) شروان کے امیرالامرا کی حیثیت سے پورا غلبہ حاصل کر لیا تو داغستان کے کچھ حکام اس سے ناراض

ہوگئے - ۱۰۰۹ھ مطابق ۱-۱۶۰۰ع میں شاہ ایران نے قشلاق قراباغ سے قرچغا بیگ کو کہ جو بادشاہ کے مقربین میں سے تھا ، شروان بھیجا کہ اس علاقے کے سرداروں اور ذوالفقار خاں میں اتفاق کرا دے اور جن سرداروں کو وحشت و اندیشہ ہے ، انھیں تسکین آمیز خطوط بھیج کر مطمئن کر دے اور حکومت کی بھی خواہی پر آمادہ رکھے اور ان میں [۸۶] سے جو کوئی سرکشی کرے اس کو سزا دے - جب قرچغا بیگ اس علاقے میں پہنچا تو اچانک ذوالفقار خاں کے قتل کا حکم بغیر کسی ظاہری سبب کے بادشاہ کی جانب سے موصول ہوا - قرچغا بیگ نے اس بہانے سے کہ ولی نعمت (بادشاہ) کے پاس سے رقم آئی ہوئی ہے ، ذوالفقار خاں کے خیمے میں پہنچ کر تخلیہ کرایا - اس نے اور چند غلاموں نے جو اس کے ہمراہ تھے ، دائیں بائیں سے س کو تلواروں پر رکھ لیا اور قتل کر دیا -

جب ظاہر بین لوگوں نے اس کے قتل کے سبب پر غور کیا تو داغستان کے سرداروں کی ناراضی کے سوا اور کچھ معلوم نہ ہوا - یہ سبب مصلحت اور احتیاط کے بالکل خلاف تھا - شاید بادشاہ کو یہ تحقیق ہوگیا تھا کہ وہ اب مخلص نہیں رہا ہے -

اگرچہ اکثر سلاطین صفویہ فطرتاً ظالم اور بے باک تھے : خاص طور سے شاہ عباس ماضی میں یہ خصوصیت سب سے زیادہ تھی (اس کا یہ سبب معلوم ہوتا ہے) کہ اس نے گروہ قزلباش سے بہت بے اعتدالی اور شوخی دیکھی تھی - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت ایران میں بدنظمی ہوگئی - بادشاہ نے معمولی معمولی باتوں پر اراکین سلطنت کو معزول کر دیا اور اس نامعقول طریقے کو استحکام حکومت کا ذریعہ سمجھا - لہٰذا اکبر بادشاہ نے خون بہانے کی ممانعت کے متعلق بار بار بادشاہ کو تحریر کیا اور بتایا کہ آئین سلطنت اور قوانین حکومت میں قید کردینا اس لیے بہتر سمجھا جاتا ہے کہ یہ (قید کرنا) فتنہ انگیز دشمنوں کے لیے ایک کسوٹی

ہوتا ہے ، کیوں کہ آدمی ایک عجیب طلسم اور ایک بہت مشکل معمہ ہے ۔ معمولی سی ناخوشی ہر کہ جو [۸۰] اس سے ظاہر ہو ، اس کو ختم نہیں کرنا چاہیے کہ مخلوق کی خلقت سوائے خالق یکتا کے کوئی نہیں کر سکتا ۔ اسی وجہ سے دانش مند و منتعم حضرات اس عالی شان محل (انسان) کی بنیادوں کو جلدی میں اکھڑوانا بہتر نہیں سمجھے ہیں[1] ۔

مصرع

ع کہ نتواں سر کشتہ پیوند کرد

مختصر یہ کہ ذوالفقار خاں کے قتل ہونے کے بعد اس کے پس‌ماندگان پریشان حال ہوئے ۔ بادشاہ نے ان کے حال پر کوئی خاص توجہ نہ کی ۔ خانلر ایران سے فرار ہو کر جہانگیر بادشاہ کے آخری دور حکومت میں ہندوستان آ کر شاہی ملازم ہوگیا[2] ۔ یمین الدولہ کے بہنوئی صادق خاں کی لڑکی اس سے منسوب ہوئی ۔ چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں وہ اپنے موروثی خطاب سے سرفراز ہوا[3] اور کچھ عرصہ گزرنے کے بعد سہ ہزاری منصب پر فائز ہوا ۔ اس بلند اقبال بادشاہ (شاہجہاں) کے آخری زمانے میں وہ گوشہ‌نشین ہو کر پٹنے میں‌مقیم ہوگیا۔ اور جب شاہزادہ شاہ شجاع کھجوہ کی جنگ سے بھاگ کر اس شہر پٹنے میں پہنچا تو اس (شجاع) نے اپنے بڑے لڑکے سلطان زین الدین کے لیے اس (خانلر)

---

۱ ۔ یہ بیان تاریخ عالم آرائے عباسی مؤلفہ اسکندر منشی سے ماخوذ ہے جو صفویوں کی مشہور تاریخ ہے (ب) ۔

۲ ۔ بادشاہ نامہ (جلد اول، حصہ اول، صفحہ ۳۰۷) میں ہے کہ پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے ایک ہزاری ذات اور چھ سو سوار کا منصب ملا (ب) ۔

۳ ۔ حسب روایت بادشاہ نامہ (جلد اول، حصہ اول، صفحہ ۴۷۶) اسے ذوالفقار خاں کا خطاب ملا (ب) ۔

کی لڑکی کی خواہش کی ۔ اور دوسرے سال جلوس عالم گیری ۱۰۷۰ھ مطابق ۱۶۶۰ع میں ایک پرانے مرض (فالج) میں کہ جس کی وجہ سے وہ گوشہ نشین ہوگیا تھا ، گرفتار ہوکر اس دنیا سے رخصت ہوگیا ۔

وہ نغمہ فہمی ، نغمہ سرائی اور ساز نوازی میں ایران کے طرز پر بہت مہارت رکھتا تھا اور ایران کے زبردست گانے والوں سے اس فن میں سبقت [۸۸] لے گیا تھا ۔ اس کا لڑکا امیرالامرا اسد خان تھا کہ جس کے حالات علیحدہ درج ہیں ۔

۲۴
ذوالفقار خاں

محمد بیگ نام ، عالم گیر بادشاہ کی شہزادگی کے زمانے کا عمدہ ملازم تھا ۔ اس عالی مرتبہ بادشاہ کی سرکار میں میر آتشی کی خدمت پر مامور تھا ۔ جب بادشاہ (عالم گیر) نے حکومت حاصل کرنے کے لیے برہان پور سے مستقرالخلافہ (آگرے) کا رخ کیا تو اس کو ذوالفقار خاں کا خطاب مرحمت ہوا ۔ تمام بڑے معرکوں اور خوفناک لڑائیوں میں وہ آگے رہتا تھا اور ہراول کی خدمت کو بڑی بہادری سے انجام دیتا تھا ۔

مہاراجا جسونت سنگھ کی جنگ میں جب راجپوتوں کے اعلیٰ سرداروں نے عالم‌گیری توپ خانے کے قریب آ کر جنگ شروع کر دی ، چونکہ راجپوتوں کی تعداد بہت زیادہ تھی ، لٰہذا توپ خانے کے منتظم مرشد قلی خاں نے نہایت بہادری اور دلیری سے جان نچھاور کر دی اور ذوالفقار خاں نے ہندوستان کے معزز بہادروں کے طریقے سے کہ جنگ میں مشکلات کا سامنا ہو تو گھوڑوں سے اتر کر سر ہتھیلیوں پر رکھ کر جنگ کی جاتے ، پیادہ ہو کر چند آدمیوں کے ساتھ مردانہ جنگ کی ۔ چند زخم بھی لگے ۔ وہ بے باک (راجپوت) اس کو چھوڑ کر ہراول کی جانب متوجہ ہو گئے ، اس سبب سے وہ قتل ہونے سے بچ گیا ۔

دارا شکوہ کی جنگ کے روز ، چونکہ اس (دارا شکوہ) نے لڑائی کے قواعد دانوں کے خلاف فوج کی ترتیب بگاڑ دی ، توپ خانے سے آگے بڑھ گیا اور طرفین کے دائیں اور بائیں دونوں طرف کی صفوں کو منتشر کر دیا - [۸۹] اس بدحسب (دارا شکوہ) کے بہت سے سوار سردار مارے گئے - ذوالفقار خاں نے موقعے کو غنیمت سمجھا ، نہایت دلاوری سے دارا شکوہ کی فوج پر حملہ کر دیا - گرمی اور حدت کی وجہ سے جو ہوا میں چاروں طرف غالب آ چکی تھی ، بغیر تیر و نیزہ کے بہت سے آدمی ختم ہو گئے - دارا شکوہ مجبور ہو کر فرار ہو گیا - خان مذکور (ذوالفقار خاں) اس معرکے میں زخمی بھی ہوا[۱] - اس کے بعد جب عالمگیر مستقرالخلافہ آگرے کے نواح میں پہنچا اور شاہجہاں بادشاہ کی طرف سے خطوط و پیام کے ذریعے خواہش ملاقات میں بہت مبالغہ ہوا تو (عالمگیر) کی طرف سے بھی قدم بوسی کے شوق کو ظاہر کیا گیا اور تحریری طور سے معذرت بھی کی گئی ، کیونکہ یہ اورنگ زیب بہادر شبہات کی بنا پر والد (شاہجہاں) کی ملاقات کو مناسب نہیں سمجھتا تھا - شاہجہاں نے احتیاط اور پیش بندی کے طور پر قلعے کے برجوں اور چہار دیواری کے استحکام کے لیے حکم دے دیا - یک بارگی درمیان سے حجاب دور ہو گیا -

ذوالفقار خاں ، بہادر خاں کے ساتھ عالمگیر کے اشارے پر محاصرے کے قصد سے رات کے وقت قلعے کے نیچے پہنچا - قلعے کے استحکام کی وجہ سے اس کے فتح ہونے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی تھی - قلعے کے قرب و جوار کی دیواروں اور درختوں کی آڑ میں قیام کیا - طرفین سے تیر اور بندوق چلنے شروع ہو گئے -

---

۱ - اس جنگ کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو ہسٹری آف اورنگ زیب از جادو ناتھ سرکار ، جلد اول صفحہ ، ۳۸۸-۴۰۵ (ق) -

قلعے کے ملازمین نے نہایت بہادری اور جانبازی دکھائی ، لیکن امرا اور منصب دار بزدلی اور نمک حرامی سے دریا (جمنا) کے سامنے والے دریچے کے راستے سے باہر چلے گئے اور اس طرح (انھوں نے) غداری [۹۰] اور ناحق شناسی دکھائی ۔

شاہجہاں نے زمانے کی ناسازگاری کو دیکھ کر دوبارہ فاضل خاں کی معرفت اپنے ہاتھ سے خط لکھا :

''جو بات بعید از قیاس تھی وہ ظاہر ہو گئی ۔ اب پدری حق اور تربیت کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور وہ کام نہ کرو جو اتنے عرصے کی سلطنت کے استحکام و انتظام کے خلاف ہو کہ اس کا دبدبہ اور شان و شوکت تمام زمین و زماں پر روشن ہے ۔''

شاہزادہ (عالمگیر) نے اس تحریر کا جواب دیا کہ :

''میں نے ہمیشہ اطاعت و فرماں برداری کی لیکن اس سانحے کے ظاہر ہونے سے جو قدرت کی جانب سے ہوا ، میرے خیالات بدل گئے اور اب یہ ہمت نہیں ہے کہ حاضر خدمت ہو سکوں ۔ اگر مزید نوازی فرما کر قلعے کے مداخل و مخارج کا انتظام میرے آدمیوں کے سپرد کر دیا جائے تو اطمینان کے ساتھ قدم بوسی کے لیے حاضر ہوں ۔ ''

باوجودیکہ یہ بات خلاف مصلحت تھی لیکن تقدیر سے مجبور ہو کر شاہجہاں بادشاہ نے قبول کر لی[1] ۔ پندرہ رمضان ۱۰۶۸ھ[2] مطابق ۶ جون ۱۶۵۸ع کو سلطان محمد قلعے میں

---

۱ ۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو جادو ناتھ سرکار جلد اول صفحہ ، ۴۲۲-۴۱۲ (ف) ۔

۲ ۔ خافی خاں (جلد سوم صفحہ ۳۲) میں ۱۷ رمضان دیا ہے جو ۸ جون کے مطابق ہوتا ہے جیسا کہ جادوناتھ سرکار (جلد اول صفحہ ۴۲۲) نے لکھا ہے (ب) ۔

داخل ہوا - دروازوں پر قبضہ کرکے شاہی ملازمین کو باہر نکال دیا گیا اور ماہ مذکور کی اکیسویں تاریخ جو شاہجہاں جلوس کا تیسواں سال تھا، تین مہینے اور چند روز گزرتے تھے اس عاقبت اندیش بادشاہ (شاہجہاں) کو بالکل بے اختیار کرکے اس کے مرتبے سے اس کو معزول کر دیا - ذوالفقار خان جو عالمگیر کے ملازموں میں اس کی دولت خواہی اور اخلاص میں سب سے بڑھا ہوا تھا، چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا - نقارہ اور ساٹھ ہزار روپیہ انعام میں ملا اور وہ (ذوالفقار خان) شاہجہاں بادشاہ [۹۱] کی حفاظت اور قلعہ آگرہ کی محافظت و انتظام پر مقرر و مامور ہوا -

جب عالمگیری فوجوں نے دہلی سے شجاع کے مقابلے کے لیے روانگی کا ارادہ کیا تو خان مذکور نے حسب الحکم قلعے کو رعد انداز خان کے سپرد کیا اور شاہی خزانے سے ایک کروڑ روپیہ اور کچھ اشرفیاں لیں اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ توپ خانہ لے کر الہ آباد کو چل دیا اور شہزادہ سلطان محمد سے جو پہلے روانہ ہو چکا تھا، جا ملا - صف آرائی، تیروں اور تلواروں کی جنگ کے بعد شجاع کے بہت سے آدمی مارے گئے - اس (شجاع) کی ہمت شکست ہو گئی اور وہ فرار ہو گیا - ذوالفقار خان اور معظم خان شاہزادہ سلطان محمد کی ہمراہی میں اس بھگوڑے کے تعاقب میں روانہ ہوئے - جب یہ لوگ سپہ سالار کی رفاقت میں اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے تو اس کو کہیں قیام کرنے اور ٹھہرنے کا موقع نہ دیا اور ٹانڈہ سے جس کو اس (شجاع) نے اپنی جائے قیام بنایا تھا، وہ جہانگیر نگر (ڈھاکہ) کی طرف فرار ہوگیا -

اس دوران میں ذوالفقار خان جو عرصے سے سخت تکلیف میں مبتلا تھا اور اس کی بیماری کو مدت ہو گئی تھی، کمزوری کی زیادتی اور مرض کی شدت کی وجہ سے سوار ہونے کی طاقت اور کوشش و ہمت سے (معذور تھا) اور لشکر میں رہنے کے قابل

نہ رہا تھا ۔ لہٰذا اس کی درخواست پر اس کو بادشاہ کے حضور میں طلب کر لیا گیا ۔ وہ معظم خاں سے رخصت ہو کر معظم نگر آیا اور وہاں سے دربار شاہی کو روانہ ہوا ۔ راستے میں مرض زیادہ شدید ہو گیا ۔ دوسرے سال جلوس عالمگیری کے آخر ماہ شعبان ۱۰۷۰ھ مطابق ۱۶۶۰ع میں وہ اکبر آباد پہنچ کر فوت ہو گیا ۔ [۹۲] اس کے کوئی لڑکا نہ تھا ۔ اس کے مرنے کے بعد تیسرے سال جلوس عالمگیری میں اس کا داماد محمد امین بیگ ایران سے آ کر بادشاہ (عالمگیر) کے حضور میں حاضر ہوا اور عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوا ۔

۲۵
ذوالفقار خاں نصرت جنگ

محمد اسماعیل نام ، اسد خاں آصف‌الدولہ کا لڑکا ہے ۔ ۱۰۶۷ھ مطابق ۱۶۵۷ع میں آصف خاں یمین‌الدولہ کی لڑکی مہرالنساء کے بطن سے پیدا ہوا ۔

زبرج اسد رو نمود آفتاب
۱۰۶۷ھ

تاریخ ہے ۔

گیارھویں سال جلوس عالمگیری میں سہ صدی منصب پر فائز ہوا ۔ بیسویں سال جلوس عالمگیری میں امیرالامرا شائستہ خاں کی لڑکی سے اس کا عقد ہوا ۔ 'اعتقاد خاں' کا خطاب ملا اور اس کے منصب میں اضافہ ہوا ۔ پچیسویں سال جلوس عالمگیری کی ابتدا میں جب شاہی لشکر اجمیر سے دکن کو روانہ ہوا اور جملۃ‌الملک اسد خاں کو سلطان محمد عظیم کے ساتھ اجمیر میں چھوڑا تو اعتقاد خاں بھی وہیں تعینات رہا ۔ تیرھویں ذی قعدہ کو اس نے راٹھور کے فتنہ انگیزوں پر سخت حملہ کیا ، جو میرٹھ میں جمع ہو کر شرانگیزی کر رہے تھے ۔ سخت جنگ ہوئی ۔ دشمن کے پانسو آدمی ، سوتک و سانولداس ، مہاراجا جسونت سنگھ متوفی

کے دوسرے سرداروں کے ساتھ مارے گئے ۔ (مہاراجا جسونت) بڑا فسادی تھا ۔ اس (نصرت جنگ) کے منصب میں نمایاں اضافہ کرکے اس کو عزت بخشی گئی ۔ [۹۳]

تیسویں سال جلوس عالمگیری میں کامگار خان کی بجائے (نصرت جنگ) غسل خانہ کا داروغہ مقرر ہوا[۱] اور سنبھا کے گرفتار ہونے سے پہلے قلعۂ راہیری کی فتح کے لیے روانہ ہوا جو اس کا وطن اور جنگی ٹھکانا تھا ۔ پندرہ محرم ۱۱۰۱ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۶۸۹ع کو اس آسانی سے قلعے پر قبضہ ہو گیا اور نصرت جنگ نے سنبھا کے لڑکوں کو اس کے خاندان کے ہمراہ جس میں اس کی ماں اور لڑکی شامل تھی ، قید کر لیا ۔ اسے شاہی دربار سے سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور 'ذوالفقار خاں' کا خطاب ملا ۔ پینتیسویں سال جلوس عالمگیری میں قلعہ نرمل کی فتح کے صلے میں وہ چار ہزاری منصب پر فائز ہوا[۲] ۔

اس کے بعد وہ قلعہ چنجی کی مہم پر روانہ ہوا ۔ سنبھا کے بھائی راما نے وہاں ایک لاکھ سے زیادہ سوار اور پیادے جمع کر لیے تھے ۔ چال باز سردار (نصرت جنگ) نے نہایت تیزی سے وہاں پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا ، لیکن غلے کی گرانی اور دشمن کی کثرت کی وجہ سے ٹھہر نہ سکا اور وہاں سے بارہ کوس کے فاصلے پر ہٹ آیا ۔ بادشاہزادہ کام بخش ، جملۃ الملک کے ساتھ کمک کے لیے مقرر ہوا ۔ ذوالفقار خاں نے استقبال کی رسم پوری کی ، لیکن شاہزادہ اور جملۃ الملک کے درمیان ایسی نااتفاق اور ممانعت ہو گئی تھی کہ کام بخش نے اسد خاں

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو ماثر عالمگیری صفحہ ۲۹۷ ۔

۲ ۔ ماثر عالم گیری (صفحہ ۳۴۵) میں اس کا منصب چار ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار دیا ہوا ہے (ب) ۔

کو ذلیل کرنے کے لیے رام راجا کو پوشیدہ اور مخفی پیغامات بھیجے اور چاہا کہ وہ قلعے میں (رام راجا کے پاس) چلا جائے۔ جملۃ الملک نے سرداروں کو اپنی رائے سے متفق کرکے بادشاہزادہ (کام بخش) کو نظربند کر دیا۔ ذوالفقار خان نے قلعے کے چاروں طرف کے تھانے داروں کو یکبارگی وہاں سے ہٹا کر جائے قیام پر طلب کیا۔ غنیم، قوت کے ساتھ مقابلے پر آ گیا۔ اسد خان شاہزادہ [۴۹] کی جائے قیام کی حفاظت پر رہا۔ ذوالفقار خان مورچالوں میں توپوں اور قلعہ‌گیری کے سامان کے اٹھانے کے لیے رہا۔ دشمنوں نے اسماعیل خان مکھا پر جو قلعے کی پشت پر تھانیدار تھا، حملہ کرکے اس کو زخمی کر دیا اور قید کر لیا۔ عجیب ہنگامہ برپا ہوا۔ مجبوراً ذوالفقار خان بڑی توپوں کو سخت لگا کر فوجی کیمپ کو روانہ ہو گیا۔ رام راجا اور سنتا گھوڑپڑے پوری طاقت سے ایک دم اس پر ٹوٹ پڑے۔ سخت مقابلہ ہوا۔ خان دلیر (ذوالفقار خان) نے جس کے ساتھ دو ہزار سواروں سے زیادہ نہ تھے، نہایت استقلال کے ساتھ داد شجاعت دی۔ عزت کے لیے جانوں کو فدا کرنے والے بہادروں میں سے کوئی اتفاق سے بچا ہوگا جو زخمی نہ ہوا۔ آخرکار غنیم کا منہ پھیر دیا اور مظفر و منصور اپنی جائے قیام کو واپس ہوا۔

جب اسد خان، بادشاہزادہ (کام بخش) کے ساتھ، بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا تو رام راجا اور ذوالفقار خان کے درمیان پھر جنگ ہو گئی۔ ہر مرتبہ اس جری اور بہادر خان کی فتح ہوئی۔ چونکہ اس ضلع میں قحط (تھا) اور غلے کی کم یابی تھی اور غلہ میسر نہیں ہوتا تھا لہٰذا صلح کرکے شاہی علاقے کو واپس ہوا اور چار مہینے قیام کرنے کے بعد پھر قلعہ والوں کے محاصرے کے لیے روانہ ہوا اور ان کا اطمینان ختم کر دیا۔

انتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں اسے پنج ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کا منصب اور ’نصرت جنگ‘ کا خطاب ملا۔

۹ شعبان ۱۱۰۹ھ (۷ فروری ۱۶۹۸ع، مطابق ۱۱ ۴۱ یسویں سال جلوس عالمگیری کو چنجی کا مضبوط قلعہ کہ جو [۹۵] بلند پہاڑوں پر سات مضبوط قلعوں پر مشتمل ہے اور (چنجی کا قلعہ) اس ضلع کے تمام قلعوں سے بلند اور اسباب کی فراوانی میں ممتاز تھا، ذوالفقار خان کی بہادری و شجاعت سے جو جبر و قہر سے عبارت تھی، فتح ہوا اور اس کا نام نصرت گڑھ رکھا گیا۔

'قلعۂ چنجی مفتوح شد'

۱۱۰۹ھ

اس کی تاریخ ہے۔

راما اس فتح مند لشکر کو دیکھ کر خوف و ہراس سے ایسا مرعوب ہوا کہ عورتوں اور بچوں کو چھوڑ کر نہایت پریشانی کی حالت میں بھاگ کھڑا ہوا۔ جھوٹے بڑے سو قلعے کہ جن سے ملک کرناٹک مراد ہے، چند فرنگی بندرگاہوں کے ساتھ ممالک محروسہ میں شامل ہوئے۔ طاقتور زمینداروں نے اطاعت قبول کرکے مناسب نذرانے پیش کیے۔ نصرت جنگ کے منصب میں ایک ہزار سواروں کا اضافہ ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد وہ پانچ ہزار ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا۔

چھیالیسویں سال جلوس عالمگیری میں بہرہ مند خان کے انتقال کے بعد (ذوالفقار خان) میر بخشی مقرر ہوا۔ ہمیشہ شرانگیزوں کی تنبیہ کے لیے ملک میں گشت کرتا رہتا تھا۔ اور انچاسویں سال جلوس عالمگیری میں جب کہ قلعہ واکنکیرہ کہ جس کا نام رحمان بخش تھا، کے محاصرے میں بہت عرصہ لگا اور اس قلعے کے محافظ پریانائک نے زیادہ شرارت کی اور مرہٹوں کو مدد کے لیے بلایا اور انھوں نے لشکر کے قرب و جوار میں لوٹ مار شروع کر دی تو ذوالفقار خان بہت جلد بادشاہ کے حضور میں طلب کر لیا گیا۔ کہتے ہیں کہ جب قریب پہنچا تو بادشاہ نے اپنا خاص دستخطی خط بھیجا [۹۶] :

''کہ اے بیکسوں کے مددگار بہت جلد یہاں پہنچ!''

حقیقت یہ ہے کہ اس کی بہادرانہ سعی و کوشش سے فتح کی امید جلد ہو گئی اور اس مشکل کام (فتح قلعہ واگنکیرہ) سے لشکر کے آدمی جلد فارغ ہو گئے کہ جو روزانہ کی جنگ اور مقابلے سے سخت پریشان تھے۔ نصرت جنگ کی تعریف ہر بوڑھے اور جوان سے سنی گئی۔

بادشاہ کے حضور میں ارباب لوگوں میں سے ایک شخص نے کسی کینہ پرور کے اشارے سے بادشاہ سے عرض کیا کہ لشکر کے تمام سپاہی ''لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار'' کا ورد کر رہے تھے۔ چونکہ بادشاہ ناز برداری اور احسان مندی کو ناپسند کرتا تھا لہٰذا اس نے اس کو ذلیل کرنے کے لیے تورانی سرداروں کے مناصب میں اضافہ کیا اور اس کو صرف شمشیر و خلعت عنایت کیا۔ اور بعض قلعوں کی فتح اور دشمن کی تنبیہ کے لیے اسے روانہ کر دیا۔ آخر میں چھ ہزار ذات اور چھ ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا۔

عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد بادشاہزادہ محمد اعظم شاہ نے اس کو میر بخشی کے عہدے پر فائز کیا اور جنگ میں (ذوالفقار خاں) کو شاہزادہ بیدار بخت کا ہراول مقرر کیا جو اپنے والد کا مقدمۃالجیش تھا۔ لیکن اس جنگ میں ذوالفقار خاں نے کوشش نہ کی بلکہ زیادہ تر غرور اور کاہلی کا مظاہرہ کیا۔ چونکہ شاہزادہ (بیدار بخت) اکثر مشہور سرداروں کے ساتھ مارا گیا اور ذوالفقار خاں کے ہونٹ پر تیر کا معمولی سا زخم آیا اس (ذوالفقارخاں) نے دیکھا کہ کام بگڑ گیا ہے، وہ اپنی جماعت کو لے کر میدان جنگ سے نکل آیا اور اپنے باپ کے پاس گوالیار چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ اس موقع پر اس (ذوالفقار خاں) نے محمد اعظم شاہ سے یہ کہلا کر بھیجا کہ اس قسم کے واقعات پہلے بھی ہو چکے ہیں۔ سردار، وقت کی مناسبت کو ہاتھ سے [۹۷] نہیں جانے دیتے ہیں۔ خود ایک رخ پر رہ کر اس کا تدارک کرنا چاہیے۔

بہادر شاہزادے نے غصہ سے کہا : "تمھاری بہادری معلوم ہوگی ۔ جس موقع پر چاہتے ہو جان بچا جاتے ہو ، میں میدان کو نہیں چھوڑوں گا ۔"

مختصر یہ کہ بہادر شاہ (اول) نے جو نہایت بردبار اور مہربان تھا ، بے انتہا نوازشوں اور انعامات سے ذوالفقار خاں کو نوازا ۔ سات ہزار ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور 'صمصام الدولہ امیرالامرا بہادر نصرت جنگ' کا خطاب مرحمت کیا اور بخشی گری کے ساتھ دکن کی صوبے داری پر سرفراز کیا ۔

بیت

الله الله ایں چہ فضل است و کرم

مجرماں را ساخت لطفس محترم

چونکہ ذوالفقار خاں کو ہم رتبہ ہونے کی وجہ سے منعم خاں خانخاناں سے عداوت اور دشمنی تھی، وہ ہمیشہ اس کے ساتھ منافقانہ چال چلا کرتا تھا ۔ اگرچہ تجربہ کار خانخاناں بردبار تھا اور اس کی حرکتوں کو نظرانداز کرتا رہتا تھا اور قدیمی رعایتیں برابر جاری تھیں لیکن ناراض ہونے کی وجہ سے فتح کے ابتدائی قانون کی بنا پر صوبہ خاندیس اور پایاں گھاٹ برار کو دکن سے علاحدہ کر لیا کیونکہ ان علاقوں کا انتظامی تعلق ہندوستان سے تھا ۔

منعم خاں خانخاناں کی وفات کے بعد نصرت جنگ کو وزارت کا پیغام ملا ۔ اس نے یہ خواہش کی کہ سابق خدمات (مناصب) کے ساتھ ساتھ اس کو وزارت بھی ملے ۔ اپنے باپ کے نام سے درخواست دی ۔ بادشاہ نے انتہائی مروت و لحاظ کی وجہ سے جو اس (بادشاہ) کی فطرت میں تھی ، ایسی خدمات (مناصب) کو ایک جگہ جمع کرنا خلاف قاعدہ سمجھ کر اس ذوالفقار خاں کی وجہ سے وزارت پر کسی کو مقرر نہیں کیا ۔ [۹۸]

بہادرشاہ اول کے لاہور میں انتقال کے بعد شہزادہ عظیم الشان کی جانب سے اپنے متعلق (ذوالفقار خاں) کو حالات نا سازگار نظر

آئے ، لہذا وہ بادشاہ (بہادر شاہ اول) کے سب سے بڑے لڑکے جہاندار شاہ سے مل گیا جو پہلے سے اس پر بہت اعتماد کرتا تھا ۔ اور (جہاندار شاہ کے) دوسرے بھائیوں کو بھی اس کے ساتھ ملا لیا اور شہزادہ عظیم‌الشان سے ان کو لڑا کر فتح حاصل کر لی حالانکہ شہزادہ عظیم‌الشان کے پاس خزانے کی کثرت اور سپاہ کی افراط کے ساتھ دوسرے بھائیوں کے مقابلے میں رجوع خلق بھی زیادہ تھی ۔

کہتے ہیں کہ نصرت جنگ نے اپنی چرب زبانی اور چالباریوں سے شہزادہ رفیع‌الشان اور شہزادہ جہان شاہ کو ملک کی تقسیم پر رضامند کر کے جہاندار شاہ سے متفق اور یکدل کرا دیا اور ان تینوں سے اپنی وزارت کا اقرار کرا لیا ۔ کہا کرتا تھا کہ تین بادشاہوں کا جمع ہونا مشکل نہیں ہے لیکن تین بادشاہوں میں ایک وزیر کا ہونا عجب و غریب بات ہے ۔

جب عظیم‌الشان کی طرف سے اطمینان ہو گیا کہ جو ایک روایت کے مطابق مارا گیا یا اس کو ایسی ہوا اڑا لے گئی کہ نشان تک نہ ملا ، پھر جہان شاہ سے جو چھوٹا بھائی تھا اور ہمت و غیرت میں سب سے بڑھ کر تھا ، پیغام رسانی شروع کی ۔ کہتے ہیں کہ اس (جہان شاہ) کے بہی خواہوں نے ذوالفقار خاں کی گرفتاری کا مشورہ دیا ۔ خان مذکور (ذوالفقار خاں) سمجھ گیا اور اس نے شہزادے کے پاس جانا ملتوی کر دیا ۔ آخرکار سلطنت کی تقسیم نہیں ہوئی اور خوں ریزی کی نوبت آ گئی ۔ جہان شاہ نے بھی جنگ کے دوران تھوڑے سے آدمیوں کے ہمراہ اپنی درمیانی فوج سے معزالدین جہاندار شاہ کی فوج پر حملہ کر کے اسے متفرق کر دیا ، یہاں تک کہ لال کنور کہ جو جہاندار شاہ کی معشوقہ تھی اور جس کے بغیر وہ ایک پل بھی نہیں گزار سکتا تھا ، اس سے جدا ہو کر لاہور بھاگ گئی اور جہاندار شاہ نے اینٹوں کے پزاوے میں پناہ لی ۔ جہان شاہ کی فتح کے نقارے بج گئے [۹۹] ۔

چنانچہ اس عہد کے مطابق دور دراز کے شہروں میں سر
جہاں شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا نہ اچانک [illegible]
سپاہ شاہ کے لشکر نہ جس سے [illegible] تباہ ہوگیا ۔ ذوالفقار خان
کو جو ہراول کی حیثیت سے توپ اور بندوق کی جنگ میں مشغول
تھا اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے اس (جہاں شاہ) کی فوج کو
لوٹ لیا اور بھگا دیا اور اس (جہاں شاہ) کی لاش کو اس کے
بڑے لڑکے فرخندہ اختر کی لاش کے ساتھ کہ جو حسن و جمال میں
مطلع فریب چاند کی طرح تھا ، جہاندار شاہ کی خدمت میں لایا کہ
جو چند آدمیوں کے ساتھ پریشان حال زمانے کی نیرنگی کو دیکھ
رہا تھا ۔ وقت کے تقاضے کے مطابق :

ع نباید بدشمن کہ فرصت دہی

اس رات کے آخر حصے میں توپ خانے کا رخ پھیر کر
رفیع الشان کی طرف کر دیا کہ جو غدر و مکر سے بے خبر اسی
فوج کے ہمراہ کھڑا ہوا جنگ میں شریک تھا (ذوالفقار خان نے)
صبح ہوتے ہی اس پر حملہ کر دیا ۔ وہ تیموری غیرت سے کوشش
کرتا رہا ، آخر کار ہاتھی پر سے کود کر تلوار اور سپر لے کر
لڑنے لگا یہاں تک کہ مارا گیا [1] ۔

جب ہندوستان کی سلطنت خدا داد جہاندار شاہ کو ملی تو
ذوالفقار خاں کو منصب وزارت اور انتظام ملکی کی ذمہ داری
ملی ۔ لیکن کوکتاش خان خانجہاں جو ہمیشہ سے جہاندار شاہ
کے مزاج میں دخل انداز اور اس کی سرکار میں با اختیار تھا ، زیادہ
بااثر ہوگیا اور ایک دوسرے کے نفاق اور بغض کی وجہ سے سلطنت
کے کاموں میں خرابیاں پیدا ہو گئیں ۔ بادشاہ جو لال کنور کے عشق
میں مدہوش رہتا تھا ، کامیابی کے مزید کیف سے اور ہوش کھو بیٹھا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اروِن (لیٹر مغلس جلد دوم) صفحہ ۱۶۰ ،
۱۸۵ ۔ (ب)

گویا دیوانہ تھا کہ بھنگ کھانے لگا۔ مالیخولیا [۱۰۰] تو تھا ہی سرسام بھی ہوگیا - وہ ہر وقت شراب ، نشہ اور سیر و تماشہ میں ایسا مدہوش رہتا کہ اپی ہی خبر نہ ہوتی پھر دوسرے کا کیا ذکر ہے -

بیت

خوردن مے ہر بدیئے راست سر
وانکہ بدس می خورد آں خود سر

چونکہ لوگ بادشاہ کی عادتیں خود بھی اختیار کر لیےہیں ، ذوالفقار خاں بھی سبھا چند کھتری کے احتیار میں (سلطنت کے) کاموں کو چھوڑ کر عیس و عسرت میں مسغول ہو گیا جو (کھتری) شرارت اور بد دای میں یکتا تھا -

ع وریر چنیں شہر یار چناں

ربیع الآخر کے مہینے میں لاہور سے سفر کرکے دارالخلافہ شاہجہاں آباد پہنچے - 'بسکن ، بشکں' کی آوازیں آسماں تک پہنچنے لگیں یعی برے آثار نمایاں ہونے - تین چار مہینے نہیں گزرے تھے کہ چرخ کج رفتار نے فرخ سیر کی آمد آمد کی حارج آہنگ خبر سنائی - کوکل تاش خاں کے بھوئی ، خان دوراں خواجہ حسین کی اتالیقی اور سپہسالاری میں شاہزادہ اعزالدین مقابلے کےلیےمقرر ہوا- ذوالفقار خاں اس کی سرداری سے راضی نہ ہوا اور اس نے انکار کر دیا - اس لیے کہ جس نے کبھی جنگ کا میدان نہ دیکھا ہو ، اس کو جنگ کے انتظامات سے کیا مناسبت ہو سکی ہے :

سپہ را مکن پیش رو جز کسے
کہ در جنگ ہابودہ باشد بسے

لیکن کوکل تاش حاں کے اقتدار کے سامنے کچھ پیش نہ گئی - جب خان دوراں (حواجہ حسین) ذاتی بددلی اور بزدلی کی وجہ سے شاہزادے کے ہمراہ بھاگ کر آگرہ پہنچا ، جیسا کہ [۱۰۱] کوکل‌تاش کے حالات میں اس کا اشارہ کیا گیا ہے ، جہاندار شاہ

اسی ہزار سواروں کے ہمراہ کہ جس کا ہراول ذوالفقار خاں تھا ۔ ماہ ذی‌قعدہ میں سفر کرکے سموگڑھ پہنچا جو آگرہ کے قریب ہے ۔ فوج سیر نہایت بدنظمی کی حالت میں تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ کہ جن کا کل تخمینہ دس ہزار سوار ہوگا دریائے جمنا کے دوسرے کنارے پر اترا ۔

اس موقع پر دریا کو عبور کرنے کے معاملے میں کہ جو پایاب تھا ، ذوالفقار خاں اور توکل‌داس کے درمیان اختلاف ہوگیا ۔ ایک کہتا تھا کہ پل بنا کر عبور کرنا چاہیے ۔ دوسرا کہتا تھا کہ وہ (فوج سیر کے سپاہی) بھوک اور تکان کی وجہ سے مقابلہ نہیں کر سکتے خود بخود منتشر ہو جائیں گے کہ بکاری فرخ سیر کو پایاب گھاٹ مل گیا اور اس نے دریا پار کر لیا ۔

تیرھویں ذی‌الحجہ کو آخری روز جنگ ہوئی ۔ ذوالفقار خاں نے توپ خانہ ، کثیر فوج اور عمدہ سرداروں کے ساتھ لشکر کے بائیں حصے کو ترتیب دیا ۔ حسن علی خاں بارہہ اس کے سامنے گھوڑے بڑھاتا ہوا آیا ۔ بندوقیں اور توپیں اس کثرت سے چلیں کہ کسی کو کسی کی خبر نہ تھی ۔ مردوں میں زخمی پڑے تھے ۔ لیکن سید عبداللہ خاں ، راجی خاں[1] کو اپنے ساتھ بٹا کر فوج میں داخل ہو گیا اور جہاندار شاہ کو اس کی فوج کے ساتھ منتشر کرکے بھگا دیا ۔ اس کے باوجود ذوالفقار خاں نے فتح کا نقارہ بجوا دیا ۔ ایک پہر رات تک کھڑا بادشاہ کو تلاش کرتا رہا ۔ کہتا تھا [۱۰۲] کیا اچھا ہو کہ شہزادے کو لے آئیں کہ اس کی ہمت پر ان سب کو منتشر کر دوں ۔ جب کسی جگہ اس کا سراغ نہ ملا تو اپنے رفیقوں سے مشورہ کیا ۔ کچھ نے کہا کہ دکن کی جانب چلنا چاہیے کیونکہ داؤد خاں ، نائب نواب جیسا شخص وہاں موجود ہے ، خزانے اور فوج کی کمی نہیں ہے ۔ لیکن سبھا چند

---

۱ ۔ راجی خاں کی بجائے 'رضا قلی خاں' ہونا چاہیے (ب)

نے کہا کہ بوڑھے باپ (اسد خاں) پر رحم کرو ۔ کیوں اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے ہو ۔ ذوالفقار خاں نے دہلی کا راستہ اختیار کیا ۔[1]

کہتے ہیں کہ امام وردی خاں نے ، کہ جو اس کا بخشی تھا ، کہا کہ یہی زوال کی علامت ہے ۔ ایسے موقع پر منشی (سبھا چند) سے مشورہ لیتے ہیں ۔ ذوالفقار خاں ، معزالدین کے ایک پہر کے بعد پہنچا ، معزالدین ، آصف‌الدولہ کے ہاں پہنچ کر اپنے حالات درست کرنے کی تدبیر کرتا تھا ۔ (ذوالفقار خاں نے) ہرچند باپ سے دکن یا کابل کی سمت جانے کے لیے اصرار کیا مگر اسد خاں رضامند نہ ہوا ۔ معزالدین کو قید کرکے قلعے میں بھیج دیا جیسا کہ اسد خاں کے ذکر میں تحریر ہے ۔

جب فرخ سیر دہلی سے پانچ کوس کے فاصلے پر بارہ پلہ پہنچا تو ذوالفقار خاں باپ (اسد خاں) کے ہمراہ اس کے حضور میں حاضر ہوا اور طرح طرح کی نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔ فرخ سیر نے ملکی انتظامات کے بہانے سے ذوالفقار خاں کو اپنے حضور میں رکھا ۔ اور اسد خاں کو رخصت کر دیا ۔ اس کے بعد ذوالفقار خاں اس خیمے میں رکھا گیا جو اس کے لیے نصب کیا گیا تھا ۔ سخت باتیں اس سے کہی گئیں ، مثلاً اس تمام فساد کا بانی تو ہے ۔ بیچارے شہزادے کریم‌الدین کو تو نے مارا کہ جو بادشاہ کا بھائی ہوتا تھا ، اور باپ کے مارے جانے کے بعد ایک اہل حرفہ کے گھر [۱۰۲] چھپا ہوا تھا ۔ اسے تو نے قتل کیا ۔ ذوالفقار خاں نے دوسرا رنگ دیکھ کر فوراً شافی و کافی جواب عرض کیے کہ اسی دوران میں بادشاہ کے حکم کے مطابق چیلے پہنچ گئے ۔ اس کے

---

۱ ۔ یہ صحیح نہیں ہے ۔ پہلے وہ آگرہ گیا ، جب اسے وہاں جہاندار شاہ یا اس کا لڑکا نہ ملا تو وہ دہلی روانہ ہوا ۔ ملاحظہ ہو (ارون صفحہ ۲۳۵—۲۳۶) (ب)

گلے میں تسمہ باندھ دیا گیا اور ہر طرف سے لات گھونسے پڑنے لگے[1] ۔ اسی روز جہاندار شاہ کو بھی ختم کر دیا گیا ۔ دوسرے روز سترہ محرم ۱۱۲۵ھ[2] کو فرخ سیر دارالخلافہ (دہلی) میں داخل ہوا ۔ جہاندار شاہ کا سر نیزے پر بلند کیا گیا اور اس کی لاش کو ہاتھی پر ڈال کر اور ذوالفقار خاں کی لاش الٹی کر کے اس کی دم میں باندھ کر تشہیر کی گئی ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار !

صاحب نظرے کجاست تا در نگرد
کان صولت و جبروت بایں می ارزید

چونکہ باپ (اسد خاں) کا بچانا اس کے قتل کا سبب ہوا لہذا لوگوں نے اس واقعہ کی یہ تاریخ نکالی ہے :

ابراہیم ، اسماعیل را قربان نمود
۱۱۲۴ھ

ذوالفقار خاں تجربہ کار سردار اور اچھا مشورہ دینے والا مدبر تھا ۔ چنجی کی جنگ میں اس نے ہمت اور بخشش سے شہرت حاصل کی ۔ ناصر علی نے اس کی تعریف میں جو غزل کہی ہے اس کا مطلع یہ ہے :

اے شان حیدری ز جبین تو آشکارست
نام تو در نبرد کند کار ذوالفقار

ذوالفقار خاں نے کثیر رقم اور ایک ہاتھی (ناصرعلی کو) انعام میں دیا ۔ لیکن استقلال کے زمانے میں اس کا بےفیض ہونا ، اس کے کاموں میں بد نظمی ، وعدہ خلافیاں اور صرف زبانی دلاسے دینا [۱۰۴] عام طور سے لوگوں کی زبان پر تھے ۔ اپنا اور غیر ، ہر

---

۱ ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے اروِن جلد دوم صفحہ ۲۴۸-۲۵۳ ۔ (ب)

۲ ۔ متن میں ۱۱۲۴ھ تحریر ہے جو غلط ہے ۔ صحیح تاریخ ۱۷ محرم ۱۱۲۵ھ مطابق ۲ فروری ۱۷۱۳ع ہے ۔ (ب)

شخص اس کا شاکی اور اس سے نالاں تھا ۔ چونکہ دنیا کی شراب
مرد کی قاتل ہے آخرکار وہ کامیابی ایسی ختم ہوئی کہ اس نے
اپنی نفس پرستی کی بدولت تمام خاندان کا خاتمہ کرا دیا اور تمام
عظمت خاک میں مل گئی ، وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ :

در عفو لذتےست کہ در انتقام نیست

معمولی سی ناراضی پر معززین کو ذلیل و خوار کرتا ، بلکہ
سو گنا بدلہ لیتا ۔ نہ اس کو قیامت کا خوف اور سزا کا ڈر
تھا اور نہ وہ منتقم حقیقی سے ڈرتا تھا ۔ اس کے مستقل نائب
داؤد خاں نے دکن میں جو ظلم و ستم کیے اور اس کے صاحب‌اختیار
دیوان سبھا چند کے ہاتھوں مخلوق کو جو اذیتیں پہنچیں ،
وہ سب مل کر اس کی تباہی کا سبب بن گئیں ۔

اس (ذوالفقار خاں) کے کوئی اولاد نہ تھی ۔ اب اس کے
خاندان سے کوئی نہیں ہے ۔

بیت

دراندیش اے حکیم از کار ایام
کہ پاداش عمل یابی سرانجام
سلامت بایدت کس را میازار
ادب را در عوض تیز است بازار

قدرت کی معافی کو عاجزی کی توانائی کہا گیا ہے یعنی جس
وقت با اختیار ہو بخشش کر ، جب عاجز ہو جائے تو در گزر کر ۔

بیت

در دیر مکافات ز ہر پیش و پسے
عبرت نظراں تجربہ کردند بسے [۱۰۵]
گفتند بوقت عجز رلجت نہ رسد
در قدرت اگر نخواہی آزار کسے

۲۹

ذکریا[1] خان بہادر ہزبر جنگ

سیف الدولہ عبدالصمد خان کا لڑکا ہے کہ جس کے حالات اس کتاب میں تحریر ہیں جو اپنے باپ کی زندگی میں اس کی بجائے لاہور کی صوبے داری پر فائز ہوا ۔ اس کا انتظام اور حسن گستری مشہور ہے ۔ باپ کے مرنے کے بعد (لاہور کی صوبے داری کے ساتھ) ملتان کی صوبے داری بھی مل گئی اور لاہور کے نواح میں اس نے دو نمایاں فتوحات کیں ۔ ایک جنگ پناہ ہے جو قوم بھٹی سے ہوئی ۔ (بھٹی قوم) مفسد اور ظالم تھی ۔ حسن ابدال سے دریائے راوی کے کنارے تک اس قوم کا قبضہ تھا ۔ اس نے اپنے ملازم راجا کورامل کو ایک فوج کے ساتھ اس قوم پر تعینات کیا کہ وہ اس (قوم) کو گرفتار کرکے قتل کر دے ۔

دوسری لڑائی میر مار زمیندار کی ہے کہ جو دریائے ستلج اور لاہور کے درمیان لوٹ مار کیا کرتا تھا ۔ قزاق بیگ کو ایک فوج کے ہمراہ اس کی تادیب کے لیے بھیجا ، جس نے لڑائی کے بعد اس کو قید کرکے سولی پر چڑھا دیا ۔

اس نے جب نادر شاہ کی آمد سنی تو خود میں مقابلے کی قوت نہ دیکھ کر حاضر دولت ہوا اور اس کی طرف سے مطمئن ہوگیا ۔[2] نادر شاہ نے واپسی کے وقت کہا کہ کوئی چیز [۱۰۶] طلب کرو ۔ اس نے ان قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی جو لشکر میں تھے ۔ اس (زکریا خاں) کی استدعا کے مطابق ناظمان شہر مقرر

---

۱ ۔ ذکریا خاں کو زائے معجمہ سے 'زکریا' لکھنا چاہیے تھا ۔ مؤلف سے سہو ہوگیا، ورنہ اس کا حال 'زائے معجمہ' کے ذیل میں آنا چاہیے تھا (ق) ۔

۲ ۔ ملاحظہ ہو ارون جلد دوم صفحہ ۳۲۵ — ۳۳۲ (ب) ۔

ہوئے اور پھر شاہجہان آباد کے قیدی رہا کر دیے گئے ۔
۱۱۵۲ھ مطابق ۱۷۳۹ع میں نادر شاہ کی طلبی کے مطابق وہ ملک سندھ گیا ۔ ۱۱۵۸ھ مطابق ۱۷۴۵ع میں فوت ہوگیا ۔
اس کا بڑا لڑکا میر یحییٰ خاں تھا ، جس نے اپنی عمر کا آخری حصہ درویشی میں گزارا ۔
اس کا دوسرا لڑکا مرزا پہلوری حیات اللہ خاں تھا ، جس کو نادر شاہ نے 'شاہ نواز خاں' کا خطاب دیا تھا ۔ (حیات اللہ خاں) ملتان میں تھا اور اعتمادالدولہ قمرالدین خاں کے لڑکے میر منو معین‌الملک ناظم لاہور کی فوج سے جنگ کرکے مارا گیا ۔[۱]
اس کا تیسرا لڑکا خواجہ باقی خاں ہے ۔ وہ اس زمانے میں نظام‌الدولہ آصف جاہ کی سرکار میں آ کر 'اعزالدولہ ہزبر جنگ' کے خطاب سے سرفراز ہوا اور وہیں) زندگی گزار رہا ہے ۔ مجھ محرر اوراق صمصام الدولہ شاہنواز خاں) سے شناسائی ہے ۔

۲۷
ذوالفقار الدولہ

مرزا نجف خاں بہادر[۲] نام ہے ۔ صفدر جنگ کے بھائی مرزا محسن کی بیوی کا بھائی ہے ۔ کہتے ہیں کہ ماں کی طرف سے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو جادو ناتھ سرکار جلد دوم صفحہ ۱۹۳—۱۹۶ (ب) ۔

۲ ۔ مرزا نجف خاں ایرانی نسل سے تھا ۔ ۱۷۳۷ع میں اصفہان میں پیدا ہوا اور اپنی بہن کے ہمراہ ہندوستان آیا جو مرزا محسن کی بیوی تھی ۔ اول محمد قلی کا ملازم رہا جو الہ آباد کے شاہی قلعے کا داروغہ تھا ۔ پھر نجف خاں بنگال پہنچا اور نواب قاسم علی خاں سے تعلق پیدا کر لیا ۔ جنگ بکسر کے بعد نجف خاں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۵ پر)

اس کا نسب خاندان صفویہ پر منتہی ہوتا ہے ۔ جب شجاع الدولہ نے اس کے بھائی محمد قلی خاں کوکہ جو بادشاہ وقت شاہ عالم بہادر کے ہمراہ پٹنے گیا ہوا تھا ، طلب کرکے قتل کر دیا تو اس کو بھی شبہ ہوا ، لہٰذا وہ تنہا قاسم علی خاں صوبے دار بنگالہ کے پاس [۱۰۷] پہنچا ۔ خان مذکور (قاسم علی خاں) اخلاق سے پیش آیا ۔ خیمے کا سامان وغیرہ جو سرداروں کے لائق ہوتا ہے ،

(بقیہ حاشیہ ص ۱۰۴)

نے انگریزوں کی خدمات انجام دیں ۔ فروری ۱۷۶۵ع میں الہ آباد پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تو لارڈ کلایو نے مرزا نجف خاں کی دو لاکھ روپے سالانہ پنشن مقرر کی اور بادشاہ کی طرف سے کوڑا جہاں آباد کا فوج دار بنایا ۔ نجف خاں کو منیرالدولہ نے اس عہدے سے علاحدہ کر دیا ۔ جب ۱۷۷۱ع میں بادشاہ دہلی گیا تو انگریزوں نے نجف خاں کو بادشاہ کے ساتھ سپہ سالار کی حیثیت سے بھیجا ۔ یہ بڑے انحطاط کا زمانہ تھا ۔ امرا سازشوں اور عیش کوشیوں میں مصروف تھے ۔ مرزا نجف خاں نے اکثر لڑائیاں لڑیں ۔ جاٹوں کی سرکوبی کی ۔ نجف خاں روہیلوں کا مخالف رہا ۔ اس کے لیے وہ مرہٹوں سے بھی اتحاد کر لیتا تھا ۔ مرزا نجف خاں کے عہد میں شیعیت کو خوب فروغ ہوا ۔ حضرت مرزا جانجاناں اسی کے زمانے میں شہید اور شاہ عبدالعزیز دہلوی خارج البلد ہوئے ۔ ملاحظہ ہو :

۱ ۔ فال آف دی مغل امپائر جلد سوم (انگریزی) جادو ناتھ سرکار کلکتہ ۱۹۵۲ع صفحہ ۱۹۱-۲۳۰ ۔

۲ ۔ دی ہسٹری آف دی رین آف شاہ عالم از ڈبلو-فرینکلن (الہ آباد ۱۹۳۴ع) صفحہ ۵۰-۵۳ ، ۹۷ ، ۱۰۲ ۔

۳ ۔ عہد بنگش صفحہ ۲۳۲-۲۳۴ (ق) ۔

اسے عنایت کیا اور انگریزوں کے مقابلے کے لیے بھیجا ۔ جب کامیابی نہ ہوئی تو وہ لوٹ کر قاسم علی خاں کے پاس آیا ۔

جب خان مذکور (قاسم علی خاں) شجاع الدولہ کی قسم پر بھروسا کرکے بادشاہ (شاہ عالم) کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آمادہ ہوا تو مرزا نجف خاں نے بہت منع کیا کہ اس کی قسمیں قابل اعتبار نہیں ہیں ۔ لیکن جب وہ (قاسم علی خاں) نہیں مانا تو اس نے علاحدگی اختیار کر لی ۔

ذوالفقار الدولہ ہندوپت بندیلہ کے علاقے میں آ کر مقیم ہوا ۔ اس کے بعد شاہ عالم بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور صوبہ الہ آباد میں کڑہ مانک پور کی فوج داری پر تعینات ہوا اور رفتہ رفتہ میر بخشی کے عہدے پر پہنچا ۔ اس کے بعد اس نے لشکر کی فراہمی کے لیے کوشش کی اور ایک مدت دراز میں اس نے قوم جاٹ کو تباہ کرکے اس کو نکال دیا جو اکبر آباد کے شہر پر قبضہ کرکے وہاں سے نواح شاہجہاں آباد تک سرکشی و شرانگیزی کر رہی تھی اور مضبوط قلعوں اور مستحکم گڑھیوں کے بھروسے پر اس قوم کا ایک سردار بھی اطاعت قبول نہیں کرتا تھا ۔

اس کے بعد بادشاہ کی ہم راہی میں نجیب خاں روہیلہ کے لڑکے ضابطہ خاں کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا اور اس (ضابطہ خاں) کے بھاگ جانے کے بعد اس نے اس کے متعلقہ محالات پر قبضہ کر لیا۔

۱۱۹۲ھ میں جب بادشاہ نے نارنول کی جانب روانگی کا ارادہ کیا تو وہ بادشاہ کی طلبی کے موافق حاضر خدمت ہوا، اور راجا آنبیر کے معاملے کی صفائی کے بعد بادشاہ دارالخلافہ دہلی کو واپس ہوا تو (ذوالفقارالدولہ) راستے سے رخصت ہوگیا ۔

اس تحریر کے زمانے میں صوبہ اکبر آباد میں [۱۰۸] الور کے محاصرے پر کہ جو ایک سرکش کے قبضے میں ہے ، تعینات ہے۔

اگرچہ اس کے پاس زیادہ خزانہ نہیں ہے ، لیکن فوج عمدہ اور بہت زیادہ ہے ، اور جو کچھ اس کے ہاتھ آتا ہے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کرکے ان کی دلدہی کرتا ہے

۱۱۹۳ھ کے آخری زمانے میں جب بادشاہ زمانہ (شاہ عالم ثانی) عبدالدولہ سے ناراض ہوگیا تو اس کو مرزا نجف خاں کی معرفت گرفتار کرایا ۔ اس زمانے میں سلطنت کے انتظامات خان مذکور (ذوالفقار الدولہ) کے اختیار میں ہیں اور وہ شاہی سرکار میں مختار ہے[1] ۔

---

۱ ۔ آخر زمانے میں مرزا نجف خاں شراب نوشی اور عیش کوشی میں مصروف ہوگیا جس کے نتیجے میں مختلف امراض کا شکار ہوکر ۱۱۹۶ھ مطابق (اپریل ۱۷۸۲ع) میں فوت ہوا (ق)۔

ر

۲۸

روپسی

روپسی[1] راجا بھارامل کا بھتیجا ہے۔ چھٹے سال جلوس اکبری کے آخر میں وہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نوازش شاہانہ سے سرفراز ہوا - بیسویں سال جلوس اکبری میں جب مرزا سلیمان نے کمک سے ناامید ہو کر حج کا ارادہ کیا تو وہ مرزا کے ہمراہ راہ بر کی حیثیت سے مقرر ہوا[2]۔

اس کا لڑکا جے مل اپنے دوسرے رشتہ داروں سے پہلے اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور کچھ دنوں اس (جے مل) نے نواح اجمیر کے جاگیردار مرزا شرف الدین حسین کے ساتھ زندگی گزاری۔ مرزا نے اس کو میرٹھ کا تھانے دار مقرر کر دیا۔ جب مرزا شرف الدین حسین کا کام خراب ہوا تو وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور سترھویں سال جلوس اکبری میں وہ اس ہراول فوج میں مقرر ہوا[3] کہ جو خان کلاں کی سرداری میں گجرات کی جانب

---

۱ - وہ کچھواہہ راجپوت ہے۔ آئین اکبری (بلاک مین جلد اول ، طبع دوم صفحہ ۴۷۲) میں اس کا نام روپسی بیراگی دیا ہے (ب)۔

۲ - ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۶۳ (ب)۔

۳ - ملاحظہ ہو اکبر نامہ (جلد سوم ، صفحہ ۱۲ و انگریزی ترجمہ صفحہ ۱۷) ، انگریزی ترجمے میں اس صفحے پر حاشیے میں بیوریج نے اقبال نامہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ وزیر جمیل تھا، جے مل نہ تھا۔ (ب)۔

تعینات ہوئی تھی ۔ [۱۰۹] اور گجرات کی اس یلغار میں وہ تمام شاہی ملازمین کے ساتھ ہم رکاب تھا جو اٹھارویں سال جلوس اکبری میں ہوئی تھی ۔

اکیسویں سال جلوس اکبری میں ایک فوج کے ساتھ رانے سرجن کے لڑکے دودا کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا کہ جس نے اپنے وطن بوندی میں جا کر ظلم و جبر شروع کر دیا تھا ۔ اس کے بعد وہ 'اسپ یام' پر جس سے ڈاک چوکی مراد ہے ، بنگالہ کی جانب وہاں کے سرداروں کی تسکین اور کچھ معاملات کی اطلاع دہی پر مقرر ہوا ۔ چونکہ اس نے سفر میں عجلت کی اور موسم گرما شدید تھا ، چوسا کے گھاٹ پر پہنچ کر وہ فوت ہوگیا ۔

کہتے ہیں کہ جب اس کی زوجہ نے جو موٹا راجا کی لڑکی تھی ، اس سانحے کی خبر سنی تو جلنے (ستی) کی رسم ادا کرنے میں جو ہندوستان (کے ہندؤوں) کا طریقہ ہے ، کچھ سستی برتی ۔ اس کا لڑکا اودے سنگھ چاہتا تھا کہ جس طرح ہو اس کو جلا دے ۔ جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس وجہ سے کہ زیادہ (فرصت) موقع نہ تھا بادشاہ خود گھوڑے پر سوار ہو کر اس مقام پر پہنچا ، یہاں تک کہ محافظ دستے کے سپاہی نہ پہنچ سکے ۔ جب بادشاہ نزدیک پہنچا تو جگ ناتھ اور رائے سال اسے (اودے سنگھ کو) پکڑ کر لائے ۔ چونکہ اس کی پیشانی سے پریشانی ظاہر تھی ، اس لیے اس کو قید کر دیا ۔

اکبر نامہ کا مصنف (ابوالفضل علامی) تحریر کرتا ہے کہ جب اکبر بادشاہ یلغار کرکے احمد آباد کے نواح میں پہنچا تو جس روز کہ محمد حسین مرزا سے جنگ ہوئی ، اس دن جے مل کے جسم پر بہت وزنی بکتر تھا ۔ اکبر بادشاہ نے رحم فرما کر اپنے خاص سلح خانہ سے اس کو زرہ عنایت کی اور اس کا بکتر مالدیو کے پوتے کرن کو جو بے زرہ تھا ، مرحمت فرمایا ۔ اس (جے مل) کا باپ روپسی [۱۱۰] اس بات کو معلوم کرکے سبکی محسوس

کرنے لگا اور ایک آدمی کو اپنا بکتر (جو کرن کو دیا جا چکا تھا) لانے کے لیے بھیجا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم نے اس کا عوض (جے مل کو) دے دیا ہے۔ روہسی بہت شرمندہ ہوا اور جو ہتھیار اس کے جسم پر تھے، وہ اتار دیے۔ بادشاہ کو سختی کرنی چاہیے تھی، مگر وہ نرمی سے پیش آیا اور اس نے اپنے ہتھیار بھی جسم سے اتار دیے کہ جب ملازمین بغیر ہتھیاروں کے بہادری ظاہر کرنے پر آمادہ ہوں تو ایسی حالت میں میرا سلاح پوش ہونا مردمی نہیں ہے۔

جب رانا بھگونت سنگھ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس (روہسی) کو تنبیہ کرنے کی غرض سے بادشاہ سے معذرت کی اور یہ عذر کیا کہ یہ بھنگ پیتا ہے، اس کی خطا معاف فرمائی جائے۔ بادشاہ نے اس کی معذرت کو قبول فرما کر اس کی خطا معاف کر دی[1]۔

۲۹

راجا بہارامل

(راجا بہارامل) پرتھی راج کچھواہہ کا لڑکا ہے۔ اس قوم (کچھواہہ) میں دو گروہ رجاوت اور سیکہاوت[2] ہیں۔ یہ

۱۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود از سعید احمد مارہروی (کانپور ۱۹۱۰ع) صفحہ ۲۰۲-۲۰۳ (ق)

۲۔ بالعموم اس کا املا 'شیخاوت' لکھا جاتا ہے۔ اسی نسبت سے راجپوتانہ کی مشہور بستی 'شیخاونی' ہے اس سلسلے میں شیخ فرید بھکری لکھتے ہیں:

"این گروہ را شیخاوت ازیں رہگزر می‌گویند کہ در بزرگان این‌ہا توالد و تناسل نمی شد۔ درویشے شیخ ولی شعاری بسر وقت او رسید و دعا کرد؛ حق تعالیٰ او را پسر کرامت کرد، مسمّیٰ بہ شیخ گشت۔ اولاد او را شیخاوت می‌گویند۔"

ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ۱۰۳ (ق)

لوگ رجاوت ہیں ۔ شرق[1] مارواڑ کے صوبہ اجمیر کے مضاف میں آنبیر کے زمیندار ہیں اگرچہ (آنبیر کا) عرض و طول اجمیر جیسا نہیں ہے لیکن اس سے زیادہ زرخیز ہے ۔ اکبر بادشاہ کے حضور میں سب سے پہلا راجپوت یہی تھا جو حاضر ہوا ۔

ہمایوں بادشاہ کے انتقال کے بعد ہر طرف شرانگیزی شروع ہو گئی تھی ۔ شیر خاں کے غلام حاجی خاں نے سر اٹھایا تھا ۔ اور اس نے مجنوں خاں قاقشال کی جاگیر نارنول کا محاصرہ کر لیا تھا ۔ اس زمانے میں راجا بھارامل اس کا رعیت تھا ۔ وہ (بھارامل) انسانیت اور خوش اخلاقی کی وجہ سے درمیان میں پڑگیا اور صلح کے ذریعے قلعے پر قبضہ کر کے مجنوں خاں کو [۱۱۱] عزت کے ساتھ رخصت کیا ۔

جب ہیمو قتل ہو گیا تو اس کے بعد اکبری اقبال چاروں طرف شہرت پذیر ہوا ۔ مجنوں خاں قاقشال نے جو شاہی ملازمت کا شرف رکھتا تھا ، راجا کو طلبی کا فرمان بھیجا ۔ راجا نے حکم کی تعمیل کی اور اکبری جلوس کے پہلے سال میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ رخصت کے دن راجا کو اس کے لڑکوں اور رشتہ داروں کے ساتھوہ فاخرہ خلعت ، جو عنایت ہوئے تھے ، پہنا کر سامنے لائے بادشاہ ایک مست ہاتھی پر سوار تھا ۔ وہ مستی کے جوش میں جس طرف دوڑتا تھا لوگ ایک طرف کو ہو جاتے تھے ۔ ایک مرتبہ راجپوتوں کی جانب دوڑا ۔ یہ سب کھڑے رہے ۔ ان کا اس طرح کھڑا رہنا بادشاہ کو بہت پسند آیا ۔ راجا کی طرف متوجہ ہو کر بادشاہ نے فرمایا کہ میں تجھ کو نہال کردوں گا ۔

جب اکبر بادشاہ چھٹے سال جلوس اکبری میں روضۂ معینیہ (درگاہ خواجہ معین الدین اجمیری) کی زیارت کے شوق میں اجمیر گیا تو موضع کلالی میں چغتا خاں نے عرض کیا کہ راجا بھارامل

---

[1] ۔ متن میں 'غربی' لکھا جو صحیح نہیں ہے ۔ (ب)

جو دانش مندی اور شجاعت کے اعتبار سے زمانے میں ممتاز ہے اور دہلی میں حاضر دربار ہوا تھا ، وہم کی وجہ سے پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپ گیا ہے، کیونکہ اجمیر کے حاکم مرزا شرف‌الدین حسین نے راجا کے بڑے بھائی پورن مل کے لڑکے سوجا کی شرانگیزی کی وجہ سے اس پر فوج کشی کی اور اس پر ایک رقم بطور جرمانہ مقرر کر دی ہے ۔ راجا کے لڑکے جگناتھ سنگھ ، اسکرن کے لڑکے راج سنگھ اور جگپال کے لڑکے کنگار کو جو راجا بہارامل کے بھتیجے ہیں ، (مرزا نے) محصور کر لیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آنبیر پر کہ جو ان کا موروثی وطن ہے ، قابض ہو جائے ۔

قدر دانی اور جوہر شناسی کی وجہ سے [۱۱۲] راجا کی طلبی کا فرمان صادر ہوا ۔ دیوسہ کی منزل پر اس (بہارامل) کا بھائی روپسی اپنے لڑکے جے مل کے ساتھ کہ جو (روپسی) اس علاقے کا معزز ترین شخص تھا ، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور قصبہ سانگانیر میں راجا (بہارامل) اپنے اکثر رشتہ داروں کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور شاہی عنایات سے سرفراز ہوا۔ راجا نے صائب رائے اور دوراندیش ہونے کی وجہ سے چاہا کہ اپنے کو زمینداروں کے گروہ سے علیحدہ کرے اور شاہی دربار کے مخصوص لوگوں میں شامل ہو جائے ۔ اور اس نے خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنی لڑکی کو حرم سرا میں داخل کرے ؛ بادشاہ نے قبول فرما لیا ۔

راجا نے اس رشتے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی اجازت حاصل کی[۱] اور بادشاہ کی واپسی کے وقت سانبھر کے مقام پر اس نے اپنی باعصمت لڑکی کو شان و شوکت کے ساتھ شاہی محل میں داخل کر دیا اور خود رتن[۲] کی منزل پر اپنے لڑکے

---

۱ - شادی کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو آئین اکبری جلددوم صفحہ ۲۰۴ (ب)

۲ - اس سے مراد رنتھمبور ہے (ب)

بھگونت داس اور اس کے لڑکے کنور مان سنگھ کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا ۔[1]

اکبر بادشاہ نے ہندوستان کے تمام راجاؤں اور زمینداروں سے زیادہ اس کی عزت افزائی کی۔ اس کے لڑکوں ، پوتوں اور اس کی قوم کے لوگوں کو اعلی عہدے اور ذی عزت مراتب مرحمت فرمائے۔ ہندوستان کے اراکین اور سرداروں میں شامل کردیا ۔ راجا (بہار امل) پنج ہزاری منصب پر سرفراز ہوا اور اسے اپنے وطن جانے کی رخصت ملی ۔ راجا بھگونت سنگھ اور کنور مان سنگھ اپنے بہت سے رشتہ داروں کے ساتھ بادشاہ کے ہمرکاب آگرہ آئے اور رفتہ رفتہ بلند مراتب پر پہنچے[2] ۔

۳۰

رائے سرجن ھادا

قوم چوہان کی ایک شاخ ہادا ہے اور ہدوتی سے [۱۱۳] صوبۂ اجمیر کے مضاف میں سرکار رنتھمبور مراد ہے کہ جہاں ان لوگوں کی زمینداریاں ہیں وہ (رائے سرجن) شروع میں رانا کا ملازم تھا ۔ وہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں قلعۂ رنتھمبور پر قابض تھا اور وہیں حکومت کرتا تھا[3] ۔

جب اکبر بادشاہ چتور کی فتح کے بعد تیرھویں سال جلوس اکبری کے آخر میں قلعۂ مذکور (رنتھمبور) کی فتح کے لیے اس طرف روانہ ہوا تو خود بادشاہ نے پہاڑیوں پر پہنچ کر قلعے کے نشیب وفراز کو ملاحظہ کیا، اس کے چاروں طرف مورچال قائم کی گئی ۔

---

۱ ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بہار امل ۱۵۶۹ع میں فوت ہوا ۔ ۱۵۷۰ع میں متھرا میں اس کی بیوی کی یادگار میں ایک گنبد تعمیر ہوا جو اس کی موت کے بعد ستی ہوئی تھی ۔ (ب)

۲ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۴۷ - ۴۸ (ف)

۳ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۸۷ - ۸۸ ۔

ایک ماہ کے عرصے میں ساباط (اونچی چھتیں) تیار کرنے کے بعد قلعہ فتح ہو گیا ۔

کہتے ہیں کہ ماہ رمضان کی آخری تاریخ (اکبر) بادشاہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ قلعے کے لوگ آج یہاں نہ آ گئے تو کل عید کا دن ہے ، ہماری نشانہ بازی کا نشان قلعہ ہوگا ۔ سرجن مرعوب ہوگیا اور بادشاہ کے مصاحبین سے التجا کرکے اپنے لڑکوں دودا اور بھوج کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا ۔ دونوں کے بادشاہ کے حضور میں پہنچنے کے بعد ان کو خلعت ملنے کا حکم ہوا ۔ جب ان کو خلعت پہنانے کے لیے ، بادشاہی سراپردہ سے ، باہر لایا گیا تو ان کے ہمراہیوں میں سے ایک نے ، جو حبطی تھا ، یہ خیال کیا کہ شاید سرجن کے لڑکوں کی گرفتاری کا حکم صادر ہوا ہے ، ان کی بہی خواہی میں اپنی جگہ سے اٹھ کر (اس حبطی نے) تلوار نکال لی ۔ راجا بھگونت داس کے ایک ملازم نے اس کو بہت سمجھایا مگر اس بد دماغ نے اس پر تلوار چھوڑ دی اور شاہی محل کی طرف دوڑا اور کان شیخاوت نے لڑکے پورن مل کو دو اور آدمیوں کے ساتھ زخمی کر دیا [۱۱۴] اور شیخ بہاؤالدین مجذوب بدایونی کو تلوار کا وار کرکے دو ٹکڑے کر دیا ۔ اسی دوران میں مظفر خاں کا ایک نوکر وہاں پہنچ گیا اور اس نے اس بد دماغ کو ختم کر دیا ۔

اگرچہ اس واقعے سے سرجن کے لڑکے بہت شرمندہ ہوئے لیکن چونکہ وہ بے قصور تھے ، بادشاہ ناراض نہ ہوا اور خلعت کے بعد ان کے باپ (سرجن) کے پاس بھیج دیا ۔ رائے سرجن نے لڑکوں کے آنے کے بعد یہ درخواست کی کہ کسی سردار کو بھیج دیا جائے تاکہ اس کے ہمراہ پہنچوں اور آستان خلافت کی خاک کو سرمۂ بینائی بناؤں ۔ اکبر بادشاہ نے اس کام کے لیے حسین قلی خاں کو مقرر کیا ۔ خان مذکور (حسین قلی خاں) کے پہنچنے کے بعد رائے سرجن اس کے استقبال میں مشغول ہوا اور عزت و احترام کے تمام

لوازم بجا لایا اور اس کی ہمراہی میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر شرف ملازمت سے بہرہ اندوز ہوا اور اس پر بہت سی شاہی عنایات ہوئیں۔ اس کے بعد اس نے اپنا ضروری اسباب (قلعے سے) نکالنے کے لیے تین روز کی رخصت حاصل کی اور وہ قلعے کو واپس ہوا۔ قرارداد کے مطابق قلعہ شاہی آدمیوں کے سپرد کر دیا[1] اور اسے دربار شاہی سے گڑھ کی جاگیرداری ملی اور اکبری جلوس کے بیسویں سال میں گڑھ کی بجائے چاندہ اس کی جاگیر میں مقرر ہوا[2]۔

چونکہ اس کا بڑا لڑکا دودا بغیر اجازت اپنے وطن بوندی چلا گیا تھا اور وہاں (پہنچ کر) اس نے لوگوں کو ستانا شروع کر دیا، اگرچہ اس کی تنبیہ کے لیے پہلے ہی فوج مقرر کر دی گئی لیکن اکبری جلوس کے بائیسویں سال میں بادشاہ (اکبر) کا بوندی کو فتح کرنے کا خیال ہوا۔ رائے سرجن کے اتفاق رائے سے زین خان کوکلتاش اس مہم کے لیے مقرر ہوا۔ بوندی پر قبضہ ہوجانے کے بعد رائے سرجن شاہی دربار میں حاضر ہوا [۱۱۵] اور اس نے دو ہزاری منصب پایا[3]۔

دودا ناکامی کے بعد بھی ہمیشہ غلط راستے کو اختیار کیے رہا اور فتنہ و فساد برپا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ تیئیسویں سال جلوس اکبری میں شہباز خان کمبو کے مشورے سے اس کی خطائیں معاف کر دی گئیں اور وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا۔ بادشاہ اس کو پنجاب میں چھوڑ کر دارالخلافہ کی طرف روانہ ہوا۔ اسی زمانہ قریب میں وہ شبہات کا شکار ہو کر فرار ہو گیا اور تیئیسویں سال جلوس اکبری میں وہ مر گیا۔

---

۱ - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اکبرنامہ، جلد دوم، صفحہ ۳۳۵-۳۳۸ (ب)۔

۲ - اکبرنامہ، جلد سوم، صفحہ ۱۵۸۔

۳ - ملاحظہ ہو امرائے ہنود، صفحہ ۲۵۱-۲۵۲۔

۳۱
رائے لون کرن کچھواهه[1]

اس کی قوم شیخاوت ہے - پرگنہ سانبھر میں اس کی زمینداری تھی - بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شاہی عنایات سے سرفراز ہوا - اکیسویں سال جلوس اکبری میں کنور مان سنگھ کی ہمراہی میں رانا کی تنبیہ کے لیے مقرر اور اسی سال راجا بربر کے ساتھ ڈونگرپور کے زمیندار کی لڑکی کو لانے کے لیے جو اس کو شاہی محل میں داخل کرنا چاہتا تھا ، مامور ہوا ، اور بائیسویں سال جلوس اکبری میں وہ اس (بیربر) کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا -

چوبیسویں سال جلوس اکبری میں راجا ٹوڈرمل کے ہمراہ پورب کے علاقے کے مفسدین کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا - اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں بیرام خاں کے لڑکے مرزا خاں کے ساتھ گجرات کی طرف روانہ ہوا - اس کا لڑکا رائے منوہر داس ہے کہ جس کی تربیت پر بادشاہ نے خاص طور سے نظر رکھی -

بائیسویں سال جلوس اکبری میں جب اکبر بادشاہ نے آنبیر میں نزول اجلال فرمایا تو بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ اس علاقے میں ایک پرانا شہر ہے جس میں حوادث زمانہ کی وجہ سے ٹیلوں کے سوا کچھ باقی نہیں رہا - بادشاہ نے [۱۱۶] اس کی تعمیر کا ارادہ کیا - اپنے ہاتھ سے اس کی بنیاد رکھی اور کچھ سردار اس کی تکمیل کے لیے مقرر ہوئے - تھوڑے عرصے میں اس کی تعمیر ہو گئی - چونکہ وہاں کی زمینداری لون کرن سے متعلق تھی اس لیے اس کے لڑکے سے منسوب کرکے (اس شہر کا نام) مول منوہر نگر

---

۱ - لون کرن کچھواہہ کے حالات کے لیے دیکھیے امرائے ہنود صفحہ ۳۱۳-۳۱۴ (ق)

رکھ دیا گیا [1]۔

جب مظفر حسین مرزا نے نظر بند بدل کر راہ فرار اختیار کی اور سرداروں میں سے کوئی بھی اس کے تعاقب میں جانے کی ہمت نہیں کرتا تھا تو بادشاہ نے پینتالیسویں سال جلوس اکبری میں اس (منوہر داس) کو رائے درگا کے ہمراہ اس (مظفر حسین مرزا) کے تعاقب کے لیے مقرر کیا ۔ اگرچہ خواجہ ویسی نے مرزائے مذکور (مظفر حسین) کو گرفتار کر لیا لیکن سلطان پور کے نزدیک وہ سب بھی مل گئے ۔ اکبر بادشاہ کے انتقال کے بعد وہ جہانگیر کی عنایات سے سرفراز ہوا اور جہانگیری جلوس کے پہلے سال میں سلطان پرویز کے ہمراہ رانا امر سنگھ کی گوشمالی پر روانہ ہوا ۔ دوسرے سال جلوس جہانگیری میں ایک ہزاری ذات اور پانسو اور ساٹھ سوار کے منصب پر مقرر ہوا [2] ۔ عرصہ دراز تک صوبہ دکن میں تعینات رہا ۔ گیارھویں سال جلوس جہانگیری میں (منوہر داس) فوت ہوگیا ۔ اس کا لڑکا پانسو ذات اور تین سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ رائے مذکور (منوہر داس) شعر کہتا تھا ۔ اس کا تخلص توسنی تھا یہ اس کا شعر ہے [3] ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ (جلد سوم ، صفحہ ۲۲۱) منوہر نگر اب منوہر پور کہلاتا ہے جو جے پور سے ۲۸ میل شمال مشرق کی طرف واقع ہے (ملاحظہ ہو امپیریل گزیٹیر ، جلد ۱۷ ، صفحہ ۲۰۰) (ب)

۲ ۔ تزک جہانگیری (انگریزی ترجمہ راجرس و بیوریج ، جلد اول صفحہ ۱۱۲) میں اس کا منصب ایک ہزاری ذات اور چھ سو سوار تحریر ہے (ب) ۔

۳ ۔ منوہر داس کے مزید حالات کے لیے دیکھیے امرائے ہنود صفحہ ۳۳۲-۳۳۴ (ق) ۔

بیت

یگانہ بودن و یکتا شدن زچشم آموز
کہ ہر دو چشم جدا جدا نمی نگرند

اس کے دو بھائیوں ایسر داس اور سانولداس کی اولاد موجود ہے [۱۱۸] -

۳۲

راجا بیربر

اس کا نام سہیش داس ہے - وہ باد فروش ہے جس کو ہندی میں بھاٹ کہتے ہیں - یہ گروہ مالدار لوگوں کی تعریف و ستائش کیا کرتا ہے - سہیش داس اگرچہ مفلسی اور ناداری کی وجہ سے پریشان زندگی بسر کرتا تھا لیکن بہت عقل مند اور ذی شعور تھا اور ذکاوت و فہم میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا - جب قائد اقبال (تقدیر) کی رہنمائی سے اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو اپنی سخن سنجی اور لطیفہ گوئی سے بادشاہ کے ندیموں اور خاص لوگوں میں شامل ہوگیا اور آہستہ آہستہ تمام شاہی مقربین اور مخصوصین سے سبقت لے گیا - جب بادشاہ کسی مصاحب دانشور سے گفتگو کرتا تو اس کا روئے سخن اکثر بیربر کی طرف ہوتا تھا - چونکہ بیربر ہندی شعر اچھا کہتا تھا اس لیے پہلے کب رائے کا خطاب دیا گیا جو تقریباً ملک‌الشعرا کے ہم معنی ہے -

اٹھارھویں سال جلوس اکبری میں جب (اکبر) بادشاہ نگرکوٹ کے راجا جے چند سے ناراض ہوا اور اس کو قید کر دیا تو اس کے لڑکے بدھ چند نے کہ جو کم سن تھا ، خود کو باپ کا قائم مقام سمجھ کر سرکشی پر کمر باندھی - بادشاہ نے اس ولایت (نگرکوٹ) کو کب رائے (بیربر) کے لیے عنایت کر دیا کہ جس کی اسی نواح میں جاگیر تھی - اور حسین قلی خان خان جہاں ، ناظم پنجاب کے نام فرمان جاری ہوا کہ اس صوبے

کے سرداروں کو لے کر اس ولایت کی طرف توجہ کرو اور نگرکوٹ ، بدھ چند کے قبضے سے نکال کر لب راسٹہ کے سپرد کر دیا جائے [۱۱۸] - بادشاہ نے اس کو راجا بیربر کا خطاب دے کر کہ جس کے معنی شجاع ہیں ، اس مہم پر رخصت فرمایا۔

جب راجا (بیربر) لاہور پہنچا تو حسین قلی خاں نے تمام جاگیر داروں کو ہم راہ لے کر نگرکوٹ پر چڑھائی کر دی اور اس کا محاصرہ کر لیا ۔ اتفاق سے جب ان لوگوں کی زندگیاں سخت ہو گئیں تو ابراہیم حسن مرزا نے فتنہ انگیزی شروع کر دی۔ اس حادثے کا تدارک کرنا وقت کی سب سے بڑی ضرورت تھی ۔ قلعے کے فتح کرنے میں مزید تاخیر اور دیر ہو گئی ۔ مجبوراً راجا (بیربر) کے مشورے سے راجا بدھ چند پانچ من سونا لینا اور بادشاہ کے خطبے اور سکے کا اس کے ملک میں مروج ہونا اور قلعہ کانگڑہ کے دروازے کے سامنے مسجد کا تعمیر کرانا طے کر کے وہاں سے واپس آ گیا ۔

تیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۳ھ میں زین خاں کوکہ ، یوسف زئی قبیلے کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ، جو بجور اور سوات کے کوہستانی علاقے میں آباد ہے ۔ زین خاں کوکہ بجور کو تباہ کرنے کے بعد کوہستان سوات میں داخل ہوا اور ان کو سزا دی ۔ (سوات) بجور کے مشرق میں چالیس کوس لمبا اور پانچ سے پندرہ کوس چوڑا علاقہ ہے کہ اس قبیلے (یوسف زئی) کے چالیس ہزار باشندے وہاں رہتے ہیں ۔ چونکہ (شاہی) فوج پہاڑی علاقے کے سفر میں تھک گئی تھی اس لیے تازہ دم کمک کے لیے سرکار شاہی میں درخواست پہنچی ۔ شیخ ابوالفضل نے اظہار کارگزاری اور عقیدت مندی کی غرض سے بادشاہ سے یہ عرض کیا کہ یہ خدمت میرے سپرد کر دی جائے ۔ بادشاہ نے راجا بیربر اور ابوالفضل کے لیے قرعہ اندازی کی ۔ اتفاق سے راجا کے نام کا قرعہ نکلا ۔ اس کی تعیناتی کے بعد اکبر بادشاہ نے احتیاط کی بنا پر [۱۱۹]

حکیم ابوالفتح کو بھی ایک فوج کے ساتھ پیچھے سے روانہ کر دیا ۔

جب دونوں سردار (راجا بیربر اور حکیم ابوالفتح) کوہستان میں داخل ہوکر زین خاں کوکہ کے پاس پہنچ گئے تو باوجودیکہ میاں کوکلتاش (زین خاں) اور راجا (بیربر) کے درمیان کشیدگی تھی مگر کوکہ نے جشن منعقد کرکے پہنچنے والوں کو شرکت کی دعوت دی ۔ راجا نے برملا غصے اور دشمنی کا اظہار کیا ۔ کوکہ نے تحمل سے کام لیا اور راجا کے پاس گیا ۔ جب مشورے کا وقت آیا تو چونکہ راجا کا دل پہلے ہی سے حکیم ابوالفتح سے صاف نہ تھا لہذا رکیک اور سخت گفتگو ہوئی ، یہاں تک کہ گالیوں کی نوبت پہنچ گئی ۔

مختصر یہ کہ دونوں کے درمیان مخالفت ہوگئی اور ہر ایک نے حسد کی وجہ سے دوسرے کی رائے میں خرابیاں نکالیں ۔ یہاں تک کہ غرور اور نااتفاق کی وجہ سے بلندی کے درے کو بے ترتیبی سے عبور کیا گیا ۔ افغانوں نے ہر سمت سے تیر اور پتھر برسانے شروع کیے ۔ پریشان ہوکر ہاتھی ، گھوڑے اور آدمی ایک دوسرے پر گرنے لگے ۔ زندگیاں ختم ہونے لگیں ۔ دوسرے روز بے موقع سفر کیا گیا ۔ راستے کی تاریکی کی وجہ سے دروں میں پھنس گئے اور بہت سی جانیں ضائع ہوگئیں ۔ راجا بیربر بھی اس قیامت خیز ہنگامے میں ختم ہوگیا ۔

کہتے ہیں کہ جب کراکر پہنچے تو ایک شخص نے راجا سے کہا کہ آج رات کو افغان شب خون مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ اگر اس تین چار کوس سے کچھ کم چوڑے درے سے کہ جو سامنے ہے ، گزر جائیں تو شب خون کا اندیشہ ختم ہو جائے ۔ راجا (بیربر) نے زین خاں کوکہ کو اطلاع دیے بغیر آخر وقت میں کوچ کر دیا ۔ اس کے پیچھے تمام لشکر چل دیا اور جو کچھ ہونا تھا ہوا ۔ زبردست [۱۲۰] شکست ہوئی اور شاہی فوج کو

سخت نقصان پہنچا ۔ تقریباً آٹھ ہزار آدمی ، چند سردار اور کچھ بادشاہ کے روشناس آدمی ان دو روز میں مارے گئے ۔ راجا (بیربر) نے اگرچہ اس معرکے میں بہت ہاتھ پاؤں مارے کہ باہر نکل جائے مگر وہ بھی مارا گیا ۔

جب کوئی شخص شکر کے موقع پر احسان فراموشی اور حق ناشناسی کی وجہ سے شکوہ و شکایت کرتا ہے تو بعد اس کے اعمال کا نتیجہ اس کو مل جاتا ہے ۔ کہتے ہیں کہ راجا (بیربر) اس کوہستان کی مہم میں مسلسل پریشان رہا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب زمانہ ناموافق ہے کیونکہ حکیم ابوالفتح اور کوکہ (زین خاں) کی مدد سے جنگل اور پہاڑ طے کرنے پڑ رہے ہیں ۔ دیکھیے انجام کار تک کیا کیا ہوتا ہے ۔ اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ آقا کے کام کو پورا کرنا اور مالک کے حکم کی تعمیل کرنا ہی سرمایۂ فلاح اور بھلائی کی پونجی ہے ۔ اگرچہ ناگواری اور گریز کرنے کا بھی سبب ضرور ہوتا ہے ۔ اور اس موقع پر ظاہر ہے کہ زین خاں (بادشاہ کے ساتھ دودھ شریک ہونے کا رتبہ رکھتا تھا اور وہ اعلیٰ منصب دار اور سردار تھا ۔ راجا (بیربر) صرف دو ہزاری منصب دار تھا مگر مصاحبت اور خصوصیت کے غرور کی وجہ سے کہ جو وہ (بیربر) بادشاہ سے رکھتا تھا ، یہ ضروری تھا کہ وہ آپے سے باہر ہو جائے ۔

کہتے ہیں کہ اکبر بادشاہ نے اس (بیربر) کے مرنے کی خبر سن کر دو روز تک کچھ کھایا پیا نہیں اور اس فرمان سے کہ جو خانخاناں مرزا عبدالرحیم کو اس (بیربر) کے غم میں لکھا گیا تھا اور جو منشآت علامی شیخ ابوالفضل میں موجود ہے ، ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے بادشاہ (اکبر) کے دل میں بہت جگہ کر لی تھی [۱۲۱] اور خاص تعلق رکھتا تھا ۔ تعریف کے بعد اس کی عقیدت

کے اظہار اور القاب میں یہ عبارت تحریر ہے[۱]:

افسوس ہزار افسوس کہ بادۂ ایں خم خانہ درد آلود است و نبات ایں شکرستان بلاہل اندود ۔ عالم سرایے ست تشنہ فریب و منزلے ست ہر فراز و نشیب ۔ مستی ایں برم را درپے خمارے ست و عاقبت ایں سودا را در سر بخارے ست ۔ بعضے موانع نگزاشت کہ خود رفتہ نعش او را بچشم صورت می دیدیم و آں عطوفت و مہربانیہا کہ ما را با او بود ظاہر می فرمودیم ۔

(ترجمہ) افسوس ہزار افسوس کہ اس خم خانے (دنیا) کی شراب میں تلچھٹ ملی ہوئی ہے اور اس شکرستان (دنیا) کی مصری میں زہر ملا ہوا ہے ۔ 'دنیا' پیاسے کو فریب دینے والا سراب ہے اور یہ ایک ایسی منزل ہے کہ جو نسیب و فراز سے پر ہے اور اس محفل کی مستی کے بعد خمار (نشہ کا اتار) ہے اوز اس منک کی صحت کے بعد (موت) کا بخار ہے ۔ بعض ایسی پابندیں تھیں کہ جنھوں نے نہ چھوڑا کہ خود جا کر اس (بیربر) کی نعش کو ظاہر کی آنکھ سے ہم دیکھتے اور ان عنایات اور مہربانیوں کو کہ جو اس پر تھیں ان کو ظاہر کرتے ۔

بیت

کدام دل کہ ازیں واقعہ جگر خون نیست
کدام دیدہ از خونناہۂ جگر گون نیست

الغرض راجا بیربر جود و سخاوت میں یکتائے زمانہ اور بخشش و انعام میں شہرہ آفاق ہے ۔ وہ فن موسیقی میں پوری طرح ماہر تھا ۔ اس کے کبت اور دوہرے مشہور ہیں ۔ اس کے لطیفے

---

۱ ۔ خط کی عبارت میں برائے نام اختلاف ہے ۔ ملاحظہ ہو 'مکاتبات علامی ابوالفضل' مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ، ۱۲۸۰ھ صفحہ ۴۴ (ق) ۔

اور نکتے ہر خاص و عام کی زبان پر ہیں ۔ برنہ اس کا تخلص تھا[1] ۔
اس (بیربر کے بڑے لڑکے[2] کا نام لالہ تھا جو ایک مناسب منصب پر سرفراز تھا ، لیکن بدخو اور خود کام ہونے کی وجہ سے اس کا خرچ آمدنی سے زیادہ رہتا تھا ۔ خواہشات بڑھی ہوئی تھیں ۔ جب آمدنی میں ترقی نہ ہوئی تو (دربار سے علیحدہ ہو کر) آزادانہ زندگی گزارنے کا خیال پیدا ہوا اور چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں دربار شاہی سے اس کو (آزاد زندگی گزارنے کی) اجازت مل گئی [۱۲۲] [3]۔

۴۳
راجا ٹوڈرمل

لاہوری[4] کھتری ، سمجھ دار منشی اور بہادر مدبر تھا ۔

---

۱ ۔ اختلاف نسخ میں 'برہنہ' ہے ۔ مولوی محمد حسین آزاد نے دربار اکبری (لاہور ۱۹۴۷ع صفحہ ۳۶۵) میں برہمہ دیا ہے (ق) ۔

۲ ۔ اس کا ایک لڑکا ہربہر رائے تھا ، جس کا ذکر اڑتالیسویں سال جلوس اکبری کے ضمن میں (آئین اکبری جلد سوم صفحہ ۸۲۰ ، انگریزی ترجمہ) آیا ہے ۔ وہ شہزادہ دانیال کے پاس سے دکن سے ایک خط لایا تھا (ب) ۔

۳ ۔ بیربر کا تفصیلی حال مولوی محمد حسین آزاد نے دربار اکبری (صفحہ ۳۶۴-۳۸۵) میں دیا ہے ۔ نیز ملاحظہ ہو امرائے ہنود (صفحہ ۸۶-۹۵) و ذخیرۃ الخوانین (جلد اول ، صفحہ ۱۸۳-۱۸۵) ۔

۴ ۔ کہا جاتا ہے کہ ٹوڈرمل ، لاہرپور (ضلع سیتاپور ، یوپی) کا رہنے والا تھا ۔ اس کے باپ لاہور سے ترک سکونت کرکے لاہرپور پہنچے ۔ (ملاحظہ ہو پروسیڈنگ آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ۱۸۷۱ع) نیز دیکھیے آئین اکبری جلد اول صفحہ ۳۷۶ - ۳۷۹ ، انگریزی ترجمہ ، طبع دوم (ب) ۔

اکبر بادشاہ کی تربیت کی برکت سے اس نے بہت ترقی کی ۔ چار ہزاری منصب اور امارت و سرداری پر فائز ہوا ۔

اٹھارھویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ کے گجرات پہنچنے پر فتنہ‌گروں کی فتنہ انگیزیاں ختم ہوگئیں تو راجا (ٹوڈرمل) کو اس ملک کی جمع بندی کی تشخیص کے لیے وہاں چھوڑ دیا کہ عدل و انصاف سے جو کچھ وہ مقرر کرے اس کے مطابق تنخواہ کا تقرر عمل میں آنا چاہیے ۔

انیسویں سال جلوس اکبری میں پٹنہ کی فتح کے بعد اسے علم و نقارہ عنایت ہوا اور خانخاناں منعم خاں کی کمک کے لیے وہ بنگالہ میں تعینات ہوا ۔ اگرچہ سرداری اور کام کی ذمہ داری خانخاناں منعم خاں سے متعلق تھی ، لیکن فوج کشی ، سپاہی کی دلدہی ، بہادرانہ حملے اور سرکشوں اور مخالفوں کی تنبیہ میں راجا (ٹوڈرمل) نے اچھی کارگزاریاں دکھائیں ۔

داؤد خاں کرانی کی لڑائی میں جب شاہی (فوج) کا ہراول خان عالم مارا گیا اور خانخاناں زخمی ہوکر واپس چلا آیا تو راجا (ٹوڈرمل) نے مستقل مزاجی سے ایسی کوشش کی کہ وہ شکست فتح سے بدل گئی ۔ خاص میدان جنگ میں ایک شخص نے ، جب کہ دشمن فتح کے انداز میں غرور دکھا رہا تھا، خانخاناں اور خان‌عالم کے متعلق بری خبریں سنائیں تو راجا (ٹوڈرمل) نے بگڑ کر کہا کہ اگر خان عالم مر گیا تو کیا غم ہے اور خانخاناں کا انتقال ہوگیا تو خوف کی کیا بات ہے ، اقبال شاہی ہمارے ساتھ ہے[1]۔ راجا اس ولایت کا انتظام کرنے کے بعد [۱۲۳] سرکار میں حاضر ہوا اور سابق دستور کے مطابق مالی و ملکی معاملات میں حصہ لینے لگا ۔

جب خانجہاں بنگالہ کی صوبے‌داری پر مامور ہوا تو راجا

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۱۸-۱۲۶ (ب) ۔

اس کے ہمراہ تعینات کیا گیا ۔ اس مرتبہ اس کی مدد سے گیا ہوا ملک پھر ہاتھ آ گیا ۔ داؤد گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا ۔ اکیسویں سال جلوس اکبری میں راجا (ٹوڈرمل) اس ملک (بنگالہ) کا جلیل القدر مال غنیمت کہ جس میں تین چار سو مشہور ہاتھی تھے، سرکار شاہی میں لایا[1] ۔

چونکہ صوبۂ گجرات کا انتظام اچھا نہ تھا، وزیر خاں کی بے پروائی سے اس صوبے میں بدامنی تھی۔ اس لیے راجا ٹوڈرمل اس ولایت کے انتظام کے لیے متعین ہوا ۔ راجا نے اپنی معاملہ فہمی، تجربہ کاری، شجاعت اور مردانگی کی بنا پر سلطان پور اور ندربار سے لے کر بڑودہ اور چاپانیر تک مناسب انتظام کیا ۔ احمد آباد آ کر اس نے وزیر خاں کے ساتھ انصاف کی شمع روشن کر دی ۔ یکبرگی مہر علی کولابی کے بھڑکانے سے مظفر حسین مرزا نے بغاوت کر دی ۔ وزیر خاں چاہتا تھا کہ قلعہ بند ہو جائے، راجا ٹوڈرمل نے اس کو ہمت دلائی اور مقابلے کے لیے تیار کیا ۔ بائیسویں سال جلوس اکبری میں دھوادہ[2] کے نواح میں میدان جنگ آراستہ ہوا ۔ وزیر خاں سپاہیوں کے فرار ہونے کی وجہ سے مصیبت میں پڑ گیا ۔ قریب تھا کہ اس کا کام تمام ہو جائے، راجا جو فوج میسرہ کا سردار تھا، اپنے سامنے کی فوج کو بھگا کر (وزیر خاں) کی مدد کے لیے پہنچ گیا ۔ اچانک مغرور دشمن کا انتظام [۱۲۳] درہم برہم ہوگیا ۔ (مظفر حسین) مرزا جونا گڑھ کی طرف چلا گیا ۔ اس سال راجا نے بادشاہ کی قدم بوسی حاصل کی اور بدستور سابق وزارت کے عہدے پر سرفراز ہوا ۔

جب اسی سال بادشاہ اجمیر سے پنجاب کو روانہ ہوا تو ایک

---

۱ ۔ اکبر نامہ (جلد سوم صفحہ ۱۹۶) میں ہے کہ ہاتھیوں کی تعداد ۳۰۰ تھی (ب) ۔

۲ ۔ بیوریج نے 'ڈھولقہ' لکھا ہے

روز سفر کی روا روی میں راجا (ٹوڈرمل) کے بت گر گئے اور راجا جب تک ان کی پوجا ایک خاص طریقے سے نہ کر لیا کرتا تھا ، اس وقت تک کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا ۔ اس (راجا ٹوڈرمل) نے کھانا پینا چھوڑ دیا ۔ بادشاہ (اکبر) نے نصائح کے ذریعے اس تقلید سے اس کو کسی قدر آزاد کرایا ۔ وہ وزارت کا کام انجام دیتا تھا ، لیکن وہ اس کام کو باحسن وجوہ انجام نہ دے سکا ، کیونکہ وہ اس عظیم کام (وزارت) کی خطرناکی اور دس زبانوں والے دو رخے آدمیوں سے مغلوب اور خوف زدہ تھا ۔

ستائیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۸۲ع کے شروع میں اسے 'اشراف دیوان' مقرر کر دیا گیا اور حقیقت میں وہ وکیل تھا ۔ تمام معاملات اس کے سپرد ہوگئے ۔ راجا نے تمام ملکی و مالی معاملات کی از سر نو بنیاد رکھی اور چند ضابطے بنائے جو بادشاہ کی منظوری سے جاری ہوئے ۔ ان ضابطوں کی تفصیل اکبر نامہ میں موجود ہے[1] ۔

انتیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ اس (ٹوڈرمل) کے گھر تشریف لے گئے ۔ اس نے شکرگزاری کے طور پر ایک جشن منعقد کیا ۔ اور انتیسویں سال جلوس اکبری میں ایک کمینے کھتری نے اس دشمنی کی وجہ سے جو اس کو اس (راجا) سے تھی ، رات کے وقت جب کہ راجا سواری میں تھا ، اس پر تلوار کا وار کیا ۔ اس (راجا) کے ہمراہیوں نے اس (حملہ آور) کو ختم کر دیا ۔

جب راجا بیربر سوات کے کوہستان میں مارا گیا تو وہاں (راجا ٹوڈرمل) کنور مان سنگھ کے ساتھ قبیلہ یوسف زئی کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا اور جب [۱۲۵] چونتیسویں سال جلوس اکبری میں (اکبر) بادشاہ کشمیر گیا تو راجا (ٹوڈرمل) محمد قلی خاں برلاس اور راجا بھگونت داس کچھواہہ کے ہمراہ لاہور کی حفاظت پر مقرر ہوا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم، صفحہ ۳۸۱-۳۸۳ (ب)

اس سال جب بادشاہ کشمیر سے کابل روانہ ہوا تو اس نے (بادشاہ کے حضور میں) درخواست گزرانی کہ مجھ پر ضعیفی اور بیماری نے غلبہ کر لیا ہے۔ اب موت کا وقت آ پہنچا ہے، اگر اجازت ہو تو میں کلیتاً (علائق دنیوی سے) سبک دوش ہو جاؤں اور یہ آخری سانسیں دریائے گنگا کے کنارے خدا کی یاد میں گزاروں درخواست منظور کر لی گئی۔ وہ لاہور سے پردوار روانہ ہوگیا۔ فوراً دوسرا فرمان پہنچا کہ خدا کی کوئی عبادت کمزوروں کی نگرانی اور دیکھ بھال کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہی بہتر ہے کہ لوگوں کے کام میں مشغول رہو۔ مجبوراً واپس ہوا۔ ۹۹۸ھ مطابق ۱۵۸۹ع کے آغاز میں گیارھویں دن مطابق چونتیسویں سال جلوس اکبری، وہ فوت ہوا۔ (۲۱ نومبر ۱۵۸۹ع)۔

علامی ابوالفضل اس راجا کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ راستی، درستی، خدمت‌گزاری، لالچ اور طمع سے دوری سے (متصف)، مہمات کو انجام تک پہنچانے والا، مردانگی اور ہمت میں بےمثل شخص تھا۔ معاملہ شناسی، کارگزاری اور سربراہی کے اعتبار سے ہندوستان میں یگانۂ روزگار تھا۔ لیکن کینہ پرور اور انتقام لینے والا بھی تھا۔ معمولی سی ناگواری بھی اس کی طبیعت میں پروان چڑھتی رہتی تھی۔ اس عادت کو دوراندیش، دانش مند بدترین خصلت سمجھتے ہیں۔ خاص طور سے ریاست کے معاملے میں ایک عالم کی ذمہ داریاں [۱۲۶] اس کے سپرد ہوتی ہیں اور جب کہ وہ بادشاہ عالم کا وکیل ہو (اس وقت تو یہ بات اور بھی بری ہوگی)۔ اگر اس کی فطرت میں مذہبی تعصب نہ ہوتا تو یہ بری خصلت بھی نہ ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ تعصب پرستاری، تقلید دوستی اور کینہ پروری کی عادت نہ رکھتا اور اپنی بات کی پچ نہ کیا کرتا تو معنوی بزرگوں میں اس کا شمار ہوتا۔ عام اہل زمانہ پر نظر کرتے ہوئے یہ بات ظاہر ہے کہ وہ سیر چشمی، بےطمعی،

خدمت گزاری ، کوشش اور کار شناسی میں بے مثل و بے نظیر تھا کیونکہ ان چیزوں کی ہمیشہ کمی رہی ہے - (اس کی موت سے) بے غرض خدمات کو سخت نقصان پہنچا - ساری دنیا میں خوش معاملگی اس انداز سے ختم ہو گئی - میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ اس جیسا دیانت ور مل جائے مگر وہ عنقا کا ہم آشیاں ہوگا اور وہ اعتماد جو آج دنیا میں کم یاب ہے کس جادو کے ذریعے ملے گا اور وہ کس طلسم کے ذریعے حاصل ہوگا -

عالم گیر بادشاہ کہتا تھا کہ میں نے شاہجہاں بادشاہ کی زبان سے سنا ہے کہ ایک روز اکبر بادشاہ نے کہا کہ ٹوڈرمل مالی اور ملکی معاملات میں ذہین و با شعور ہے لیکن اس کی بے پروائی و خود پسندی اچھی نہیں معلوم ہوتی -

ابوالفضل اس کے متعلق اچھے خیالات نہیں رکھتا تھا - اس نے ایک مرتبہ (بادشاہ سے) کچھ شکایت کی - (اکبر بادشاہ نے) فرمایا کہ جس کو نواز دیا اب اس کو اس کے مرتبے سے نہیں گرایا جا سکتا -

راجا ٹوڈرمل کے جاری کردہ قواعد و ضوابط ملک کی آبادی اور سپہ سالاری کے معاملات میں ہندوستان میں مروج و مشتہر ہوئے اور اکثر بادشاہی دفاتر کی بنیاد (ان ہی قوانین پر) رکھی گئی - ہندوستان کی مملکت میں سابقہ حکام اور گزشتہ بادشاہوں کے زمانے میں کاشتکار سے (پیداوار کا) چھٹا حصہ لیا جاتا تھا - راجا نے زمین کو پولج ، پروتی ، چچر اور بنجر (اقسام میں) تقسیم کیا[1] اور مزروعہ اور غیر مزروعہ زمین کی پیمائش کرائی [۱۲۷] اور اس کا نام رقبہ رکھا اور اس (رقبے) کی تقسیم بیگہ اور بسوہ میں کی گئی - غلہ، سبزی اور ہر جنس کی پیداوار پر فی بیگہ نقد محصول مقرر

---

۱ - زمین کی ان اقسام کے لیے دیکھیے آئین اکبری (انگریزی ترجمہ جلد دوم صفحہ ۶۳) (ب)

گیا اور کچھ حالتوں میں جنس کی وصول پائی طے کی ، جس کو بٹائی کہتے ہیں ۔

چونکہ سابق میں سپاہ کی خوراک میں پیسے دیے جاتے تھے ، ٹوڈرمل نے روپیہ میں چالیس دام مقرر کیے ۔ پہلے روپیہ کے چالیس فلوس (پیسے) رائج تھے ۔ ہر جگہ کی آمدنی کے لحاظ سے وہاں جمع بندی کی اور لوگوں کی تنخواہ مقرر کر دی کہ جس کا نام جاگیر ہوا ، اور محال کو کہ جس کی آمدنی شاہی خزانے میں جمع ہوا کرتی تھی خالصے کے نام سے موسوم کیا اور تقریباً ایک کروڑ دام پر ایک سمجھ دار آدمی کو مقرر کردیا اور اس کا عہدہ کروڑی کے نام سے موسوم ہوا کہ بارہ مہینے میں (آمدنی) سو لاکھ دام پر بقدر دو ہزار پانسو روپے ہوئی ۔ آبادی اور ویرانی، فصل کی کمی اور زیادتی کو بھی نظر میں رکھا گیا اور جمع بندی کے علاوہ سو روپے پر پانچ روپے وصول کیے جاتے تھے ۔ پرانے زمانے میں پیسے کے سوا کوئی اور سکہ مسکوک نہ تھا ۔ سرداروں ، ایلچیوں اور شاعروں کے انعام میں دینے کے لیے پیسے کے ہم وزن چاندی کا سکہ بنوایا جاتا تھا کہ جس میں تانبا بھی ملا ہوتا تھا اور اس کو چاندی کا تنکہ کہتے تھے ۔

راجا نے خالص گیارہ ماشے سونے کی اشرفی اور ساڑھے گیارہ ماشے چاندی کے روپے کے سکے ڈھلوائے۔ اس قسم کی اس کی ایجادات اس سے کہیں زیادہ ہیں جو تحریر کی جائیں ۔ حقیقت میں اکبر بادشاہ کا مزاج کہ جو حکم رانی اور بادشاہت کا بانی تھا ہر معاملے میں بہت حریص [۱۲۸] تھا ۔ وہ ہر فن اور صنعت میں بہت دل چسپی رکھتا تھا ۔ اس کے ہر رونق دور حکومت میں کہ جس میں ہفت اقلیم کے عقل مند اور دانش مند جمع تھے ، ہر ایک صاحب طبع اور اہل فن اپنے ذہن اور عقل کے مطابق اپنے متعلقہ امور میں عجیب ایجادات اور مفید اختراعات کیا کرتا تھا اور بادشاہ ان کی قدر کرتا تھا ۔ یہاں تک کہ اہل حرفت اور ارباب

صنعت بھی اپنے پیشے اور صنعت میں (نمایاں) کارنامے انجام دیتے تھے۔

بیت

بدانش چو شہ باشد آموزگار
کنند اہل دانش ہمہ روزگار

راجا کے چند لڑکے تھے۔ سب سے بڑے کا نام دھارو تھا۔ اکبر کے زمانے میں ہفت صدی منصب پر سرفراز تھا۔ خانخاناں کی ہمراہی میں ٹھٹہ کی لڑائی میں اس نے بہت بہادری دکھائی[1] اور مارا گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ گھوڑوں کی نعل بندی سونے اور چاندی کے نعلوں سے کیا کرتا تھا[2]۔

۳۴

راجا بھگونت داس

راجا بہار امل کچھواہہ کا لڑکا ہے۔ ۹۸۰ھ مطابق ۱۵۷۲ء میں گجرات کی فتح کے بعد جنگ سرنال میں کہ جس میں اکبر بادشاہ نے سو سواروں کے ہمراہ ابراہیم حسین مرزا پر چڑھائی کی تھی۔ راجا بھگونت داس نے بہت شجاعت اور بہادری دکھائی اور اس کو علم و نقارہ مرحمت ہوا اور گجرات پر جو

۱۔ سینتیسویں سال جلوس اکبری میں عبدالرحیم خانخاناں نے مرزا جانی بیگ پر حملہ کیا تھا۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ (جلد سوم صفحہ ۶۰۸ - ۶۱۰) (ب) نیز ملاحظہ ہو ذخیرۃالخوانین جلد اول از شیخ فرید بھکری (مرتبہ ڈاکٹر معین‌الحق، کراچی ۱۹۶۱) صفحہ ۲۱۲ (ق)

۲۔ ٹوڈرمل کے حالات کے لیے دیکھیے ذخیرۃالخوانین جلد اول صفحہ ۲۱۲، دربار اکبری صفحہ ۶۳۸ - ۶۵۶ امرائے ہنود صفحہ ۱۲۲ - ۱۳۸ (ق)

نو روزہ یلغار کی گئی تھی اس میں بھی اس نے اچھی خدمات انجام دیں اور ایدر کے راستے سے رانا کے ملک پر ایک فوج کے ساتھ متعین ہوا کہ اس ضلع کے سرکشوں کو راہ کرے اور جو سرکشی کرے اسے سزا دے [۱۲۹] راجا نے بدھ نگر اور ایدر کے تمام زمینداروں کو مطیع کرکے رانا کیکا سے ملاقات کی اور اس کے لائق فرزند امر سنگھ کو اسے ہمراہ لایا اور بادشاہ کی قدم بوسی سے سرفراز کرایا۔

تیئیسویں سال جلوس اکبری میں جب کہ کچھواہہ راجپوتوں کی حاکم صوبہ پنجاب میں مقرر ہوئی تو اس ولایت کی سپہ سالاری راجا کے سپرد ہوئی اور انتیسویں سال جلوس اکبری میں راجا کی عفت مآب لڑکی شاہزادہ سلطان سلیم سے منسوب ہوئی۔

'قرانے شدہ ماہ و ناہید را'

۹۹۳ھ

تاریخ ہے۔

اکبر بادشاہ نے راجا کے مکان پر قدم رنجہ فرما کر اس کی عزت افزائی کی۔ اس نے شاہانہ جشن منعقد کرکے دلہن کا جہیز مع پیشکش، بادشاہ کے نذر کیا جس کی تفصیل بیان کرنا مبالغے پر مبنی ہوگا۔ کہتے ہیں کہ عراقی، عربی، ترکی، کچھی گھوڑے، ایک سو ہاتھی اور بہت سے حبشی، جرمنی اور ہندی غلام اور کنیزیں تھیں۔ دو کروڑ روپے کا مہر مقرر ہوا[۱]۔ بادشاہ اور شہزادہ دونوں دلہن کی ڈولی اٹھا کر باہر لائے اور تمام راستے میں نفیس ریشمی کپڑے بچھا دیے گئے تھے۔ ۹۹۵ھ مطابق ۶ اگست ۱۵۸۷ع میں اس کے بطن سے خسرو پیدا ہوا، اور تیسویں سال جلوس اکبری میں (راجا بھگونت داس) پنج ہزاری منصب پر سرفراز ہوا، اور اسی سال کنور مان سنگھ قوم یوسف زئی کی مہم

۱۔ بدایونی نے لکھا ہے کہ یہ رقم تنکہ دام میں تھی (ب)

پر تعینات ہوا اور راجا (بھگونت داس) زابلستان (افغانستان) کی حکومت پر مقرر ہوا - اس نے کچھ نامناسب خواہشات کا اظہار کیا - بادشاہ نے اسے روک لیا - راجا نے پشیمان ہوکر معذرت کی [۱۳۰] جو بادشاہ نے قبول فرمائی - لیکن جب دریائے سندھ کو عبور کرکے خیر آباد میں پہنچا تو یک بارگی اس پر سوداویت کا غلبہ ہوا (وہ پاگل ہوگیا)، اس کو اٹک واپس لے آئے - اس طبیب کا خنجر لے کر جو اس کی نبض دیکھ رہا تھا، اپنے اوپر مار لیا - شاہی اطبا اس کے علاج کے لیے مقرر ہوئے - وہ کافی عرصے میں صحت یاب ہوا -

بتیسویں سال جلوس اکبری میں راجا اور اس کے قبیلے کی جاگیر صوبہ بہار میں مقرر ہوئی ؛ کنور مان سنگھ اس علاقے کی نگرانی پر تعینات ہوا - ۹۹۸ھ مطابق ۱۵۸۹ع کے ابتدا میں راجا (بھگونت داس) لاہور میں فوت ہوا[1] -

---

۱ - بیوریج نے لکھا ہے کہ دونوں (بھگونت داس اور ٹوڈرمل) ۹۹۷ھ کے آخر میں فوت ہوئے کیونکہ ۹۹۸ھ کے شروع میں اکبر کو کابل میں ان کے انتقال کی خبر ملی - (ماثرالامراء انگریزی ترجمہ جلد اول صفحہ ۵۰۰) مگر ملا عبدالقادر بدایونی نے ان کے انتقال کا سال ۹۹۸ھ لکھا ہے اور دو تاریخیں کہی ہیں جن کو مولوی محمد حسین آزاد نے اپنی کتاب دربار اکبری (صفحہ ۶۳۸) میں نقل کیا ہے - وہ تاریخیں یہ ہیں (ق)

۱ - ع بگفتا ''ٹوڈر و بھگوان مردند''
۹۹۸ھ

۲ - ٹوڈر آنکہ ظلمش بگرفتہ بود عالم
چو رفت سوئے دوزخ خلقے شدند خرم
تاریخ رفتنش را از پیر عقل جستم
خوش گفت پیر دانا 'وے رفت درجہنم'
۹۹۸ھ

کہتے ہیں کہ جس وقت راجا ٹوڈرمل کی نعش کو آگ میں جلایا گیا تھا تو وہ ہمراہ تھا، جب وہ گھر آیا تو اس نے قے کی اور اس کا پیشاب بند ہو گیا - پانچ روز کے بعد وہ مر گیا - اس کے اعمال خیر میں سے لاہور کی جامع مسجد ہے[1] کہ جس میں اکثر لوگ نماز جمعہ ادا کرتے ہیں[2]۔

۳۵

راجا مدھکر ساہ بندیلہ

اس کی قوم کھروار ہے[3]۔ پرانے زمانے میں یہ (کھروار قوم کے لوگ) نہ شان و شوکت رکھتے تھے اور نہ مال و دولت، بلکہ لوٹ مار اور رہزنی پر زندگی بسر کرتے تھے - جب راجا پرتاب کا زمانہ آیا کہ جس نے اوندچھ آباد کیا ہے تو ان کو طاقت و عزت حاصل ہوئی اور انھوں نے دوبارہ شیر شاہ اور سلیم شاہ سے سرکشی کی - اس کے بعد اس کا لڑکا راجا بھارتھ چند زمیندار ہوا - چونکہ لاولد تھا اس لیے اس کے مرنے کے بعد اس کے چھوٹے بھائی مدھکر ساہ کو ریاست ملی - وہ تدبیر، [۱۳۱] حیلہ سازی، بہادری اور جرأت میں بہت مشہور ہوا اور اس معاملے میں اپنے بزرگوں سے بڑھ گیا - کچھ عرصے کے بعد اطراف و جوانب میں اس نے دست درازی کرکے بہت سے آباد مقامات پر قبضہ کر لیا اور ان مقامات کو اپنے علاقے میں شامل کر لیا -

اسباب کی کثرت، آدمیوں کی زیادتی اور ملک و فوج کے اضافے کی وجہ سے وہ مغرور ہو گیا اور اس نے اکبر بادشاہ سے بغاوت

---

۱ - ملاحظہ ہو ذخیرۃالخوانین جلد اول ، صفحہ ۱۰۳ (ق)

۲ - بھگونت داس کے حالات کے لیے دیکھیے امرائے ہنود صفحہ ۷۸ تا ۸۶ (ق)

۳ - ملاحظہ ہو امپیریل گزیٹیر جلد نہم، صفحہ ۶۹-۷۲ - (ب)

کردی ۔ اکبر بادشاہ کی فوجیں بار بار اس کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئیں۔ کبھی وہ اطاعت قبول کر لیتا اور کبھی سرکشی پر آمادہ ہو جاتا ۔

بائیسویں سال جلوس اکبری میں صادق خاں ہروی ، راجا اسکرن اور موٹا راجا کے ہمراہ اس باغی کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔ سردار (صادق خاں ہروی) نے اس ملک میں پہنچنے سے پہلے اس کو پند و نصیحت کی ۔ وہ مغرور ہوش میں نہ آیا ، مجبوراً انھیں جنگل کاٹنے کا انتظام کرنا پڑا ۔ چونکہ اس کے گرد و نواح میں پیڑ اور درخت کثرت سے تھے اس لیے فوج کا اس مقام سے عبور کرنا بہت مشکل تھا ۔ ایک دن وہاں کا جنگل صاف کرتے اور درخت کاٹتے اور دوسرے روز آگے بڑھتے، یہاں تک کہ دریائے سوا[1] پر پہنچ گئے جو سب دھارا کے نام سے مشہور ہے اور اوندچھ کے شمال میں واقع ہے ۔

راجا مدھکر نے ایک بڑی فوج کے ساتھ اس (دریا) کے کنارے پر صف آرائی کی ۔ سخت ترین جنگ ہوئی ۔ قریب تھا کہ شاہی لشکر کو شکست ہو جائے کہ وہ بد بخت (مدھکر ساہ) اپنے لڑکے رام ساہ کے ساتھ ہمت ہار کر بھاگ کھڑا ہوا اور اس کا دوسرا لڑکا ہودل راؤ[2] گج نال (بڑی توپ) سے ٹکرا کر ختم ہو گیا [۱۳۲] ۔

صادق خاں نے بہادری دکھانے کے بعد ان حدود میں قیام کر لیا ۔ جب اس (مدھکر ساہ) کا اطمینان ختم ہو گیا تو وہ مجبوراً عاجزی پر اتر آیا اور اپنے بھتیجے کو حضور میں بھیج کر پناہ طلب کی ۔ پھر اپنی خطاؤں کی معافی کی خوش خبری سن کر تیئیسویں سال جلوس اکبری میں صادق خاں کے ہمراہ بادشاہ کے

---

۱ ۔ یہ دریائے بیتوا ہے (ب) ۔

۲ ۔ اس کا نام ہودل راؤ ہے ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۲۶ (ب) ۔

حضور میں حاضر ہوا اور گوناگوں شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔
مالوہ کا سپہ سالار شہاب الدین احمد خاں ، مرزا عزیز کوکہ کے ہمراہ دکن کی مہم پر تعینات ہوا ۔ راجا (مدھکر ساہ) بھی اس لشکر کے ہمراہ مقرر ہوا ۔ اس نے ہمراہ جانے سے انکار کر دیا ۔ شہاب الدین احمد خاں نے دوسرے جاگیرداروں کی مدد سے پہلے اس کی تنبیہ کا ارادہ کیا ۔ جب اونڈچھ چار کوس رہ گیا تو وہ بد عقل (مدھکر ساہ) خوشامد پر اتر آیا اور راجا اسکرن کو درمیان میں ڈال کر معافی کا طلب گار ہوا ۔ جب اس نے آراستہ فوج کو آتا دیکھا تو پھر اس کے خیال میں بدگمانی آئی اور وہ فرار ہو گیا ۔ اس کا گھر تباہ کر دیا گیا ۔ اس کے لڑکے اندرجیت نے قلعہ کھجوہ میں استقلال دکھایا اور وہ جنگ کے لیے آمادہ ہوگیا ۔ چونکہ مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اس لیے معمولی سے حملے کے بعد فرار ہو گیا ۔

چھتیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۹ھ مطابق ۹۱-۱۵۹۰ع میں شاہزادہ سلطان مراد کو مالوہ کی حکومت سپرد ہوئی ۔ اس ملک کے تمام سردار شہزادے سے ملاقات کرنے آئے ۔ راجا مدھکر نے سستی اختیار کی اور اس امر (شاہزادے کی خدمت میں حاضر ہونے) سے باز رہا ۔ لہٰذا شہزادے نے اس پر فوج کشی کر دی ۔ راجا کنارہ کش ہوگیا [۱۳۲] ۔ اکبر بادشاہ نے شاہزادے کو اس کے ملک سے واپس بلا لیا ۔ اس کے بعد وہ صادق خاں کے مشورے سے شاہزادے کے حضور میں حاضر ہوا ۔ سینتیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۰ھ مطابق ۹۲-۱۵۹۱ع میں وہ فوت ہوگیا ۔ اس کا لڑکا رام ساہ[۱] صادق خاں کے ہمراہ کشمیر کے راستے میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر نوازش شاہانہ سے سرفراز ہوا ۔ اس کے

---

۱ ۔ یہ رام چند کے نام سے مشہور ہے ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم ، صفحہ ۵۸۵ (ب) ۔

دوسرے لڑکوں میں سے برسنگھ دیو بندیلہ ہے کہ جس کا حال علیحدہ تحریر کیا گیا ہے[1] ۔

۳۶
راجا رام چند بگھیلہ

ملک بھتہ[2] کا زمیندار اور ہندوستان کے راجاؤں میں ممتاز تھا ۔ بابر بادشاہ نے اپنے واقعات (تزک بابری) میں[3] تین راجاؤں کو معتبر لکھا ہے ، ان میں تیسرا یہی رام چند ہے ۔ تانسین کلاونت پہلے اسی کے دربار میں تھا جو فن موسیقی کا استاد تھا ۔ کہتے ہیں کہ خوش آوازی اور نازک خیالی میں کوئی اس کے مثل نہیں گزرا ۔ راجا اس کی بہت قدر کرتا تھا ، اسے اس سے بہت محبت تھی ۔

جب اس کے کمالات کی اطلاع اکبر بادشاہ کو ہوئی تو (بادشاہ نے) ساتویں سال جلوس اکبری میں جلال خاں قورچی کو اس (رام چند) کے پاس بھیج کر تانسین کو طلب کیا ۔ راجا نے

---

۱ ۔ مدھکر ساہ کے لیے ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۳۳۲—۳۳۳ (ق) ۔

۲ ۔ بیوریج کے حاشیہ اکبر نامہ (انگریزی ترجمہ ، جلد دوم صفحہ ۲۸۰) کی بنا پر بلاک مین نے آئین اکبری (جلد اول انگریزی ترجمہ ، طبع دوم ، صفحہ ۶۸۵) میں لکھا ہے کہ ملک بھتہ ، وسط ہند کی ریاست پنا کو کہتے ہیں ، لیکن یہ علاقہ آج کل بندیل کھنڈ کی ریاست ریوا میں شامل ہے اور کہا جاتا ہے کہ راجا رام چند نے ۱۵۵۵ع تا ۱۵۹۲ع حکومت کی ۔ بحوالہ ریوا سٹیٹ گزیٹیر از سی ۔ اے ۔ لارڈ ، لکھنؤ ۱۹۰۷ع صفحہ ، ۱ (ب) ۔

۳ ۔ راجا رام چند ، بابر کا ہم عصر نہیں بلکہ اکبر کا ہم عصر ہے (ب) ۔

انکار کرنا اپنی طاقت سے باہر سمجھا اور مشارالیہ (تانسین) کو فاخرہ ساز و سامان، تحائف اور ہدایا دے کر روانہ کر دیا۔ جب تانسین بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو پہلے ہی روز بادشاہ نے دو کروڑ دام انعام میں مرحمت فرمائے جو رائج الوقت سکے کے مطابق دو لاکھ روپے ہوتے تھے۔ تقاریب کے موقعوں پر اس کے لیے فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ اس کی تصانیف (راگ) [۱۳۴] جو اکثر اکبر بادشاہ کے نام سے منسوب ہیں، آج بھی لوگوں میں مشہور ہیں۔

آٹھویں سال جلوس اکبری میں جب آصف خاں عبدالمجید گڑھ کی فتح کے لیے مقرر ہوا تو چونکہ غازی خاں تنور، راجا رام چند کی پناہ میں تھا، لہذا آصف خاں عبدالمجید نے پہلے راجا کو پیغام بھیجا کہ وہ اس (غازی خاں) کو بادشاہ کے حضور میں بھیج دے، ورنہ عنقریب اس نامعقول حرکت کی اس کو سزا دی جائے گی۔ راجا لڑائی کے لیے تیار ہو گیا اور غازی خاں کے ساتھ مل کر راجپوتوں اور افغانوں کا ایک لشکر آراستہ کیا، اور جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ سخت لڑائی کے بعد غازی خاں مارا گیا اور راجا شکست کھا کر قلعہ باندھو[1] میں جا چھپا جو اس ملک کا سب سے زیادہ مستحکم قلعہ تھا۔ آصف خاں محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ اسی اثنا میں معتبر راجاؤں کی سفارش سے جو شاہی دربار میں حاضر رہتے تھے، یہ طے پایا کہ راجا شاہی دربار میں حاضر ہو کر جانبازوں میں داخل ہو اور اس ولایت سے دست بردار ہو جائے۔

چودھویں سال جلوس اکبری میں جب امرا کالنجر کے قلعے کے محاصرے پر متوجہ ہوئے کہ جس کو راجا رام چند نے

۱۔ یہ مقام باندھو گڑھ ہے جو ریاست ریوا کی تحصیل رام نگر میں واقع ہے۔ (ریوا سٹیٹ گزیٹیر صفحہ ۹۰) (ب)

افغانوں کے ہنگامے کے زمانے میں پہاڑ خاں کے متبنٰی بجلی خاں سے گرانقدر رقم دے کر حاصل کیا تھا اور اس زمانے سے وہ اس کے قبضے میں تھا ۔ جب قلعے میں محصور لوگ بہت پریشان ہو گئے تو راجا نے قرین مصلحت سمجھ کر قلعے کا سپرد کر دینا ہی مناسب جانا اور وہ قلعے سے نیچے اتر آیا ۔ اس کی کنجی مناسب نذرانوں کے ساتھ اپنے وکیلوں کی معرفت سرکار شاہی میں روانہ کر دی ۔ بادشاہ نے اس کے وکیلوں پر [۱۳۵] مختلف طرح کی نوازشیں فرمائیں اور ان کو واپسی کی اجازت دے دی ۔ اگرچہ راجا (رام چند) اپنے لڑکے بیر بھدر کو سرکار شاہی میں بھیج کر اظہار فرمانبرداری کر چکا تھا لیکن خود شبہات کی وجہ سے نہیں آیا ۔

اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں کہ جب بادشاہ الہ آباد میں تھا تو بادشاہ نے چاہا کہ ایک فوج راجا کو مطیع کرنے کے لیے بھیجی جائے ۔ اس کے لڑکے بیربھدر نے درباریوں کے ذریعے سے بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ اگر کسی شناسا درباری کو اسے بلانے کے لیے بھیج دیا جائے تو وہ مطمئن ہو کر قدم بوسی حاصل کرے گا ۔ اس لیے بادشاہ نے زین خاں کوکہ اور راجا بیربر کو اس کی دلدہی کے لیے مقرر کیا ۔ وہ شاہی دربار میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے بہرہ مند ہوا اور ایک سو ایک گھوڑے انعام پا کر ممتاز ہوا[1] ۔

سینتیسویں سال جلوس اکبری میں جب راجا (رام چند) فوت ہو گیا تو اس کے لڑکے بیر بھدر کو جو بادشاہ کے حضور میں حاضر تھا ، راجا کا خطاب مرحمت ہوا اور اس کو وطن جانے کی اجازت مل گئی ۔ وہ (جاتے وقت) راستے میں سنگھاسن سے گرگیا ۔ خون نکال کر علاج کیا گیا ۔ بے وقت کے دھونے اور صاف کرنے کی وجہ

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ ۔ جلد سوم صفحہ ۴۲۰-۴۲۷ ۔

سے بیماری بڑھ گئی - اڑتیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۱ھ مطابق ۹۳-۱۵۹۲ء میں وہ فوت ہو گیا -

وہ (بیر بھدر) چونکہ رائے رائے سنگھ راٹھور کا داماد تھا ، اس لیے بادشاہ اس کی ماتم پرسی کے لیے اس کے گھر گیا - اس کے بعد یہ اطلاع ملی کہ اس نواح کے سرکشوں نے راجا رام چند کے ایک خرد سال پوتے بکرماجیت کو سردار بنا کر سرکشی پر کمر باندھی ہے - رائے پتر داس کو قلعہ باندھو کی فتح کے لیے مقرر کیا گیا - وہاں پہنچنے کے بعد [۱۳۶] دیکھا کہ اس ملک کی حالت خراب ہے - اکثر مقامات پر تھانوں میں شاہی آدمی مقرر کیے گئے - وہاں کے لوگوں نے یہ عرض کیا کہ سرکار شاہی سے آ کر کوئی معتبر آدمی اس بچے کو لے جائے - لہٰذا شاہی حکم کے مطابق اسماعیل قلی خان گیا اور اکتالیسویں سال جلوس اکبری میں (اسماعیل قلی خان نے) اس (بکرماجیت) کو لا کر بادشاہ کے حضور میں پیش کردیا - چونکہ ان لوگوں کا مطلب یہ تھا کہ کچھ رقم لے کر قلعے کی تسخیر موقوف کر دی جائے مگر بادشاہ کو یہ بات پسند نہ آئی اور اس بچے کو رخصت کردیا - آٹھ ماہ چند روز کے محاصرے کے بعد بیالیسویں سال جلوس اکبری میں قلعہ مذکور فتح ہو گیا - سینتالیسویں سال جلوس اکبری میں راجا مذکور (رام چند) کے پوتے درجودھن کو راجا کا خطاب ملا اور وہ وہاں کی سرداری پر مقرر ہوا اور بھارتی چند اس کی اتالیقی پر مقرر ہوا -

جہانگیر بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد اکیسویں سال جہانگیری میں راجا مذکور کا پوتا راجا امر سنگھ شاہی دربار میں حاضر ہونے کا خواہش مند ہوا ، اس لیے اس کی تسکین قلب کے لیے فرمان ، خلعت اور گھوڑا کان راٹھور[۱] کے ذریعے اسے بھیجا گیا کہ

---

۱ - اقبال نامۂ جہانگیری ، صفحہ ۸۹-۲۸۸ میں 'خان' لکھا ہے (ب) -

جو (راٹھور) زبان سمجھنے والا ملازم تھا ۔

شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں (راجا امر سنگھ) عبداللہ خاں بہادر کے ہمراہ رتن پور کے زمیندار کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔ زمیندار مذکور اس کے وسیلے سے آیا ؛ خان مذکور (عبداللہ خاں) سے ملاقات کی ۔ اس کے بعد وہ (امر سنگھ) بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور ججھار سنگھ بندیلہ کی بغاوت کے موقع پر وہ (راجا امر سنگھ) خان مذکور کی فوج میں مقرر ہوا ۔

اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا انوپ سنگھ اس کا جانشین ہوا ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب چورا گڑھ کا جاگیردار راجا پہاڑ سنگھ بندیلہ[۱] [۱۳۷] اس وجہ سے کہ وہاں کا زمیندار پردے رام، انوپ سنگھ کی پناہ میں پہنچ گیا تھا، ریواں پہنچا کیونکہ ویرانی کے بعد (انوپ سنگھ) اس مقام پر کہ جس کا نام ریواں تھا اور جو قلعہ مذکور (باندھو) سے چالیس کوس کے فاصلے پر تھا مقیم تھا۔ وہ (انوپ سنگھ) اپنے متعلقین کے ہمراہ نتھونتھر کے پہاڑوں میں چلا گیا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں (انوپ سنگھ) صوبہ الہ آباد کے ناظم سید صلابت خاں کے ہمراہ شاہی دربار میں حاضر ہوا ۔ اسے خلعت، خنجر، مینا کاری کی ہوئی ڈھال اور تین ہزار ذات اور دوہزار سوار کا منصب ملا اور وطن کے محال باندھو وغیرہ اس کی جاگیر میں مقرر ہوئے[۲] ۔

---

۱ ۔ متن میں ''بہار سنگھ'' تحریر ہے جو صحیح نہیں ۔ یہ پہاڑ سنگھ ہے ۔ ملاحظہ ہو اورچھا سٹیٹ گزیٹیر از سی ۔ اے لارڈ لکھنؤ ۱۹۰۷، صفحہ ۳۱ - ۳۲ (ب)

۲ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۲۰۶ - ۲۰۹ ۔(ق)

۳۷

رام چند چوهان

بدن سنگھ[1] کا لڑکا اور اکبر بادشاہ کے پانصدی امرا میں سے تھا ۔ اٹھارھویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ نے مرزا عزیز کوکہ کی کمک کے لیے گجرات کی جانب یلغار کی تو وہ (رام چند چوہان بھی) بادشاہ کے ہمراہ تھا ۔ چھبیسویں سال جلوس اکبری میں وہ سلطان مراد کے ہمراہ مرزا محمد حکیم کی تنبیہ کے لیے گیا ۔ اڑتیسویں سال جلوس اکبری میں صوبہ مالوہ کے حاکم مرزا شاہرخ کے ہمراہ اس علاقے میں تعینات ہوا۔ جب سپاہ دکن کی نااتفاقی اور شہباز خاں کا لشکر سے شہزادے سے اجازت لیے بغیر چلا جانا بادشاہ کے گوش گزار ہوا تو بادشاہ نے اس (رام چند چوہان) کو سزاول روانہ کیا تاکہ ایک لاکھ اشرفیاں جو غیرمحفوظ راستہ ہونے کی وجہ سے گوالیار کے قلعے میں تھیں ، لشکر کے سامان فراہم کرنے کے لیے نہایت احتیاط کے ساتھ لے جائے [۱۳۸] اور مالوہ کی فوج کو دکن واپس کر دے ۔ وہ دکن پہنچا ۔ جس جنگ میں راجی علی خاں مارا گیا ، رام چند بھی خان مذکور (راجی علی خاں) کی فوج میں تھا ۔ جنگ کے میدان میں بیس زخم لگنے کے بعد رام چند زمین پر گر گیا اور رات کے وقت مردوں میں پڑا رہا ۔ صبح کو لوگ اسے اٹھا کر لائے ۔ چند روز کے بعد اکتالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۵ھ مطابق ۹۷-۱۵۹۶ء میں وہ فوت ہو گیا[2] ۔

۳۸

راجا بکرماجیت

پتر داس نام ، قوم کا کھتری ہے ۔ ابتدائی زمانے میں اکبر

---

۱ ۔ آئین اکبری جلد اول (انگریزی ترجمہ طبع دوم صفحہ ۱۵۵) میں اس کا نام بادل سنگھ تحریر ہے (ب)

۲ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۲۰۲ ۔ (ق)

بادشاہ کے فیل خانے کا مشرف تھا ۔ پہلے اسے رائے رایان کا خطاب ملا اور پھر سرداری کے مرتبے پر پہنچا ۔ بارھویں سال جلوس اکبری میں وہ قلعۂ چتوڑ کے محاصرے میں حسن خاں چغتا کے ہمراہ مورچال خاصہ کا مہتمم مقرر ہوا ۔ چوبیسویں سال جلوس اکبری میں وہ میرادہم بارکی ہمراہی میں صوبۂ بنگالہ کی دیوانی پر مامور ہوا ۔

پچیسویں سال جلوس اکبری میں جب بنگالہ کے سرکشوں نے مظفر خاں کو قتل کر دیا اور اس (راجا بکرماجیت) کو قید کرلیا تو وہ اپنی حکمت عملی سے اس مصیبت سے رہا ہو گیا اور کچھ عرصے تک اس صوبے کے کاموں میں مصروف رہا ۔ اکتیسویں سال جلوس اکبری میں بہار کی دیوانی پر سرفراز ہوا ۔

اڑتیسویں سال جلوس اکبری میں قلعۂ باندھو کی فتح کے لیے مقرر ہوا کہ جو اس زمانے کے مضبوط قلعوں میں سے تھا اور رام‌چند بگھیلہ اور اس کے لڑکے کے مرنے کے بعد وہاں کے لوگوں نے اس کے کم سن ہوتے کو حکومت کا سربراہ بنا لیا تھا - [۱۳۹] آٹھ ماہ اور پچیس روز کے محاصرے کے بعد قلعے میں محصور لوگ رسد کی کمی کی وجہ سے پناہ مانگنے لگے اور قلعہ فتح ہو گیا ۔

تینتالیسویں سال جلوس اکبری میں دیوانی کل پر مامور ہوا اور چوالیسویں سال جلوس اکبری میں اس خدمت سے معزول ہو کر قلعۂ باندھو کو روانہ ہو گیا ۔ چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ سہ ہزاری منصب پر فائز ہوا ۔

سینتالیسویں سال جلوس اکبری میں جب بیر سنگھ دیو کے ہاتھ سے شیخ ابوالفضل کے قتل ہونے کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی تو اس کو حکم دیا گیا کہ اس بداصل (بیر سنگھ دیو) کی بیخ کنی میں پوری پوری کوشش کرے اور جب تک اس کا سر (حضور میں) نہ بھیج دے اس وقت تک اس کام سے ہاتھ نہ اٹھائے ۔ راجا مذکور (بکرماجیت) نے متعدد بار اس سے مردانہ وار مقابلہ کرنے کے بعد اس بدتمیز کو بھگا دیا ۔ جب وہ قلعۂ ایرج میں قلعہ بند ہو گیا ،

تو اس نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا ۔ جب وہ (بیر سنگھ دیو) قلعے کی دیوار کو توڑ کر باہر نکل گیا تو (راجا بکرماجیت) اس کے تعاقب میں گیا یہاں تک کہ وہ (بیر سنگھ دیو) جنگلوں میں چلا گیا ۔ اڑتالیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کے حکم کے مطابق راجا (بکرماجیت) حضور میں حاضر ہوا ۔ انچاسویں سال جلوس اکبری میں پنج ہزاری منصب اور راجا بکرماجیت کے خطاب سے سرفراز ہوا[1]۔

جہانگیر کے تخت نشیں ہونے کے بعد وہ (راجا بکرماجیت) میرآتش کی خدمت پر مقرر ہوا اور اس کو پچاس ہزار توپچی ماتحتی میں ملے اور پندرہ پرگنے ان توپچیوں کے اخراجات کے لیے مقرر ہوئے ۔ جب مظفر گجراتی کے لڑکوں اور صوبۂ گجرات میں پتم بہادر کے مارے جانے کی خبر بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اس (بکرماجیت) کو ایک بڑی فوج [۱۰۰] کے ساتھ اس طرف روانہ کیا اور اس کے نام (شاہی) فرمان صادر ہوا کہ احمد آباد میں جو لوگ اس کے پاس جمع ہوں ان کے یوزباشی (سو سواروں کا سردار) تک کے عہدے وہ مقرر کر دے اور جس کی قابلیت زیادہ ہو اس کے حالات سرکار میں مفصل روانہ کرے ۔ اس کا سن وفات معلوم نہ ہو سکا[2]۔

۳۹

رائے بھوج

رائے سرجن ہادا کا چھوٹا لڑکا ہے ۔ جب اس کے باپ نے دولت اکبری کے ملازمین میں شرکت کی تو وہ بھی شاہی عنایات سے ہمیشہ اچھی خدمات انجام دینے پر مقرر ہوتا رہا ۔ جب بائیسویں

---

۱ ۔ جہانگیر نے تزک جہانگیری (لکھنؤ ایڈیشن صفحہ ۱۱) میں لکھا ہے کہ میں نے بکرماجیت کا خطاب دیا (ق) ۔

۲ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۱۱۲ - ۱۱۴ و تزک جہانگیری (لکھنؤ ایڈیشن) صفحہ ۱۱ ۔ (ق)

سال جلوس اکبری میں ہوندی کے قلعے کو اس کے بھائی دودا کے قبضے سے نکال لیا گیا تو پھر وہ (قلعہ) اس کے سپرد کیا گیا۔ اس کے بعد وہ مدتوں کنور مان سنگھ کے یہاں تعینات رہا۔ اڑیسہ کے افغانوں کی لڑائی میں اس نے بہت بہادری دکھائی۔ اس کے بعد دکن کی مہم میں شیخ ابوالفضل کے ساتھ تعینات ہوا اور ہمیشہ اس (رائے بھوج) نے بہادری کا مظاہرہ کیا۔

جہانگیر نے تخت نشین ہونے کے بعد یہ خواہش ظاہر کی کہ راجا مان سنگھ کے لڑکے جگت سنگھ کی لڑکی سے وہ (بادشاہ) شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ (رائے بھوج) راضی نہ ہوا کیونکہ وہ اس لڑکی کی ماں کا باپ تھا۔ یہ بات بادشاہ کو ناگوار ہوئی اور یہ طے کرلیا کہ کابل سے واپسی کے بعد اس کو تنبیہہ کی جائے۔ اسی سال کہ جو جہانگیر بادشاہ کا دوسرا سال جلوس تھا، ۱۰۱۶ھ مطابق ۱۶۰۷ء میں وہ (رائے بھوج) فوت ہو گیا[۱]۔ چالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ ہزاری منصب پر پہنچا تھا۔ [۱۴۱]

کہتے ہیں کہ راٹھور اور کچھواہہ راجاؤں کی لڑکیاں شاہان مغلیہ کے محل میں داخل ہوئیں، لیکن قوم ہادا میں سے کسی نے اس نسبت کو قبول نہ کیا[۲]۔

۳۰
رائے درگا سیسودیہ

(اس کی قوم) چندراوت اور اس کا وطن چتور کے مضافات میں پرگنہ رام پور ہے۔ چھبیسویں سال جلوس اکبری میں وہ سلطان مراد کے ہمراہ مرزا محمد حکیم کے مقابلے کے لیے تعینات ہوا اور انھائیسویں سال جلوس اکبری میں جب مرزا خاں صوبہ

۱۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس نے خودکشی کی (ب)۔
۲۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود، صفحہ ۹۵۔

گجرات کے مفسدوں کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا تو مشارالیہ (رائے درگا) بھی خان مذکور کے ساتھ تعینات ہوا اور اس نے مقابلے میں بہت بہادری دکھائی - تیسویں سال جلوس اکبری میں وہ خان اعظم کوکہ کے ساتھ دکن کی مہم پر مامور ہوا -

چھتیسویں سال جلوس اکبری میں جب سلطان مراد کو مالوہ کی حکومت ملی تو وہ بھی شاہزادے کے یہاں متعین ہوا - اس کے بعد اس نے شاہزادے کے ساتھ ملک دکن میں پہنچ کر اچھی خدمات انجام دیں - پینتالیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ نے اس کو ایک جماعت کے ساتھ مظفر حسین مرزا کی تلاش میں روانہ کیا - خواجہ ویسی مرزا مذکور (مظفر حسین) کو گرفتار کرکے سلطان پور کے قریب لے آیا تھا - رائے درگا اس (خواجہ ویسی) سے ملا اور مظفرحسین مرزا کو بادشاہ کے حضور میں لایا -

اسی سال (رائے درگا) شیخ ابوالفضل کے ساتھ ناسک کی طرف تعینات ہوا - اسی دوران میں اس نے اپنی قیام گاہ کے متعلق شورش سنی ، للهذا رخصت لے کر وہ اپنے وطن چلا گیا [۱۳۲] - چھیالیسویں سال جلوس اکبری کے شروع میں پھر واپس آ گیا - ڈیڑھ مہینے کے بعد بغیر اجازت کے پھر اپنے ٹھکانے پر چلا گیا - چالیسویں سال جلوس اکبری تک وہ ہزار و پانصدی منصب پر سرفراز رہا - دوسرے سال جلوس جہانگیری ۱۰۱۶ھ مطابق ۸-۱۶۰۷ع میں وہ مر گیا -

جہانگیر نامہ (تزک جہانگیری) میں جسے بادشاہ (جہانگیر) نے خود لکھا ہے ، تحریر ہے[1] کہ وہ رانا پرتاب کے معتبر ملازمین

۱- ملاحظہ ہو تزک جہانگیری (لکھنؤ الڈیشن) صفحہ ۶۴-۶۵ - جہانگیر نے رانا پرتاب کے باپ رانا اودے سنگھ کا ملازم بتایا ہے (ق) -

میں تھا ۔ اکبر بادشاہ کے یہاں چالیس سال سے زیادہ عرصے تک اس نے خدمات انجام دیں اور چار ہزاری منصب پر فائز ہوا۔ اس کی عمر بیاسی سال کی ہوئی ۔

اس کا لڑکا چاندا ، جہانگیر کے ابتدائی دور حکومت میں ہفت صدی منصب پر تھا ، آہستہ آہستہ وہ عمدہ منصب اور 'راؤ' کے خطاب سے سرفراز ہوا[۱] ۔

اس (رائے درگا) کا پوتا رائے دودا شاہجہاں بادشاہ کے تیسرے سال حکومت میں اعظم خان کے ہمراہ ، خانجہاں لودھی کی مہم پر متعین ہوا اور اسی سال اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر پہنچا ۔ اسے علم (بھی) مرحمت ہوا ۔ جب لشکر کے پچھلے حصے سے مقابلہ ہوا تو وہ (رائے دودا) مقابلے میں نہ ٹھہر سکا ۔

اس کے بعد وہ (رائے دودا) یمین الدولہ کے ہمراہ عادل خاں کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔ اس کے بعد مہابت خاں خانخاناں کے فوجی مددگاروں میں ، کہ جو دکن کی حکومت پر متعین ہوا تھا ، شامل ہوا ۔

چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں قلعہ دولت آباد کے محاصرے میں جب کہ مراری بیجاپوری اہل قلعہ کی مدد کے لیے پہنچا ، اس وقت چاروں طرف جنگ ہو رہی تھی ۔ چونکہ [۱۴۲] اس کے چند رشتہ دار لڑائی میں مارے گئے تھے لہذا ان کی لاشیں اٹھانے کے لیے وہاں پہنچ گیا ، اگرچہ سردار نے منع کیا تھا ۔ مخالفوں نے موقع پا کر چاروں طرف سے گھیر لیا ۔ چونکہ نکلنے کا راستہ نہ تھا ، لہذا گھوڑے سے اتر پڑا اور چند آدمیوں کے ہمراہ بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا ۔ بادشاہ (شاہجہاں) نے از راہ قدر دانی اس کے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۱۹۲-۱۹۳ (ق) ۔

لڑکے ہستی سنگھ کو ، کہ جو وطن میں تھا ، خلعت ، ایک ہزار پانسو ذات ، ہزار سوار کا منصب اور 'راؤ' کا خطاب مرحمت فرمایا ۔ چند سال تک وہ (ہستی سنگھ) خان زماں بہادر کے ہمراہ دکن کی جنگ میں تعینات رہا ۔

جب وہ بیمار ہو کر مرگیا تو چونکہ اس کے کوئی لڑکا نہ تھا[۱] اس لیے بادشاہ نے اس کی بجائے اس کے باپ کے چچا کے لڑکے روپ سنگھ ولد روپ مکند ولد راؤ چاندا کو نو سو ذات نو سو سوار اور 'راؤ' کے خطاب سے سرفراز فرمایا ۔ سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ شاہی نظر عنایت کی امید پر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ صوبۂ احمیر ، سرکار چتور کا پرگنہ رام پور کہ جو متوفی (ہستی سنگھ) کا وطن تھا اور سلام پور کے نام سے مشہور تھا ، اس کی جاگیر میں مقرر ہوا ۔

انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان مراد بخش کے ہمراہ بلخ کی مہم پر روانہ ہوا اور اس جنگ میں جو بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بہادر خان روہیلہ اور اصالت خاں کی سرداری میں نذر محمد خاں والئ بلخ سے ہوئی تھی ، وہ ہراول فوج میں متعین تھا ۔ بہت مقابلے اور کوشش کے بعد جب نذر محمد خاں شکست کھا کر فرار ہوگیا تو وہ (روپ سنگھ) اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر مقرر ہوا ۔ چونکہ شہزادہ مراد بخش وہاں کی سرد آب و ہوا اور اوزبکوں اور الانوں کی جنگ سے تنگ [۲۳۱] آ گیا تھا کہ جو لڑتے لڑتے بھاگ جاتے تھے اور پھر آ کر لڑنے لگتے تھے ۔ شہزادے نے اپنے پدر بزرگوار (شاہجہاں) کے حضور میں حاضر ہونے اور وہاں کسی اور آدمی کے تقرر کی درخواست کی ۔ بعض راجپوت بغیر اجازت

---

۱ - رائے دودا کے لیے ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۱۹۶-۱۹۷ (ق) ۔

بلخ و بدخشان سے واپس آ کر پشاور پہنچ گئے ۔ راؤ مذکور (روپ سنگھ) بھی ان میں سے تھا ۔ جب بادشاہ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو اٹک کے متصدیوں کے نام فرمان صادر ہوا کہ ان کو دریا عبور نہ کرنے دیں ۔ اس کے بعد سلطان اورنگ زیب بہادر کو اس جانب روانہ کیا گیا ۔ وہ (روپ سنگھ) شہزادۂ مذکور (اورنگ زیب) کے ہمراہ اس جانب (بلخ و بدخشان) کو لوٹ گیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد اوزبکوں کی جنگ میں ہراول فوج میں اس نے بہت بہادری دکھائی اور شاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) کے ساتھ کہ جس کو واپسی کا حکم مل گیا تھا ، بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادے کے ہمراہ قندھار کی طرف روانہ ہوا اور سابق دستور کے مطابق ہراول فوج میں مقرر ہوا۔ اور اس جنگ میں اس نے نمایاں کارگزاریاں دکھائیں کہ جو رستم خاں اور قلیج خاں کی سرداری میں قزلباشوں سے ہوئی تھی ، اور وہ (روپ سنگھ) اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ فوت ہوگیا[1] ۔

چونکہ اس کے کوئی لڑکا نہ تھا ، اس لیے راؤ چاندا کے پوتے امر سنگھ وغیرہ راؤ روپ سنگھ کی جماعت کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امر سنگھ کو جو جانشینی کی لیاقت رکھتا تھا ، بادشاہ نے ایک ہزاری ذات اور نو سو سوار کا منصب، [۱۰۵] راؤ کا خطاب اور چاندی کی زین کے ساتھ ایک گھوڑا ، اور اس کے بھائیوں کو مناسب عہدے مرحمت فرمائے اور اس کے بزرگوں کا وطن رام پور اس کی اور اس کے بھائیوں کی جاگیر میں دیا ۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں سو

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۲۲۸ (ق) ۔

سواروں کا اضافہ ہوا ۔ اور جب سلطان اورنگ زیب بہادر دوسری مرتبہ قندھار گیا تو وہ بھی اس کے ہمراہ گیا۔ اورچھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ مذکور کی درخواست پر اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ دکن میں تعینات ہوا۔

اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حسب الحکم حضور میں حاضر ہوا اور مہاراجا جسونت سنگھ کے ہمراہ صوبۂ مالوہ میں تعینات ہوا ، تا کہ دکن کی فوج کے راستے کو روک سکے۔ عالم گیر کے پہنچنے کے بعد جب جنگ شروع ہوئی تو وہ مہاراجا (جسونت سنگھ) کا ہراول تھا ۔ جنگ کے دوران میں دل برداشتہ ہو کر فرار ہوا اور اپنے وطن کو چلا گیا ۔

اس کے بعد وہ عالم‌گیر کے حضور میں حاضر ہوا ۔ شاہزادہ محمد سلطان کے ساتھ شجاع کے تعاقب میں تعینات ہوا اور وہ اپنی حماقت سے قدم استوار نہ رکھ سکا اور بادشاہ کے متعلق مختلف خبریں سن کر شاہزادے کی اجازت کے بغیر راستے سے واپس ہو گیا ۔ اس کے بعد دکن کی مہم پر تعینات ہوا اور مرزا راجا جے سنگھ کے ہمراہ خدمات انجام دیں ۔

گیارہویں سال جلوس عالم گیری میں قلعہ سالہیر کے نیچے [۱۳۶] جب دشمنوں نے بادشاہ کے آدمیوں پر حملہ کیا تو وہ کام آ گیا اور اس کا لڑکا مکم سنگھ قید ہو گیا ۔ کچھ عرصے کے بعد رقم دے کر (مکم سنگھ) رہا ہوا اور بہادر خاں کوکہ کے پاس وہ پہنچا کہ جو اس سال ناظم دکن تھا ۔ اس کے عہدے میں اضافہ ہوا اور راؤ کا خطاب ملا ، اور وہ مدتوں نوکری کرتا رہا[۱] ۔

تینتیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں گوپال سنگھ پسر

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۶۰ ، ۶۱ (ف) ۔

محکم سنگھ اپنے وطن رام پور سے آکر اپنی موروثی ملازمت پر فائز ہوا ، اور بندوبست کی رعایت کی وجہ سے اس نے اپنے لڑکے رتن سنگھ کو وطن بھیج دیا ۔ اس نے سرکشی اختیار کی اور وہ اپنے باپ کا خرچ نہیں بھیجتا تھا ۔ گوپال سنگھ نے سرکار شاہی میں بار بار اس کی شکایت کی ، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا[1] ۔

بیالیسویں سال جلوس عالمگیری میں رتن سنگھ نے مالوہ کے صوبے دار مختار خاں کی معرفت اسلام قبول کیا اور مسلم خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا اور وہ اپنے وطن کا حاکم ہوکر واپس ہوا ۔

گوپال سنگھ نے شہزادہ بیدار بخت کی رفاقت سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس نے رانا کے ملک میں جا کر پناہ لی ۔ وہاں اس کا کام نہ چلا ۔ چھیالیسویں سال جلوس عالمگیری میں گوپال سنگھ چندراوت بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور کولاس کا قلعہ دار مقرر ہوا ۔ اڑتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں معزول ہوا اور مرہٹوں کے ساتھ ہو گیا ۔

جہاں دار شاہ کے ابتدائی عہد حکومت میں مسلم خاں نے امانت خاں ، خواجہ محمد کوکہ کو جو صوبہ مالوہ کا ناظم ہو کر اس صوبے کے مضاف سارنگ پور کے قریب پہنچ گیا تھا ، اس علاقے میں داخل ہونے سے روک دیا اور کثیر فوج کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو گیا ۔ اس (مسلم خاں) کے ساتھی (اس کے) ہاتھ اور زبان دونوں سے تنگ آگئے تھے ، لہٰذا لڑائی کے وقت [۱۰۳ے] مقابلے سے بھاگ کھڑے ہوئے اور موت کے گولے نے اس (مسلم خاں) کا کام تمام کر دیا[2] ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۳۱۱ (ق) ۔

۲ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۲۴۳ ، ۲۴۴ (ق) ۔

۴۱
رائے رائے سنگھ

بیکانیر کے زمیندار کلیان مل کا لڑکا ہے۔ راٹھور قبیلے سے ہے اور چوتھی پشت میں اس کا نسب رائے مال دیو سے مل جاتا ہے۔ جب اکبر بادشاہ کی قدر دانی اور جوہر شناسی لوگوں میں مشہور ہوئی اور اس بادشاہ کی اقبال مندی سے ہر خورد و کلاں متاثر ہوا، تو رائے مذکور (کلیان مل) اپنے پندرہ سالہ کم سن لڑکے رائے سنگھ کے ہمراہ اس وقت بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ جب بادشاہ کا ورود اجمیر میں ہوا تو وہ شاہی ملازمین میں منسلک ہو گیا اور اس نے اپنی بھتیجی کو بادشاہ کی زوجیت میں پیش کرکے خصوصیت حاصل کر لی[1]۔ چالیسویں سال جلوس اکبری تک وہ دو ہزاری منصب پر فائز ہوا۔

سترہویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ کا ارادہ گجرات کو فتح کرنے کا ہوا تو ایک بڑی فوج کے ساتھ رائے سنگھ کو حکم ہوا کہ وہ مالدیو کے وطن جودھپور کے نواح میں پہنچ کر مقیم ہو اور گجرات کا راستہ روک دے تاکہ اس صوبے کے باغی بادشاہی ملک میں نہ آ سکیں۔ وہ (رائے سنگھ) دوسرے لوگوں کے ساتھ اس علاقے میں مستقل مزاجی سے مقیم رہا۔

جب ابراہیم حسین مرزا جنگ سرنال میں شکست کھا کر بادشاہی علاقوں کی طرف آیا اور اس (ابراہیم حسین مرزا) نے ناگور کا محاصرہ کر لیا [۱۰۸] جو خان کلاں کی جاگیر میں تھا، اور اس کی طرف سے اس کا لڑکا فرخ خاں وہاں کا ناظم تھا، رائے سنگھ اس ضلع کے سرداروں کے ساتھ مرزا کے مقابلے کے لیے گیا۔ مرزا محاصرہ چھوڑ کر آگے کو چلا گیا۔ رائے سنگھ نے

۱۔ اکبر نامہ (جلد دوم، صفحہ ۳۵۸) میں ہے کہ جیسلمیر کی راجکماری سے شادی ہوئی تھی۔ (پ)۔

تعاقب کرکے جنگ کی اور خود نہایت بہادری سے لڑا ۔ مرزا کو شکست ہوئی[۱] ۔

اٹھارویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ نے گجرات کی جانب یلغار کی تو اس کو پہلے سے بھیج دیا ۔ جب بادشاہ وہاں پہنچا تو وہ (رائے سنگھ) بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اور محمد حسین مرزا کی جنگ میں اس نے آگے بڑھ کر بہت بہادری دکھائی ، اور انیسویں سال جلوس اکبری میں وہ شاہ قلی خاں محرم کے ہمراہ راجا مالدیو کے لڑکے چندرسین کی تنبیہ کے لیے متعین ہوا ۔ اس کو تنبیہ کرنے اور اس علاقے کو تباہ کرنے میں اس نے کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا ۔ اس کے بعد جب یہ فوج قلعہ سوانہ کے محاصرے کے لیے پہنچی کہ جو چندرسین کی پناہ گاہ تھا اور چندرسین کی تنبیہ کے لیے دوسری فوج کی ضرورت تھی کہ وہ ابھی تک میدان جنگ میں ڈٹا ہوا تھا ۔ اس سال کے آخر میں رائے سنگھ تنہا بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور حقیقت حال عرض کی ۔ بادشاہ نے دوسری فوج چندرسین کے مقابلے کے لیے روانہ کردی اور اس کو رخصت کردیا ۔ چونکہ بہت مدت تک سوانہ کا قلعہ فتح نہ ہو سکا ، اکیسویں سال جلوس اکبری کے شروع میں شہباز خاں اس کام پر مقرر ہوا اور رائے سنگھ اور دوسرے سردار حضور میں چلے آئے ۔

اس کے بعد اسی سال ترسون محمد خاں کے ساتھ جالور اور سروہی [۱۰۹] کے زمیندار کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔ چونکہ ان لوگوں نے اپنی خطاؤں کی معافی چاہی اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا ، لہذا وہ سید ہاشم بارہہ کے ہمراہ شاہی حکم کے مطابق قصبہ نادوت میں مقیم ہو گیا اور اودے پور کے زمیندار رانا کی آمد و رفت کا راستہ بند کر دیا اور اس (رائے سنگھ

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم ، صفحہ ۳۴ ، ۳۵ ۔

نے اس نواح کے سرکشوں کو موافق کرنے کی انتہائی کوشش کی ۔ سروہی کے زمیندار سلطان دیودہ نے گھبرا کر اپنے وطن کا رخ کیا ۔ رائے مذکور اس (سروہی) کی فتح کے لیے مقرر ہوا اور اس نے اس مقام کا محاصرہ کر لیا اور اس کو مرعوب کرنے کے لیے اپنے وطن سے فوجی ساز و سامان منگوایا ۔ چونکہ سلطان دیودہ نے اس قافلے پر حملہ کرکے لڑائی شروع کر دی اور اپنے آدمیوں کی ایک جماعت کے قتل ہو جانے کے بعد وہ بھاگ کر آبوگڑھ چلا گیا ، اور وہ قلعہ (آبوگڑھ) گجرات کی جانب صوبہ اجمیر کی انتہائی سرحد پر سروہی کے نزدیک ہے۔ اس کا اصلی نام اربدا اچل ہے ۔ اہل ہند (ہندوؤں) کے اعتقاد کے مطابق اربدا سے ایک روحانی وجود (دیوتا) مراد ہے اور اچل کے معنی پہاڑ کے ہیں ۔ ایک زمانہ گزرنے کے بعد یہ نام خاص و عام میں مشہور ہو گیا ۔ اس (پہاڑ) کی بلندی سات کوس ہے ۔ گزشتہ زمانے میں اس کی چوٹی پر رانا نے قلعہ تعمیر کرایا تھا جس کے نکلنے کا راستہ بہت دشوار گزار تھا ۔ خوشگوار چشمے ، شیریں پانی کے کنوئیں ، مزروعہ زمین اتنی کہ قلعے کے رہنے والوں کے لیے کافی ہو ۔ طرح طرح کے گلزار کہ جن کی ہوا نہایت فرحت افزا تھی (وہاں تھے) ۔ رائے سنگھ سروہی پر قبضہ کرنے کے بعد [۱۵۰] آبوگڑھ پہنچا اور اس کی معمولی سی حد و جہد سے قلعے میں محصور لوگ پریشان ہو گئے ۔ سلطان دیودہ نے پریشان ہو کر قلعے کی کنجی سپرد کر دی ۔ رائے سنگھ فوج کو وہاں چھوڑ کر اس (سلطان دیودہ) کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔

چھبیسویں سال جلوس اکبری میں جب پنجاب میں مرزا محمد حکیم کی آمد آمد کی خبر مشہور ہوئی تو اکبر بادشاہ نے اس طرف جانے کا ارادہ کیا ۔ رائے سنگھ اور کچھ دوسرے لوگوں کو مشہور ہاتھیوں کے ساتھ پہلے سے اس طرف کو روانہ کر دیا ۔ اس کے بعد شہزادہ سلطان مراد ، جو مرزا محمد حکیم کے دفعیے کے لیے

تعینات ہوا تھا ، رخصت کیا گیا ۔ اس سال کے آخر میں جب شاہی لشکر کی واپسی دارالخلافے کی جانب ہوئی تو اس کو پنجاب کے دوسرے جاگرداروں کی طرف بھیج دیا گیا۔ اور تیسویں سال جلوس اکبری میں اسماعیل قلی خاں کے ساتھ اسے بلوچستان بھیج دیا ۔

اکتیسویں سال جلوس اکبری میں شاہزادہ سلیم کے ساتھ اس کی لڑکی کا عقد ہوا اور اس کی عزت افزائی ہوئی ۔ پینتیسویں سال جلوس اکبری میں اپنے وطن بیکانیر جانے کی اجازت سے خوش ہوا ۔ اس کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور چھتیسویں سال جلوس اکبری کے آخر میں بہادروں کی فوج کے ساتھ خانخاناں عبدالرحیم کی کمک کے لیے مقرر ہوا کہ جو ٹھٹھہ کی مہم میں مصروف تھا ۔ اڑتیسویں سال جلوس اکبری میں جب اس کا داماد ، جو راجا رام چند بگھیلہ کا لڑکا تھا اور راجا کے مرنے کے بعد شاہی دربار سے اس کی عزت افزائی کی گئی اور اس کے باپ کے تعلقے میں قلعہ باندھو پر اس کو بھیج دیا گیا ۔ وہ (داماد) راستے میں سنگھاسن سے گر گیا اور علاج کی غرض سے اس کا خون خارج کیا گیا ۔ بے وقت کے [۱۵۱] زخم کی وجہ سے اس کی بیاری بڑھ گئی اور وہ فوت ہو گیا ۔ قدردان بادشاہ اس کے مکان پر گیا ۔ مختلف عنایات سے اس کو سرفراز کیا ۔ اس کے بعد وہ کسی بہانے سے بادشاہ کے حضور سے چلا گیا ۔

اسی دوران میں اس کے کسی ملازم کے ظلم کی شکایت بادشاہ کے گوش گزار ہوئی اور یہ بات بادشاہ کو بہت ناگوار ہوئی اور وہ بازپرس کے لیے حضور میں طلب کیا گیا ۔ رائے رائے سنگھ نے اس کو چھپا دیا اور اس کو بھاگنے کا موقع دے دیا ۔ اس وجہ سے کچھ دنوں تک آداب بجا لانے سے محروم رہا ۔ اس کے بعد عنایت شاہانہ سے سرفراز ہوا اور سورت اس کو جاگیر میں ملا اور وہ دکن میں تعینات ہوا ۔ اس نے غرور کی وجہ سے کچھ

وقت اپنے وطن بیکانیر میں گزارا ۔ اس کے بعد جب وہ روانہ ہوا تو راستے میں دیر ہوگئی ۔ اکبر بادشاہ نے اس کے مراتب بڑھانے میں ہرچند کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ بادشاہ کے حضور سے صلاح الدین نامی ایک شخص کو اس کے پاس بھیجا گیا کہ اگر وہ (رائے سنگھ) اس جگہ پر جانا نہیں چاہتا تو بادشاہ کے حضور میں واپس چلا آئے ۔ وہ مجبوراً شاہی دربار میں پہنچا ۔ چونکہ وہ اس حکم عدولی کا کوئی معقول جواب نہ دے سکا اس لیے حضور میں باریابی کا موقع نہ مل سکا ۔ آخرکار بادشاہ نے اس کے دیرینہ حقوق کا لحاظ فرما کر اس کی خطائیں معاف کر دیں اور اس کا اعتبار بحال کردیا ۔

پینتالیسویں سال جلوس اکبری میں جب شاہی لشکر برہان پور پہنچا اور شیخ ابوالفضل ناسک کی طرف تعینات ہوا تو وہ بھی شیخ کے ہمراہیوں میں مقرر ہوا ۔ چونکہ اس کے وطن میں اس کے لڑکے دلپت نے شورش برپا کر رکھی تھی ، اس وجہ سے اس نے وطن جانے کی اجازت چاہی ۔ چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں پھر دربار میں حاضر ہوا ۔ اڑتالیسویں سال جلوس اکبری میں شاہزادہ سلطان سلیم کی ہمراہی [۱۵۲] میں رانا کی مہم پر روانہ ہوا ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں چار ہزاری منصب پر پہنچا اور جہانگیر بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں اسے پنج ہزاری منصب ملا ۔

جب جہانگیر بادشاہ خسرو کے تعاقب میں پنجاب روانہ ہوا تو اس کو حکم دیا کہ شاہی بیگمات کے ہمراہ آئے ، لیکن وہ بغیر اجازت راستے سے علاحدہ ہو کر اپنے وطن کو چلا گیا ۔ بادشاہ کی کابل سے واپسی کے بعد دوسرے سال جلوس جہانگیری میں شریف خاں امیرالامرا کے مشورے سے گنہگاروں کا لباس پہن کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ ساتویں سال جلوس جہانگیری، ۱۰۲۱ھ مطابق ۱۶۱۲ع میں (رائے سنگھ) فوت ہوگیا ۔

اس کا بڑا لڑکا دلپت کہ جو اکبری دور حکومت میں پانصدی

کے منصب پر فائز ہوا تھا ، چھتیسویں سال جلوس اکبری میں ٹھٹھہ کی مہم میں خانخاناں کی کمک پر مقرر ہوا ۔ جنگ کے روز باوجودیکہ کل فوج اس کے ساتھ تھی ، مگر وہ بزدلی کی وجہ سے دور سے تماشا دیکھتا رہا ۔ پینتالیسویں سال حلوس اکبری میں جب اکبر بادشاہ ملک دکن پہنچا اور مظفر حسین مرزا ، خواجگی فتح اللہ سے سخت کلامی ہو جانے کی وجہ سے اپنی کم ہمتی کی بنا پر باغی ہوگیا، تو وہ (دلپت) مرزا کی تلاش کے بہانے سے اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر لشکر سے نکل گیا اور اپنے وطن چلا گیا ۔

چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں اس کا باپ رائے سنگھ اس کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔ اس نے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کی خواہش ظاہر کی ۔ بادشاہ نے اس کی خطا معاف کر دی اور طلبی کا فرمان صادر کیا ۔ وہ حاضر ہوا ۔ جہانگیری جلوس کے تیسرے سال میں خانجہاں لودھی کی سفارش سے اس کی خطا معاف ہوئی ۔ باپ کے مرنے کے بعد جب دکن سے آ کر [۱۵۳] بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو خلعت اور راؤ کا خطاب ملا اور باپ (رائے سنگھ) کا جانشین مقرر ہوا ۔

جہانگیر نامہ میں تحریر ہے کہ رائے رائے سنگھ کا دوسرا لڑکا سور سنگھ بھی تھا ۔ باوجودیکہ دلپت اس کا جانشین تھا ، لیکن وہ چاہتا تھا کہ سور سنگھ جانشین ہو ، کیونکہ وہ اس (سور سنگھ) کی ماں سے بہت محبت کرتا تھا ۔ جب اس (رائے سنگھ) کے مرنے کا ذکر ہوا ، تو سور سنگھ نے اپنی حماقت سے یہ ظاہر کیا کہ میرے باپ نے ٹیکا دے کر مجھے جانشین کر دیا تھا ۔ بادشاہ (جہانگیر) کو یہ بات اچھی معلوم نہیں ہوئی اور (بادشاہ نے) فرمایا کہ اگر تجھ کو تیرے باپ نے ٹیکا دیا ہے (جانشین بنایا ہے) تو میں دلپت کو سرفراز کرتا ہوں اور (بادشاہ نے) اپنے ہاتھ سے دلپت کی پیشانی پر ٹیکا لگایا اور باپ کا وطن اس کی جاگیر میں عنایت کیا ۔

ساتویں سال جلوس جہانگیری میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ مرزا رستم صفوی کی کمک پر تعینات ہوا کہ جو ٹھٹہ کی حکومت کے لیے نامزد ہوا تھا۔

آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں جب یہ خبر پہنچی کہ اس نے اپنے چھوٹے بھائی سور سنگھ مذکور سے جنگ کر کے شکست کھائی اور اسی دوران میں اس نواح کا فوج دار ہاشم خوستی اس (دلپت) کو گرفتار کر کے حضور میں لایا۔ چونکہ وہ بہت سی غلطیاں کر چکا تھا، اس لیے اس کو سزا دی گئی۔ اس حسنت کے صلے میں سور سنگھ کے منصب میں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہوا۔ راؤ سور کے حالات علیحدہ تحریر ہوں گے [۱۵۴]۔

۴۲

راجا رام داس کچھواهہ

اس کے باپ کا نام اوردت تھا جو کم استعداد اور پریشان آدمی تھا۔ وہ اپنے وطن لونی[1] میں زندگی بسر کرتا تھا۔ رام داس نے رائے سال درباری کی ملازمت کر لی اور راجا مذکور کے وسیلے سے اکبر بادشاہ کے ملازمین میں داخل ہوگیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ترقی کر کے پانصدی منصب پر پہنچ گیا اور آہستہ آہستہ اس کا قرب و اعتبار بڑھ گیا۔ اٹھارھویں سال جلوس اکبری میں جب کہ راجا ٹوڈرمل، خانخاناں کی مدد اور اس کی فوج کے انتظام کے لیے مامور ہوا کہ جو بہار کی فتح میں مشغول تھا، تو راجا (ٹوڈرمل) کے نائب کی حیثیت سے دیوانی کے معاملات اس (رام داس) کے سپرد کیے گئے۔

آہستہ آہستہ اس نے اپنی خدمات اور حاضر باشی سے بادشاہ کے مزاج میں ایسا دخل حاصل کر لیا کہ اکثر اس کی معروضات منظور ہوتی تھیں۔ راجپوت وغیرہ سرداروں کے کاموں میں مدد

۱۔ لونی رنتھمبور کے علاقے میں واقع ہے (ب)۔

کرتا تھا اور روپیہ جمع کرتا تھا - کہتے ہیں کہ ایک وسیع اور پسندیدہ حویلی آگرہ کے قلعے میں ہتیاپول کے نزدیک بنوائی تھی، لیکن ہمیشہ پیش خانے میں چوکی نگرانی پر رہتا تھا ، چونکہ اکبر بادشاہ محل میں آنے جانے کے اوقات کا پابند نہ تھا - کبھی بادشاہ اندر جاتا اور کبھی باہر آتا - رام داس دو سو نیزہ باز راجپوتوں کے ساتھ ہمیشہ حاضر و منتظر رہتا تھا -

اس بادشاہ (اکبر) کے انتقال کے بعد جب خان اعظم اور راجا مان سنگھ ، سلطان خسرو کی تخت نشینی میں کوشش کر رہے تھے، تو رام داس نے شاہزادہ سلیم کی دولت خواہی اور فدویت کی وجہ سے اپنے آدمیوں کو خزانے اور سرکاری کارخانوں پر مقرر [۱۵۵] کر دیا تھا ، تاکہ مخالف کا قبضہ نہ ہو سکے ، لہذ جہانگیری دور حکومت میں اس کے منصب اور جاہ و حشمت میں اضافہ ہوا -

چوتھے سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۰ھ مطابق ۱۶۱۱ع میں صوبۂ گجرات کے صوبیدار عبداللہ خاں کے ساتھ دکن کی مہم پر تعینات ہوا - اسے راجا کا خطاب، نقارہ اور رنتھمبور کا قلعہ مرحمت ہوا جو ہندوستان کے بڑے قلعوں میں سے ایک قلعہ ہے اور مشہور یہ ہے کہ 'راجا کرن' کا خطاب عطا کیا گیا ، اگرچہ اقبال نامہ میں یہ تحریر نہیں ہے - جب وہ ناسک کے راستے سے دولت آباد آیا اور ملک عنبر کے غلبے سے پریشان ہو کر شکست خوردہ تمام (امرا) واپس ہوئے تو جہانگیر بادشاہ نے ناراض ہوتے ہوئے ان تمام سرداروں کی تصویریں جو اس جنگ سے فرار ہوئے تھے کھنچوا کر منگوائیں - ہر ایک سردار کی تصویر کو دیکھ کر جہانگیر کوئی بات کہتا تھا - جب اس راجا کی تصویر کی نوبت آئی تو اپنے ہاتھ میں تصویر لے کر بر سر دربار کہا :

"تو ایک تنکہ یومیہ پر رائے سال کا نوکر تھا - میرے باپ (اکبر بادشاہ) نے تیری تربیت کر کے تجھے امارت کے درجے

پر پہنچایا - راجپوت قوم کا جنگ سے بھاگنا بہت معیوب ہے -
افسوس کہ تو نے راجا کرن کے خطاب کی بھی شرم نہ کی -
مجھے امید ہے کہ دین و دنیا میں محروم رہے گا -''

اس کو بغیر اپنے سامنے بلائے بنگش کی مہم پر مامور کر دیا -

راجا وہاں اسی سال ۱۰۲۲ھ مطابق ۱۶۱۳-۱۴ع میں فوت ہوگیا - بادشاہ نے فرمایا کہ میری دعا قبول ہوگئی - اس وجہ سے کہ ہندوؤں کے مذہب میں یہ بات مسلم ہے کہ جو کوئی دریائے سندھ کو عبور کرکے مر جائے وہ جہنمی ہے - رنگتہ پلاس آباد[1] میں پندرہ عورتیں اور بیس مرد راجا کی دستار کے ساتھ ستی ہوگئے - [۱۵۶]

اس زمانے میں سخاوت اور بخشش میں راجا اپنا مثل نہیں رکھتا تھا ، اور ایک لطیفے کے عوض میں کثیر رقم دے دیتا تھا - چارن ، بھاٹ اور گانے والوں کو ایک مرتبہ جو انعام وہ دیتا تھا ، وہ لوگ ہر سال اسی مہینے میں آ کر خزانچی سے اسی قدر وصول کر لیتے تھے - دوبارہ رسید درست کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی -

چوسر بازی کا بہت شوقین تھا - دو دن رات تک وہ اس کھیل میں مشغول رہتا - اگر ہار جاتا تو گالیاں دیتا اور غصے ہوتا - خاص طور سے اپنے دوستوں کو (گالیاں دیتا)، زمین پر اپنے ہاتھ مارتا اور برا بھلا کہتا -

اس کا لڑکا ممن داس چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کی اجازت کے بغیر اپنے وطن کو چلا گیا اور کمزوروں کو ستانے لگا - اس کے باپ کی خواہش کے مطابق یہ حکم ہوا کہ شاہ قلی خاں کے ملازمین اس کو سرکار میں حاضر کریں - وہ شوریدہ سر پھانسی پر لٹک گیا اور اس نے خودکشی کر لی -

---

۱ - آگرہ کے قریب دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے (ب)

رام داس کو اولاد کی محبت کی وجہ سے بہت صدمہ ہوا ۔ اکبر
ادشاہ اس کے گھر گیا اور تعزیت کی۔ اس کا دوسرا لڑکا دلپت نرائن
مارت کے منصب پر پہنچا اور ہر معاملے میں بالکل اپنے باپ
کے مطابق تھا ۔ وہ عین جوانی کے عالم میں مر گیا[1] ۔

۴۳
راجا باسو

مئو اور پٹھان (پٹھان کوٹ) کا زمیندار ہے کہ جو صوبہ پنجاب
کے دوآبہ باری کا علاقہ ہے ، اور اس صوبے کے شمالی کوہستان سے
ملا ہوا ہے ۔ جس وقت کہ [۱۵۷] ہمایوں بادشاہ کا انتقال ہوا تو
سوئے ہوئے فتنے ہر گوشے اور کونے سے ظاہر ہونے لگے ۔ سلطان
سکندر سور نے فسادات پر کمر باندھی کیونکہ وہ پنجاب کے
پہاڑی علاقے کے تنگ راستے میں چھپا بیٹھا تھا اور موقعے کا
منتظر تھا ۔ بخت مل کہ جو اس زمانے میں اس علاقے کی ریاست
پر قابض تھا اور شرانگیزی اور فسادات میں یکتائے زمانہ تھا ،
وہ سلطان سکندر کے ہمراہ ہنگامہ آرائی کے لیے تیار ہو گیا ۔

جب دوسرے سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ نے قلعہ
مان کوٹ میں سکندر کا محاصرہ کر لیا اور روزانہ قلعے کے
محصورین کی پریشانیوں اور مصائب کے آثار زیادہ سے زیادہ ظاہر
ہونے لگے ، چونکہ ہندوستان کے زمینداروں کا اکثر یہ رویہ
رہا ہے کہ یک جہتی کو چھوڑ کر ہر پہلو پر نظر رکھتے ہیں
اور جو فریق غالب اور طاقتور نظر آتا ہے ، اس کے ساتھ
ہو جاتے ہیں ، اس موقع پر بھی اس نے زمیندارانہ حیلے اختیار
کیے اور وہ (بخت مل) شاہی لشکر میں شامل ہو گیا ۔ اس قلعے
کے ختم ہونے اور سلطان سکندر کا معاملہ طے ہو جانے کے بعد جس

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۲۰۹-۲۱۲ ۔ (ق)

زمانے میں کہ اکبر بادشاہ لاہور پہنچا تو ان لوگوں کو جو بادشاہ کے حضور میں خود آئے ، اور چاہے ان کا یہ آنا اضطرار کی وجہ سے ہوا ، سزا دینا اچھا نہیں سمجھا ، مگر اس (بخت مل) کی فتنہ انگیزی اور فساد کو مدنظر رکھتے ہوئے بیرام خاں نے اس کا ختم کرنا قرین مصلحت سمجھا ، اور اس کو مروا ڈالا اور اس کے بھائی کو بخت مل کی جگہ مقرر کردیا ۔

جب علاقے کی زمینداری راجا باسو کو ملی سو وہ ہمیشہ مطیع و فرمانبردار رہا اور اچھی خدمات انجام دیتا تھا ۔ [۱۵۸] مرزا محمد حکیم کے مرنے اور افغانستان پر قبضہ ہو جانے کے بعد اکبر بادشاہ نے صوبۂ پنجاب کے انتظامات کو ضروری سمجھا اور وہاں قیام پذیر ہو گیا ۔ راجا باسو اپنی بیوقوفی اور بد قسمتی سے بادشاہ کے خلاف ہو گیا ۔ اس لیے اکتیسویں سال جلوس اکبری میں حسن بیگ شیخ عمری کو اس کی تادیب کے لیے مقرر کیا کہ اگر وہ زمیندار اطاعت قبول نہ کرے تو اس کو سزا دی جائے ۔ جب شاہی لشکر پٹھان (کوٹ) پہنچا تو راجا ٹوڈرمل کی تحریر دیکھ کر راجا باسو کو ہوش آیا اور حسن بیگ کے ہمراہ وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا ۔

اکتالیسویں سال جلوس اکبری میں اس نے وہاں کے باشندوں کو اپنے موافق کرلیا اور اپنی بد طینتی کی وجہ سے فساد پر آمادہ ہو گیا ۔ اکبر بادشاہ نے پٹھان کوٹ اور اس کے نواح کے علاقے کو مرزا رستم قندھاری کے سپرد کر دیا اور اس ناعاقبت اندیش کو سزا دینے کے لیے مقرر کیا اور آصف خاں بھی اس کی مدد کے لیے اس کے ہمراہ تعینات ہوا ۔ دونوں سرداروں کی نا اتفاق کی وجہ سے سرکار کا کام انجام کو نہیں پہنچا ۔ مرزا رستم کو واپس بلا لیا گیا اور راجا مان سنگھ کا لڑکا جگت سنگھ تعینات ہوا ۔ بادشاہ کے آدمیوں نے اتحاد کا عہد و پیمان کیا اور خدمت کے لیے تیار ہو گئے اور قلعہ مئو کو جو اپنی استواری اور مضبوطی

کے لیے مشہور تھا اور جو اس مغرور باسو کا ٹھکانا تھا، محاصرے میں لے لیا۔ دو ماہ تک لڑائی ہوتی رہی اور بہادری کا مظاہرہ ہوتا رہا۔ آخر کار اس (باسو) نے قلعے کو سپرد کر دیا۔

سینتالیسویں سال جلوس اکبری میں جب اس کی شورش کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی تو اس کی تنبیہ کے لیے فوج بھر مقرر ہوئی۔ تاج خاں کے لڑکے جمال بیگ کو [۱۰۱۱ھ] اس کے آدمیوں نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد راجا مذکور (باسو) نے شہزادہ سلطان سلیم کا وسیلہ اختیار کیا۔ شہزادے کی سفارش سے اس کی خطا معاف ہو گئی۔ اس کے بعد پھر اس نے سرانگیزی کی اور انچاسویں سال جلوس اکبری میں جب شاہزادہ دوبارہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو وہ بھی سفارش کی امید میں اس شہزادے کے ہمراہ آیا لیکن وحشت کی وجہ سے دریا کے اس کنارے پر ٹھہر گیا۔ قبل اس کے کہ شہزادہ اس کی سفارش میں کچھ کہے اکبر بادشاہ نے مادھو سنگھ کچھواہہ کو اس کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ وہ مطلع ہو کر فرار ہو گیا۔

جب جہانگیر بادشاہ کی تخت نشینی ہوئی تو اس کو تین ہزار اور پانسو ذات کا منصب ملا، اور چھٹے سال جلوس جہانگیری میں وہ دکن کی مہم پر روانہ ہوا۔ آٹھویں سال جلوس جہانگیری مطابق ۱۰۲۲-۲۳ھ، ۱۶۱۳ء میں وہ فوت ہو گیا۔ اس کے لڑکے راجا سورج مل اور راجا جگت سنگھ تھے کہ ان دونوں کے حالات اپنے مقام پر لکھے جائیں گے[۱]۔

۴۴

راجا مان سنگھ

راجا بھگونت داس کچھواہہ کا لڑکا ہے۔ عقل درست، انتہائی شجاعت اور قرب و منزلت کی فراوانی کی وجہ سے اکبر بادشاہ کے

۱۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۹۵-۹۶ (ق)

اعیان سلطنت اور عظام امرا میں سے تھا۔ اخلاص سلوکی اور خدمت گزاری کی وجہ سے کبھی اکبر بادشاہ "فرزند" اور کبھی "مرزا راجا" کے خطاب سے مخاطب کرتا تھا۔ ۹۸۴ھ مطابق ۱۵۷۶ء کے آخری زمانے میں مشہور رانا کیکا کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا۔ ۹۸۵ھ مطابق ۱۵۷۷ء کے شروع میں [۱۹۰] گوگندہ[1] کے نواح میں کہ جس کو چتوڑ کے بعد آباد کیا تھا، سخت جنگ ہوئی۔ راجا رام سہ گوالیاری اپنے لڑکے کے ہمراہ قتل ہوا۔ اس جنگ میں رانا، کنور مان سنگھ سے بھڑ گیا۔ سخت مقابلہ ہوا۔ آخر (رانا) زخمی ہو کر فرار ہو گیا۔ راجا مان سنگھ اس کے محلوں میں داخل ہوا اور رام پرشاد کے ہاتھی کو جو مشہور ہاتھیوں میں سے تھا، دوسرے مال غنیمت کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا۔ چونکہ راجا (مان سنگھ) نے لوگوں کو اس کے علاقے کو تاخت و تاراج کرنے سے منع کر دیا، بادشاہ نے (دوسروں کو) عبرت (دلانے) کی وجہ سے بطور عتاب اس کو دربار میں طلب کر لیا اور کچھ عرصے تک مجرے سے باز رکھا۔

جب پنجاب کی سپہ داری راجا بھگونت کو ملی تو دریائے سندھ کے قرب و جوار کے علاقے کی نگرانی کنور (مان سنگھ) کے سپرد ہوئی۔ ۹۹۳ھ مطابق ۱۵۸۵ء یعنی تیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ کے سوتیلے بھائی مرزا محمد حکیم کا انتقال ہو گیا جو کابل کا حاکم تھا۔ کنور مان سنگھ بادشاہ کے حکم کے مطابق جلد جلد کابل روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر وہاں کی رعایا کی تسکین و تشفی کی اور مرحوم (مرزا محمد حکیم) کے لڑکوں مرزا افراسیاب اور مرزا کیقباد کو اس کے ملازمین، متعلقین اور سرداروں کے ہمراہ لا کر شاہی دربار میں حاضر کیا۔ اکبر بادشاہ نے دریائے سندھ تک قدم رنجہ فرما کر کنور مان سنگھ کو کابل کی حکومت دی۔

۱۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ (انگریزی ترجمہ صفحہ ۲۴۴-۲۴۵) یہ ہلدی گھاٹ کے پاس واقع ہے (ب)

اس نے اپنی جرأت اور بہادری سے (فرقہ) روشنائی کی خوب تنبیہ کی[1] جو خیبر کے راستے میں رہزنی اور سفاکی کی سرگرمیوں کی وجہ سے زبردست رکاوٹ بنا ہوا تھا ۔

جب راجا بیربر سوات کے علاقے میں*[۱۶۱] (قبیلہ) یوسف زئی کی سرکشی کی وجہ سے مارا گیا اور زین خاں اور حکیم ابوالفتح حضور میں طلب کر لیے گئے تو یہ مہم مان سنگھ کے سپرد ہوئی ۔ جب افغانستان راجا بھگونت داس کے سپرد ہوا اور وہ سندھ کو عبور کرنے کے بعد دیوانہ ہوگیا تو وہاں کی حکومت کنور (مان سنگھ) کے سپرد کی گئی ۔

جب بتیسویں سال جلوس اکبری میں یہ معلوم ہوا کہ کنور (مان سنگھ) وہاں کی سرد آب و ہوا کی وجہ سے پریشان ہوگیا اور گروہ راجپوت نے افغانستان کی رعایا پر ظلم وستم شروع کر دیا ہے ، کنور (مان سنگھ) نے مظلوموں کی داد رسی میں کوئی کوشش نہیں کی ہے تو وہ ملک اس سے واپس لے لیا گیا اور اس کی جاگیر پورب کے علاقے میں مقرر کر دی گئی اور وہ (مان سنگھ) خود روشنائیوں کو سزا دینے میں مشغول ہوا ۔ اسی سال صوبۂ بہار کچھواہہ راجپوتوں کی جاگیر میں مقرر ہوا ۔ کنور مان سنگھ کو اس کا انتظام سپرد کیا گیا ۔

چونتیسویں سال جلوس اکبری میں جب کہ اس کے باپ (بھگونت داس) نے وفات پائی تو اسے 'راجا' کا خطاب اور پنج ہزاری منصب ملا ۔ جب وہ صوبۂ بہار پہنچا تو اس نے پورن مل کندھوایہ کے علاقے پر حملہ کرکے قبضہ کر لیا کہ جو مغرور ہوگیا تھا۔ وہ قلعے کو نہ بچا سکا اور اس نے پناہ طلب کی ۔ وہاں سے راجا سنگ رام کو سزا دینے کی غرض سے آگے بڑھا ۔ اس نے اطاعت

۱۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ (انگریزی ترجمہ صفحہ ۷۴۳) افغانوں کو علی مسجد کے پاس شکست ہوئی تھی (ب)

قبول کر لی ۔ ہاتھی اور اس ملک کے (دوسرے) تحفے پیش کیے ۔ پھر راجا مان سنگھ پٹنہ واپس آیا اور رنپت چورہ پر حملہ آور ہوا اور بہت مال غنیمت اس کے ہاتھ لگا ۔

جب اس نواح کے سرکشوں کی جانب سے اطمینان ہو گیا تو پینتیسویں سال جلوس اکبری میں اس نے جھاڑ کھنڈ کے راستے سے ملک اڑیسہ پر چڑھائی کی ۔ وہ ایسا علاقہ ہے کہ وہاں کے زمیندار ہمیشہ علیحدہ علیحدہ حکومت کرتے ہیں۔ [۱۶۲] اس سے قبل کچھ دنوں سے پرتاب دیو وہاں کا حاکم تھا ۔ اس کے لڑکے برسنگھ دیو نے اپنے کمینہ پن اور نالائقی سے باپ کی مخالفت کی اور موقع پا کر اس کو زہر دلوا دیا اور ہمیشہ کے لیے موت (بدنامی) مول لے لی ۔ اسی دوران میں مکند دیو تلنگانہ سے آ کر اس کا ملازم ہوا تھا ۔ اس کی اس کج روی سے اس کو بہت غصہ آیا ۔ اس نے (بر سنگھ کو) بد کی سزا دینے کا قصد کیا اور یہ ظاہر کیا کہ اس کی زوجہ ملاقات کے لیے آ رہی ہے ۔ اس طرح سے ہتھیاروں سے بھری ہوئی ڈولیاں ، قلعہ کے اندر) روانہ کردیں اور سامان کے محافظ کے بہانے سے دو سو بہادر اور تجربہ کار سپاہی قلعے میں داخل کر دیے ۔ چونکہ باپ کو ستانے والا زیادہ دنوں نہیں رہتا ہے لہٰذا اس کا معاملہ بھی جلد ختم ہو گیا اور اس کی سرداری جاتی رہی ۔

یہ طریقہ نہیں تھا کہ راجا بزرگوں اور اسلاف کے اندوختہ پر قبضہ کر لے (مگر اس نے) ستر قدیم خزانوں کا قفل توڑا اور اس طرح بزرگوں کے اندوختوں پر قبضہ کر لیا ۔ اگرچہ اس (بر سنگھ) نے سخاوت بھی کی لیکن اس نے عقل سے کام نہ لیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا ۔

سلیمان کرانی نے جو بنگالہ پر قابض تھا اپنے لڑکے بایزید کو جھاڑ کھنڈ کے راستے سے اس ملک پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا اور سکندر خاں اوزبک کو کہ جو اکبر بادشاہ سے بغاوت کرکے اس کے پاس آ گیا تھا ہمراہ کردیا ۔ راجا (برسنگھ) نے دو

فوجیں جمع تسلیل سے جھیت والے اور ترکانچ کی سرداری میں جنگ کے لیے تعینات کیں ۔ وہ ملک سرام فوج کے سرداروں سے مل گئے ۔ جنگ میں اپنے آقا کے کام سے پھر گئے ۔ سخت مقابلہ ہوا۔ [۱۰۹۳] راجہ (پرسنگھ) کا کام رہا اور اس نے مار بعد سے ملاقات کی اور اس کی مدد سے سخت مقابلہ ہوا ۔ راجہ اور جھیت والے جانوں کی داد دے کر ختم ہوگئے اور حکومت ترکانچ کے ہاتھ آئی ۔ سلیمان نے اس کو چاپلوسی سے اپنے پاس بلا کر ختم کردیا اور اس ملک پر قابض ہو گیا ۔

منعم خان خانخاناں اور خانجہاں ترکمان کی صوبہ داری میں اس ملک کا بڑا حصہ شاہی مملکت میں شامل کر لیا گیا ۔ بنگالہ کے سرداروں کے انتشار کے سبب سے قتلونے لوحانی نے اس ملک پر قبضہ کر لیا ۔ جب راجا (مان سنگھ) اس سال اس ملک میں پہنچا ، قتلو نے مقابلہ کیا ۔ چونکہ شاہی فوج کو بہت نقصان پہنچا تھا ، لہٰذا راجا نے استقامت دکھائی اور اس نے میدان جنگ نہ چھوڑا ۔ اچانک قتلو، جو بیمار تھا ، مر گیا۔ اس کے وکیل عیسیٰ نے اس کے چھوٹے لڑکے نصیر خان کو حاکم بنا کر راجا (مان سنگھ) سے صلح کی بات چیت کی ۔ راجا (مان سنگھ) نے جگناتھ کے مندر کو ، اس کی متعلقہ اراضی کے ساتھ ، ضبط کرکے خالصہ میں شامل کر لیا اور بہار کو واپس آ گیا ۔ جگناتھ کا مندر ہندوستان کی عبادت گاہوں میں سے ایک مشہور عبادت خانہ ہے جو شہر پرسوتم (پوری) میں سمندر کے کنارے واقع ہے ۔ اس کے نزدیک کشن ، اس کے بھائی اور اس کی بہن کے مجسمے صندل کے بنے ہوئے نصب ہیں ۔

کہتے ہیں کہ چار ہزار اور کچھ سال پہلے کی بات ہے کہ نیل گر پربت کے زمیندار راجا اندرمن نے ایک عارف کی رہنمائی پر کہ خدائے جہاں آفریں کی اس مقام پر خاص نظر ہے ، ایک بڑا شہر آباد کیا ۔ راجا کو ایک رات خواب میں یہ معلوم ہوا کہ

علاوہ وہاں ایک لکڑی جس کا طول باون انگلیوں [۱۰۲۶ھ] کے برابر اور عرض ڈیڑھ ہاتھ کا ہوگا، آئی کی۔ وہ خاص خدا کا جسم ہے۔ لے لیتا اور ایک بند مکان میں سات دن تک اس کو رکھتا۔ پھر جو صورت ظاہر ہو اس کو مکان میں رکھ کر معبود قرار دیتا۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو ایسا ہی پایا۔ اس کا نام جگناتھ رکھ دیا۔

کہتے ہیں کہ سلطان ابراہیم کا نوکر کالا پہاڑ جب اس ملک پر غالب آیا تو اس نے اس لکڑی کو آگ میں ڈال دیا، لیکن وہ جلی نہیں۔ اس کے بعد دریا میں ڈلوا دیا۔ پھر نکلوا لیا۔ کہتے ہیں کہ اس مجسمے کو چھ مرتبہ غسل کراتے ہیں اور نیا کپڑا پہناتے ہیں۔ پچاس ساٹھ زنار دار (پجاری) اس کی خدمت کے لیے کھڑے رہتے ہیں۔ جب وسیع دسترخوان اس کے سامنے بچھایا جاتا ہے، تو بیس ہزار آدمی اس کھانے سے حصہ پاتے ہیں۔ اور سولہ پہیوں کی گاڑی تیار کی جاتی ہے، اس پر سوار کراتے ہیں۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ جو شخص اس گاڑی کو کھینچے گا گناہوں سے پاک ہوجائے گا اور زمانے کے مصائب نہ دیکھے گا۔ اور اس سے بہت کرشمے منسوب کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ جب تک قتلو کا وکیل عیسیٰ زندہ رہا، اس راجا کے عہد و پیمان کا لحاظ رکھا۔ اس کے بعد قتلو کے لڑکوں خواجہ سلیمان اور خواجہ عثمان نے اس عہد کو توڑ کر شرانگیزی کی۔ راجا نے سینتیسویں سال جلوس اکبری میں ان کی بیخ کنی اور اس ملک کے فتح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ بنگالہ کا صوبے دار سعید خاں بھی راجا سے مل گیا۔ سخت و شدید حملوں کے بعد وہ (خواجہ سلیمان اور خواجہ عثمان) فرار ہو گئے اور اس علاقے کے بڑے زمیندار (راجا رام چند) کے یہاں پناہ گزیں ہوئے۔ اگرچہ سعید خاں بنگالہ واپس آ گیا لیکن راجا نے اس کا تعاقب [۱۰۶۵ھ] نہ چھوڑا اور سارنگ گڑھ کا محاصرہ کر لیا جس کو اس کی پناہ کا

مقام خیال کیا گیا تھا ۔ (انھوں نے) مجبوراً راجا سے ملاقات کی ۔ خلیفہ آباد کی سرکار میں ان کو جاگیر دی گئی ۔ ۱۰۰۰ھ مطابق ۹۲-۱۵۹۱ء میں اڑیسہ کا صوبہ ممالک محروسہ میں سامل کر لیا گیا ۔

انتالیسویں سال ۱۰۰۲ھ مطابق ۹۴-۱۵۹۳ء میں سلطان خسرو کو پنج ہزاری منصب اور اڑیسہ کی جاگیر ملی ۔ راجا (مان سنگھ) اس کا اتالیق مقرر کیا گیا ۔ بنگالہ کی جاگیر اور اس کا انتظام (راجا کے) سپرد ہوا ۔ راجا (مان سنگھ) نے اپنی حسن تدبیر اور قوت شمشیر سے ملک بھاٹی اور دوسرے زمینداروں کا بہت سا علاقہ لے کر شاہی مملکت میں داخل کر دیا ۔

چالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۴ھ مطابق ۹۶-۱۵۹۵ء میں آک محل کے نزدیک ایک جگہ کو پسند کرکے دارالحکومت بنایا اور اکبر نگر اس کا نام رکھا ۔ اس کو راج محل بھی کہتے ہیں ۔ وہاں کشتی کو بہت کم نقصان پہنچتا ہے ۔ شیر شاہ نے بھی اس جگہ کو پسند کیا تھا ۔ اور اکتالیسویں سال جلوس اکبری میں کوچ کے زمیندار لچھمی نرائن نے راجا سے ملاقات کی اور اپنی بہن راجا کو دے دی ۔ (کوچ کا ملک) گھوڑا گھاٹ کے شمال میں آباد علاقہ ہے ۔ اس کی لمبائی دو سو کوس اور چوڑائی چالیس کوس سے سو کوس تک ہے ۔

چوالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۸ھ مطابق ۱۶۰۰-۱۵۹۹ء میں جب اکبر بادشاہ نے دکن کا ارادہ کیا ، شاہزادہ سلیم کو اجمیر کے صوبے میں رانا کو سزا دینے کا حکم ہوا ، تو راجا (مان سنگھ) کو بنگالہ کی حکومت بحال کرکے شاہزادہ (سلیم) کے ہمراہ تعینات کیا ۔

جب اسی زمانے میں [۱۶۶] عیسیٰ ، جو بنگالہ کا بڑا زمیندار تھا ختم ہو گیا ، تو راجا نے اس ملک کی نگرانی کو آسان سمجھ کر اپنے لڑکے جگت سنگھ کو انتظام کے لیے روانہ کیا ۔

جگت سنگھ راستے میں مر گیا تو اس کے کم سن لڑکے مہا سنگھ کو بنگالہ روانہ کیا ۔

پینتالیسویں سال جلوس اکبری میں قتلو کے لڑکے خواجہ عثمان نے بغاوت کردی ۔ راجا کے آدمی معمولی بات سمجھ کر لڑائی کے لیے تیار ہو گئے اور ان کو سخت نقصان پہنچا ۔ اگرچہ بنگالہ قبضے سے نہیں نکلا لیکن اکثر مقامات پر (خواجہ عثمان کے آدمیوں کا) قبضہ ہو گیا ۔

شاہزادہ سلیم آرام ، شراب نوشی اور بری صحبت کی وجہ سے ایک مدت تک اجمیر میں رہا ۔ اس کے بعد اودے پور پہنچا اور اس مہم (رانا کی مہم) کو انجام تک نہ پہنچا سکا ۔ اور پھر (شاہزادہ سلیم نے) خود سری کا ارادہ کیا اور اس نے پنجاب جانا چاہا کہ (اسی دوران میں) اچانک بنگالہ کے افغانوں کی شورش کی خبر ملی ۔ راجا مان سنگھ نے (شہزادہ سلیم کی) اس جانب (بنگالہ کی طرف) رہبری کی، لیکن شہزادے کے مفسد ہمراہیوں کے بہکانے سے شہزادے نے آگرے پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا ۔ مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) اس کو نصیحت کرنے کے خیال سے قلعے سے نکلیں ۔ شہزادہ شرمندگی کی وجہ سے دارالخلافہ (آگرہ) سے چار کوس سے واپس ہوا اور کشتی میں سوار ہو کر الہ آباد کو چل دیا ۔

راجا مان سنگھ ابتدا ہی میں شہزادے سے علاحدہ ہو گیا اور بنگالہ کے سرکشوں کو سزا دینے کے لیے چل دیا ۔ شیرپور کے نزدیک مخالفوں پر حملہ آور ہوا اور ان کو شکست دی ۔ صوبہ بنگالہ کا بخشی میر عبدالرزاق معموری کہ جو گرفتار ہو گیا تھا ، جنگ میں مع طوق و زنجیر ہاتھ آیا ۔ اور جب اس ملک کے انتظام کی جانب سے اطمینان حاصل ہوگیا تو اس کے بعد راجا ، بادشاہ (اکبر) کے حضور میں حاضر ہوا اور سات ہزار ذات [۱۶۷] اور ہفت ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اس زمانے میں کوئی اعلیٰ سردار

بھی پنج ہزاری سے زیادہ نہیں ہوتا تھا ۔ اس کے بعد مرزا شاہرخ اور مرزا عزیز کوکہ کو یہ منصب ملا ۔

اکبر بادشاہ کے انتقال کے بعد (راجا مان سنگھ) مرزا عزیز کوکہ کے ہم خیال ہو کر سلطان خسرو کی تخت نشینی کے لیے کوشاں ہوا کہ جو لوگوں کے نزدیک ولی عہدی کا مرتبہ رکھتا تھا ۔ لیکن جہانگیر بادشاہ نے (صوبہ) بنگالہ کی بحالی اور علاقے کو واپس جانے کی اجازت دے کر اپنے موافق کر لیا اور جہانگیر کے تخت نشین ہونے کے بعد وہ بنگال کی حکومت پر چلا گیا ۔ لیکن اسی سال بنگالہ سے تبدیل ہو کر رہتاس کے سرکشوں کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا ۔ وہاں سے وہ (جہانگیر) بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ تیسرے سال جلوس جہانگیری میں (راجا کو) وطن جانے کی اجازت ملی ۔ دکن کے حملے کا انتظام کرکے خانخاناں کی مدد کے لیے اس ملک میں پہنچا ۔ عرصۂ دراز تک دکن میں رہا ۔ وہیں نویں سال جلوس جہانگیری میں طبعی موت سے مر گیا ۔ اس کے ساتھ ساٹھ آدمی آگ میں جلائے گئے ۔

راجا نے بنگالہ کی حکومت کے زمانے میں عجیب مال و دولت اور طرفہ ساز و سامان فراہم کر لیا تھا کہ اس کے بھاٹ کے پاس سو ہاتھی تھے ۔ تمام سپاہ خوش حال اور معتبر ملازمین کثرت سے تھے کہ ان میں سے ہر ایک سردار اور سربرآوردہ تھا ۔

کہتے ہیں کہ اس زمانے میں جب کہ دکن کی مہم خانجہاں لودی سے متعلق ہوگئی تھی تو پندرہ پنج ہزاری ، صاحب علم و نقارہ امیر مثلاً خانخاناں ، راجا مان سنگھ ، مرزا رستم صفوی ، آصف خاں جعفر اور شریف خاں امیرالامرا اور چار ہزاری سے ایک صدی تک کے ایک ہزار سات سو مددگار امیر (خانجہاں) کے ساتھ تھے ۔ جب بالا گھاٹ میں [۱٦۸] قحط اور غلے کی اس درجہ کمی ہوگئی کہ ایک روپے کا ایک سیر آٹا نہیں ملتا تھا ، تو

ایک دن راجا نے دربار میں کھڑے ہو کر نہایت عاجزی سے کہا کہ اگر میں مسلمان ہوتا تو روزانہ تم لوگوں کے ہمراہ ایک وقت کھانا کھاتا ۔ میری ساری داڑھی سفید ہے ۔ کیا آپ لوگ مجھ سے پان کا خرچ لینا قبول کریں گے ؟ سب سے پہلے خانجہاں نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ مجھے قبول ہے ۔ اوروں نے بھی قبول کیا ۔ راجا پنج ہزاری منصب دار کو ایک سو روپے اور اسی حساب سے صدی منصب دار کو ، پان کو تھیلی میں رقم رکھ کر اور اس کے اوپر اس شخص کا نام لکھ کر بھیج دیا کرتا تھا ۔ تین چار مہینے تک جب تک کہ یہ (مہم کا) زمانہ ختم نہ ہوا ، کبھی ناغہ نہ کیا ۔ اور جب تک رسد نہ آئی اس وقت تک غلہ لشکریوں کے ہاتھ آنبیر کے نرخ پر فروخت ہوتا رہا ۔

کہتے ہیں[1] کہ راجا کی زوجہ رانی کنور جو عقل مند منتظم بی بی تھی ، وطن سے انتظام کرکے رسد بھیجا کرتی تھی ۔ راجا سفر کے موقعوں پر مسلمانوں کے لیے غسل خانے اور مسجدیں قناتوں کی کھڑی کروا دیتا تھا ، اور ایک وقت کا کھانا تمام لوگوں کو مستقل طور سے بھیجتا تھا ۔

کہتے ہیں[2] کہ ایک روز ایک سید نے ایک برہمن سے دین ہنود پر اسلام کی فوقیت کے سلسلے میں گفتگو کی اور راجا کو ثالث مقرر کیا ۔ راجا نے کہا کہ اگر میں اسلام کو بہتر بتاؤں گا تو لوگ کہیں گے کہ بادشاہ وقت کی خوشامد میں ایسا کہتا ہے ، اور اگر اس کے خلاف کہتا ہوں تو جانب داری پر محمول کیا جائے گا ۔ جب ان لوگوں نے اصرار کیا تو راجا نے کہا کہ میں عالم نہیں ہوں [۱۶۹] لیکن ہندوؤں کا مذہب جو اتنے قدیم زمانے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ۱۱۰ (ق)
۲ ۔ ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ۱۰۷۔۱۰۸ (ق)

سے ہے ، اگرچہ کتنا ہی مذہبی اعتبار سے صاحب کمال ہو ، لیکن جیسے ہی (ہندو) مرتا ہے لوگ اس کو جلا دیتے ہیں اور ہوا میں اڑا دیتے ہیں ۔ اگر کوئی شخص رات کے وقت وہاں جائے تو جنات کا خوف ہوتا ہے ۔ اور اسلام میں ہر قصبہ و شہر میں ایسے بزرگوں کے مزار ہیں کہ جن کی زیارت کی جاتی ہے اور ان سے برکت ہوتی ہے اور طرح طرح کی مجالس منعقد کی جاتی ہیں ۔

کہتے ہیں[۱] کہ بنگالہ جاتے وقت (راجا مان سنگھ) منگیر میں شاہ دولت نامی (بزرگ) کی خدمت میں پہنچا کہ جو اس وقت کے صاحب کمال لوگوں میں سے تھے ۔ شاہ دولت نے فرمایا کہ اس عقل و دانش کے باوجود مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا ؟ راجا نے عرض کیا قرآن شریف میں آیا ہے 'ختم اللہ علیٰ قلوبھم' اگر آپ کی توجہ سے شقاوت کا قفل میرے سینے سے ہٹ جائے تو فوراً مسلمان ہو جاؤں ۔ ایک مہینے تک اسی امید میں ٹھہرا رہا۔ چونکہ اس کی قسمت میں اسلام نہ تھا ، لہٰذا کوئی فائدہ نہ ہوا ۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے :

فیض درویشاں چہ دریابد دل افسردہ را
مس چو باشد کشتہ بے حاصل ز فیض کیمیاست

کہتے ہیں کہ راجا مان سنگھ ایک ہزار پانسو عورتیں رکھتا تھا اور ہر ایک سے دو اور تین لڑکے تھے ، لیکن باپ کی زندگی ہی میں سب مر گئے ، مگر راجا بھار سنگھ زندہ رہا ۔ وہ بھی زیادہ مے نوشی کی وجہ سے باپ کے بعد جلد ہی مر گیا اس کا ذکر علاحدہ تحریر ہوا ہے[۲] ۔

---

۱ ۔ ذخیرۃالخوانین صفحہ ۱۰۸-۱۰۹ (ق)

۲ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۳۱۴ ، ۳۳۲ و دربار اکبری صفحہ ۶۵۶ ۔ ۶۹۳ و ذخیرۃالخوانین جلد اول صفحہ ۱۰۵-۱۱۱ (ق)

۴۵
راجا راج سنگھ کچھواھہ

راجا بھارامل کے بھائی راجا اسکرن کا لڑکا ہے ۔ جب راجا [۱۷۰] بھارا مل پر اکبر بادشاہ کی بے انتہا شاہی نوازشیں ہوئیں تو اس کے تمام عزیز و اقارب کی ترقی علی قدر مراتب ہوئی ۔ بائیسویں سال جلوس اکبری میں راجا اسکرن ، صادق خاں کے ہمراہ راجا مدھکر کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا اور چوبیسویں سال جلوس اکبری میں راجا ٹوڈرمل کے ساتھ صوبہ بہار میں تعینات کیا گیا ۔

تیسویں سال جلوس اکبری میں ایک ہزاری منصب پر فائز ہوا ۔ اسی سال خان اعظم کوکہ کے ہمراہ دکن کی مہم پر روانہ ہوا اور جب بادشاہ نے اکتیسویں سال جلوس اکبری میں ہر صوبے میں دو سردار تعینات کیے تو صوبۂ آگرہ اس کے اور شیخ ابراہیم کے نام مقرر ہوا اور تینتیسویں سال جلوس اکبری میں شہاب‌الدین احمد خاں کے ہمراہ راجا مدھکر کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا ، اور وقت آ جانے پر وہ (راجا اسکرن) مر گیا ۔

(راجا اسکرن کا لڑکا) راج سنگھ راجا کے خطاب اور مناسب منصب سے سرفراز ہوا اور مدتوں دکن کی مہم پر تعینات رہا ۔ اس کے بعد اپنی خواہش کے مطابق وہ بادشاہ (اکبر) کے حضور میں حاضر ہوا ۔ چوالیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کی قدم بوسی حاصل کی ۔ اس کے بعد وہ گوالیار کی قلعہ داری پر مقرر ہوا ۔ پینتالیسویں سال جلوس اکبری میں ، جس زمانے میں کہ بادشاہ قلعہ اسیر کا محاصرہ کیے ہوئے تھا ، تو وہ (راج سنگھ) حضور میں حاضر ہوا اور اس نے (دیدار شاہی سے) اپنی جبین نیاز کو منور کیا ۔ سینتالیسویں سال جلوس اکبری میں رائے رایاں پتر داس کے ہمراہ برسنگھ دیو بندیلہ کے تعاقب پر مامور ہوا کہ جس نے چوروں کی طرح راستے میں آ کر شیخ ابوالفضل کو قتل

کر دیا تھا ۔ چونکہ اس نے بندیلہ کی جماعت کی بیخ کنی میں بہت بہادری اور کوشش [۱۷۱] کی تھی ، پچاسویں سال جلوس اکبری میں متواتر اضافوں کے بعد وہ چار ہزاری ذات اور تین ہزار کے منصب اور نقارے سے سرفراز ہوا ۔ جہانگیر بادشاہ کے تیسرے سال جلوس میں اس کو دکن جانے کی اجازت ملی اور دسویں سال جلوس جہانگیری مطابق ۱۰۲۴ھ ، ۱۶۱۵ع میں (راج سنگھ) وہیں مر گیا ۔

اس کا لڑکا رام داس ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور بارھویں سال جلوس جہانگیری میں اسے 'راجا' کا خطاب ملا[1] اور اسی سال کے آخر میں ایک ہزار پانسو ذات اور سات سو سوار کے منصب پر فائز ہوا[2]۔ اس کا ایک پوتا جس کا نام پرسوتم سنگھ تھا شاہجہاں بادشاہ کے چھٹے سال جلوس میں مسلمان ہوا اور اس کا نام سعادت مند مشہور ہوا ۔ بادشاہ نے اس کو خلعت ، گھوڑا اور نقد انعام عطا کیا ۔

۳۶
راجا رائے سال درباری

اس کا باپ راجا سوجا ، راجا رائے رائے مل کا لڑکا ہے اور اس کی قوم شیخاوت ہے ۔ مشہور بادشاہ شیر شاہ کا باپ حسن خاں

---

۱ ۔ تزک جہانگیری (انگریزی ترجمہ) ، جلد اول صفحہ ، ۳۷۹ (ب)

۲ ۔ مصنف کا یہ بیان درست نہیں ہے ۔ پہلے سال جلوس جہانگیری میں رام داس کچھواہہ تین ہزاری منصب پر سرفراز ہوا اور منصب میں اضافے کا جو ذکر ہے وہ دوسرے شخص رام داس ولد جے سنگھ کے متعلق ہے ۔ (ملاحظہ ہو تزک جہانگری (انگریزی) جلد اول صفحہ ۱۸م (ب)

سور شروع زمانے میں اس کا ملازم تھا - کچھواہہ (راجپوتوں) کے دو گروہ ہیں : ایک راجاوت کہ جس سے مرزا راجا مان سنگھ اور اس کے بزرگ ہیں - دوسرا شیخاوت کہ جس میں راجا لون کرن ، راجا رائے سال اور اس کے اعزہ ہیں -

کہتے ہیں کہ ان کے بزرگوں میں ایک بزرگ کے لڑکا نہیں ہوتا تھا - اتفاق سے اس طرف ایک درویش کا گزر ہوا - اس درویش نے اس کے حال پر مہربانی کی اور لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری دی - کچھ عرصے کے بعد اس بزرگ کی برکت سے [۱۰۲] اس کا نام شیخ رکھا گیا اور اس کی اولاد شیخاوت کہلائی[۱] -

راجا رائے سال اپنے اقبال کی مدد سے اکبر بادشاہ کا منظورنظر ہوا اور اس کا قرب و اعتبار (بادشاہ کی) نظروں میں اس کے ہم عصروں سے بڑھ گیا - چونکہ اس سے نیک طینتی اور مزاج شناسی ظاہر ہوتی تھی ، روز بروز اس پر اعتماد بڑھتا گیا ، یہاں تک کہ شاہی حرم سرا کا اختیار و انتظام راجا (رائے سال درباری) کی مناسب رائے کے مطابق ہوتا تھا - تاریخ اکبری (اکبر نامہ) میں چالیسویں سال جلوس اکبری تک اس کا منصب ایک ہزار دو سو پچاس درج ہے[۲] - ظاہر ہے کہ اس زمانے میں اس قسم کے منصبوں کا دستور تھا - اس کے بعد یہ طے ہو گیا کہ ہزاری اور اس سے بلند مرتبہ کو پانصدی سے کم کا اضافہ نہ دیا جائے -

جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں راجا رائے سال کے منصب اور امارت میں اضافہ ہوا[۳] اور وہ دکن پر تعینات کیا گیا - مدت دراز

---

۱ - اس سلسلے میں ملاحظہ ہو ذخیرۃالخوانین جلد اول ، صفحہ ۱۰۳ (ق)

۲ - ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم ، صفحہ ۸۰۹ (ب)

۳ - ملاحظہ ہو تزک جہانگیری (انگریزی) صفحہ ۱۷ (ب)

تک وہ وہیں رہا اور وہیں مرا - عمر بھی طویل پائی - راجا کے اکیس لڑکے تھے ، ان میں سے ہر ایک کثیرالاولاد تھا -

جب وہ دکن میں شاہی خدمات انجام دے رہا تھا ، تو مادھو سنگھ وغیرہ اس کے پوتوں نے سرکشی اور برے ارادے سے بدمعاشوں اور فسادیوں کی ایک جماعت اکٹھی کر لی اور اپنے دادا (رائے سال) کی ولایت پر کہ جس سے آنبیر کے قریب کھنڈار[1] مراد ہے ، زبردستی قبضہ کر لیا -

متھرا داس بنگالی نے جو ایماندار ، خوشخط اور انشا پرداز تھا اور راجا کی سرکار میں صاحب اختیار تھا اور اس کی جانب سے شاہی دربار میں دخل رکھتا تھا ، اپنی حسن رائے سے کچھ تدابیر کام میں لا کر اس علاقے کا کچھ حصہ [۱۷۳] ان غاصبوں کے قبضے سے نکال لیا -

راجا کے مرنے کے بعد اس کے لڑکوں میں سے راجا گردھر وغیرہ دو تین آدمی معزز اور راجا کے خطاب سے سرفراز ہوئے - اس کے باقی لڑکے اور ہوے کہ جن کی کثیر تعداد تھی ، زمینداروں کی حیثیت سے اپنے وطن میں زندگی گزارتے ہیں اور ان میں سے اکثر رہزنی اور سرکشی کی زندگی بسر کرتے ہیں[2] -

۳۷
رانا سکرا[3]

رانا سانگا کے لڑکے اودے سنگھ کا بیٹا ہے - جب اس کے

---

۱ - سرکار رنتھمبور میں واقع ہے (پ)

۲ - ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۲۰۵ ، ۲۰۶

۳ - آئین اکبری جلد اول (انگریزی ، طبع دوم صفحہ ۵۸۵) میں اس کا نام سگرجی اور اینلس آف راجستھان (طبع ۱۹۱۴ع صفحہ ۲۶۴-۲۷۰) میں سکتا دیا ہے (پ) - تزک جہانگیری (لکھنؤ ایڈیشن صفحہ ۲۴) میں رانا شنکر دیا ہے (ق) -

بھائی رانا پرتاپ نے اکبر بادشاہ سے مخالفت کی تو وہ حضر دربار ہو کر دو صدی کے منصب پر سرفراز ہوا۔

جہانگیر بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں اس نے بارہ ہزار روپے کا انعام پایا[1] اور سلطان پرویز کے ہمراہ رانا کی مہم پر تعینات ہوا۔

اسی سال کے آخر میں ایک فوج کے ساتھ دلپت بھورتیہ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا اور اس مہم سے کامیاب اور فتح مند واپس آیا۔

دوسرے سال جلوس جہانگیری میں دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ گیارھویں سال جلوس جہانگیری میں اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا۔

۳۸

راجا مہا سنگھ

کنور مان سنگھ کچھواہہ کے لڑکے راجا جگت سنگھ کا بیٹا ہے۔ باپ کے مرنے کے بعد اپنے بڑے باپ (دادا) کی جگہ پر مامور ہو کر بنگالہ کی حکومت پر روانہ ہوا۔ اکبر بادشاہ کے پینتالیسویں سال جلوس میں جبکہ بنگالہ کے افغانوں نے فساد برپا کر رکھا تھا تو وہ کم سن تھا[2]۔ [۲۷۱] راجا مان سنگھ کے بھائی پرتاپ سنگھ نے کہ جو اس (مہا سنگھ) کا مختار کار تھا، ابھی سستی سے احتیاط کو نظرانداز کر دیا اور بھدرک میں میدان جنگ آراستہ کیا۔ جب افغان غالب ہوئے تو راجپوت کثرت سے مارے گئے۔ مہا سنگھ استقامت نہ دکھا سکا۔

---

۱ - تزک جہانگیری صفحہ ۲۳ (ق)

۲ - اس وقت اس کی عمر بتیس سال تھی۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری حصہ اول (انگریزی) صفحہ ۳۷۷ (ب)

سینتالیسویں سال جلوس اکبری میں جب جلال کھوکھر وال اور قاضی مومن نے صوبۂ مذکور (بنگالہ) کے مضافات میں فتنہ انگیزیاں کیں تو اس نے ان کو متنبہ کرنے میں بہادری سے کام لیا[1] ۔ پچاسویں سال جلوس اکبری میں وہ دو ہزاری ذات اور تین سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

دوسرے سال جلوس جہانگیری میں وہ ایک فوج کے ہمراہ مہم بنگش پر تعینات ہوا ۔ تیسرے سال جلوس جہانگیری میں اسی ہزار روپے بطور ساچق بھیج کر اس کی بہن کو (جہانگیر نے) محل میں داخل کر لیا ۔ راجا مان سنگھ نے ساٹھ ہاتھی جہیز میں دیے ۔ پانچویں سال جلوس جہانگیری میں اس کو علم عنایت کیا گیا اور اسی سال وہ باندھو کے زمیندار بکرماجیت کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوا کہ جو باغی ہوگیا تھا ۔ ساتویں سال جلوس جہانگیری میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا ۔

مان سنگھ کے مرنے کے بعد جب بادشاہ نے بھاؤ سنگھ (فرزند مان سنگھ) پر انتہائی نظر عنایت کرکے اس کو سردار قوم بنا دیا تو اس کی تلافی میں اس کے منصب میں بھی پانسو ذات کا اضافہ فرمایا ۔ خلعت اور مرصع خنجر اس کو بھیجا اور باندھو کی ولایت اسے انعام میں ملی ۔

دسویں سال جلوس جہانگیری میں اسے راجا کا خطاب اور نقارہ مرحمت ہوا ۔ گیارھویں سال جلوس جہانگیری میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا ۔ بارھویں سال جلوس جہانگیری مطابق ۱۰۲۶ھ ، ۱۶۱۷ع میں (راجا مہا سنگھ) ولایت برار ، بالا پور میں فوت ہو گیا ۔ [۱۷۵] اس کا لڑکا راجا جے سنگھ ہے جس کے حالات علیحدہ لکھے گئے ہیں ۔

---

۱ ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ، اکبر نامہ جلد سوم ، صفحہ ۸۰۸ - ۸۰۹ (ب)

۳۹

راجا سورج مل

راجا باسو کا بڑا لڑکا ہے ۔ اپنی بد اطواری اور سرکشی سے وہ اپنے باپ کو ناراض رکھتا تھا ۔ آخر راجا (باسو) نے اس وہم کی وجہ سے کہ ہو اس (سورج مل کی بد کرداری کی بنا پر اسے تھا) اسے (سورج مل) کو قید کر دیا ۔ راجا کے مرنے کے بعد چونکہ اوئی دوسرا لڑکا جوان نہ تھا اس لیے مجبوراً جہانگیر بادشاہ نے زمینداری کے انتظام اور اس علاقے کی نگرانی کے لیے سورج مل کو راجا کا خطاب اور دو ہزاری منصب عنایت فرمایا اور زمینداری کے محالات ، اس سار و سامان اور خزانے کے ساتھ کہ جو برسہا سال سے اس کے باپ (راجا باسو) نے جمع کیا تھا ، بغیر کسی شریک و سہیم کے اس (سورج مل) کو مرحمت کر دیے ۔

وہ (راجا سورج مل) مرتضیٰ خاں شیخ فرید کے ہمراہ ، جو قلعۂ کانگڑہ کی فتح کے لیے مقرر ہوا تھا ، تعینات ہوا ۔ جب شیخ (فرید) کی کوشش سے قلعے کے محصورین کی زندگیاں تنگ ہو گئیں اور اس نے دیکھا کہ عنقریب فتح ہونے والی ہے تو ناموافقت اور کام خراب کرنے پر آمادہ ہو گیا ۔ اس نے صلح و آشتی ختم کر دی ۔ بے شرم بن کر خان مذکور (مرتضیٰ خاں شیخ فرید) کے آدمیوں سے جھگڑا اور فساد شروع کر دیا ۔ مرتضیٰ خاں نے جہانگیر (بادشاہ) کو اطلاع دی کہ سورج مل کے حالات سے بغاوت اور سرکشی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں جب اس (سورج مل) نے یہ دیکھا کہ مرتضیٰ خاں تجربہ کار سردار ہے اور فوج بھی کثیر رکھتا ہے ، اس کوہستان میں میری فتنہ‌انگیزی [۱۷۶] کامیاب نہیں ہو گی تو مجبوراً بادشاہزادہ شاہجہاں کے حضور میں ملتجی ہوا اور شاہزادے کو عرضی بھیجی کہ مرتضیٰ خاں خود غرض لوگوں کی تحریک سے مجھ سے بدظن ہو گیا ہے اور مجھ پر بغاوت و سرکشی کا الزام لگا رہا ہے اور مجھے برباد کرنے کی فکر

میں ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ مجھ بدقسمت کی زندگی کا سبب اور نجات کا ذریعہ ہوں گے اور مجھے بادشاہ کے حضور میں طلب فرمائیں گے۔

اس دوران گیارھویں سال جلوس جہانگیری میں مرتضیٰ خاں کا انتقال ہوگیا اور قلعے کی فتح میں توقف ہو گیا۔ وہ (سورج مل) شاہزادے کی درخواست پر حضور میں طلب کر لیا گیا اور اس پر شاہانہ عنایات ہوئیں اور اسی زمانے میں شاہزادے کے ہمراہ دکن کی مہم پر روانہ ہوا۔

اس مہم سے واپسی کے بعد اس کے وسائل بڑھ گئے اور وہ فتح کانگڑہ کا نگران مقرر ہوا۔ اگرچہ اس کوہستان میں دوبارہ اس کو بھیجنا مصلحت اور احتیاط کے خلاف تھا لکن چونکہ وہ مہم شاہزادے کے اختیار میں دے دی گئی تھی، شاہزادے نے اس (سورج مل) کو اپنی سرکار کے بخشی شاہ قلی خاں محمد تقی کے ساتھ تعینات کر دیا۔ جیسے ہی اس کا مقصد پورا ہوا اس نے شاہ قلی سے جھگڑنا شروع کر دیا اور شاہزادے کو تحریر کیا کہ میری اس (شاہ قلی خاں) سے بنتی نہیں ہے اور یہ کام اس سے انجام کو نہیں پہنچے گا؛ اگر کوئی دوسرا سردار تعینات کر دیا جائے تو یہ قلعہ آسانی سے فتح ہو جائے گا۔ لہٰذا شاہ قلی خاں کو حضور میں طاب کر لیا گیا اور راجا بکرماجیت کو کہ جو دربار شاہی میں اعلیٰ سردار تھا، تازہ دم لشکر کے ساتھ روانہ کر دیا گیا۔

سورج مل نے راجا کے پہنچنے تک اس موقع کو غنیمت سمجھا اور پہلے بادشاہی آدمیوں کی ایک جماعت کو [۱۷۷] اس بہانے سے کہ عرصۂ دراز سے جنگ میں مشغول رہنے کے سبب سے بے سامان ہو گئے ہیں، رخصت کر دیا کہ وہ اپنی جاگیروں میں چلے جائیں اور راجا کے آنے تک ساز و سامان سے آراستہ ہو جائیں۔ اس طرح (لوگوں کو) منتشر کرنے کے بعد اس سرکش نے بغاوت اور سرکشی شروع کر دی اور ظلم و تشدد کرنے لگا اور

پہاڑی علاقے کے اکثر پرگنوں کو کہ جو اعتمادالدولہ کی جاگیر میں تھے ، لوٹ لیا اور جو کچھ نقد و جنس ملا اس پر قبضہ کر لیا ۔

سید صفی بارہہ نے بقیہ سپاہیوں کے ساتھ کہ جن کو رخصت مل گئی تھی مگر ابھی تک اپنی جاگیر پر نہیں گئے تھے ، اور اپنے عزیز و اقارب کی ایک جماعت لے کر مقابلہ کیا اور شہید ہوگیا ۔ کچھ لوگ زخمی ہوئے اور بعض اپنی کوشش سے اپنی جانیں بچا لے گئے ۔

جب تیرھویں سال جلوس جہانگیری کے آخر میں راجا بکرماجیت اس علاقے میں پہنچا تو اس مکار ادبار زدہ (سورج مل) نے یہ ارادہ کیا کہ کچھ عرصے تک اس کو خوشامد اور چالاکی سے فریب دیتا رہے ۔ (راجا بکرماجیت) چونکہ اصل حقیقت سے واقف ہو چکا تھا ، اس لیے اس کی باتوں میں نہ آیا اور اس نے مردانہ قدم بڑھایا ۔ سورج مل نے بدقسمتی سے معاملے کی گہرائی کو نہیں سمجھا ۔ نہایت بہادری اور جسارت سے جنگ شروع کردی ۔ تھوڑے ہی مقابلے میں بہت سے آدمی قتل کرا دے اور بھاگ کھڑا ہوا ۔ مئو اور مہری کے قلعے کہ جن پر اس کو زیادہ بھروسا تھا بغیر کسی خاص مشکل کے (بکرماجیت کے) قبضے میں آ گئے اور وہ ملک جو وراثتاً اس کو ملا تھا ، بغیر مقابلے کے شاہی قبضے میں چلا گیا ۔ وہ ذلت و خواری کے ساتھ نہایت پریشان حال پہاڑیوں میں پناہ گزیں ہوا [۱۰۲۸] اور اسی آوارگی میں مر گیا ۔

۵۰
راجا سورج سنگھ راٹھور[1]

مارواڑ کے زمیندار رائے مالدیو کے لڑکے اودے سنگھ عرف موٹا راجا کا لڑکا ہے کہ جو (مارواڑ) صوبہ اجمیر کا علاقہ ہے ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۲۵۴-۲۵۵ (ق)

اس کا طول سو کوس اور عرض ساٹھ کوس ہے ۔ اجمیر ، جودھپور، سروہی، ناگور اور بیکانیر کے علاقے اس میں شامل ہیں ۔ رائے مذکور (مالدیو) ہندوستان کے معتمد راجاؤں میں سے تھا اور جماعت کی کثرت اور ساز و سامان کے لیے مشہور تھا ۔ کہتے ہیں کہ جب معزالدین سام ، پتھورا کی جنگ سے فارغ ہوا اور قنوج کے راجا جے چند سے اس نے مقابلہ کیا تو راجا (جے چند) فرار ہو کر دریائے گنگا میں پہنچا اور ڈوب گیا ۔ اس کا خاندان تباہ ہو گیا ۔ اس کا بھتیجا سہیا ، شمس‌آباد میں رہتا تھا ، وہ بھی بہت سے آدمیوں کے ہمراہ مارا گیا ۔ اس کے تینوں لڑکے سوتیک، اسوتھاما اور اچھ ، گجرات چلے گئے اور سوجت کے نزدیک پالی میں کچھ دنوں رہے ۔

اسی دوران میں قوم مینہ ، وہاں کے رہنے والوں کو لوٹنے کے لیے کہ جو برہمن تھے، پہنچ گئی ؛ یہ بھی نکل کر بہادری کے ساتھ لڑے اور ان کو شکست دی ۔ برہمنوں نے ان کی بہت تحسین و تعریف کی اور ان کی عسرت کو انھوں نے ختم کردیا ۔ جب کچھ اسباب رفاہ فراہم ہوگئے [۱۰۷] تو انھوں نے چابک دستی کا مظاہرہ کیا ۔ انھوں نے کھیر کا علاقہ گوہل قوم کے قبضے سے نکال لیا ۔ سوتیک نے (بھائیوں) سے علیحدہ ہو کر قوم مینہ سے ایدر کو لے لیا اور اچھ ، بکلانہ پہنچا اور اس ملک کو کول کے قبضے سے نکال کر اپنے تصرف میں لے آیا ۔ اس ملک میں ان کا خاندان آباد ہو گیا ۔ اسوتھاما ، جو مارواڑ میں تھا ، اس کی اولاد نے آہستہ آہستہ وہاں ترقی کی ۔ رائے مالدیو اس کی سولھویں پشت میں تھا ۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا چھوٹا لڑکا چندرسین اس کا جانشین ہوا ۔

پندرھویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ (اکبر) اجمیر پہنچا اور (خواجہ معین‌الدین اجمیری کی) زیارت سے فارغ ہونے کے بعد ناگور کی طرف روانہ ہوا اور اس علاقے کے بندوبست کی طرف

متوجہ ہوا تو (چندرسین) بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔

جب انیسویں سال جلوس اکبری میں اس (چندرسین) کی سرکشی کی اطلاع پہنچی تو امرا کی ایک جماعت اس کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئی ۔ اس کا بھتیجا کلہ کہ جو شہر سوجت میں رہتا تھا امرا کے تعاقب سے عاجز آ کر شاہی لشکر میں پہنچ گیا اور جب شاہی لشکر نے مہسوارا پر حملہ کرکے سورت کے قلعے کا محاصرہ کر لیا تو ایک دوسری فوج اس (چندر سین) کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئی اور وہ پہاڑیوں میں چلا گیا ۔

اکیسویں سال جلوس اکبری میں اس کے بھتیجے کلہ نے پھر فوج جمع کرکے قلعہ ونکور کو مستحکم کیا ۔ شہباز خاں کنبوہ نے جا کر اس (ونکور) کو فتح کر لیا ۔

پچیسویں سال جلوس اکبری میں کہ جب چندرسین نے بغاوت کی تو [۱۸۰] پاینده خاں مغل کے ہاتھوں کہ جو اور جاگیرداروں کی ہمراہی میں اس کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوا تھا ، اس (چندرسین) نے شکست کھائی ۔

اودے سنگھ عرف موٹا راجا نے صدق دل سے اطاعت قبول کر لی ۔ مان متی اپنی لڑکی کو سلطان سلیم کے عقد میں دے دیا کہ جس سے سلطان خرم پیدا ہوا ۔ اس کے بعد مشارالیہ (اودے سنگھ) پر زیادہ سے زیادہ شاہانہ عنایات ہوئیں اور اس کا وطن جودھپور اس کی جاگیر میں دے دیا گیا ۔ تیئیسویں سال جلوس اکبری میں صادق خاں کے ہمراہ (اودے سنگھ) راجا مدھکر بندیلہ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔

اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں (اودے سنگھ) مرزا خاں ابن بیرام خاں کے ساتھ گجرات کے تصفیے اور مظفرخاں گجراتی کے ہنگامے کو ختم کرنے کے لیے مقرر ہوا ۔ اڑتیسویں سال جلوس اکبری میں (اودے سنگھ) سروہی کے زمیندار کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا ۔ چالیسویں سال جلوس اکبری میں (اودے سنگھ) فوت ہوگیا ۔

چار ہزاری منصب تک پہنچا تھا - چار عورتیں اس (اودے سنگھ) کے ساتھ ستی ہوئیں - اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا سورج سنگھ مناسب منصب پر سرفراز ہوا -

جب شاہزادہ سلطان مراد گجرات کی حکومت پر نامزد ہوا تو وہ (سورج سنگھ) بھی وہاں تعینات ہوا - بیالیسویں سال جلوس اکبری میں اس وجہ سے کہ گجرات کے اکثر جاگیردار شہزادہ سلطان مراد کے ہمراہ دکن کی جنگ پر گئے تھے ، مظفر گجراتی کا بڑا لڑکا بہادر بدمعاشوں کا گروہ بنا کر قصبات و دیہات کو تباہ کرنے لگا - وہ (سورج سنگھ) اس سے مقابلہ کرنے کے لیے احمد آباد سے روانہ ہوا - [۱۸۱] دونوں طرف سے صفیں آراستہ ہو گئیں لیکن بہادر ، بغیر لڑے ہوئے ہمت ہار بیٹھا اور بھاگ کھڑا ہوا - جب سلطان مراد کے انتقال کے بعد سلطان دانیال دکن کی حکومت پر فائز ہوا تو وہ (سورج سنگھ) بھی سلطان مذکور (دانیال) کے ہمراہ تعینات ہوا - پینتالیسویں سال جلوس اکبری میں دولت خاں لودی کے ہمراہ راجو دکنی کی تنبیہ کے لیے شاہزادے سے پہلے مقرر ہوا اور سینتالیسویں سال جلوس اکبری میں خانخاناں عبدالرحیم کے ہمراہ خداوند خاں حبشی کی تنبیہ کے لیے کہ جو ماتھری اور پالم کے علاقوں میں فساد برپا کر رہا تھا ، مقرر ہوا - چونکہ اس صوبے میں اس (سورج سنگھ) نے پسندیدہ کارنامے انجام دیے تھے اس لیے اڑتالیسویں سال جلوس اکبری میں شہزادہ دانیال اور خانخاناں (عبدالرحیم) کی سفارش سے اسے نقارہ مرحمت ہوا -

جلوس جہانگیری کے تیسرے سال میں (سورج سنگھ) بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چوتھے سال جلوس جہانگیری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ چار ہزار ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور دوسرے منصب داروں کے ساتھ دکن کے صوبیدار خانخاناں (عبدالرحیم) کی مدد کے لیے تعینات ہوا اور

آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں وہ سلطان خرم کے ہمراہ رانا کی مہم پر گیا ۔ اس کے بعد شاہزادہ مذکور (خرم) کے ساتھ دکن کی مہم پر تعینات ہوا ۔

دسویں سال جلوس جہانگیری میں (سورج سنگھ) بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ شرف ملازمت کے بعد پنج ہزاری منصب پر فائز ہوا اور اپنے بھائی کشن سنگھ کے واقعے کے بعد کہ جس کی تفصیل اس کے حالات میں درج ہو چکی ہے[1] اسے وطن جانے کے لیے دو ماہ کی اجازت ملی ۔ اس کے بعد وہ اپنے لڑکے گج سنگھ کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور دکن کو روانہ ہو گیا ۔ [۱۸۲] چودھویں سال جلوس جہانگیری مطابق ۱۰۳۸ع میں (سورج سنگھ) اپنی طبعی موت سے مر گیا ۔ اس کا لڑکا راجا گج سنگھ ہے ۔ اس کا حال علیحدہ درج ہوا ہے ۔

۵۱
راجا بکرماجیت رائے رایاں

سندرداس نام کا ایک برہمن تھا[2] ۔ شاہزادہ ولی عہد شاہجہاں کی سرکار میں منشیوں میں شامل تھا ۔ ذہانت اور کارکردگی کی بدولت میرسامان مقرر ہوا ۔ بلند فطرت اور عالی ہمت ہونے کی وجہ سے اس سے عجیب کارنامے ظاہر ہوئے اور قلم کی بجائے اس کے ہاتھ میں تلوار پہنچ گئی اور رانا کی مہم میں ایک بہادر فوج کے ہمراہ (رانا کے) ملک پر حملہ آور ہوا اور اس نے قتل و غارت گری اور قید و ہلاکت کے تمام لوازم پورے کیے ۔ رانا نے اس کے ذریعے سے اطاعت قبول کی اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ دربار شاہی سے اس حسن خدمت کے صلے میں رائے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری (لکھنؤ ایڈیشن) صفحہ ۱۴۴ (ق)
۲ ۔ وہ باندہ کا باشندہ تھا (ب)

سندرداس کے منصب میں اضافہ ہوا اور اسے 'رائے رایان' کا خطاب ملا ۔

جب شاہزادہ (شاہجہان) پہلی مرتبہ دکن کی مہم پر روانہ ہوا تو اس کو افضل خان کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کو سمجھانے اور نصیحت کرنے کے لیے بیجاپور روانہ کیا گیا ۔ اس نے اس خدمت کو نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا اور پندرہ لاکھ روپے کی مالیت کا نقد و جنس پیشکش میں وصول کیا اور دو لاکھ روپے جو عادل شاہ نے اس (سندر داس) کو دیے تھے اور ایک لعل جس کا وزن سترہ مثقال اور ساڑھے پانچ رتی تھا، جو اپنی چمک دمک اور خوبصورتی و صفائی کے لحاظ سے بے نظیر تھا اور جسے بندر گوہ سے [۱۸۳] حاصل کیا تھا ۔ شاہزادے سے ملاقات کے وقت (سندرداس نے یہ تحائف) اسے پیش کر دیے ۔ شاہزادے نے اس کو اپنے نذرانے میں سب سے ممتاز خیال کرکے والد بزرگوار (جہانگیر) کے حضور میں پیش کر دیا ۔ راجا کے منصب میں اضافہ ہوا اور وہ راجا بکرماجیت کے خطاب سے ، جو ہندوستان کے بہترین خطابوں میں شمار کیا جاتا ہے ، سرفراز ہوا ۔

جب اس سال (۱۰۲۹ھ/۱۶۱۷ع) کے آخر میں صوبۂ گجرات شاہی جاگیر قرار پایا تو شاہزادہ (شاہجہان) کی نیابت میں راجا (بکرماجیت) اس ملک کی حکومت پر مقرر ہوا اور اس نے جام اور بہارہ پر چڑھائی کر دی جو صوبۂ گجرات کے خاص زمیندار تھے ۔ پہلے (جام) کے ملک کی حدیں یہ ہیں کہ اس کے ایک جانب سورت کا علاقہ دوسری حد سے سمندر ملتا ہے اور دوسرے (بہارہ) کے ملک کی حدیں یہ ہیں کہ اس کے بھی ایک طرف سمندر ہے اور دوسری طرف ٹھٹھہ کا صوبہ واقع ہے ۔ ان میں ہر زمیندار گروہ بند ہے اور جو کوئی وہاں حکومت پر متمکن ہو جاتا ہے اس کو جام و بہارہ کہتے ہیں ۔ اس زمانے میں ان میں سے کسی بادشاہ کی ملاقات کے لیے کبھی کوئی نہیں آیا تھا ۔ راجا (بکرماجیت) کی

کوشش سے وہ (زمیندار) مطیع ہو گئے اور احمد آباد میں جہانگیر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور انھوں نے نذرانے پیش کیے -

جب سورج مل ولد راجا باسو نے جو قلعہ کانگڑہ کی فتح کے لیے نامزد ہوا ، سرکشی اور بغاوت اختیار کی تو راجا تیرھویں سال جلوس جہانگیری کے آخر میں شہزادے (شاہجہاں) کے آدمیوں کے ایک لشکر اور بادشاہی ملازمین (امراء) کی ایک جماعت مثلاً شہباز خان لودی وغیرہ کے ساتھ اس ناقابل رسائی جائے پناہ (قلعہ) کو فتح کرنے کے لیے کہ آج تک جس کے کنگرے تک دہلی کے کسی بادشاہ کی فتح کی کمند نہیں پہنچی تھی [۱۸۳] روانہ ہوا - راجا نے پہلے سورج مل کو سزا دینے کا ارادہ کیا اور اس کے اوپر چڑھائی کر دی اور معمولی سی مڈبھیڑ کے بعد اس کو بھگا دیا - مئو اور مہری کے قلعے جو اس بدبخت کی پناہ اور قیام کی جگہ تھے ، فتح کر لیے - اس کی زمینداری کے محالات پر شاہی لشکر قابض ہو گیا - اس (کامیابی) کے بدلے میں (راجا بکرماجیت) کو نقارہ مرحمت ہوا -

سولھویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۹ھ مطابق ۱۶۲۰ع ماہ شوال میں قلعہ کانگڑہ کے محاصرے میں کہ جس کو شہر نگر کوٹ کہتے ہیں ، مشغول ہوا اور قلعے کے محصورین کو سخت پریشان کیا - جب (محصورین قلعہ) سخت مشکل میں پڑ گئے تو پہلی محرم ۱۰۳۰ھ مطابق ۱۶۲۱ع کو ایک سال دو ماہ اور چند روز کے بعد ان لوگوں نے پناہ طلب کرکے (راجا بکرماجیت کو) قلعہ سپرد کر دیا -

یہ قلعہ اپنے استحکام اور مشکل سے فتح ہونے کے لیے تمام دنیا میں مشہور ہے - لاہور کے شمالی کوہستانوں میں واقع ہے - ولایت پنجاب کے زمینداروں کا یہ اعتقاد ہے کہ اس قلعے کی بنیاد رکھے جانے کی تاریخ سے خدائے جہاں آفریں کے سوا کوئی واقف

نہیں ہے - (قلعہ بہت قدیم ہے) اور اس مدت میں یہ قلعہ ایک قوم سے دوسری قوم کے قبضے میں نہیں پہنچا اور کوئی غیر اس پر قبضہ نہ کر سکا - مسلمان بادشاہوں میں سے سلطان فیروز شاہ بہت شوکت اور ساز و سامان کے ساتھ اس کو فتح کرنے کے لیے متوجہ ہوا اور ایک مدت تک اس نے اس کا محاصرہ جاری رکھا - جب اس کو یقین ہوگیا کہ اس کا فتح ہونا ناممکن ہے تو وہ راجا سے ملاقات ہی کرکے خوش ہوگیا اور اس نے (فتح کے) خیال کو چھوڑ دیا -

کہتے ہیں کہ راجا سلطان (فیروز شاہ) کو ایک جماعت کے ساتھ ضیافت کی غرض سے قلعے کے اندر لے گیا - [۱۸۵] سلطان نے راجا سے کہا کہ مجھے قلعے کے اندر لے جانا احتیاط کے خلاف ہے - اگر یہ لوگ جو میرے ساتھ ہیں اندر پہنچ کر تیرے مار ڈالنے کا ارادہ کریں اور قلعے پر قبضہ کرلیں تو کیا کیا جائے گا - راجا نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا تو فوراً گروہ کے گروہ کمین گاہوں میں سے نکل آئے - سلطان کو شبہ ہوا - راجا نے عرض کیا کہ سوائے فرمانبرداری کے میرا کوئی ارادہ نہیں ہے ، لیکن ایسے موقع پر ہوشیار رہنا ضروری ہے - اس کے بعد دہلی کے بادشاہوں میں سے جس نے کانگڑہ کو فتح کرنے کے لیے فوج بھیجی اسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی -

اکبر بادشاہ نے ملک گیری کے کامل عزم اور اتنی مدت حکومت اور فرمانروائی کرنے کے باوجود ، اور اگرچہ علاقہ (کانگڑہ) شاہی مملکت کے حدود سے ملا ہوا تھا ، لیکن اس (کانگڑہ) کے فتح کرنے کا ارادہ نہیں کیا - ایک مرتبہ جب اس قلعہ کا راجا کسی سبب سے مورد عتاب ہوا تھا، تو یہ علاقہ راجا بیربر کو عنایت کر دیا گیا اور صوبۂ پنجاب کے حاکم حسین قلی خاں خانجہاں کی سرداری میں لشکر تعینات ہوا- جب اس نے سختی سے محاصرہ کیا تو اس زمانے میں ابراہیم حسین مرزا کی شورش

شروع ہوگئی۔ مجبوراً راجا سے نرمی کا برتاؤ کیا اور حسین قلی خان (ابراہیم حسین مرزا) کے تعاقب میں روانہ ہوگیا ۔ اس کے بعد سے راجا جے چند جو اس قلعے کا سردار تھا ۔ ہمیشہ نذرانے روانہ کرتا رہا اور خود بھی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتا رہا ۔

چھبیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۸۲ع میں جب دریائے سندھ کی جانب شاہی لشکر کی روانگی ہوئی [۱۸۶] تو اکبر بادشاہ بیچ راستے سے بت خانہ نگرکوٹ کی نیرنگیاں اور کرشمہ سازیاں دیکھنے کے لیے گیا کہ جو اس علاقے کا قدیم تیرتھ ہے - پہلی ہی منزل میں راجا جے چند بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ جب قصبہ دیسوہہ میں جو راجا بیربر کی جاگیر میں تھا ، رات بسر کی تو اس رات کو وہ روحانی جسم کہ جس سے عجیب و غریب باتیں منسوب ہیں ، خواب میں نظر آیا اور بادشاہ کی عظمت و شان کا اعتراف کیا ، مگر اس ارادے سے منع کیا ۔ (بادشاہ نے) علی‌الصبح اس خواب کو لوگوں سے بیان کیا اور واپس آ گیا (بادشاہ کے) ہمراہی جو راستے کی دشواری اور پہاڑی راستوں کی سختی سے بسب ہمت ہوگئے تھے اور شکوہ سلطنت کے موانع کی وجہ سے کہ جو زبان بندی کا سب سے بڑا سبب ہے اور جس کی وجہ سے کسی کو دم مارنے کا موقع نہ تھا (بادشاہ کی واپسی سے) بہت خوش ہوئے۔

جب جہانگیر بادشاہ کی حکومت کا زمانہ آیا تو اس نے اس کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ کیا ۔ پہلے شیخ فرید مرتضی خان جو پنجاب کا صوبہ دار تھا ، اس کی فتح کے لیے تعینات ہوا ۔ اس نے ابھی اس مہم کو انجام کو نہیں پہنچایا تھا کہ خود اس کی زندگی ختم ہوگئی ۔ پھر راجا سورج مل کو یہ خدمت سپرد کی گئی ۔ چونکہ ہر بات کے لیے ایک زمانہ اور ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہوتا ہے ، وہ بدبخت مقصد کے خلاف پڑا ۔ اسی دوران میں شاہزادہ ولی عہد (شاہجہاں) کے اقبال کی برکت اور راجا

بکرماجیت کی حسن سعی سے یہ دیر طلب عقدہ حل ہوگیا - [۱۸۷]
سولھویں سال جلوس جہانگیری میں جہانگیر بادشاہ قلعے کی سیر
کے لیے گیا - اس نے اسلامی طریقے جاری کیے اور وہاں مسجد
کی بنیاد رکھی -

وہ قلعہ ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے اور نہایت
مستحکم ہے - اس کے تیئیس برج اور سات دروازے ہیں - وہ اندر
سے ایک کوس اور پندرہ طناب ہے - اس کا طول چوتھائی کوس
اور دو طناب اور بائیس طناب سے زیادہ اور پندرہ سے کم نہیں ہے -
اس کی بلندی ایک سو چودہ ہاتھ ہے - قلعے کے اندر دو بڑے حوض
ہیں - شہر کے نزدیک مہامائی کا مندر ہے جو درگابھوانی کے نام سے
مشہور ہے - لوگ اس کو خدا کا اوتار سمجھتے ہیں اور دور و دراز
مقامات سے اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں - ان کی مرادیں پوری
ہوتی ہیں - تعجب کی بات یہ ہے کہ حاجت برآری کے لیے زبان کو
کاٹتے ہیں - کچھ لوگوں کی زبان چند گھنٹوں میں اور کچھ لوگوں
کی زبان دو ایک روز میں پھر درست ہوجاتی ہے - اگرچہ حکما زبان
میں بڑھنے کی قوت مانتے ہیں ، لیکن اتنی جلدی (درست ہو جانا)
تعجب کی بات ہے - قصوں میں اس (درگا بھوانی) کو مہادیو کی
بیوی بیان کیا جاتا ہے اور اس گروہ کے دانش مند (پنڈت) اس کی
خدمات کو اسی نام (مہادیو کی بیوی) سے منسوب کرتے ہیں -
کہا جاتا ہے کہ اس (درگا بھوانی) نے نامناسب کو دیکھنے
سے بچنے کے لیے اپنی ذات کو فنا کر دیا - اس کا جسم چار
مقامات پر جا پہنچا - سر اور جسم کے بعض حصے کشمیر کے شمالی
پہاڑ کامراج کی طرف کہ جس کو اساردھا[۱] کہتے ہیں ، کچھ
بیجاپور دکن کے نزدیک پہنچے کہ جس کو تلجا بھوانی کہا جاتا
ہے - کہتے ہیں کہ جو کچھ علاقہ کانو کے نزدیک پورب میں پہنچا

---

۱ - صحیح لفظ سرادھ یا شرادھ ہے (ب)

ہ مشہور ہے اور جو کچھ اپنی جگہ رہا اس کو جالندھری کہا جاتا ہے ۔ اور خیال کرتے ہیں کہ اس زمین پر اس کے نزدیک [۱۸۸] چند مقامات سے مشعل کی مانند شعلے نکلتے ہیں اور کوئی چیز چربی کی طرح جلتی ہے ، اس کو جوالا مکھی کہتے ہیں ۔

لوگ زیارت کے لیے جاتے ہیں اور طرح طرح کی جنس شعلے میں ڈال دیتے ہیں اور اس (عمل) سے خیرو برکت کی امید رکھتے ہیں ۔ ہ آگ آسمان تک بلند ہوتی ہے ۔ ایک عجیب ہنگامہ بپا ہوتا ہے ۔ الکل گندھک کی کان کی مثل ہے ۔ لوگ اس کو کرشمہ سمجھتے ہیں ۔ ہل اسلام میں سے (عوام) بھی جمع ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ تماشا دیکھنے کے لیے آتے ہیں ۔

بعض کا قول ہے کہ جب مہادیو کی زوجہ فوت ہوگئی تو اس نے انتہائی محبت کی وجہ سے اس کی نعش کو مدتوں اپنے پاس رکھا ۔ جب اس کے جسم کی حالت خراب ہونے لگی تو ہر عضو اپنی جگہ ر علیحدہ ہوگیا ۔ لہٰذا ہر عضو کے مرتبے کے لحاظ سے (لوگ) اس قام کی اتنی ہی تعظیم کرتے ہیں مثلاً سینہ کہ جو عام اعضا کے مقابلے میں بزرگ ہے جس جگہ گرا ، اس کو دوسرے مقامات کی ہ نسبت زیادہ قابل تعظیم سمجھتے ہیں ۔

بعض کا یہ خیال ہے کہ جو پتھر کہ زمانۂ قدیم میں کافروں کا معبود تھا اس کو مسلمانوں نے اٹھا کر دریا میں پھینک دیا اس کے بعد ایک مکار برہمن نے اس پتھر کے نام سے ایک دوسرا پتھر اس جگہ رکھ دیا ۔ راجا سادہ لوحی یا طمع زر کی وجہ سے کہ جو نذروں کے ذریعے سے جمع ہوتا ہے، اس کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے عزت و حرمت سے اس مقام پر اس پتھر کو نصب کرا دیا اور از سر نو گمراہی کی دکان لگ گئی ۔ اور جو کچھ تاریخ کی کتابوں میں نقل ہوا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب سلطان فیروز شاہ وہاں پہنچا اور اس نے سنا [۱۸۹] کہ وہاں کے برہمنوں نے اس زمانے سے جبکہ سکندر ذوالقرنین وہاں آیا تھا نوشابہ

کی صورت تراش کر اس کو اپنا معبود بنا لیا ہے تو سلطان نے نوشابہ کے بت کو لے کر مدینہ منورہ بھیج دیا ۔ لوگوں نے اس (بت) کو عام راستے میں ڈال دیا کہ زائرین کے پیروں کے نیچے پامال ہو۔ تاریخ فرشتہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ اس مندر میں ایک ہزار تین سو کتابیں قدیم برہمنوں کی تھیں ؛ سلطان فیروز شاہ نے اس قوم کے دانشمندوں (پنڈتوں) کو طلب کیا اور ان میں سے کچھ کے ترجمے کرائے۔ عزالدین خالد خانی نے کہ جو اس زمانے کا شاعر تھا ، ان میں سے ایک کتاب کو نظم کیا کہ جو حکمت طبیعی ، شگون اور فال کے متعلق تھی۔ اس کا نام دلائل فیروز شاہی رکھا۔ حقیقت میں وہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جس میں حکمت علمی و عملی کے اقسام بیان کیے گئے ہیں[1] ۔

مختصر یہ کہ جب راجا بکرماجیت ، فتح کانگڑہ کے بعد پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں ایک شایستہ فوج کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو اسی زمانے میں خبر آئی کہ دکن کے خودغرض لوگوں نے اپنی حماقت سے اپنی حد سے یہ سن کر قدم باہر نکالے ہیں کہ بادشاہ کشمیر کی سیر کو گیا ہے کہ جو حکومت کی سرحد اور دارالحکومت سے بہت دور ہے ۔ سرکش ملک عنبر نے احمد نگر اور برار کے مضافات پر قبضہ کر لیا اور بادشاہ کے سپاہیوں نے کہ جو مہکر میں آ کر جمع ہوئے تھے ،۔ غنیم سے مقابلہ کیا ، رسد کی کمی کی وجہ سے بالاپور چلے آئے اور وہاں بھی ثابت قدمی کے ساتھ مقیم نہ رہ سکے اور برہان پور پہنچ کر خانخاناں کے ساتھ شامل ہوگئے۔ غنیم نے شاہی علاقے پر حملہ کرکے برہان‌پور کا محاصرہ کر لیا [۱۹۰] لہٰذا اس علاقے کا بندوبست شاہزادہ ولی عہد نے دکن پہنچنے پر منحصر سمجھا اور اسی سال

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ معروف بہ گلشن ابراہیمی از محمد قاسم ہندو شاہ ، نول کشور پریس لکھنؤ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۱۴۸ (ق)

۱۰۳۰ھ میں بڑے بڑے سرداروں کے ساتھ اسے دکن جانے کا حکم ہوا۔

شاہزادے نے برہان پور پہنچنے کے بعد تیس ہزار سواروں کی پانچ فوجیں داراب خاں ، عبداللہ خاں ، خواجہ ابوالحسن ، راجا بکرماجیت اور راجا بھیم کی سرداری میں مخالفوں کی بیخ کنی کے لیے تعینات کیں۔ اگرچہ بظاہر سردارکل ، داراب خاں تھا لیکن حقیقت میں فوج کی تمام کارفرمائی راجا بکرماجیت سے تعلق رکھتی تھی۔
راجا آٹھ روز میں برہان پور سے کھرکی پہنچ گیا، جو نظام شاہ اور ملک عنبر کی قیام گاہ تھا۔ راجا نے اس شہر کی عمارتوں کو جڑ سے اکھڑوا کے پھنکوا دیا۔ جب ملک عنبر نے اپنا ادبار کا چہرہ حال کے آئینے میں مشاہدہ کیا تو اس نے ندامت اور عاجزی کے اظہار کے لیے راجا کا وسیلہ ڈھونڈا اور یہ بات طے ہوئی کہ صوبہ دکن کے بقیہ محالات کے چودہ کروڑ دام کہ جو دکنیوں کے قبضے میں تھے ، بغیر کسی شرکت کے شاہی سلطنت میں شامل کر دیے جائیں۔ نیز عادل شاہی اور قطب شاہی حکمران پچاس لاکھ روپے بطور پیشکش بھیجیں اور راجا اپنی تمام فوج کے ہمراہ قصبہ ممرلی کو واپس ہو جائے اور وہاں مقیم رہے۔ راجا (بکرماجیت) نے بادشاہی حکم کے مطابق قصبہ مذکور کے نزدیک رود خانے کے کنارے پر جو کھرک پورنا مشہور ہے ، ایک پسندیدہ قطعۂ زمین پر پتھر اور چونے سے نہایت مستحکم قلعہ تعمیر کرایا [۱۹۱]؛ اس کو ظفرنگر کے نام سے موسوم کیا اور برسات کا موسم وہیں گزارا۔

جب شاہزادے کو دکن کے بندوبست اور انتظام کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو زمانے نے ایک نیا گل کھلایا جس کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ نورجہاں بیگم (سلطنت پر) پورا تسلط رکھتی تھی اور ملکی و مالی تمام معاملات کا انتظام و انصرام اسی کے اختیار میں تھا؛ جہانگیر بادشاہ صرف نام کی بادشاہت کرتا تھا،

اس زمانے میں کہ جب جہانگیر بادشاہ کی بیماری طول پکڑ گئی تو بیگم (نور جہاں) کو دوراندیشی کی بنا پر یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر حسب مقدر بادشاہ کا انتقال ہو گیا تو بادشاہت شاہزادہ ولی عہد (شاہجہاں) کی طرف منتقل ہو جائے گی ۔ اگرچہ شاہزادہ (شاہجہاں) اس (نور جہاں) سے بہت اخلاص ظاہر کرتا تھا ، مگر اس قدر اختیار و اقتدار کی اجازت تو وہ (شاہجہاں) کیسے دے سکے گا ؟

پس نورجہاں نے اپنی لڑکی کا عقد کہ جو شیرافگن خاں سے پیدا تھی ، سلطان شہریار کے ساتھ کر دیا کہ جو بادشاہ (جہانگیر) کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا اور اس کی تربیت میں کوشش کرنے لگی اور شاہزادہ ولی عہد (شاہجہاں) سے مخالفت کا اظہار کرکے بادشاہ کا مزاج اس سے منحرف کرا دیا ۔ چنانچہ اسی دوران میں قندھار کی مہم کے لیے شاہزادہ (شاہجہاں) کو بادشاہ نے اپنے حضور میں طلب کر لیا ۔ جب وہ دکن سے مانڈو پہنچا تو شاہجہاں نے اپنے پدر والا قدر (جہانگیر) بادشاہ کو لکھا کہ مالوہ کی کیچڑ اور دلدل کی وجہ سے مصلحت اس میں ہے کہ موسم برسات مانڈو میں گزارا جائے ۔ چونکہ مقابلہ شاہ ایران سے ہونے والا ہے ، اس لیے ضروری ہے کہ ساز و سامان کی فراہمی بھی اسی مہم کے اعتبار سے ہونی چاہیے ۔ رنتھمبور کا قلعہ شاہی (حرم سرا) اور امرا کی بیگمات کے مصارف کے لیے عنایت فرمایا جائے اور لاہور کا صوبہ [۱۹۲] جو قندھار کے راستے میں واقع ہے ، شاہی (شاہجہاں کی) جاگیر میں مقرر فرمایا جائے تاکہ رسد اور دوسری ضروریات آسانی سے مہیا ہو سکیں ۔ اور اس جنگ کے انجام و اختتام تک ان امرا کا عزل و نصب اور ترقی و برخاستگی مجھ سے متعلق رہے کہ جو اس مہم میں تعینات ہوں تاکہ امید و بیم کی وجہ سے کام بخوبی انجام کو پہنچتا رہے ۔

بیگم (نور جہاں) بادشاہ پر پورا قابو رکھتی تھی ، اس نے

ان باتوں کو نامناسب انداز میں پیش کیا اور یہ بات بادشاہ کے دل نشیں کی کہ شاہزادے کی غرض یہ (معلوم) ہوتی ہے کہ سلطنت پر خود قابض ہو جائے ۔ اور اس نے جہانگیر کے مزاج کو ایسا برافروختہ کیا کہ قندھار کی مہم شہریار کے نام قرار پائی اور شاہزادہ ولیعہد (شاہجہان) کی جاگیر جو ہندوستان میں تھی تبدیل کر دی گئی اور ان امرا کو جو شاہزادے کے ہمراہ تھے ، حضور میں طلب کر لیا گیا ۔

جہانگیر نے اگرچہ یہ احکام با دل ناخواستہ صادر کیے ؛ کیونکہ (نور جہاں) بیگم کی مرضی کے خلاف کوئی چارہ نہ تھا ؛ جو کچھ وہ کہتی تھی وہی عمل میں آتا تھا ۔ یہاں تک کہ طرفین سے فوج کشی کی نوبت آ گئی ۔ اس جانب سے جہانگیر بادشاہ دہلی سے باہر آیا اور اس طرف سے شاہجہاں بادشاہ کی سواری بلوچ پور پہنچی ۔ دونوں کے درمیان دس کوس سے زیادہ فاصلہ نہ رہا ۔ شاہجہاں کے معتمد لوگوں نے متفق ہو کر عرض کیا کہ اب اصلاح ہونی ناممکن معلوم ہوتی ہے ۔ جہانگیر کی جانب سے تحریک صلح نظر نہیں آتی ۔ ہمارا لشکر تعداد و قوت میں بادشاہی (لشکر) سے زیادہ ہے ۔ لہذا میدان جنگ آراستہ کردینا چاہیے ۔ شاہزادے نے جواب دیا کہ ایسی گستاخی کا ارتکاب کرنا کہ جو خدا اور مخلوق دونوں کے نزدیک ناپسندیدہ ہے [۱۹۳] میں نہیں کر سکتا ہوں ۔ اگر حضرت (جہانگیر بادشاہ) کو نقصان پہنچ جائے اور میری فتح بھی ہو جائے مگر ایسی سلطنت اور دولت سے کیا فائدہ ؟ اور اس سے کیا خوشی ہوگی ؟ اس کے سوا کوئی اور غرض نہیں ہے کہ فتنہ پرداز بد خواہوں کو سزا مل جائے ۔

گفتگو کے بعد یہ قرار پایا کہ شاہزادہ چار پانچ ہزار سواروں کے ساتھ معروف راستے سے بائیں طرف چار جریبی کوس پر جا کر کوٹلہ کے مقام پر قیام کرے ، کہ یہ علاقہ میوات میں داخل ہے

اور تین فوجیں داراب خاں ، راجا بکرماجیت اور راجا بھیم کی ماتحتی میں مقرر کی جائیں کہ جو شاہی لشکر (جہانگیری) کے چاروں طرف لوٹ مار کرتی رہیں اور رسد کی آمد و رفت کے راستے بند کردیں اور خیال کیا کہ شاید صلح کی صورت قائم ہو جائے۔

جب جہانگیر بادشاہ کی طرف سے آصف خاں ، عبداللہ خاں کی ہراولی کے ساتھ مقابلے پر آیا ، اتفاق سے عبداللہ خاں پہلے سے راجا بکرماجیت سے اقرار کر چکا تھا کہ مقابلے کے وقت میں تمھارے ساتھ ہو جاؤں گا۔ اس بات سے شاہزادے (شاہجہاں) اور راجا (بکرماجیت) کے سوا کوئی دوسرا واقف نہ تھا ۔ اس وقت عبداللہ خاں نے فیصلے کے مطابق گھوڑا بڑھا دیا ۔ راجا اس کو سمجھ گیا اور داراب خاں کے پاس پہنچا تاکہ اس کو بھی آگاہ کر دے۔ سعید خاں چغتا کا لڑکا نوازش خاں جو بادشاہ کی ہراول فوج میں تھا ، اچانک یہ سمجھا کہ عبداللہ خاں نے جنگ کے ارادے سے گھوڑا دوڑایا ہے ۔ اس نے بھی اپنے مقابل کی فوج کے سامنے گھوڑے دوڑا دیے اور راجا (بکرماجیت) پر جو داراب خاں سے مل کر واپس آ رہا تھا ، حملہ کر دیا ۔ غیرت نے [۱۹۴] اس (راجا) کے پیروں میں عزیمت کی زنجیریں ڈال کر مدافعت کے لیے تیار کر دیا ، جب تک کہ اس کے پاس مدد پہنچے ۔ ناگاہ قضا کی کمان سے ایک تیر اس کی پیشانی پر لگا اور اس (راجا بکرماجیت) نے اپنی جان ، جاں آفریں کے سپرد کردی ۔ فریقین نے جنگ روک دی اور اپنی اپنی جگہ پر واپس چلے گئے ۔ راجا (بکرماجیت) پنج ہزاری ذات و سوار کے منصب پر پہنچ گیا تھا اور شاہزادہ ولی عہد (شاہجہاں) کی سرکار میں اس سے بہتر کوئی اور سردار نہ تھا ۔ اس کا بھائی کنہر داس راجا کی نیابت میں احمدآباد میں رہتا تھا ۔

۵۲
راجا گوردھن سورج دھج[۱]

وہ دریائے گنگا کے کنارے کھاڑی کا رہنے والا تھا ۔ کہتے ہیں کہ اپنے ابتدائی زمانے میں کچہری کے دروازے پر بیٹھ کر نقل نویسی کیا کرتا تھا اور تین چار تنکے روزانہ پیدا کر لیتا تھا ۔ اس کی یہ آرزو تھی کہ اسے پیتل کی دوات میسر آ جائے، مگر نہ مل سکی ۔

کچھ عرصے کے بعد خواجہ ابوالحسن تربتی کی عدالت میں ہرکرن[۲] ساکن کنپلا (پٹیالی)[۳] کے ہمراہ نوکری کے ارادے سے خواجہ (ابوالحسن) کے حضور میں پہنچا ۔ اس (خواجہ) نے دیکھ کر کہا کہ ہرکرن سیانی دان ہے، لیکن چور معلوم ہوتا ہے اور گوردھن بیوقوف ہے ۔ پہلے کو تیس روپے ماہوار پر اور دوسرے کو پچیس روپے ماہوار پر نوکر رکھ لیا ۔

جب اعتمادالدولہ کو دیوانی ملی تو اس نے گوردھن کی تنخواہ پچاس روپے ماہوار کرکے اپنے خدمت گاروں کا بخشی مقرر کردیا ۔ اس کے بعد اسے 'رائے' کا خطاب اور اعتمادالدولہ (کی سرکار) کی دیوانی بادشاہ کی منظوری سے حاصل ہوئی اور روزانہ اس کا اعتبار بڑھتا گیا ۔ آہستہ آہستہ تمام ہندوستان کا مدارالمہام ٹھہرا اور ہر جز و کل کا مختار ہوا [۱۹۵] ۔ یہاں تک کہ سپہ سالار خانخاناں اس کے مکان پر جا کر اس سے درخواست کرتا تھا ۔

گجرات کے سفر میں جب جہانگیر بادشاہ سمندر کی سیر کو گیا تو ایک رات رائے گوردھن دربار سے گھر آ رہا تھا، اعتمادالدولہ

---

۱ ۔ کائستھوں کی ایک گوت ہے
۲ ۔ انشائے ہرکرن فارسی کی مشہور کتاب ہے (ق)
۳ ۔ کنپلا ضلع فرخ آباد، یوپی (انڈیا) میں واقع ہے (ق)

کی سرکار کے بخشی شریف الملک کے بہکانے سے ایک شخص نے
اس کے بازو پر تلوار کا وار کیا ۔ زخم کاری نہ لگا ۔ اس دن سے
اس کی عزت اور مرتبے میں مزید اضافہ ہو گیا ۔ باوجودیکہ
اعتمادالدولہ کی زوجہ عصمت بیگم اس سے ناراض تھی، لیکن اس کے
مرتبے میں مطلق کوئی فرق نہ آیا ۔ اعتمادالدولہ کے مرنے کے بعد
نور جہاں بیگم کی سرکار میں صاحب اختیار ہو گیا ۔

مہابت خاں کی سرکشی کے موقع پر جو اس خاندان کا
دشمن تھا ، زمانہ سازی کرکے رائے گوردھن اس سے مل گیا ۔
مہابت خاں نے ہر چھوٹے بڑے معاملے کو اس کے سپرد کر دیا ۔
گوردھن اپنی بداصلی اور احسان فراموشی سے اپنے خداوندان نعمت
(شاہی خاندان) کی بدخواہی اور چغل خوری پر آمادہ ہو گیا ۔
اس نے خزانوں اور دفینوں کو بتا دیا اور تمام دنیا میں بدنام ہوا ۔

جب یہ فتنہ فرو ہوگیا تو آصف خاں نے اسے قید کردیا ۔
ایک مدت کے بعد وہ فوت ہوگیا ۔ اس کی عورت اس کے ساتھ
ستی ہوگئی ۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی ۔ اس نے قصبہ کھاڑی
کو کہ جو اس کا وطن تھا ، پختہ چاردیواری ، عالی شان عمارتوں،
پر رونق راستوں اور بازار کا شہر بنا دیا ۔ اس کا نام گوردھن نگر
رکھا ۔ وہاں کے رہنے والوں کے مکانات ازسرنو پختہ اور پسندیدہ
بنوا کر ان کو دے دیے اور اس کا محصول اہل حرفہ رعایا کے لیے
وقف کردیا ۔ جو جتنا پیدا کر لیتا وہ اس کا ہوتا ۔ گائیں ،
بھینسیں ، گھوڑیاں ، اونٹ [۱۹۶] بکریاں ، بھیڑیں ، ولایت کے
ریوڑوں کی طرح اس کے وطن کے نزدیک دریائے گنگا کے کنارے
رہتی تھیں ۔ دودھ ، دہی اور گھی بہت کثرت سے ملتا تھا ۔

(اس نے) لاہور کے راستے میں سرائے اور بڑا تالاب بنوایا
تھا اور متھرا میں دریا کے کنارے گوردھن نگر نام کا ایک بڑا
مندر بنوایا تھا ۔ اوجین میں بھی ایک تالاب اور مندر بنوایا تھا ۔
غرض کہ وہ نیک نامی کا جویا تھا ، اس لیے اس نے یہ چند کام

کیے اور کارخیر کے طریقے جاری کر گیا ، تاکہ اس دنیا میں اس کی یاد باقی رہے ۔

نمک حرامی کی وجہ سے اس کے مرنے کے بعد اس کا مال و دولت سرکار آصف جاہی نے ضبط کر لیا ۔ تالاب کا پانی خشک اور سرائے ویران ہوگئی ۔ اس کا وطن کھاڑی سید شجاعت خاں بارہہ کی تنخواہ میں دے دیا گیا ۔ اس کے مال اور مویشیوں کا نشان بھی باقی نہ رہا[۱] ۔

نہ از خم نشاں نے ز خم خانہ

۵۳

راجا برسنگھ دیو بندیلہ[۲]

راجا مدھکر کا لڑکا ہے ۔ ابتدائی زمانے سے وہ سلطان سلیم کی خدمت میں ہمیشہ سرگرم رہا ۔ چونکہ اس نے شیخ ابوالفضل کے قتل کرنے میں بہادری دکھائی تھی ، اس لیے اکبر بادشاہ نے بار بار اس پر فوجیں تعینات کیں ۔ پچاسویں سال جلوس اکبری میں یہ خبر پہنچی کہ وہ تھوڑے سے لوگوں کے ہمراہ جنگل کی طرف نکل گیا اور شاہی فوجیں اس کا تعاقب کر رہی ہیں ۔

جب جہانگیر بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو پہلے سال جلوس جہانگیری میں برسنگھ دیو سہ ہزاری منصب پر سرفراز [۱۹ء] اور تیسرے سال جلوس جہانگیری میں مہابت خاں کے ہمراہ وہ رانا کی مہم پر تعینات ہوا ۔ اس کو خلعت اور گھوڑا انعام میں دیا گیا۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۳۰۳—۳۰۴

۲ ۔ بعض کتابوں میں اس کا نام نرسنگھ دیو لکھا ہے ۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری (لکھنؤ اڈیشن صفحہ ۱۱) وغیرہ ذخیرۃ الخوانین (جلد اول صفحہ ۴۷) میں برسنگھ دیو ہی دیا ہے (ق)

چوتھے سال جلوس جہانگیری میں خان جہاں کے ہمراہ دکن کی مہم پر روانہ ہوا ۔ ساتویں سال جلوس جہانگیری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ چار ہزار ذات اور دو ہزار اور دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں سلطان خرم کی تعیناتی میں وہ دکن سے واپس ہوا اور رانا امر سنگھ کی تنبیہ کے لیے تعینات کیا گیا اور وہ دکن چلا گیا ۔ چودھویں سال جلوس جہانگیری میں جب بادشاہزادۂ مذکور (خرم) نے دکن کا قصد کیا تو اس نے دکنیوں کے مقابلے میں دو تین ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادوں سے کارہائے نمایاں انجام دیے ۔

جس زمانے میں کہ جہانگیر بادشاہ اور سلطان خرم کے درمیان کشیدگی ہوگئی تو اس نے فوج آراستہ کرکے بادشاہ (جہانگیر) کو دکھائی اور اٹھارھویں سال جلوس جہانگیری میں سلطان پرویز کے ہمراہ سلطان خرم کے تعاقب میں روانہ ہوا ۔ چونکہ جہانگیر بادشاہ کی حکومت کے آخری زمانے میں دوسروں کی رائے کے مطابق کام ہونے لگے اور کام نبٹانے کی کیفیت پیدا ہوگئی ، اس نے گرد و نواح کے زمینداروں سے تعلقات کی بنا پر رشوت کے ذریعے سے ایک وسیع اور سیر حاصل علاقے پر قبضہ کر لیا ۔ اس کو اتنی دولت اور عزت حاصل ہوگئی تھی کہ ہندوستان کے راجاؤں میں سے کسی ایک کو بھی حاصل نہ تھی ۔ بائیسویں سال جلوس جہانگیری مطابق ۱۰۳۶ھ میں وہ (راجا برسنگھ دیو بندیلہ) مر گیا ۔

متھرا کا بت خانہ ، جس کو عالمگیر کے زمانے میں مسجد بنا دیا گیا ہے ، وہ برسنگھ دیو کا تعمیر کردہ ہے ۔ چونکہ [۱۹۸] اس کی نیکو خدمتی کا نقش جہانگیر بادشاہ کے دل نشین ہوگیا تھا ، اس لیے بادشاہ جہانگیر نے مزاج کی بے پروائی کی وجہ سے اس شقی کی دلدہی کو شریعت مقدسہ کی حفاظت پر ترجیح دے کر اس

(شاہجہاں) کے تعاقب میں کتل چاندہ پہاڑی پر پہنچا کہ جو مالوہ میں ہے تو شاہی رعب کی وجہ سے پہاڑیوں کو عبور کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور (شاہجہاں نے) یہ ارادہ کیا کہ برسات کا موسم مذکورہ پہاڑی کے اس طرف گزارے ۔

رستم خاں نے بہاء الدین توپچی کے ساتھ مل کر جس کو شاہجہاں کی عنایت سے 'برق انداز' کا خطاب ملا تھا ، نمک حرامی اور احسان فراموشی کی بنا پر شاہی (جہانگیری) سپہ سالار مہابت خاں کو لکھا کہ بغیر توقف بڑھتے چلے آؤ ۔ (تمھارے) آنے کے بعد میں فوج کو منتشر کرکے تم سے مل جاؤں گا ۔ لہٰذا مہابت خاں کی ہمت بندھی اور اس نے چاندہ کی پہاڑیوں کو عبور کر لیا ۔

شاہزادہ شاہجہاں نے کہ جو مانڈو میں مقیم تھا ، رستم خاں کو لشکر کا سردار بنا کر ہراول کے طور پر روانہ کر دیا ، کیونکہ وہ (رستم خاں) مخلص خدام میں سب سے اول اور اس کے دولت خواہوں میں سرفہرست تھا۔ اور دکن کے لشکر میں سے ایک دستہ فوج کو شب خون مارنے کے لیے مقرر کر دیا ۔ انھوں نے دو دن کے اندر بادشاہی لشکر کو پریشان کر دیا ۔ تیسرے روز کے لیے یہ بات طے تھی کہ شاہزادہ (شاہجہاں) خود ہراول فوج میں شامل ہو کر دشمن سے مقابلہ کرے گا کہ یوسف شغانی نے پرورش اور نمک خوری کے حقوق کو نظرانداز کرکے اپنے کو ذلیل و خوار کیا اور نمک حرامی اختیار کرکے مہابت خاں سے مل گیا ۔ مجبوراً سردار کے فرار ہونے سے [۲۰۰] فوج کے انتظام میں انتشار پیدا ہوگیا اور تمام جمعیت منتشر ہوگئی ۔ جب ایسے پرورش یافتہ سے اس طرح کی بے وفائی ظاہر ہو تو پھر کسی دوسرے سے کیا توقع اور کسی سے کیا امید کی جا سکتی ہے ۔ شاہزادہ (شاہجہاں) کو کسی پر اعتبار نہ رہا اور دکن کو واپس ہو جانا مصلحت وقت سمجھا ۔ اس (شاہجہاں) نے نہایت تیزی

مندر کی تعمیر کرنے کی اجازت دی اور اس گمراہ (برسنگھ دیو) کو خوش کردیا ۔ اس نے تینتیس لاکھ روپے صرف کرکے اس (بت خانے) کو نہایت مضبوط اور مستحکم بنوایا ۔ خاص طور سے اس کی آرائش اور زیبائش میں بہت زیادہ اہتمام کیا ۔

اس نے اوندچھ میں‌بھی عالی شان عمارتیں بنوائیں جو شان‌و شوکت اور زیب و زینت کے لحاظ سے تمام دوسری عمارتوں سے ممتاز ہیں ۔ خاص طور سے اس کی حویلی کے قریب ایک مندر ہے ، جو نہایت بلند اور عالی شان ہے ۔ اس میں بھی اس نے بہت روپیہ صرف کیا ۔ اس نے شیر ساگر تالاب کہ جس کا محیط ساڑھے پانچ بادشاہی کوس تھا اور سمندر ساگر تالاب کہ جس کا دور بیس کوس تھا ، بنوائے کہ جو پرگنہ متھرا[۱] میں واقع ہیں ۔ اس حال میں تقریباً تین سو اور وسیع تالاب بنوائے ۔ اس کے لڑکے بہت تھے ۔ ان میں سے ججھار سنگھ اور پہاڑ سنگھ ہیں کہ ان دونوں کے حالات جداگانہ تحریر کیے گئے ہیں ۔

۵۴
رستم خاں شغالی

یوسف بیگ نام تھا ۔ شاہزادہ شاہجہاں کی تربیت اور توجہ کی برکت سے احدی (سپاہی) اور قلعہداری سے ترقی پا کر امارت کے عہدے پر پہنچا اور سہ صدی منصب سے پنج ہزاری منصب تک ترقی کی اور صاحب علم و نقارہ ہوا ۔ [۱۹۹]

(شاہجہاں کی) شہزادگی کے زمانےمیں وہ اس کے ارکان دولت میں سے تھا اور صوبہ گجرات کی نیابت پر فائز تھا ۔ جب جہانگیر کے اٹھارھویں سال جلوس میں شاہی لشکر شاہزادہ ولی عہد

---

۱ ۔ یہ مقام جھترا یا چھترا ہونا چاہیے جو بندیل کھنڈ میں واقع ہے (ب)

سے دریائے نربدا کو عبور کیا اور کچھ دنوں برہان پور میں رہا -

رستم خاں ، مہابت خاں کے وسیلے سے جہانگیر کے امراء میں شامل ہوگیا - چونکہ بے وفائی اور احسان فراموشی کا شیوہ ہمیشہ مذموم خیال کیا گیا ہے اور وہ آدمی (بے وفا اور احسان فراموش) ہر جگہ کم بخت اور مردود خیال کیا جاتا ہے ، اس لیے بادشاہی (جہانگیری) سرکار میں بھی اس نے کوئی ترقی نہ کی - اس کا اعتبار جاتا رہا -

جب شاہجہاں (بادشاہ) کی سلطنت کا زمانہ آیا تو اس عمل بد کی سزا میں اس کی جاگیر اور منصب ضبط کر لیا گیا - پریشانی اور افلاس کی وجہ سے اس کی حالت بہت خراب اور ردی ہوگئی - کہتے ہیں کہ شاہجہاں بادشاہ نے بادشاہی امرا میں سے کہ جنھوں نے گستاخیاں کی تھیں ، کسی سے بدلہ نہیں لیا ، مگر رستم خاں (سے بدلہ لیا) - آخر زمانے میں اس کی یہ نوبت ہوگئی تھی کہ اس کے پاس نہ کوئی سواری کا گھوڑا تھا اور نہ کوئی خدمت گار، گلی گلی مارا مارا پھرتا تھا - اسی حالت میں مر گیا -

۵۵
رانا کرن

رانا امرا بن رانا پرتاب عرف کیکا بن رانا اودے سنگھ بن رانا سانکا میواڑ کے زمیندار کا لڑکا ہے - میواڑ ، صوبۂ اجمیر اور سرکار چتوڑ کا علاقہ ہے کہ جس میں دس ہزار دیہات شامل ہیں - اس کا طول چالیس کوس [۲۰۱] اور عرض تینتیس کوس ہے - اس میں تین مستحکم قلعے ہیں - حاکم کے رہنے کی جگہ چتوڑ کوبھل میر اور ماندل ہے - اس علاقے کے سردار کو پہلے راول کہتے تھے ، پھر رانا کہنے لگے - وہ قوم گھلوت سے ہے - جب انھوں نے موضع سسود کو اپنا ٹھکانا بنایا تب سیسودیہ مشہور ہوگئے - یہ لوگ اپنے کو نوشیروان عادل کی نسل سے بتاتے ہیں -

ان کا مورث اعلیٰ زمانے کے انقلاب سے ملک برار چلا آیا اور نرنالہ کا زمیندار ہو گیا - جب نرنالہ پر غنیم کا قبضہ ہو گیا تو ایک خرد سال بچے کو جس کا نام باتا تھا ، اس کی ماں اس پر آشوب مقام سے نکال کر میواڑ لے گئی اور اس نے راجا بندلیک بھیل کے یہاں پناہ لی - جب وہ (بچہ) جوان ہوا تو تیراندازی میں مشہور ہوا اور راجا کے معتمد لوگوں میں شمار ہونے لگا - اس راجا (مندلیک بھیل) کے مرنے کے بعد وہ ریاست پر قابض ہو گیا - رانا سانگا اسی کی اولاد میں سے ہے کہ جس نے ۹۳۳ھ ۱۵۲۷ع[1] میں دوسرے راجاؤں کے ہمراہ ایک لاکھ سوار جمع کرکے بابر بادشاہ سے جنگ کی اور شکست کھائی - ۹۳۴ھ ۱۵۲۸ع میں وہ رانا سانگا اپنی طبعی موت سے مر گیا رانا اودے سنگھ اس کا جانشین ہوا - جلوس کے بارھویں سال میں جب اکبر بادشاہ ، محمد مرزا کے لڑکوں کی تنبیہ کے لیے کہ جنھوں نے صوبۂ مالوہ میں فساد برپا کر دیا تھا ، متوجہ ہوا تو دھول پور پہنچنے کے بعد اس خیال سے کہ مالوہ کے سرکش غافل ہوں گے بادشاہ کی زبان سے یہ نکلا کہ [۲۰۲] ہندوستان کے اکثر راجا ہمارے حضور میں حاضر ہوئے مگر رانا ابھی تک خواب غفلت میں ہے ، پہلے یلغار کرکے اس کو سزا دوں گا - اور رانا اودے سنگھ کے لڑکے سکت سنگھ سے جو شاہی ملازمین میں سے تھا ، مخاطب ہو کر کہا کہ ایسا ہونا چاہیے کہ اس مہم میں تجھ سے نمایاں کام ظاہر ہوں - اگرچہ بظاہر اس نے قبول کر لیا لیکن وہ خائف ہو کر فرار ہو گیا - اس کے مفرور ہو جانے کی وجہ سے رانا کی تنبیہ کا ارادہ مستحکم ہو گیا -

پہلے قلعۂ سیوی سوپر اور قصبہ کوٹھا میں تھانے مقرر کیے ، اس کے بعد قلعہ ماندل اور رام پور بھی فتح کر لیے - اودے پور

---

۱ - یہ لڑائی ۱۶ مارچ ۱۵۲۷ع کو ہوئی (کیمبرج ہسٹری آف انڈیا ، جلد چہارم صفحہ ۱۷ (ب)

کے قرب و جوار کو شاہی لشکر نے روند ڈالا ۔ زیادہ عرصے تک محاصرہ کرنے کے بعد چتوڑ پر بھی قبضہ ہو گیا ۔ رانا پہاڑ کی گھاٹیوں میں جا چھپا ۔ پتا چلا کہ کچھ عرصے کے بعد اودے سنگھ مر گیا اور رانا پرتاپ اس کا جانشین ہوا ۔

شیخ ابوالفضل نے اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ اٹھارھویں سال جلوس اکبری میں جب کنور مان سنگھ ڈونگرپور کے زمیندار کی تنبیہ کرکے اودے پور کے نواح میں پہنچا تو رانا نے اس کا استقبال کیا اور شاہی خلعت کو ادب کے ساتھ پہنا اور کنور کے ساتھ نہایت گرم جوشی سے ملا اور بادشاہ کے حضور میں حاضری کی تاخیر کے سلسلے میں معذرت کی ۔ اسی سال رانا نے اپنے بڑے لڑکے امرا کو راجا بھگونت داس کے ساتھ جو ایدر سے نکل کر اس نواح میں آیا تھا ، ہمراہ کر دیا [۲۰۳] اور طرح طرح کی خوشامدانہ گفتگو کرکے یہ طے کیا کہ میں خطا معاف ہو جانے کے بعد سرکار شاہی میں حاضر ہو جاؤں گا ۔ اور راجا ٹوڈرمل کے ساتھ بھی جو گجرات سے آ رہا تھا ، اچھا برتاؤ کیا اور عاجزی کا اظہار کیا ۔ امرا بادشاہ کے حضور میں پہنچنے کے بعد شاہی ملازمین میں شامل ہو گیا ۔

اکیسویں سال جلوس اکبری میں کنور مان سنگھ ، رانا پرتاپ سنگھ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہو کر مانڈل گڑھ پہنچا ۔ لشکر کے جمع ہونے کے بعد (کنور مان سنگھ) کوکندہ کو روانہ ہوگیا۔ دونوں فریقوں کے مقابل ہونے کے بعد سخت جنگ ہوئی ۔ رانا شکست کھا کر فرار ہو گیا ۔ اسی سال بادشاہ خود اس نواح میں پہنچا ۔ چونکہ رانا نے پہاڑ کی گھاٹیوں میں پناہ لے لی تھی ، اس لیے اس کے تعاقب میں ایک فوج مقرر کردی گئی ۔ اکتالیسویں سال جلوس اکبری میں رانا پرتاپ مر گیا اور امرا اس کا جانشین ہوا ۔

جہانگیر بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد سلطان پرویز

اُمرا کی ایک جماعت کے ساتھ اس (اُمرا) کی مہم پر مقرر ہوا کہ وہ خود اپنے بڑے لڑکے کرن کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو - اسی دوران میں سلطان خسرو باغی ہو گیا اور اس نے اپنے چھوٹے لڑکے باگھ کو شہزادے کے ہمراہ کردیا - اس کے بعد عبداللہ خاں فیروز جنگ اور دوسری مرتبہ مہابت خاں اس کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوئے لیکن کامیابی نہ ہوئی - یہاں تک کہ نویں سال جلوس جہانگیری کے آخر میں سلطان خرم ایک فوج کے ساتھ اس کام کے لیے روانہ ہوا - شہزادے نے وہاں پہنچ کر اس کے تھانوں پر بادشاہی تھانہ نشیں قائم کردیے اور اس کی زندگی تنگ کردی - وہ مجبوراً عاجز ہو کر شہزادے کے حضور میں حاضر ہوا اور اپنے بڑے لڑکے کنور کرن کو [۲۰۰م] ہمراہ کردیا - کنور کرن جب بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو خلعت اور مرصع تلوار اس کو مرحمت کی گئی اور اس کا خوف دور کرنے کے لیے روزانہ ہر قسم اور ہر طرح کی شاہانہ نوازشیں ہوتی رہیں - دسویں سال جلوس جہانگیری میں اسے پانچ ہزار ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا اور وطن جانے کی اجازت ملی - اس کے بعد بھگت سنگھ پسر کنور کرن سنگھ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - اس کو بھی خلعت عنایت کیا گیا - اس کے بعد وہ پرداس جھالہ کے ساتھ وطن کو روانہ ہوا - گیارھویں سال جلوس جہانگیری میں کنور کرن بادشاہ کے حضور میں پہنچ کر شادکام ہوا اور پھر اس کو اس کے علاقے کو جانے کی اجازت ملی -

جب سلطان خرم دکن کی مہم پر تعینات ہوا تو رانا امرسنگھ اور کنور کرن بادشاہزادہ (خرم) کے حضور میں حاضر ہوئے اور (رانا نے) اپنے پوتے کو ایک ہزار پانسو سواروں کے ہمراہ شاہزادے کے ساتھ کر دیا - جب تیرھویں سال جلوس جہانگیری میں جہانگیر بادشاہ گجرات سے اکبر آباد کی طرف روانہ ہوا اور بادشاہ کنور کرن کے علاقے کے قریب پہنچا تو رانا کنور کرن

نے حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کی ۔ چودھویں سال جلوس جہانگیری میں امر سنگھ مر گیا ۔ جہانگیر بادشاہ نے کنور کرن کو رانا کا خطاب ، خلعت ، گھوڑا اور ہاتھی بھیجا ۔

اٹھارھویں سال جلوس جہانگیری میں رانا کے لڑکے جگت سنگھ نے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر اپنی جبین نیاز کو آداب اخلاص سے روشن کیا اور پھر اپنے علاقے کو جانے کی اجازت پائی ۔ اور جس زمانے میں کہ شاہجہاں اپنے والد (جہانگیر) کے انتقال کے بعد جینر سے [۲۰۵] اکبر آباد روانہ ہوا اور اس کے علاقے کے نزدیک پہنچا تو رانا کرن حاضر خدمت ہوا اور اس پر طرح طرح کی نوازشیں ہوئیں اور اس کا علاقہ اس کو بحال کر دیا گیا ۔

جب شاہجہاں بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں رانا کرن مر گیا تو اس کے لڑکے جگت سنگھ کو رانا کا خطاب ، پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب اور اس کا وطن مالوف اس کو جاگیر میں عنایت ہوا جس طرح اس کے بزرگوں کے پاس تھا ۔

خان جہاں لودی کی مہم میں کہ جس کے سلسلے میں بادشاہ نے دکن کا ارادہ کیا تھا ، اس کے پانسو سوار ، رانا جگت سنگھ کے چچا ارجند نامی کے ہمراہ تھے ۔ کبھی کبھی اس کا ٹیکا کیا ہوا لڑکا راج کنور بھی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتا تھا ۔ یہ بات طے شدہ تھی کہ اس کے پانسو سوار ہمیشہ کسی معتبر آدمی کے ساتھ دکن کے علاقے میں تعینات رہیں گے ۔ دربار سلطنت سے بھی جواہر ، خلعت ، ہاتھی ، گھوڑے اس کو عنایت ہوتے رہتے تھے ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ مر گیا ۔ راج کنور کو 'رانا راج سنگھ' کا خطاب ، پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب اور اس کا وطن جاگیر میں مرحمت ہوا ۔

جب رانا جگت سنگھ کی زندگی میں بادشاہ کو یہ اطلاع ہوئی کہ اس نے قلعہ چتور کی مرمت شروع کرا دی ہے حالانکہ پہلے

یہ بات طے ہو چکی تھی کہ رانا قلعۂ مذکور کی مرمت بالکل نہیں کرائے گا ، بادشاہ نے اس بات کی تصدیق کے لیے کسی کو تعینات کیا ۔ اس (متعین شدہ) شخص کی زبانی معلوم ہوا کہ اس کے سات دروازوں میں سے کہ جو کر چکے تھے [۲۰۶] دو ایک دروازے تعمیر ہوئے ہیں ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سعداللہ خاں ایک فوج کے ہمراہ قلعۂ مذکور کو ڈھانے ، اس کے علاقے کو خراب کرنے اور قبضہ کرنے کے لیے تعینات ہوا اور (اس کے) چند پرگنوں میں بادشاہی تھانے قائم ہو گئے ۔ رانا راج سنگھ نے سلطان دارا شکوہ سے فریاد کی اور اپنی عاجزی کا اظہار کیا ۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق اس نے اپنے ٹیکا کیے ہوئے لڑکے کو (بادشاہ کے حضور میں بھیجنے) اور قلعہ چتور کا جو حصہ تعمیر کرایا تھا اس کو منہدم کرنے کا اقرار کر کے یہ درخواست کی کہ اس کا علاقہ بادشاہی لشکر کی پامالی سے محفوظ رہے ۔ لہٰذا سعد اللہ خاں قلعہ چتور کو برباد کر کے واپس آ گیا ۔

رانا (راج سنگھ) نے اپنے بڑے لڑکے کو کہ جس کی عمر چھ سال تھی ، اپنے معتبر آدمیوں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں پیش کش لے کر اس وقت بھیجا جب کہ بادشاہ اجمیر میں رونق افروز تھا ۔ اس کو خلعت، جواہر، ہاتھی اور گھوڑے مرحمت ہوئے ۔ جب یہ معلوم ہوا کہ رانا نے ابھی تک اس کا کوئی نام نہیں رکھا ہے تو بادشاہ نے اس کو 'سبھاگ سنگھ' کے خطاب سے مخاطب فرمایا ۔ رخصت ہونے کے بعد رانا کو یہ تاکید ہوئی کہ وہ اپنے لڑکے کو پانسو سواروں کے ساتھ دکن روانہ کرے ۔

جب تخت سلطنت اورنگ زیب بادشاہ کے جلوس سے رونق پذیر ہوا تو رانائے مذکور خلعت پا کر سرفراز ہوا ۔ بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب بادشاہ (عالم گیر) اجمیر پہنچا تو رانا راج سنگھ نے اپنے لڑکے کنور جے سنگھ کو اجازت کے یہ بادشاہ کے حضور میں [۲۰۷] بھیجا ۔ کچھ دنوں کے بعد اس کو

خلعت ، مرصع سرپیچ ، گھوڑا اور ہاتھی انعام میں ملے اور وطن جانے کی اجازت مرحمت ہوئی -

اسی سال جب بادشاہ نے جزیہ وصول کرنے کا ارادہ کیا تو راجپوتوں نے اپنی فطرتی وحشت کے علاوہ بیدلی کا اظہار کیا اور غرور سے کام لیا - لہذا تئیسویں سال جلوس عالمگیری میں بادشاہ نے اجمیر سے رانا کی تنبیہ کے لیے اودے پور کا قصد کیا - جب رانا نے اودے پور کو خالی چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی تو حسین علی خاں[1] کو ایک فوج کے ساتھ اس کے تعاقب میں متعین کیا - اس کے بعد سلطان محمد اعظم شاہ اور سلطان بیدار بخت مقرر ہوئے - جب رانا کا ملک شاہی لشکر نے پامال کر دیا تو وہ اپنے وطن مالوف سے نکل کر آوارہ گرد ہو گیا - چوبیسویں سال جلوس عالمگیری میں اس نے شہزادے (محمد اعظم شاہ) سے سفارش کی درخواست کی - پرگنہ ماندل اور بدھنور جزیے کے عوض میں بادشاہی قبضے میں دے دیے - اس کی درخواست قبول ہو جانے کے بعد اس نے تالاب راج سمندر[2] پر آ کر شہزادے سے ملاقات کی - اسے رانا کا خطاب ، پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب کے ساتھ بحال کر دیا گیا - وہ اسی سال مر گیا - ماتم پرسی کی رسم کے مطابق بادشاہ نے اس کے لڑکے راجا جے سنگھ کو خلعت بھیجا[3] -

---

۱ - اختلاف نسخ میں حسن علی خاں دیا ہے جس کی مطابقت مآثر عالمگیری صفحہ ۱۸۶ سے ہوتی ہے (ب)

۲ - اودے پور سے پچیس میل کے فاصلے واقع پر ہے - راجپوتانہ گزیٹیر جلد سوم ، صفحہ ۱۳ (ب)

۳ - ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۲۹۱-۲۹۷

۵۶

راؤ رتن هادا

راؤ بھوج ہادا کا لڑکا ہے۔ اس کے باپ کی خطاؤں کی وجہ سے اس پر کچھ عرصے تک [۲۰۸] جہانگیر بادشاہ کا عتاب رہا۔ تیسرے سال جلوس جہانگیری میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس پر عنایات فرمائیں اور وہ رانا کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں وہ سلطان خرم کے ہمراہ رانا امرسنگھ کی مہم پر تعینات ہوا اور دسویں سال جلوس جہانگیری میں وہ دکن کی مہم پر مامور ہوا۔ اس کے بعد (اس کے منصب میں) مناسب اضافہ کیا گیا۔

اٹھارھویں سال جلوس جہانگیری میں جب جہانگیر اپنے فرزند رشید شاہجہاں سے لوگوں کے کہنے سننے کی وجہ سے ناراض ہوگیا اور مقابلے کی نوبت آگئی تو شہزادۂ مذکور نے مانڈو سے روانہ ہو کر دریائے نربدا کو عبور کیا اور سلطان پرویز، مہابت خاں کی اتالیقی میں تعاقب کے لیے مامور ہوا تو وہ (راؤ رتن) بھی اس مہم میں تعینات کیا گیا۔

نربدا کو عبور کرنے کے بعد جب شاہجہاں تلنگانہ کی حدود سے بنگالہ کی جانب روانہ ہوا، تو سلطان پرویز نے والد (جہانگیر) کے حکم کے مطابق صوبۂ بہار کا ارادہ کیا۔ مہابت خاں نے اس (راؤ رتن) کو انیسویں سال جلوس جہانگیری میں برہان پور کی نگرانی کے لیے چھوڑا۔ جب شاہجہاں کی واپسی بنگالے سے دکن کی جانب مشہور ہوئی تو مشارالیہ (راؤ رتن) نے یہ ارادہ کیا کہ شہر سے نکل کر شہزادے کا مقابلہ کرے۔ اس خبر کے پہنچنے کے بعد جہانگیر بادشاہ کا فرمان صادر ہوا کہ جب تک کمک نہ پہنچے شہر کی حفاظت کرتا رہے اور ہرگز جنگ کرنے کے لیے باہر نہ نکلے۔

دسویں سال جلوس جہانگیری میں شاہجہاں بالا گھاٹ برار کے مضاف دیول گاؤں کے قریب ظاہر ہوا - یاقوت خاں حبشی کو عنبر کی فوج کے ساتھ لے کر برہان پور کے قریب پہنچا - (شاہجہاں نے) لعل باغ کو لشکر گاہ بنایا - ایک طرف سے عبداللہ خاں بہادر اور [۲۰۹] دوسری طرف سے محمد تقی سیم ساز کہ جس کو شاہ قلی خاں کا خطاب تھا ، محاصرے کے لیے مقرر ہوئے اور حملے کا حکم دے دیا گیا - یہاں تک کہ شاہ قلی خاں چار سو آدمیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا اور کوتوال کے چبوترے پر بیٹھ کر منادی کرا دی کہ شاہجہاں کی حکومت ہے - سربلند رائے دوسری طرف مورچوں پر تھا ؛ اس نے اپنے لڑکے کو بھیجا ، وہ جنگ کرنے کے بعد شکست پا گیا - راؤ مذکور نے جگا جوت ہاتھی کو مقابل لا کر چوک میں جنگ کی اور بہادری دکھائی - محمد تقی (شاہ قلی خاں) جو امداد سے مایوس ہو چکا تھا ، قلعے میں داخل ہو گیا اور عہد لینے کے بعد اس سے ملاقات کی - کہتے ہیں کہ جنگ کے وقت راؤ رتن کی زبان پر یہ الفاظ تھے - 'مرشاں' یعنی میں مرنے کو آمادہ ہوں -

مختصر یہ کہ جب سلطان پرویز زبردست فوج کے ساتھ بادشاہ کے حکم کے مطابق الہ آباد سے دکن کو عازم ہوا، اس زمانے میں شاہجہاں سخت بیمار ہو گیا 'ور وہ کوچ کرکے بالا گھاٹ ، روہن کھیڑ پہنچا تو سربلند رائے کو پنج ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب اور 'رام راج' کا خطاب ملا کہ دکن میں اس سے بلند رتبے کا کوئی خطاب نہیں ہوتا تھا -

شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد وہ پہلے سال جلوس میں اپنے وطن بوندی سے آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - اسے خلعت ، جڑاؤ خنجر ، پنج ہزاری ذات اور سابقہ تدار کے سواروں کا منصب ، علم ، نقارہ ، گھوڑا مع طلائی زین اور ہاتھی انعام میں ملا [۲۱۰] - اسی سال مہابت خاں خانخاناں کے

ہمراہ وہ (راؤ رتن) اوزبکیوں کی تنبیہ کے لیے کہ جنھوں نے کابل کی طرف فساد برپا کر رکھا تھا ، روانہ ہوا ۔

تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں وہ ایک فوج کا سردار مقرر ہوا اور تلنگانہ کی طرف وہ مامور ہوا ۔ فرمان صادر ہوا کہ پرگنہ باسم میں کہ جو برار میں ہے ، قیام کرکے ملک تلنگانہ پر قبضہ کرے اور سرکش مفسدوں کے آنے جانے کا راستہ بند کر دے ۔

جب نصیری خان کی درخواست پر ملک مذکور (تلنگانہ) کی فتح خان مذکور (نصیری خان) کے ذمے کر دی گئی تو وہ بادشاہ کے حسب طلب حضور میں حاضر ہو کر سعادت اندوز ہوا ۔

اس کے بعد جب دکن کی فوج کی سرداری یمین‌الدولہ آصف خاں کے سپرد ہوئی تو راؤ مذکور (راؤ رتن) خان مذکور (آصف خان) کی تعیناتی میں مقرر ہوا اور چوتھے سال جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۴۰ھ ، ۳۱-۱۶۳۰ع میں بالا گھاٹ کے لشکر میں اس کا پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا ۔

ستر سال ، جو اس کا پوتا اور جانشین تھا اور اس کا دوسرا لڑکا ماندو سنگھ علیٰ قدر مراتب شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوئے اور ان کو تسلی دی گئی ۔ ہر ایک کے حالات علیحدہ درج ہیں ۔

۵۷

راؤ سور بھورتیہ

بیکانیر کے زمیندار رائے راج سنگھ راٹھور کا لڑکا ہے ۔ جہانگیر بادشاہ کی حکومت کے آخری زمانے میں سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا ۔

شاہجہان بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں جب وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا [۲۱۱] منصب ، علم اور نقارہ اسے مرحمت

ہوا - مہابت خاں خانخاناں کے ساتھ نذر محمد خاں کے ذمیہ کے لیے کہ جس نے کابل پر چڑھائی کی تھی ، متعین ہوا - جب ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے نذر محمد خان اس علاقے سے نکل کر چلا گیا تو یہ شاہی حکم کے مطابق واپس چلے آئے -

اس کے بعد (راؤ سور بھارتیہ) عبداللہ خان بہادر کے ساتھ ججھار سنگھ کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا کہ جو بے بنیاد خوف کی بنا پر بادشاہ کے حضور سے فرار ہو گیا تھا - اور دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں خان جہاں لودی کے تعاقب کے لیے مقرر ہوا کہ جو اپنے بیجا وہم کی وجہ سے اکبر آباد سے فرار ہو گیا تھا - تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں ان تین فوجوں میں کہ جو نظام الملک کے ملک کی بربادی کے لیے مقرر ہوئی تھیں ، شائستہ خاں کے ساتھ وہ مقرر ہوا اور (اس کے منصب میں) پانسو سوار کا اضافہ بھی ہوا - بیر کے قریب کی جنگ میں کہ اعظم خاں نے خان جہاں لودی پر حملہ کیا تھا ، اس نے بہت بہادری دکھائی - چوتھے سال جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۴۰ھ ۳۱-۱۶۳۰ع میں وہ مر گیا - بادشاہ (شاہجہاں) نے اس کے لڑکے کرن کو دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور راؤ کا خطاب مرحمت کیا اور اس کا وطن بیکانیر اس کی جاگیر میں دیا - اس کا دوسرا لڑکا ستر سال نامی پانسو ذات اور دو سو سوار کے منصب سے سرفراز ہوا - راؤ کرن کا حال علیحدہ درج کیا گیا ہے[۱]۔

۵۸
راجا بھارتھ بندیلہ

راؤ مدھکر کے لڑکے رام چند کا پوتا ہے - چونکہ جہانگیر بادشاہ کو [۲۱۲] برسنگھ دیو کی رعایت زیادہ سے زیادہ منظور تھی

---

۱ - ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۲۱۹-۲۲۰

اس بادشاہ (جہانگیر) کے پہلے سال جلوس کے آخر میں عبداللہ خاں کالپی سے کہ جو اس کی جاگیر میں تھا ، دسہرے کے دن نہایت تیزی سے اوندچھ پہنچا اور رام چند کو کہ جو اس علاقے میں فتنہ انگیزی کر رہا تھا ، گرفتار کر لیا ۔ دوسرے سال جلوس جہانگیری میں بادشاہ کے سامنے زنجیروں سے بندھا ہوا پیش کیا[1] ۔ بادشاہ نے اس کی بیڑیاں پیروں سے کٹوا کر اس کو خلعت عنایت کیا اور راجا باسو کے سپرد کر دیا کہ اس کی ضمانت لے کر اسے چھوڑ دے ۔ اس روز سے اوندچھ پر راجا برسنگھ دیو کا قبضہ ہوا ۔

چوتھے سال جلوس جہانگیری میں اس کی خواہش کے مطابق اس کی لڑکی کو شاہی محل میں داخل کر لیا گیا ۔ جب وہ مر گیا تو ساتویں سال جلوس جہانگیری میں اس کے پوتے بھارتھ کو اس کی قابلیت کے مطابق منصب اور راجا کا خطاب عنایت ہوا ۔

جب اس گستاخی کے بعد کہ جو دریائے جہلم کے کنارے (جہانگیر کے متعلق) مہابت خاں سے ظاہر ہوئی اور آخرکار وہ (مہابت خاں) قائم نہ رہ سکا اور فرار ہو کر رانا کے علاقے میں چلا گیا تو وہ امرا جو جہانگیر بادشاہ کے حضور سے اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے اور اجمیر پہنچ کر ٹھہر گئے تھے ، ان میں وہ (بھارتھ) بھی تھا ۔

اس دوران میں گردش کرنے والے آسمان نے انقلاب بپا کردیا اور زمانے نے دوسرا رنگ بدلا ۔ جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور شاہجہاں بادشاہ اجمیر پہنچا ۔ وہ (بھارتھ) شاہجہاں کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد اسے تین ہزار

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری (لکھنؤ ایڈیشن صفحہ ۴۰)

(ق)

ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب ، علم اور گھوڑا مرحمت ہوا [۲۱۳] - پہلے سال جلوس شاہجہانی میں اسے اٹاوہ اور اس کے مضافات کی فوجداری کہ جو خالصہ شاہی میں داخل تھا، اور کچھ عرصے کے بعد نقارہ عنایت ہوا -

دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں وہ خواجہ ابوالحسن کے ہمراہ خان جہاں لودی کے تعاقب میں روانہ ہوا - تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں راؤ رتن ہادا کے ساتھ تلنگانہ کی مہم پر تعینات ہوا - اس کے بعد اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور نصیری خان کے ساتھ دکن کے قلعہ قندھار کے محاصرے میں اس نے نمایاں بہادری دکھائی - جب قلعے کے محصورین سخت پریشان ہو گئے تو انہوں نے امن سے واسطے لے کر قلعہ سپرد کردیا -

چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - اس کے منصب میں اصل و اضافہ کے بعد پانسو ذات کا اضافہ ہوا اور وہ تین ہزار پانسو ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا - اس کے بعد وہ تلنگانہ کے حدود کے انتظام پر مقرر ہوا - چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں اس (بھارتھ) نے قصبہ وکلور[1] پر ، مع بولا کے متعلقین کے ، قبضہ کر لیا - بولا اور سیدی مفتاح حکام دکن کی جانب سے قصبہ مذکور پر مقرر تھے - جب اس کی اطلاع شاہجہان بادشاہ کو پہنچی تو اس کو اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور تین ہزار پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا -

ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں کہ جب بادشاہ لاہور میں تھا تو اسے یہ اطلاع ہوئی کہ ۱۰۴۳ھ مطابق ۳۴-۱۶۳۳ع میں وہ (بھارتھ) تلنگانہ کے حدود میں اس دنیا سے چل بسا - اس کا لڑکا

---

۱ - بادشاہ نامہ (جلد اول صفحہ ۵۳۴) میں دکلور ہے (ب)

راجا دیبی سنگھ ہے جس کا احوال علیحدہ لکھا گیا ہے -

۵۹

راجا ججھار سنگھ بندیلہ [1]

راجا برسنگھ دیو کا لڑکا ہے - باپ کے مرنے کے بعد راجا کا خطاب ملا [م ۱ ۲] اور مناسب منصب پر ترقی پائی ، یہاں تک کہ جہانگیر کے آخری زمانے تک چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر پہنچا -

شاہجہاں کے پہلے سال جلوس میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اسے خلعت، خنجر مرصع مع پھول کٹارہ، علم اور نقارہ مرحمت ہوا۔ جب شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں مہمات کی تنقیح اور معاملات کی تحقیق کا کام شروع ہوا ، اس کے باپ کا جمع کیا ہوا مال اسے بغیر محنت کے مل گیا تھا اور چونکہ خائن ، خائف ہوتا ہے ، اس تقاضے کے تحت وہ اپنے دل میں خوف زدہ ہوا - لہٰذا مستحکم قلعوں اور گنجان درختوں کے بھروسے پر کہ جو اس کے علاقے میں تھے ، چند روز کے بعد آدھی رات کے وقت اکبر آباد سے فرار ہو کر اوندچھ پہنچ گیا اور اس نے قلعے کو مضبوط اور لشکر کو جمع کرنا شروع کردیا - جب یہ خبر بادشاہ کو ملی تو مہابت خاں خان خاناں بہت سے امرائے حضوری کے ساتھ اس پر تعینات کیا گیا - اور حاکم مالوہ ، خان جہاں لودی کے نام فرمان صادر ہوا کہ وہ اس صوبے کی فوج کے ہمراہ چندیری کے راستے سے کہ جو اوندچھ کے جنوبی سمت میں واقع ہے اس (ججھار سنگھ) کے ملک میں داخل ہو جائے۔ اور عبداللہ خاں کے نام حکم جاری ہوا کہ اپنی جاگیر کے محال قنوج سے بہادر خان روہیلہ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ اوندچھ کی مشرقی سمت سے

---

۱ - ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۱۴۹-۱۵۰ (ق)

قلعے میں داخل ہو - جب تینوں فوجیں قلعہ مذکور (اوندچھہ) کے نزدیک پہنچیں تو جنگ شروع ہو گئی اور ایرچ کا قلعہ عبداللہ خان ، بہادر خان اور پہاڑ سنگھ بندیلہ کی کوششوں سے فتح ہو گیا -

ججھار سنگھ نے مجبور ہو کر مہابت خاں کا توسل [۲۰۵] ڈھونڈھا اور اپنی خطاؤں کی معافی کی درخواست کی - بادشاہ نے اس کی یہ درخواست قبول کرلی - وہ (ججھار سنگھ) دوسرے سال خان مذکور (مہابت خاں) کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - خان مذکور (مہابت خاں) نے اس کی گردن میں دستار ڈال کر اور دستار کے دونوں سرے اپنے ہاتھ میں پکڑ کر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا - ایک ہزار اشرفیاں ، پندرہ لاکھ روپے اور چالیس ہاتھی جو جرمانے کے طور پر طے ہو گئے تھے ، بادشاہ کے حضور میں پیش کیے جو قبول ہو گئے -

جب تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ خان جہاں لودی کی تنبیہ اور نظام‌الملک کے علاقے کو برباد کرنے کے لیے کہ جس نے خان جہاں کو پناہ دی تھی ، دکن روانہ ہوا اور اس نواح کی تاراجی کے لیے تین فوجیں مقرر کیں تو اس (ججھار سنگھ) کو اعظم خان ناظم کے ہمراہیوں میں نام زد کر کے راجا کا خطاب عنایت فرمایا -

اس کے بعد جب یمین‌الدولہ دکن کے لشکر کی سرداری پر مقرر ہوا تو وہ منصب داروں کی ایک جماعت کے ہمراہ چنداولی پر تعینات ہوا - اور جب دکن کے صوبے (مہابت خاں) کے سپرد کیے گئے تو کچھ عرصے تک خان مذکور (مہابت خاں) کے ساتھ رہا اور پھر رخصت لے کر وطن چلا گیا اور اپنے لڑکے بکرماجیت کو فوج کے ساتھ وہاں (دکن میں) چھوڑ گیا -

وطن پہنچنے کے بعد آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے اپنی فساد سرشت طبیعت کے بہکانے سے چوراگڑھ کے زمیندار بھیم نرائن پر کہ جو (چوراگڑھ) ملک گڈھہ کا صدر مقام تھا

لشکر کشی کر دی اور وہ (بھیم نرائن سے) عہد و پیمان کرکے اس کو باہر نکال لایا اور اس کو اس کے خاندان کے بہت سے آدمیوں کے ساتھ قتل کر دیا اور خزانہ و جنس کے ساتھ اس نے قلعے پر قبضہ کر لیا ۔ [۲۱۶] جب یہ اطلاع بادشاہ کو ہوئی تو فرمان صادر ہوا کہ وہ ملک مذکور (گڑھ کٹنگہ) کو شاہی حکومت میں شامل کرے ورنہ اسی کے بقدر اپنے وطن کے نواح کے علاقے میں سے چھوڑ دے اور بھیم نرائن کے خزانے میں سے دس لاکھ روپے بادشاہ کے حضور میں بھیجے ۔ جب اس کو وکیل کی تحریر سے یہ اطلاع ملی تو اس نے اپنے لڑکے بکرماجیت کو کہ جو دکن میں تھا ، لکھا کہ وہ فوراً بھاگ آئے۔

تین فوجیں سید خان جہاں بارہہ ، فیروز جنگ بہادر اور خان دوراں کی سرداری میں اس بدطینت کی تنبیہ کےلیے روانہ ہوئیں۔ ان سب کی کمک کے لیے سلطان اورنگ زیب بہادر بھی شائستہ خاں وغیرہ کے ساتھ روانہ ہوا ۔

جب شاہی لشکر قریب پہنچا تو پہلے وہ اوندچھ سے دھامونی پہنچا جو اس کے باپ کا بنایا ہوا تھا ۔ اس کے بعد وہاں سے چورا گڑھ بھاگا ۔ جب کہیں قیام نہ کرسکا تو مجبوراً راجا دیوگڑھ کے ملک میں مع ساز و سامان داخل ہو گیا ۔ شاہی فوجیں برابر اس کا تعاقب کرتی چلی آ رہی تھیں ، بار بار مقابلہ ہوا ۔ اس کا خزانہ اور مرصع آلات غازیوں کے ہاتھ آئے۔ وہ اپنے بڑے لڑکے بکرماجیت کے ساتھ جنگلوں میں پناہ گزیں ہو گیا ۔

گونڈ (قوم) نے کہ جو اس ملک میں آباد ہے ، ان دونوں کو ۱۰۴۴ھ میں قتل کر دیا ۔ خان دوراں اس خبر کو سن کر دونوں کے سر فیروز جنگ کے پاس لایا ۔ خان مذکور (فیروز جنگ) نے (دونوں سر) بادشاہ کے حضور میں روانہ کر دیے ، اور اس کے ایک کروڑ روپے کے دفینے کہ جو وہ ہمراہ رکھتا تھا

[۲۱ء] شاہی خزانے میں داخل ہو گئے ۱۔

۹۰

راجا روز افزوں

صوبۂ بہار کے مضافاتی پرگنوں کے زمیندار راجا سنگ رام کا لڑکا ہے۲۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں جب شہباز خاں کنبو پورب کے علاقے میں تعینات ہوا اور شاہی لشکر قلعۂ مہدا کے نزدیک کہ جواس راجا (سنگ رام) سے متعلق تھا ، پہنچا تو خاں مذکور (شہباز خاں کنبو) نے محاصرے کا قصد کیا ، اس نے قلعے کی کنجی سپرد کر کے اپنی خوش اعتقادی کا ثبوت دیا ۔ اگرچہ وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر نہیں ہوا لیکن وہاں کے حکام کے ساتھ ہمیشہ خدمت گزاری دکھاتا رہا ۔

جہانگیر بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں جہانگیر قلی خاں لالہ بیگ ناظم صوبۂ مذکور (بہار) نے اس پر فوج کشی کی ۔ وہ لڑائی میں بندوق کے زخم سے ختم ہوگیا ۔

راجا (روز افزوں) نے بچپن سے اس بادشاہ (جہانگیر) کی سرپرستی میں تربیت پائی اور اسلام قبول کر لیا ۔ آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں راجا روز افزوں کو اس کے وطن کی حکومت اور ہاتھی مرحمت ہوا ۔ اس بادشاہ (جہانگیر) کے آخر عہد حکومت تک وہ ایک ہزار پانسو ذات اور سات سو سوار کے منصب تک پہنچا۳ ۔

---

۱ ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ہسٹری آف شاہجہاں از بینی پرشاد صفحہ ۷۹—۸۹ (ب)

۲ ۔ وہ کھڑگ پور کا راجا تھاجو پرگنہ مونگیر میں واقع ہے۔ آئین اکبری جلد اول (انگریزی ترجمہ طبع دوم صفحہ ۴۹۴) (ب)

۳ ۔ یہ بات صحیح نہیں ہے ، کیونکہ شاہجہاں کے پہلے سال جلوس میں اس کا منصب ایک ہزار پانسو ذات اور چھ سو سوار ہے (بادشاہنامہ جلد اول صفحہ ۱۸۲) (ب)

شاہجہاں کے پہلے سال جلوس میں (راجا روز افزوں) مہابت خاں خانخاناں کے ہمراہ کابل کی جانب بلخ کے حاکم نذر محمد خاں کی مدافعت کے لیے کہ جس نے فتنہ برپا کیا تھا اور اس کے بعد ججھار سنگھ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔ اور تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں اعظم خاں کے ہمراہ اس کی فوج کے اندر شامل ہو کر کہ جس کا سردار شائستہ خاں تھا ، روانہ ہوا اور (اس کے منصب میں) ایک سو سوار کا [۲۱۸] ہوا ۔

چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں وہ نصیری خاں کے ساتھ ناندیر کی جانب روانہ ہوا ۔ چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں محمد شجاع کے ساتھ دکن کی مہم پر تعینات ہوا اور قلعہ پرینڈہ کے محاصرے میں اس کے کچھ آدمی کام آ گئے ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ اسی سال ۱۰۴۴ھ مطابق ۳۵-۱۶۳۴ع میں وہ مر گیا ۔

اس کا لڑکا راجا بہروز شاہجہاں بادشاہ کے تیسویں سال حکومت تک سات سو ذات اور سات سو سوار کے منصب تک پہنچا ۔ وہ قندھار اور دوسری مہمات پر تعینات رہا ۔

عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں بھی (راجا بہروز) شاہزادہ محمد سلطان اور معظم خاں کی ہمراہی میں غیر معروف راستے سے بنگالہ فوج لے جانے کے لیے مامور ہوا اور شجاع کی لڑائیوں میں کہ جو عالم گیری فوج کے ساتھ بنگالہ میں ہوئیں ، معظم خاں کے ہمراہ اس (راجا بہروز) نے اچھی خدمات انجام دیں ۔ چوتھے سال جلوس عالم گیری میں صوبہ بہار کے مضاف پلاؤں کے فتح کرنے میں اس نے بہت بہادری دکھائی ۔ آٹھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ مر گیا ۔

۶۱

رحمت خاں میر فیض اللہ

شاہجہاں بادشاہ کے زمانے کے منصب داروں میں تھا ۔ جب تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہی لشکر دکن پہنچا اور تین فوجیں خان جہاں لودی کی تنبیہ اور نظام الملک کے علاقے کو برباد کرنے کے لیے تعینات ہوئیں ، وہ (رحمت خاں میر فیض اللہ) راجا گج سنگھ کے ساتھ تعینات ہوا ۔ اس کے بعد دکن میں مامور کیا گیا [۲۱۹] ۔

بعد ازاں مہابت خاں کے مرنے کے بعد ، جب ساہو بھونسلہ نے دولت آباد کے نواح میں آ کر وہاں کے قصبات و دیہات کو برباد کرنا شروع کیا اور برہان پور کے صوبے دار خان دوراں نے اس کی تنبیہ کا ارادہ کیا تو (خان دوراں نے) اس (رحمت خاں میر فیض اللہ) کو مادھو سنگھ کے ہمراہ شہر مذ کور میں چھوڑ دیا ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد اس نے ججھار سنگھ بندیلہ کے تعاقب میں خان دوراں کے ساتھ بہادری دکھائی ۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور اسے رحمت خاں کا خطاب مرحمت ہوا ۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے علم عنایت ہوا اور سرکار بیجا گڑھ کو جانے کی اجازت ملی کہ جو اس کی جاگیر میں تھا ۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

اسی سال ۱۰۴۷ھ مطابق ۱۶۳۷—۳۸ع میں اس کا انتقال ہوا ۔ اس کا لڑکا اسد اللہ چھ سو ذات اور چھ سو سوار کے

منصب پر فائز ہوا۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ (اسد اللہ) مر گیا۔

۶۲
راجا انوپ سنگھ بڑگوجر

انی رائے سنگھ دلن مشہور تھا۔ بڑگوجر راج پوتوں کی ایک شاخ ہے۔ اس کے بزرگ زمینداروں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس کا دادا روزی کی تنگی کے سبب سے ہرن کا شکار کیا کرتا تھا اور اپنی گزر اوقات اس (ہرن) کے گوشت پر کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک دن شیر کے خیال سے جنگل میں بندوق چلائی [۲۲۰]۔ وہ ایک بادشاہی چیتے کے لگی جس کو ہرن پر چھوڑا تھا اور وہ (چیتا) وہاں چھپا بیٹھا تھا۔ اس نے گھنٹیوں اور سونے کے گلوبند سے پہچانا کہ وہ بادشاہ کا (چیتا) ہے۔ اس نے اس کو کنوئیں میں گرا کر اس کا ساز و سامان اتار لیا۔ وہ (سپاہی) جو سراغ لگا رہے تھے اس کنوئیں پر پہنچے اور انھوں نے معلوم کر لیا کہ یہ کام اسی راجپوت کا ہے کہ جو ہمیشہ شکار کے لیے گھومتا رہتا ہے۔ وہ اس کے مکان پر پہنچے، گھونگرو اور گلوبند وغیرہ برآمد کر لیے اور اس کو گرفتار کرکے اکبر بادشاہ کے حضور میں لے گئے۔

جب (اکبر) بادشاہ کے حضور میں واقعہ عرض کیا گیا تو بادشاہ کو اس کی دلیری اور تیراندازی پسند آئی اور اس کو خدمت میں رکھ لیا۔ چونکہ تیراندازی کا وہ (بادشاہ) بھی شوقین تھا، اس لیے اس کو مناسب منصب عطا ہوا۔

اس کے لڑکے بیر نرائن کو بھی منصب ملا اور وہ مرتبے میں اپنے باپ سے بڑھ گیا۔ جب اس کا لڑکا عمر کی پختگی کو پہنچا تو اپنی خدمت کے صلے میں اکبر بادشاہ کے آخری زمانے میں خدمت گاروں کا سردار ہوگیا کہ جو خواص کے نام سے موسوم

تھی اور جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں کچھ عرصے تک وہ (انوپ) اسی خدمت پر مامور رہا ۔

پانچویں سال جلوس جہانگیری میں بادشاہ پرگنہ ماری میں ایک روز چیتے کے شکار میں مشغول تھا ، اسی اثناء میں وہ (انوپ) شکاریوں کی ایک جاعت[1] کو کچھ فاصلے پر پیچھے پیچھے لا رہا تھا کہ اس نے قوی ہیکل تنومند (شیر) کی خبر سنی اور وہ اس طرف کو دوڑا اور شکاریوں کی جاعت کے ساتھ اس نے اس (شیر) کو گھیرے میں لے کر کسی آدمی کو جہانگیر بادشاہ کے پاس بھیجا ۔ بادشاہ چونکہ شیر کے شکار کا بہت شوقین تھا ، اگرچہ دن ختم [۲۲۱] ہو چکا تھا اور ہاتھی جو اس جاندار (شیر) کے شکار کا جزو اعظم ہیں ، ساتھ نہ تھے ۔ (بادشاہ) گھوڑے پر سوار ہو کر اس طرف کو روانہ ہوگیا ۔ بادشاہ (جہانگیر) شیر کو دیکھ کر گھوڑے سے نیچے اترا ، اس پر دو مرتبہ بندوق چلائی ، چونکہ اس کے کاری زخم نہ لگا اس لیے وہ ایک طرف نشیب میں جا کر بیٹھ گیا ۔ سورج غروب ہو چکا تھا اور (بادشاہ) کا قصد یہ تھا کہ شیر کا شکار ہو جائے۔ شاہزادہ شاہجہاں ، راجا رام داس کچھواہہ، انوپ سنگھ ، اعتماد رائے، حیات خاں داروغہ آبدار خانہ ، کمال قراول اور تین چار خواصوں کے علاوہ کوئی اور ساتھ نہ تھا۔ چند قدم آگے بڑھ کر بندوق کا نشانہ لگایا ۔ اتفاق سے اس مرتبہ بھی اس کے ایسا زخم نہ لگا کہ وہ حملہ کرنے سے مجبور ہو جاتا ۔ وہ غضب ناک اور غیرت مند ہو کر دہاڑتا ہوا اور پنجے جھاڑتا ہوا بادشاہ کی طرف دوڑا ۔ ہمراہی گھبراہٹ میں ایسے منتشر ہوئے کہ ان کی پیٹھ اور پہلوؤں کے دھکوں سے جہانگیر دو ایک قدم پیچھے ہٹ کر گر گیا ۔

---

۱ - متن میں اس کے لیے لفظ 'بارہ' آیا ہے اور تزک جہانگیری (صفحہ ۹۰) میں لفظ پارہ ہے (ق)

(جہانگیر) خود کہتا تھا کہ اس پریشانی کے عالم میں دو تین آدمی میرے سینے پر پیر رکھ کر نکل گئے ۔ اس موقع پر شہزادہ (شاہجہاں) نے تیر چلایا ، مگر کارگر نہ ہوا ۔ وہ غضب ناک درندہ (شیر) انوپ کی طرف جو شاہی بندوق کے پائے کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھا ، بڑھا ۔ اس (انوپ) نے وہ لاٹھی جو اس کے ہاتھ میں تھی اس کے سر پر ماری ۔ شیر نے اس کو زمین پر گرا دیا اور اس موقعے پر جب کہ شیر کا سر بادشاہ کی طرف تھا، انوپ سنگھ نے اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے کر دوسرے ہاتھ سے اس کے شانے کو گرفت میں لے لیا ۔ شاہزادہ (شاہجہاں) نے بائیں جانب سے تلوار نکال کر [۲۲۲] ارادہ کیا کہ شیر کے شانے پر حملہ کرے ، لیکن شانے میں اس کا ہاتھ لپٹا ہوا دیکھ کر (شیر کی) کمر پر وار کیا ۔ رام داس نے بھی تلوار چلائی ۔ حیات خاں نے چند لاٹھیاں ماریں ۔

شیر انوپ سنگھ کو چھوڑ کر چل دیا ۔ اس کا ہاتھ انگوٹھیوں کی وجہ سے بے کار نہیں ہوا تھا ، اس لیے وہ شیر کے پیچھے روانہ ہوا اور اس پر تلوار کا وار کیا۔ جب شیر نے رخ پھیرا تو اس (انوپ) نے دوسرا وار اس کے چہرے پر کیا ۔ شیر کی بھوؤں کی کھال کٹ کر اس کی آنکھوں پر آگئی ۔ (شیر کی) اس بد حالی کے موقع پر سب طرف سے لوگ جمع ہوگئے اور اس شیر کو جس کا کم تمام ہو چکا تھا ، ختم کر دیا ۔ انی رائے[1] سنگھدلن یعنی 'شیر کو رگڑنے والا' کا خطاب ملا اور اس کے منصب میں اضافہ ہوا ۔[2]

ایک دن جہانگیر بادشاہ نے کسی بات پر اس پر اعتراض

---

۱ ۔ انی رائے ہندی میں سردار فوج کو کہتے ہیں ۔ (تزک جہانگیری صفحہ ۹۱) (ق)

۲ ۔ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری صفحہ ۹۰—۹۱ (ق)

کر دیا ۔ اس نے فوراً اپنے پیٹ میں جمدھر مار لیا ۔ اس وقت سے اس کا اعتبار اور مرتبہ اور بڑھ گیا ۔ کبھی کبھی وہ فوج کا سردار اور سرلشکر بھی بنا دیا جاتا تھا ۔

تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب اس کا باپ بیرنرائن کہ جو ہزاری ذات اور چھ سو سوار کا منصب رکھتا تھا ، مر گیا تو انوپ سنگھ کو راجا کا خطاب ملا ۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ (انوپ سنگھ) تین ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر پہنچ گیا تھا ۔ وہ خوش خطی اور انشاء پردازی میں بھی دخل رکھتا تھا ۔ اس کا بیٹا جے رام ہے ، جس کا ذکر علیحدہ درج ہے ۔

۶۳
راجا گج سنگھ

راجا سورج سنگھ راٹھور کا لڑکا ہے ۔ جہانگیر بادشاہ کے دسویں سال جلوس میں [۲۲۳] وہ اپنے باپ کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اس (باپ) کے مرنے کے بعد وہ چودھویں سال جلوس جہانگیری میں تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب اور راجا کے خطاب سے سرفراز ہوا اور متواتر اضافوں کے ساتھ اس کی سرداری کا مرتبہ بڑھتا رہا ۔

اٹھارھویں سال جلوس جہانگیری میں جب جہانگیر بادشاہ اور شاہجہاں کے درمیان فوج کشی کی نوبت پہنچی اور سلطان پرویز مہابت خاں کے ہمراہ صوبہ' دکن پر تعینات ہوا تو مشارالیہ (راجا گج سنگھ) بھی شاہزادے کے ہمراہ متعین ہوا ۔ جہانگیر بادشاہ کا آخری زمانہ اس نے دکن میں گزارا اور پھر خان جہاں لودی کے ہمراہ کہ جس نے دریائے نربدا کو عبور کرنے کے بعد صوبہ مالوہ کے بعض محالات پر قبضہ کر لیا تھا ، صوبہ' مذکور (مالوہ) میں پہنچا ۔

جب شاہجہانی اقبال کی شہرت دنیا میں پھیلی تو وہ
گج سنگھ) اس (خان جہاں لودی) سے علیحدہ ہو کر اپنے وطن
ہلا گیا ۔ بادشاہ شاہجہاں کے دارالخلافہ آگرہ پہنچنے کے بعد وہ پہلے
سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ چونکہ
س کا باپ سورج سنگھ بادشاہ شاہجہاں کا ماموں ہوتا تھا[1] اس لیے
خلعت خاصہ ، جمدھر مرصع مع پھول کٹارہ ، خنجر مرصع اور
پنج ہزاری ذات و سوار کے منصب کی بحالی ، جو جہانگیر بادشاہ
کے زمانے میں حاصل تھا، علم و نقارہ ، طویلۂ خاص کا گھوڑا مع طلائی
ساز و سامان اور حلقۂ خاصہ کا ہاتھی اس (راجا گج سنگھ) کو
مرحمت ہوئے ۔

تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب خان جہاں لودی کی
تنبیہ کا ، کہ جو باغی ہو کر فرار ہو گیا تھا اور نظام‌الملک
بحری کے پاس پہنچ کر پناہ گزیں ہوا تھا اور اس قصور میں
نظام‌الملک کی تادیب اور اس کے ملک کو تباہ کرنے کا ، بادشاہ
شاہجہاں نے ارادہ کیا تو وہ [۲۲۴] (گج سنگھ) دارالخلافہ آگرہ سے
دکن کو روانہ ہوا اور تین فوجیں تین عمدہ سرداروں کی ماتحتی میں
تعینات ہوئیں ۔

ایک فوج کی سرداری راجا مذکور (گج سنگھ) کو دی گئی ۔
وہ صوبے دار دکن اعظم خاں کے ہمراہ روانہ ہوا کہ وہ جا کر
نظام الملک کے علاقے کو فوج کے گھوڑوں سے پامال کرا دے اور
خان جہاں کے سزا دینے میں کوئی کمی نہ کرے ۔
اس کے بعد چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں جب یمین الدولہ
عادل خاں کو سزا دینے کے لیے مامور ہوا تو وہ (گج سنگھ) ہراولی
پر مقرر ہوا ۔ اس نواح سے واپس آنے کے بعد وہ اپنے وطن کو چلا گیا

---

۱ ۔ شاہجہاں بادشاہ کی ماں جودھابائی موٹا راجا اودے
سنگھ کی لڑکی اور سورج سنگھ کی بہن تھی (ق)

اور چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس کو دوبارہ گھوڑا مع طلائی زین اور خلعت خاصہ مرحمت فرمایا۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اپنے وطن جانے کی اجازت ملی۔گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ جسونت سنگھ کے لڑکے کے ساتھ اپنے وطن سے بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور سعادت کورنش حاصل کی۔

اسی سال کےآخرمطابق دوسری محرم ۱۰۴۸ھ، ۶ مئی ۱۶۳۸ع کو اس کا انتقال ہوگیا۔ شاہی رشتہ، رتبے کا تقرب، فوج کی کثرت اور اعلی حیثیت کے لحاظ سے دوسرے راجاؤں میں وہ ممتاز تھا[1]۔

چونکہ راجپوتوں کے دوسرے گروہوں کے خلاف راٹھور کی یہ رسم ہے کہ جس بچے کی ماں سے شوہر کو زیادہ محبت ہو خواہ وہ دوسروں سے کم سن ہی کیوں نہ ہو باپ کی جگہ پاتا ہے۔

خاندان راٹھور کا بزرگ پہلے 'راؤ' کے لقب سے [۲۲۵] مشہور تھا، اس کے بعد جب اودے سنگھ کو اکبر بادشاہ کے حضور سے راجا کا خطاب ملا تو یہ طے ہوا کہ اس قبیلے کے دوسرے لوگ 'راؤ' کےلقب سے موسوم ہوں۔ اسی وجہ سے اودے سنگھ کے مرنے کے بعد باوجودیکہ سورج سنگھ دوسرے بھائیوں سے چھوٹا تھا، راجا کے خطاب سے مفتخر ہوا۔ لہٰذا بادشاہ نے جسونت سنگھ کو خلعت، مرصع جمدھر، چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کا منصب اور 'راجا' کا خطاب اس کے باپ کی وصیت کے مطابق عنایت کیا اور علم و نقارہ، گھوڑا مع طلائی زین اور حلقہ خاصہ کا ہاتھی بھی مرحمت ہوا اورجسونت سنگھ کے بڑے بھائی امرسنگھ کے منصب میں، کہ جو حسب الحکم شاہزادہ سلطان شجاع کے ہمراہ کابل

---

۱ - راجا گج سنگھ کا تعمیر کردہ ایک محل اس وقت تک آگرہ (محلہ پیپل منڈی) میں کالا محل کے نام سے موجود ہے، امرائے ہنود صفحہ ۳۰۹ (ق)

گیا ہوا تھا ، ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا اور اس طرح وہ تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب اور 'راؤ' کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ ان دونوں کے حالات جدا گانہ تحریر کیے گئے ہیں ۔

۶۴

رجا رام داس نروری

جہانگیر بادشاہ کے منصب داروں میں سے ہے ۔ شاہجہاں کے پہلے سال جلوس میں مہابت خاں خانخاناں کے ہمراہ ججھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا کہ جو اکبر آباد سے فرار ہو کر باغی ہو گیا تھا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں راؤ رتن ہادا کے ساتھ برار کے مضاف باسم میں قیام کرنے اور دکن کی فوجوں کا راستہ روکنے کے لیے تعینات ہوا ۔ چھٹے سال جلوس شاہجہانی کے آخر میں سلطان شجاع کے ہمراہ پرینده کی فتح کے لیے دکن کی جانب روانہ ہوا ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد [۲۲۶] دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور سیدھا خانجہاں بارہہ کے ہمراہ عادل خانیوں کے ملک پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں مطابق ۱۰۴۹ھ ، ۴۰-۱۶۳۹ع میں وہ مر گیا[1]۔

بادشاہ نے اس (راجا رام داس نروری) کے پوتے امر سنگھ کو اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور چھ سو سوار کے منصب اور راجا کے خطاب سے سرفراز کیا اور اس کے دادا کی طرح قلعہ نرور کی سرداری اس کو عنایت فرما کر اس (نرور) کے نواحی علاقے کو اس کی جاگیر میں دے دیا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان

---

۱ - ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۲۲۲ (ق)

اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ کہ جو دوبارہ قندھار کی مہم پر تعینات ہوا تھا ، اس جانب روانہ ہوا ۔ اور چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان دارا شکوہ کی ہمراہی میں اس جانب روانہ ہوا ۔ وہاں سے رستم خان کے ساتھ بست کو فتح کرنے کے لیے چلا ۔

تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور اسی سال معظم خاں کے ساتھ ، سلطان محمد اورنگ زیب بہادر کی کمک میں دکن کی طرف تعینات ہوا ۔ عالمگیر کے پہلے سال جلوس میں وہ حاضر دربار ہوا ۔ اس کے بعد پادشاہزادہ محمد سلطان کے ہمراہ سلطان شجاع کے تعاقب پر تعینات ہوا ۔ وہاں کے کاموں اور ولایت آسام کی مہم میں اس نے بہادری دکھائی ۔ اس کے بعد شمشیر خاں ترین کے ساتھ افاغنہ روہ کی مہم پر تعینات ہوا اور اچھی خدمات انجام دیں اور اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزاری ذات اور تین سو پچاس سوار کے منصب پر فائز ہوا[1] [۲۰۷]

اس کے منصب کی بابت اختلاف ہے کہ جو ، دہ سالہ عالمگیر نامہ سے نقل کیا ہے ۔ ممکن ہے اس کے سابق منصب میں کسی وجہ سے کمی کر دی گئی ہو یا اس نسخے میں غلط تحریر ہے ۔

۶۵
راجا کشن سنگھ بھدوریہ

اکبرآباد سے تین کوس کے فاصلے پر بھداور ایک علاقہ ہے ، وہاں کے رہنے والے اسی لقب سے مشہور ہیں ۔ یہ لوگ جری اور بہادر ہیں ۔ پہلے سرکش تھے ، اکبر بادشاہ نے ان کے سردار کو ہاتھی کے پیر کے نیچے ڈلوا دیا ۔ اس کے بعد سے وہ لوگ مطیع

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۷۵ (ق)

رگئے[1] اور شاہی ملازمت اختیار کر لی - بادشاہ مذکور (اکبر)
کے زمانے میں مکتمن بھدوریہ سرداری اور ہزاری منصب پر
ئز تھا -

جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں راجا بکرماجیت سردار قوم ہوا
و عبداللہ خاں کے ہمراہ رانا کی مہم پر تعینات ہوا اور اس کے
بد دکن کی تعیناتی میں شریک رہا - گیارھویں سال جلوس شاہی
یں حب وہ مر گیا تو اس کا لڑکا بھوج دکن سے آ کر بادشاہ کی
مدمت میں حاضر ہوا - شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں راجا
کشن سنگھ سربراہ قوم مقرر ہوا - پہلے سال جلوس شاہجہانی میں
امیرده (راجا کشن سنگھ) مہابت خاں کے ساتھ ججھار سنگھ کی
سہم میں اور تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں شائستہ خاں کے ہمراہ
نظام الملک دکنی کے ملک کی بربادی کے لیے مقرر ہوا کہ جس
نے خانجہاں لودی کو پناہ دی تھی - چھٹے سال جلوس شاہجہانی
یں قلعہ دوست آباد کے محاصرے اور اس کی فتح کے روز اس نے
بہت بہادری دکھائی- [۲۲۸] نویں سال جلوس شاہجہانی میں خان زماں
کے ساتھ ساہو بھونسلہ کی تنبیہ کا ارادہ کیا اور سترھویں سال
جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۵۳ھ، ۱۶۴۳ء میں اس نے ملک
عدم کی راہ لی[2] -

چونکہ ایک کنیز زادے کے سوا اس کے کوئی لڑکا نہ تھا
اس لیے اس کے چچا کے پوتے بدن سنگھ کو خلعت ، اصل و اضافہ
کے بعد ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور راجا
کا خطاب ملا - اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ (بدن سنگھ)
ایک روز بادشاہ کے درشن کے لیے گیا تھا ، اچانک ایک مست ہاتھی
اس کی طرف دوڑا اور اس کے ماتحتوں میں سے ایک آدمی کو

---

۱ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد دوم ، صفحہ ۸۷ (ب)
۲ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۲۹۹ - ۳۰۱ (ق)

اس نے اپنے دونوں دانتوں سے دبا لیا - راجا نے جوش مردانگی سے اس خونخوار پر جمدھر کا وار کر دیا - آتشی (چرخی) چھوڑنے کی وجہ سے راجا کو کچھ نقصان نہ پہنچا اور وہ شخص بھی دونوں دانتوں کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے بچ گیا - راجا کو خلعت عنایت کیا گیا اور اس دو لاکھ روپے میں سے پچاس ہزار روپیہ معاف کر دیا گیا جو وطن کی جاگیر مقرر ہونے کے وقت اس نے بطور پیش کش ادا کرنے کا اقرار کیا تھا - بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور وہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوا - چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں پھر شاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) کے ساتھ اور چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں محمد دارا شکوہ کے ہمراہ جنگ مذکور میں شریک رہا۔ ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہیں وہ مر گیا - اس کے لڑکے مہاسنگھ کو ایک ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کا منصب ، راجا کا خطاب اور گھوڑا عنایت ہوا انہائیسویں [۲۲۹] سال جلوس شاہجہانی میں وہ کابل پر تعینات ہوا۔ اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا -

اس کے بعد جب بادشاہ عالمگیر کا غلبہ ہوگیا اور دارا شکوہ کو شکست ہو گئی تو وہ عالم گیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا - عالم گیری جلوس کے پہلے سال میں بیکرن بندیلہ کے ہمراہ چنپت بندیلہ کے مقابلے پر گیا - دسویں سال جلوس عالم گیری میں کامل خاں کے ہمراہ یوسف زئی افغانوں کی تادیب میں اس نے بہت بہادری دکھائی جس کے صلے میں پانسو سوار دو اسپہ سہ اسپہ اس کے سالمت مقرر ہوئے - چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ مر گیا -

اس کے لڑکے اودے سنگھ کو جو پہلے سے بادشاہ کی ملازمت میں تھا اور میرزا راجا جے سنگھ کے ساتھ دکن کی مہم

میں تعینات تھا ، چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں چتور کی قلعہ داری سپرد ہوئی اور باپ کے مرنے کے بعد اسے راجا کا خطاب ملا[۱]۔

۶۶
راؤ امر سنگھ

راجا گج سنگھ راٹھور کا بڑا لڑکا ہے ۔ ابتداً میں مناسب منصب مل گیا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے دوسرے سال جلوس میں دو ہزاری ذات اور ایک ہزار تین سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور ایک‌ہزار پانسو سوار کا منصب، علم اور ہاتھی اسے مرحمت ہوا ۔ اسی سال سید خانجہاں بارہہ کے ساتھ ججھار سنگھ بندیلہ کو سزا دینے کے لیے تعینات ہوا [۲۳۰] ۔

جب قلعہ دھامونی پر قبضہ ہو گیا اور خان دوراں اس میں داخل ہو گیا تو وہ راؤ امر سنگھ اور دوسرے سردار قلعے کے باہر صبح ہونے کا انتظار کرنے لگے اور لوٹ مار کرنے والے آ گئے اور اسباب ڈھونڈنے لگے ۔ اس دوران میں مشعل کی ایک چنگاری باروت کے انبار خانے میں کہ جو برج کے نیچے تھا ، جا پڑی ، برج اڑ گیا ۔ پتھر کے ٹکڑوں سے جو زیادہ تر قلعے کے باہر گرے ، اس کے چند ہمراہی ختم ہو گئے ۔ وہاں سے واپسی کے بعد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد اسے تین ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب ملا ۔

---

۱ - موضع بٹ ایشر تحصیل باہ ضلع آگرہ (یو پی انڈیا) میں دریائے جمنا کے کنارے بھدوریہ راجاؤں کی بنوائی ہوئی نہایت شاندار بسراتیں ہیں (امرائے ہنود ، صفحہ ۱۰۴—۱۰۵) (ق)

جب نویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ خود ساہو بھونسلہ کی شورشوں کو دفع کرنے کے لیے دکن کی طرف متوجہ ہوا کہ جس نے نظام الملک کے گوالیار میں قید ہونے کے باوجود اس کے رشتہ داروں میں سے ایک بچے کو سردار بنا کر مخالفت شروع کر دی تھی ۔ دریائے نربدہ کو عبور کرنے کے بعد قلعہ دولت آباد کے نزدیک شاہی لشکر ٹھہرا ۔ بادشاہ نے امرا میں سے تین آدمیوں کو سردار بنا کر روانہ کیا ۔ اس (راؤ امر سنگھ) کو خان دوراں بہادر کے ساتھ بھیجا ۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں بہادر مذکور (خان دوراں بہادر) کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب علی مردان خاں نے قلعہ قندھار کو شاہی آدمیوں کے سپرد کر دیا اور یہ احتمال پیدا ہوا کہ شاہ صفی (شاہ ایران) خود اس طرف آئے گا تو اس وجہ سے شاہزادہ سلطان شجاع ایک بڑی فوج کے ہمراہ اس سمت کو روانہ ہوا ۔ اس (امر سنگھ) کو خلعت ، گھوڑا مع نقرئی زین اور نقارہ عنایت ہوا اور شاہزادے کے ہمراہیوں میں [۲۳۱] اسے تعینات کیا گیا ۔

جب اسی سال مذکور (گیارھویں سال جلوس شاہجہانی) میں اس کے باپ کا انتقال ہو گیا اور راجا کی گدی اور باپ کی جانشینی اس کے چھوٹے بھائی جسونت سنگھ کو کسی وجہ سے مل گئی کہ راجا گج سنگھ کے حالات میں اس کا ذکر کیا گیا ہے ، تو غائبانہ طور سے اس (راؤ امر سنگھ) کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب اور 'راؤ' کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔

جب چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان مراد بخش دوبارہ کابل روانہ ہوا تو وہ بھی شاہزادے کے ہمراہ مامور ہوا اور راجا جگت سنگھ ولد راجا باسو کی تنبیہ کا فرمان صادر ہونے کے

ند جس نے بغاوت اختیار کر لی تھی (اسے سزا دینے کے لیے) وہ
بھی شاہزادے کے ہمراہ مقرر کیا گیا ۔ پندرھویں سال جلوس
شاہجہانی میں جب راجا مذکور (راجا جگت سنگھ) کے پناہ حاصل
کر لینے کے بعد جب شاہزادہ (سلطان مراد بخش) اپنے والد
عالی قدر (شاہجہان) کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو وہ بھی
شرف حضوری سے سرفراز ہوا ۔

اسی سال جب دارائے ایران کی شرانگیزی قندھار کی جانب
معلوم ہوئی اور سلطان دارا شکوہ اس طرف روانہ ہوا تو اس کے
منصب میں ایک ہزار ذات کا اضافہ ہوا اور وہ اصل و اضافہ کے
بعد چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور
شاہزادہ داراشکوہ کی ہمراہی میں قندھار کے لیے متعین ہوا ۔ چونکہ
مقدرات الٰہی سے شاہ ایران ملک عدم کو روانہ ہو گیا ، اس لیے
شاہزادہ حسب‌الحکم واپس ہوا تو وہ (راؤ امر سنگھ) بھی سولھویں
سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔

سترھویں سال جلوس شاہجہانی ، جمادی الاول کی آخری تاریخ
مطابق ۱۰۵۴ھ میں چونکہ علیل ہو جانے کی وجہ سے کچھ عرصے
تک سلام کے لیے حاضر نہ ہوا تھا [۲۳۲] اس لیے صحت‌یاب
ہو جانے کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ دربار میں حاضر
ہونے کے بعد اس نے ناگاہ صلابت خاں بخشی کو جمدھر نکال کر
مار ڈالا کہ جس کی تفصیل اس (صلابت خاں) کے حالات میں
تحریر کی گئی ہے ۔ اس واقعے کے وقوع پذیر ہونے کے بعد
خلیل‌اللہ خاں‌اور راجا بیتھل داس‌کور کا لڑکا ارجن اس پر حملہ‌آور
ہوئے اور اس نے دو تین مرتبہ ارجن کے جمدھر مارا ۔ اس دوران
میں خلیل اللہ خاں نے امر سنگھ پر تلوار کا وار کیا اور ارجن نے
بھی دو مرتبہ اس پر تلوار چلائی ۔ اس اثنا میں اور لوگ آ گئے
اور اس کا کام تمام کر دیا ۔ بادشاہ نے ہرچند اس کی جسارت کی

تحقیقات کی مگر سوائے اس کی مسلسل شراب خوری وغیرہ اور چند روزہ بیماری کے کچھ اور سبب معلوم نہ ہو سکا ، مگر اس سے پہلے یہ بات ضرور ہوئی کہ اس کے آدمیوں سے کہ جو اس کی جاگیر ناگور میں تھے اور بیکانیر کے جاگیردار راؤ سور بھورتیہ کے لڑکے راؤ کرن کے آدمیوں میں کہ جو (راؤ کرن) دکن کی مہم پر تعینات تھا ، حدود کے متعلق جھگڑا ہوگیا تھا ۔ اس کے کارآزمودہ آدمی قتل ہو گئے تھے ۔ اس نے اپنے آدمیوں کو تحریر کیا تھا کہ پھر آدمیوں کو اکٹھا کر کے کرن کے سواروں پر حملہ کر دیں ۔ کرن نے یہ بات صلابت خاں کو لکھی اور یہ چاہا کہ بادشاہ کے حضور سے امن مقرر ہوجائے ، لہٰذا صلابت خاں نے بادشاہ کے حضور میں عرض کرنے کے بعد امین حاصل کر لیا ۔ غالباً اس نے اس واقعے کو طرفداری پر محمول کیا اور اس لیے ایسی جرأت کر بیٹھا ۔

اس واقعے کے ہو جانے کے بعد میر خاں میرتزک [۲۳۳] اور دولت خانۂ خاص کا داروغہ ملوک چند ، امر سنگھ کے جسم کو حکم سلطانی کے مطابق خلوت خانے کی دہلیز سے باہر لائے ، پھر لوگوں کو بلایا کہ اس کے گھر لے جا کر ضروری امور (رسوم میت) انجام دیں ۔ اس کے خدمت گاروں میں سے پندرہ آدمیوں نے یہ خبر پا کر تلوار اور جمدھر نکال لیے ؛ ملوک چند مارا گیا ، میر خاں زخمی ہو کر دوسری رات کو ختم ہو گیا ۔

اس دوران میں پیدل سپاہی وغیرہ پہنچ گئے اور ان بدبختوں کو جہنم داخل کر دیا اور گرزبرداروں میں سے چھ آدمی قتل اور چھ آدمی زخمی ہوئے ۔ اس کو کافی نہ سمجھ کر اس کے نوکروں کی جماعت کے متعلق یہ طے کیا گیا کہ ارجن کے گھر لے جا کر اس (جماعت) کو قتل کر دیا جائے ۔ بلوں راٹھور اور بھاؤ سنگھ راٹھور کہ جو ابتدا میں امر سنگھ اور اس کے باپ کے یہاں ملازم تھے اور اس کے بعد شاہی ملازمت میں داخل ہوئے تھے ،

اس مقابلے میں ان (نوکروں) کے شریک ہو گئے تھے ۔
جب یہ مقدمہ بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس نے (اس بات کو اس گروہ کی نادانی سمجھتے ہوئے اس کو بخش دیا اور کسی کو حکم دیا کہ جا کر ان کو سمجھا دیا جائے کہ اگر دل چاہے تو مال و عیال کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں ۔ کیوں اپنے خاندان کی بربادی کے درپے ہوے ہیں ؟
اس کے بعد جب ان کی زیادتی کا حال معلوم ہوا تو سید خان جہاں بارہہ کو جلو میں رہنے والے آدمیوں کے ہمراہ اور رشید خان انصاری کو کہ جو ان کا نگران تھا ، اس گروہ کو سزا دینے کا حکم دیا ۔ لوگ مقابلے پر آ گئے اور جب تک دم میں دم باقی تھا ، جنگ کرتے رہے ، آخرکار قتل ہوئے اور بادشاہی آدمیوں میں سے سید عبدالرسول بارہہ جو ایک بہادر[۲۳۴] جوان تھا ، اپنے بھائی سید غلام محمد ولد سید محی الدین اور پانچ آدمیوں کے ساتھ کام آیا ۔
اس کا لڑکا رائے سنگھ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا اور اسے ہزاری ذات اور سات سو سوار کا منصب ملا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں (رائے سنگھ) سلطان مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی مہم پر تعینات ہوا ۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

اورنگ زیب بہادر کے ساتھ دوسری مرتبہ وہ (رائے سنگھ) قندھار کی مہم پر گیا ۔ پھر چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان دارا شکوہ کے ہمراہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوا اور اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سعداللہ خاں کے ساتھ چتور کے قلعے کو ڈھانے کے لیے مامور ہوا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔
جب عالمگیر بادشاہ تخت نشین ہوا اور وہ (بادشاہ) متھرا

پہنچا تو وہ بھی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور خلیل اللہ خاں کے ہمراہ دارا شکوہ کے تعاقب پر مامور ہوا اور سلطان شجاع کی جنگ میں وہ بادشاہ کے ہم رکاب تھا ۔ جب بادشاہ اجمیر کی جانب روانہ ہوا تو مہاراجا جسونت سنگھ کو ذلیل کرنے کے لیے اس (رائے سنگھ) کو راجا کا خطاب ، خلعت ، ہاتھی اور ہتھنی ، نقارہ ، ایک لاکھ روپے انعام ، اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا اور قبیلہ راٹھور کی سرداری اور ولایت جودھپور کی حکومت اس کو عنایت ہوئی ۔

وہ دارا شکوہ کی دوسری جنگ [۲۲۵] میں ہراول کی خدمت پر مامور تھا ۔ اس کے بعد دکن کی جنگ میں تعینات ہوا ۔ سیوا بھونسلہ کے علاقے کو برباد کرنے اور عادل خانیوں کے ملک کو تاراج کرنے میں مرزا راجا جے سنگھ کے ہمراہ اس نے بہت کارگزاری دکھائی ۔ سولھویں سال جلوس عالم گیری میں جب خان جہاں بہادر کوکلتاش کو دکن کی صوبہداری ملی تو وہ خان مذکور کی فوج میں ہراول مقرر ہوا ۔ اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری میں خاص اس موقع پر جب کہ عبدالکریم میانہ نے جنگ کا قصد مصمم کر چکا تھا اور فوجیں آراستہ ہو چکی نہیں ، وہ بیمار ہو کر ملک عدم کو روانہ ہو گیا ۔ شہر اورنگ آباد سے باہر راؤ راسنہ پورہ اس کے نام سے آباد ہے ۔

اس کے بعد اس کے لڑکے اندر سنگھ کو مناسب منصب اور وطن کی سرداری عنایت ہوئی ۔ بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں مہاراجا جسونت سنگھ کے مرنے کے بعد اسے راجا کا خطاب ، خلعت ، شمشیر مع ساز مرصع ، گھوڑا مع طلائی ساز و سامان ، ہاتھی ، علم ، نشان اور نقارہ مرحمت ہوا ، اور چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ سلطان محمد اکبر کے تعاقب میں سلطان معظم کے ساتھ ساتھ گیا ۔

اس کے بعد فیروز جنگ کی تعیناتی میں مدتوں رہا ۔ اڑتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

عالمگیر بادشاہ کا انتقال ہو جانے کے بعد وہ اعظم شاہ کے پاس پہنچا ۔ پنج ہزاری منصب پر فائز ہوا اور ذوالفقار خاں کے ہمراہ سلطان بیدار بخت کے پاس پہنچنے کے لیے وہ پہلے سے مامور ہوا کہ جو (بیدار بخت) احمد آباد سے اپنے باپ کی منشا کے مطابق اوجین پہنچا تھا اور اس کی ہمراہی میں فوج نہ تھی ۔ وہ (اندر سنگھ) درمیان راہ سے وطن کو چلا گیا ۔

اس کے پوتوں میں سے ایک پرناتھ سنگھ ہے [۲۳۶] جو اس سے پہلے دکن آیا تھا اور صوبہ برار کا ایک عامل اس کی جاگیر میں مقرر ہوا تھا ، ۱۱۹۰ھ میں وہ (پرناتھ سنگھ) مر گیا ۔ اس کے پوتے کا لڑکا مان سنگھ تھا کہ جو مدت دراز تک دکن میں رہا اور پھر وہ اپنے وطن کو چلا کہ راستے میں بھیلوں نے اس کو مار ڈالا ۔

٦٧
رائے مکند نارنولی

ماتھر کائستھ ہے ۔ ابتدا میں آصف خاں یمین‌الدولہ کی کم منصبی کے ابتدائی زمانے میں جب کہ وہ دو سو پانچ سوار کا منصب دار تھا ، اس کے یہاں (رائے مکند) دو تین روپے ماہوار پر ملازم ہوا ۔ اپنے آقا کی ترقی کی رعایت سے وہ بھی آگے بڑھا ۔ چونکہ کارگزاری اور عقل سے بے بہرہ نہ تھا ، کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس سردار اعظم کا دیوان ہو گیا ۔

عالی ہمت انسان تھا ، دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں بہت کوشش کیا کرتا تھا ۔ اکثر لوگ اس کے نام کا جعلی سفارش نامہ مکرر بنا کر کامیاب ہو جاتے تھے ۔ جب اس کے سامنے (جعلی خط)

پہنچتا تو کہتا کہ میرا لکھا ہوا ہے - قوم کایستھ کا کوئی آدمی ایسا ہوگا کہ جس کو اس کی وجہ سے روزگار نہ ملا ہو اور مشہور نہ ہوا ہو - اس نے نارنول میں اکثر رقم بھیج کر کہ جو اس کا وطن اور مسکن تھا ، عالی شان عمارتیں تعمیر کرائیں ، ہمیشہ ان کے دیکھنے کی حسرت میں رہا -

آصف خاں کے مرنے کے بعد شاہجہاں بادشاہ کی اس پر نظر عنایت ہوئی اور وہ شاہی کارخانہ جات کی دیوانی پر مقرر ہوا - چونکہ قسمت یاور تھی اس لیے دیوانی تن کی خدمت بھی اس کے سپرد ہو گئی -

اس کے کچھ ہم وطن حاسدوں نے شاہی مصاحبین کی وساطت سے بادشاہ کے حضور میں [۲۳۷] یہ عرض کیا کہ رائے مکند نے چالیس لاکھ روپیہ نارنول کی عمارتوں کی بنیاد میں دفن کرا دیا ہے - لوگوں کو اس کے مکان کو کھودنے پر تعینات کیا گیا - وہ عمارت ڈھا دی گئی مگر ایک حبہ بھی نہ نکلا - الزام لگانے والے گرفتار کرکے لائے گئے - انھوں نے اپنی غلط بیانی کا اقرار کرکے کہا کہ ہم لوگ (اس کے) ہم سائے ہیں ، اس نے ظلم اور تشدد سے ہم سے ہماری زمین کو چھین لیا ، بہرطور ہم نے اس کا انتقام لے لیا۔ اب ہم پر اس سزا کے مستحق ہیں جو ہمارے لیے تجویز ہو - شاہجہاں بادشاہ نے ان سب کی خطائیں معاف کر دیں - رائے مکند مدتوں دیوانی تن کے فرائض انجام دیتا رہا اور عزت و اعتبار سے زندگی گزار گیا[۱] -

۹۸

راجا جگت سنگھ

راجا باسو کا لڑکا ہے - جب باپ کے مرنے کے بعد اس کے بڑے بھائی راجا سورج مل پر جہانگیر بادشاہ نے نظر عنایت فرمائی

---

۱ - ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۳۲۸-۳۳۰ -

اور موروثی ملک اس کو دے دیا تو (جگت سنگھ) کہ جس کا اپنے بھائی سے میل نہ تھا ، معمولی منصب پر بنگالے میں تعینات کیا گیا ۔ چونکہ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں سورج مل سے کچھ ناشائستہ حرکات ظہور میں آئیں ، بادشاہ نے اس کو بنگالہ سے بہت جلد طلب کیا اور ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب ، راجا کا خطاب ، بیس ہزار روپیہ نقد انعام ، مرصع خنجر ، گھوڑا اور ہاتھی اس کو مرحمت فرمایا اور اس کو راجا بکرماجیت سندر داس کے پاس بھیج دیا کہ جو سورج مل مذکور کی تنبیہ میں سرگرم تھا ۔ اس بادشاہ (جہانگیر) کے آخری زمانے تک وہ (جگت سنگھ) تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار [۲۳۸] کے منصب تک پہنچا ۔

شاہجہاں بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں اس کا منصب مذکور بحال ہو گیا اور ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ پنجاب کے نواح کی طرف متوجہ ہوا تو وہ (راجا جگت سنگھ) بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ کشمیر سے واپس ہوا تو وہ (راجا جگت سنگھ) بنگش پائیں کی تھانیداری اور خٹک قبیلے کے سرکشوں کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا کہ جو اس علاقے کے باشندے تھے ۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اس علاقے سے معزول کیا گیا اور صوبۂ کابل کے مددگاروں میں تعینات ہوا ۔

جلالہ (روشنائی) کے لڑکے کریم داد کے قید کرنے میں اس نے اچھی کارگزاری دکھائی ۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب علی مردان خاں نے قلعہ قندھار شاہی ملازمین کے سپرد کر دیا اور شاہی حکم کے مطابق سعید خاں صوبۂ کابل کے مددگاروں کے ساتھ قزلباش کی اس فوج کو دفع کرنے کے لیے روانہ ہوا کہ جو اس نواح میں پہنچ گئی تھی ، تو راجا جگت سنگھ کو فوج کا ہراول مقرر کیا گیا ۔ قلعہ قندھار پر پہنچنے کے بعد اس کو قلعہ زمین داور کو فتح

کرنے کے لیے بھیجا گیا ۔ اس نے قلعہ سارہان کو اپنی حسن تدبیر اور جاں بازی سے فتح کرلیا اور زمین داور (کے قلعے) کا محاصرہ کر لیا اور اس کو فتح کر لینے کے بعد قلعہ بست کے محاصرے میں بھی نمایاں کارگزاری دکھائی ۔

بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ لاہور پہنچا تو (راجا جگت سنگھ) بھی قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔ خلعت اور مرواربد کا مالا اسے مرحمت ہوا اور اسی سال وہ بکتی بالا و پائیں کی فوج داری پر مقرر ہوا ۔ ۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب اس نے اپنے [۲۳۹] لڑکے راج روپ کی بجائے کانگڑہ کے دامن کوہ کی فوج داری اور کوہ مذکور کے راجاؤں کے نذرانوں کے تحصیل کرنے کے لیے کہ جو چار لاکھ روپے ہوتے تھے ، بادشاہ سے درخواست کی تو وہ منظور ہو گئی ۔ خلعت اور چاندی کی زین کے ساتھ اسے گھوڑا مرحمت ہوا اور وہ خدمت بھی سپرد ہوئی ۔

جب اس سے بغاوت کے آثار ظاہر ہوئے تو وہ قلعۂ مذکور (دامن کوہ کانگڑہ) سے معزول کرکے حضور میں طلب کر لیا گیا ۔ چونکہ اس نے حاضر ہونے میں دیر لگائی ، اس لیے بادشاہ نے تین فوجیں خان جہاں بارہہ ، سعید خاں ظفر جنگ اور اصالت خاں کی سرداری میں روانہ کیں اور شہزادہ مراد بخش کو ایک علیحدہ فوج کے ساتھ ان فوجوں کی مدد کے لیے بھیجا ۔ افواج مذکور کو مئو ، نور گڑھ اور تارا گڑھ کے قلعوں کو فتح کرنے کے لیے بھیجا ۔ یہ قلعے (راجاجگت سنگھ کے) مضبوط قلعوں میں سے تھے اور اس زمانے میں اس نے ان (قلعوں) کے مضبوط کرنے میں بہت کوشش کی تھی۔ اس (جگت سنگھ) نے ان قلعوں کی حفاظت میں شاہی فوجوں کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو سکا مقابلہ کیا ۔ (مگر کامیاب نہ ہو سکا)

جب مئو اور نورپور بادشاہی آدمیوں کے قبضے میں آ گئے

اور قلعہ تارا گڑھ بھی عنقریب اس کے قبضے سے نکلنے والا تھا کہ مجبوراً سیدخان جہاں کے مشورے سے شاہزادے کے حضور میں التجا کی - بادشاہ کے حضور سے اس کی خطاؤں کی معافی ہونے اور قلعہ تارا گڑھ اور مئو کے انہدام کو قبول کرلینے کے بعد وہ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں (اپنے) لڑکوں کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - اس کی گردن میں دستار پڑی ہوئی تھی - اس نے قدم بوسی حاصل کی - بادشاہ نے اس کی خطاؤں کو معاف کر دیا سابقہ منصب بر بحال کرکے اس کو عزت بخشی - اسی سال شہزادہ داراشکوہ کے ساتھ قندھار کی جانب (جگت سنگھ کو) روانہ کر دیا اور صوبہ قندھار کے مضاف میں قلعہ قلات کی قلعہ داری [۲۴۰] اس کے سپرد کی -

سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب سعید خاں ظفر جنگ کو صوبۂ مذکور کی حکومت عنایت ہوئی تو چونکہ اس (ظفرجنگ) میں اور راجا میں موافقت نہ تھی ، اس لیے اس کو قلعۂ قلات سے ہٹا دیا گیا - اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں خلعت ، شمشیر ، یراق طلائی مینا کار اور گھوڑا مع نقرئی زین اسے مرحمت ہوا اور وہ (راجا جگت سنگھ) امیرالامرا کی کمک میں بدخشاں کی فتح کے لیے روانہ ہوا - اس نے کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے اپنے منصب کے اعتبار سے زیادہ فوج جمع کی اور ان (سپاہیوں) کی تنخواہیں سرکار سے نقد ملنے سے وہ بہت خوش ہوا اور طویل راستہ طے کرکے وہ بدخشاں پہنچا - خوست کے لوگ مطیع ہوگئے تو اس کی ملاقات کے لیے آئے - اس نے ان کے مشورے سے سراب اور اندراب کے درمیان لکڑی کا ایک مضبوط قلعہ بنوایا - تین مرتبہ اوزبکوں اور المانوں سے اس نے جنگ کی کہ جن کو بلخ کے حاکم نذر محمد خاں نے بھیجا تھا اور ان (اوزبکوں اور المانوں) کو بھگا دیا اور قلعۂ مذکور میں ایک مضبوط تھانہ بنوا کر پشاور کو واپس ہوگیا -

انیسویں سال جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۵۵ھ ، ۱۶۴۵ع

میں وہیں مر گیا ۔ شاہجہان بادشاہ نے اس کے لڑکے راج روپ کو تسلی دی ۔ (راج روپ) کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے[1] ۔

۶۹
راجا جے رام بڑگوجر

راجا انوپ سنگھ کا لڑکا ہے کہ جو انی رائے سنگھدلن کے عرف سے مشہور تھا ۔ باپ کی زندگی میں مناسب منصب پر فائز ہو کر مختلف خدمات پر متعین ہوا ۔ اس (انی رائے) کے مرنے کے بعد شاہجہان بادشاہ کے گیارھویں سال جلوس میں [۲۰۱] خلعت راجا کا خطاب اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کا منصب مرحمت ہوا ۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔

تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں شہزادہ مراد بخش کے ساتھ کہ جس کو بھیرہ میں ٹھہرنے کا حکم ہوا تھا اور پھر بادشاہ کے حسب الحکم کابل کو روانہ ہوا تھا ، مامور ہوا ۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں (راجا جے رام) پھر شاہزادۂ مذکور کے ہمراہ کابل گیا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور شہزادہ مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔

بلخ فتح ہو جانے کے بعد بہادر خاں اور اصالت خاں کے ساتھ وہاں کے حاکم نذر محمد خاں کے تعاقب میں روانہ ہوا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں متواتر اضافے پا کر دو ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ بلخ کے نواح میں اوزبکوں کی تنبیہ اور الامانوں کے مقابلے میں بہت بہادری دکھائی ۔

---

۱ - ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۱۵۰–۱۵۲ (ق)

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۵۷ھ ، ۱۶۴۷ء میں وہیں وہ فوت ہوگیا ۔ بادشاہ نے اس خبر کو سن کر اس کے لڑکے امر سنگھ کو راجا کے خطاب اور منصب کے اضافے سے سرفراز فرمایا اور اس کے ہمعصروں میں اسے ممتاز کیا ۔[1]

۷۰

رشید خان انصاری

اس کا نام الہ داد ہے ۔ وہ جلال الدین روشنائی کا لڑکا ہے کہ جس نے افغانوں میں سرداری اور قیادت کا جھنڈا بلند کرکے فساد برپا کیا [۲۴۲] ۔

اکبر بادشاہ کے زمانے سے شاہجہاں بادشاہ کے زمانے تک ولایت کابل کی مسلسل جنگ سے اسی فرقے کی بیخ کنی مقصود رہی ۔ سلطنت اکبری کے زمانے سے (یہ فرقہ) 'تاریکی' کہا جاتا ہے ۔ چونکہ اس کے بزرگوں کا تھوڑا سا ذکر اور اس کے بعد جو کچھ فتنہ و فساد برپا کیا تھا اس کا ذکر ضروری ہے ، اس لیے یہ تحریر ہے کہ اس (رشید انصاری) کا باپ جلال الدین کہ جو جلالہ شیخ بایزید کے نام سے مشہور ہے اور جس کو پیر روشان اور پیر روشنائی بھی کہتے ہیں ، شیخ عبداللہ کا بیٹا ہے ، کہ جس کا نسب سات واسطوں سے شیخ سراج الدین انصاری تک پہنچتا ہے ۔ بابر بادشاہ کے ہندوستان پہنچنے سے ایک سال پہلے (شیخ بایزید) قصبہ جالندھر میں پیدا ہوا ۔ کمالات حاصل کرنے کے بعد اس نے جب مغلوں کا بہت دور دورہ دیکھا تو وہ اپنی ماں 'بہین' کے ساتھ جو اسی قبیلے سے تھی ، کوہستان روہ میں کالی کرم کو چلا گیا کہ جہاں اس کا باپ رہتا تھا ۔

۹۴۹ھ مطابق ۱۵۴۲ء میں (شیخ بایزید) مشہور ہوا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود صفحہ ۱۵۳ (ق)

اس کے کشف و کرامات ظاہر ہونے کے بعد افغانوں کے بعض قبیلے اس کے مرید ہوگئے۔ کتاب خیرالبیان وحدت الوجود کے ثبوت میں مدلل طور پر اس نے پشتو زبان میں تصنیف کی [۱]۔

کہتے ہیں اس کتاب میں پرانے بزرگوں کے منتخب اقوال درج ہیں۔ لیکن روہ کے بہت سے قبیلوں نے اس (شیخ بایزید) کو الحاد و کفر سے نسبت دی اور وہ اس کے پاس نہ پھٹکے [۲۸۳]۔ کہتے ہیں کہ جب اس کو مرزا محمد حکیم کی مجلس میں لائے تو

۱۔ ملا بایزید کی مشہور تصنیف ہے۔ اس کا ایک خطی نسخہ مکتوبہ ۱۰۶۱ھ ہماری نظر سے پشتو اکیڈیمی پشاور میں گزرا ہے۔ یہ کتاب پشتو اکیڈیمی کے اشاعتی پروگرام میں شامل ہے۔ اس کتاب کا ایک مختصر ترین حصہ غالباً نصابی ضرورت کے تحت پشتو اکیڈیمی نے شائع بھی کیا ہے۔ خیرالبیان کے جواب میں ملا آخوند درویزہ (ف ۱۰۴۸ مطابق ۳۹-۱۶۳۸ء) نے مخزن اسلام لکھی جو دہلی سے شائع ہو چکی ہے۔ شیخ بایزید کی ایک دوسری تصنیف صراط التوحید عبدالشکور صاحب کی تصحیح کے ساتھ ۱۹۵۲ء میں پشاور سے شائع ہوئی ہے۔ شیخ بایزید کی ایک مشہور کتاب حال نامہ بھی ہے جو ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ مسلم یونیورسٹی علی‌گڑھ (سبحان اللہ کلیکشن) اور پنجاب یونیورسٹی میں اس کے خطی نسخے ہیں۔

خیرالبیان پر ایک قابل قدر مقالہ

Notes on an old Pashto Manuscript containing the Khair-ul-Bayan of Bayazid Ansari by G. Morgensrierne, Oslo.

رسالہ New Indian Antiquary میں نومبر ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا ہے (ق)

علما اس سے مناظرے میں عاجز ہوگئے - جب وہ اپنی طبعی موت سے مر گیا تو بہت پور میں کہ جو کوہستان میں واقع ہے ، دفن ہوا[1] -

اس کے ایک لڑکی اور چار لڑکے تھے - شیخ عمر نور الدین ، جس کا لڑکا مرزائی نام شاہی ملازمین میں داخل ہوا اور دولت آباد کی جنگ میں مارا گیا -

جمال الدین اور جلال الدین اور کمال خاتون (اس کی اولاد) تھے - (کمال خاتون) اکبر بادشاہ کے ملازم قلیج خاں کی قید میں مر گئی ، لیکن باپ کی جانشینی جلال الدین کو ملی - وہ (جلال الدین) چودہ سال کی عمر ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ع میں کہ جب اکبر بادشاہ کابل کی سیر سے واپس ہوا اور درۂ بولم میں مقیم ہوا ، اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا ، لیکن اپنی آرزوؤں کے مطابق شاہی توجہ اپنی طرف مبذول نہ پائی اور بغیر اجازت چلا گیا اور اپنے باپ کے مریدوں میں پہنچ گیا ، کہ جن میں زیادہ تر ورک زئی ، آفریدی اور شرداد تھے ، اور ان کے ساتھ اس کی قرابت بھی تھی ، اور وہیں رہنے لگا -

---

۱ - روشنائیوں کے متعلق J. Leyden, M. C. کا قابل قدر مقالہ

On the Rosheniah Sect, and its Founder Bayazid Ansari.

ملاحظہ ہو جو Asiatic Researches جلد یازدہم مطبوعہ کلکتہ ۱۸۱۰ع میں شائع ہوا ہے - اسی طرح دبستان مذاہب منتخب التواریخ ، اکبر نامہ اور ذخیرۃالخوانین (قلمی مملوکہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی) میں بھی اس کے متعلق مفید معلومات ملتی ہیں (ق)

جب اکتیسویں سال جلوس اکبری میں خاتمہ جمعند او
فریدہ خیل کہ جن کے دس ہزار گھر پشاور کے نواح میں آباد تھے،
وہاں کے جاگیردار سید حامد بخاری کے آدمیوں کے ظلم سے
پریشان ہوگئے تو انہوں نے جلالہ کو اپنا سردار بنا کر بغاوت
کردی اور سید حامد کو مار ڈالا۔ تیراہ سے ... کے راستے
کو بند کر دیا۔ (تیراہ) ایک کوہستان ہے جو ... کی مسافت
تیس کوس اور چوڑائی بارہ کوس ہے۔ مشرق میں [۲۰۰] پشاور،
مغرب میں میدان، شمال کی طرف باڑہ اور جنوب میں قندھار ہے اور
اس میں اونچے نیچے بہت سے تنگ راستے ہیں۔ کابل کا ناظم راجا
مان سنگھ ناروال سے تیراہ پہنچا اور اس نے آفریدی قبیلے کو کہ
جو فساد کا بانی تھا، لوٹ لیا اور علی مسجد آ گیا۔

جلالہ کو کسی قدر سزا مل چکی تھی کہ زین خاں کوکہ
بادشاہ کے حضور سے تعینات ہوا اور اس نے اس (جلالہ) کے فساد
کو ختم کرنے میں بہت کوشش کی۔ جب وہ (جلالہ) بہت پریشان
ہوگیا تو بتسویں سال جلوس اکبری میں وہ تیراہ کے تنگ راستوں
سے نکل کر سوات اور بجوڑ میں پناہ گزیں ہوا کہ جو یوسف زئی
قبیلے کا ٹھکانا تھا۔ (یوسف زئی) لشکر شاہی سے واجبی سزا پانے
کے باوجود اپنی بدکاریوں (شورش) سے باز نہ آئے اور انہوں نے
اس (جلالہ) کو اپنے یہاں پناہ دی۔ زین خاں بھی اس کوہستان
میں پہنچ گیا۔ شدید جنگ کے بعد جلالہ گرفتار ہونے ہی والا تھا
کہ جس درے پر اسماعیل قلی خاں نگران تھا اور اس نے صادق
محمد خاں کے آ جانے کی وجہ سے اپنی نگرانی ختم کر دی تھی،
وہ (اسماعیل قلی خاں) اس درے سے پھر تیراہ میں داخل ہوگیا۔
صادق محمد خاں نے تعاقب کرکے مناسب تدبیروں سے آفریدی اور
ورک زئی قبیلوں کو موافق بنا لیا۔ انہوں نے ملا ابراہیم کو کہ
جلالہ جس کا اپنے لیے بیٹا کہا کرتا تھا، قبضے میں لے لیا۔ اس
نے ان پر بھروسہ نہ کیا اور توران کے ملک کو چلا گیا۔ افغانوں

نے اس کے خاندان کو بادشاہی آدمیوں کے سپرد کر دیا - [۲۴۵]
سینتیسویں سال جلوس اکبری میں وہ (ملا ابراہیم) توران سے واپس
آ گیا - پھر اس نے ان ہی قبائل کی مدد سے سرکشی شروع کردی -
بادشاہ کے حضور سے آصف خاں جعفر تعینات ہوا - افغانوں
نے مکاری سے خوشامدانہ باتیں کیں اور کہا کہ ہم اس کو اپنے
وطن سے نکال دیں گے - آصف خاں نے اس کے متعلقین کو ایک
شخص وحدت علی کے ہمراہ قید کر لیا -

۱۰۰۷ھ مطابق ۹۹-۱۵۹۸ع میں جلالہ نے غزنین پر قبضہ
کر لیا ، لیکن قائم نہ رہ سکا - پینتالیسویں سال جلوس اکبری
مطابق ۱۰۰۹ھ ، ۱-۱۶۰۰ع میں جلالہ لوہانی قبیلے کی مدد سے
غزنین کے نواح میں شادماں ہزارہ کی جنگ میں گیا اور پھر وہاں
سے زخمی ہو کر کوہ رباط میں چلا گیا - مراد بیگ نے شریف خاں
اتکہ کے ملازمین کے ساتھ اس کا تعاقب کیا اور اس کا کام تمام
کردیا اور نہایت آسانی سے اس شورش برپا کرنے والے کو ختم
کر دیا کہ جس کے لیے مدت سے بہت شاہی فوج پریشان اور
سرگرداں تھی -

اس کے بعد احد داد بن شیخ عمر نے کہ جو شیخ جلال الدین کا
چچازاد بھائی اور داماد ہوتا تھا (جلالہ) کا جانشین ہو کر شرانگیزی
شروع کردی - اس کی شجاعت اور بہادری نے رستم و سہراب کی
داستانوں کو ہیچ کر دیا -

جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں بادشاہی لشکر سے سخت مقابلے
کیے - کبھی غالب اور کبھی مغلوب ہوا - ۱۰۳۵ھ مطابق
۲۶-۱۶۲۵ع تک خواجہ ابوالحسن تربتی کے لڑکے ظفر خاں نے
کہ جو والد کی نیابت میں صوبہ کابل کا منتظم تھا ، جب اس کو
سخت [۲۴۶] پریشان کیا تو وہ نواک میں محصور ہو کر بیٹھ گیا .
جنگ کے روز بندوق کی ایک ضرب اس کے لگی اور وہ ختم ہو گیا -
کہتے ہیں کہ ایک دن پہلے کتاب خیرالبیان پڑھ کر امر

نے کہا تھا کہ کل میرے وصال کا دن ہے ، چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔
س کے بعد اس کا لڑکا عبدالقادر قائم مقام ہوا ۔ اس (عبدالقادر)
نے ظفر خان پر حملہ کرکے اس کا ساز و سامان لوٹ لیا ۔ آخرکار
کابل کے ناظم سعید خان بہادر کی کوشش سے عبدالقادر نے اطاعت
بول کرلی اور شاہجہان بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوکر
ایک ہزاری منصب پر ممتاز ہوا ۔

حسب ۱۰۴۳ھ مطابق ۳۴-۱۶۳۳ء میں کابل کی تعیناتی میں
س کی عمر ختم ہوگئی تو سعید خان بہادر نے بی بی الائی کو کہ
جو احد داد کی زوجہ اور جلالہ کی لڑکی تھی ، اس کے دو
دامادوں ، محمد زمان اور صاحب داد اور محمد زمان کے لڑکے قادر داد
ور عبدالقادر کے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ گرفتار کرکے
گیارھویں سال جلوس شاہجہانی ، ۱۰۴۷ھ کے شروع میں بادشاہ کے
حضور میں روانہ کر دیا ۔ شاہجہان بادشاہ نے ان پر رحم کرکے
ن کو مطمئن کردیا اور رشید خان کے پاس کہ جس کو صوبہ
تلنگانہ ملا ہوا تھا ، بھیج دیا ۔

اسی سال جلال الدین کے چھوٹے لڑکے کرم داد کور نے
کہ جو بدبختی میں مبتلا تھا اور قبیلہ لوہانی کی حدود میں رہتا تھا ۔
نغز کے قبائل کی ایک جماعت کو برے ارادے سے اپنے پاس
بلایا اور موقع کا انتظار کرنے لگا کہ موقع پاکر تیراہ [۲۰۷]
پہنچیں اور فساد برپا کر دیں ۔

سعید خان جب اس فساد سے آگاہ ہوا تو اس نے اس ملک کے
افغانوں کے قبائل میں سے پہاڑی ، پیدل اور کمان دار (سپاہیوں)
کو کہ جو اطاعت قبول کر چکے تھے ، جمع کرکے راجا
جگت سنگھ کے ہمراہ ان (جماعت کرم داد کور) کی تنبیہ کے لیے
متعین کیا ۔ نغز پہنچنے کے بعد تمام قبائل مطیع ہوگئے ، مگر لکن
اور دو دوسرے قبیلوں نے اطاعت قبول نہ کی کہ جن میں
کرم داد تھا ۔

جب انھوں نے مجبوراً اس (کرم داد) کے سپرد کر دینے ہی میں اپنی نجات دیکھی تو اس کے ساتھیوں کے ہمراہ اس کو گرفتار کرکے (سعید خاں) کے حوالے کر دیا ۔ سعید خاں نے شاہی حکم کے مطابق اس کو قتل کرا دیا ۔ اس کے بعد جب جملۃالملک سعد اللہ خاں میدان میں آیا تو کریم داد کی لڑکی کا اس (جملہ الملک) سے نکاح کر دیا ۔ لطف اللہ خاں وغیرہ اسی باعصمت (خاتون) کے بطن سے پیدا ہوئے ۔

جلال الدین کے انتقال کے بعد الہ داد کے لڑکوں اور دوسرے بھائیوں میں افغانوں کی دشمنی اور اپنی کم عقلی کی وجہ سے مخالفت ہوگئی تو (الہ داد) روہ کی سکونت ترک کرکے ہندوستان آ گیا اور جہانگیر بادشاہ کے ملازمین میں شامل ہوگیا ۔ کچھ عرصے کے بعد الہ داد اپنی لیاقت اور کارکردگی کی وجہ سے عالی منصب اور رشید خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا اور عمدہ خدمات کی وجہ سے وہ خاص لوگوں میں شمار ہونے لگا ۔

شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں اس پر شاہی نظر عنایت ہوئی۔ وہ چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہو کر دکن کی کمک پر مامور کیا گیا ۔

چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں دکن کے صوبے دار اعظم خاں کے ساتھ [۲۴۸] جس روز مانجرا کے کنارے پر عادل شاہیوں اور نظام الملک کی فوج سے (شاہی فوج کا) مقابلہ ہوا تو شہباز خاں روہلہ کہ جو چار ہزاری امیر تھا ، اپنے لڑکے کے ساتھ مارا گیا۔ بہادر خاں روہلہ اور یوسف خاں تاشکندی سخت زخمی ہو کر میدان جنگ میں گر گئے ۔ رشید خاں کہ جس کا بھائی اپنے عزیزوں کی جماعت کے ساتھ مارا گیا تھا ، زخمی ہو کر میدان جنگ سے نکل آیا اور اعظم خاں کے پاس پہنچ گیا ۔

مختصر یہ کہ رشید خاں بہت پسندیدہ اطوار کا شخص تھا ۔ وہ راست اندیشی ، عقل سلیم ، حسن ادراک ، عالی ہمتی اور سخاوت

میں یگانۂ روزگار اور شجاعت ، مردانگی ، مروت ، بردباری اور تہذیب اخلاق میں اپنی مثال آپ تھا ۔

عرصۂ دراز تک جب تک بھی دکن میں رہا ، حسن تدبیر اور بہادری میں (دکن) کے صوبے داروں میں ممتاز رہا ۔ وہ لوگ اس کے مشورے کے بغیر کوئی بڑا کام نہیں کرتے تھے ۔ اچھی فوج رکھتا تھا ۔ اس کے تمام سپاہی اس کے غلام (جاں نثار) تھے بلکہ مریدوں کی طرح اس کے ساتھ پیش آتے تھے ۔ چنانچہ مہابت خاں نے بادشاہ کو لکھا کہ یہ تمام لوگ جو رشید خاں کے ساتھ ہیں خلوص کے ساتھ کام کرنے والے ہیں ، مجھے تعجب ہے کہ باوجود اس دانشمندی اور بہادری کے کوئی سرکشی کا خیال بھی نہیں کرتا ۔ اس کو دکن سے طلب کر لینا قرین مصلحت ہے ورنہ خان زماں کو کہ جو اس کا دوست ہے ، سرحد پر تعینات نہ کریں ؛ جیسے ہی یہ دونوں متفق ہوں گے تو ضرور کوئی حرکت کریں گے ، جس کا تدارک ناممکن ہو جائے گا ۔

رشید خاں نے برہان پور کی صوبے داری میں [۲۴۹] انتظام کرکے ایسا رعب بٹھایا کہ وہ پہاڑی فساد کرنے والے کہ جن کی چوری اور رہزنی سے شہر کے رہنے والے ایک رات بھی آرام سے نہیں سو سکتے تھے ، اپنی زندگیوں کو غنیمت سمجھنے لگے ۔

آخری زمانے میں رشید خاں مدت تک تلنگانہ کے انتظام میں مشغول رہا ۔ وہ ناندیر میں رہتا تھا ۔ اس زمانے تک اس کی اولاد اور اس کا بھائی ہادی داد خاں وہاں (ناندیر میں) تعینات ہے ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۵۸ھ ، ۱۶۴۸ع میں ناندیر کی صوبے داری کے زمانے میں اس کا انتقال ہوا ۔ شمس آباد مئو میں ایک موضع آباد کرکے باغ لگوایا ۔ وہیں لے جا کر اس کا جنازہ دفن کیا ۔

کہتے ہیں کہ وہ زیادہ تعلیم یافتہ نہ تھا لیکن ہر معاملے

میں دخل رکھتا تھا ۔ تاریخ دانی میں بے مثال تھا ۔ حنفی مذہب میں متعصب تھا ۔ حدیقہ سے بہت سے اشعار دلیل عقلی سے نکالے کہ جو الحاق (جعلی) ہیں اور اہل علم نے ان (اشعار) کو قبول کر لیا تھا (کہ وہ مصنف کے لکھے ہوئے ہیں) ۔ اکثر عادات و اطوار میں اہل ایران کی پیروی کیا کرتا تھا ۔ کھانے کے بہت سے اقسام ہوتے تھے ۔ محل کے اخراجات اس قدر زیادہ تھے کہ اس زمانے میں کسی امیر کے یہاں ایسے نہ تھے ۔

برہان پور کی عید گاہ تنگ تھی ، اس کو وسیع کرایا اور ایک تالاب بنوایا ۔ اس کے لڑکوں میں الہام اللہ ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزارپانسو سوار کے منصب اور اسد اللہ ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر شاہجہاں بادشاہ کے تیسویں سال جلوس تک پہنچے ۔

۷۱
راجا بیتھل داس گوڑ[۱]

کہتے ہیں کہ مارواڑ اور میواڑ کا علاقہ ، قوم راٹھور [۲۵۰] و سیسودیہ کے قبضےمیں پہنچنے سے پہلے اس قوم (گوڑ) کے پاس تھا ۔ ان (راٹھور و سیسودیہ) کے غالب آ جانے کے بعد بھی بعض پرگنات اس قوم کے قبضے میں رہے ۔

بیتھل داس ، راجا گوپال داس گوڑ کا دوسرا لڑکا ہے ۔ سلطان خرم کے بنگالہ سے واپس آنے اور برہان پور میں مقیم ہونے کے وقت وہ (راجا گوپال داس) اسیر کا قلعہ دار تھا ۔ اس کے بعد شہزادے نے اس کو اپنے پاس بلا لیا اور سردار خاں کو اس کا قلعہ دار بنا دیا ۔ اور ٹھٹھہ کے محاصرے میں اس نے اپنے جانشین بیٹے بلرام کے ساتھ نہایت بہادری سے اپنی جان نچھاور کر دی ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۱۰۵-۱۰۸ (ق)

وہ (بیتھل داس) جنیر میں آیا اور شاہجہاں کے حضور میں حاضر ہوا اور شاہجہاں کے تخت نشین ہونے کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب، راجا کے خطاب ، علم، گھوڑا مع نقرئی زین اور تین ہزار روپے کے انعام سے سرفراز ہوا ۔

اس کے بعد خان جہاں لودی کی تمہنائی میں ججھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا اور دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں خواجہ ابوالحسن کے ہمراہ خان جہاں لودی کے تعاقب میں روانہ ہوا ۔ اس نے بہادری کے جوش میں سردار کا انتظار بھی نہ کیا ہوا کی مانند روانہ ہوگیا اور دھول پور کے نزدیک اس کو جا پکڑا ، جنگ شروع کر دی اور راجپوتوں کے طریقے پر پیادہ ہو کر بہت بہادری دکھائی اور زخم کھا کر سرخ رو ہوا ۔ اس بہادری کے صلے میں اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور نقارہ انعام میں ملا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں کہ جب بادشاہ شاہجہاں دکن پہنچا اور تین فوجیں تین سرداروں کی ماتحتی میں خان جہاں لودی کی تنبیہ اور نظام‌الملک دکنی کے ملک کی بربادی کے لیے تعینات ہوئیں تو وہ راجا گج سنگھ کے ساتھ [۱د۲] روانہ ہوا ، اور خان جہاں لودی کی جنگ میں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیے۔

چونکہ اس کی اور اس کے باپ کی وفاداری کے حقوق بادشاہ کی نظر میں تھے اور اس کو قلعہ داری کی تمنا تھی کیونکہ قلعہ داری کے بغیر راجا کے خطاب کی کوئی وقعت نہ تھی، چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں قلعہ‌دار خان چیلے کی بجائے وہ (بیتھل داس) رنتھمبور کا قلعہ دار مقرر ہوا ۔

چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں مرزا مظفر کرمانی کی بجائے وہ دارالخیر اجمیر کا فوج دار مقرر ہوا ۔ اس کے بعد شاہزادہ محمد شجاع کے ہمراہ دکن کی طرف روانہ ہوا اور پرینده کے محاصرے میں نمایاں بہادری دکھا کر اپنی فدویت کا ثبوت دیا ۔

جب قلعۂ مذکور فتح نہ ہوا اور شاہزادے کو بادشاہ نے طلب کر لیا تو وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کے بعد آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اجمیر کی جانب روانہ ہوا ۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ نے دکن پہنچ کر ساہو بھونسلہ کی تنبیہ کے لیے تین فوجیں تین سرداروں کی ماتحتی میں تعینات کیں تو وہ خان دوراں کے تعیناتیوں میں سے تھا ۔

چونکہ (بادشاہ کی) نظر عنایت کی وجہ سے ولایت دھندیرہ اس کے بھتیجے سیورام کو مرحمت ہوئی ، اس نے ایک جماعت کے ساتھ جا کر اندر من زمیندار کو وہاں سے نکال دیا ۔ زمیندارمذکور (اندر من) نے کچھ عرصے کے بعد ایک بڑی جماعت فراہم کرکے سیورام سے وہ ملک نکال کر اپنا قبضہ کر لیا ۔ اس لیےدسویں سال جلوس شاہجہانی میں راجا مذکور ایک فوج کے ساتھ جس کا سردار معتمد خاں تھا [۲۵۲] اس ملک کو حاصل کرنے کے لیے تعینات ہوا ۔ وہاں پہنچنے کے بعد اس نے قلعہ سرا پر مورچال قائم کردی ۔ زمیندار مجبور ہوکر معتمد خاں کے پاس آیا ۔ راجا مذکور (بیتھل داس) بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد اسے چار ہزاری ذات اور تین ہزار سو سوار کا منصب ملا اور ولایت دھندیرہ بطور وطن عنایت ہوئی ۔

گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ نے دارالسلطنت لاہور کا قصد کیا تو وہ اکبرآباد کی قلعہداری پر مامور ہوا۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ کے حکم کے مطابق اکبرآباد سے خزانہ دارالسلطنت(لاہور) کو لےگیا۔ چودھویںسال جلوس شاہجہانی میں وزیر خاں کو تبدیل کرکے اکبر آباد کی محافظت اور قلعے کا انتظام اس کے سپرد کیا گیا ۔

سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ اکبر آباد پہنچا تو اصل و اضافہ کے بعد وہ پانچ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں

اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزار ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور شاہزادہ مراد بخش کی ہراولی میں بلخ و بدخشان کی تسخیر کے لیے مامور ہوا۔

جب بلخ کے فتح ہو جانے کے بعد شاہزادہ مضطرب ہو کر بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا اور سعداللہ خاں وہاں کے انتظام کےلیے پہنچا تو وہ حسب الحکم بلخ کے حاکم ندر محمد خاں کے متعلقین کے ساتھ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب (شاہجہاں) بادشاہ شاہجہاں آباد کے نو تعمیر شدہ عمارات میں داخل ہوا تو وہ اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار دواسپہ سہ اسپہ پر سرفراز ہوا اور کابل پر تعینات کیا گیا۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں [۲۵۳] وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور مزید ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ اس کے ماتحت مقرر ہوئے اور وہ شاہزادہ اورنگ زیب کے ہمراہ قزلباش کی جنگ میں کہ جو قندھار کا محاصرہ کیے ہوئے تھے روانہ ہوا۔ جب قلعہ فتح نہ ہوسکا تو تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حسب الحکم شاہزادے کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اسے وطن جانے کی اجازت ملی۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۶۱ھ، ۱۶۵۱ع میں وہ وہیں(وطن میں) مر گیا۔

چونکہ جاں بازی اور عقیدت کی وجہ سے بادشاہ کی اس پر خاص نظر عنایت تھی، بادشاہ نے اس کے مرنے پر افسوس کیا اور اس کے پس ماندگان پر طرح طرح کی عنایتیں ہوئیں۔ اس کا بڑا لڑکا راجا انروده ہے جس کے حالات علیحدہ لکھے گئے ہیں۔

دوسرا لڑکا ارجن ہے کہ جو اپنے باپ کی زندگی میں شاہجہاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ جس دن کہ امر سنگھ راٹھور نے صلابت خاں میر بخشی کو شاہی دربار میں قتل

کر دیا تھا ، تو اس نے نہایت بہادری دکھائی اور راؤ مذکور (امر سنگھ) پر تلوار کے دو وار کیے۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ شاہزادہ مراد بخش کے ساتھ بلخ و بدخشاں کی مہم پر تعینات ہوا ۔

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور سات سو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ایک سو سوار کا اضافہ ہوا ، اور پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں باپ کے مرنے کے بعد اس کے منصب میں پانسو ذات اور سات سو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ دوبارہ شہزادوں کے ہمراہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوا ۔

بتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مہاراجا جسونت سنگھ کے ہمراہ [۲۵۰] فوج دکن کا راستہ روکنے کے لیے مالوہ میں تعینات ہوا ، اور اس جنگ میں جو مہاراجا اور سلطان محمد اورنگ زیب بہادر کے درمیان اجین کے نزدیک ہوئی اس میں اس نے بہادری دکھائی اور مردانہ وار جان نچھاور کر دی ۔

تیسرا لڑکا بھیم تھا جو باپ کے مرنے کے بعد مناسب منصب پر فائز ہوا ۔ پھر وہ سمو گڑھ کی جنگ میں دارا شکوہ کے ساتھ تھا اور لڑائی کے وقت اس نے بہادری دکھائی اور شہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کی فوج کے اسلحہ خانہ کے قریب پہنچ کر مارا گیا ۔

چوتھا لڑکا ہرجس تھا جو عالمگیر بادشاہ کے زمانے میں بھی شاہی ملازم تھا ۔ راجا (بیتھل داس) کے مرنے کے بعد دس لاکھ روپیہ میں سے جو اس نے چھوڑا تھا ، چھ لاکھ روپے نقد اور اس کے علاوہ اس (بیتھل داس) کی جنس راجا انرودھ کو اور تین لاکھ روپے ارجن کو اور ساٹھ ہزار روپے بھیم کو اور چالیس ہزار روپیہ ہرجس کو مرحمت ہوا ۔

راجا مذکور (بیٹھل داس) کا چھوٹا بھائی گردھر داس شاہجہان بادشاہ کے نویں سال جلوس میں ججھار سنگھ بندیلہ کے قتل ہونے اور جھانسی کا قلعہ فتح ہونے کے بعد وہاں کی قلعہداری پر مامور ہوا اور پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں (گردھر داس) ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اور بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں متواتر اضافے پانے کے بعد ایک ہزار سوار اس کے ماتحت مقرر ہوئے ۔ راجا مذکور (بیٹھل داس) کے مرنے کے بعد وہ اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور قندھار کی مہم پر کئی بار تعینات ہوا ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سعادت خان کی جانے وہ (گردھر داس) اکبرآباد کی قلعہداری پر مامور ہوا اور اسے دو ہزاری ذات اور [۲۵۵] ایک ہزار دو سو سوار کا منصب ملا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں قلعہ داری کے ساتھ وہاں (اکبرآباد) کی فوج داری بھی مل گئی اور آٹھ سو سوار اس کی ماتحتی میں مزید بڑھادیے گئے ۔ سموگڑھ کی جنگ میں وہ سلطان دارا شکوہ کی ہراول میں تھا لیکن عالم گیر نامے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں بھی خدمات انجام دیتا تھا ۔

۷۲
راجا پہاڑ سنگھ بندیلہ[۱]

راجا برسنگھ دیو کا لڑکا ہے ۔ شاہجہان بادشاہ کے جلوس کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ اس کے بعد اس کے منصب میں ایک ہزار ذات اور آٹھ سو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۱۱۴–۱۱۶ (ق)

اسی سال جب ججھار سنگھ (جو دارالخلافہ آگرہ) سے فرار ہوگیا تھا ، کی تنبیہ کے لیے شاہی افواج تعینات ہوئیں تو وہ عبداللہ خاں کی ہم راہی میں مامور ہوا ۔ چونکہ قلعہ ایرج کے فتح کرنے میں اس نے بہت کوشش کی تھی ۔ اس وجہ سے خان مذکور کی سفارش سے اسے نقارہ عنایت ہوا ۔ جب ججھار سنگھ عاجز ہو گیا اور خطاؤں کی معافی کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو اس کے مقبوضہ محالات میں سے جو کچھ اس کو دیا گیا اس کی خواہش کے مطابق تھا ۔ کچھو (علاقہ) اس میں سے راجا (پہاڑ سنگھ) کی جاگیر میں بطور تنخواہ مقرر ہوا ۔

تیسرے سال جلوس شاہجہانی کے شروع میں جب کہ بادشاہ صوبہ خاندیس میں پہنچا تو تین موجیں تین تجربہ‌کار سرداروں کی سرداری میں نظام‌الملک کے ملک کی تباہی کے لیے تعینات ہوئیں ۔ وہ (راجا پہاڑ سنگھ) [۲۵٦] شائستہ خاں کی ہمراہی میں مقرر ہوا ۔ اسی سال اسے راجا کا خطاب ملا ۔

دکن کا صوبہ دار اعظم خاں ، خان جہاں لودی کے مقابلے پر بیر کے قریب پہنچا اور زبردست جنگ ہوئی تو راجا پہاڑ سنگھ نے بہت بہادری دکھائی ۔ اس کے ہمراہیوں میں سے اس معرکے میں ایک شخص خان جہاں کے بھتیجے بہادر کے پاس پہنچا اور اس کو قتل کر کے اس کا سر اس (پہاڑ سنگھ) کے پاس بھیج دیا اور وہ اعظم خاں کے پاس لایا ۔ اس کے بعد مدت دراز تک دکن کی مہم میں وہ تعینات رہا ۔

قلعۂ دولت آباد کے محاصرے اور فتح کرنے میں اپنی ذاتی شجاعت اور فطری صلاحیت کی بنا پر اس نے مخالفوں سے مقابلہ کرنے اور اس گروہ کے قتل و غارت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔ اسی طرح قلعہ پرینده کے محاصرے میں بہترین خدمات انجام دیں ۔ مہابت خاں خانخاناں کی وفات کے بعد وہ خان دوراں کی تعیناتی میں جو برہان پور کا ناظم تھا، مامور ہوا ۔

نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ دکن آیا اور ساہو بھونسلہ کی تنبیہ کے لیے فوجیں تعینات کیں تو اس کو خان زماں کے ساتھ مقرر کیا ۔ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ سلطان اورنگ زیب بہادر کے ساتھ دکن سے آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اسی سال اس کے منصب میں ایک ہزار دو اسپہ و سہ اسپہ سواروں کا اضافہ ہوا اور وہ چنپت بندیلہ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا کہ جو برسنگھ دیو اور ججھار سنگھ کے نوکروں میں سے تھا اور اس زمانے میں اس ملک میں [۲۵۷] شورش کرتا تھا۔ راجا کے اس علاقے میں پہنچنے کے بعد چنپت فتنہ انگیز کی شورش ختم ہوگئی ؛ وہ مجبوراً اس کے پاس آیا ۔

اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ علی مردان خان امیرالامرا کی تعیناتی میں بدخشاں کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا ۔ جب اس سال مہم مذکور میں کامیابی نہ ہوئی تو انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مزید ایک ہزار دو اسپہ و سہ اسپہ سوار اس کے منصب میں اضافہ ہوئے اور وہ سلطان مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی مہم پر روانہ ہوا ۔ اوزبکوں اور المانوں کی جنگ میں اس نے کوئی کمی نہیں کی اور ان کی جماعت کے برباد کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور سلطان مذکور مراد بخش کی واپسی کے بعد اورنگ زیب بہادر کے وہاں پہنچنے تک وہ وہیں قیام کیے رہا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ واپس آ کر بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان اورنگ زیب کے ساتھ وہ قلعہ قندھار کی فتح کے لیے کہ وہاں قزلباشوں نے فتنہ برپا کر رکھا تھا ، رخصت ہوا اور وہاں کی واپسی کے بعد اپنے وطن جانے کی اجازت ملی ۔

چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات کا اور اضافہ ہوا۔ ایک ہزار دو اسپہ و سہ اسپہ سوار ماتحتی میں ملے

اور سردار خاں کی بجائے وہ چورا گڑھ کی جاگیرداری پر مقرر ہوا۔
جب وہ اس نواح میں پہنچا تو وہاں کا زمیندار پردے رام کہ اس کے باپ بھیم نرائن کو ججھار سنگھ نے وعدہ کرکے بلایا تھا [۲۵۸] اور قتل کر دیا تھا، فرار ہوکر باندھو کے زمیندار انوپ سنگھ کے پاس پہنچ کر پناہ گزیں ہوا کہ جو قلعۂ مذکور (باندھو) کی ویرانی کی وجہ سے ریوان میں جو قلعۂ مذکور سے چالیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے، زندگی گزارتا تھا۔ راجا پہاڑ سنگھ پچیس کوس کے فاصلے سے ریوان پر چڑھ دوڑا۔ انوپ سنگھ خود میں مقابلے کی طاقت نہ دیکھ کر اپنے اہل و عیال اور پردے رام مذکور کے ہمراہ بھاگ کر نتونتھر کے پہاڑوں میں چلا گیا۔ راجا نے ریوان پہنچ کر اس کو برباد کر دیا۔

چونکہ اس دوران میں طلبی کا فرمان پہنچا، پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں حاضر ہو کر بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ ایک ہاتھی اور تین ہتھنیاں کہ جو باندھو کے زمیندار کے مال میں سے ہاتھ لگی تھیں، بادشاہ کے حضور میں پیش کیں اور دوبارہ سلطان اورنگ زیب کے ساتھ قندھار کی مہم پر تعینات ہوا۔
چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان دارا شکوہ کے ساتھ تیسری مرتبہ مہم مذکور (قندھار) میں شریک ہوا اور قلعہ مذکور (قندھار) کے محاصرے میں مورچال کا منتظم تھا۔ جب شاہزادہ ناکام واپس ہوا تو وہ بھی حضور میں حاضر ہوگیا۔ ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے وطن جانے کی اجازت ملی اور اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۶۴ھ، ۱۶۵۴ع میں وہ اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

بادشاہ (شاہجہاں) نے اس کے بڑے لڑکے سجان سنگھ کو جس کے حالات علیحدہ درج ہیں، جانشین اور دوسرے لڑکے اندرمن کو پانسو ذات اور چار سو سوار کا منصب مرحمت کیا۔

اورنگ آباد کے احاطے سے باہر مغرب و شمال کی طرف [۲۵۹] اس کے نام سے ایک محلہ آباد ہے۔

۳ے
راؤ ستر سال ہادا[1]

راؤ رتن کا پوتا ہے۔ اس کا باپ گوپی ناتھ باوجودیکہ دبلا پتلا آدمی تھا، مگر اس میں اس قدر طاقت تھی کہ درخت کے دوشاخے کو کہ ہر ایک شاخ کی موٹائی ایک متوسط شامیانے کے ستون کی سی ہوتی، اس کے درمیان بیٹھ کر ایک شاخ پر پیر اور دوسری پر اپنی پشت لگا کر زور کرتا تو دونوں شاخوں کو علیحدہ کر دیتا تھا۔ اس قسم کے بیجا زور کرتے رہنے سے بیمار ہو گیا اور اپنے باپ کی زندگی ہی میں مر گیا۔

جب شاہجہاں بادشاہ کے چوتھے سال جلوس میں راؤ رتن مر گیا تو راجپوتوں کی رسم کے مطابق کہ جب بڑا لڑکا مر جائے تو اس کے باپ کا جانشین متوفی کی سب سے لائق اولاد ہو، بادشاہ نے اس کو سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور راؤ کا خطاب مرحمت فرمایا۔ ولایت بوندی اور کنکر کا علاقہ اور اس نواح کے پرگنے کہ جہاں راؤ رتن کا وطن تھا، اس کی جاگیر میں دے دیے۔ جب وہ بالا گھاٹ سے آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو چالیس ہاتھی کہ جو اس کے دادا کے بچے ہوئے تھے، بطور پیش کش بادشاہ کے حضور میں نذر گزرانے۔ اٹھارہ ہاتھی کہ جن کی قیمت دو لاکھ پچاس ہزار روپے تھی، سرکار شاہی میں رہے۔ باقی اس کو مرحمت کر دیے گئے۔ اس کو خلعت، گھوڑا مع نقرئی زین، علم اور نقارہ مرحمت ہوا۔ اس کے

---

۱ - سر جادو ناتھ سرکار نے اس کا نام چھتر سال لکھا ہے۔ (ہسٹری آف اورنگ زیب جلد اول، صفحہ ۳۰۳) (ق)

بعد چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں خان زماں کے ساتھ تعینات ہوا ۔ قلعۂ دولت آباد کے محاصرے میں مورچال کی نگرانی [۲۶۰] اور جس مقام پر ضرورت ہوئی وہاں کمک پہنچانے میں اور ظفر نگر سے رسد فراہم کرنے میں اس نے پورا پورا حق نمک ادا کر دیا۔
ایک رات کو دکنیوں نے غافل پا کر خان زماں کی قیام گاہ پر جس کا راؤ مذکور (ستر سال) نگران تھا ۔ حملہ کر دیا ۔ اس نے استقلال دکھایا اور نہایت بہادری سے مقابلہ کیا ۔ بہلول کے بھتیجے کے قتل ہو جانے کے بعد دکنی بھاگ کھڑے ہوئے ۔ ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں قلعہ پرینده کے محاصرے میں اس نے بہت عمدہ کارگزاریاں کیں ۔
آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بالاگھاٹ کی صوبیداری خان زماں کے سپرد ہوئی تو وہ خان مذکور کی تعیناتی میں مقرر ہوا ۔

نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ ساہو بھونسلہ کی تادیب اور اہل دکن کی دل‌دہی کے لیے خاندیس کی طرف متوجہ ہوا ، برہان پور کے نواح میں پہنچنے کے بعد راؤ (ستر سال) خان مذکور (خان زماں) کے ساتھ بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔
اس کے بعد جب تین فوجیں تین تجربہ کار سرداروں کی سرداری میں مقرر کی گئیں تو ان میں سے جو فوج خان زماں کی سرداری میں مقرر ہوئی تھی ، اس کی ہراولی اس کے سپرد ہوئی ۔ ہر وقت اور ہر مقام پر خان مذکور (خان زماں) کے ساتھ ظالموں کی تنبیہ میں اس نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے اور غائبانہ طور سے ایک ہزار سوار کے اضافے کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ اس کے بعد چند سال تک وہ دکن میں تعینات رہا ۔
پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب ناظم دکن کے ساتھ حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا اور اسی

سال سلطان دارا شکوہ کے ساتھ قندھار کی مہم پر تعینات ہوا ۔
(وہاں سے) واپسی کے بعد [۲۶۱] اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی
میں خلعت عطا ہوا اور وطن جانے کی اجازت ملی ۔ انیسویں سال
جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی
مہم پر مقرر ہوا ۔ جب شاہزادہ مذکور نے اپنی نا تجربہ کاری کی
بنا پر علاقہ مذکور کو چھوڑ دیا تو وہ وہاں کی آب و ہوا کی
ناموافقت یا وطن دوستی کی بنا پر پشاور آ گیا۔ بادشاہ کے حضور سے
اٹک کے متعلقین کو حکم پہنچا کہ اس کو عبور نہ کرنے دیں ۔
بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب سلطان اورنگ زیب اس صوبے
پر تعینات ہوا تو وہ شاہزادۂ مذکور کے ساتھ واپس ہوا اور اوزبکوں
اور الامانوں کی لڑائیوں میں ہر وقت اس نے بہت بہادری دکھائی ۔
جب بادشاہزادہ (اورنگ زیب) باپ (شاہجہاں) کے حکم کے مطابق
صوبۂ مذکور (بلخ و بدخشاں) کو نذر محمد خاں کے سپرد کرکے
کابل واپس آیا تو وہ (ستر سال) پھر بادشاہ کی طلبی کے مطابق
اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں کابل سے بادشاہ کے حضور میں
حاضر اور عنایات سے سرفراز ہوا اور وطن کی اجازت پائی ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں طلب شاہی کے مطابق حاضر
ہوا ، اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزار پانسو ذات اور تین ہزار
پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور شاہزادہ محمد اورنگ زیب
کے ہمراہ قندھار کی مہم پر، کہ جس پر قزلباش کا قبضہ ہوگیا تھا،
روانہ ہوا اور رستم خاں اور قلیج خاں کے ساتھ قلعہ (بست) کی
جانب تعینات ہوا ۔ قزلباش کی جنگ میں نہایت استقلال کے ساتھ
بہادری دکھائی اور پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ
دارا شکوہ کے ہمراہ مہم مذکور قندھار [۲۶۲] پر روانہ ہوا ۔

اٹھیسویں سال جلوس شاہجہانی میں صوبۂ دکن کی تعیناتی میں
جو شاہزادہ اورنگ زیب کو نامزد ہوئی ، شریک رہا ، اور قلعہ
بیدر و کلیانی کی فتح میں اہل دکن سے اس نے بار بار لڑائیاں لڑیں

اور ثابت قدم رہ کر بہت بہادری دکھائی ۔

اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ فلک شعبدہ باز نے ایک نیا گل کھلایا کہ سلطان دارا شکوہ نے شاہجہاں بادشاہ کی مخالفت کے باوجود اپنی خام خیالی سے سخت مزاج سرکاری نگران مقرر کیے کہ دکن میں جو سردار تعینات ہیں ان کو فوراً حضور میں روانہ کریں ، سلطان اورنگ زیب بیجاپور کے محاصرے میں مشغول تھا اور اس کی فتح میں صرف دو ایک روز باقی تھے تو وہ (ستر سال) شاہزادے کی اجازت کے بغیر بادشاہ کے حضور میں چلا آیا اور دونوں بھائیوں کی جنگ میں کہ جو اکبر آباد کے قریب ہوئی، ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۸ع میں دارا شکوہ کی ہراولی میں اس نے بہت بہادری اور جرأت دکھائی ۔ سلطان اورنگ زیب بہادر کی فوج کے درمیان میں دخل انداز ہو کر اس فوج کے بہادروں کے ہاتھ سے قتل ہوا[۱] ۔

۷۴
راجا سہو رام گوڑ

بلرام بن راجا گوپال داس کا لڑکا ہے ۔ چونکہ اس کا باپ اور اس کا دادا دونوں شاہجہاں کی شاہزادگی کے زمانے میں ٹھٹھہ کی مہم میں قتل ہو گئے تھے ، اس لیے اس پر زیادہ سے زیادہ عنایات ہوئیں اور (شاہجہاں) کی تخت نشینی کے بعد مناسب منصب پر فائز ہوا اور دھندیرہ کی مملکت [۲۶۳] کہ جس سے مراد سرکار سارنگ پور مالوہ کے چند پرگنے ہیں ، بطریق وطن اس کو مل گئی ۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی تک وہ ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر پہنچا ۔ کچھ دنوں تک اسیر

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۲۶۶—۲۷۱ (ق)

کا قلعہ دار رہا ۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں سے معزول کر دیا گیا اور انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ مراد بخش کے ساتھ بلخ و بدخشاں کی سہم پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد کسی تقریب سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں قلعہ کابل کی حفاظت اس کے سپرد ہوئی ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں سے موقوف ہو گیا ۔ اسی سال کے آخر میں جب عبدالعزیز خاں اور نذر محمد خاں کے جھگڑے کی بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو بطور احتیاط کابل پر ایک فوج تعینات کی گئی ؛ وہ بھی اسی خدمت پر مامور ہوا ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا اور محمد اورنگ زیب کے ہمراہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوا ۔ جب چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کا چچا بیتھل داس مر گیا تو اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب اور راجا کے خطاب سے سرفراز ہوا ، اور شاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) کے ہمراہ دوبارہ مہم مذکور (قندھار) پر تعینات ہوا ۔ اور چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ بھی وہ اسی مہم پر مامور ہوا اور وہاں سے رستم خاں ، فیروز جنگ کے ساتھ قلعہ بست کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔

اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سعداللہ خاں کے ہمراہ قلعہ چتور کے منہدم کرنے میں [۲۶۴] اس نے بہت کوشش کی ۔ اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور ماندو کی قلعہ داری کی خدمت اس کے سپرد ہوئی اور سموگڑھ کی جنگ میں وہ دارا شکوہ کا ہراول تھا ۔ ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۸ع میں نہایت بہادری کے ساتھ وہیں قتل ہوا[۱] ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۲۷۱-۲۷۲ (ق)

۷۵
راجا اندرمن دھندیرہ

(دھندیرہ) راجپوت قوم کی ایک شاخ ہے ۔ بندیلہ ، پنوار اور اس قوم کے درمیان آپس میں رشتے ہوتے ہیں ۔ سرکار سارنگ پور مالوہ کا قصبہ سہرا ان کا وطن ہے ، جس کو دفتر میں سہار ہاہا حاجی لکھا جاتا ہے ۔

اکبر بادشاہ کے زمانے میں راجا جگمن دھندیرہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ولایت دھندیرہ راجا بیتھل داس گوڑ کے بھتیجے سیو رام کو عنایت ہوئی ۔ وہ ایک فوج کے ہمراہ وہاں پہنچا اور راجا اندرمن کو کہ جو اس وقت وہاں کی زمینداری پر قابض تھا ، زبردستی وہاں سے نکال دیا ۔ اس (اندرمن) نے کچھ دنوں بعد ایک کثیر جماعت جمع کرکے غالبانہ انداز سے اس ملک پر قبضہ کر لیا ۔ اس وجہ سے اس بادشاہ (شاہجہاں) کے دسویں سال جلوس میں معتمد خان اور راجا بیتھل داس ایک مناسب فوج کے ساتھ اس (اندرمن) کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوئے ۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا [۲۶۵] ۔ راجا مذکور (اندرمن) نے پناہ طلب کی اور ان لوگوں کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق وہ (اندرمن) قلعہ جنیر میں قید کر دیا گیا ۔

جس سال عالمگیر بادشاہ دکن سے اپنے باپ (شاہجہاں) کی عیادت کے لیے ہندوستان آیا تو اصل و اضافہ کے بعد وہ (اندرمن) تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور شہزادہ محمد سلطان کے ہمراہ ہندوستان کو نہایت مستعدی کے ساتھ روانہ ہوا ۔ مہاراجا جسونت سنگھ کی جنگ کے بعد علم و نقارہ بھی اس کو عنایت کر دیا گیا ۔ محمد شجاع کی جنگ کے بعد بنگالہ کی مہم پر روانہ ہوا اور وہاں شاہی خدمات کے انجام دینے میں

مشغول رہا ۔ یہاں تک کہ اس کو پیغام آخرت آ گیا[۱] ۔

۷۶
رام سنگھ

رانا جگت سنگھ کے بھائی کرمسی راٹھور کا لڑکا ہے ۔ اس کا باپ شاہی ملازم تھا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے تیرھویں سال جلوس میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور ایک ہزاری ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ایک سو سوار کا اضافہ ہوا اور سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کو فتح کرنے کے لیے تعینات ہوا ۔ اس کے بلخ پہنچنے کے بعد بہادر خاں اور اصالت خاں [۲۶۶] بلخ کے والی نذرمحمد خاں کے تعاقب میں تعینات ہوئے ۔ اس نے شاہزادے کی اجازت کے بغیر ان کی ہم راہی اختیار کر لی اور جنگ مذکور (جنگ بلخ) اور المانوں کی لڑائی میں اس نے بہت بہادری دکھائی اور بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ قندھار کی مہم پر تعینات ہوا ۔ وہاں پہنچنے کے بعد رستم خاں کے ہمراہ زمین داور کو فتح کرنے کے لیے گیا ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

---

۱ ۔ مآثر عالمگیری (صفحہ ۱۶۱) کے مطابق اندرمن کا انتقال ۱۰۸۸ھ مطابق ۱۶۷۷ع میں ہوا (ب)

چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ مذکور کے ہمراہ سہم مذکور پر دوبارہ روانہ ہوا - چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے ہاتھی مرحمت ہوا ، اور وہ دارا شکوہ کے ہمراہ تیسری مرتبہ قلعۂ مذکور کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچنے کے بعد رستم خان کے ہمراہ قلعہ بست کی فتح کے لیے روانہ ہوا - اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں خلیل اللہ خان کے ہمراہ سری نگر کے زمیندار کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا ، جو شاہجہان آباد کے شمالی پہاڑوں میں ہے -

سموگڑھ کی جنگ میں جو ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۸ء میں ہوئی ، وہ دارا شکوہ کا ہراول تھا - مقابلے کے وقت اس نے بہت بہادری دکھائی ، اور حق نمک حلالی کو نظرانداز نہیں کیا اور مردانہ وار مقابل (اورنگ زیب) کی فوج کی تلوار سے قتل ہو گیا[۱] [۲۶۷] -

۷۷
روپ سنگھ راٹھور

کشن سنگھ راٹھور کا پوتا اور راجا رام سنگھ کا سب سے چھوٹا بھائی ہے - جب شاہجہان بادشاہ کے تیرھویں سال جلوس میں اس کا چچا ہری سنگھ مر گیا اور اس کے کوئی لڑکا نہ تھا ، تو بادشاہ نے اس کے بھتیجے روپ سنگھ کو خلعت ، اضافۂ منصب ، گھوڑا مع نقرئی زین مرحمت فرمایا - اس کے چچا کے وطن کشن گڑھ[۲] کو اس کی جاگیر میں دے دیا گیا -

---

۱ - ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۲۳۷-۲۳۸ (ق)

۲ - کشن گڑھ راجپوتانہ میں ایک ریاست ہے جس کا رقبہ تقریباً ۸۵۸ مربع میل ہے - امپیریل گزیٹیر جلد پانزدہم صفحہ ۳۱۰ (ب)

اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کی بڑی لڑکی بیگم صاحبہ کے جشن صحت کے موقع پر کہ شمع کی لو کے دامن تک پہنچنے کی وجہ سے (شہزادی کا) جسم کسی قدر جل گیا تھا اور اس کا مزاج ناساز ہو گیا تھا ، اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزاری ذات اور سات سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ شاہزادہ مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی فتح کے لیے روانہ ہوا ۔ بلخ پہنچنے کے بعد وہاں کا حاکم نذر محمد خاں شاہزادے سے ملاقات لیے بغیر فرار ہو گیا ۔ بہادر خاں اور اصالت خاں شاہزادے کے حکم کے مطابق اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے ، تو وہ بھی بغیر اجازت اظہار کارگزاری کی وجہ سے ان کے ہمراہ چلا گیا ۔ نذر محمد خاں کی جنگ اور الامانیوں کی تنبیہ کے بعد کہ جو دو مرتبہ ہوئی تھی ؛ اس کے حسن خدمات کے صلے میں بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے علم عنایت کیا گیا ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری پانسو ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب [۲٦۸] کے ہمراہ قندھار کی جانب روانہ ہوا ۔ اس نواح میں پہنچنے کے بعد رستم خاں کے ہمراہ زمین داور میں پہنچا اور قزلباش کی جنگ میں اس نے بہت بہادری دکھائی ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ، اور پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ہزاری ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور اسے نقارہ بھی عنایت ہوا اور دوبارہ شاہزادہ مذکور کے ہمراہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوا ۔

چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں تیسری مرتبہ شاہزادہ دارا شکوہ کے ساتھ مہم مذکور پر تعینات کیا گیا اور اصل و اضافہ کے بعد وہ چار ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں علامی سعداللہ خاں کے ساتھ قلعۂ چتور کے انہدام کے لیے روانہ ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور سرکار چتور کا پرگنہ ماندگڑھ کہ جس کی جمع اسی لاکھ دام کی تھی ، رانا کی بجائے اس کی جاگیر میں مقرر ہوا ۔

سموگڑھ کی جنگ میں وہ دارا شکوہ کی ہراول فوج میں تھا ، معرکہ آرائی کے وقت اس نے بہت بہادری دکھائی ۔ توپ خانہ ، ہراول اور اگلی فوج سے گزر کر اس نے عالمگیر کے ہاتھی کے سامنے جہاں تک ممکن ہو سکا ، بہادری دکھائی ۔ آخر میں پیدل چل کر بادشاہ کی خاص سواری کے ہاتھی کے نیچے اس ارادے سے پہنچا کہ عماری کی رسی کو کاٹ دے ۔ بادشاہ اس کی جرأت کو ملاحظہ کر رہا تھا ، ہر چند [۲٦۹] بادشاہ نے اپنے سرکاری آدمیوں کو تاکید فرمائی کہ اس کو زندہ گرفتار کریں ، لیکن لوگوں نے اس کو مہلت نہ دی اور ۱۰٦۸ھ مطابق ۱٦۵۸ع میں قتل کر دیا گیا ۔

اس کا لڑکا مان سنگھ ، عالمگیر کے زمانے میں سہ ہزاری منصب پر پہنچ گیا تھا ۔ پینتیسویں سال جلوس عالمگیری میں مان سنگھ ، ذوالفقار خاں کے ہمراہ قلعۂ جنجی کی فتح کے لیے روانہ ہوا ۔

جب بہادر شاہ اول کی حکومت کا زمانہ آیا تو اس کے وطن کشن گڑھ کی سرداری راج سنگھ کو ملی کہ جس کا خطاب راجا بہادر تھا، جو سلطان عظیم الشان کا ماموں تھا اور وہ کابل میں ریاست کی امید میں بہادر شاہ اول کے ہمراہ تھا اور اس (راج سنگھ)

کو سہ ہزاری منصب سے ممتاز کیا گیا ۔ اس تصنیف (مآثرالامرا)
کے زمانے میں راجا بہادر کا چھوٹا لڑکا بہادر سنگھ اپنے وطن پر
قابض ہے ۔

۷۸
رستم خاں مقرب خاں

چرکس قوم سے ہے کہ جو کوہ‌البرز کے دامن میں رہتی
ہے اور (یہ قوم) زیادہ تر خیمہ نشین ہے ۔ شروع میں نظام‌الملک
دکنی کا ملازم ہوا ، اور سرداری کے مرتبے پر پہنچا ؛
''مقرب خاں'' کا خطاب پایا ۔ جب تیسرے سال جلوس شاہجہانی
میں شاہجہاں بادشاہ دکن پہنچا تو وہ نظام‌الملک کا میر شمشیر
تھا ؛ شاہی فوج کا مقابلہ کر رہا تھا اور بہت بہادری دکھا رہا
تھا ۔ جب نظام‌الملک نے ملک عنبر کے لڑکے فتح خاں کو جو
اس کا وکیل اور سپہ سالار تھا ، قید کر لیا تو فوج کی سرداری
اس (رستم خاں مقرب خاں) کے سپرد کردی اور حمید خاں حبشی
کو وکیل بنا دیا ۔

کچھ عرصے کے بعد فتح خاں کو قید سے رہا کر دیا
[۲۰۲] اور دستور سابق کے مطابق وکالت اور سپہ سالاری اس کے
سپرد کی ۔ مقرب خاں اس نامناسب برتاؤ سے دل برداشتہ ہو گیا
اور چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں (رستم خاں نے) اعظم خاں
سے شاہی ملازمت کی التجا کی ۔ جب بادشاہ کو اس بات کی
اطلاع ہوئی ، تو اس نے اس کو پسند کیا اور اس کی تشفی کا
فرمان صادر ہوا ۔ مانا جی دوریہ کہ جو اس کا پیشکار تھا ،
اعظم خاں کے پاس آیا اور تسکین بخش گفتگو سے اطمینان حاصل
کیا ۔ اس کے بعد مقرب خاں تمام ساتھیوں کو لے کر شاہی لشکر
کی جانب روانہ ہو گیا ۔ اعظم خاں نے مصلحت وقت کے خیال سے
لشکرگاہ کے کنارے پر جا کر اس کا استقبال کیا اور اس کو

اپنی جائے قیام پر لایا ۔ شاہی سرکار سے خلعت ، مرصع خنجر ، چار گھوڑے ، ایک ہاتھی ، ایک ہتھنی اور ایک لاکھ روپیہ نقد اور دو سو خلعت ، سو شال اور ستر گھوڑے اس کے ہمراہیوں کو دیے گئے ۔ پنج ہزاری ذات و سوار کا منصب اس کو اور اس کے ہمراہیوں میں سے ، جن کی تعداد سو سے زیادہ تھی علیٰ قدر مراتب ہر ایک کو منصب دینا تجویز ہوئے[1] ، اور بادشاہ کو تحریر بھیج دی گئی ۔ بادشاہ نے اس کے منصب کو منظور فرما کو خلعت ، کھتوہ (کٹار) ، مرصع شمشیر ، علم ، نقارہ ، گھوڑا مع طلائی زین ، اور ایک ہاتھی اس کو عنایت کیا ۔ کچھ عرصے کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا ، قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔ خلعت ، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ ، مرصع شمشیر ، گھوڑا مع طلائی زین ، ہاتھی اور چار ہزار روپے نقد انعام پا کر سرفراز ہوا ۔

پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں ماہی مراتب [۲۷۱] عنایت ہوا ۔ جب (شاہجہاں) بادشاہ اکبر آباد کے نواح میں پہنچا تو اس کو سنبھل[2] جانے کی اجازت ملی جو اس کی جاگیر میں مقرر ہوا تھا ۔

---

۱ - یہ بیان بادشاہ نامہ جلد اول حصہ اول، صفحہ ۳۷۸—۳۷۹ سے ماخوذ ہے (ب)

۲ - سنبھل ضلع مراد آباد (یوپی—انڈیا) مشہور تاریخی مقام ہے ، یہاں ۱۰۵۷ھ میں ایک عید گاہ تعمیر ہوئی ہے جس کا ایک نا تمام کتبہ احسن التواریخ سنبھل مرتبہ غلام احمد سنبھلی (مراد آباد ۱۳۵۶ھ صفحہ ۴۷) میں مندرج ہے جس میں بانی کا نام زندا سفید باف لکھا ہوا ہے مگر حاجی خداداد خاں مؤلف تاریخ مراد آباد (رام پور ۱۹۳۹ ع صفحہ ۷) نے لکھا ہے کہ اس کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۳ پر)

آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے 'رستم خاں' کا خطاب ملا اور بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ روانہ ہوا کہ جو ججھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ کی غرض سے متعینہ فوجوں کی مدد کے لیے مقرر ہوا تھا۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ سید خاں جہاں بارہہ کے ہمراہ عادل خانیوں کے ملک کی تباہی کے لیے گیا اور لڑائیوں میں اس نے بہادری دکھائی۔ پھر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور دکن سے واپسی کے بعد اسے جاگیر جانے کی اجازت ملی۔

گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں جس موقع پر بادشاہ نے سوروں کی جانب توجہ فرمائی، تو وہ دربار میں حاضر ہو کر طرح طرح کی نوازش‌ہائے شاہانہ سے سرفراز ہوا اور اپنی جاگیر پر چلا گیا۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہی سرکار سے ایک ہاتھی اس کے لیے بھیجا گیا۔ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ لاہور میں تھا تو وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور شاہزادہ مرادبخش کے ہمراہ کمجو جمو کے زمیندار جگت‌سنگھ کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوا تھا، اس جانب روانہ ہوا اور اس نے

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۷۲)

رستم خاں نے تعمیر کرایا۔ رستم خاں نے سنبھل میں رستم سرائے بنوائی، کنوئیں تعمیر کرائے اور باغات لگوائے (تاریخ مرادآباد صفحہ ۷)، رستم خاں نے سنبھل کی جامع مسجد کی مرمت ۱۰۶۷ھ میں کرائی جس کی تاریخ یہ ہے:

کرد تزئین مسجد جامع　　خان رستم خطاب نیک نہاد
سال تاریخش اسعدی بنوشت　　رونق خانۂ الٰہی داد
۱۰۶۷ھ

(تاریخ مراد آباد صفحہ ۷) (ق)

متعلقہ قلعوں کے فتح کرنے میں انتہائی کوشش کی اور بہت بہادری دکھائی ۔

اس کے بعد شاہزادہ مذکور کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا ، اور شاہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ کہ جو قلعہ قندھار کی مدد پر مقرر ہوا تھا ، روانہ ہوا ۔ اسے خلعت اور گھوڑا مع طلائی ساز و سامان مرحمت ہوا ۔ اور اس کے منصب میں کہ جو پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا تھا [۲۷۲] ایک ہزار دو اسپہ و سہ اسپہ سوار قرار پائے ۔ وہاں سے واپسی کے بعد اسے جاگیر پر جانے کی اجازت مل گئی ۔ سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں پھر دربار شاہی میں حاضر ہوا اور کچھ عرصے کے بعد اپنی جاگیر پر چلا گیا ۔

چونکہ بادشاہ نے بلخ و بدخشاں کے فتح کرنے کا ارادہ کرلیا تھا اس لیے کابل کے صوبے دار امیرالامراء کے نام اس معاملے کے متعلق فرمان صادر ہوا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ امیرالامراء کے (فوجی) مددگاروں میں شامل ہو کر کابل روانہ ہوا ۔ بادشاہ کے حسب‌الحکم رہتاس میں موسم سرما گزارنے کے لیے مقیم ہو گیا اور بادشاہ کی کشمیر سے لاہور کی جانب واپسی کے وقت وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور شاہزادہ مراد بخش کے ہمراہ مہم مذکور میں تعینات ہوا اور شاہزادے کی ہراول فوج کی سرداری اسے ملی ۔

بلخ کی فتح کے بعد چونکہ شاہزادہ اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے اپنے باپ (شاہجہاں) کی ناراضی کے باوجود اس نواح میں رہنے کے لیے تیار نہ ہوا لہٰذا (بادشاہ) کے حکم کے مطابق سعداللہ خاں اس جانب روانہ ہوا اور اس (رستم خاں) کو فوج کے ساتھ اندخو اور اس کے مضافات کے انتظام کے لیے بھیجا اور وہاں پہنچنے تک اس نے دو مرتبہ الانوں سے مقابلہ کیا اور ان پر فتح پائی ۔ اس کے صلے میں بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے

منصب میں ایک ہزار دو اسپہ و سہ اسپہ سوار مزید مقرر کیے گئے ۔

جب بادشاہزادہ اورنگ زیب بہادر نے ان حدود میں جانے کے بعد بلخ کو بادشاہ کے حکم کے مطابق نذر محمد خاں کے سپرد کر دیا اور خود واپس آ گیا تو وہ (رستم خاں) بھی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس کو جاگیر پر جانے کی اجازت ملی ۔

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جشن کے موقع پر [۲۷۳] شاہجہاں آباد کی نئی تعمیر شدہ عمارات میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ بادشاہ نے اسے خلعت مرحمت فرمایا ، اور وہ اپنی جاگیر پر روانہ ہوا ۔ اس کے بعد امیرالامراء کی کمک پر کابل روانہ ہوا ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب قزلباش کی فوج کی آمد آمد کی خبر قندھار کے نواح میں سنی گئی تو سرداروں کی طلبی میں فرمان صادر ہوئے ۔ چنانچہ وہ کابل سے چلا آیا اور شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ قندھار کی جانب روانہ ہوا اور فوج کے پچھلے حصے کی سرداری اس کے سپرد ہوئی ۔

اس نواح میں پہنچنے کے بعد وہ قلیج خاں کی کمک پر بست کی طرف روانہ ہوا ۔ قزلباش کی جنگ میں اس نے استقلال دکھایا اور ان کو قرار واقعی سزا دی ۔

ان لوگوں کے فرار ہو جانے کے بعد توپ خانے کی گاڑیاں جو مغلوبیت کی پریشانی میں وہ لوگ چھوڑ گئے تھے ، گھوڑوں ، نیزوں اور جھنڈوں کے ساتھ اس کے ہاتھ آئیں ۔ اس حسن خدمت کے صلے میں تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے بقیہ ماتحتوں کو دو اسپہ و سہ اسپہ کر دیا گیا اور اس کو 'فیروز جنگ' کے خطاب سے سرفراز کیا گیا ۔

وہ اسی سال بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ گیارہ چھوٹی توپیں کہ جو غنیم کی گاڑیوں سے وصول ہوئی تھیں ، بادشاہ کے

حضور میں پیش کردیں - بادشاہ نے خلعت ، جیغہ ، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ ، مرصع شمشیر ، اصل و اضافہ کے بعد شش ہزاری ذات ، پانچ ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کا منصب ، گھوڑا مع طلائی زین اور ہاتھی نقرئی ساز و سامان سے آراستہ ہتھنی کے ساتھ اسے (رستم خاں کو) مرحمت فرمایا -

پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں [۲۵۲] پھر شاہزادہ مذکور کے ہمراہ مہم مذکور پر روانہ ہوا اور اس نے مورچال کے قائم کرنے اور قلعہ گیری کے دوسرے انتظامات میں اعلی خدمات انجام دیں - چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ پھر اسی مہم پر روانہ ہوا - جب محاصرے کا وقت قریب آیا ، وہ شاہزادے کے اشارے سے سب سے پہلے روانہ ہوا اور ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس نے محاصرہ کر لیا اور شاہزادے کے واپس پہنچنے کے بعد وہ بست کی طرف چلا گیا - مورچال قائم کیے اور اس کی فتح کے انتظام میں مصروف ہوگیا -

چونکہ قندھار کی فتح ملتوی ہوگئی تھی ، لہذا شاہزادہ بادشاہ کے حکم کے مطابق واپس آ گیا اور اس (رستم خاں) نے شاہزادے کے اشارے سے قلعہ بست کو ویران کرڈالا اور (وہاں کا) باقی ماندہ اسباب جلا کر واپس آ گیا -

اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ جملۃالملک سعداللہ خاں کے ہمراہ قلعہ چتور کی بربادی کے لیے مامور ہوا - انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ، جن میں پانچ ہزار دو اسپہ و سہ اسپہ سوار تھے - (پھر) شاہزادہ دارا شکوہ کی سفارش سے بہادر خاں باقی بیگ کی تبدیلی کے بعد کابل کی صوبے داری پر مامور ہوا- کابل اور پشاور اس کی جاگیرمیں عطا ہوئے - اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی کے آخر میں وہ وہاں سے معزول ہوکر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا -

اس جنگ میں کہ جو عالم گیر اورنگ زیب اور دارا شکوہ کے درمیان سموگڑھ کے قریب ہوئی تھی ، وہ (شاہزادہ) سپہر شکوہ کے ہمراہ ہراول فوج میں تعینات تھا ۔ جنگ کے وقت اس نے نہایت بہادری دکھائی [۵۷۲] اور ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۸ع میں نہایت بہادری سے ہندوں کا زخم کھا کر[1] امر دنیا سے

---

۱ ۔ رستم خاں نے شہزادہ مراد بخش کے نام پر مراد آباد (یو ۔ پی) کا مشہور شہر آباد کیا ۔ یہاں ایک قلعہ بنوایا ، شاندار جامع مسجد تعمیر کرائی ۔ مسجد میں مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے :

نبوده در مراد آباد مسجد کہ بد بس کافر و ہندو درآں جا
شہ عادل شہاب الدین غازی بہ رستم خاں عطا فرمود آں جا
بنا فرمود عالی قدر ، خانے در آنجا مسجدے رعنا و زیبا
بنائے دین خود را کرد محکم بدنیا دین خود را کرد برپا
پئے تاریخ او ہر نکتہ دانے شدہ در بحر فکر از طبع رعنا
ز دانایاں یکے زاں بحر معنی بروں آورد لولوئے مصفا
درخشندہ درے اینست بشنو زا حرارے نہ از خضر و مسیحا
کہ رستم خاں ز الطاف الٰہی بنائے خانۂ دین کردہ بالا
۱۰۳۶ھ

۱۲۲۴ھ میں یہ مسجد غیر آباد ہوگئی ۔ ۱۲۵۵ھ میں دریائے رام گنگا کی طغیانی سے محفوظ رکھنے کے لیے دو برجیاں تیار کی گئیں اور اس کے بعد اس مسجد کے خطیب و امام مولانا عالم علی (ف ۱۲۹۵ھ) مقرر ہوئے ۔ ۱۳۰۴ھ میں زلزلہ آیا تو مسجد کا ایک حصہ منہدم ہوگیا تو پھر ۱۳۲۱ھ میں مسجد میں دو دروں کا مزید اضافہ کیا گیا ۔ اس طرح یہ مسجد ہفت درہ ہو گئی ۔ چونکہ مسجد کا کنواں کھاری تھا ، اس لیے ۱۳۲۱ھ میں بیرون

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۸ پر)

رخصت ہوگیا[۲] ۔

مسجد ایک کنواں تعمیر ہوا ، جس کی تاریخ تعمیر کنوئیں ، کے اندر کی طرف کندہ ہے ۔

(۱)

چاہ یہ خانۂ خدا کا ہے

۱۳۲۱ھ

(۲)

بدہ در مسجد جامع چھپے شور بسعیٔ ڈاکٹر خوشتر برآید
چوجستہ سال ہجری فکر یکہ بگفتا چشمۂ کوثر برآمد

۱۳۲۱ھ

اس کنوئیں کے اوپر مسجد میں سنگ سرخ پر نمایاں طور سے 'کاخ رستم' کندہ ہے ، جس سے ۱۳۲۱ھ برآمد ہوتے ہیں ۔ اس کے بعد ۱۳۵۱ھ میں مزید تعمیر ہوئی ، جس کی تاریخ مراد آباد کے مشہور تاریخ گو شاعر مرزا احمد شاہ بیگ جوہر (ف ۱۹۳۴ع) نے مندرجہ ذیل لکھی ہے :

شاہ دہلی جب ہوئے شاہجہاں تب ہوا تعمیر مسجد کا نظام
باعث تعمیر رستم خاں ہوئے جس کے باعث آج تک ہیں نیک نام
مولوی قاسم علی کے عہد میں وسعت مسجد نے پایا اہتمام
صحن کی وسعت ہوئی اور در بڑھے ہوگیا ایک حوض کا بھی انتظام
مولوی دائم علی نے جہد کی اور ہوا مسجد کا کافی انصرام
اس قدر وسعت بھی ناکافی رہی درمیان جمعہ و ماہ صیام
ایک درجہ اور مسجد کا بڑھا فضل حق سے ہوگیا وہ بھی تمام
سال تکمیل اس کا جوہر نے لکھا سجدہ گاہے کردگار خاص و عام

۱۳۵۱ھ

(بقیہ حاشیہ ۲۷۹ پر)

۷۹
راجا انروده گوڑ

راجا بیتھل داس کا بڑا لڑکا ہے ۔ جب اس کا باپ اجمیر کی
ج‌داری پر مقرر ہوا تو وہ اپنے باپ کی نیابت میں علاقہ مذکور
ہ انتظام میں مصروف ہوا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے انیسویں سال
لوس میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری پانسو ذات اور
ک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ چوبیسویں سال
لوس شاہجہانی میں اسے علم عنایت کیا گیا ۔

پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب اس کا باپ مر گیا
ر اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار
و اسپہ و سہ اسپہ کا منصب ، راجا کا خطاب ، نقارہ ، گھوڑا اور
تھی اس کو مرحمت ہوا اور باپ (بیتھل داس) کے مرنے کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۷-۲۷۸)
دوسری تاریخ میں ایک رمز ہے روح بانی جس سے ہوگی شاد کام
ات رستم خاں نے کی اس کی بنا نام رستم خاں سے پایا اختتام
۱۳۵۱ھ
(ملاحظہ ہو تاریخ مراد آباد صفحہ ۶) (ق)

۲ ۔ قطعۂ تاریخ وفات رستم خاں مندرجہ ذیل ہے :
ون بہادر رستم فیروز جنگ عالمے در مدحت او لب کشود
ر شجاعت رستم دستان عصر در سخاوت حاتم آفاق بود
ک‌تازی کرد در میدان ہند سرخ‌روگشت و بہ‌جنت رفت زود
ال تاریخ وفاتش عقل گفت برد رستم گوئے ز میدان جود
۱۰۶۷ھ
(تاریخ کھٹیر روہیل کھنڈ از حاجی خدا داد خاں ، رام پور
۱۹۳ ع صفحہ ۳۷-۳۸) (ق)

بعد رنتھمبور کی قلعہ داری بھی اس کو مل گئی ۔

اس کے بعد شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ کہ جو دوبارہ قندھار کی مہم پر تعینات ہوا تھا ، روانہ ہوا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں واپس آنے کے بعد اس کو اپنی جاگیر پر جانے کی اجازت ملی ۔ اس کے بعد شاہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ قندھار کی مہم پر گیا ۔ اس نواح میں پہنچنے کے بعد رستم خان بہادر فیروز جنگ کے ہمراہ بست کو روانہ ہوا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ سعداللہ خان بہادر کے ہمراہ چتور کو منہدم کرنے اور رانا کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا ۔

اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب سلطان سلیان شکوہ مرزا راجا کی اتالیقی میں شجاع کو دفع کرنے کے لیے [۲۷۶] جو نامناسب حرکتیں کر رہا تھا ، تعینات ہوا تو وہ اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری پانسو ذات اور تین ہزار دو اسپہ و سہ اسپہ سوار کے منصب پر سرفراز ہو کر سلطان مذکور (سلیان شکوہ) کے ہمراہ روانہ ہوا ۔

عالم گیر بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور پہلے سال جلوس میں وہ محمد سلطان کے ساتھ کہ جو شجاع کی مہم پر تعینات ہوا تھا ، جانے کے لیے تیار ہوا ۔ اس دوران میں بیار ہو جانے کے سبب سے کچھ عرصے تک اکبر آباد میں مقیم رہا اور پھر روانہ ہو گیا ۔ ۱۰۶۹ھ مطابق ۱۶۵۹ع میں مستقرالخلافہ (آگرہ) سے روانہ ہونے کے بعد وہ مر گیا[1] ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۵۶-۵۷ (ق)

۸۰
راجا راج روپ

راجا جگت سنگھ بن راجا باسو کا لڑکا ہے - شاہجہاں بادشاہ کے بارھویں سال جلوس میں وہ کوہ کانگڑہ کی فوجداری پر مقرر ہوا - جب اس کا باپ باغی ہو گیا تو وہ بھی اپنے باپ کی مواضعت میں بادشاہ کے خلاف ہو گیا - اس کے باپ کی خطاؤں کے معاف ہو جانے کے بعد وہ بھی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا -

انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں باپ کے مرنے کے بعد اسے اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب، راجا کا خطاب، محال وطن بطور انعام اور گھوڑا مرحمت ہوا۔ اور قلعہ چوہی کہ جو اس کے باپ نے سراب اور اسراب کے درمیان بنوایا تھا اور اس کو اس کی حفاظت میں چھوڑ گیا تھا ، اسے عنایت ہوا۔ ایک ہزار [۲۷۷] پانسو سوار اور دو ہزار پیادوں میں سے کہ جو اس کے باپ کی کمک میں مقرر تھے پانسو سوار اور دو ہزار پیادوں کی تنخواہیں کابل کے خزانے سے مقرر ہوئیں -

اسی سال وہ شاہزادہ مراد بخش کی تعیناتی میں روانہ ہوا کہ جس کو بلخ و بدخشاں کی فتح کے لیے تعینات کیا گیا تھا - قندھار پہنچنے کے بعد وہ ایک فوج کے ہمراہ اس کے انتظام پر مقرر ہوا - وہاں کے انتظامات کے لیے دو لاکھ روپے اس کے حوالے کیے گئے اور اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کا منصب ، مرصع جمدھر ، مروارید کا گوشوارہ مرحمت ہوا اور وہ اپنے ہم عصروں میں مفتخر ہوا -

اسی زمانے میں ان اوزبکوں اور الانوں سے متواتر مقابلے کیے کہ جو لوٹ مار کے لیے گروہ کے گروہ اس نواح میں مسلسل آتے رہتے تھے اور ان کو مار بھگایا - اور ان کا تعاقب کرکے اکثر کو قتل بھی کیا -

بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور اسے نقارہ بھی عنایت ہوا - اسی زمانے میں قندھار سے قلیج خاں سے ملنے کے لیے طالقان آیا - اسی اثنا میں المانوں کے ایک بڑے گروہ نے آ کر طالقان کا محاصرہ کر لیا ، ہر طرف جنگ ہونے لگی - جس روز کہ اس کے دائرے کی طرف وہ لوگ قطار باندھے کھڑے ہوئے تھے اس نے بہادری کے جوش میں ان پر حملہ کر دیا - سخت جنگ ہوئی اور اس کے چند آدمی مارے بھی گئے - اس کے خود بھی تین زخم آئے اور خود جنگ کرتے کرتے دائرے میں پہنچ گیا - یہاں تک کہ [۲۷۸] وہ ذلیل گروہ (المانان) ناامید ہو کر شہر کے نواح سے متفرق ہو گیا -

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور خلیل بیگ کی بجائے کہمرد کی قلعہ داری اس کے سپرد کی گئی - چبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور وہ شاہزادہ اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوا اور وہاں کے محاصرے میں وہ مورچال کا منتظم تھا - وہاں سے واپسی کے بعد سلیمان شکوہ کے ساتھ کابل پر تعینات ہوا - چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ پھر قندھار کی طرف گیا اور اس کے محاصرے میں اس نے جان فشانی میں کوئی کمی نہیں کی - انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حکم کے مطابق کہمرد سے روانہ ہو کر بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا اور اپنے وطن کو گیا -

جب دارا شکوہ ، عالمگیر بادشاہ سے شکست کھا کر لاہور کو گیا تو وہ شاہی طلبی کے مطابق جنگ سے پہلے وطن سے روانہ ہو چکا تھا - دہلی اور سرہند کے درمیان اس سے ملا اور اس (دارا شکوہ) کے مکر و فریب کی باتوں میں آ کر اس کے موافق

ہو گیا ۔ اس کے بعد جب دارا شکوہ نے دارالسلطنت (لاہور) پہنچ کر سلطان کا ارادہ کیا تو اس (راج روپ) نے اس (دارا شکوہ) کی پیشانی پر بے اقبالی کے نقوش بھانپ لئے اور اس بہانے سے کہ وطن پہنچ کر لشکر کا انتظام کرے گا ، (دارا شکوہ سے) علیحدہ ہو گیا ۔

اس کے بعد وہ نیک ارادے سے وطن سے آیا اور دریائے بیاس کے کنارے خلیل اللہ خاں سے ملا جو دارا شکوہ کے تعاقب میں تھا اور اس کی سفارش سے عالمگیر کے حضور میں حاضر ہوا ۔ سرسبزی اور خطاب کا اظہار کرکے [۲۰۵] معافی کا خواستگار ہوا ۔ دربار شاہی سے اپنے اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری دو ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا اور سری نگر کی سرحد موضع چاندی کی تھانے داری پر مقرر ہوا ۔ سلیمان شکوہ الہ آباد سے روانہ ہو کر چاہتا تھا کہ سہارن پور کے راستے سے پنجاب کے حدود میں پہنچ کر اپنے باپ (دارا شکوہ) سے مل جائے ۔ مگر عالمگیری لشکروں کے پھیلاؤ کی وجہ سے وہ نہ جا سکا ۔ مجبوراً اس کوہستان میں اسے ٹھہرنا پڑا ۔ اس (راج روپ) کو یہ حکم تھا کہ اس پہاڑ کے باہر مقیم ہو کر سلیمان شکوہ کے آنے کا راستہ روک دے ۔ اس کے بعد وہ (عالمگیر) کے ہم رکاب ہوا اور دارا شکوہ کی دوسری جنگ میں وہ ہراول فوج میں سیدھی جانب تعینات ہوا ۔

چونکہ کوکلا پہاڑی دارا شکوہ کے لوگوں کی پناہ گاہ تھی ، راجا اپنے ان پیادوں کو جو پہاڑوں پر چلنے کے ماہر تھے ، کوکلا پہاڑی کے پیچھے سے نکال کر لایا اور خود ان کی کمک کے ساتھ سوار ہو کر کھڑا ہو گیا ۔ جب دشمن (دارا شکوہ) نے تھوڑے سے آدمی دیکھے تو وہ بلا خوف مورچال سے نکل آیا اور لڑائی شروع کر دی ۔ شاہی سردار پیچھے سے آ کر مل گئے اور تین پہر تک سخت جنگ ہوئی ۔ ابھی مورچال قائم تھی کہ دارا شکوہ نے ہمت ہار دی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا ۔

سری نگر کے زمیندار پرتھی پت نے اپنی بےہودگی اور بےعقلی سے سلیمان شکوہ کو اپنی ولایت میں پناہ دی اور اپنی ناتجربہ‌کاری کی بنا پر وہ اس کی حمایت اور مدد کو تیار ہو گیا۔ دوسرے سال جلوس عالمگیری میں راجا (راج روپ) بادشاہ (عالم گیر) کے فتح مند لشکر میں سے ایک فوج لےکر سری نگر کے کوہستان میں پہنچا کہ اگر زمیندار مذکور پند و نصیحت سے نہ مانے [۲۸۰] اور اس (سلیمان شکوہ) کی حمایت پر قائم رہے تو اس کی ولایت کو تباہ و برباد کر دیا جائے اور اس کے استیصال کی کوشش کی جائے۔

چونکہ زمیندار مذکور (پرتھی پت) اپنی جہالت اور سرکشی کی وجہ سے اس (سلیمان شکوہ) کی حمایت سے باز نہ آیا، اس لیے تربیت خان اور رعد انداز خان متعین ہوئے اور اس زمیندار کی زندگی تنگ کر دی۔ اس نے مجبور ہو کر مرزا راجا (جے سنگھ) سے التجا کی اور اس کو جو خود بخود جال میں پھنسا تھا، پیش کرکے اپنی خطا کی معافی طلب کی۔

راجا (راج روپ) چوتھے سال جلوس عالم گیری میں سید شہامت خان کی بجائے سرحد غزنین کی محافظت پر مقرر ہوا اور اس مقام (سرحد غزنین) پر پہنچنے کے بعد اسی سال ۱۰۷۱ھ مطابق ۶۱-۱۶۶۰ع میں اپنی طبعی موت سے مر گیا۔

راجا (راج روپ) اپنے باپ (جگت سنگھ) کی طرح جرأت اور جسارت سے خالی نہ تھا۔ تکلیف کے برداشت کرنے اور مصیبتوں کے اٹھانے کا بہت حوصلہ رکھتا تھا۔

اس کے چھوٹے بھائی بہار سنگھ نے کہ جس نے اپنے باپ (جگت سنگھ) کے ساتھ بدخشاں کی جنگ میں بہت بہادری دکھائی تھی اور تمام عمر کفر کی جہالت میں گزاری تھی، تیسرے سال جلوس عالم گیری کے آخر میں بادشاہ دین پرور (عالم گیر) کی بندگی و ارادت کی برکتوں نے اس کے باطن پر ہدایت کا پرتو

ڈالا اور اس نے اسلام قبول کر لیا اور بادشاہ حق پرست (عالم گیر) کے حضور سے اس پر شاہانہ نوازش ہوئی اور 'مرید خاں' کا خطاب مرحمت ہوا ۔ وہ عرصہ دراز تک غوربند کی چوکیداری پر مامور رہا ۔ اس زمانے تک اس کی اولاد شاہپور عرف بھرونیں میں ، جو اسی کے وطن کا عال ہے اور تارا گڑھ کے مغرب میں واقع ہے ، موجود ہے ۔ ان میں سے جو راجا ہوتا ہے ، مرید خاں کہا جاتا ہے[1] [۲۸۱] ۔

۸۱
راجا رگناتھ

سعداللہ خاں نے اس کو آگے بڑھایا تھا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے تیئیسویں سال جلوس کے آخر میں اس کو رائے کا خطاب ملا اور طلائی قلم دان مرحمت ہوا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں حسب لیاقت اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور خالصہ اور تن کی دفترداری اس کو مرحمت ہوئی ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی تک اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزاری ذات اور دو سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سعداللہ خاں کے انتقال کے بعد اسے خلعت ، دو سو سوار کا اضافہ اور رائے رایاں کا خطاب مرحمت ہوا اور یہ طے ہوا کہ جب تک دیوان اعلیٰ کا تقرر ہو ، دیوانی کے تمام چھوٹے بڑے معاملات بادشاہ کے حضور میں وہ پیش کرے گا ۔

جب تقدیر کے قلم نے یہ لکھ دیا کہ امور سلطنت عالم گیر بادشاہ کے قبضہ اقتدار میں پہنچیں ۔ تو وہ (راجا رگناتھ) دارا شکوہ کی پہلی لڑائی کے بعد منشیوں کی جماعت کے ساتھ بادشاہ

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۲۲۹-۲۳۱ (ق)

(عالم گیر) کے حضور میں حاضر ہو گیا ۔ شجاع کی لڑائی اور دارا شکوہ کی دوسری جنگ میں وہ (بادشاہ کے) لشکر میں تعینات تھا۔

عالم گیر کے جلوس ثانی کے بعد وہ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور پانسو سوار کے منصب اور راجا کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ وہ تمام متعلقہ کام نہایت استقلال کے ساتھ انجام دیتا تھا۔ جلوس عالم گیری کے چھٹے سال ، ۱۰۷۳ھ مطابق ۶۳-۱۶۶۲ء میں فوت ہو گیا [۲۸۲] ۔

۸۲
رحمت خاں

حکیم ضیاءالدین نام ہے اور وہ حکیم رکنائی کاشی کے بھائی حکیم فطبا کا لڑکا ہے کہ جو مشہور اطبا اور نامور شعرا میں تھا ۔ شاہ عباس ماضی کے ساتھ اس کی بہت موافقت تھی ۔ بادشاہ دو مرتبہ اس کے مکان پر آیا ۔ کچھ عرصے کے بعد بادشاہ کی بے توجہی دیکھ کر اکبر بادشاہ کے زمانے میں ہندوستان چلا آیا ۔ اس سلسلے میں اس نے یہ شعر کہا ہے : بیت

گر فلک یک صبحدم با من گران باشد سرش
شام بیرون می روم چون آفتاب از کشورش

بادشاہ مذکور (اکبر) اور جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں نہایت آرام سے اس نے زندگی گزاری ۔

خان مذکور (رحمت خاں) کی زوجہ طالبائے آملی[1] کی چھوٹی

---

۱ ۔ عہد جہانگیری کا مشہور فارسی گو شاعر ہے ۔ ۱۰۳۶ھ میں فوت ہوا ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے طالب آملی اور اس کا کلام از خواجہ عبدالرشید ، کراچی ۱۹۶۶ء (ق)

لڑکی تھی کہ جس کو ستی خانم[1] نے پرورش کیا تھا اور ستی خانم حکیم رکنا کے بھائی نصیرا کی زوجہ تھی ۔ اس وجہ سے شاہجہاں بادشاہ کی اس پر خاص توجہ تھی ۔

چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں میر خان کی بجائے کرکراق خانہ (سمور و سنجاب) کی داروغگی ، خطاب اور ایک ہتھنی انعام میں ملی ۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور ایک سو پچاس سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں (محکمۂ) داغ کا داروغہ مقرر ہوا ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں میر بخشی کی بجائے وہ صوبۂ احمد آباد کے کرکراق خانہ کا داروغہ اور دیوان مقرر ہوا ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزار پانسو ذات [۲۰۳] اور چار سو سوار کے منصب پر مقرر ہوا ۔

شاہجہاں بادشاہ کی بیماری کے زمانے میں جب سلطان مراد بخش نے سلطنت میں بد نظمی پیدا کرکے اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا تو خان مذکور (رحمت خاں) نے شاہزادہ (مراد بخش) کی رفاقت اختیار کر لی ۔ شاہزادہ مذکور کے گرفتار ہو جانے کے بعد وہ (رحمت خاں) عالمگیر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور دو ہزاری ذات اور تین سو سوار کے منصب اور گجرات کی دیوانی پر مقرر ہوا ۔ احمد آباد میں دارا شکوہ کے پہنچنے کے بعد اگرچہ اس نے صوبے دار کے ساتھ جا کر اس (دارا شکوہ) سے ملاقات کی ، لیکن اس کی موافقت نہیں کی ۔ اس (دارا شکوہ) کے

---

۱ ۔ ستی خانم کے لیے دیکھیے مآثرالامرا جلد دوم صفحہ ۶۹۱-۶۹۲ (ق)

فرار ہونے کے بعد اجمیر کے نزدیک از سرنو شاہی نوازش سے مفتخر ہوا۔

تیسرے سال جلوس عالمگیری میں روشن آرا بیگم کی سرکار کی دیوانی اور اس کے بعد بیوتات کی دیوانی پر فائز ہوا۔ آٹھویں سال جلوس عالمگیری میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے داماد عبدالرحیم خاں اور لڑکے محمد صادق کو (بادشاہ کے یہاں) سے ماتمی خلعت عنایت ہوئے۔

چونکہ سلطان دارا شکوہ اور سلطان مراد بخش کا ذکر آ گیا ہے، اس لیے ان دونوں کے خاتمے کا کچھ حال بھی لکھا جاتا ہے۔ پہلے (دارا شکوہ) نے شکست پانے کے بعد اجمیر کے قریب سے احمد آباد کا راستہ لیا اور وہاں کے لوگوں سے رخ پھیر کر ملک کچھ چلا گیا اور جب وہاں کے لوگوں میں مروت نہ دیکھی تو ولایت سندھ کی سرحد میں داخل ہو گیا۔ ولایت مذکور کے مضافات میں سے دھادھر کا زمیندار ملک جیون جو پہلے سے دارا شکوہ کا احسان مند تھا، بہت تپاک سے پیش آیا اور اپنے مکان پر [۲۸۴] لے گیا۔ اس اثنا میں دارا شکوہ کی زوجہ کا انتقال ہوگیا[1]۔ اس کا تابوت لاہور پہنچانے کے لیے اپنے ساتھیوں میں سے چند آدمیوں کو جدا کیا اور خود ایران جانے کا قصد کیا۔

ملک (جیون) نے ظاہری طور پر رہنمائی کے لیے اپنے بھائی کو چند آدمیوں کے ساتھ بھیج دیا، لیکن وہی لوگ ایک دو منزل کے بعد دارا شکوہ پر ٹوٹ پڑے اور اس کو گرفتار کر لیا۔ ملک جیون نے اپنی اس کارگزاری کی اطلاع راجا جے سنگھ اور

۱۔ اس کی بیوی کا نام نادرہ بانو بیگم تھا جو سلطان پرویز ابن شہنشاہ جہانگیر کی بیٹی تھی۔ اس کا انتقال مئی تا جون ۱۶۵۹ع میں ہوا۔ (اسٹوریا ڈو موگر جلد اول صفحہ ۳۴۸) (ب)

بہادر خاں کو لکھ بھیجی کہ جو بادشاہ کے حکم کے مطابق اس کے تعاقب میں تعینات تھے ۔ وہ اس (دارا شکوہ) کو بادشاہ کے حضور میں لائے ۔ بادشاہ (عالمگیر) کے حکم کے مطابق دوسرے سال جلوس عالمگیری میں (دارا شکوہ) قتل کر دیا گیا۱ ۔

دوسرا اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے عالمگیر بادشاہ کے دل فریب وعدوں پر فریفتہ ہو گیا اور سلطنت کی تمنا کرنے لگا ۔ باوجودیکہ اس کے بہی خواہوں نے بار بار بزرگوں کے واقعات اس کو سنائے اور عالمگیر بادشاہ کے پاس چند آدمیوں کے ساتھ بے محابا جانے کو منع کیا لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا ۔

یہاں تک کہ ۴ شوال ۱۰۶۸ھ مطابق ۲۵ جون ۱۶۵۸ع کو متھرا کے مقام پر بادشاہ نے اس (مراد بخش) کو بلا کر حکمت عملی سے قید کر دیا ۔ پہلے قلعہ سلیم گڑھ میں رکھا ، کچھ عرصے کے بعد قلعہ گوالیار میں بھیج دیا ۔ اس کی معشوقہ سرس بائی کو بھی اس کی درخواست کے مطابق اس کی رفاقت کے لیے قید خانے میں بھیج دیا ۔

پانچویں سال جلوس عالمگیری میں علی نقی کے خون کے سلسلے میں کہ جس کو مراد بخش نے احمد آباد میں بغیر کسی گناہ کے ثبوت کے قتل کرا دیا تھا اور اب مقتول کے ورثا دعوے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ، اس لیے اس کا شرعی قصاص لے لیا گیا [۲۸۵] ۔

اے وائے بہر بہانہ کشتند

۱۰۷۲ھ ۶۲-۱۶۶۱ع

تاریخ ہے ۔

---

۱ - تفصیل کے لیے دیکھیے (ٹریولس ان انڈیا (برنیر) جلد اول ، صفحہ ۳۵۰-۳۵۴) و ہسٹری آف اورنگ زیب (سرکار) جلد اول ، صفحہ ۵۴۹-۵۳۷ (ب)

۸۳
راجا ٹوڈر مل ۱

شاہجہاں بادشاہ کے عہد کا شخص ہے ۔ ابتدا میں افضل خاں کے ساتھ تھا ۔ اس کی وفات کے بعد تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے رائے کا خطاب اور سرکار سہرند کی امینی اور فوجداری کی دیوانی کی خدمت ملی ۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں لکھی جنگل کی فوجداری بھی اس کو مل گئی ۔ چونکہ بادشاہ اس (ٹوڈرمل) کو نوازنا چاہتا تھا ، اس لیے پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے خلعت ، گھوڑا اور ہاتھی عنایت ہوا ۔

سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کارگزاری کے صلے میں اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار ، دو اسپہ و سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو (ذات) کا اضافہ ہوا ۔ دو سو سوار ، دو اسپہ و سہ اسپہ عنایت ہوئے اور اس کو سہرند جانے کا حکم ہوا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں تین سو سوار دو اسپہ و سہ اسپہ اور عنایت ہوئے اور آہستہ آہستہ اس کے تعلقے میں سرکار دیپالپور ، پرگنہ جالندھر اور سلطان پور بھی شامل ہو گئے ۔ ان (مقامات) کی سالانہ آمدنی پچاس لاکھ روپے تک پہنچ گئی اور وہ بھی درحقیقت اس عہدے کے لائق ثابت ہوا ۔ ان ہی وجوہ سے اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب اور راجا کے خطاب سے سرفراز ہوا اور تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے علم بھی عنایت ہوا ۔

سموگڑھ کی جنگ کے بعد جب دارا شکوہ فرار ہو کر سہرند پہنچا اور وہ احتیاط کے طور پر لکھی جنگل میں تھا ، اس

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۱۳۸-۱۳۹ (ق)

کے مال و دولت میں سے بیس لاکھ روپیہ [۲۸۶] کہ جو بعض مقامات پر دفن تھا ، دارا شکوہ کے ہاتھ آیا ۔ عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں کچھ دنوں اٹاوہ کی فوج داری پر تعینات رہا ۔ نویں سال جلوس عالمگیری مطابق ۱۰۷۶ھ ، ۶۶—۱۶۶۵ء میں اس دنیا سے رخصت ہوگیا ۔

۸۴
راؤ کرن بھورتیہ

راؤ سور کا لڑکا ہے ۔ باپ کے مرنے کےبعد شاہجہاں بادشاہ کے چوتھےسال‌جلوس میں دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کےمنصب اور راؤ کے خطاب سے سرفراز ہوا اور بیکانیر اس کو جاگیر میں‌ملا۔

پانچویں سال جلوس شاہجہانی کے شروع میں وطن سے آ کر بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا اور وزیر خاں کے ساتھ قلعہ دولت آباد کی فتح کے لیے روانہ ہوا اور جب خان مذکور (وزیر خاں) بادشاہ کے حکم کے مطابق راستے ہی سے لوٹ آیا تو وہ بھی واپس چلا آیا ۔ اس کے بعد دکن میں تعینات ہوکر قلعہ‌ٔ دولت‌آباد کےفتح کرنے میں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیے اور قلعہ پرینده کے محاصرے میں اس نے اچھی کارگزاری دکھائی ۔ مہابت خاں کے مرنے کے بعد اس نے برہان پور کے خان دوراں کی تعیناتی میں کام کیا ۔

آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب (شاہجہاں) بادشاہ دکن پہنچا اور سید خان جہاں بارہہ ملک بیجاپور کی بربادی کے لیے روانہ ہوا تو اس کو خان مذکور کے ساتھ بھیجا گیا[۱] ۔
بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سیادت خاں کی بجائے

---

۱ ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ہسٹری آف شاہجہاں از بینی پرشاد، صفحہ ۱۲۷—۱۲۹ (ب)

اس کو دولت آباد کی قلعہ داری کی خدمت ملی ۔ پانسو سوار کے اضافے کے بعد دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر [۲۸۷] سرفراز ہوا ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور اسے دو ہزاری پانسو ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا اور چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

جب قلعہ دولت آباد سلطان اورنگ زیب بہادر کے سپرد کر دیا گیا تو پانسو ذات اور پانسو سوار کا وہ اضافہ جو دولت آباد کی قلعہ داری کے ساتھ مشروط تھا اس کے منصب میں سے کم ہوگیا ، اور جب صوبہٗ خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) کی سرکار جوار کے فتح کرنے کا اسے (راؤ کرن بھورتیہ کو) حکم ہوا کہ جس کے شمال میں ملک بکلانہ کی سرحد ، جنوب میں کوکن ، مغرب میں کوکن کے بعض مواضعات اور مشرق میں ناسک ہے اور بندر چول اس سے متعلق ہے اور وہاں کے زمیندار سری پت نے سر کشی شروع کردی تھی تو شاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) کی تجویز کے مطابق اضافہٗ مذکور (پانسو ذات اور پانسو سوار) کی بحالی اور سرکار جوار کی آمدنی جو پچاس لاکھ دام تھی ، اس کی تنخواہ میں اضافہ کیے جانے کی بابت دربار شاہی سے منظوری ہوگئی ۔

اس تقرر کے بعد وہ شاہزادہٗ مذکور (اورنگ زیب) سے رخصت ہوکر اس سمت کو چلا اور جوار کی سرحد میں پہنچا ۔ زمیندار مذکور (سری پت) مقابلے کی تاب نہ لاکر مطیع ہوگیا اور نقد روپیہ بطور پیش کش دے کر محال مذکور کا خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اور (سری پت) نے اپنے لڑکے کو یرغمال کے طور پر اس (راؤ کرن بھورتیہ) کے ہمراہ کر دیا ۔ اس کے بعد وہ واپس آگیا ، اور اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہزادہ

(اورنگ زیب) کی خدمت میں حاضر ہوا ۔

چونکہ شاہجہاں بادشاہ کی بیماری کے زمانے میں دارا شکوہ کا تسلط حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا ، وہ امراء کہ جو بیجاپور کی فتح کے لیے سلطان اورنگ زیب کے ہمراہ [۲۸۸] تعینات تھے ، بادشاہ کے حکم کے مطابق حضور میں روانہ ہو گئے ۔ وہ بھی شاہزادے کی اجازت کے بغیر دکن سے نکل کر اپنے وطن کو چلا گیا ۔ اس وجہ سے تیسرے سال جلوس عالم گیری میں امیر خان حوالی بیکانیر کے حدود میں تعینات ہوا ۔ (امیر خان خوافی کے) اس علاقے میں پہنچنے کے بعد وہ معذرت کے لیے خان مذکور کے پاس آیا اور خان مذکور کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب پا کر حسب دستور دکن میں تعینات کر دیا گیا ۔

نویں سال جلوس عالم گیری میں وہ دلیر خان داؤد زئی کے ساتھ چاندہ[۱] کے زمیندار کی تنبیہ کے لیے گیا ۔ اس (راؤ کرن) سے کوئی خطا سرزد ہوئی اور وہ شاہی عتاب میں آ گیا ۔ اس کی قوم کی سرداری اور اس کے وطن کی ریاست اس کے لڑکے انوپ سنگھ کے سپرد کر دی گئی اور وہ (انوپ سنگھ) دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

چونکہ جاگیر کی آمدنی ختم ہو گئی اس لیے وہ پریشان حال ہو گیا ۔ خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) سے آ کر خانہ نشیں ہو گیا ۔ دسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۷۷ ھجری ۶۷-۱۶۶۶ع میں وہ مر گیا ۔ شہر اورنگ آباد کے حدود کے باہر جنوب و مغرب کی جانب اس کے نام سے ایک محلہ آباد ہے ۔ اس کے چار لڑکے

---

۱ ۔ مآثر عالم گیری (صفحہ ۵۹) کے مطابق چاندہ کے زمیندار کا نام منجی ملار تھا (ب)

تھے : انوپ سنگھ [۲۸۹] پدم سنگھ ، کیسر سنگھ اور موہن سنگھ ۔
آخری تین لاولد مر گئے ۔
کہتے ہیں کہ موہن سنگھ پر سلطان محمد معظم کی خاص توجہ
تھی ۔ اسی وجہ سے شاہی ملازمین اس سے حسد کرنے لگے ۔
شاہزادہ (محمد معظم) کا میر توزک محمد شاہ کہ جس کا ایک ہرن بھاگ
کر موہن سنگھ کے ڈیرے میں پہنچ گیا تھا ، سر دربار اس سے
تقاضا کر بیٹھا اور بات بڑھ گئی ، ایک نے دوسرے پر حملہ
کردیا ۔ دوسرے لوگ بھی جمع ہو گئے اور موہن سنگھ کو زخمی
کردیا ۔ پدم سنگھ اگرچہ بھائی سے موافقت نہ رکھتا تھا ، لیکن اس
واقعے کو سن کر موقع پر پہنچ گیا اور اس نے محمد شاہ کا کام تمام
کردیا اور موہن سنگھ کو پالکی میں ڈال کر اس کے گھر بھیج دیا
مگر راستے میں وہ بھی مر گیا ۔
انوپ سنگھ ابتدا سے دکن کی مہم میں تعینات رہا اور بہادر خاں
کوکہ کی جنگ میں کہ جو عبدالکریم میانہ سے ہوئی تھی وہ
(فوج کے) بائیں جانب مامور تھا ۔ اٹھارویں سال جلوس عالم گیری
میں خان مذکور (بہادر خاں) کی سفارش سے اسے راجا کا خطاب ملا
اور انیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب دلیر خاں داؤد زئی
کی سرداری میں دکیوں سے جنگ ہوئی تو وہ لشکر کے پچھلے
حصے میں تعینات ہوا ۔
اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کو خجستہ بنیاد
(اورنگ آباد) کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا تھا اور اسی سال
سیوا بھونسلہ نے شہر مذکور (اورنگ آباد) کے چاروں طرف ہنگامے
شروع کر دیے ۔ وہ (انوپ سنگھ) اپنی فوج کے ہمراہ اپنے محلے کے
قریب آ کر جم گیا ۔ اس دوران میں [۲۹۰] خان جہاں بہادر کہ
سی سال دکن کا ناظم ہوا تھا ، موقع پر پہنچ گیا ۔ بدبخت دشمن
بھاگ گئے ۔ تیسویں سال جلوس عالم گیری میں نصرت آباد سنکر کی
قلعہ‌داری پر اور تینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں راؤ دلپت

بندیلہ کی بجائے امتیاز گڑھ اودل کی حفاظت کے لیے تعینات ہوا ۔ پینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہاں سے معزول کر دیا گیا اور اکتالیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں مر گیا ۔

اس کے بعد اس کے وطن کی سرداری اس کے لڑکے سروپ سنگھ کے سپرد ہوئی کہ جس کو ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب ملا ہوا تھا ۔ ذوالفقار خاں بہادر کی تعیناتی کے زمانے میں (سروپ سنگھ) خدمات انجام دیتا رہا ۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے انند سنگھ اور ہوتے زور آور سنگھ وطن کی حکومت پر فائز رہے ۔ اس تاریخ (مآثرالامرا) کی تحریر کے زمانے میں زور آور سنگھ کا متبنٰی گج سنگھ کہ جو اس کا ہم قوم ہے ، وہاں قابض ہے[1] ۔

۸۵
راجا سجان سنگھ بندیلہ[2]

راجا پہاڑ سنگھ کا لڑکا ہے ۔ اپنے باپ کی زندگی میں شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں روشناس ہو گیا اور خدمات پر مامور رہا ۔ جب اس کا باپ (پہاڑ سنگھ) مر گیا، اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کے منصب اور راجا کے خطاب [۲۹۱] سے سرفراز ہوا اور انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں قاسم خاں میر آتش کے ہمراہ سری نگر کے زمیندار کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا اور اسے علم و نقارہ بھی مرحمت ہوا ۔

تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے ماننے والے حکم کے مطابق سلطان اورنگ زیب ، ناظم دکن کے پاس چلا گیا ۔ اس

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود، صفحہ ۲۹۸-۲۹۹ (ق)

۲ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود، صفحہ ۲۷۳—۲۷۴ (ق)

کے بعد حسب طلب بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور مہاراجا (جسونت سنگھ) کے ہمراہ دکن کی فوج کا راستہ روکنے کے لیے تعینات ہوا ۔ جنگ کے دن جب سلطان اورنگ زیب سے لڑائی ہورہی تھی تو دوران معرکہ میں رخ پھیر کر اپنے وطن کی جانب فرار ہو گیا ۔

کچھ عرصے کے بعد عالم‌گیر بادشاہ نے اس کی خطاؤں کو معاف کر دیا اور مناسب منصب عطا کیا ۔ شاہ شجاع کی جنگ میں اس کی تعیناتی سیدھی جانب کی فوج میں تھی ۔ شکست پانے کے بعد جب شجاع بنگالہ کی طرف چلا گیا اور شاہزادہ محمد سلطان اس کے تعاقب پر مامور ہوا تو وہ بھی شہزادے کے فوجی مددگاروں میں مقرر ہو کر روانہ ہوا اور اس صوبے میں اس نے اچھی خدمات انجام دیں ۔

چوتھے سال جلوس عالم گیری میں معظم خاں کے ماتحتوں کی حیثیت سے ایک فوج کے ہمراہ کوچ بہار کو فتح کرنے اور وہاں کے زمیندار کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔ چونکہ وہ اس فوج سے کہ جو اس کے ساتھ تھی ، اس کام کو پورا نہ کر سکا لہذا خانخاناں کے پہنچنے کے بعد وہ (راجا) اس سے مل گیا اور ملک آسام میں پہنچنے کے بعد وہاں کے لوگوں سے اس نے خوب لڑائیاں لڑیں اور اس کی بہادری کی دھاک بیٹھ گئی ۔

ساتویں سال جلوس عالم گیری میں مرزا راجا جے سنگھ کے ہمراہ دکن کی جانب روانہ ہوا اور قلعہ پورندھر کے محاصرے میں اس نے بہت اچھی خدمات انجام دیں ۔ [۲۹۲] آٹھویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور تین ہزار پانسو سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد اس نے عادل خانیوں کی فوجوں کے مقابلے میں خوب جانبازی دکھائی ۔ نویں سال جلوس عالم گیری میں دلیر خاں کے ساتھ

چاندہ کے علاقے کی مہم میں کہ جو برار کے قریب واقع ہے ، متعین ہوا ۔

گیارھویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۸۰ھ مطابق ۷۰-۱۶۶۹ء میں دکن میں اس کی موت واقع ہوگئی ۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی ۔ اس کا چھوٹا بھائی اندرمن تھا کہ جو اپنے باپ چپا سنگھ کے مرنے کے بعد شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں پانسو ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوا تھا اور انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں قاسم خاں میر آتش کے ہمراہ سری نگر کے زمیندار کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا اور تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دکن کی مہم میں سلطان محمد اورنگ زیب بہادر کے ساتھ تھا ۔

عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں پہلے سال جلوس میں سبکرن بندیلہ کے ساتھ چنپت بندیلہ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا اور اس کے بعد دکن میں تعینات ہوا ۔ مرزا راجا جے سنگھ کے ہمراہ اس نے خدمات انجام دیں ۔ اس کے منصب میں اضافہ ہوا ۔ راجا کا خطاب ملا اور (اس کا) وطن اس کی جاگیر میں مقرر ہوا ۔ خان جہاں بہادر کی صوبیداری کے زمانے میں وہ کچھ دنوں گلشن آباد کی تھانیداری پر مامور رہا ۔

جب انیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ فوت ہو گیا تو اس کا لڑکا جسونت سنگھ کہ جو وطن میں تھا ، راجا کے خطاب اور وطن کی حکومت پر فائز ہوا ، اور اسی سال کے آخر میں عمدہ لشکر کے ساتھ دکن میں آیا اور بادشاہ کی خدمت میں [۲۹۳] حاضر ہوا ۔

اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ چنپت بندیلہ کے لڑکوں کی تنبیہ کے لیے کہ جنھوں نے بندیل کھنڈ کے نواح میں فساد برپا کر رکھا تھا ، تعینات ہوا ۔

انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں خان جہاں بہادر کوکلتاش کے لڑکے ہمت خاں کے ساتھ بیجا پور کی جانب گیا ۔ رخصت

کے وقت اسے خلعت اور نقارہ عنایت ہوا اور قلعہ ملکھیر کی لڑائی میں اس نے خوب بہادری دکھائی ۔ تیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ فوت ہو گیا ۔

اس کے بعد اگرچہ اس کے لڑکے بھگونت سنگھ کو راجا کا خطاب اور وطن کی زمینداری دے دی گئی تھی ، لیکن وہ اکتیسویں سال جلوس عالم گیری میں مر گیا ، اس وجہ سے اس کی دادی رانی امر کنور کی درخواست پر تعلقہ مذکور کی سرداری اودے سنگھ ولد پرتاپ سنگھ کو مل گئی، کہ جس کا خاندانی سلسلہ راجا مدھکر تک پہنچتا ہے اور پرتاب سنگھ پرگنہ اوندچھ کے ایک گؤں کے ذریعے زندگی گزار رہا تھا، اس لیے (اودے سنگھ) کو راجا کا خطاب بھی ملا ۔ تینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں (اودے سنگھ) وطن سے آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ سینتالیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ تین ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور کھیلنا کی قلعہ داری کہ جو سخرلنا کہلاتا تھا ، اس کے سپرد ہوئی ۔

عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد جب اس کے استقلال میں فرق آیا تو وہ قلعہ مذکور (کھیلنا) کو مرہٹوں کے سپرد کر کے اپنے وطن کو چلا گیا ۔ اس کے بعد اس کا لڑکا پرتھی سنگھ [۲۹۳] اور اس کے بعد اس کا پوتا سانول سنگھ اوندچھ کی زمینداری پر قابض ہوئے ۔ اس تحریر کے زمانے میں سانول سنگھ مذکور کا لڑکا پنجم سنگھ قابض ہے ۔

۸۶
راجا دیبی سنگھ بندیلہ[۱]

راجا بھارتھ کا لڑکا ہے ۔ باپ کے مرنے کے بعد ساتویں سال

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۱۹۴—۱۹۶ (ق)

جلوس شاہجہانی میں دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار اور راجا کے خطاب سے سرفراز ہوا اور آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں خاندوراں کے ہمراہ ججھار سنگھ کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوا اور اسے نقارہ بھی مرحمت ہوا ۔

اوندچھ کے فتح ہو جانے کے بعد کہ جو پہلے اس کے بزرگوں سے متعلق تھا اور جہانگیر بادشاہ کے دور حکومت میں برسنگھ دیو کی مروت سے ان لوگوں سے لے کر اس (برسنگھ دیو) نے سپرد کر دیا گیا تھا ، راجا دیبی سنگھ کے نام مقرر ہوا اور وہ (دیبی سنگھ) وہاں رہا اور قوم بندیلہ کی سرداری اس کو عنایت ہوئی ۔ اس کے بعد جب بادشاہ اوندچھ آیا اور دوبارہ دکن جانے کا خیال ہوا تو وہ نویں سال جلوس شاہجہانی میں ولایت اوندچھ کے معاملات سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور خان جہان بارہہ کے پاس کہ جو ملک بیجا پور کی تباہی کے لیے تعینات ہوا تھا ، پہنچا ، اور تمام کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیے ۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں خاندوراں کی سفارش سے اسے علم و نقارہ مرحمت ہوا ۔

انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی فتح کے لیے [۲۹۵] تعینات ہوا ۔ اس سفر میں اس نے بہت بہادری دکھائی اور الامانیوں کے گروہ کے ساتھ سخت مقابلے اور خوب لڑائیاں ہوئیں ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ قلعہ قندھار قزلباش کے قبضے میں چلا گیا تو وہ بھی دوبارہ سلطان اورنگ زیب کے ساتھ قلعہ مذکور (قندھار) کی فتح کے لیے روانہ ہوا اور قزلباش سے جو جنگ ہوئی اس میں اس نے بہت استقلال دکھایا اور بہت بہادری کا مظاہرہ کیا ۔

تیسری مرتبہ سلطان دارا شکوہ کے ساتھ اس سمت (قندھار) کو روانہ ہوا اور واپسی کے بعد اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں صوبہ مالوہ کے مضاف میں بھیلسہ کی فوج داری پر فائز ہوا اور

تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں میر جملہ معظم خان کے ہمراہ سلطان اورنگ زیب بہادر کے پاس دکن کی جانب روانہ ہوا ۔

اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں اس کی طلبی ہوئی اور وہ (دیبی سنگھ) مہاراجا جسونت سنگھ کے ہمراہ کہ جو سلطان اورنگ زیب کا راستہ روکنے کے لیے مالوہ کی جانب تعینات ہوا تھا ، روانہ ہوا ۔ چونکہ قدرت کو اس کی حفاظت منظور تھی ، جنگ کے روز مہاراجا نے اس کو اپنی قیام گاہ کی حفاظت پر تعینات کر دیا ۔ جنگ کے دوران جب سلطان مراد بخش نے بادشاہی فوج کے ٹھکانے پر حملہ کیا تو اس بات سے بادشاہ کی طبیعت کو پریشانی ہوئی ۔ وہ دوراندیش عقل کے تقاضے کے مطابق شاہزادہ مذکور (مراد بخش) سے نرمی کے ساتھ پیش آیا اور اس کا وسیلہ ڈھونڈ لیا اور اس (مراد بخش) کی رائے سے عالم گیر بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہوگیا ۔ شاہزادہ مذکور (مراد بخش) کی گرفتاری کے بعد اسے [۲۹۶] خلعت مرحمت ہوا ۔

اس کے بعد جب خاندوراں سید محمود کی عرضداشت سے اس کی کارگزاریاں معلوم ہوئیں تو اصل و اضافہ کے بعد اسے دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب ملا اور دارا شکوہ کی دوسری جنگ کے بعد وہ راجا عالم سنگھ کی بجائے بھیلسہ کی فوج داری پر متعین ہوا ۔

تیسرے سال جلوس عالم گیری میں چنپت بندیلہ کی تنبیہ کے لیے کہ جس نے صوبہ مالوہ کے نواح میں فساد برپا کر رکھا تھا تعینات ہوا ۔ دسویں سال جلوس عالم گیری میں شمشیر خان کی کمک پر کہ جو یوسف زئی گروہ کی تنبیہ پر مقرر ہوا تھا ، پہنچا ۔ تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں کابل کے صوبیدار محمد امین خان کے پاس تعینات ہوا ۔ وہ درۂ خیبر کے پاس پہنچا کہ خان مذکور (محمد امین خان) کو شکست ہو گئی ۔ اس کے بعد اس کے حالات نظر سے نہیں گزرے ۔ شہر اورنگ آباد سے باہر مغرب

و جنوب کی جانب ایک محلہ اس کے نام سے آباد ہے ۔

۸۷
راجا رائے سنگھ سیسودیہ¹

مہاراجا بھیم بن رانا امرسنگھ کا لڑکا ہے ۔ جب نویں سال جلوس عالم گیری میں شاہزادہ شاہجہان رانا امرسنگھ کی مہم پر تعینات ہوا اور رانا نے مجبور ہو کر پناہ طلب کی اور شاہزادہ (شاہجہاں) سے ملاقات کی تو اس کے بعد اس کا لڑکا بھیم شاہزادے کی ملاقات سے مفتخر ہوا اور تعلقہ گجرات کے زمیندار کی تنبیہ و اہل دکن کے معرکوں اور گونڈوانہ کے نذرانوں کی وصولیابی میں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیے اور شجاعت و بہادری میں وہ مشہور ہوا ۔

جب بادشاہ اور شاہزادے (شاہجہاں) کے درمیان کشیدگی [۲۹۷] ہو گئی تو اس نے شاہزادے کا ساتھ نہ چھوڑا ۔ جس زمانے میں کہ بادشاہزادہ (شاہجہاں) بنگالہ سے آ کر الہ آباد کی جانب متوجہ ہوا اور اس طرف سے جہانگیر کے حکم سے سلطان پرویز ، مہابت خاں کی اتالیقی میں شاہی فوجوں کے ساتھ آیا تو دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا ۔ اس (بھیم) نے بہت بہادری دکھائی اور نمک حلال ملازموں کی طرح اپنی جان نثار کر دی ۔

شاہجہاں بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد رائے سنگھ پہلے سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ اس کی کم سنی کے باوجود اس کے باپ (بھیم) کے حقوق پر نظر کرتے ہوئے بادشاہ (شاہجہاں) نے خلعت فاخرہ ، سرپیچ مرصع ، جمدھر مرصع ، دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب، راجا کا خطاب، گھوڑا، ہاتھی اور بیس ہزار روپے نقد مرحمت فرمائے ۔ پانچویں سال جلوس

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۲۲۴—۲۲۶ (ق)

شاہجہانی میں اس کے منصب میں ایک ہزار ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ تعینات ہوا کہ جو ججھار سنگھ کی تنبیہ کے لیے معینہ فوج کی کمک پر نامزد ہوا تھا ۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں سو سوار کا اضافہ ہوا ۔

بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ قندھار کی جانب روانہ ہوا ۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے نقارہ عنایت ہوا اور وہ سعید خاں ظفر جنگ کے ہمراہ جمو کے زمیندار جگت سنگھ کی تنبیہ کے لیے کہ جو مخالف ہو گیا تھا ، تعینات ہوا ، اور پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور شاہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ قندھار کی جانب روانہ ہوا ۔ اٹھارھویں سال جلوس میں [۲۹۸] امیرالامرا علی مردان کے ساتھ بلخ و بدخشاں کی فتح کے لیے مقرر ہوا اور اس کے بعد شاہزادہ مراد بخش کے ہمراہ اس سمت کو گیا ۔

جب بلخ فتح ہو جانے کے بعد شاہزادہ مذکور (مراد بخش) اس ملک سے دل برداشتہ ہو کر بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا تو وہ بھی پشاور چلا گیا ۔ چونکہ اس جنگ میں تعینات شدہ لوگوں کو اٹک عبور کرنے کی ممانعت تھی اس وجہ سے وہ وہاں (پشاور) مقیم ہو گیا ۔ اس کے بعد شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ساتھ بلخ و بدخشاں کی طرف واپس لوٹ گیا اور اوزبکوں کی جنگ میں ہر ممکن کوشش کی اور فتح حاصل کر لی ۔ صوبہ مذکور (بدخشاں) سے شاہزادے کی واپسی کے بعد اس کو وطن کی اجازت ملی ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ قندھار کی مہم پر تعینات ہوا اور وہاں سے رستم خاں کے ساتھ قزلباش کے دفع کرنے کے لیے چلے سے روانہ ہو گیا اور پوری پوری کوشش کی اور اصل و اضافہ کے بعد پنج ہزاری

ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ اس کے بعد دوبارہ شہزادہ مذکور کے ہمراہ مہم مذکور پر مامور ہوا مگر بیماری کی وجہ سے پشاور میں رہ گیا ۔ جب اس نواح میں بادشاہ پہنچا تو وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وطن کی اجازت حاصل کی اور تیسری مرتبہ دارا شکوہ کے ہمراہ قندھار کی مہم پر گیا اور وہاں سے رستم خاں کے ہمراہ قلعہ بست فتح کرنے کے لیے گیا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں علامی سعداللہ خاں کے ہمراہ [۲۹۹] چتور کے منہدم کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔

اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں معظم خاں وغیرہ کے ساتھ دکن کی جانب محمد اورنگ زیب بہادر کے پاس پہنچا ۔ عادل خانیوں کی جنگ میں اس نے زبردست کارگزاری کی اور اپنے مقابل کو ختم کر دیا ۔ تین کاری زخم کھا کر اور سخت مجروح ہو کر وہ پیادہ ہو گیا ۔ اس کے ساتھیوں میں سے بہت سے آدمی کام آ گئے ۔ حسن خدمات کے صلے میں اصل و اضافہ کے بعد اسے پنج ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کا منصب ، خلعت خاصہ ، مرصع شمشیر ، عربی گھوڑا مع سنہری زین، ہاتھی اور ہتھنی عنایت ہوئی اور اس کی نقدی کی طلبی میں ایک لاکھ روپیہ اس کی تنخواہ میں مقرر ہوا اور اس کو وطن کی اجازت ملی ۔

مہاراجا جسونت سنگھ کی جنگ میں جو عالم گیر سے ہوئی تھی وہ اپنے ہم قوم راجپوتوں کے ساتھ راجا کی دائیں طرف اس فوج میں تھا ۔ جب جنگ نے زور پکڑا تو وہ عزت کو خاک میں ملا کر اپنے وطن کی جانب فرار ہو گیا ۔

دارا شکوہ کی جنگ کے بعد وہ عالم گیر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔ دارا شکوہ کی دوسری جنگ میں جب اس راجا (رائے سنگھ) کی جاگیر قصبہ تورہ میں شاہی بیگمات کو چھوڑا اور بعض بیگمات کے ساتھ زیادتی ہوئی تو پھر وہ ان کی حفاظت کے لیے وہاں رہا ۔

دوسرے سال جلوس عالمگیری میں امیرالامراء شائستہ خاں کے ساتھ اور ساتویں سال جلوس عالمگیری میں مرزا راجا جے سنگھ کی ہمراہی میں دکن کے علاقے پر تعینات ہوا اور سیوا بھونسلہ کے مقبوضہ قلعوں کو فتح کرنے اور عادل خاں کے ملک کی بربادی میں اس نے پوری جانفشانی اور کوشش کی ۔ اور اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات [۳۰۰] اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا جن میں سے پانسو سوار دو اسپہ و سہ اسپہ تھے ۔ دسویں سال جلوس عالمگیری میں پھر شاہزادہ محمد معظم کے ہمراہ اس جانب (دکن) گیا ۔ سولھویں سال جلوس عالمگیری ۱۰۸۳ھ مطابق ۱۶۷۲ء میں وہ (رائے سنگھ) اس دنیا سے رحمت ہو گیا ۔ اس کے لڑکے مان سنگھ ، مہا سنگھ اور انوپ سنگھ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور خلعت پا کر ممتاز ہوئے ۔

۸۸
راجا رام سنگھ کچھواھہ

مرزا راجا جے سنگھ کا بڑا لڑکا ہے ۔ سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب شاہجہاں بادشاہ اجمیر کی جانب متوجہ ہوا تو وہ اپنے باپ کے ساتھ حاضر ہو کر قدم‌بوس ہوا ۔ اور انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ بادشاہ لاہور سے کابل کی جانب روانہ ہوا تو وطن سے پانسو سواروں کے ساتھ آیا ۔ اسے خلعت اور ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا ، اور متواتر اضافوں کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر پہنچا اور اسے علم مرحمت ہوا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو کا مزید اضافہ ہوا اور ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں پھر اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا ۔

سموگڑھ کی جنگ میں وہ دارا شکوہ کے ساتھ تھا ۔ اس

(دارا شکوہ) کی شکست کے بعد وہ عالم گیرہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ پہلے سال جلوس عالم گیری میں شاہزادہ محمد سلطان اور معظم خان کے ہمراہ شجاع کے تعاقب میں مامور ہوا اور درمیان سفر سے جھوٹوں کے افواہ پھیلانے کی وجہ سے کہ جو دارا شکوہ کی دوسری جنگ کے بعد پھیلا رکھی تھی وہ ہمت ہار بیٹھا ۔ کچھ دنوں تک شہزادہ (محمد سلطان) کے حضور میں ترک آمد و رفت ، سلام [۲۰۱] اور مجرائی بھی رہی ۔ اس کے بعد وہ واپس ہو گیا ۔ تیسرے سال جلوس عالم گیری میں سلیمان شکوہ کے لانے کے لیے روانہ ہوا کہ جو سری نگر کے زمیندار کے پاس تھا اور اس (زمیندار) نے مرزا راجا جے سنگھ کے ہمراہ اس (سلیمان شکوہ) کو حضور میں بھیجا نے کر لیا تھا ۔ وہ زمیندار کے لڑکے کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں آیا اور مرزا راجا کے مہم دکن پر معینات ہو جانے کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں رہا ۔

جب آٹھویں سال جلوس عالم گیری میں معلوم ہوا کہ سیوا بھونسلہ اس کے باپ (راجا جے سنگھ) کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں آنا چاہتا ہے ، تو اس (راجا رام سنگھ) کو خلعت ، مرصع زیور اور ایک ہتھنی عنایت ہوئی ۔ اور جب سیوا مد کور اپنے لڑکے سنبھا کے ساتھ دکن سے آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ، تو پہلے ہی دن بادشاہ (عالم گیر) نے اس کی پیشانی سے غرور کی علامتیں ملاحظہ فرما لیں اور (راجا رام سنگھ) سے کہ جو اس کے لانے کا ذریعہ تھا ، بہ تاکید فرمایا کہ اس کو اپنے پاس ٹھہرانے اور اس کے حالات سے ہوشیار رہے ۔ جب وہ مکار (سیوا بھونسلہ) حیلہ بازی سے کہ جو راجا ساہو بھونسلہ کے حالات میں تحریر ہے ، پوشیدہ طریقے سے وہاں سے نکل کر فرار ہوگیا ، تو اس (رام سنگھ) پر اس بے خبری کی وجہ سے عتاب نازل ہوا ۔ منصب میں تغیر اور سلام کی ممانعت ہو گئی اور اس طرح اس پر غصے کا اظہار ہوا ۔

باپ (مرزا راجا جے سنگھ) کے مرنے کے بعد دسویں سال

جلوس عالم گیری میں اس پر بادشاہ کی نظر عنایت ہوئی اور وہ خلعت ، مرصع جمدھر مع آویزۂ مرواریدی ، مرصع شمشیر اور عربی گھوڑا مع طلائی ساز و سامان اور خاصہ کا ہاتھی جس پر زربفت کی جھول اور نقرئی ساز و سامان تھا ، راجا کا خطاب اور چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب سے سرفراز ہوا [۳۰۲] ۔

اسی سال کے آخر میں جب بنگالہ کی سرحد گواہٹی پر باشندگان آسام کی ہنگامہ آرائی اور وہاں کے تھانیدار سید فیروز خاں کے قتل کی خبر بادشاہ (عالم گیر) کو معلوم ہوئی تو بادشاہ نے ایک بڑی فوج کے ساتھ اس (راجا رام سنگھ) کو اس طرف جانے کا حکم دیا اور اس کے منصب میں ہزاری ذات اور ہزار سوار کا اضافہ ہوا ۔

انیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ اس مہم سے واپس آ کر بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا اور موت آنے پر اس نے اس دنیا کو چھوڑ دیا ۔ اس کا لڑکا کنور کشن سنگھ جو باپ کی زندگی ہی میں مناسب منصب پر فائز ہو گیا تھا ، کچھ عرصے تک کابل میں تعینات رہا ۔ اس کے بعد خانہ جنگی میں زخمی ہو کر ختم ہو گیا ۔

اس کا لڑکا بشن سنگھ ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور اپنے دادا کے مرنے کے بعد وہ راجا کے خطاب اور دوسری نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔ کچھ عرصے تک راٹھوروں (راجپوتوں) کی تنبیہ پر اور کچھ عرصے تک اسلام آباد کی فوج داری پر تعینات رہا ۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ۔

اس کے مرنے کے بعد چوالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کا لڑکا بجے سنگھ راجا جے سنگھ کے خطاب اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ پینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں جملۃالملک اسد خاں کے ساتھ کھیلنا کی فتح کے لیے روانہ ہوا ۔ اس کے حالات

علیحدہ درج ہے[1] -

۸۹

رشید خان الہام اللہ

رشید خان انصاری کا دوسرا لڑکا ہے - جب اس کا باپ رشید خان انصاری شاہجہان بادشاہ کے پانچویں سال جلوس میں فوت ہو گیا [۳۰۰] تو بادشاہ (شاہجہان) نے اس کے بعد اس کے بڑے بھائی اسد اللہ کے منصب میں اضافہ کرکے نوازش فرمائی - اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب اسد اللہ جو جاندور کی تھانیداری پر مامور تھا ، اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور وہ (اسد اللہ) ایلچپور کے انتظام اور جاگیرداری پر مقرر ہوا تو اس (الہام اللہ) کو جاندور کی تھانیداری سپرد کی گئی -

تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب اس کا چچا ہادی داد خان مر گیا اور اس کے خاندان میں اس سے بہتر کوئی اور آدمی نہ تھا تو اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزاری پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب سے سرفراز ہو کر آیا (چچا کی جگہ) تاکہ ہادی داد خان کی جماعت منتشر نہ ہو جائے۔

جس زمانے میں کہ اورنگ زیب بہادر دکن سے ہندوستان روانہ ہوا تو وہ شاہزادہ (اورنگ زیب) کے ساتھ رہا - مہاراجا جسونت سنگھ کی جنگ کے بعد خلعت ، علم ، اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا جن میں سے پانسو سوار دو اسپہ و سہ اسپہ تھے اور اس کو باپ کا خطاب (رشید خان) مرحمت ہوا -

داراشکوہ کی پہلی جنگ کے بعد اس کو بیس ہزار روپے

---

۱ - ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۲۳۸-۲۴۱ (ق)

انعام ملا ۔ سلطان شجاع کے معرکے کے بعد وہ معظم خاں سپہ سالار کے ساتھ شاہزادہ محمد سلطان کے تعیناتیوں میں مامور ہو کر بنگالہ کی جانب گیا ۔ اس ملک کے معرکوں اور مصیبتوں میں اس نے سردار کے ساتھ انتہائی جانبازی کے ساتھ کام کیا ۔ دشمن کے دفع کرنے میں اس نے پوری کوشش کی ۔

سپہ سالار (معظم خاں) کے ہمراہ ملک کوچ بہار اور کوچ آسام کے معاملات میں اس نے بہت کوشش کی ۔ پانچویں سال جلوس عالم گیری میں جب وہاں سے واپسی ہوئی [۳۰۳] تو بادشاہ کے حکم کے مطابق سرکار کام روپ کی فوج داری پر تعینات ہوا ۔ کچھ عرصے تک اڑیسہ کا صوبے دار رہا ۔ انیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہاں سے معزول ہو گیا[۱] اور دکن کی مہم پر مامور ہوا ۔ کچھ مدت تک ناندیر کا فوجدار رہا اور وقت موعود پر چل بسا[۲] ۔

۹۰

راؤ بھاؤ سنگھ ہادا

راؤ سترہ سال کا لڑکا ہے کہ جو سموگڑھ کے نزدیک کی لڑائی میں داراشکوہ کی ہراولی میں تعینات تھا اور بہت بہادری دکھا کر قتل ہوا تھا ۔ عالم گیر بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں (راؤ بھاؤ سنگھ) وطن سے آیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوا کے منصب ، علم ، نقارہ

---

۱ ۔ اڑیسہ کی معزولی کے لیے ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری صفحہ ۱۵۰ (ب)

۲ ۔ چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کے متعلق حوالہ ملتا ہے کہ اس سے آسام کی مہم کے مصارف کی معلومات حاصل کی گئی ۔ (مآثر عالم گیری صفحہ ۲۲۳) (ب)

راؤ کے خطاب اور بوندی وغیرہ کے محالات کی زمینداری پر اپنے بزرگوں کی طرح فائز ہوا ۔

شجاع کی لڑائی میں شاہی توپ خانے پر جو آگے آگے چلتا ہے ، تعینات تھا اور شجاع کے فرار ہونے کے بعد شاہزادہ محمد سلطان کے ہمراہ اس کے تعاقب پر مامور ہوا ۔ جب شاہزادہ (محمد سلطان) کا لشکر ملام پر پہنچا ہے کہ جو بنگالہ کے راستے میں واقع ہے اس طرف نکل گیا تو راؤ بھاؤ سنگھ شہزادے سے اجازت لیے بغیر علیحدہ ہو گیا اور واپس چلا آیا ، پھر دکن پر تعینات ہوا¹ ۔

تیسرے سال جلوس عالمگیری میں امیرالامرا شائستہ خان کے ساتھ قلعہ اسلام آباد عرف چاکنہ کے محاصرے پر مقرر ہوا ۔ (چاکنہ کا قلعہ) سلطان علاءالدین بن احمد شاہ بہمنی کے سردار ملک التجار نے بنوایا تھا جبکہ وہ ملک کوکن کی فتح کے لیے مامور ہوا تھا [۵۰۰] ۔ قلعے کے محصورین نے پریشان ہو کر اس کے توسط سے قلعہ (شاہی آدمیوں کے) سپرد کر دیا ۔

جب شائستہ خان دکن سے معزول ہوا اور مہاراجا جسونت سنگھ ، سیوا کی تنبیہ کے لیے اس ضلع میں مقیم ہو گیا تو وہ بھی اس کے ہمراہیوں میں وہیں رہا ۔ چونکہ راؤ بھاؤ سنگھ کی بہن مہاراجا کی بیوی تھی اس لیے مہاراجا نے اپنی بیوی کو وطن سے بلا کر اس (بیوی) کو وسیلہ بنایا کہ وہ (بھاؤ سنگھ) راجا سے موافقت کرے ، لیکن راؤ بھاؤ سنگھ نے نمک حلالی کو مقدم سمجھا اور اس کی موافقت اختیار نہ کی ۔ مرزا راجا جے سنگھ کے دکن پہنچنے کے بعد لڑائیوں میں وہ اس کے ساتھ رہا ۔

نویں سال جلوس عالم گیری میں دلیر خاں کے ہمراہ چاندہ

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو عالم گیر نامہ صفحہ ۵۹۸ (ب)

کے زمیندار کے سر پر پہنچا ۔ نسخۂ دلکشا[1] سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مدت تک اورنگ آباد میں رہا ۔ سلطان محمد معظم کے ساتھ اس نے بہت تعلقات پیدا کر لیے تھے ۔ اکیسویں سال جلوس عالم گیری مطابق ۱۰۸۸ھ ، ۱۶۷۷ع میں اس کا انتقال ہو گیا[2] ۔

چونکہ اس کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اس کے وطن کی سرداری اس کے بھائی بھگونت سنگھ کے پوتے انروده سنگھ پسر کشن سنگھ کو ملی کہ جس (کشن سنگھ) کو سلطان محمد اکبر نے اوجین کی صوبے داری کے ابتدائی زمانے میں بلایا تھا اور کچھ ناشائستہ حرکات کی وجہ سے اس کو جمدھر سے قتل کر دیا تھا ۔

اس (انروده سنگھ) کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا بدھ سنگھ باپ کی جگہ وطن کی سرداری پر فائز ہوا ۔ بہادر شاہ اول کی تعیناتی کے زمانے میں وہ (بدھ سنگھ) مدت تک کابل میں رہا ۔ جب عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد [۳۰۶] بہادر شاہ اول اور اعظم شاہ کے درمیان مخالفت ہو گئی اور پہلا شخص (بہادر شاہ اول) کامیاب ہوا ، تو اس (بدھ سنگھ) کو رام راجا خطاب ملا ۔ ہزار و پانصدی منصب اور موضع... و کوٹہ کی زمینداری ملی کہ جو مادھو سنگھ بادا کے پوتے رام سنگھ کے متعلق تھی اور وہ اعظم شاہ کے ساتھ مارا گیا ۔ اور اس (رام سنگھ) کے لڑکے بھیم سنگھ سے اس کا جھگڑا ہو گیا ۔ اس کے مر جانے کے بعد اس کا لڑکا امید سنگھ کچھ عرصے تک اپنے وطن کی حکومت پر فائز رہا اور

---

۱ ۔ اس کتاب میں دکن کے تاریخی واقعات ہیں اور یہ کتاب بھیم سین کائستھ کی تالیف ہے ۔ اس کا ترجمہ Jonathan Scott نے کیا ہے جو Journal Kept by a Bondela Officer کے نام سے چھپ چکی ہے (ب)

۲ ۔ ٹاڈ نے لکھا ہے کہ وہ ۱۶۸۲ع میں اورنگ آباد میں فوت ہوا (ب)

پھر (وطن کی حکومت) اپنی اولاد کو چھوڑ گیا - اس تحریر کے زمانے میں اس کا پوتا کشن سنگھ اپنے وطن میں مقیم ہے -

۹۱
رضوی خان سید علی

صدرالصدور میراں سید جلال بخاری کا دوسرا لڑکا ہے کہ جس کے حالات علیحدہ درج ہو چکے ہیں - جب شاہجہاں بادشاہ بیسویں سال جلوس میں دارالسلطنت (لاہور) سے کابل کی طرف متوجہ ہوا تو (بادشاہ نے) سید جلال کو کہ جو اس زمانے میں بیمار تھا (دارالسلطنت لاہور) میں چھوڑ دیا اور اس (رضوی خان سید علی) کو اپنے ساتھ لیا تا کہ اپنے باپ کی نیابت میں منصفہ کام انجام دے -

باپ کے مرنے کے بعد اس کے منصب میں دو سو کا اضافہ ہوا اور اس طرح وہ ایک ہزاری ذات اور دو سو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہوا - بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جواہر خانے اور مرصع آلات کی داروغگی پر [۳۰۷] مقرر ہوا ، اور اسی سال اس کے منصب میں پانسو ذات اور پچاس سوار کا اضافہ ہوا -

چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مذکورہ داروغگی سے وہ معزول کر دیا گیا اور میر صالح خوش نویس کے انتقال کے بعد کتاب خانے اور نقاش خانے کی داروغگی پر مقرر ہوا - پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ایک سو پچاس سوار کا مزید اضافہ ہوا -

اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزار پانسو ذات اور پانسو سوار کے منصب اور رضوی خان کے خطاب سے سرفراز ہوا اور دوست کام کی بجائے صوبہ احمد آباد کی

واقعہ نویسی اور بخشی گری اور اس صوبے کی امینی اسی اسے ملی۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ وہاں سے تبدیل ہو کر بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور صوبوں کے واقعات بادشاہ کے حضور میں پیش کرنے کی خدمت پر تعینات ہوا۔

جب سلطنت پر عالم گیر بادشاہ کا قبضہ ہوا تو وہ بادشاہ (عالم گیر) کے حضور میں حاضر ہوا۔ دوسرے سال جلوس عالم گیری میں بارہ ہزار روپے سالانہ اس کا وظیفہ مقرر ہوا اور اس نے خانہ نشینی اختیار کر لی۔

پانچویں سال جلوس عالم گیری میں پھر اس پر بادشاہ کی نظر عنایت ہوئی اور اسے دو ہزار پانسو ذات اور چار سو سوار کا منصب، خلعت اور مینا کاری کیا ہوا جمدھر مرحمت ہوا۔ نویں سال جلوس عالم گیری میں رشیدا خوش نویس کی بجائے بیگم صاحب کی سرکار کا دیوان مقرر ہوا اور اس کے منصب میں سو سوار کا اضافہ ہوا۔ دسویں سال جلوس عالم گیری میں عابد خان کے بجائے وہ صدارت عظمیٰ کی جلیل القدر خدمت، خلعت، اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات، پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا [۳۰۸]۔ چوبیسویں سال جلوس عالم گیری، مطابق ۱۰۹۱ھ، ۱۶۸۰ء میں اس کا نتقال ہوا۔

۹۲

رندولہ خاں غازی

بیجاپور کا رہنے والا ہے۔ سلطان محمد اورنگ زیب بہادر کی دکن سے ہندوستان کو واپسی کے دران وہ شہزادے کے ہم رکاب ہو گیا اور اس نے معرکوں میں پسندیدہ کارگزاری دکھائی۔ مہاراجا جسونت سنگھ کی جنگ کے بعد رندولہ خاں کے خطاب اور اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے

منصب پر سرفراز ہوا کہ جن میں ایک ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ تھے ۔

دارا شکوہ کی پہلی جنگ کے بعد اسے (رندولہ خاں) کو دس ہزار روپے کا انعام ملا ۔ اس کے بعد وہ شیخ میر خوافی کے ساتھ سلیمان شکوہ کا راستہ روکنے کے لیے تعینات ہوا ۔

اس کے بعد وہ دکن کی مہم پر متعین ہوا اور شاہی لڑائیوں میں شریک رہا ۔ نویں سال جلوس عالم گیری میں دلیر خاں داؤد زئی کے ساتھ چاندہ کے زمیندار کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا ۔ چھبیسویں سال جلوس عالم گیری مطابق ۱۰۹۴ھ ۱۶۸۳ء میں اس کا انتقال ہوگیا[۱] ۔

۹۳
روح اللہ خاں اول

خلیل اللہ خاں یزدی کا دوسرا لڑکا ہے ۔ دوسرے سال جلوس عالم گیری کے آخر میں امیرالامرا شائستہ خاں کی لڑکی کے ساتھ اس کا عقد ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد اسے ایک ہزار پانسو کا منصب اور خان کا خطاب ملا اور چھٹے سال جلوس عالم گیری میں وہ احدیوں کا میر بخشی مقرر ہوکر [۳۰۹] بادشاہ کی عنایات سے سرفراز ہوا ۔ دسویں سال جلوس عالم گیری میں دو ہزاری منصب اور آختہ بیگی کی خدمت پر مقرر ہوا ۔

سولھویں سال جلوس عالم گیری میں دھاموئی کی فوج داری پر مقرر ہوا اور اسی زمانےمیں کسی وجہ سے منصب سے معزول کردیا گیا۔ اس کے بعد اٹھارھویں سال جلوس میں ایک ہزار پانسو ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوکر سہارن پور کی

---

۱ ۔ ماثر عالم گیری (صفحہ ۲۴۴) میں اس کی تاریخ انتقال ۴ ربیع الثانی ۱۰۹۵ھ دی ہوئی ہے (ب)

فوج‌داری پر روانہ ہوا اور انیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں پھر آختہ بیگی کی خدمت پر مقرر ہوا ۔

بیسویں سال جلوس عالم گیری میں اشرف خاں کی بجائے وہ خانسامانی کی خدمت پر مقرر ہوا۔ بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں داراب خاں کے انتقال کے بعد میر آتش مقرر ہوا ۔ چوبیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں عاقل‌خاں خاں کی بجائے وہ بخشی‌گری دوم کے عہدے پر فائز ہوا ۔ جب بادشاہ دکن پہنچا تو وہ کارگزاری اور خدمت کرنے کی وجہ سے پہلے سے مفسدوں کی تنبیہ اور مقابلے کے لیے تعینات کر دیا جاتا تھا ۔

چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کی والدہ ماجدہ حمیدہ بانو بیگم کا انتقال ہوگیا کہ جو عالم گیر بادشاہ کی خالہ ہوتی تھی ۔ ادشاہ عالم گیر کی دوسری لڑکی نواب زیب النساء بیگم کہ جس سے بادشاہ کو اپنی تمام لڑکیوں کے مقابلے میں سے سب زیادہ خصوصیت تھی ، روح اللہ خاں کے مکان پر ماتم پرسی کے لیے گئی ۔ بادشاہزادہ محمد کام بخش اس کو ماتم (کی مجلس) میں سے اٹھا کر بادشاہ کے حضور میں لایا اور اس پر بادشاہ کی مختلف [۳۱۰] نوازشیں ہوئیں ۔ اسی سال وہ کوکن کی طرف گیا اور واپس آیا ۔

اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے نقارہ عنایت ہوا اور بیجا پور کے مفسدوں کی تنبیہ کے لیے کہ جس کا محاصرہ شاہزادہ محمد معظم شاہ کیے ہوئے تھا ، روانہ ہوا اور اسی سال کے آخر میں جب بادشاہ شولاپور کے نواح میں پہنچا ہوا تھا تو وہ بیجاپور سے بادشاہ کے حضور میں آیا اور خان فیروز جنگ کی بجائے احمد نگر میں قیام کے لیے روانہ ہوا اور تیسویں سال جلوس عالم گیری کے ماہ ذی قعدہ میں کہ فتح بیجاپور کو ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اشرف خاں کے انتقال کے بعد وہ میر بخشی گری کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

اسی دوران میں جب بادشاہ حیدرآباد کے فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا تو اصل و اضافہ کے بعد روح اللہ خان پانچ ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور صوبہ بیجاپور کے پہلے ہونے علاقے کے انتظام کے لیے اسے چھوڑ دیا گیا۔ جب گلکنڈہ کے مستحکم قلعے کے محاصرے میں زیادہ عرصہ گزر گیا تو خان مذکور بادشاہ کے حسب طلب حضور میں حاضر ہوا اور قلعے کے فتح کرنے پر مامور ہوا۔ خان مذکور (روح اللہ خان) نے مکر نصرت کی بنا پر فریب اور چاپلوسی کی پالیسی اختیار کی اور رن مست خان کلاں کے وسیلے سے عبداللہ خان پنی بیجاپوری عرف سر انداز خان کو اس نے اخلاص و دوستی کی راہ سے ہٹا کر اپنے ساتھ ملا لیا کہ جو بیجاپور کی فتح سے پہلے شاہی ملازم تھا ، پھر ابوالحسن سے مل گیا تھا اور اس کا معتمد بن گیا تھا۔ [۳۱۱]

چنانچہ وہ بے مروت اور احسان‌فراموش (عبداللہ خان) چوبیس ذی‌قعدہ (۲۱ ستمبر ۱۶۸۷ء) کو آدھی رات کے وقت عشی الملک کو رن مست خان اور مختار خان کے ساتھ کہ جو موقع کی تلاش میں قلعے کے گرد گھوم رہے تھے ، کھڑکی کے راستے سے کہ اس دروازے کی نگرانی اس نامعتبر کے سپرد تھی ، قلعے میں لے آیا۔ عشی الملک بکمال‌گی وہاں کے حاکم ابوالحسن کے مکان میں کہ جو غفلت کی نیند سو رہا تھا ، پہنچا ، اور وہ (ابوالحسن) یا اس کے ساتھیوں میں سے کوئی ہاتھ پیر مارے کہ اس سے پہلے اس (ابوالحسن) کو قید کر لیا[1]۔

کہا جاتا ہے کہ جب عشی‌الملک کے پکڑنے کی آواز بلند

۱۔ ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری صفحہ ۲۹۹ و خافی خان جلد دوم صفحہ ۳۶۱—۳۶۲۔ کھرکی کے بجائے کرکی ہو جانا چاہیے جو کہ اورنگ آباد کا پرانا نام ہے (ب)

ہوئی تو محل کے رہنے والوں میں رونا پیٹنا شروع ہوگیا ، لیکن ابوالحسن مطلق نہ گھبرایا اور ہر ایک کو تسلی دینے لگا اور ہر ایک سے معافی مانگ کر رخصت ہوا اور اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا اور نئے یاروں کے پاس پہنچا ، ناخواندہ مہمانوں سے سلام علیک کرنے میں سبقت کی ۔ اس کی پیشانی پر شکن تک نہ پڑی ۔ سلطنت کے وقار کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور صبح ہونے تک صحبت گرم رہی۔ اور جب باورچی خانے کا داروغہ کھانا کھانے کی بابت خبر لایا تو اس (ابوالحسن) نے تمام لوگوں کو کھانا کھانے کے لیے کہا ۔ روح اللہ خاں نے تعجب سے دریافت کیا کہ یہ کھانے کا کون سا وقت ہے ؟ ابوالحسن نے مطلب کو نہ سمجھ کر یا عمداً کہا کہ میرے کھانے کا یہی وقت ہے ۔ روح اللہ خاں نے کہا کہ میں جانتا ہوں ، لیکن اس پریشانی کی حالت میں کھانے کی طرف رغبت کیسے ہوگی ؟ اس نے جواب دیا کہ تم صحیح کہتے ہو ، لیکن میرا اعتقاد [۲۱۲] یہ ہے کہ خدا اپنے بندے سے کسی وقت بھی کرم کی نظر نہیں پھیرتا ۔ مدتوں میں نے فقیری اور مفلسی میں زندگی گزاری ہے ۔ ایک مرتبہ بادشاہی مل گئی جس کا وہم و خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا ، اب کہ کچھ اعمال کی پاداش کا وقت ہے ، میرے اختیارات کو عالم گیر بادشاہ کے سپرد کیا جا رہا ہے تو یہ شکر کا موقع ہے نہ کہ شکایت کا[1] ۔

مختصر یہ کہ اس فتح کے بعد جو اکتیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۹۸ھ مطابق ۱۶۸۷ع میں واقع ہوئی 'فتح قلعہ گولکنڈہ مبارک باد' اس کی تاریخ ہے[2] ، بادشاہ نے بیجاپور کی

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو خافی خاں ، جلد دوم صفحہ ۳۶۳—۳۶۵ وسیرالمتاخرین (کلکتہ ایڈیشن) جلد چہارم صفحہ ۲۳۱ (ب)

۲ ۔ یہ تاریخ میر عبدالکریم نے نکالی ہے ۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۳۰۰ (ب)

وسیع مملکت کے انتظام کا قصد کیا اور حیدرآباد کی حکومت جو دارالجہاد مشہور ہوگیا تھا ، روح اللہ خان کے سپرد کی ۔ اس کے بعد وہ (روح اللہ خاں) بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور تینتیسویں سال جلوس عالم گیری کے شروع میں قلعہ راہنے چور کو ہلجت کافروں کے قبضے سے نکالنے پر تعینات ہوا ۔ خاں مذکور (روح اللہ خاں) نے نہایت کوشش سے اس مستحکم قلعے کو فتح کرلیا ۔ (اس پر) اس کی بہت تعریف ہوئی ۔ اس (قلعے) کا نام فیروز نگر رکھ دیا گیا ۔ پینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں سکر اور وا نکیرہ کے زمیندار کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا ۔

چھتیسویں سال جلوس عالم گیری کے شروع میں بادشاہزادہ شاہ عالم بہادر کے دوسرے لڑکے شاہزادے محمد عظیم کے ساتھ اپنی دختر نیک اختر عائشہ بیگم کا عقد کردیا اور اسی سال کے آخر ۱۱۰۳ھ مطابق ۹۲—۱۶۹۱ع میں قطب آباد گنگا میں وفات پائی ۔

'روح در تن ملک نماند'

۱۱۰۳ھ

سے اس کی تاریخ (وفات) نکلتی ہے [۳۱۳] ۔

جب اس کے نزع کا وقت آیا اور عالم گیر بادشاہ اس کی عیادت کے لیے گیا تو اس طریقۂ اخلاص میں مصروف اور راہ بندگی میں منہمک رہنے والے نے اس وقت جبکہ نزع کا عالم تھا یہ شعر پڑھا :

چہ نیاز رفتہ باشد ز جہاں نیازمندی
کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

خاں مذکور نہایت باشعور اور دانش مند تھا ۔ وہ نہایت نیک اطوار اور پسندیدہ خصلت کا مالک تھا۔ خوش تقریر اور آداب گفتگو سے واقف تھا ۔ اس کی اکثر درخواستیں بادشاہ کے حضور میں مقبول اور منظور ہوتی تھیں ۔

عجیب بات یہ تھی کہ عالم گیر بادشاہ کا مزاج دینداری کی طرف بہت مائل اور یہاں مہم سازی اور معرکہ آرائی کی گرم بازاری اور داد و ستد سے واسطہ تھا، لیکن اس کا اعتبار اس درجہ ہوگیا تھا کہ باوجودیکہ مزاج بادشاہ سے آگاہ تھا، کہ اس کے ارادے کے خلاف کچھ کہنے کا موقع ہی نہ تھا (پھر بھی) اس طرح سے بات کو سنبھال بنا کر عرض کیا کرتا تھا کہ بادشاہ چار و ناچار اس کو منظور ہی کر لیتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک راجا نے کہ جس کی مالی حالت دکن کی مہم کے طویل ہو جانے اور ہندوستان سے اس کی جاگیر کا روپیہ نہ پہنچنے کی وجہ سے خراب ہوگئی تھی، روح اللہ خاں کے ذریعے سے کئی بار امداد کے طور پر شاہی خزانے سے روپیہ لیا۔ اس نے پھر مدد کی درخواست کی؛ خان مذکور (روح اللہ خاں) قبول نہیں کرتا تھا۔ راجا نے مجبور ہو کر عرض کیا کہ اس مرتبہ جو کچھ مجھے سرکاری خزانے سے دلوائیں، اس میں سے ایک حصہ مجھے دے دیں اور دو حصے اپنی محنت کے عوض میں آپ خود لے لیں۔ خان مذکور (روح اللہ خاں) نے اس کے حالات کو ایسے شائستہ عنوان سے بیان کیا کہ تیس ہزار روپیہ پھر [۳۱۰-] اس کے لیے منظور ہوگیا، اور جو بات طے ہو چکی تھی، اس کے مطابق دس ہزار روپے اس کو دے دیے۔ حاسدوں نے اس معاملے کو بےکم و کاست بادشاہ (عالم‌گیر) تک پہنچا دیا۔ عالم‌گیر بادشاہ نے دو تین روز بعد خان مذکور سے دریافت کیا کہ کیا راجا نے شاہی خزانے سے روپیہ لیا ہے؟ اس نے فوراً جواب میں عرض کیا کہ یہ لوگ خودغرضی کی بنا پر ہر وقت آ جاتے ہیں اور ڈھٹائی دکھاتے ہیں۔ ہم غلاموں کو ہر وقت عرض کرنے کی جرأت نہیں ہوتی ہے۔ میں نے اس وقت دس ہزار روپیہ عرض کنندہ (راجا) کو دے دیا ہے اور باقی محفوظ ہے۔ اس کی درخواست کے وقت بتدریج دیا جائے گا۔

مختصر یہ کہ وہ سردار پسندیدہ منش تھا ۔ دوسروں کو فیض پہنچانے اور مخلوق کی حاجت روائی میں کوشش کرتا تھا ۔ وہ نزدیک اور دور رہنے والوں کے کاموں کے پورا کرنے میں سعی کرتا تھا اور عالم‌گیری امرا میں وہ سخاوت اور خوش مزاجی میں بے مثل تھا ۔

اس کا بڑا لڑکا سیف اللہ خاں باپ کے فوت ہونے کے چھ ماہ بعد مر گیا ۔ اس کا دوسرا لڑکا خانہ زاد خاں ہے کہ اس کو باپ کا خطاب ملا ہوا ہے ۔ اس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔ اس کا تیسرا لڑکا بیرام خاں محمد باقر ہے ۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں بھی زندہ اور جاگیر پر قابض تھا ۔

۹۳

روح اللہ خاں خالہ زاد خاں

روح اللہ خاں اول کا لڑکا ہے ۔ شروع میں مناسب منصب اور خانہ زاد خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ اورنگ آباد یا احمد نگر سے کہ جہاں بادشاہ کا قیام تھا ، بادشاہ کی منظور نظر اودے پوری بیگم کے لانے [۲۱۵] کے لیے تعینات ہوا ۔

تینتیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں جب کہ قلعہ فیروز نگر عرف رائے چور جو اس کے باپ روح اللہ خاں کی کوشش سے فتح ہوا تھا ، تو وہ شاہانہ نوازش سے مشرف ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد اسے ایک ہزار پانسو ذات اور چھ سو سوار کا منصب عنایت ہوا اور پینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور سات سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

جب چھتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کے باپ (روح اللہ خاں اول) کا انتقال ہو گیا تو اسے اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور مخلص خاں

کی بجائے قوربیگی کی خدمت سپرد ہوئی ۔

اڑتیسویں سال جلوس عالم گیری میں (بادشاہ کی) ذات خاص کے ملازمین کا داروغہ مقرر ہوا اور اس کے بعد مختار خاں کی بجائے میر آتش کا عہدہ ملا اور اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا ۔ انتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ ایک فوج کے ساتھ تنہا کھوروپرہ کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوا ۔ قضا را اسے بہت نقصان اٹھانا پڑا کہ جس کی تفصیل قاسم خاں کرمانی کے حال میں تحریر ہوئی ہے کہ اس نے اپنے ساتھ کے سامان کو دے کر مرہٹوں کے ہاتھ سے چھٹکارا پایا ۔ بادشاہ نے اس خبر سے مطلع ہونے کے بعد اس کو صوبۂ بیدر کے انتظام کے لیے تعینات کر دیا ۔

چالیسویں سال جلوس عالم گیری کے آخر میں وہ بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ اکتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے روح اللہ خاں کا خطاب ملا اور فاضل خاں برہان الدین کی بجائے کہ جس نے استعفا دے دیا تھا ، خانسامانی کی خدمت اس کے سپرد ہوئی ۔ اس کے بعد سیادت خاں سید اوغلان کے انتقال کے بعد اسے دیوان خاص کی داروغگی بھی عنایت ہوئی [۳۱۶] ۔

تیتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں ذوالفقار خاں کی بجائے اسے (بادشاہ کی) ذات خاص کے ملازمین کی داروغگی سپرد ہوئی ۔ قلعہ ستارہ اور قلعہ پرلی کی فتح میں اس نے مناسب خدمات انجام دیں ۔ چوالیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں مخلص خاں کے انتقال کے بعد وہ بخشی‌گری دوم کی خدمت پر تعینات ہوا اور قلعہ سخرلنا کی فتح کے بعد اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔

اڑتالیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۱۱۵ھ مطابق ۴-۱۷۰۳ع میں عین جوانی کے عالم میں اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس کے لڑکوں خلیل اللہ خاں اور اعتقاد خاں کو ماتمی خلعت ملے ۔ دوسرے لڑکے (اعتقاد خاں) کو روح اللہ خاں کا خطاب عنایت ہوا ۔ (دونوں لڑکے) بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر قلعہ

مشرف ہوئے۔ اس مرحوم کی لڑکی کو پانچ ہزار روپیہ کی قیمت کے جواہر عنایت فرما کر تسلی دی گئی۔

۹۵
راؤ دلپت بندیلہ

وہ راؤ سبھ کرن بن بھگوان رائے بن راجا برسنگھ دیو کا لڑکا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس قوم (بندیلہ) کے بزرگوں کا وطن کاسی ہے۔ ان کے بزرگوں میں سے ایک شخص وہاں سے آ کر کھیرا گڑھ کٹک میں رہنے لگا اور کھہروار کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ اس زمانے سے بہت پہلے کاسی راج نام کا شخص، راؤ دلپت کے سلسلے کا چوبیسواں بزرگ ہے۔ اس علاقے میں کہ جو اب بندیل کھنڈ مشہور ہے، رہنے لگا۔ بندواسی[1] دیوی کی پوجا کیا کرتا تھا، اسی وجہ سے بندیلہ نام سے مشہور ہوا۔

شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں اس خاندان کی سرداری راجا پہاڑ سنگھ کے لیے مقرر [۲۱ء] ہوئی۔ اورنگ زیب نے شاہزادگی کے زمانے میں کہ جب وہ حکومت دکن پر مقرر تھا، سبھکرن کو نشان مع زرنقد روانہ کرکے طلب کیا اور اسے ایک ہزاری ذات کے منصب پر سرفراز کیا۔ سید عبدالوہاب جونا گڑھی[2] کہ جو کچھ عرصے سے برہان پور میں سکونت پذیر تھا، بگلانہ کی فتح پر مامور ہوا اور وہ ملک بادشاہ کے قبضے میں آ گیا۔

جب بتیسویں سال جلوس شاہجہانی کے شروع میں شاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) پدر عالی قدر (شاہجہاں) کی عیادت کے لیے

---

۱ - بندھاسنی یا درگا دیوی (ب)

۲ - متن میں لفظ 'بہ اتفاق' رہ گیا ہے جس کے بغیر مطلب واضح نہیں ہوتا (ب)

دارالخلافہ (آگرہ) کو روانہ ہوا تو اجین کے قریب پہنچنے کے بعد مہاراجا جسونت سنگھ سے جنگ ہوئی ۔ (سبھ کرن نے) اس جنگ میں بہت بہادری دکھائی اور وہ زخمی ہوا ۔ دارا شکوہ کی جنگ میں بھی اس نے اسی طرح کی اچھی کارگزاری دکھائی ۔ شجاع کی جنگ کے بعد وہ چنپت بندیلہ کی تنبیہ اور اس کے تعاقب میں روانہ ہوا ۔ اس کے بعد دکن میں تعینات ہوا اور تعلقہ بیجاپور کی مہم میں وہ مرزا راجا کی بائیں طرف کی فوج میں تعینات تھا ۔

دسویں سال جلوس عالم‌گیری میں مرزا راجا سے ناراض ہوکر وہ بادشاہ کے حضور میں چلا آیا اور کابل کے ناظم محمد امین خاں کے ہمراہ تعینات ہوا ۔ چونکہ خان مذکور (محمد امین خاں) سے اس کی موافقت نہ ہو سکی ، اس لیے وہ گیارھویں سال جلوس عالم گیری میں حضور میں طلب کر لیا گیا اور دکن میں تعینات کر دیا گیا ۔ وہ ہمیشہ لڑائیوں میں بہت بہادری دکھاتا تھا ۔

انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب دلیرخاں کی سرداری میں دکنیوں سے جنگ ہوئی تو وہ اپنے لڑکے دلپت کے ساتھ فوج کے پچھلے حصے میں تعینات تھا ۔ بیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ بیمار ہوکر [۳۱۸] دلیر خاں کے پاس سے بہادر گڑھ چلا گیا جہاں اس کا ٹھکانا تھا اور اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ فوت ہو گیا ۔

گیارھویں سال جلوس عالم‌گیری میں راؤ دلپت دو سو پچاس ذات اور اسی سوار کے منصب پر فائز ہوا اور کچھ عرصے کے بعد تین سو ذات اور تین سو سوار کے منصب پر اور باپ (سبھ کرن) کے مرنے کے بعد پانسو ذات اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا لیکن اپنے باپ کے ملازمین کو تسلی اور دلاسا دیتا رہا ۔

بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں دکن کے ناظم خان جہاں بہادر سے ناراض ہوکر بادشاہ کے حضور میں چلا آیا ۔ اس کے بعد اعظم شاہ کے ہمراہ پھر دکن پہنچا اور حسن علی‌خاں عالم‌گیر شاہی

کے ہمراہ ضلع کوکن میں جا کر لڑائیوں میں نمایاں کارگزاریاں کیں ۔ تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد چھ سو ذات اور چھ سو سوار دو اسپہ کے منصب پر اور چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں سات سو ذات اور سات سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

ستائیسویں سال جلوس عالم گیری میں غازی الدین خان کے ہمراہ محمد اعظم شاہ کی فوج کے لیے گھاس ، دانہ وغیرہ لانے کے لیے مقرر ہوا کہ جو بیجاپور کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور مزاحمت کرنے والوں سے اس نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور اصل و اضافہ کے بعد اسے ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کا منصب اور راؤ کا خطاب ملا ۔ تیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب امتیاز گڑھ عرف ادونی بادشاہی قبضے میں آیا تو اصل و اضافہ کے بعد اسے دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کا منصب ، نقارہ اور ادونی کی قلعہ داری مرحمت ہوئی [۳۱۹] ۔

تینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس نے ادونی کی قلعہ داری سے استعفا دے دیا اور بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ اس کے بعد کبھی وہ خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) سے خزانہ لانے اور کبھی شہر مذکور (اورنگ آباد) سے قافلے کو لشکر میں پہنچانے کے لیے تعینات ہوتا رہا ۔ راستے میں اکثر غنیم کی تنبیہ بھی کرتا تھا اور وہ کامیاب رہا ۔

چونتیسویں سال جلوس عالم گیری میں شاہزادہ کام بخش کی تعیناتی میں رہا ۔ جب شہزادہ واکنکیرہ پر پہنچا تو اس نے فوج کے آخری حصے میں نہایت خوش اسلوبی سے کام انجام دیا اور شاہزادے کے ہمراہ جنجی کی جانب کہ وہاں ذوالفقار خان تھا اور غلے کی کمی تھی ، حکم کے مطابق غلہ لے کر پہنچا ۔ ذوالفقار خان نے اس کو فوج کی سیدھی جانب مامور کیا ۔

چوالیسویں سال جلوس عالمگیری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ سینتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں تین ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ انچاسویں سال جلوس عالمگیری میں تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچا ۔

عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد محمد اعظم شاہ کی رفاقت میں ہندوستان گیا اور پانچ ہزاری منصب پر فائز ہوا اور جو جنگ سلطان عظیم الشان سے ہوئی ، اس کی ہراولی میں کام آ گیا ۔

اس کے مرنے کے بعد اس کے لڑکوں بھاری چند اور پرتھی سنگھ میں وطن کے متعلق جھگڑا شروع ہوگیا ۔ اس اثنا میں اس کا بڑا لڑکا رام چندر جو ستارہ گڑھ میں تھا ، (وہاں) پہنچ گیا ۔ جب بھاری چند کی فوج نکل آئی تو اس (رام چندر) نے طرح دے دی اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوگیا اور اس وقت پہنچا جب کہ بہادر شاہ اول کی سواری اجمیر کے قریب تھی ۔ جب اس نے کسی کو [۳۲۰] اپنی جانب متوجہ نہ پایا تو وطن چلا گیا اور اپنے بھائیوں پر غالب آ گیا ۔

اس کے بعد لاہور کے قریب پہنچا اور بہادر شاہ اول کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اور محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں بادشاہی فوج کے ساتھ کوہ جہان آباد کے زمیندار بھگونت سنگھ کے مقابلے کے لیے تعینات ہوا اور اس جنگ میں مردانہ وار مارا گیا ۔

اس قوم (بندیلہ) کے باقی لوگ بادشاہی نوکری کرتے ہیں ۔ ان کے اکثر محالات پر مرہٹوں نے قبضہ کر لیا ہے ۔ اس تحریر کے زمانے میں انگریزوں کی فوج نے کہ جو بنگالہ سے سورت بندر جا رہی تھی ، کچھ عرصے تک ان کے حدود میں مقیم رہ کر لڑا

فصلان چھپایا -[۱]

چونکہ اس تقریب میں فرنگیوں کا ذکر آگیا ہے ، اس وجہ سے اس قوم کے کچھ حالات تحریر کیے جاتے ہیں - پہلے زمانے میں یہ قوم حکام کی اجازت سے سمندر کے کنارے پر سکونت پذیر ہوئی اور رعایا کی طرح رہنے لگی - ان کا حاکم گوا بندر میں رہتا تھا - سلطان بہادر گجراتی کے زمانے میں مکر و فریب سے اجازت حاصل کر لی اور دو قلعے دمن اور بسی (بسین) نہایت مستحکم تعمیر کرائے اور دیہات کو آباد کیا - اگرچہ طول میں چالیس کوس کا علاقہ ان کے قبضے میں تھا ، لیکن عرض میں ایک ڈیڑھ کوس سے زیادہ نہ تھا - وہ پہاڑیوں کی وادیوں میں کاشتکاری کرتے اور اعلیٰ قسم کی چیزیں مثلاً گنا ، اناس اور دھان بوتے تھے - دستور کے مطابق ناریل اور چھالیہ کے درختوں سے بے شمار نقد روپیہ بطور محصول وصول کرتے تھے - [۳۲۱]

وہاں کے مروجہ سکے اشرفی کو کہ جس سے چاندی کے نو آنے والے سکے مراد ہیں ، فرنگ کے سکے کی طرح ڈھالتے تھے اور تانبے کے ٹکڑے تھے کہ جس کو بزرگ کہتے تھے اور ایک پیسے کے چار بزرگ چلتے تھے - رعایا کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتے تھے اور مسلمانوں کے لیے علیحدہ محلہ مقرر کر دیا تھا - لیکن اگر ان (مسلمانوں) میں سے کوئی مر جاتا تھا تو اس کے بچوں کو اپنے طریقے (عیسائیت) کی تعلیم دیتے تھے[۲] -

جب عالم گیر بادشاہ کو یہ حقیقت معلوم ہوئی تو بادشاہی

---

۱ - یہ اضافہ عبدالحیؒ کا کیا ہوا ہے ، لہٰذا یہ واقعہ ۱۷۷۹ع کا معلوم ہوتا ہے کہ اس مہم کا سربراہ کرنل گوڈرڈ (Colonel Goddaro) تھا (ب)

۲ - ملاحظہ ہو خافی خاں جلد اول ، صفحہ ۳۹۹ (ب)

حکم کے مطابق گلشن آباد کا فوجدار معتبر خاں کہ جو ملا احمد نائتہ کا داماد تھا ، ان (پرتگالیوں) پر حملہ آور ہوا اور وہ ان کے چند مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر لایا ۔ اس کے بعد گوا کے کپتان نے نہایت عاجزی سے بادشاہ اور شاہی درباریوں کی خدمت میں عرضداشت بھیجی۔ اس میں تحریر تھا کہ: "ہم لوگ آپ کی طرف سے سمندر کے فسادیوں کے شر کو دفع کرنے کے لیے بغیر تنخواہ کے نوکر ہیں ، اگر آپ کی منشا نہ ہو تو خشکی سے ہٹ کر ہمیشہ کے لیے سمندر کے کنارے پر سب لوگ چلے جائیں۔" ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا گیا اور فرنگی قیدیوں کے رہا کرنے کا فرمان معتبر خاں کے نام صادر ہو گیا ۔

اس کے بعد جہاز گج سوائی پر کہ جو بندر سورت کے نزدیک سب سے بڑا جہاز تھا ، سمندر کے اندر فرنگیوں نے لوٹ مچا کر شاہی موج کو برانگیختہ کر دیا ۔ پھر ان کی تنبیہ کا حکم صادر ہوا لیکن کارکنوں کی بے پروائی سے التوا میں پڑ گیا۱ ۔

اس کے بعد ان کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں ۔ قوم فرانس کہ جس نے ناصر جنگ شہید کے بعد ایک سردار کو اپنی جانب سے مظفر جنگ کے ساتھ کر دیا تھا [۳۲۲] اور آصف الدولہ امیرالممالک کے وقت تک دکن کی مملکت میں وہ رہے ، انگریزوں نے ان کی بربادی پر کمر باندھی اور ان کو (وہاں سے) نکال دیا اور خود کرناٹک حیدرآباد پر قبضہ کر لیا ۔ اس کے بعد بنگالہ سے بادشاہی اقتدار کو ختم کرکے صوبۂ بہار پر قابض ہو گئے اور آہستہ آہستہ اس دوران میں صوبۂ الہ آباد اور اودھ پر شریک

---

۱ ۔ صحیح نام گنج سوائی ہے ۔ جہاز پر حملہ انگریزوں نے ۱۱۰۵ھ مطابق ۹۴-۱۶۹۳ء میں کیا تھا ۔ خافی خاں جلد دوم صفحہ ۴۲۱ (ب)

غالب ہو گئے اور بنگلہ سے ارکاٹ اور تلکوکن دکن تک انھوں نے چھترکاپی بنا لیں ۔ بندر سورت پر بھی قبضہ کر لیا اور حیدرآباد کی سرکار سیکاکل وغیرہ میں بھی دخیل ہو گئے ۔ اس زمانے میں رگھناتھ راؤ کی وجہ سے مرہٹوں سے مخالفت ہو گئی اور گجرات کے نواح میں ہنگامہ برپا ہے ۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ۔

۹۶
رام سنگھ ہادا

مادھو سنگھ ہادا کا پوتا ہے ۔ جب چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں مکند سنگھ ہادا کا لڑکا جگت سنگھ مر گیا اور اس کے کوئی لڑکا نہ تھا تو بادشاہ نے مکند کے بھائی کشور سنگھ کو کہ مذکور کا چچا تھا ، کوٹہ کی حکومت پر مقرر کردیا اور وہ محمد اعظم شاہ کے ہمراہ بیجاپور کے محاصرے پر تعینات ہوا جس روز کہ افضوردی کا لڑکا امان اللہ خان مارا گیا اس دن وہ زخمی ہو گیا[۱]۔

تیسویں سال جلوس عالم گیری میں سلطان معظم کے ہمراہ حیدرآباد گیا اور چھتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے نقارہ مرحمت ہوا اور اس کے بعد وہ مر گیا [۳۲۳] ۔

ذوالفقار خاں بہادر کی سفارش سے اس کے بزرگوں کے دستور کے مطابق کوٹہ کی وطن داری اس کے لڑکے رام سنگھ کو ملی کہ جو وطن میں تھا۔ وہ پہلے دو سو پچاس ، پھر چھ سو کے منصب پر سرفراز ہوا تھا اور اس وقت وہ ایک ہزاری منصب پر تھا اور ہمیشہ خان مذکور (ذوالفقار خان بہادر) کی تعیناتی میں رہتا تھا ۔ اور سنتا گھورپڑہ کے لڑکے رانو اور دوسرے مرہٹوں کی تنبیہ کی

---

۱ ۔ مآثر عالم گیری ، صفحہ ۲۶۲ (ب)

خدمات انجام دیتا تھا چوالیسویں سال جلوس عالمگیری میں اسے نقارہ مرحمت ہوا۔ اڑتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں دو ہزار پانسو کے منصب پر فائز ہوا اور راؤ بدھ سنگھ کی بجائے مرمیدانہ کی زمینداری، کہ جس کی اس کو بہت تمنا تھی، اسے اس شرط پر ملی کہ ایک ہزار سواروں کا انتظام رکھے۔

عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد محمد اعظم شاہ کی رفاقت اس نے اختیار کی اور وہ چار ہزاری منصب پر سرفراز ہوا۔ سلطان عظیم‌الشان کے مقابلے میں جو لڑائی ہوئی اس میں وہ مردانہ وار شریک ہوا اور اپنی جان دے دی۔

اس کے بعد اس کے لڑکے بھیم سنگھ کو وطن کی سرداری ملی اور ۱۱۳۱ھ میں سید دلاور علی خاں اور نظام‌الملک آصف جاہ کے درمیان جو جنگ ہوئی اس میں خان مذکور (دلاور علی خان) کے قتل ہو جانے کے بعد اس نے (میدان جنگ سے) بھاگنا اپنے لیے پسند نہیں کیا اور بہادری کے ساتھ اس نے جان دے دی۔

اس تحریر کے زمانے میں اس کے پوتے کا لڑکا یعنی ستر سال بن درجن سال کا لڑکا کہان سنگھ کوٹہ کی حکومت پر قابض ہے۔

۹۵
رستم دل خاں

جاں سپار خاں بنی مختار کا لڑکا ہے اور مرزا خلیل خان زماں [۳۲۴] کا نواسا ہے۔ بہادر اور صاحب اثر امیرزادوں میں سے تھا۔ اپنے باپ کے سامنے ہی کارگزاری اور معاملہ‌فہمی میں مشہور ہو گیا، اور صوبہ حیدرآباد کے ملکی معاملات کو جو اس کے باپ کے سپرد تھے انجام دیا کرتا تھا۔

جب پینتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں جاں سپار خاں اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو اس صوبے کی حکومت شاہزادہ کام بخش کے وکیلوں کے سپرد ہوئی۔ چونکہ رستم دل خاں اپنے باپ

(جہان سپار خاں) کے وقت سے (وہاں کا) کاربرداز تھا اور اس ملک کے جزئی و کلی حالات سے باخبر تھا ، اس لیے نائب کردیا گیا اور اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

اڑتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ صلابت خاں کی بجائے کرناٹک بیجاپور کی فوجداری پر مقرر ہوا ، اور اس کے منصب میں پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا ، اور انچاسویں سال جلوس عالمگیری میں داؤد خاں کی بجائے دوبارہ اسے حیدرآباد کی صوبےداری عنایت ہوئی اور اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

جس زمانے میں عالم گیر بادشاہ کا انتقال ہوا تو اس نے بہادری اور موقع‌شناسی کی بنا پر اپنی فوج کی تعداد بڑھا لی ۔ مفسدوں کی تنبیہ و تادیب میں کوشش کی اور اطراف و جوانب میں نہایت بہادری کا مظاہرہ کیا ۔ ایک سال اور چند مہینے مطلق‌العنانی اور خودسری میں گزارے ۔ بادشاہزادہ محمد کام بخش [۳۲۵] جو باپ کی جانب سے بیجاپور کی صوبےداری پر مقرر تھا ، سلطنت کی بدنظمی کے موقع پر ملک‌گیری کے لیے نکل کھڑا ہوا ۔ (شاہزادے نے) احسن خاں عرف میر ملک کوکہ جو اس کا میر بخشی اور سپہ سالار تھا کرناٹک تک دوڑا یا ۔ اس تقاضائے وقت کے مطابق جو کچھ ہاتھ لگا ، اس کو اس نے غنیمت سمجھا اور قلعہ گلکنڈہ اور حیدرآباد کو فتح کرنے کی طرف توجہ کی ۔

چونکہ خان مذکور (احسن خاں) کے پاس چار پانچ ہزار منتخب بہادر سوار تھے، شاہزادے نے اس پر بھروسہ کیا اور دیرے منزلیں طے کر رہا تھا یہاں تک کہ احسن خاں کی حکمت عملی اور حیلہ سازی کے باوجود گلکنڈہ کا قلعہ‌دار موافق نہ ہوا لیکن

رستم دل خاں اس (احسن خاں) کے فریب اور چاپلوسی پر فریفتہ ہو گیا اور قرآن شریف کی قسم پر عہد و پیمان کے ساتھ وہ شاہزادے کی طرف سے مطمئن ہو گیا اور (شاہزادے کے) استقبال کے لیے روانہ ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ شاہزادہ بے سر و سامانی اور پریشانی کی حالت میں تھکے ماندے اور بدحال آدمیوں کے ساتھ چلا آ رہا تھا کہ رستم دل خاں آراستہ فوج کے ہمراہ مستعدی کے ساتھ پہنچا اور شاہزادے کے حضور میں حاضر ہو گیا۔ اس موقع پر (رستم دل خاں) جو چاہتا کر سکتا تھا، لیکن اس نے عہد کی پاس داری کی وجہ سے اطاعت و فرماں برداری کے سوا کوئی اور بات نہ سوچی، (شاہزادے) کو شہر میں لایا اور خیرخواہی کی نظر سے قلعے کے محاصرے کا مشورہ نہ دیا اور عاملوں کی تعیناتی، محالات کی ضبطی اور محصول کی وصولیابی کی رائے دی۔ چونکہ شاہزادے کی سرکار میں احسن خاں سپہ سالار اور تجربہ کار سردار تھا لہٰذا معاملات میں رستم دل خاں سے اس کا واسطہ پڑتا تھا۔ اکثر ایک جگہ ہم صحبت ہوتے اور اٹھتے بیٹھتے تھے۔ ایک دوسرے کی دعوت کرتے، تحفے [۳۲۶] اور نذرانے بھی پیش ہوتے رہتے تھے۔

حکیم محسن تقرب خاں کہ جو وزارت کا منصب رکھتا تھا اور اہتداد خاں کہ جو مصاحبت کی وجہ سے بہت مغرور تھا، (ان دونوں کے تعلقات دیکھ کر) حسد سے دیوانے ہو گئے اور ہم رتبہ ہونے کی وجہ سے یہ ضروری بات تھی۔ انھوں نے (شاہزادہ) محمد کام بخش کو اس بات کا یقین دلایا کہ احسن خاں، رستم دل خاں سے مل گیا ہے اور وہ بادشاہ کو قید کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ دوست ناشناس اور عقل کے دشمن نے دیوانوں کی طرح اپنے قلم سے رستم دل خاں کو بلانے کا خط لکھا کہ میں بہادر شاہ کے خط کا جواب لکھ رہا ہوں تم سے کچھ مشورہ

مطلوب ہے ، جلد چلے آؤ ۔ جب وہ (رستم دل خاں) حاضر ہوا ، اس کو تسبیح خانے میں بٹھا کر خود محل میں چلا گیا ۔ لوگوں نے فوراً اکٹھے ہو کر اس کو گرفتار کر لیا ۔

تین دن کے بعد اس سید مظلوم (رستم دل خاں) کو ہاتھ پاؤں باندھ کر اپنی سواری کے ہاتھی کے پیروں کے نیچے ڈلوا دیا ۔ بہت کوشش کی کہ وہ (ہاتھی) اس کو پامال کر دے لیکن حق شناس حیوان (ہاتھی) نے مطلق اس امر (کچلنے) کا ارادہ نہ کیا ۔ یہاں تک کہ دوسرا ہاتھی لانے اور اس عذاب کے ساتھ اس کو مار ڈالا اور تمام شہر میں تشہیر کرایا اور مشہور اسی محل کے قرب و جوار میں وہ دفن ہوا ۔

اس کی زوجہ نے گھر کا انتظام کرنے کے بعد جنگ کا ارادہ کیا ۔ کچھ لوگ مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے ۔ آخر کار اس کو اور اس کے ایک لڑکے اور رستم دل خاں کے بھائی میر حسین کو گرفتار کر کے اس کا گھر ضبط کر لیا گیا[1] ۔ حیدرآباد میں اس کی حویلی میں اس زمانے تک صوبے دار رہتا ہے ۔

اس کے لڑکوں میں سے جاں سپار خاں [۲۰۲] کہ جس کو دادا کا خطاب ملا ہے، اس زمانے میں معزز ہے۔ سرکار مہکر کے اسراپور کا نصف پرگنہ کہ جو اس زمانے کے آباد محالات میں سے ہے ، عرصہ دراز سے اس کی جاگیر میں ہے ۔ آصف خاں کی سرکار میں دو مرتبہ خانسامانی کی خدمت انجام دی ۔ اس تحریر کے زمانے میں سرکار کی دیوانی پر جو بہترین خدمت ہے ، فائز ہے ۔ چونکہ ان کی سرکار میں اپنے عہدوں کو استقلال اور قرار نہیں ہے اور ان اعلیٰ عہدوں کے منصب دار ہمیشہ تبدیل و تغیر ہوتے رہتے ہیں ، اپنے معدود مقررہ دنوں کو (وہ بھی) پورا کر رہا ہے ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم صفحہ ۶۰۹-۶۱۲ (ب)

۹۸

راجا چھبیلہ رام ناگر

(ناگر) برہمنوں کی قوم کی ایک شاخ ہے ۔ ملک گجرات میں (ناگر) بہت ہوتے ہیں ۔ (چھبیلہ رام) دیا رام کا بھائی ہے ۔ دونوں (بھائی) سلطان عظیم‌الشان کی سرکار میں مالی خدمات پر مقرر رہے ۔ کچھ عرصے کے بعد دیا رام مر گیا ۔ چھبیلہ رام کڑہ جہان‌آباد کے عمال کی فوجداری پر مامور تھا ۔

جب فرخ سیر سلطنت کے دعوے اور اپنے چچا جہاندار شاہ سے جنگ کرنے کے ارادے سے پٹنہ سے روانہ ہوا تو اس (چھبیلہ رام) نے پہلے جہاندار شاہ کے لڑکے اعزالدین کی ہمراہی اختیار کی ۔ اس کے بعد اپنے علاقے سے نئی لاکھ روپے اور لائق فوج فراہم کرکے محمد فرخ سیر کی خدمت میں پہنچا اور لڑائی میں کوکلتاش کے مقابلے میں صف آرا ہو کر اس نے بہت بہادری دکھائی ۔ فتح حاصل ہو جانے پر وہ اصل و اضافہ کے بعد [۳۲۸] پنج ہزاری منصب ، راجا کے خطاب اور دیوانی خالصہ کی خدمت سے سرفراز ہوا ۔ چونکہ یہ کام وزارت کی پیش‌کاری کا ہے اور اس کا تقرر قطب‌الملک وزیر کے مشورے کے بغیر ہوا تھا، لہٰذا یہ بات بادشاہ اور وزیر میں اختلاف کا سبب ہو گئی اور دونوں (بادشاہ و وزیر) کے درمیان اس بحث نے طول پکڑا ۔ آخرکار مستقرالخلافہ (آگرہ) کی صوبے‌داری پر اس کا تقرر کر دیا گیا ۔ اس کے بعد صوبۂ الہ آباد کا انتظام اس کے سپرد ہوا اور وہ اس طرف (الہ آباد) کو چلا گیا ۔

رفیع الدرجات کے ابتدائی زمانے میں جبکہ فتنہ پرداز باثر لوگوں نے سلطان محمد اکبر کے لڑکے (نیکوسیر) کو اکبرآباد میں بادشاہ بنا لیا تو لوگوں نے مشہور کردیا کہ وہ (چھبیلہ رام) بھی چاہتا ہے کہ وہ اس (نیکوسیر) سے وہیں جا کر مل جائے ، لیکن

چونکہ اس کے متعلقہ صوبے کے زمیندار کے ساتھ اس کا جھگڑا تھا ، اس لیے وہ (چھبیلہ رام) (نیکو سیر کے پاس) نہ جا سکا۔ جب نیکو سیر پر قابو پا لیا گیا تو حسین علی خان نے اس (چھبیلہ رام) کی تنبیہ کا ارادہ کیا۔ قبل اس کے کہ (حسین علی خاں) روانہ ہو محمد شاہ بادشاہ کے پہلے سال جلوس ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۹۔۱۷ع میں وہ اچانک مر گیا[1]۔

اس کے بعد اس کے بھتیجے دیابہادر کا لڑکا گردھر کہ جو اس کا "دیر شمشیر" کہلاتا تھا ، فوج کے جمع کرنے اور قلعہ" الہ آباد کے برج اور چہار دیواری کے مستحکم کرنے میں مشغول ہوا۔ اگرچہ ایک فوج حیدر قلی خان کی سرداری میں اس کے مقابلے کے لیے تعینات ہوگئی تھی ، لیکن راجا رتن چند کے توسط سے اسے (گردھر کو) پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار، راجا گردھر بہادر کا خطاب [۳۲۹] اور اودھ کی صوبےداری ملی اور وہ اس صوبے کو روانہ ہو گیا۔ جب سادات کا مقدمہ (اقتدار) ختم ہوگیا تو وہ اودھ سے بادشاہ کے حضور میں آیا اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔

ساتویں سال جلوس محمد شاہی میں آصف جاہ کی بجائے وہ مالوہ کا صوبےدار مقرر ہوا۔ نویں سال جلوس محمد شاہی میں جب ہولکر دکن سے ملک مالوہ میں داخل ہو کر فتنے برپا کرنے لگا تو وہ اس کے دفع کرنے کے لیے اٹھا اور ۱۱۳۹ھ مطابق ۱۷۲۷ع میں مارا گیا۔ دوسرے صوبےدار کے پہنچنے تک اس کی اولاد شہر اوجین کی حفاظت کرتی رہی[2]۔

۹۹
راجا حکم سنگھ

وہ کھتری قوم سے ہے۔ امیرالامرا حسین علی خاں کی

۱۔ ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۱۸۹—۱۹۰ (ق)

۲۔ ایضاً صفحہ ۲۱۲—۲۱۳ (ق)

سرکار میں ملازم ہو کر بلند مرتبہ سردار کا معتمد ہوگیا ۔ رفتہ رفتہ اس کی دیوانی کی خلعت پر سرفراز ہو کر فوج کا سردار ہوا اور داؤد خاں کی جنگ میں کہ جو ۱۱۲۷ھ مطابق ۱۷۱۵ع میں ہوئی تھی وہ فیل سواروں میں تھا ۔

اورنگ آباد پہنچنے کے بعد جب راجا ساہو کے ساتھیوں میں سے صوبہ خاندیس کے کھدو دیھاریہ[1] مکا سدار نے شورش برپا کی تو حسین علی خاں کا بخشی ذوالفقار بیگ کہ جو اس کی تنبیہ کے لیے مامور تھا ، قتل ہو گیا ۔ حسین علی خاں نے راجا مذکور (محکم سنگھ) کو ایک منظم فوج کے ساتھ [۳۳۰] اس کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا اور اپنے بھائی سیف الدین علی خاں کوکہ جو برہانپور کا صوبےدار تھا ، تحریر کیا کہ وہ راجا مذکور (محکم سنگھ) کے ساتھ کھدو دیھاریہ کی تنبیہ میں کوشش کرے ۔

اگرچہ صوبہٴ خاندیس میں اس شرانگیز گروہ کا خاطرخواہ مقابلہ ہوا[2] لیکن محکم سنگھ نے مرہٹوں کی فوجوں کو کہ جو احمد نگر کے نواح میں لوٹ مار کر رہی تھیں ، مقابلہ و مقاتلہ کرکے ہٹا دیا ۔ یہاں تک کہ (مرہٹوں کو) قلعہ ستارہ کے نزدیک کہ جو راجا ساہو کا مسکن تھا ، پہنچا دیا ۔ اس کے بعد حسین علی خاں کے ہمراہ دارالخلافہ (آگرہ) میں چلا آیا ۔

خان مذکور (حسین علی خاں) کے مارے جانے کے بعد

---

۱ ۔ بعض کتابوں میں 'کھانڈے راؤ دا بھا دے' نام دیا ہے ۔ ملاحظہ ہو ، ہسٹری آف مرہٹاز (گرانٹ ڈف جلد اول صفحہ ۳۲۰ و کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۳۳۸) (ب)

۲ ۔ اختلاف نسخ میں 'شاید کہ نرسیدہ باشد' دیا ہے ۔ یہ حالات خافی خاں (جلد دوم صفحہ ۷۸۰) سے ماخوذ ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف نسخ کے ساتھ عبارت زیادہ صحیح ہے (ب)

حیدر قلی خاں بادشاہ کے حضور میں جان و آبرو کی امان کا پیغام لے گیا ۔ خطائیں معاف ہوگئیں اور اصل و اضافہ کے بعد اسے شش ہزاری منصب ملا ۔ اس کے بعد وہ ہفت ہزاری منصب پر فائز ہوا ۔

جس دن کہ بادشاہی لشکر اور (عبداللہ خاں) قطب الملک کی فوج میں جنگ ہوئی تھی ، اس سے پہلی رات میں راجا عکم سنگھ اچانک شاہی لشکر سے نکل کر قطب الملک (عبداللہ خاں) سے جا ملا ۔ وہ پہلے سے قطب الملک سے نوشت و خواند کر چکا تھا ۔ جب تمام دن جنگ ہوتی رہی اور رات ہو گئی تو تمام رات شاہی توپ خانے سے گولہ باری ہوئی ۔ جیسے ہی اس کی سواری کے ہاتھی کے حوضہ پر توپ کا گولہ لگا تو وہ اپنے گھوڑے پر [۳۲۱] سوار ہو کر فرار ہو گیا ۔ مدت درازتک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ۔

۱۰۰

رعایت خاں ظہیرالدولہ

محمد امین خاں کا بھائی تھا ۔ قلیج خاں کی لڑکی اس کی بیوی تھی ۔ لیکن جتنی محبت بھائیوں میں ہونی چاہیے تھی ، نہیں تھی ۔ جس زمانے میں کہ نظام‌الملک آصف جاہ بہادر ، محمد فرخ سیر کی گرفتاری کے بعد مالوہ کے انتظام کے لیے گیا ، وہ بہادر مذکور (نظام‌الملک) کے ساتھ اس صوبے میں پہنچا ۔ جب (نظام‌الملک) دکن گیا تو وہ اس کے ہمراہ رہا ۔ سید دلاور علی خاں اور عالم‌علی خاں کی جنگ میں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیے اور اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب ، ظہیرالدولہ کا خطاب اور مالوہ کی صوبے داری اسے مرحمت ہوئی ۔

چونکہ یہ بات اعتمادالدولہ محمد امین خاں بہادر کے مزاج کے خلاف تھی کہ جو مستقل وزیر تھا ، آصف خاں نے اس کو وہاں سے بلا کر صوبۂ برار میں پرگنہ بالاپور کی جاگیر پر مامور

ر دیا ۔ مبارز خان عمادالملک کی جنگ میں اس نے بہت بہادری کھائی اور زخمی ہوا ۔ دو روز کے بعد ۱۱۳۶ھ مطابق ۱۷۲۳ع یں ان ہی زخموں کی وجہ سے فوت ہو گیا

اس کا لڑکا عظیم‌اللہ خان ہے جو قلیج خان کی لڑکی کے بطن سے پیدا ہوا ہے ۔ اور اعتمادالدولہ [۳۳۲] قمرالدین خان کی لڑکی عظیم‌اللہ خان) کی زوجہ تھی ۔ جس زمانے میں نظام‌الملک آصف جاہ کو وزارت ملی، اوجین کی صوبیداری اپنے بڑے لڑکے غازی‌الدین خان بہادر فیروزجنگ کے نام کر دی اور اس (عظیم‌اللہ خان) کو اس صوبے (اوجین) کی نیابت پر مامور کر دیا ۔

اس کے بعد وہ بادشاہ (محمد شاہ) کے حضور میں پہنچا اور اپنے خسر (قمرالدین خان) کے پاس رہنے لگا ۔ غضب ناک آدمی تھا ۔ بادشاہ اور وزیر سے اس کی بے تکلفیاں تمام دنیا میں مشہور ہیں ۔ نادرشاہ کے زمانے میں اس روپے کی وصولیابی کا اس نے ذمہ لیا کہ جو شہر شاہجہاں آباد (دہلی) کے لوگوں کو دینا طے ہوا تھا ۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے مقررہ وقت پر عالم فانی کی راہ لی ۔

۱۰۱

روشن الدولہ بہادر رستم جنگ

نام خواجہ مظفر ، نقشبندی خواجہ زادہ ہے ۔ اس کا دادا خواجہ محمد ناصر شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ہندوستان آیا اور سلطان شجاع کے پاس رہنے لگا ۔ رفتہ رفتہ ایک ہزار پانسو ذات اور پانسو سوار کے منصب اور محمد فخرالدین خان کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔

جب شاہزادۂ مذکور (شجاع) اور عالمگیر بادشاہ سے کھجوہ کے نواح میں جنگ ہوئی اور سلطان شجاع بنگالے کی طرف چلا گیا تو اس لڑائی کے بعد وہ (فخرالدین) کہ جو (ملازمی) عمل

ل مخالفت پر کمربستہ تھا ، اپنے چند عزیزوں کے ہمراہ مارا گیا ۔
س کا ایک لڑکا خواجہ عبدالقادر تھا کہ جو درویشانہ زندگی بسر
کرتا تھا ۔ فرخ سیر بادشاہ کے زمانے میں (خواجہ عبدالقادر)
وفات ہو گیا ۔ اس کا لڑکا خواجہ مظفر ہے ۔

(خواجہ مظفر) اپنے آغاز زمانے میں رفیع الشان کے ہاں
ملازم تھا۔ پھر ایک ہزار پانسو ذات اور پانسو سوار کے منصب [۲۲۳]
و ظفر خان کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ شہزادہ مذکور (رفیع الشان)
کے مارے جانے کے بعد اس نے ملازمت ترک کردی اور شاہ بھیک
کی صحبت میں رہنے لگا کہ جو خرق عادات و کرامات میں مشہور
ہے اور خواجہ مظفر کو ان پر بہت اعتقاد تھا ۔

اس کے بعد جب زمانے نے رخ بدلا اور جہاندار شاہ سے سلک
... کے ارادے سے فرخ سیر کا پٹنہ سے آنا مشہور ہوا تو
خواجہ مظفر ، درویش مذکور (بھیک شاہ) سے خوش خبری پا کر
... وہ چلا گیا اور حسین علی خان کے مشورے سے بادشاہ
... کے حضور میں حاضر ہوا : پانچ ہزاری ذات اور پانچ
ہزار سوار کا منصب ، علم، نقارہ ، جھالردار پالکی ، ظفر خان بہادر
... کا خطاب اور بخشی گری سوم کی خدمت پر
... ہوا ۔

جہاندار شاہ کی جنگ کے بعد جب فرخ سیر تخت سلطنت پر
بیٹھا تو اسے ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار کا منصب ،
روشن الدولہ کا خطاب اور ماہی و مراتب مرحمت ہوا ۔ سادات
بارہہ (عبداللہ خان و حسین علی خان) کے اقتدار کے زمانے میں
زمانہ سازی کے تقاضے کے مطابق خود کو ان کا آدمی ظاہر
کرتا تھا ۔

جب محمد شاہ بادشاہ کی حکومت کا زمانہ آیا تو گردش چرخ نے
بادشاہ کی رضاعی بہن کو جو بہت زبان آور اور خوش تقریر عورت تھی
دربار شاہی میں پوری طرح دخیل کر دیا اور شاہی معاملات اس

کے ہاتھوں طے ہونے لگے۔ اس (روشن الدولہ) نے کوکہ مذکور سے موافقت پیدا کر لی اور لوگوں کے معاملات طے کرانے لگا۔ اس نے مرتبہ شناسی [۳-۴] اور ضابطہ دانی کو چھوڑ دیا۔ جو کوئی اس کے پاس آتا تھا وہ اس سے بادشاہ کی پیش کش، کوکہ کے نذرانے اور اپنے حق المحنت کے نام سے رقم لے لیا کرتا تھا۔ (اس طرح) آہستہ آہستہ مالدار ہو گیا۔ بادشاہ مذکور (محمد شاہ) کے زمانے میں اس کے القاب میں 'یار وفادار' کا اضافہ ہوا۔ ۱۱۴۹ھ مطابق ۳۷-۱۷۳۶ع میں اس کا انتقال ہو گیا۔

(روشن الدولہ) کوئی ظاہری کمال نہیں رکھتا تھا لیکن متواضع اور خلیق تھا۔ سخاوت کے معاملے میں اور بالخصوص فقرا کی خدمت کرنے میں بہت مشہور ہوا۔ اس کے مرشد جو ہانی پت میں مدفون ہیں، ان کے اخراجات اور شہر دارالخلافہ (دہلی) سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی [1] کے مزار تک چراغاں کا جو خرچ وہ کرتا تھا، لوگوں میں مشہور ہے۔

چونکہ وہ اپنی پگڑی پر بہت سے طرے لگاتا تھا، بلکہ اس کے ملازمین بھی خواہ سوار ہوں یا پیدل ایسا ہی کیا کرتے تھے، لہٰذا 'طرہ باز خاں' مشہور ہوگیا۔ اس کے اولاد کثرت سے تھی۔

اس کی اولاد میں قائم خاں سب سے لائق ہے۔ اپنی بہن، نواب ناصر جنگ شہید کی زوجہ سے ملنے کے لیے دکن آیا۔ بہت کم عرصے قیام کرنے کے بعد شاہجہان آباد کو واپس ہو گیا۔ اس

۱۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، ماوراءالنہر کے قصبہ اوش میں پیدا ہوئے۔ خواجہ معین الدین اجمیری کے مشہور خلیفہ ہیں۔ انہوں نے عہد التتمش میں دہلی آ کر ارشاد و تلقین کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۳۵ع میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو خزینۃ الاصفیاء جلد اول صفحہ ۲۶۷-۲۷۶ و اخبار الاخیار صفحہ ۱۵-۳۷ و آثار الصنادید، صفحہ ۷۵-۷۶ (ف)

سے چند سال پہلے اس کا دوسرا لڑکا بھی اب (زمانہ تصنیف) سے چند سال پہلے دکن آیا۔ عمدہ منصب اور ظفرالدولہ کے خطاب سے سرفراز ہوا اور پھر مر گیا۔

روشن الدولہ کے دو بھائی تھے - ایک فخرالدولہ بہادر شجاعت جنگ نہ جو ہفت ہزاری منصب پر پہنچنے کے بعد بھی سپاہیانہ طور سے رہتا تھا، شروع میں احدیوں کی بخشی گری پر فائز تھا۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں پٹنہ کا صوبے دار ہوا۔ وہ سات سال تک وہاں رہا۔ اس کے بعد وہاں سے [۳۳۰] معزول ہو کر کشمیر کا صوبیدار ہوا۔ وہاں تین سال تک حکومت کرنے کے بعد معزول ہو کر بادشاہ (محمد شاہ) کے حضور میں آیا۔

ہندوستان سے نادرشاہ کے چلے جانے کے بعد گجرات کے صوبے کا انتظام اس کے سپرد ہوا۔ چونکہ اس ملک میں مرہٹوں کا غلبہ تھا وہ اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکا۔ جنگ میں سارا اسباب لوٹ لیا گیا اور وہ گرفتار ہو گیا۔ کچھ عرصے تک قید میں رہا۔ رہا ہونے کے بعد دارالخلافہ (دہلی) آیا اور قصبہ دوحد میں پہنچ کر مر گیا۔

اس کے کئی لڑکے تھے۔ ان سب میں لائق محمد کبیر خاں ہے جو صلابت جنگ مرحوم کے زمانے میں دکن آ کر صوبجات کی بخشی گری پر فائز ہوا۔ ہشت ہزاری منصب اور خانخاناں کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ ۱۱۹۱ھ مطابق ۱۷۷۷ع میں اس کا انتقال ہو گیا۔

وہ یارباشی اور صحبت آرائی کو پسند کرتا تھا۔ اس کی اولاد موجود ہے۔

اس (روشن الدولہ) کا دوسرا بھائی روشن الدولہ منور علی خاں ہے کہ جو مفتخرالدولہ کے خطاب سے سرفراز ہے۔ اور جب فخرالدولہ عظیم آباد (پٹنہ) کی صوبیداری پر مامور ہوا تو اس (فخرالدولہ) کی بجائے وہ احدیوں کا بخشی مقرر ہوا۔

۱۰۲
راجا چندر سین

وہ گروہ مرہٹہ میں سے ہے ۔ اس کا لقب جادون ہے ۔ اس کا باپ دھناجی جادون ، سنبھا بھونسلہ کے معتبر ہمراہی سرداروں میں سے تھا ۔ وہ ہمیشہ ایک بڑی فوج کے ساتھ ملک میں لوٹ مار کیا کرتا تھا ۔ چنانچہ [۳۳۶] اس کا نام راجا ساہو بھونسلہ کے حالات میں مذکور ہوا ہے ۔ اس (دھناجی جادون) کے بعد راجا مذکور (چندرسین) کو اس فریق (مرہٹوں) میں پورا اعتبار حاصل ہو گیا ۔

وہ کسی وجہ سے مرہٹوں سے برداشتہ خاطر ہوگیا ۔ محمد فرخ سیر کے زمانے میں نظام‌الملک آصف جاہ کے مشورے سے جب کہ وہ پہلی مرتبہ دکن کا صوبیدار ہوا تھا (چندرسین) شاہی ملازمت میں داخل ہوا ۔ اسے ہفت ہزاری منصب ملا اور صوبہ بیدر کے محالک وغیرہ محالات اس کی جاگیر میں مقرر ہوئے ۔ چار ہزار سواروں کے ساتھ (بادشاہ کی) نوکری کرتا تھا ۔ تعلقہ پنج محلہ میں کہ جس سے پرگنہ انکور ، مکنھل ، اس چتیا ، کرجھور اور اودمان مراد ہیں ، صوبہ محمد آباد بیدر کی سرکار مظفر نگر عرف ملکھیر کے پانچ محال اس کی جاگیر میں تھے ۔ دریائے کشنا سے تین کوس کے فاصلے پر ایک پہاڑی کے اوپر اس نے ایک مختصر سا قلعہ بنوایا اور اس کا نام چندر گڑھ رکھا ۔ آصف جاہ اس کا بہت لحاظ کیا کرتا تھا ۔

۱۱۵۶ھ مطابق ۱۷۴۳ع میں اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا راجا رام چند اس کی جگہ مقرر ہوا ؛ ہفت ہزاری منصب اور مہاراجا کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ لیکن شراب نوشی اور عدم کارکردگی کے سبب سے اس کے یہاں تنخواہ طلب کرنے والی فوج کا ہمیشہ ہنگامہ برپا رہتا تھا ۔

صلابت جنگ کے زمانے میں اس کی نالائقی کی وجہ سے اس

کے اکثر محالات ضبط کر لیے گئے - پھر کسی تقریب سے بحال ہوگئے - وہ کبھی ملازمت پر پہنچ جاتا تھا اور کبھی غفلت میں گزارتا تھا -

[۳۳۸] نظام‌الدولہ آصف جاہ کی ولی عہدی کے زمانے میں جب کہ لشکر اسلام مرہٹوں کے ملک میں دخل‌انداز تھا اور روزانہ جنگ و مقابلہ ہوتا تھا ، تو وہ (رام چند) ان (مرہٹوں) سے مل گیا اور ایک رات کو کچھ آدمیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا -

چونکہ مزاج میں استقلال نہ تھا اور برائی سمجھنے کا بھی اس میں مطلق مادہ نہ تھا ، لہٰذا ان کے یہاں بھی نامعتبر ثابت ہوا اور کچھ دنوں کے بعد دولت‌آباد میں قید کر دیا گیا - کچھ لوگوں کے ذریعے سے وہاں (مرہٹوں کی قید) سے رہائی پائی - جب خطائیں معاف ہو گئیں تو شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے نظام‌الدولہ آصف جاہ کے پاس آیا - سابق دستور کے مطابق اس کی جاگیر اور منصب بحال ہو گیا - آخر کار جب اس سے نامناسب حرکتیں سرزد ہوئیں اور اس پر اطمینان نہ رہا تو آصف جاہ نے اس کو نظربند کردیا اور گلکنڈہ کے قلعے میں قید کر دیا ، وہیں وہ مر گیا -

اس کے دو لڑکے باقی رہے جو اپنے موروثی محالات میں سے قلیل جاگیر پر زندگی بسر کرتے ہیں -

۱۰۳

راجا سلطان جی[۱]

قوم مرہٹہ میں نمبالکر کے لقب سے موسوم ہے - انک پال کا پوتا بجا جی مانک کہ جو عالمگیر بادشاہ کے پندرھویں سال جلوس میں بہادر خاں کوکہ کے مشورے سے شاہی ملازمت پر فائز ہوا تھا ،

---

۱ - ملاحظہ ہو امرائے ہنود ، صفحہ ۲۷۹ (ق)

اسی لقب سے مشہور تھا ۔ انگ پال دکن کے بڑے زمینداروں میں سے تھا ۔

راجا مذکور (سلتان جی) شروع میں راجا ساہو کی نوکری کرتا تھا اور اس کے لشکر کے سردار کی حیثیت سے مشہور تھا ۔ نظام‌الملک آصف جاہ کے زمانے میں مبارز خاں کی جنگ کے بعد [۳۳۸] شاہی ملازمت سے سرفراز ہوا ۔ ہفت ہزاری منصب اور سرکار بیر اور صوبہ خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) کی سرکار فتح آباد کے بعض محالات اور صوبہ برار کی حویلی ہاتھری کی جاگیرداری پر فائز ہوا ۔ وہ تین ہزار سواروں کے ساتھ نوکری کرتا تھا ۔

جس سال کہ امیر مذکور (نظام‌الملک آصف جاہ) کا انتقال ہوا تو اس کے چند ماہ بعد ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۸ء میں وہ (سلتان جی) بھی مر گیا ۔ اس کے بعد جس زمانے میں ناصر جنگ شہید نے پھلجری پر حملے کا ارادہ کیا اور وہ اس کے مسکن کے قریب پہنچ گیا تو اس کا لڑکا ہنونت راؤ ایک مناسب فوج کے ساتھ آیا اور لشکر اسلام کے قریب خیمہ زن ہو گیا ۔ ناصر جنگ نے اس کی سرداری کی رعایت کی اور وہ (ناصر جنگ) ماتم‌پرسی کی رسم ادا کرنے کے لیے اس کی قیام‌گاہ پر گیا ۔ وہ منصب ، موروثی خطاب اور اپنے باپ کے محالات جاگیر میں پا کر بہت خوش ہوا ۔ صلابت جنگ کے زمانے میں 'دھیراج' کا لفظ اس کے نام میں اور بڑھا دیا گیا ۔ ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۲—۶۳ء میں وہ (ہنونت راؤ) مر گیا ۔

ایک چھوٹی عمر کا لڑکا جو اس کی یادگار تھا ، اس کی بجائے سردار ہوا ۔ لیکن چونکہ اسے کارکردگی کا کوئی تجربہ نہ تھا اس وجہ سے محالات کا انتظام اور ملازمت پر کاربند ہونے کی کوئی صورت قائم نہ ہوئی ۔ لہٰذا ایک دو سال کے بعد تھوڑی سی جاگیر اس کے لیے چھوڑ کر باقی ضبط کر لی گئی ۔ اس تحریر کے زمانے میں اس پسر مذکور نے کہ جو قریب قریب جوان ہو چکا ہے اور دھنپت راؤ اس کا نام ہے ، صوبۂ برار کے دوسرے محالات [۳۳۹]

جاگیر میں حاصل کر لیے ہیں لیکن اس کے کام میں بدنظمی ہے ۔

۱۰۴

راجا گوپال سنگھ گور

اس کے بزرگ صوبۂ الہ آباد کے مضاف اندرکھی کے زمیندار تھے اور اوندچھ کے راجاؤں کے یہاں نوکری کیا کرتے تھے ۔ اس کے دادا بہار سنگھ نے عالم گیر کے زمانے میں جب فساد برپا کیا تو صوبہ مالوہ کے حاکم ملوک چند نے ، جو اعظم شاہ کی جانب سے وہاں تعینات تھا ، اس کا سر کاٹ کر حضور میں روانہ کر دیا تھا ۔

اس کے بعد اس کا باپ بھگونت سنگھ بن بہار سنگھ بھی ملوک چند مذکور کی جنگ میں مارا گیا ۔ اس کے اہل و عیال وطن سے نکل کر متفرق ہوگئے ۔ اس کا لڑکا گوپال سنگھ ہے ۔ جس زمانے میں کہ نظام الملک آصف جاہ نے ہندوستان سے واپس آ کر مبارز خاں سے جنگ کا ارادہ کیا تو وہ (گوپال سنگھ) اس کے ساتھ دکن پہنچا اور جنگ کے دن اس نے کارہائے نمایاں انجام دیے ۔ فتح کے بعد مناسب منصب ، جاگیر اور صوبہ بیدر کے قلعہ قندھار کی قلعہ داری سے وہ سرفراز ہوا کہ جو دور علاقے میں واقع ہے؛ وہ مستحکم قلعہ ہے اور اپنے استحکام کے لیے مشہور ہے ۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں خان دوران کی کوشش سے (قندھار کا قلعہ) دکنیوں سے حاصل کیا گیا ۔ اس وقت سے اس زمانۂ تحریر تک یہ قلعہ (قندھار) زیادہ تر اس کی اور اس کی اولاد کے قبضے میں رہا ہے ۔ ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ع میں وہ مر گیا [۲۴۰] ۔

اس کا سب سے لائق لڑکا دلپت سنگھ اگرچہ اس کی زندگی میں مر چکا تھا لیکن اس کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے باقی رہے جن میں سب سے بڑے کا نام کنور بشن سنگھ تھا لیکن اس کی خواہش

کے مطابق قلعہ مذکور کی قلعہ داری اور موروثی جاگیر دوسرے لڑکے اجے چند کے نام مقرر ہوئی اور تیسرا لڑکا نرپت سنگھ اس کا شریک حال رہا کہ دونوں (دوسرے اور تیسرے) حقیقی بھائی تھے۔ پہلا (اجے چند) باپ کے خطاب سے مشہور ہوا ۔ اس نے نمایاں ترقی کی ۔ دریائے گنگ دکن (گوداوری[1]) کے کنارے پر جو لڑائی رگھناتھ راؤ سے ہوئی تھی ، اس میں وہ (اجےچند) نظام‌الدولہ آصف جاہ کے کارپردازوں کے ساتھ تھا۔ اس نے نہایت استقلال دکھایا اور مارا گیا ۔

اس کا بڑا لڑکا موروثی قلعہ‌داری پر فائز ہوا اور اس تحریر کے زمانے میں راجا گوپال سنگھ ہندوپت مہندر کے خطاب سے مشہور ہے ۔ اس کے دوسرے دو لڑکے راجا تیج سنگھ اور راجا پدم سنگھ منصب اور جاگیر پر فائز ہوئے۔ اس کے بعد قلعہ کولاس کی زمینداری پر زندگی بسر کرنے لگے ۔ دوسرا لڑکا (نرپت سنگھ) آہستہ آہستہ اعلیٰ منصب پر پہنچا اور مہاراجا کے خطاب سے مشہور ہوا ۔ کچھ عرصے کے لیے سرکار بیر کی ضبطی کے لیے مامور ہوا ۔ اس کے بعد صوبہ بیدر میں ناندیر کی صوبے داری اور صوبہ برار میں ماہور کی قلعہ داری پر تعینات ہوا ۔ دو تین سال ہوئے کہ وہ فوت ہوچکا ہے ۔ اس کے لڑکے کنور درجن سنگھ اور جودھ سنگھ مناسب منصب و جاگیر اور موروثی علاقے پا کر خوش ہیں اور ملازمت کرتے ہیں [۳۴۱] ۔

۱۰۵
راجا ساھو جی بھونسلہ

کہتے ہیں کہ اس کا نسب چتور کے راجاؤں سے ملتا ہے کہ

---

۱ ۔ متن میں گنگ کفن دیا ہے مگر اختلاف نسخ میں گنگ دکن ہے جس سے گوداوری مراد ہے (ب)

جو سیسودیہ ہیں ۔ اس کے بزرگوں میں سے ایک شخص سورسین کسی وجہ سے چتور سے دکن چلا گیا ۔ وہاں صوبہ خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) کی سرکار پرینده کے پرگنہ کرکنب کے موضع بھونسہ میں رہنے لگا اور خود کو بھونسلہ کہلوایا ۔

راجا مذکور (ساہو جی) کے بزرگوں میں سے ایک شخص دادا جی بھونسلہ تھا کہ موضع ہکنی، بوڈھی، دیول گاؤں اور پرگنہ پونا کے مضافات پر اس کی بالا دستی قائم تھی ۔ دادا جی بھونسلہ کے دو لڑکے مالو جی اور پتھوجی تھے۔ وہ دونوں وہاں کی رعایا سے ناراض ہو کر دولت آباد کے نزدیک قصبہ اپلورہ میں پہنچے اور وہاں زراعت کرنے لگے ۔ اس کے بعد سرکار دولت آباد کے دیس مکھ لکھی جادو کے پاس قصبہ سندکھیر میں پہنچ کر ملازم ہو گئے کہ جو نظام شاہی حکومت میں اعلی منصب اور کثیر ساز و سامان کا مالک تھا ۔ اور پتھو جی مذکور کے کھیلوجی اور پناجی وغیرہ آٹھ لڑکے تھے ۔ بہت تمناؤں کے بعد مالو جی کے دو لڑکے ہوئے۔ چونکہ وہ (مالو جی) شاہ شریف کا کہ جو احمد نگر میں مدفون ہیں ، بہت معتقد تھا لہذا ایک کا شاہ جی اور دوسرے کا شرف جی نام رکھا ۔ لکھی جادو نے کہ جھجاوا۱ نام لڑکی کے سوا [۳۶۲] اس کے کوئی اور اولاد نہ تھی ، شاہ جی کو جو خوبصورت تھا ، اپنی فرزندی میں لے لیا ۔ اس کو اچھے کپڑے اور سنہرا اور جڑاؤ زیور عنایت کیا ۔

ایک روز جادو کی زبان سے نکلا کہ میں دختر مذکور (جھجاوا) کی شادی شاہ جی سے کروں گا ۔ شاہ جی کے باپ مالو جی اور چچا پتھو جی نے اٹھ کر کہا کہ نسبت تو طے ہو گئی اب اپنے قول سے پھرنا نہیں چاہیے ۔ لیکن جادو کی قوم کے لوگوں نے اس کو برا بھلا کہا اور اس کے مزاج کو خراب کر دیا ۔ آخر جادو

---

۱ ۔ صحیح نام جیجا بائی ہے (ب)

ناخوش ہوگیا اور اس نے مالو جی اور پتھو جی کو قصبہ سندکھیر لے نکال دیا ۔ انھوں نے اننگ پال ممبالکر سے کہ جو معتبر زمیندار تھا ، تعلق پیدا کر لیا اور ایک فوج اپنے ہمراہ لے کر دولت آباد کے نواح میں پہنچا ۔ وہاں کے حاکم سے اپیل کی ۔ اس سلسلے سے شاہ جی بھونسلہ کی شادی جادو کی لڑکی سے ہوئی۔ شاہ جی بھونسلہ صاحب حیثیت بن گیا ۔

جب نظام‌الملک نے جادو کے ساتھ دغا بازی کی تو وہ (شاہ جی بھونسلہ) اس کے خلاف ہو گیا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے تیسرے سال جلوس میں وہ ناظم دکن اعظم خاں کے پاس پہنچ گیا ۔ اسے پانچ ہزار ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب ، مرصع جمدھر علم نقارہ ، گھوڑا ، ہاتھی اور دو لاکھ روپے نقد مرحمت ہوئے ۔ اور تباہ ہونے کے خیال سے جلد ہی وہاں سے علیحدہ ہو گیا اور نظام‌الملک کے پاس پہنچ گیا اور رفتہ رفتہ نظام شاہی حکومت میں پورا اقتدار حاصل کر لیا ۔ اس سبب سے جادو وغیرہ اس سے حسد رکھنے لگے اور شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں شاہی فوج کو [۳۴۳] شاہ جی کے اوپر لے گئے اور قلعہ ماہولی میں اس کو محصور کر لیا ۔

اس نے سکندر عادل شاہ سے (مدد کی) درخواست کی اور اچانک قلعۂ مذکور سے نکل کر بیجاپور کا راستہ لیا ۔ جس زمانے میں کہ عادل شاہ کا کارپرداز مراری ، ملک عنبر کے تعاقب میں گیا تھا اور چاکنہ و پونا وغیرہ قصبات میں تھانے قائم کیے تھے (تو اسی دوران میں) شاہ جی بھونسلہ کو کہ جو اس کے ساتھ تعینات تھا ، وہاں کا جاگیردار مقرر کر دیا گیا ۔

اس کے بعد شاہ جی بھونسلہ کرناٹک کی جانب روانہ ہوا ۔ پہلے اس نے لڑائی کر کے بانہ کنکیری کو زمیندار کے قبضے سے نکال لیا اور وہاں اس نے موتیہ کی لڑکی مسماۃ توکا بائی کے ساتھ شادی کر لی ۔

جھجاوا کے بطن سے شاہ جی کے دو لڑکے ہوئے - ایک سنبھا کہ جو کنگیری کی لڑائی میں گولے کی ضرب سے ختم ہو گیا اور دوسرا سیوا کہ اس کو کم سن ہونے کی وجہ سے اپنے کارپرداز کے ہمراہ اپنی جاگیر کے محالات پونا وغیرہ میں چھوڑ دیا تھا ۔ اور نوکا بائی کے بطن سے ایک لڑکا وینکو جی[1] پیدا ہوا ۔

چونکہ شاہجی[2] ضلع کولاپور اور بالاپور میں مقیم تھا اور تقدیر اس کی یاور تھی ، اسی زمانے میں راجا ترچنا پلی کی خواہش سے کہ جو جنجاور کے زمیندار پنجی راگھو کے جھگڑے کی وجہ سے مغلوب ہو گیا تھا ، مدد کے لیے پہنچا اور غالب آیا اور دونوں مذکورہ تعلقوں کی حکومت پر قابض ہو گیا ۔ اپنے لڑکے [۳۴۴] وینکو جی کو وہاں چھوڑ دیا اور خود کولار چلا آیا ۔

وینکو مذکور کے تین لڑکے تھے ۔ ایک شاہجی دوسرا شرف جی کہ دونوں لاولد تھے ۔ تیسرا توکوجی تھا کہ دونوں مذکورہ راج اس کی اولاد کے قبضے میں رہے ۔ اس دوران میں سیوا جی نے کہ جس کی عمر سولہ سال کی تھی ، باپ کے کارپردازوں کو متعلقہ محالات سے علیحدہ کر دیا اور سرکشی شروع کردی اور تھوڑے ہی زمانے میں اس کی حیثیت (ریاست) بیجا پور کے سرداروں سے بڑھ گئی ۔ اس کے پاس تقریباً پندرہ ہزار سوار جمع ہو گئے ۔ جب اس نے اس نواح کو کہ جو ملا احمد نایت کی جاگیر میں تھا ، فوج سے خالی دیکھا کہ جو بیجاپور کے

---

۱ ۔ متن میں ایکو جی ہے (ب)

۲ ۔ شاہ جی کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل ، صفحہ ۱۰۵ و ہسٹری آف دی مرہٹاز صفحہ ۵۷-۱۲۶ و ہاؤس آف سیوا جی از جادوناتھ سرکار صفحہ ۳۵-۵۴ (ب)

جاگیردار کی طلبی ہو گئی تھی تو اس نے ہاتھ پاؤں مار کر اکثر مقامات پر قبضہ کر لیا۔

چونکہ بیجاپور کے حکام کے حالات محمد عادل خاں کے فوت ہوجانے اور علی عادل خاں کی کم زوری کی وجہ سے خراب ہوگئے تھے ، لہٰذا اس نے ان کی ماتحتی چھوڑ دی اور انا ولا غیری کا دم بھرنے لگا ۔ جب علی عادل خاں کو قوت حاصل ہو گئی تو اس نے مکر و فریب سے بھری ہوئی تحریریں بھیجیں کہ جن میں عاجزی اور معافی کی درخواست تھی اور عادل خاں کے سردار افضل خاں کو بلانے کی التجا کی ۔ جب خان مذکور (افضل خاں) کوکن پہنچا تو اس نے مکارانہ عاجزی کے ساتھ مصالحت کی بات چیت شروع کی ۔ خان مذکور کو تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ اپنے مسکن کے قریب بلایا ۔ اپنے آپ کو خوف زدہ ظاہر کرکے کانپتا ہوا اس کی پالکی کے قریب پہنچا اور اس چھری سے جو اس کے پاس پوشیدہ تھی ، خان مذکور (افضل خاں) کا کام [۳۴۵] تمام کر دیا ۔

پھر اپنے مسلح آدمیوں کو کہ جو قریب ہی چھپے ہوئے تھے ، مقررہ اشارے سے آواز دی ۔ انھوں نے پہنچ کر خان مذکور کے باقی آدمیوں کو قتل و قید کر دیا اور لشکر کو لوٹ لیا[۱] ۔

اس قسم کے واقعات سے اس (سیوا) نے ساز و سامان فراہم کر لیا اور شرانگیزی شروع کر دی ۔ چونکہ شاہی محالات پر لوٹ مار کیا کرتا تھا ، لہٰذا عالم گیر بادشاہ کے تیسرے سال جلوس میں دکن کا ناظم امیرالامرا شائستہ خاں اس کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا اور چوتھے سال جلوس عالم گیری میں گجرات کا صوبے دار مہاراجا جسونت سنگھ اس کی کمک کے لیے تعینات ہوا

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو سیوا جی اینڈ ہز ٹائمس از جادوناتھ سرکار صفحہ ۵۹-۳۷ و ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل ، صفحہ ۳۷-۱۴۰ (پ)

اور چاکنہ سیوا کے ہاتھ سے آزاد ہو گیا ۔

کہا جاتا ہے کہ جس زمانے میں خان مذکور پونا میں رہتا تھا ، سیوا نے اپنے آدمیوں کو شبخون کے ارادے سے تعینات کیا کہ آبادی میں داخل ہو جائیں ۔ ایک رات وہ حویلی کی پچھلی کھڑکی کو کہ جو اینٹ اور گارے سے بند تھی ، کھول کر اندر داخل ہو گئے ۔ عورتوں نے شور کیا ، خان مذکور بیدار ہو کر ادھر متوجہ ہوا ۔ ان میں سے ایک نے تلوار چلا دی ۔ خان مذکور کی شہادت کی انگلی کٹ گئی اور اس کا لڑکا ابوالفتح مارا گیا ۔ اس دوران میں باہر کے چوکیدار بھی آ گئے ، سیوا کے آدمی نہایت تیزی سے باہر نکل گئے[1] ۔

ساتویں سال جلوس عالم گیری میں جب مرزا راجا جے سنگھ اس کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا تو تعلقہ کے قلعے کے اوپر ایک فوج لے گیا اور پورندھر کا محاصرہ کر لیا ۔ اس نے عاجز ہو کر پیغام بھیجا کہ میں تیئیس قلعے سرکار شاہی میں [۳۰۶] دیتا ہوں ۔ آیندہ چاہیے کہ میرے حال پر توجہ فرمائی جائے ۔ سوال و جواب کے بعد تمام قلعوں کی کنجیاں بھیج دیں اور خود بغیر ہتھیاروں کے حاضر ہو کر (راجا جے سنگھ سے) ملا[2] ۔ مرزا راجا رعایت سے پیش آیا ۔ اس کو تلوار اور کپڑا دیا اور وہ مرزا کے ہمراہ بیجاپور کی مہم پر روانہ ہوا[3] ۔

جب اس واقعے کی اطلاع عالم‌گیر بادشاہ کو ہوئی تو اس کی طلبی کا فرمان صادر ہوا ۔ وہ اپنے لڑکے سنبھا کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کے دن (بادشاہ

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو سیوا جی اینڈ ہز ٹائمس صفحہ ۸۸-۹۲ (ب)
۲ ۔ یہ واقعہ ۱۶۶۵ع کا ہے (ب)
۳ ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے سیوا جی اینڈ ہز ٹائمس صفحہ ۱۲۸-۱۳۲ (ب)

گئے) حکم کے مطابق اس کو پنج ہزاری منصب داروں میں کھڑا
کر دیا ۔ وہ تنگ حوصلہ ہونے کی وجہ سے ایک کونے میں جا کر
لیٹ گیا اور ظاہر کیا کہ میرے پیٹ میں درد ہے؛ اجازت چاہتا ہوں
کہ جو جگہ میرے قیام کے لیے مقرر کی گئی ہے ، مجھے وہاں بھیج
دیا جائے ۔ اس جگہ پر پہنچنے کے بعد اپنی ناراضی کا اظہار صریح
طور سے کر دیا ۔

جب بادشاہ کے سامنے مذکورہ کیفیت بیان کی گئی تو اس کی
نگرانی کے لیے مرزا راجا کے لڑکے کنور رام سنگھ کو خاص تاکید
کی گئی اور اس کے بعد فولاد خاں کوتوال کے آدمی مذکورہ مکان
کے پہرے کے لیے مقرر ہوئے ۔ وہ نہایت اطمینان کے ساتھ ہر ایک
کے ساتھ ملا اور ان کو مطمئن کر دیا ۔

ایک رات اپنے لڑکے کو ساتھ لے کر اور لباس تبدیل
کرکے باہر نکل گیا اور راستے میں گھوڑوں پر سوار ہو کر جو
پہلے سے تیار تھے ، متھرا جا پہنچا ۔ داڑھی مونچھ منڈوا کر کاشی ،
بنگالہ اور اڑیسہ ہوتا ہوا حیدر آباد پہنچا اور سنبھا کو متھرا کے
رہنے والے برہمن کب کلس کے سپرد کر دیا[1] ۔ اس کو معقول انعام
کی امید دلائی اور کہا کہ جب میں بلاؤں تو اس کو پہنچا دینا[2] ۔
- [۳۴۷] -

جب دسویں سال جلوس عالم گیری میں سلطان محمد معظم دکن
کی صوبے داری پر مقرر ہو کر مہاراجا جسونت سنگھ کے ہمراہ
رخصت ہوا تو سیوا نے فساد شروع کر دیا ، اکثر شاہی محالات
پر قبضہ کر لیا اور بندر سورت کی آبادی کو لوٹ لیا اور

---

۱ - بینی پرشاد نے 'کرشن جی وشواناتھ' لکھا ہے (ب)
۲ - سیوا کے آگرہ پہنچنے ، قید اور فرار کے سلسلے میں
ملاحظہ ہو ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل صفحہ ۲۰۷-۹۰۷، سیوا جی اینڈ
ہز ٹائمس صفحہ ۱۳۹—۱۶۱ ، عالم گیر نامہ صفحہ ۹۶۷-۹۷۱ (ب)

بادشاہزادے کے پہنچنے کے بعد مہاراجا جسونت سنگھ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں اپنے لڑکے سنبھا کو بھیجتا ہوں ۔ (اس کو) منصب پر سرفراز کیا جائے تاکہ فوج کے ساتھ مقررہ کام پر بھیج دیا جائے ۔

اس درخواست کے منظور ہونے کے بعد پسر مذکورہ (سبھا) کو پرتاب راؤ کارپرداز اور ایک ہزار سوار فوج کے ساتھ بھیج دیا ۔ سرکار شاہی میں حاضر ہونے کے بعد پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب ، جڑاؤ ساز و سامان کے ساتھ ہاتھی اور صوبہ برار میں جاگیر وغیرہ پا کر سرفراز ہوا ۔

کچھ عرصے کے بعد اس نے لڑکے کو بلا لیا ۔ اس کا کارپرداز فوج کے ہمراہ حاضر رہا ۔ اس کے بعد سنبھا جی کی جاگیر سے ایک لاکھ روپے کے مطالبات میں چند محال ضبط کر لیے گئے کہ جو سیوا کو بادشاہ کے حضور میں طلب کرنے کے وقت دیے گئے تھے ۔ اس وجہ سے اس نے اپنے کارپرداز کو بھی بلا لیا اور بادشاہی علاقے کو غارت کرنا شروع کر دیا ۔ داؤد خان قریشی پھر اس کے تعاقب پر مقرر ہوا ۔ اس نے گوریلا جنگ شروع کردی ۔ اس کے بعد سیوا نے حیدرآباد کے حاکم سے متفق ہو کر یہ طے کیا کہ (تمھارے) ساتھ مل کر شاہی فوج سے جنگ کروں گا پہلے میری کوشش قلعوں کے فتح کرنے میں دیکھ لیجیے ۔

اس بہانے سے (سیوا) اس سے فوج اور روپے لے کر تنجاور گیا اور ونکو جی اپنے بھائی کو ملاقات اور کمک کے لیے طلب کیا ۔ اس نے جنجی کے قریب آ کر ملاقات کی ۔ [۳۴۸] سیوا نے اپنے باپ کے ترکے کا دعویٰ کیا ۔ اس نے اقرار کر لیا ۔ آدھی رات کو کچھ آدمیوں کے ساتھ وہ (ونکو جی) تنجاور چلا گیا ۔ سیوا نے اس کے لشکر کو برباد کر ڈالا اور جنجی وغیرہ قلعوں پر اپنا قبضہ کر کے (اپنے) آدمیوں کے سپرد کر دیے اور حیدر آباد کی فوج کو رخصت کر دیا ۔

سترھویں سال جلوس عالم‌گیری میں پھر دکن کے ناظم بہادر خان کوکہ سے صلح کی تحریک کی ۔ بہادر خان نے بادشاہ کے حضور میں تحریر بھیجی۔ اس کی منظوری آنے تک اس نے اپنے متعلقہ قلعوں میں غلہ اور سامان درست کر کے بیجاپوریوں سے پرنالہ کا قلعہ لے لیا اور اس شخص کی کہ جو ناظم مذکور کی طرف سے صلح کے متعلق سوال و جواب کرنے گیا تھا ، بہت مہمان داری کی اور صلح کے متعلق صاف جواب دے دیا ۔

بیسویں سال جلوس عالم گیری میں سنبھا اپنے باپ (سیوا) سے ناراض ہو کر علیحدہ ہو گیا اور دلیر خان کے پاس چلا آیا اور اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں بھاگ کر باپ (سیوا) کے پاس چلا گیا اور اسی سال سیوا نے بادشاہی ملک پر حملہ کرکے پرگنہ حالنہ کو ویران کر دیا اور چند روز بیمار رہ کر مر گیا[۱] ۔

کہتے ہیں کہ وہاں کے رہنے والے درویش شاہ جان اللہ نے جو صفات حمیدہ میں یکتا تھے ، اس سبب سے اس کے حق میں بد دعا کی تھی کہ باوجود منع کرنے کے سیوا اور (دوسرے) غارت کرنے والوں نے درویش مذکور کے تکیے کو برباد کردیا تھا ۔[۲]

سیوا انصاف کرنے ، کفایت شعاری اور فن سپاہ گری میں ممتاز تھا ۔ اس نے اپنے طویلے میں بہت سے گھوڑے جمع کیے تھے

---

۱ ۔ سیوا جی کی تاریخ انتقال میں سخت اختلاف ہے ۔ بہرحال وہ اپریل ۱۶۸۰ع میں فوت ہوا (ق)

۲ ۔ یہ واقعہ خافی خان جلد دوم صفحہ ۲۷۱ سے ماخوذ ہے ۔ خافی خان نے سیوا بھونسلہ کی تاریخ وفات ''کافر بجہنم رفت'' سے نکالی ہے جس سے ۱۰۸۱ھ برآمد ہوتے ہیں حالانکہ یہ واقعہ ۱۰۹۲ھ کا ہے لہذا ''کافرے بجہنم رفت'' ہونا چاہیے (ق)

اور اپنی سرکار کے گھوڑوں کی نگرانی کے لیے زیادہ تنخواہدار ملازم رکھتا تھا - ہر دس گھوڑوں پر [۳۰۹] ایک تحویلدار ، ایک سقہ اور مشعلچی ان کی خوراک کی دیکھ بھال پر مقرر تھا - اور وہ ہزار (گھوڑوں) پر ایک مجموعہ دار مقرر کرتا تھا - اس کے ملازمین بارگیر (سائیس) قسم کے تھے - جب فوج کو کسی سردار کے ساتھ کہیں بھیجتا تو تمام ساماں کو قلمبند کر لیا کرتا اور ملک کو غارت کرنے کے بعد جو کچھ حاصل دیکھتا، لےلیتا تھا- خفیہ جاسوس مقرر کر دیتا تھا -

اس کے مرنے کے بعد سنبھا باپ کا جانشین ہوا - اس نے خودرائی اختیار کی اور باپ کے ساتھیوں کو ناراض کر دیا اور جمع شدہ خزانے کو برباد کر دیا - کب کلس برہمن کا معتقد تھا - فسق و فجور علی‌الاعلان کرتا تھا - چوبیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں جب سلطان محمد اکبر باپ (عالم‌گیر بادشاہ) سے باغی ہو کر دکن چلا گیا تو سنبھا نے اس کو پناہ دی -

تیسویں سال جلوس عالم گیری میں خان زمان شیخ نظام جو پرنالہ کے نواح میں کولاپور کا فوجدار تھا ، اس کے متعلق خفیہ معلومات حاصل کرکے دور و دراز کے فاصلے سے آ کر اس پر حملہ آور ہوا- کب کلس کے ساتھ گرفتار کر لیا - حمیدالدین خاں جا کر اس کو سرکار میں لایا - وہ جس روز شاہی لشکر میں داخل ہو رہا تھا سزا کے لیےتختہ‌اور ٹوپی اس کے سر پر تھی- ہر چھوٹابڑا بہت‌خوش تھا-

با زن و فرزند سنبھا شد اسیر ۱۱۰۰ھ

اس واقعے کی تاریخ ہے[1]

---

۱ - تیسویں اور اکتیسویں سال جلوس عالم گیری کا یہ واقعہ نہیں ہے - بلکہ یہ واقعہ بتیسویں سال جلوس عالم گیری ، ۱۱۰۰ھ کا ہے - جیسا کہ مآثر عالم گیری صفحہ ۳۱۹-۳۲۵ اور ہسٹری آف اورنگ زیب جلد چہارم (سرکار) صفحہ ۳۹۸-۴۰۴ سے ظاہر ہوتا ہے (ب)

اکتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ بادشاہ کے ایما سے قتل کر دیا گیا اور راہیری گڑھ کا قلعہ جس کی فتح کے لیے ذوالفقار خان اس سے قبل تعینات ہو چکا تھا اسی سال فتح ہوا۔ اس کا لڑکا ساہو (شاہو) [۳۵۰] سنبھا کی عورتوں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں آیا۔ بادشاہ نے اس کو راجا کا خطاب ، سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب مرحمت فرمایا اور گلال بار میں جگہ دی۔ اس نے بادشاہ کے زیر سایہ پرورش پائی۔

عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد ذوالفقار خان کے مشورے سے محمد اعظم شاہ سے رخصت لے کر وہ وطن چلا گیا۔ مرہٹے اس کے پاس جمع ہوگئے۔ پہلے روضۂ منورہ پر (خلد آباد) آیا اور اس نے عالم گیر بادشاہ کی قبر کی زیارت کی ، لیکن اس دوران میں اس کے ساتھیوں نے اورنگ آباد کے بیرونی محلوں پر دست درازی شروع کر دی[1] ۔ اس کے بعد وہ ستارا پہنچا اور وہاں مقیم ہو گیا ۔ عرصۂ دراز تک زندہ رہا ۔ عیش و آرام سے بسر کرتا رہا ۔ اس کے کارپرداز فوج کشی اور غارت گری کرتے تھے جن کو اہل ہند کی زبان میں پردھان کہتے ہیں اور ان کے اعتقاد کے مطابق راجا کے لیے آٹھ پردھان ضروری ہیں ۔

یہاں تک کہ بہادر شاہ کے زمانے میں ذوالفقار خان کے مشورے سے صوبۂ اورنگ آباد ، خاندیس ، برار ، بیدر اور بیجاپور کی آمدنی میں سے سو روپے پر دس روپے اس کا حصہ قرار پایا[2] لیکن راجا ساہو اور راجا رام[3] کی بیوی تارا بائی کی مخالفت کی وجہ سے عمل درآمد نہ ہو سکا۔

اس کے بعد امیرالامرا حسین علی خان کی صوبیداری کے

---

۱ - خافی خان جلد دوم ، صفحہ ۵۸۲-۵۸۳

۲ - ملاحظہ ہو خافی خان جلد دوم صفحہ ۶۲۶-۶۲۷

۳ - متن میں رام راجا ہے جو صحیح نہیں ہے (ب) ۔

زمانے میں چھبیس روپے سیکڑہ چوتھ کے نام سے اس پر اضافہ ہوا اور اس سلسلے میں امیرالامراء کی مہر سے آراستہ سند انہیں (مرہٹوں) کو حاصل ہو گئی[1] - اس وقت سے لوٹ مار چھوڑ دی - راجا مذکور (ساہو) ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۴۹ع میں [۳۵۱] لاولد مرا[2] - اس کے چچا رام راجا کی اولاد قلعہ پرنالہ میں موجود ہے -

اس گروہ (مرہٹوں) کے قدیم سردار ابتدائی زمانے میں دھنا جادو اور سنتا کھورپرہ ہوئے کہ جو ہمیشہ فوج کشی کیا کرتے تھے اور ملک میں لوٹ مار کرتے رہتے تھے - دوسرا (سنتا) چونکہ مغرور تھا اس کو سیوا کے لڑکے رانا کے مرنے کے بعد اس کی زوجہ کے کہنے سے کہ جو کم سن بچے کے معاملات کی مختار تھی ، دھنا جی وغیرہ نے مار ڈالا - اس کا لڑکا رانو کھورپرہ کچھ عرصے تک اپنے باپ کی طرح لوٹ مار کرتا رہا اور اس سے بھی زیادہ مشہور ہو گیا - باقی ہر ایک کی اولاد اور سلسلہ دکن میں موجود ہے -

اس کے پردھانوں میں سے ایک پردھان بالا جی بشوناتھ برہمن قوم کا ہے - ۱۱۳۰ھ میں جب حسین علی خاں نے راجا ساہو کو چوتھ اور سردیس مکھی کے لیے تجویز کیا تو اپنی مہر کرکے اس کو سند دے دی - بالا جی بشوناتھ پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ سال مذکور ۱۱۳۰ھ مطابق ۱۷۱۸ع میں خان مذکور کے ہمراہ شاہجہاں آباد گیا -

۱۱۳۹ھ مطابق ۱۷۲۷ع میں بالا جی بشوناتھ کے لڑکے باجی راؤ کا ایک رفیق ملہار ہولکر کہ جو اس (بالا جی بشوناتھ)

---

۱ - ایضاً صفحہ ۷۸۴-۷۸۵

۲ - اس کی موت ۱۵ دسمبر ۱۷۴۹ع کو ہوئی - کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۱۱۰ (ب)

کے مرنے کے بعد اس کی جگہ پر بیٹھا ، مالوہ پہنچا ۔ اس نے وہاں کے صوبیدار گردھر بہادر سے جنگ کرکے اس کو قتل کر دیا اور محمد خاں بنگش کی نظامت کے زمانے میں بھی لوٹ مار کرتا رہا اور اس کی حکومت کو بے اثر کردیا اور ۱۱۴۵ھ مطابق ۳۳-۱۷۳۲ع میں [۳۵۲] جب مالوہ کی صوبیداری راجا جے سنگھ کے سپرد ہوئی تو اس نے ہم قوم ہونے کی وجہ سے باجی راؤ کو تقویت پہنچانے کی کوشش کی ۔

۱۱۴۶ھ مطابق ۳۴-۱۷۳۳ع میں باجی راؤ نے دکن سے ہندوستان کا قصد کیا ۔ خان دوراں کا بھائی مظفر خاں اس کے دفع کرنے کے لیے تعینات ہو کر سرونج پہنچا ۔ باجی راؤ نے مقابلہ نہیں کیا اور دکن واپس چلا گیا ۔

۱۱۴۷ھ مطابق ۳۵-۱۷۳۴ع میں (باجی راؤ) نے پھر ہندوستان کا قصد کیا ۔ بادشاہ (محمد شاہ) کے حکم سے دو فوجیں ایک اعتمادالدولہ قمرالدین خاں کی اور دوسری خاندوراں کی سرداری میں اس کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئیں ۔ باجی راؤ نے بھی ایک فوج پیلا جی جادو[1] کے ہمراہ قمرالدین خاں کے اور دوسری ملہار ہولکر کے ساتھ خاندوراں کے مقابلے کے لیے روانہ کی ۔ قمرالدین خاں نے تین چار مرتبہ فوج مقابل سے غالبانہ جنگ کی ۔ خاندوراں نے اس (قمرالدین خاں) کے برخلاف صلح کی تحریک کی اور دونوں فوجیں واپس ہوگئیں ۔

اس کے بعد راجا جے سنگھ کی درخواست کے مطابق کہ جو چاہتا تھا کہ مالوہ کی صوبیداری اس کی بجائے باجی راؤ کو مل جائے خاندوراں نے محمد شاہ بادشاہ کو اس پر رضامند کر لیا ۔ یہاں تک کہ ۱۱۴۸ھ مطابق ۳۶-۱۷۳۵ع میں صوبۂ مذکور (مالوہ) کا انتظام باجی راؤ کے سپرد کر دیا گیا ۔

---

۱ - متن میں پیلا جی جادو لکھا ہے (ب)

دوسرے سال باجی راؤ ایک بڑی فوج کے ساتھ مالوہ پہنچا اور وہاں کا انتظام کرنے کے بعد راجا بھداور پر حملہ آور ہوا ۔ راجا نے ایک مستحکم جگہ میں پناہ لی اور اس نے موضع آہتر کو [۳۵۳] جو راجا کے رہنے سہنے کا مقام تھا فتح کر لیا اور پیلا جی جادو کو دریائے جمنا کے پار اتار دیا ، تاکہ وہ انتر بید (دوآبے) کو لوٹ جائے ۔ اس (پیلا جی) نے برہان‌الملک سے مقابلہ کیا کہ جو اکبر آباد کے قریب پہنچ گیا تھا اور وہ (پیلا جی) بہت سے آدمی کٹوا کر بھاگ کھڑا ہوا اور جمنا کے اس طرف آ کر باجی راؤ سے مل گیا ۔ باجی راؤ بہت شرمندہ ہو کر شاہجہاں آباد کی طرف چلا گیا ۔ شہر (دہلی) کی خرابی کے بعد خاندوران شہر مذکور سے نکل آیا ۔ جب باجی راؤ نے جنگ میں کامیابی نہ دیکھی تو وہ اکبر آباد کی طرف روانہ ہو گیا ۔

۱۱۵۰ھ مطابق ۳۸—۱۷۳۷ع میں محمد شاہ بادشاہ کے طلب کرنے پر آصف جاہ دکن سے دارالخلافہ دہلی پہنچا اور باجی راؤ کی معزولی کے بعد مالوہ کی صوبیداری پر مقرر ہو کر اس جانب چلا گیا ۔ بھوپال کے نواح میں باجی راؤ سے جنگ ہوئی ۔ صلح کے بعد (مالوہ کی) صوبیداری اس (باجی راؤ) کو بحال رہی اور وہ (آصف جاہ) دارالخلافہ (دہلی) کو واپس ہو گیا[۱] ۔

۱۱۵۲ھ مطابق ۱۷۳۹ع میں باجی راؤ نے ناصر جنگ شہید کے ساتھ شہر اورنگ آباد کے نزدیک جنگ کی اور آخر میں صلح کرکے خاندیس کے مضاف میں سرکار کھرگون اور ہاندیہ کو

---

۱ ۔ محمد شاہ کے عہد میں مرہٹوں کی سرگرمیوں کے لیے ملاحظہ ہو لیٹر مغلز جلد دوم صفحہ ۲۷۷-۳۰۶ ۔ آصف جاہ اور باجی راؤ سے صلح نامہ ۱۷ جنوری ۱۷۳۸ع کو ہوا ۔ ملاحظہ ہو کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۳۵۷ (ب)

لے لیا اور دریائے نربدا کے کنارے پہنچ کر ۱۱۵۳ھ مطابق ۱۷۴۰ء میں فوت ہو گیا[1] ۔

اس کے بعد اس کا لڑکا بالا جی اس کی جگہ پر بیٹھا اور باجی راؤ کے بھائی جمناجی کا لڑکا سداسیو راؤ عرف بھاؤ [۳۵۴] اس کا کارپرداز مقرر ہوا ۔ چونکہ ساہو راجا کے ساتھ صلح کے قواعد طے ہو چکے تھے ، لہٰذا راجا مذکور (ساہو) کی موت اور ناصر جنگ کی شہادت تک کہ جو ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۵۱ء میں واقع ہوئی ، اگرچہ چند مرتبہ ان کی طرف سے شرارت ظاہر ہوئی لیکن رفع دفع ہو گئی ۔

راجا (ساہو) کے مرنے کے بعد اس کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص کو (مرہٹوں نے) اپنا سربراہ بنا لیا اور راج کا کاروبار اس نے اپنے اختیار میں لے لیا اور مرہٹوں کے پرانے سرداروں کو اپنے موافق کر لیا ۔ ۱۱۶۴ھ مطابق ۱۷۵۱ء میں جب کہ ہولکر اور جی اپاسندھیا ، ابوالمنصور خاں کی کمک پر الہ آباد اور اودھ کی جانب گئے اور احمد خاں بنگش مغلوب ہو گیا تو اس کے صلے میں خان مذکور (ابوالمنصور خاں) نے کول ، جلیسر اور قنوج سے کڑا جہاں آباد تک ان (مرہٹوں) کو دے دیا ۔ آہستہ آہستہ انھوں نے الہ آباد تک قبضہ کر لیا ۔ اس نواح میں تقریباً دس سال تک مرہٹوں کا عمل دخل رہا ۔

سال مذکور (۱۱۶۴ھ مطابق ۱۷۵۱ء) میں بالا جی نے دکن میں اورنگ آباد پر فوج کشی کر دی ۔ ناظم کی سرکار سے ایک کثیر رقم اس کے ہاتھ آئی ۔ ۱۱۶۵ھ مطابق ۱۷۵۲ء میں امیرالامرا ، فیروز جنگ کی سند سے صوبہ خاندیس کا اکثر حصہ اور صوبہ خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) کے بعض محالات ان (مرہٹوں)

---

۱ ۔ اس کی تاریخ وفات ۱۷ اپریل ۱۷۴۰ء ہے (ب)

کے قبضے میں آ گئے اور ۱۱۷۱ھ مطابق ۱۷۵۸ع میں [۳۵۵] دکن میں نظام الدولہ ، آصف جاہ سے مقابلہ ہوا اور صلح کے بعد پورے ستائیس لاکھ روپے کی آمدنی کا ملک مرہٹوں کو مل گیا ۔

اسی سال ۱۱۷۱ھ مطابق ۱۷۵۸ع میں جی اپا کے لڑکے جنکو اور بھائی دتا جی سندھیا نے سکرتال میں نجیب الدولہ کو محصور کر لیا ۔ اسی سال رگھناتھ راؤ ، شمشیر بہادر اور ہولکر شاہجہان آباد کے نواح میں آ گئے تھے ۔

آدینہ بیگ خاں کے بلانے کے مطابق (مرہٹے) پنجاب کی جانب بڑھے اور انھوں نے شاہ درانی کے لڑکے تیمور شاہ اور جہان خاں کو لاہور سے نکال بھگایا اور ان (مرہٹوں) کا نائب لاہور میں رہا ۔

۱۱۷۳ھ مطابق ۶۰-۱۷۵۹ع میں دتا ، شاہ درانی کے سرہند تک آنے کی خبر سن کر مر گیا اور دکن میں احمد نگر کا قلعہ مرہٹوں کے قبضے میں آ گیا ۔ بالاجی اور سداسیو راؤ نے امیر الممالک ، نظام الدولہ آصف جاہ کی مخالفت کی اور مقابلے پر آ گئے ۔ تقدیر کی بات کہ مسلمانوں کی فوج کے پچھلے حصے کے سردار مارے گئے اور پورے ساٹھ لاکھ روپے کی آمدنی کا ملک ، دولت آباد ، اسیر اور بیجاپور کے تین قلعے مرہٹوں کے قبضے میں پہنچ گئے ۔

جب سال مذکور (۱۱۷۳ھ مطابق ۶۰-۱۷۵۹ع) میں شاہ درانی نے پنجاب سے مرہٹوں کا عمل دخل ختم کرکے دتا سندھیا کو مار ڈالا اور ہولکر کی فوج کو برباد کر دیا تو اس بنا پر سداسیو راؤ ، بالا جی کے لڑکے بسواس راؤ کے ساتھ اس کا بدلہ لینے کے ارادے سے [۳۵۶] ہندوستان روانہ ہوا ۔ پہلے شہر دارالخلافہ (دہلی) میں پہنچ کر قلعے پر قبضہ کیا اور محی السنۃ بن کام بخش کے بیٹے محی الملت کو کہ جسے عالمگیر ثانی کے مارے جانے کے بعد عمادالملک نے تخت نشین کیا تھا ، تخت شاہی سے

اٹکاوکر اس کی بجائے شاہ عالم بادشاہ کے لڑکے مرزا جواں بخت کو تورۂ چنگیزی کے مطابق تخت پر بٹھایا ۔

۱۱۷۴ھ مطابق ۱۷۶۰--۶۱ء میں شاہ درانی سے مقابلہ کیا ۔ رسد کے راستوں کے بند ہو جانے کی وجہ سے اس کی فوج کی حالت خراب ہوگئی ۔ جیسے تیسے مقابلہ کیا ۔ وہ (سداسیو راؤ) ، بسواس راؤ اور ان (مرہٹوں) کے سرداروں کی بڑی جماعت ماری گئی ۔ جو لوگ کہ بھاگ گئے تھے ، انھیں دیہاتیوں نے نہیں چھوڑا[1] ۔ بالا جی یہ حقیقت سن کر اسی سال ۱۱۷۴ھ مطابق ۱۷۶۰--۶۱ء) میں غصے سے مر گیا[2] ۔

اس کا دوسرا لڑکا مادھو راؤ اس کی جگہ پر بیٹھا ۔ کچھ دنوں تک اس کے حقیقی چچا رگھناتھ راؤ اور اس کے درمیان جھگڑا رہا ۔ آخرکار اس نے رگھناتھ راؤ کو گرفتار کرکے نظربند کر دیا اور کئی سال استقلال سے گزارنے کے بعد وہ بھی مر گیا ۔

اس نے اپنے چھوٹے بھائی نرائن راؤ کو اپنا جانشین کر دیا تھا ۔ رگھناتھ راؤ نے لوگوں سے مل کر نرائن راؤ کو قتل کردیا ۔ چونکہ اس کے کارکن اس (رگھناتھ راؤ) سے رضامند نہ ہوئے تھے اس لیے آپس میں نزاع ہو گیا ۔ رگھناتھ راؤ مغلوب ہو کر فرنگی کلاہ پوشوں (انگریزوں) کے پاس پناہ گزیں ہوا ۔ اس زمانۂ تحریر میں ان (انگریزوں) کی مدد سے اس نے (نرائن راؤ) کے متصدیوں سے جنگ کی اور ان کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا ۔ اس نے صوبۂ مالوہ میں بقدر اخراجات جاگیر پائی اور وہ اس صوبے کی جانب روانہ ہو گیا ۔

---

۱ ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ، کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۴۱۰-۴۲۶

۲ ۔ یہ واقعہ ۲۳ جون ۱۷۶۱ء کا ہے (ب)

راستے میں راہبر آدمیوں سے لڑ کر [۳۵ء] بندر سورت میں انگریزوں کے پاس جا پہنچا ۔ اس وجہ سے انگریزوں اور مرہٹوں میں نزاع پیدا ہو گیا ۔ نرائن راؤ کا کم سن لڑکا مادھو راؤ[۱] اپنے بزرگوں کی جگہ ہے ۔

راجا ساہو کے سرداروں میں سے کچھ دیھاریہ (ددبھادے؟) ہیں ، جو سربلند خاں کی صوبے داری کے زمانے میں ملک گجرات میں داخل ہوئے اور صوبۂ مذکور کے اکثر حصے پر قابض ہوگئے۔

راجا ساہو کے سرداروں میں سے رگھو جی بھونسلہ ہے ، جو راجا مذکور (ساہو) سے ہم قومی کی نسبت بھی رکھتا ہے اور صوبۂ برار اس سے متعلق تھا ۔ وہ ملک دیو گڑھ اور چاندہ پر بھی قبضہ کرنے کے بعد کٹک کے راستے سے بنگالہ پہنچا اور وہاں کی چوتھ کے بدلے میں اس نے صوبہ اڑیسہ حاصل کیا ۔

اس کے مرنے کے بعد اس کا بڑا لڑکا جانو جی اس کی جگہ پر بیٹھا ۔ جب وہ مر گیا تو کچھ عرصے تک اس کے بھائیوں میں نزاع رہا ۔ اس زمانۂ تحریر میں رگھو جی کا لڑکا جودھو قابض ہے ۔ اس نے چوتھ کے متعلق سند اپنے سرداروں کے ذریعے سے مرہٹوں کی حکومت سے اپنے لڑکے رگھو جی کے نام حاصل کر لی ۔

اس (ساہو) کے دوسرے ساتھیوں میں سے مرار راؤ گھورپرہ ہے کہ جو صوبۂ بیجاپور کے محالات سرا وغیرہ کا صوبیدار تھا ۔ اس نے بحیثیت سردار شہرت حاصل کی ۔ قلعہ گوتی[۲] وغیرہ بہت سے محالات اس کے قبضے میں تھے ۔ حیدر علی خاں نے ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ء میں قلعۂ مذکور (گوتی) میں اس کو محصور کر کے اس کو

---

۱ ۔ اس نے محل سے گر کر خودکشی کی ۔ محل سے ۲۵ اکتوبر ۱۷۹۵ء کو گرا ؛ دو روز بعد فوت ہوا ۔ ہسٹری آف دی مرہٹاز از گرانٹ ڈف جلد دوم صفحہ ۲۵۴ (ب)

۲ ۔ متن میں گیتی ہے (ب)

قید کرلیا اور وہ قید خانے ہی میں مر گیا اور اس (ساہو) کے چھوٹے چھوٹے سردار اندازۂ تحریر سے باہر ہیں [۳۵۸] -

۱۰۶

رکن الدولہ سید لشکر خاں بہادر

اس کا نام میر اسماعیل ہے - اس کے بزرگ بلخ کے مضاف سرپل کے رہنے والے تھے - اس کا سلسلۂ نسب میر سید علی دیوانہ تک پہنچتا ہے جن کا مزار پنجاب کے ایک گاؤں میں ہے - اس کی لوگ زیارت کرتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں - وہ (سید علی دیوانہ) شاہ نعمت اللہ ولی کے خلفا میں سے تھے -

اس (میر اسماعیل) کے چچا سید ہاشم خاں نے شاہی ملازمت میں اختصاص حاصل کیا - چونکہ میر اسماعیل کا باپ جلد ہی فوت ہو گیا تھا اس لیے ہاشم خاں نے اس کو پرورش کیا - وہ (میر اسماعیل) برادریٔ خاص کے ملازموں میں داخل ہوا کہ جن سے مغل منصب دار مراد ہیں اور اسے مسافر خاں کا خطاب ملا -

محمد شاہ بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں عالم علی خاں کی جنگ میں اس نے نظام الملک آصف جاہ بہادر کے ساتھ نہایت بہادری دکھائی اور اپنے مقابل کو تلوار سے مغلوب کر دیا -

اس کے بعد جب (آصف جاہ بہادر) محمد شاہ بادشاہ کے حسب طلب بادشاہ کے حضور میں پہنچا[۱] اور ملاقات سے مشرف ہوا تو اس (آصف جاہ) نے اس (میر اسماعیل) کی شجاعت و بہادری بادشاہ کے ذہن نشین کرائی ؛ لہذا وہ صوبۂ کابل میں اٹک کی فوج داری پر مامور کیا گیا - اس کے بعد وہاں سے مستعفی ہو کر (آصف جاہ) بہادر مذکور کے پاس دکن پہنچا اور اس کی کل سرکار کی بخشی گری کے منصب اور سید لشکر خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا - کچھ دنوں

---

۱ - ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم ، صفحہ ۹۳۹

تک فرخندہ بنیاد (حیدر آباد دکن) کے مضاف راج‌بندری کے بندوبست پر مامور رہا اور عرصۂ دراز تک صوبۂ اورنگ آباد کے انتظام پر تعینات رہا - اس کے بعد (آصف جاہ) بہادر مذکور کے ہمراہ ہندوستان جا کر نادر شاہی معرکوں [۳۵۹] میں مناسب خدمات انجام دیں -

جب دکن میں باجی راؤ سردار نے راجا ساہو بھونسلہ کی طرف سے ہنگامہ اور فساد برپا کیا اور ناصر جنگ شہید سے جنگ کی نوبت آ گئی تو راؤ مذکور (باجی راؤ) کو سخت تنبیہ کی گئی اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ ختم ہو گیا [۱] - خان مذکور (سید لشکر خاں) نے بہادر مذکور (آصف جاہ) کے ایما سے آ کر متوفی (باجی راؤ) کے لڑکے اور بھائی کو تسلی دی اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا -

اس کے بعد وہ ہندوستان آیا اور بہادر مذکور (آصف جاہ) کے ساتھ ۱۱۵۳ھ مطابق ۱۷۴۰-۴۱ع میں دکن پہنچا اور نصیرالدولہ کے انتقال کے بعد صوبۂ اورنگ آباد کی نیابت، اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب، بہادر کا خطاب، علم، نقارہ اور طبل اسے مرحمت ہوا -

ناصر جنگ شہید کے زمانے میں اسے نصیر جنگ کا خطاب ملا - پھلچری (پانڈیچری) کی جنگ کے بعد وہ پھر اورنگ آباد کا صوبہ دار ہو گیا اور صلابت جنگ مرحوم کے زمانے میں اصل و اضافہ کے بعد چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب، رکن‌الدولہ کا خطاب اور وکیل مطلق کا عہدہ اسے عنایت ہوا - اس کے بعد وہ مستعفی ہو گیا اور صوبۂ برار کا ناظم مقرر ہوا - جب یہ خدمت

---

۱ - ملاحظہ ہو کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم، صفحہ ۳۸۳ - باجی راؤ ۲۵ اپریل ۱۷۴۰ع کو فوت ہوا (ب)

مذکور (نظامت برار) نظام‌الدولہ آصف جاہ کے سپرد ہوئی تو اس کو اورنگ آباد کے انتظام کے لیے تعینات کیا گیا ۔ ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۷ع میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

خوش اخلاق [۳۶۰] اور امور شریعت کی حفاظت کرنے والا تھا ۔ علما و فقرا کا احترام کیا کرتا تھا ۔ خیرات پوشیدہ طور سے کرتا تھا ۔ ملکی معاملات سے واقف تھا لیکن مالی معاملات کو کم سمجھتا تھا ۔ اس کی کئی لڑکیاں تھیں ۔

اس کے چچا زاد بھائی سید عارف خاں اور سید ظریف خاں لاہور سے اس کے پاس آئے ۔ وہ ہر ایک کے ساتھ سلوک سے پیش آیا اور اپنی ایک لڑکی کی شادی سید ظریف خاں کے چھوٹے لڑکے میر جملہ کے ساتھ کر دی ۔

اس زمانۂ تحریر میں وہ (میر جملہ) پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب ، عظیم‌الدولہ نصیر جنگ کے خطاب اور خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) کے انتظامات پر فائز ہے اور صوبۂ مذکور (اورنگ آباد) سے متعلق نظام‌الدولہ آصف جاہ کی سرکار کے محالات کی متصدی گری بھی اس کو ملی ہوئی ہے اور امیر مذکور (نظام‌الدولہ آصف جاہ) کی اس پر نظر عنایت ہے ۔

اس کا بڑا بھائی رفعت‌الدولہ بہادر زورآور جنگ بہت مدت تک اس کی سرکار کے ملازم مغلوں کے رسالے کا بخشی رہا ۔ اس زمانے میں وہ ناندیر کا نائب ناظم ہے ۔ پنج ہزاری منصب پر فائز ہے اور بے باک و صاف دل انسان ہے ۔

۱۰۷
راجا بیر بہادر

بھرو جی سرکر کا لڑکا ہے جو قوم دھنکر[۱] کی ایک شاخ ہے ۔ اس کے بزرگ انا گونڈی کے نواح کے رہنے والے تھے کہ جو دریائے

---

۱ ۔ اختلاف نسخ میں دھنگر دیا ہے جو صحیح ہے (ب)

تنگ بھدرا کے کنارے پر [۳۶۱] واقع ہے۔ پہلے زمانے میں یہ مقام راجاؤں کی راجدھانی رہا ہے۔ (وہ لوگ) کسی وجہ سے وہاں سے نکل آئے اور انھوں نے شہر بیجاپور کے قریب دیہات میں آ کر سکونت اختیار کر لی۔

بھرو جی، نیا راجا سندھیا[1] کا رشتہ دار ہونے کی وجہ سے مناسب منصب اور اچھی آمدنی کی جاگیر پر فائز تھا اور نظام‌الملک آصف جاہ کے زمانے میں مناسب منصب اور صوبۂ بیدر کے پرگنہ پالم کی جاگیر پر فائز ہو کر نوکری کرنے لگا۔

جب وہ مر گیا تو اس کا بڑا لڑکا اکا جی اس کی جگہ پر مامور ہوا اور رفتہ رفتہ ہفت ہزاری منصب، راجا بیر بہادر کے خطاب اور اضافۂ جاگیر سے سرفراز ہوا۔ ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ع میں وہ فوت ہو گیا۔ وہ فارسی زبان سے واقف تھا اور کبت اور دوہرہ کے فن میں ماہر تھا کہ جس سے گنگا اور جمنا کے درمیان کے رہنے والے لوگوں کی زبان کا موزوں کلام مراد ہے۔

اس کے بعد اس کے لڑکے سدھرم اور اس کے بھتیجوں نے موروثی جاگیر تقسیم کرلی اور ملازمت کے ذریعے زندگی گزارتے ہیں۔

---

۱ - متن میں تیا دیا ہے جو صحیح نہیں ہے (م)

ز

۱۰۸

زین خاں کوکہ

اکبر بادشاہ کی انا پیچہ جان[1] اس کی ماں ہے۔ اس کا باپ [۳۶۲] خواجہ مقصود علی ہروی پاک طینت، صداقت و دیانت سے متصف اور مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) کے ملازمین میں سے تھا۔ ہمیشہ ہودج کے اردگرد نگرانی کی خدمت پر مامور رہا۔ عراق (ایران) کے سفر میں وفادار ملازموں میں شامل رہا۔ اکبر بادشاہ نے اس (خواجہ مقصود علی) کے بھائی خواجہ حسن (جو زین خاں کا چچا تھا) کی لڑکی کا عقد شاہزادہ سلطان سلیم کے ساتھ کر دیا تھا۔ ۹۹۷ھ مطابق ۱۵۸۹ع میں اس کے بطن سے سلطان پرویز پیدا ہوا۔ تیسویں سال جلوس اکبری میں جب مرزا محمد حکیم نے کابل میں وفات پائی اور اکبر بادشاہ نے زابلستان (افغانستان) کے ارادے سے دریائے سندھ کو عبور کیا تو زین خاں کہ جو دو ہزار پانصدی منصب پر فائز تھا، یوسف زئی قبیلے کی ہدایت اور سوات و بجور کی فتح کے لیے روانہ ہوا۔

یہ گروہ (یوسف زئی) زیادہ تر قراباغ اور قندھار میں رہتا تھا۔ وہاں سے کابل آ کر اس گروہ نے دست درازیاں شروع کیں،

۱۔ متن میں 'بیچہ جان' ہے اور اکبر نامہ (جلد اول صفحہ ۴۴) میں پیچہ جان ہے (ب)

مرزا الغ بیگ کابلی نے بہت سوں کو بھگا دیا - بچ جو رہے وہ لمغانات میں رہنے لگے - کچھ عرصے کے بعد ہشت نگر[1] میں مقیم ہوگئے - تقریباً سو سال ہوئے کہ سوات و بجور میں رہزنی اور سرکشی سے زندگی گزارتے ہیں -

اسی علاقے میں ایک گروہ ہے کہ جس کو 'سلطان' کا خطاب ہے اور وہ لوگ اپنے کو سلطان سکندر کی لڑکی کی اولاد سے سمجھتے ہیں- اس قوم (یوسف زئی) کے لوگوں نے پہلے تو خدمت سے اپنا نقش بٹھا دیا ، پھر حیلہ و مکر سے [۳۹۳] نمک حرامی کر کے ان خاص جگہوں پر قابض ہو گئے اور ان سے پہلے کے گروہ (سلطان) کے کچھ لوگ ان دروں میں ناکامی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور وطن دوستی کی وجہ سے باہر نکلنا نہیں چاہتے ہیں - جس سال کہ اکبر بادشاہ مرزا محمد حکیم کی تنبیہ کے لیے اس نواح میں پہنچا تو پہلے ہی اس قبیلے کے بڑے سردار بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے- ان میں سے کالو پر بادشاہ کی نظر عنایت ہوئی - لیکن وہ دارالخلافہ آگرہ سے فرار ہو گیا - خواجہ شمس الدین خوافی نے اٹک کے نواح میں اس کو گرفتار کر لیا اور بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا - سزا ملنے کی بجائے اس پر نوازش ہوئی - لیکن وہ پھر فرار ہو کر اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا اور سرکشی و شرانگیزی میں دوسرے زمینداروں کا رہنما ہو گیا -

زین خاں کوکہ پہلے ولایت بجور میں پہنچا کہ جس کے جنوب میں پشاور اور مغرب میں کابل کے پرگنات ہیں - جس کا طول پچیس کوس اور عرض پانچ سے دس کوس تک ہے - اس قبیلے (یوسف زئی) کے تیس ہزار گھر وہاں آباد ہیں - اس نے ان کے بہت سے آدمیوں کو سزائیں دیں - غازی خاں ، مرزا علی اور

---

[1] - متن میں استغر ہے (ب)

اس قوم کے دوسرے سردار پناہ طلبی کے بعد زین خاں سے ملے (زین خاں) شرانگیزی ختم کرکے واپس آ گیا۔
اس کے بعد (زین خاں نے) کوہستان سوات کا ارادہ کیا۔ سخت لڑائیوں کے بعد دشمن بھاگ کھڑا ہوا اور اس نے چکدرہ میں کہ جو اس (ولایت) کے درمیان واقع ہے، ایک قلعہ بنوایا۔ دشمن بھاگ کھڑا ہوا۔ اس نے تیئیس مرتبہ فتح پائی۔ سات سنکر (مورچوں کی دیواریں) توڑے۔ کراکر کی پہاڑی اور ولایت بونیر کے علاوہ تمام علاقے پر قبضہ کر لیا[1] [۳۶۴]۔
چونکہ پہاڑوں میں پھرنے سے فوج پریشان ہو گئی تھی اس لیے (زین خاں) کوکہ نے مدد کی درخواست کی۔ اکبر بادشاہ نے راجا بیربر اور حکیم ابوالفتح کو ایک دوسرے کے پیچھے تعینات کیا۔ جب یہ لوگ کوکلتاش سے ملے تو ہم رتبہ ہونے کی وجہ سے پرانا حسد اتحاد میں تبدیل نہ ہوا، اختلاف پیدا ہو گیا۔ مشورے کے وقت کوکہ نے کہا کہ سرکشوں کی تنبیہ کے لیے تازہ دم لشکر روانہ کیا جائے اور میں ولایت کے درمیانی علاقے کی نگرانی کرتا ہوں، یا تم چکدرہ میں رہنا اختیار کرو اور میں پہاڑوں میں رہنے والوں کو سزا دیتا ہوں۔ راجا (بیربر) اور حکیم (ابوالفتح) نے جواب دیا کہ ملک کو لوٹنے کا حکم ہے، حفاظت کرنے کا حکم نہیں ہے۔ سب متفق ہو کر ان کو سزا دیں اور پھر بادشاہ کے حضور میں چلیں۔ کوکہ نے کہا کہ جو ملک اتنی مشکلات سے ہاتھ آیا ہو، کس طرح اس کو بغیر انجام کو پہنچائے ہوئے چھوڑ دیا جائے۔ اگر یہ دونوں شرطیں منظور نہیں ہیں تو جس راستے سے آئے ہو، چلے جاؤ۔ انھوں نے اس بات کو نہ سنا اور کراکر کے اسی راستے سے کہ جو نشیب و فراز سے پر تھا، چلے گئے۔ کوکہ ان کے نامناسب

---

۱ - ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۴۸۱-۴۸۲

برتاؤ کی وجہ سے سرداری سے کنارہ کش ہو گیا اور خیال کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مقربین کچھ نامعقول باتیں کریں اور بادشاہ کے مزاج کو مکدر کر دیں ۔ (اس کے بعد) ہر تنگ درے میں جنگ ہوئی اور لشکر کا سامان لوٹ لیا جاتا تھا ۔

جب وہ مالندری[1] کی پہاڑی کی طرف روانہ ہوئے تو کوکہ (زین خان) فوج کے آخری حصے کا سردار ہو گیا ۔ افغان دبانے ہوئے چلے آ رہے تھے ؛ مجبوراً جنگ کرنی پڑتی تھی ۔ انھوں نے ہر طرف سے تیر اور پتھر برسا کر مقابلہ کیا ۔ لوگ پریشان ہو کر پہاڑ کی بلندی سے نیچے اتر آئے ۔ اس افراتفری میں ہاتھی ، گھوڑے [۳۶۵] ایک دوسرے سے مل گئے اور گر پڑے اور بہت سے لوگ ضائع ہو گئے ۔ کوکتاش نے چاہا کہ وہ جاں نثاری کرے ۔ جانش بہادر نے اس کے قریب پہنچ کر اس کو واپس کر لیا ۔ کچھ دور راستہ بھول کر پیدل چلا اور پھر منزل پر پہنچا ۔ جب یہ شہرت سنی کہ افغان پیچھے سے آ رہے ہیں تو بہت پریشان ہو کر بے وقت چل پڑا ۔ لوگ اندھیرے کی وجہ سے راستہ چھوڑ کر دروں میں گر پڑے ۔ اگرچہ افغان مال غنیمت کی تقسیم کی وجہ سے ٹھہر گئے تھے ۔ دوسرے روز وہ لوگ جو راستہ بھول گئے تھے ختم کر دیے گئے ۔ راجا بیربر بہت سے آدمیوں کے ساتھ جن میں سے پانسو آدمی بادشاہ کے روشناس تھے ، اس بے راہروی میں مارا گیا ۔

کوکلتاش اکتیسویں سال جلوس اکبری میں مہمند اور غوریہ خیل کی تنبیہ کے لیے پشاور کے نواح میں متعین ہوا کہ جنھوں نے جلال الدین روشنائی کو سردار بنا کر تیراہ اور خیبر میں شورش برپا کر رکھی تھی ۔ اس نے بہت کارہائے نمایاں انجام دیے ۔ بتیسویں سال جلوس اکبری میں زابلستان کی حکومت

---

۱ ۔ متن میں بلندری ہے (ب)

راجا مان سنگھ کی بجائے اس کے سپرد کی گئی اور تینتوسویں سال جلوس اکبری میں وہ پھر گروہ یوسف زئی کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا - پہلے وہ بجور میں داخل ہوا ؛ آٹھ ماہ تک لڑا ، بہت سے آدمی مارے گئے - مجبور ہو کر باقی ماندہ لوگوں نے اطاعت قبول کر لی -

کوکہ نے سوات پر قبضہ کرنے کا قصد کیا - پہلے دریائے پھکورہ کے کنارے پر جو اس ملک میں داخل ہونے کی ابتدائی جگہ ہے ، مضبوط قلعہ بنا کر مقیم ہو گیا - غنیم عید قربان میں مشغول تھا ، کوکہ اس کی لاعلمی میں [۲:۲۶۲] پوشیدہ راستے سے سوات میں داخل ہو گیا - افغان پریشان ہو کر کونوں میں چھپ گئے اور وہ علاقہ فتح ہو گیا - جہاں جہاں قلعے کی ضرورت تھی ، اس کی بنیاد رکھی گئی اور لوگوں کو حفاظت کے لیے مقرر کیا [1] -

پینتیسویں سال جلوس اکبری میں زین خاں کو شمال کے زمینداروں کو تنبیہ کرنے کی اجازت ملی - پٹھان (پٹھانکوٹ) کے قریب سے داخل ہو کر دریائے ستلج تک رخ نہیں پھیرا - وہاں کے تمام زمیندار مطیع ہو گئے - نگر کوٹ سے راجا بدھی چند ، کوہ جمو سے راجا پرسرام، مئو سے راجا باسو ، راجا انرودھ جسوال، راجا کلهور ، راجا جگدیس چند ده وال ، ہنہ سے رائے سنسار چند ، مان کوٹ سے رائے پرتاب ، رائے بھسو بزرگ جسروتہ ، لکھن پور سے رائے بلبھدر ، کوٹ بھرتھ سے دولت ، رائے کرشن بلاوریہ ، رائے راودیہ دھمری وال (سب مطیع ہو گئے) اگرچہ ان کے سوار دس ہزار تھے ، لیکن پیادے ایک لاکھ سے زیادہ تھے - یہ سب لوگ گرانقدر نذرانوں کے ساتھ کوکہ کی ہمراہی میں بادشاہ کے

---

۱ - ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۵۱۰-۵۳۲ -

حضور میں حاضر ہوئے[۱] ۔

چھبیسویں سال جلوس اکبری میں کوکلتاش کو چار ہزاری منصب اور نقارہ مرحمت ہوا اور ستیسویں سال جلوس اکبری میں جب زین خاں سندھ کے اس پار سے ہندو کوہ تک کی نگرانی پر مامور ہوا تو سوات و بجور سے تیراہ تک پہنچا ۔

آفریدی اور ورک زئی متفق و مطیع ہو گئے ۔ جلالہ کافروں کے ملک (کافرستان) میں چلا گیا ۔ کوکہ اس ملک میں [۳۹۷] داخل ہو گیا ۔ چونکہ جلالہ کا داماد وحدت علی (گروہ) یوسف زئی کی مدد سے قلعہ کنشان[۲] اور کافروں کے ملک کے کچھ حصے پر قابض ہو گیا تھا ، کوکلتاش نے اس کی بیخ کنی کا ارادہ کیا ۔ فوج نے اس کہسار تک کہ جہاں کاشغر کے حاکم کا داروغہ رہتا تھا ، حملہ کرکے بہت سے آدمیوں کو گرفتار کر لیا ۔ کافروں کے سردار بھی اس سے مل گئے اور افغانوں کی بیخ کنی میں شریک ہو گئے ۔ ان میں سے کچھ بدخشاں میں چغان سرا کی طرف چلے گئے ، مگر گرفتاری اور قتل سے محفوظ نہ رہ سکے ۔ مجبور ہو کر یوسف زئی سرداروں نے پناہ طلب کی ۔ قلعہ کنشان اور بہت سے مقامات پر قبضہ ہو گیا ۔ بدخشاں اور کاشغر کی حدود تک ملک فتح کر لیا ۔

اکتالیسویں سال جلوس اکبری کے شروع میں جو جشن ہوا اس میں زین خاں پنج ہزاری منصب پر فائز ہوا ۔

جب قلیج خاں سے کابل کا انتظام نہ ہو سکا تو اسی سال وہ ملک کوکہ کی جاگیر میں دے دیا گیا اور اسی سال شاہزادہ سلطان سلیم کو زین خاں کی لڑکی سے بے انتہا محبت ہو گئی اور شادی کی تدبیر ہونے لگی ۔ اکبر بادشاہ اس بے راہ روی سے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ صفحہ ۵۸۳ ۔ راجاؤں اور مقامات کے نام اکبر نامہ سے مختلف ہیں (ب)

۲ ۔ متن میں کنشال ہے

ناراض ہوا ۔ جب (شاہزادہ کی) توجہ خاطر حد سے زیادہ دیکھی تو اجازت دے دی اور ۱۰۰۴ھ مطابق ۱۵۹۶ع میں شادی ہو گئی ۔

جب جلال الدین روشنائی ، جو کابل کے علاقے میں فساد کی بنیاد تھا ، ختم ہو گیا اور زابلی شورش بھی اختتام کو پہنچی تو زین خاں بادشاہ کے حکم سے تیراہ سے لاہور پہنچا [۳۶۸] اور اکبر بادشاہ برہان پور سے آگرہ واپس آیا ، (بادشاہ نے) اس کو طلب کیا ۔ کامیاب ہونے کی بنا پر وہ شراب زیادہ پینے لگا ۔ (طلبی) کی وجہ سے اس نے اس میں کچھ کمی کر دی تو بیماری بڑھ گئی ۔ نظر اور دل کمزور ہو گیا ۔ ۱۰۱۰ھ مطابق ۱۶۰۱ع میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

کہتے ہیں کہ اس حادثے میں کہ جو بیربر پر گزرا تھا ، زین خاں نے کوتاہی کی تھی ۔ بادشاہ اس سبب سے ناراض تھا ۔ جب آخر میں کابل سے بے شمار گھوڑے شاہزادہ سلطان سلیم کے لیے کہ جو الہ آباد میں برے ارادے سے مقیم تھا ، روانہ کیے تو یہ بات بادشاہ کو اور بھی ناگوار ہوئی ۔ اسی زمانے میں وہ فوت ہو گیا[1] ۔

زین خاں راگ اور کبت کا بہت شوقین تھا ۔ اکثر خود ساز بجایا کرتا تھا اور شعر بھی کہتا تھا ۔ یہ شعر اسی کا ہے :

شعر

آرامشم نمی‌دہد این چرخ کج‌خرام
تا رشتۂ مراد بسوزن درآورم

کہا جاتا ہے کہ جس دعوت میں بادشاہ کو اس نے اپنے مکان پر بلایا تھا اس میں اس قدر تکلف کیا تھا کہ اس کے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو ذخیرةالخوانین جلد اول ، صفحہ ۱۲۳ (ق)

ہم عصر متعجب تھے ۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ ایک چبوترے کو لمبائی چوڑائی میں طوس کی شالوں سے جو اس زمانے میں کم یاب تھیں ، آراستہ کیا تھا ۔ اور اس (چبوترے) کے سامنے تین حوض تھے جن میں سے ایک کو گلاب یزدی سے ، دوسرے کو رنگ زعفران سے اور تیسرے کو ارگجے (مختلف پھولوں سے تیار شدہ خوشبو) سے ترتیب دیا گیا تھا ، اور ایک ہزار سے زیادہ طوائفوں کو ان حوضوں میں اتار دیا تھا، اور شکرملےہوئےدودھ کی نہریں [۳۶۹] جاری کرا دی تھیں ۔ صحن میں بجائے آبپاشی کے گلاب پاشی ہوتی تھی ۔ جواہرات اور مرصع آلات ٹوکریوں میں بھروا کر مشہور ہاتھیوں کے ساتھ بادشاہ کو پیش کیے تھے ۔

کہتے ہیں کہ اس زمانے میں زین خان ہاتھیوں کی کثرت میں اور قلیج خان گھوڑوں کی زیادتی میں اور سعید خان خواجہ سراؤں کی افراط میں مشہور تھے[۱] ۔

۱۰۹

زاهد خان

صادق خان ہروی کا لڑکا ہے[۲] چالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ تین سو پچاس کے منصب تک پہنچا ۔ جب اس کا باپ دکن میں مر گیا تو سینتالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا[۳] اور انچاسویں سال جلوس اکبری میں اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور خان کا خطاب ملا اور جہانگیر بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد وہ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری منصب پر فائز ہوا ۔

---

۱ ۔ ذخیرۃالخوانین صفحہ ۱۲۳-۱۲۴ (ق)
۲ ۔ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۰۷
۳ ۔ ایضاً صفحہ ۸۰۵

اس کے بعد راؤ دلپت بھورتیہ کی تنبیہ کے لیے وہ ایک فوج کے ساتھ مامور ہوا اور اس خدمت کو جیسا کہ چاہیے تھا، انجام دیا اور تحسین کا مستحق ٹھہرا۔

۱۱۰

زاهد خاں کوکہ

اس کی ماں شاہجہاں بادشاہ کی بڑی صاحبزادی بیگم صاحب کی انگہ حوری خانم ہے۔ اس بادشاہ کے تیرھویں سال جلوس میں نورالدولہ کی بجائے میاں دوآبہ کی فوجداری اس کے سپرد ہوئی۔ اور چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے خان کا خطاب ملا اور اصل و اضافہ کے بعد ہزاری ذات اور ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہو کر دکن میں تعینات ہوا۔

پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ [۳۷۰] محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر مقرر ہوا۔ اس کے بعد اس کے منصب میں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہوا اور قراول بیگی کی خدمت پر سرفراز ہوا۔

اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں بیگم صاحب کے جشن صحت میں کہ جو آگ سے بدن جل جانے کی وجہ سے کسی قدر کسل مند ہوگئی تھیں، اسے خلعت، مرصع جمدھر، اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کا منصب، علم اور ہاتھی مرحمت ہوا۔ اس کے بعد توش‌بیگی (میرشکار) کے عہدے پر تعینات ہو کر اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوا۔

انیسویں سال جلوس شاہجہانی مطابق ۲۴ رجب المرجب ۱۰۵۵ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۶۴۵ع کو وہ سخت بیمار ہوا۔ حکیم داؤد

تربیت‌خان نے ہرچند فصد کھلوانے کی تجویز پیش کی مگر وہ رضامند نہ ہوا اور فوت ہو گیا ۔

کہا جاتا ہے کہ وہ بے انتہا عیاش تھا اور بے باکانہ گفتگو کرتا تھا ۔ ایک روز بیگم صاحب نے اس کی سفارش فرما کر اسے ایک شاہزادے کے یہاں بھیجا ۔ شاہزادے نے اعزاز کے ساتھ اس کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ بیگم صاحب نے تمھاری سفارش کی ہے ، ان شاء اللہ تمھاری تربیت میں زیادہ کوشش کی جائے گی ۔ اس نے جواب دیا کہ سفارش کی ضرورت اندھے اور لنگڑے کو ہوتی ہے ؛ بندہ ان عیبوں سے پاک ہے ، اگر آپ مجھے تربیت کے قابل سمجھیں تو میری تربیت کریں ورنہ نہیں ۔

وہ اپنے دوستوں کی پرورش کرتا تھا ۔ اس کا ایک لڑکا فیض‌اللہ خاں ہے کہ اس کا حال [۳۷۱] علیحدہ درج ہے ۔ دوسرا محمد عابد ہے کہ جو تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں ایک ہزار پانسو ذات اور تین سو سوار کے منصب اور نوازش خاں کے خطاب سے ممتاز کیا گیا ۔

۱۱۱
زبردست خاں

شاہجہاں بادشاہ کے والا شاہیوں میں سے ہے ۔ اس بادشاہ (شاہجہاں) کی تخت نشینی کے بعد وہ ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور ایک سو سوار کا اور اس کے بعد دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ چوتھے سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب پا کر وہ اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوا ۔ بہت عرصے تک صوبۂ بہار میں تعینات رہا اور ہمیشہ اس صوبے کے ناظموں کی

ہم راہی میں اس نے سرکش زمینداروں کی بیخ کنی میں جانبازی اور اعتقاد کا مظاہرہ کیا ۔

اعتقاد خاں کی صوبے داری کے زمانے میں پلاموں کے زمیندار پرتاپ کو کہ جو اس صوبے کے تمام مفسدوں کا سردار تھا، نہایت کوشش سے زیر کرکے اس کے ایک لڑکے کو جان پر کھیل کر اپنے آقا کے لیے نہایت تیزی سے گرفتار کرلیا [1] اور سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کو ناظم کے سامنے لایا ۔ اس کے بعد بادشاہ کے حضور میں پہنچ کر قدم‌بوسی سے مشرف ہوا ۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے خلعت ملا اور وہ صوبۂ ٹھٹھہ کے مضاف سیوستان کے انتظام پر تعینات ہوا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی [۳۷۲] ۱۰۵۹ھ مطابق ۱۶۴۹ع میں سیوستان کی فوجداری کے زمانے میں وہ فوت ہو گیا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۳۵۷-۳۶۱ (ب)

س

۱۱۲

سیف خاں کوکہ

زین خاں کوکہ کا بڑا بھائی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی ماں کے ہمیشہ لڑکی پیدا ہوتی تھی۔ انسان ہونے کے لحاظ سے اس کے باپ کو رنج ہوا کرتا تھا۔ جس مرتبہ کہ کابل میں سیف خاں کا حمل قرار پایا تو اس کے باپ نے ناراض ہو کر کہا کہ اگر اس مرتبہ پھر لڑکی پیدا ہوئی تو خانہ‌داری اور ملاقات ختم کردوں گا۔ وہ پاک باز خاتون مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) کی خدمت میں گئی اور اس بات کی شکایت کرکے اسقاط حمل کی اجازت چاہی۔ اکبر بادشاہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو کم سنی کے باوجود فرمایا کہ اگر میرا پاس خاطر ہے تو اس بات (اسقاط حمل) پر عمل نہ کرنا، خداوند تعالیٰ تجھ کو نیک بخت فرزند عطا کرے گا۔ اس ضعیفہ نے شاہزادے کے الفاظ کو غیبی مژدہ خیال کیا اور اپنے کو اس ارادے سے باز رکھا۔ اتفاق سے سیف خاں پیدا ہوا۔ والدین لڑکے کی پیدائش کی وجہ سے بہت خوش ہوئے اور شاہزادے کا شکریہ ادا کیا۔

اکبر بادشاہ سب سے زیادہ اس کے حال پر عنایت کرتا تھا۔ اکبر بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد (سیف خاں کی) ابتدائی

جوانی کا زمانہ تھا کہ چار ہزاری منصب پر فائز کر دیا گیا۔ [۳۷۳] وہ ہمت و استقلال میں یکتائے روزگار اور ہم‌عصروں میں ممتاز تھا۔

سترھویں سال جلوس اکبری میں قلعہ سورت کے محاصرے میں کہ جس روز اوپر سے توپ، بندوق اور تیر کی بارش ہو رہی تھی اور نیچے سے مورچے کے لوگ مقابلہ کر رہے تھے، سیف خاں نے بہادرانہ حملہ کرکے جرأت و شجاعت کا کارنامہ دکھا دیا۔ اسی ہنگامے میں اس کے بندوق کی گولی لگی۔ ایک مہینے تک صاحب فراش رہا۔ آخر کو صحت‌یاب ہو گیا[۱]۔

ایک شخص نے اس سے دریافت کیا کہ بادشاہ تم سے خوش ہیں اور اکثر تمھاری فوج کے خرچ کے متعلق فرماتے ہیں کہ بہت سے آدمی اس مرتبے پر نہیں پہنچے، پھر تم نے دیدہ و دانستہ (سورت کے محاصرے میں) خود کو کیوں ہلاکت میں ڈالا؟ اس نے جواب دیا کہ جنگ سرنال میں میں راستہ بھول گیا تھا اور اس معرکے میں نہیں پہنچ سکا۔ اس روز کی شرمندگی سے زندگی میرے لیے بوجھ تھی؛ چاہتا تھا کہ بوجھ ہلکا کردوں۔

۹۸۰ھ مطابق ۱۵۷۲ع، اٹھارھویں سال جلوس اکبری میں جب اکبر بادشاہ نو روزہ یلغار کرکے آگرہ سے احمد آباد کے نواح میں پہنچا اور محمد حسین مرزا سے لڑائی کی تو سیف خاں نے پہلے ہی حملے میں رستمانہ مقابلہ کرکے دشمن کو شکست دی اور دو نمایاں زخموں کے باوجود جو چہرے پر تھے، اجمیری! اجمیری! کہتا ہوا بادشاہ کو تلاش کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ محمد حسین مرزا چند بدمعاشوں کے ساتھ میدان میں سرکشی پر آمادہ ہے، کوکہ نے اس کے قریب پہنچ کر نہایت بہادری اور جرأت دکھائی

---

۱ - تفصیل کے لیے دیکھیے اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۸ (ب)

ور اپنی جان نثار [۳۰۷] کر دی[۱] ۔ بادشاہ کو ایسے مخلص اور
جے ہمدرد کے مرنے کا بہت رنج و افسوس ہوا ۔ جب دارالخلافہ
کو واپسی ہوئی تو معلوم ہوا کہ سیف خان کے ذمے رقم کثیر
قرض ہے ۔ (بادشاہ نے) نہایت مہربانی سے تمام رقم کو ادا کرکے
اس کا بار ہلکا کر دیا ۔ اس کے لڑکے شیرافگن اور امان اللہ
مناسب منصبوں پر فائز ہوئے ۔

۱۱۳

سید محمود خان بارھہ

اس گروہ (سادات بارہہ) کا پہلا شخص ہے کہ جو تیموریہ
حکومت میں سرداری کے مرتبے پر پہنچا ۔ شروع میں بیرام خان
خانخاناں کا ملازم ہوا[۲] ۔ اکبری جلوس کے پہلے سال میں علی قلی
خان شیبانی کے ہمراہ ہیموں بقال کے دفع کرنے کے لیے مامور ہوا
کہ جو تردی بیگ خان کے شکست پانے کے بعد مغرور ہو گیا
تھا اور کثیر فوج کے ساتھ دہلی سے روانہ ہوا تھا ۔ اور دوسرے
سال جلوس اکبری میں شیر خان سور کے غلام حاجی خان کی
تنبیہ کے لیے تعینات ہوا کہ جو اجمیر اور ناگور کو اپنے قبضے
میں کرنے کے بعد زور پکڑ رہا تھا ۔ تیسرے سال جلوس اکبری
میں قلعہ جیتارن[۳] کی فتح کے لیے روانہ ہوا اور اس کو راجپوتوں

---

۱ - فرید بھکری لکھتا ہے : ''بر فوج دشمن چوں شیر
خشمناک حملہ آوردند و جمعے از بندگان جاں سپار غلغلہ شور
''یامعین'' بہ فلک الافلاک رسانیدہ بر صف اعدا تاختند ۔ سیف خان
کوکہ داد مردی و مردانگی دادہ شہید شد'' ذخیرۃالخوانین جلد
اول صفحہ ۱۱۸-۱۱۹ (ق)

۲ - اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۳۳ (ب)

۳ - جیتارن جودھ پور میں واقع ہے (ب)

کے قبضے سے نکال لیا ۔ جب (بیرام خاں) خانخاناں کا معاملہ ختم ہوگیا تو خان مذکور (محمود خاں بارہہ) نے بادشاہی نوکری میں اختصاص حاصل کر لیا اور شہر دہلی کے قریب جاگیر حاصل کر لی ۔ ساتویں سال جلوس اکبری میں جبکہ خانخاناں منعم بیگ ، شمس‌الدین محمد خاں اتکہ کے مارے جانے کی وجہ سے مشکوک ہو کر دوسری مرتبہ کابل کی طرف فرار ہوا تو [۳۷۵] سید محمود خاں جو اپنی جاگیر میں تھا ، اس کو پہچان کر نہایت احترام کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں لایا ۔

سترھویں سال جلوس اکبری میں خان کلاں کی تعیناتی میں گجرات کی جانب گیا ۔ اس کے بعد ابراہیم حسین مرزا کے تعاقب میں مامور ہوا ۔ پھر جب بادشاہ خود اس کام کی جانب متوجہ ہوا اور ایک تیز رفتار قاصد کو بھیج کر پہلے سے گئے ہوئے امراء کو واپس بلا لیا تو خان مذکور (محمود خاں) نہایت تیز رفتاری سے قصبہ سرنال کے نزدیک بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا اور نہایت بہادری کا مظاہرہ کیا ۔ جب مرزائے مذکور (ابراہیم حسین) شکست پا کر آگرہ کی جانب چلا گیا تو اس (محمود خاں) کو دوسرے سرداروں کے ساتھ مرزائے مرقوم (ابراہیم حسین) کے تعاقب میں مقرر کیا ۔

اٹھارھویں سال جلوس اکبری میں دوسرے سرداروں کے ساتھ بادشاہ کی روانگی سے قبل گجرات کو چلا گیا ۔ جب شاہی سوار یلغار کرکے میرٹھا[1] کی حدود میں پہنچے تو وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر اپنی دلی مراد کو پہنچا ۔

محمد حسین مرزا کی جنگ میں جب بادشاہ نے خود کچھ آدمیوں کے ساتھ فوج کی ترتیب دی تو وہ (محمود خاں) دوسرے

---

۱ ۔ میرٹھ ، ریاست جودھ پور میں واقع ہے (ب)

سرداروں کے ساتھ فوج کے اگلے حصے میں مقرر ہوا ۔ جنگ کے وقت وہ بے تابانہ فوج سے چلے نکلا اور بہت بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس سال کے آخر میں وہ (محمود خاں) سادات بارہہ اور سید محمد امروہہ کے ساتھ مدھکر[1] کی ولایت پر تاخت کرنے کے لیے تعینات ہوا ۔ وہاں پہنچ کر تلوار کے زور سے ان حدود پر قبضہ کیا ۔ اسی دوران مطابق ۹۸۰ھ ، ۷۳-۱۵۷۲ع میں اس نے وفات پائی[2] وہ دو ہزاری منصب پر فائز تھا [۳۷۹] ۔

بارہہ سے مراد بارہ گاؤں ہیں کہ جو دوآبہ یعنی دوبائے گنگا و جمنا کے درمیان پرگنہ سنبھل کے قریب واقع ہیں۔ خان مذکور (محمود خاں) قبیلہ دار آدمی تھا ۔

کہتے ہیں کہ جب اکبر بادشاہ نے اس کو مدھکر بندیلہ پر تعینات کیا تو اس نے نمایاں کارگزاری دکھائی اور مظفر و منصور واپس ہوا ۔ جب بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا کہ میں نے ایسی ایسی کوشش کی ۔

آصف خاں نے کہا کہ میراں جی ! یہ فتح حضرت کے (شاہی) اقبال سے ہوئی ہے ۔ وہ سمجھ گیا مگر اقبال ایک شاہی سردار کا بھی نام تھا ، اس نے جواب دیا کہ کیوں غلط بیانی کرتا ہے ، وہاں شاہی اقبال نہیں تھا ، وہاں تو میں تھا اور میرے بھائی تھے۔ ہم نے تیغ دو دستی چلائی ہے ۔ بادشاہ مسکرایا اور اس کو طرح طرح کے انعامات عطا فرمائے۔

ایک روز کنائے کے طور پر اس سے کہا کہ سادات بارہہ

---

۱ ۔ اونڈچھ کا راجا مدھکر بندیلہ مراد ہے (ب)

۲ ۔ آئین اکبری جلد اول (بلاک مین) طبع دوم (صفحہ ۴۲۳) کے مطابق سید محمود بارہہ کا انتقال ۹۸۱ھ کے آخر میں ہوا (ب)

کا شجرہ کہاں تک پہنچتا ہے ؟ وہ فوراً اس آگ کے ڈھیر میں
کہ جس کو فقرائے ملنگ راتوں کو روشن کرتے ہیں ، جا کر
کھڑا ہوگیا ۔ آگ کے شعلے اس کے زانو تک تھے ۔ کہنے لگا کہ
اگر میں سید ہوں تو آگ مجھ پر اثر نہیں کرے گی اور اگر (سید)
نہیں ہوں تو جل جاؤں گا ۔ تقریباً ایک گھنٹے تک اس آگ میں
کھڑا رہا ۔ لوگوں نے خوشامد کرکے اس کو نکالا ۔ اس کے پیروں
میں مخملی جوتے تھے ۔ اس کے جراب تک نہیں جلے ۔ اس کے لڑکے
سید قاسم اور سید ہاشم تھے جن کے حالات علیحدہ درج ہیں ۔ [۳۷۷]

۱۱۴

سید احمد خاں بارھہ

سید محمود خاں بارہہ کا چھوٹا بھائی ہے ۔ سترھویں سال
جلوس اکبری میں خان مذکور (محمود خاں) کے ساتھ خان کلاں
کے ہمراہ ہراولی فوج میں تعینات ہو کر گجرات کی جانب روانہ
ہوا ۔ احمد آباد کی فتح کے بعد بادشاہ نے اس کو کثیر فوج کے ساتھ
شیر خاں فولادی کے لڑکوں کے تعاقب میں کہ جو اپنے متعلقین
اور سامان کو پٹن سے نکال کر ایدر کی طرف چلے گئے تھے ، تعینات
کیا ۔ اگرچہ انھوں نے بہت تیزی سے سفر کیا اور پہاڑوں کے
دروں میں پہنچ گئے لیکن ان کا بہت سامان بادشاہی فوج کے
سپاہیوں کے ہاتھ آ گیا ۔ خان مذکور واپس ہو کر بادشاہ کی
قدم بوسی سے سرفراز ہوا ۔

جب بادشاہ قصبہ پٹن پہنچا تو بادشاہ نے اس (پٹن) کو مرزا خاں
کو مرحمت کر دیا اور وہاں کی حکومت اور انتظام اس
(مرزا خاں) کی نیابت میں سید احمد خاں کے سپرد ہوا ۔

اسی سال محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا باغی ہو گئے اور
انھوں نے شیر خاں کے ساتھ پٹن آ کر اس کا محاصرہ کر لیا ۔ خان

مذکور (قصبہ کے) برج اور چاردیواری کا انتظام کرکے قلعبند ہوگیا ؛ یہاں تک کہ خان اعظم کوکہ ایک بڑی فوج لے کر اس کی مدد کے لیے پہنچ گیا ۔ میرزایان (مرزا محمد حسین و شاہ مرزا) نے محاصرہ اٹھا لیا اور قصبے کے اطراف کو چھوڑ دیا ۔ بیسویں سال جلوس اکبری میں اپنے بھتیجوں سید قاسم و سید ہاشم کے ساتھ رانا کے علاقے کے مغروروں کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا کہ جو جلال خان قورچی کے مارے جانے کے بعد فتنہ انگیزی کر رہے تھے [۳۷۸] ، اور کارہائے نمایاں کی تکمیل کے بعد نوازش ہائے شاہانہ سے سرفراز ہوا ۔ ۹۸۰ھ میں وفات پائی [۱]۔ دو ہزاری منصب پر فائز تھا [۲]۔

اس کے لڑکے سید جمال الدین کو خود بادشاہ پہچانتا تھا ۔ قلعہ چتور کے محاصرے میں جب کہ دو نقبوں میں باروت بھر کر آگ دی گئی تو ایک میں آگ دیر سے پہنچی ۔ اس ہنگامے میں بہت آدمی ضائع ہوئے ۔ وہ (جمال الدین) بھی عین جوانی کے عالم میں ختم ہو گیا ۔

۱۱۵

سلطان خواجہ نقشبندی

اس کا نام عبدالعظیم ہے اور وہ خواجہ خاوند دوست کا لڑکا ہے ۔ خواجہ عبدالشہید بن خواجہ عبداللہ مشہور 'بہ خواجگان خواجہ' کا مرید ہے جو (خواجہ عبداللہ) خواجہ ناصرالدین احرار کے

---

۱ ۔ سید احمد بارہہ کا انتقال ۹۸۵ھ میں ہوا ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۶۶—۱۶۷ (ب)

۲ ۔ فرید بھکری لکھتا ہے : 'سہ ہزاری منصب داشت' ذخیرۃالخوانین صفحہ ۲۱۷ (ق)

بے واسطہ فرزند ہیں ۔ جب خواجہ عبدالشہید سمرقند سے ہندوستان آئے[1] تو بادشاہ نے ان کی پذیرائی کی اور اعزاز و اکرام فرمایا اور پنجاب کا پرگنہ چاری بطور نذر ان کو عنایت کیا ۔ خواجہ (عبدالشہید) عرصہ دراز تک وہیں سکونت اختیار کیے زندگی بسر کرتے رہے ۔ اٹھارہ سال کے بعد ۹۸۲ھ مطابق ۷۵-۱۵۷۴ع کے آخر میں سمرقند واپس چلے گئے اور ۹۸۴ھ مطابق ۷۷-۱۵۷۶ع میں ان کا انتقال ہو گیا ۔

سلطان خواجہ اگرچہ علم کی بلندی اور ہستی سے اچھی طرح واقف نہ تھا اور اس نے رسمی علوم حاصل نہیں کیے تھے [۳۷۹] لیکن سلوک و تصوف کے کچھ مراتب طے کیے تھے ۔ بادشاہ کی اس پر نظر عنایت ہوئی ۔ بادشاہ کے حضور میں اس کا قرب و اعتبار بہت زیادہ ہوگیا ۔ جب اکیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۴ھ مطابق ۷۷-۱۵۷۶ع میں بادشاہ نے سفر حجاز کا قصد کیا تو بادشاہ کے ذمہ دار درباریوں نے یہ عرض کیا کہ کچھ حقیقت شناس عالی فطرت لوگوں نے منصف مزاج بادشاہوں کے متعلق اور خاص طور سے آپ جیسے فرمانروا کے لیے کہ جس نے عالی مرتبہ بادشاہوں کی کئی ولایتوں کو تدبیر اور شمشیر کے ذریعے سے دارالامن بنا دیا ہے اس قسم کے امور (حج وغیرہ) تجویز کیے ہیں ، مگر ایک صورت یہ بھی ہے کہ کہیں اس سے مطمئن رعایا میں کوئی بدنظمی نہ ہو جائے ۔ لہٰذا اکبر بادشاہ نے وہ ارادہ (حج) ملتوی کر دیا ۔

چونکہ ظاہری انتظامات مکمل ہو چکے تھے، لہٰذا سلطان خواجہ کو کہ جو درست کرداری اور معاملہ فہمی میں کافی بصیرت رکھتا تھا 'امیر حاج' مقرر کیا ۔ چھ لاکھ روپے اور بارہ ہزار خلعت اس کے حوالے ہوئے تاکہ نہایت احتیاط سے احسان کے

---

[1] - خواجہ عبدالشہید ۹۶۸ھ مطابق ۱۵۶۱ع میں ہندوستان آئے ۔ اکبر نامہ جلد دوم، صفحہ ۱۲۷ (پ)

مستحقین کو دریافت کرے اور مناسب انعام دے کر انھیں بے نیاز کر دے ۔ اور اس کو حکم ہوا کہ وہاں کے گوشہ نشین حضرات کی کہ جو اپنے صاحب کمال نفس کے اصلاح کرنے کی وجہ سے کوئی کام یا مشغلہ نہیں رکھتے ہیں اور اس ملک کے تمام قناعت پسند صاحب مندوں کی تحقیق کرے اور ضبط تحریر میں لا کر ایک منقح فہرست بنا کر لائے تاکہ ہر سال کوئی دیندار یہاں سے اس ولایت (حجاز) کو جائے اور اس نواح کے تمام محتاجوں کو [۳۸۰] احسانات کے دسترخوان سے سیر کیا کرے ۔ اس قافلے میں کثرت سے عوام اور شرفا حجاز کے سفر کے لیے گئے ۔ شاید کوئی قافلہ اتنے ہجوم کے ساتھ ہندوستان سے وہاں (حجاز) گیا ہو[1] ۔

خواجہ تیئیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۶ھ مطابق ۷۹-۱۵۷۸ء میں اس مبارک سفر سے واپس آیا اور اکبر بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہو کر ممتاز ہوا اور پہلے سے زیادہ شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔ کل ہندوستان کی صدارت اور ہزاری منصب پر فائز ہوا[2] ۔

انتیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۲ھ ، مطابق ۱۵۸۴ء میں اپنی طبعی موت سے مر گیا[3] ۔ قلعۂ فتح پور کے میدان میں شمال کی طرف دفن ہوا ۔ اس کے مرنے کے بعد تیسویں سال جلوس اکبری کے شروع میں اس کی لڑکی کا عقد شاہزادہ سلطان دانیال سے ہوا[4] ۔

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۵۲ (ب)
۲ ۔ ایضاً صفحہ ۲۶۳ (ب)
۳ ۔ ۵ ۔ جولائی ۱۵۸۴ء کو فوت ہوا ۔ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۴۳۷ (ب)
۴ ۔ یہ شادی تیئیسویں سال جلوس اکبری میں ہوئی ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم ، صفحہ ۵۲۸

اس کا لڑکا میر خواجہ چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں پانصدی منصب پر فائز ہوا۔

دبستان مذاہب میں تحریر ہے کہ سلطان خواجہ، الٰہیان (دین الٰہی کے ماننے والوں) میں سے تھا: یعنی جس آئین (مذہب) کو اکبر بادشاہ سے منسوب اور دین الٰہی سے موسوم کرتے ہیں اس کا ماننے والا تھا۔ اپنے آخری وقت (موت کے وقت) میں اس نے بادشاہ کو یہ وصیت کی کہ مجھ کو ان شریر نفس لوگوں کے ساتھ دفن نہ فرمائیں۔ مجبوراً اس کو ایک قبر میں ایک چراغ رکھ کر دفن کر دیا اور سورج کے رخ پر قبر میں جالی لگوا دی گئی کیونکہ اس (سورج) کا نور گناہوں کو دور کرنے والا ہے۔

اگرچہ اس قسم کی حکایتوں کی، جن کی مشہور تاریخوں سے تصدیق نہیں ہوتی، کسی مورخ کی نظر میں وقعت نہیں ہے [۳۸۱]، اور جو کچھ شیخ بدایونی (ملا عبدالقادر) اور اس طرح کے دوسرے لوگوں نے صراحتاً یا اشارتاً لکھا ہے اس کو تعصب اور مبالغے پر محمول کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد جب تذکرۂ مشائخ کہ جس کا نام ثمرات القدس ہے اور جو لعل بیگ کی تالیف ہے[۱] کہ جو اکبری منصبدار اور نقشبندی سلسلے کا معتقد ہے، میری نظر سے گزرا تو اس سے سلطان خواجہ کے حالات معلوم ہوئے کہ جو کچھ (اس کے متعلق) لکھا ہے وہ واہیات اور بے اصل لوگوں کا کلام ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ: "اس زمانے میں نئے نئے مذہب بن گئے ہیں۔ وہ

۱۔ لعل بیگ اکبر بادشاہ کے بیٹے سلطان مراد کا بخشی تھا۔ اس نے صوفیہ کا ایک مبسوط تذکرہ ثمرات القدس من شجرات الانس کے نام سے لکھا ہے جس کا ایک قلمی نسخہ 'نیشنل میوزیم آف پاکستان (کراچی) میں محفوظ ہے۔ ملاحظہ ہو اے کنسائز کیٹالاگ آف مینوسکرپٹس، مرتبہ سی۔ایچ شیخ (دہلی ۱۹۶۰ع) صفحہ ۱۷ (ق)

چاہتے ہیں کہ دین محمدی میں خرابی اور نقصان پیدا ہو جائے چنانچہ
انھوں نے طے کیا ہے کہ جب کوئی مرجائے تو آفتاب پرستوں
کی طرح آفتاب کے رخ پر اس کی سر میں سوراخ کرا دینے چاہئیں
کیونکہ جب تک آفتاب کا نور نہ جو دن نورانی ہے اور تمام
انوار اسی نور سے مشتق ہیں ۔ قبر میں مرنے پہنچے گا اس وقت تک
صاف نہ ہوگی ۔ مختصر خبیث طینت رکھنے والوں نے حضرت (سلطا
خواجہ نقشبندی) کے متعلق بھی یہ خیال کیا ہے ۔ چونکہ خدا تعالیٰ
اس سلسلے کا محافظ ہے لہذا کسی کو اس پر قدرت نہ ہوئی
اہل سنت و جماعت کے طریقے پر اس (خواجہ نقشبندی) کی تجہیز
تکفین ہوئی اور دفن کر دیا گیا ۔''

اگرچہ اس تاریخ کی کتاب میں ہر موقع پر میں نے کچھ
کچھ اس معاملے (دین الٰہی) کی بابت ذکر کیا ہے لیکن ہر جا
زبان کا لحاظ رکھا ہے ۔ اس موقع پر قلم بے قابو ہو کر دوڑ
ہے اور زیادہ رواں و تیز رو معلوم ہوتا ہے ۔

اکبر بادشاہ آغاز زندگی اور ابتدائے جوانی سے ہندوستان
آئین اور رسومات پر حریص اور شیفتہ تھا ۔ [۳۸۲] چاہے امر
طبیعت کا فطری میلان اس طرف ہو یا ملکی تدبیر و مصلحت
وجہ سے (یہ بات) ہو ۔ مثلاً سر کے بال کٹوانا بند کر دے تھے ۔ ا
مدت کے بعد جب (بالوں کو) کٹوانے کا قصد کیا تو فرمایا
بات کا التزام (بالوں کا نہ کٹوانا) ہندوؤں کی تالیف قلوب کی
سے تھا ، اب اس کی ضرورت نہ رہی ، لہذا بال منڈوانے چاہیے

اگرچہ (بادشاہ) علما و مشائخ کی تعظیم اور احکام شریعت
رواج دینے میں کوشش کرتا تھا لیکن مخالف کے ساتھ وسعت
کا اظہار کرتا اور رعایت کی وجہ سے برہمنوں اور جوگیوں
ساتھ بھی بیٹھتا تھا اور ان کے اذکار و اشغال کو اختیار کرتا تھ
اس کے بعد جب اس کے کفر اور بے دینی کی شہرت ہوئی تو

کی تسکین کے لیے کچھ دینی امور کا اعلان ضروری سمجھا ۔ چنانچہ حج کے ارادے کا اظہار ، ہر سال میرحاج کا مقرر کرنا اور حضرت خاتم‌النبیین (صلی‌اللہ علیہ وسلم) کے مولود کی مجلس کا منعقد کرنا بھی اس سلسلے کی چیز تھا ۔

تیئیسویں سال جلوس اکبری میں جب رسالت مآب (صلی‌اللہ علیہ وسلم) خلفائے راشدین اور شاہان اسلام کے طریقے کی پیروی میں (اکبر بادشاہ نے) خطبہ دینا اختیار کیا ، اور خود فتح‌پور کی جامع مسجد میں منبر پر خطبے کا آغاز کیا ۔ چونکہ خود عربی نہیں جانتا تھا یا کسی اور وجہ سے شیخ فیضی کے یہ اشعار اس نے بطریق خطبہ پڑھے[1]:

خداوندے کہ مارا خسروی داد
دل دانا و بازوئے قوی داد
بعدل و داد مارا رہنموں کرد
بجز عدل از خیال ما بروں کرد [۲۸۳]
بود وصفش ز حد فہم برتر
تعالیٰ شانہ اللہ اکبر

اگرچہ بعض لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ جب منبر پر پیر رکھا تو یکبارگی زبان بند ہو گئی اور جسم میں لرزہ پیدا ہو گیا اور بہت گھبراہٹ سے یہ اشعار مختصر کرکے نماز جمعہ ادا کی ۔ چونکہ ہر معاملے میں چاہتا تھا کہ نئی بات پیدا کرے اور نیا طریقہ بنیاد کرنے والا ہو ، دینی و مذہبی معاملے میں بھی کچھ ترمیم کرنے کا خیال اسے پیدا ہوا ۔ امور شریعت میں پورے طور سے مخالفت کرنا مصالح ملکی کے خلاف سمجھتا تھا ۔ آخر کچھ مزاج شناس علما کی تجویز سے کہ جن سب کا سرگروہ غازی خاں

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۷۰–۲۷۱ (ب)

بخشی تھا ، چوبیسویں سال جلوس اکبری ، ۹۸۷ھ مطابق ۱۵۷۹ع میں متفقہ طور پر یہ طے ہو گیا[1] کہ عادل بادشاہ کا مرتبہ اللہ کے نزدیک مجتہد سے زیادہ ہے اور خلیفۂ وقت سب سے زیادہ عادل ، سب سے زیادہ عالم اور فاضل ترین ہوتا ہے - تمام علماء کی مہروں سے یہ یادداشت مرتب[2] ہوئی کہ گزشتہ فرقوں کے اختلافات کی بابت مخلوق کی سہولت کی غرض سے جو کچھ اکبر بادشاہ طے کرے اس کو حکم الٰہی سمجھ کر اس کا اتباع تمام مخلوق پر واجب ہے - چنانچہ شیخ عبدالنبی صدر کے حالات میں یہ مقدمہ تحریر ہے[3] -

چونکہ اکبر بادشاہ کو تمام فرقوں کے مذاہب و مسائل کی حقیقت معلوم کرنے کا شوق تھا لہذا تھوڑے ہی عرصے میں شاہی دربار میں ہر مذہب و ملت کے علما کا مجمع ہو گیا - مختلف مذاہب و ادیان کے دانشور جمع ہوگئے اور ہر ایک کے ساتھ خوش اخلاق اور رعایت کا برتاؤ کیا جاتا تھا [۳۸۴] - ہر فریق کے دلائل اور ہر گروہ کے مقولے بلا تعصب بیان ہوتے تھے اور ہر طریقے کی خوبیاں اور برائیاں بلا تکلف بیان ہوتی تھیں اور ہر ایک دوسرے کی مذمت اور برائی میں کوشش کرتا تھا - یہودی نصرانیوں سے ، سنی شیعوں سے ، مجوسی اور برہمن مسلمانوں سے مناظرہ و مباحثہ کیا کرتے تھے اور نعوذ باللہ کھلم کھلا طرح طرح کی برائیاں اور عیب انبیاء عظام اور ائمۂ کرام کی مقدس

---

۱ - متن میں ۹۷۷ھ کا واقعہ بتایا گیا ہے جو غلط ہے (ب)

۲ - ملاحظہ ہو منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی (لکھنؤ اڈیشن) صفحہ ۲۲۶ ، ۲۲۷

۳ - شیخ عبدالنبی نے بھی دوسرے علما کے ساتھ اس محضر کی تائید کی - ملاحظہ ہو مآثرالامراء جلد دوم صفحہ ، ۵۶۳ (ق)

پستیوں کے متعلق بیان کرتے تھے ۔ عجیب ہنگامہ برپا ہوتا تھا ۔ اس جھگڑے کا نتیجہ یہ ہوا کہ فقہا اور علمائے اسلام آپس میں جھگڑتے تھے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے ۔ حکیم فلسفی کہتا تھا کہ تمام مذاہب میں عقل مند موجود ہیں ، بغیر مرجح کے کسی کو ترجیح کیوں دی جاتی ہے ۔ عقل کے دستور کی رعایت کرنی چاہیے کہ جو اچھائی اور برائی کے درمیان تمیز کرنے والی ہے ۔ دیوؤں کے قصوں پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے کہ نقل کا خانہ خراب ہے ۔

ایران سے ایک زردشت کہ جس کا نام اردشیر ہے ، بلایا گیا ۔ وہ اپنے ساتھ آگ لایا ۔ اس کو نور خداوندی سمجھ کر اس کا انتظام شیخ ابوالفضل کے سپرد کیا گیا کہ ایران کے آتش کدوں کے دستور کے مطابق احتیاط سے اس کی حفاظت کرے ۔ اور کیوان کو بلانے کے لیے کہ جو ملک ایران کے مجوسیوں کا سرگروہ تھا ، فرمان لکھا گیا ۔ اس نے عذر کیا اور اپنی تالیفات میں سے ایک کتاب بھیجی کہ جو عقول عشرہ (دہ فرشتگان) اور ستاروں کی تعریف سے مملو اور نصیحتوں اور حکمتوں سے بھری ہوئی تھی ۔ اس کے چودہ جز تھے ۔ اس کی ہر سطر خالص پارسی تھی اور طرز تحریر عربی تھا ۔ جب اس کے نقطوں میں تغیر کرکے پڑھتے تھے تو ترکی عبارت معلوم ہوتی تھی یا پھر نقطوں اور حروف میں تبدیلی کر دیتے تھے تو [۳۸۵] وہ ہندی عبارت ہو جاتی تھی ۔ شیخ ابوالفضل کہتا تھا کہ یہ کتاب قرآن سے زیادہ فصیح ہے ، شرعی و نقلی علوم کی کوئی وقعت یا اعتبار نہیں رہا ۔ لوگوں نے حکمت ، حساب ، طب نجوم ، شاعری اور تاریخ کی جانب توجہ مبذول کرنی شروع کر دی ۔ ہر طرف فرامین صادر کردیے گئے کہ کم حیثیت لوگوں کو تعلیم سے محروم رکھیں اور دنیا کو فیض بخشنے والے سورج کی تعظیم میں آفتاب پرستوں کے دستور کے مطابق پورا اہتمام کرنا چاہیے کہ جو اس (آفتاب) کے ظاہری و باطنی فیوض کو دریافت

کرکے اس کے مطیع ہیں اور اس نورالانوار (آفتاب) کی شکرگزاری کو صوری و معنوی دولت کا سرمایہ سمجھتے ہیں -

اکبر بادشاہ راجا بیربر کی ترغیب سے آفتاب کے نام اور دعاؤں کو ہندی اور فارسی زبانوں میں ورد کیا کرتا تھا اور ایک برج سے دوسرے برج میں تحویل آفتاب کی ساعت کو فیض خاص کے ظہور کا وقت سمجھتا تھا - خاص طور سے جب آفتاب تحویل حمل میں ہوتا اور اسی طرح دوسرے ستارے کہ جو اس (آفتاب) کے خوان انوار سے مستفیض ہوتے ہیں شرف میں ہوتے تو اس موقع کو اپنے لیے بہت اچھا سمجھتا اور اس زمانے کو خداتعالی کی اعلی نعمتوں کا مظاہرہ اور مقررہ وقت سمجھ کر سال میں چودہ تیوہار مقرر کیے اور علامہ زماں امیر فتح اللہ شیرازی کے مشورے سے عربی تاریخ کو تبدیل کرکے شمسی سال اور مہینے عجم (ایران) کے دستور کے مطابق مقرر کیے[1] -

گاؤکشی بند کر دی گئی - جیسے اہل اسلام کے معاملات طے کرنے کے لیے قاضی مقرر ہوتا تھا ، ہنود کے قضیے فیصل کرنے کے واسطے برہمن مقرر ہوا - چونکہ ہر معاملے کو کہ جو جاری اور ایجاد کرتا تھا 'الٰہی' سے نسبت دیتا تھا ، اسی لیے ہر مذہب اور طریقے کے خلاصے کو بھی آپس میں ملا کر 'دین الٰہی' نام رکھا [۳۸۶] - ارباب تعلق و تجرد کی ایک جماعت (ان باتوں پر) فریفتہ ہو کر عجیب حکایتیں بیان کرتی ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اختیار و انتخاب بھی امر الٰہی سے ہوا ہے اور یہ مختصر سا گمراہ گروہ اکبر بادشاہ کو 'خلیفۃ اللہ' کہتا ہے ، اور (یہ گروہ) کہتا پھرتا ہے کہ (اکبر بادشاہ خلیفۃ اللہ) خدا کی طرف سے مامور ہوا ہے اور (یہی لوگ) 'لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ' کہتے ہیں -

---

۱ - ۹۹۲ھ مطابق ۱۵۸۴ع میں سال الٰہی کا اجرا ہوا (ب)

کہتے ہیں کہ جب پانچویں رجب المرجب ۹۴۹ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۵۴۲ع اتوار کی رات کو اکبر بادشاہ امرکوٹ میں پیدا ہوا[۱] تو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ عقل کل (حضرت جبرئیل علیہ السلام) نفس کل (عرش) کے ساتھ ساتھ نیچے اترے اور انھوں نے ایک جسم بنا کر ہمایوں بادشاہ کے سپرد کیا کہ جس کا خمیر فضائل چہارگانہ (حکمت ، شجاعت ، عفت ، عدالت) سے بنایا گیا تھا ۔ جیسا کہ قصہ النقوا[۲] میں تحریر ہے کہ بعض کو خواب میں الہام ہوتا ہے کہ رب النوع انسانی (نسل انسانی کی حفاظت و پرورش کرنے والا فرشتہ) جس کو ترکی میں 'کشحان' کہتے ہیں ، عالم معنوی میں اس کی طرف متوجہ ہوا اور بغیر اختلاط کے کہ جو ترکیب عنصری کے لیے مخصوص ہے ، فرشتے کے تصرف سے حمل قرار پایا ۔ چنانچہ بوزنجر قاآن کی تمام اولاد اس تک کہ جس کو نیرون کہتے ہیں فرشتے کی نسل سے سمجھی جاتی ہے ۔

الٰہیہ قوم کے لوگ (پیروان دین الٰہی) کہتے ہیں کہ اکبر بادشاہ کو خلع و انسلاخ کی قدرت حاصل تھی ۔ وہ اپنے جسم سے روح نکال سکتا تھا ۔ ایک روز بیداری کی حالت میں وہ (اکبر) اس مثالی جسم کے ساتھ آسمان پر پہنچا ۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے اور دوسروں کے درمیان جبرئیل[۳] واسطہ تھا اور

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۱۰۸ ، امرکوٹ کے نام اور تاریخ پیدائش کے اختلاف کے سلسلے میں ملاحظہ ہو اکبر ۔ دی گریٹ مغل از ونسنٹ اسمتھ (طبع ۱۹۱۹ع) صفحہ ۱۴ و تذکرہ ہمایوں و اکبر از بایزید بیات صفحہ ۹۴ (ب)

۲ ۔ النقوا کے قصے کے لیے دیکھیے اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۱۲ (ب)

میرے اور تیرے درمیان کسی دوسرے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اور تو مامور کیا گیا [۳۸۷] کہ دنیا کے اختلافات دور کرے۔ اس نے کہا کہ یہ کام بغیر سیاست کے نہیں ہو سکتا اور یہ میری قوت سے باہر ہے۔ ہاں مروت اور نرمی سے جتنا ہو سکے گا، میں رہنمائی کروں گا۔ پس خدا نے فرمایا کہ تو میری مہربانی کو ظاہر کرنے والا ہے اور دوسرے میرے قہر کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اس قسم کی لغو اور فضول باتیں بنا لی گئی ہیں۔ زمانہ ساز لوگ اور سنیاسی اور کچھ مسلمان جو ان کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، اس کے معتقد ہو کر اس کو جگت گرو کہتے ہیں اور وہ ان کرامات کو کہ جو اکبر بادشاہ سے بیان کرتے ہیں برہان سمجھے ہیں[1]۔

شیخ علامی (ابوالفضل) نے اپنی تاریخ (اکبر نامہ) میں لکھا ہے کہ ولادت کے آٹھویں مہینے میں ایک روز جیجی انکہ (اکبر کو) دودھ پلا رہی تھی۔ وہ ماہم انکہ اور دوسروں کی عداوت کی وجہ سے رنجیدہ اور خوف زدہ تھی۔ جس وقت کوئی موجود نہ تھا تو اکبر نے باتیں کیں۔ اس غم زدہ کو تسکین دی اور مسرتوں کی خوش خبری دے کر کہا کہ خبردار! ہمارے اس راز کو ظاہر نہ کرنا۔ جیجی انکہ نہایت متعجب ہوئی اور کسی سے بیان نہیں کیا۔ یہاں تک کہ سلطنت کے زمانے میں ایک دن دہلی میں قصبہ پالم کے قریب (اکبر) شکار کے لیے گیا۔ وہاں راستے میں ایک نہایت خوفناک سانپ نظر آیا۔ بادشاہ نے بلاخوف سانپ کی دم پکڑ کر اس کو مجبور کر دیا۔ یوسف محمد خاں کوکہ نے متعجب ہو کر اپنی والدہ جیجی انکہ سے بیان کیا۔ اس نے اس چھپے ہوئے راز کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب تم سی

۱۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اول (سرسید ایڈیشن دہلی، ۱۲۷۲ھ) صفحہ ۱۲۱–۱۲۳ (ق)

میں (اکبر بادشاہ نے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دکھا دیا اور بڑی عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دکھا دیا تو کیا تعجب ہے۔ [۳۸۸] شیخ (ابوالفضل) کہتا ہے کہ باوجودیکہ میں نے یہ دونوں واقعات ثقہ لوگوں سے سنے تھے، لیکن اس پارسا بی‌بی سے بھی بذات خود سنا ہے[۱]۔

دبستان میں کہا گیا ہے کہ شاہ بیگ خاندوران کے لڑکے مرزا شاہ محمد عرف غزنین خاں سے میں نے سنا، وہ یہ کہتا تھا کہ میں نے مرزا عزیز کوکہ سے دریافت کیا کہ اکبر بادشاہ کے (بچپن میں) گفتگو کرنے کے متعلق لوگ کیا کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ والدہ کہتی تھیں کہ یہ بات صحیح ہے۔ شیخ علامی لکھتا ہے کہ (جنت آشیانی) ہمایوں بادشاہ کی روشن پیشانی سے بزرگی اور بزرگ منشی کا نور کیوں نہ چمکے کہ جو نور شہنشاہی کا حامل اور معارف الٰہی کے خزانے کا خزانچی تھا اور یہی نور تھا کہ جو بابر کی فتوحات میں ظاہر ہوا اور یہی نور تھا کہ جو (تیمور) صاحب قران کے انوار کی تجلی میں جلوہ‌گر ہوا۔ یہی نور تھا کہ جو النقوا کی پاکیزگی کے سمندر کی سیپ سے قیمتی موتیوں کی مادی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہی نور تھا کہ جس کی روشنی میں آغر خاں نے حکومت قائم کی۔ یہی نور تھا جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک علی قدر مراتب ظہور پذیر ہوتا رہا اور اس نور کی ضیا باریوں کے اسرار اور اس ظہور کے عجیب کرشمے حد شمار و بیان سے باہر ہیں۔ ہر شخص کو اس راز کی اصلیت کی شناخت کی قوت اور ان باریکیوں کے دریافت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس بات کو عمومیت حاصل ہو تو تمام اخلاف (بعد میں آنے والوں) کو اپنے اسلاف (بزرگوں) سے حاصل ہے، لیکن واحد شخص

۱۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد اول، صفحہ ۱۸۶-۱۸۸ (ب)

(اکبر) کی تخمیص و تشخیص، جیسا کہ شیخ (ابوالفضل) جانتا ہے، کسی اور ہی بات کو ظاہر کرتی ہے - نعوذ باللہ [۳۸۹] -

دبستان میں تحریر ہے کہ ہزارویں سال ہجری ۱۰۰۰ھ مطابق ۹۲-۱۵۹۱ع میں الٰہیوں (پیروان دین الٰہی) نے اکبر بادشاہ سے کہا کہ ہجری کے ایک ہزار سال گزر چکے، اب نمایاں دلیل سے شاہ اسماعیل صفوی کی طرح دشمنوں کو درمیان سے ہٹا دینا چاہیے - بادشاہ نے جواب دیا کہ میں مروت کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں، یہ طریقہ (دین الٰہی) لوگوں کی منشا سے مروج ہونا چاہیے نہ کہ ظلم و تشدد اور تلوار کے خوف سے لوگ دین الٰہی میں داخل ہوں -

میر شریف آملی، محمود حانی رسائل سے اس بات کی شہادت لایا ہے کہ ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۸۲ع میں ایک شخص دین حق کو بلند کرنے والا ہوگا اور اس شخص سے مراد اکبر ہے - اس لیے کہ 'شخص' کے عدد نو سو نوے ہوتے ہیں اور حکیم میرور نے ناصر خسرو کی یہ رباعی پڑھی :

در نہصد و ہشتاد و نہ از حکم قضا
آیند کواکب ز جوانب یکجا

در سال اسد ماہ اسد روز اسد
از پردہ بروں خرامد آں شیر خدا

اس نے کہا کہ جب میں نے ناصر کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ شیر خدا کون ہے؟ اس نے کہا کہ جلال الدین محمد اکبر -

خواجہ مولانائے شیرازی جفرداں، شرفائے مکہ معظمہ میں سے کسی کا ایک رسالہ لایا، جس کا مضمون یہ تھا کہ احادیث صحیحہ کے مطابق دنیا کی مدت ایام، سات ہزار سال میں ختم ہو جائے گی - اب مہدی موعود کے ظاہر ہونے کا وقت ہے اور

کہا کہ [۲۹۰] میں نے خواب میں دیکھا کہ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) خانۂ کعبہ میں کھڑے ہیں اور اکبر بیٹھا ہے ۔ میں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ اب اس کا زمانہ ہے ۔ خداوند ناموس کا صاحب‌الزماں (مہدی آخرالزماں) جلال‌الدین اکبر ہے ۔

صاحب دبستان موبدی کہتا ہے کہ میں نے احمد توقبائی سے کہ جو خان اعظم کا معتبر ملازم تھا ، سنا ہے ، وہ کہتا تھا کہ جب اہل غرض اور اہل بدعت کے اقوال شائع ہوئے اور جھوٹے طریقوں نے رواج پایا تو مرزا کوکہ مذہبی تعصب کی وجہ سے ۱۰۰۱ھ مطابق ۱۵۹۳ع میں گجرات سے خانۂ کعبہ کو چلا گیا اور ۱۰۰۲ھ مطابق ۱۵۹۴ع میں لاہور میں اس نے بادشاہ کی قدم بوسی حاصل کی اور دین الٰہی میں داخل ہو گیا ۔ اس وجہ سے کہ کعبے میں ایک رات کو اس نے یہ خواب دیکھا کہ جناب رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ کعبہ پوست ہے اور اکبر مغز ؛ یہ مکان ہے اور وہ مالک مکان ۔ اس کے باوجود اس کا قصد واپسی کا نہ تھا ۔ اتفاق سے اس نے ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ اس سے (کسی نے) کہا کہ عزت کے ساتھ (یہاں سے) باہر نہیں جانے کا اور شرفا نے اس سے برا برتاؤ کیا ۔ مجبوراً واپس ہوا اور جس چیز سے بھاگ کر گیا تھا ، اسی کی طرف واپس ہوا ۔ اسی سبب سے صاحب بدایونی (ملا عبدالقادر) نے کہا ہے کہ مرزا کا جانا اچھا تھا لیکن واپسی ایسی (اچھی) نہ تھی ۔

اس کی بابت ایک لطیفہ نقل کیا ہے کہ اکبر بادشاہ کے انتقال کے بعد اس نے کچھ برے الفاظ کہے ۔ جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ اس کی بزرگی میں کلام نہیں ہے لیکن میں اکبر کا ابوجہل ہوں ۔

مختصر یہ کہ جب الٰہیان (پیروان دین الٰہی) نے اس بات (دین الٰہی) کے اعلان میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا [۲۹۱] تو

اکبر بادشاہ نے چند مخصوص لوگوں کو تعلیم دینا کافی سمجھا اور یہ (تعلیم) خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار تھا اور اس (خدا تعالیٰ) کے مقربین کی تعظیم کرنا کہ جن سے عقول عشرہ اور ستارے مراد ہیں اور ہر قسم کے ذی روح کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت تھی اور کسی مذہب کی برائی نہیں کرنی چاہیے اور ہر گروہ کے ساتھ بے تعصبی کا برتاؤ کرنا چاہیے اور اچھی تبلیغ وہ ہے کہ لوگوں کا اخلاص اپنے حکمران سے اس درجے ہونا چاہیے کہ (اس کے لیے) چار چیزیں: مال ، جان ، آبرو اور دین کا ترک کر دینا آسان ہو ۔

اس مذہب (دین الٰہی) کے کچھ احکام اور مسائل ذوالفقار اردستانی نے کہ جس کا تخلص موبد تھا ، اپنے دبستان (دبستان مذاہب) میں لکھے ہیں کہ جس میں مسلمانوں کے موجودہ مذاہب ، مجوسی اور ہنود کے فرقوں کے اعتقادات کا اکثر بیان ہے ۔ اگرچہ اس زمانے میں کوئی اس مذہب کا پیرو مشہور نہیں ہے ، اس کا سبب یہ ہے کہ اس زمانے میں بھی اپنے مقربین خاص اور بااخلاص رازداروں کے علاوہ (بادشاہ) دوسروں کو اس مذہب کی تلقین نہیں کرتا تھا ۔

خان خاناں مرزا عبدالرحیم نے سفارش سے (بادشاہ کی خدمت میں) التجا کی ۔ نہایت آزردہ خاطر ہوا اور منت سے درخواست کی کہ میں بھی دین الٰہی کا پابند ہونا چاہتا ہوں ۔ بادشاہ نے منظور کر لیا اور شب عاشورہ میں اس کو اس کی مراد کا پیالہ عنایت کیا ۔

ایک روز (اکبر بادشاہ نے) میر صدر جہاں مفتی[1] سے فرمایا کہ تیرے دل میں یہ ہے کہ مسلمانی اس طریقے (دین الٰہی) میں ہے کہ جس کو بادشاہ اختیار کیے ہوئے ہے ، پھر تو دین الٰہی

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) صفحہ ۲۳۵-۲۳۶ (ق)

میں کیوں نہیں آ جاتا ؟ وہ پیروں پر گر پڑا اور کہا کہ تین روز سے میرے دل میں یہی بات گزر رہی تھی ۔ میں نے کسی سے کہا نہیں تھا [۲۹۲] ۔ اس وجہ سے کہ اگر بادشاہ پورے طور سے مر اکبر کا مظہر ہے تو خود کہے گا ۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ بات مہیا ہو گئی ۔ اس نے اپنے دونوں لڑکوں کے ساتھ دین الٰہی قبول کیا ۔ اس سبب سے (کہ یہ مذہب خواص کو تلقین ہوتا تھا) یہ فرقہ (پیروان دین الٰہی) اس زمانے میں نابود ہو گیا ۔ الحمد للہ علی ذالک ۔

ان تمام مقدمات کو شیخ علامی (ابوالفضل) نے ان کی تردید کے ساتھ نہایت آب و تاب کے ساتھ اکبر نامہ میں تحریر کیا ہے[1] ، اس میں سے مختصر طور پر یہاں لکھا جاتا ہے :

ایک گروہ نے اس یگانہ بندۂ خدا (اکبر) کو کہ جو نسلاً بعد نسل عالی خانداز ہے ، دعویٰ خدائی کی تہمت سے ملوث کیا ۔ ان کے اس غلط اندازے کا سبب یہ ہے کہ یک جہتی میں پیش قدمی رکھنے والے (پیروان دین الٰہی) کچھ لوگ کہ جو دین الٰہی میں راسخ العقیدہ تھے ، وہ حسین منصور کے طریقے پر (اکبر) بادشاہ کو مظہر حق سمجھ کر گفتگو کیا کرتے تھے ، اور اقبال مندی کا تخت نشین (اکبر) چونکہ صلح کل کی مسند کو آراستہ کیے ہوئے تھا ، اس لیے ان کم عقلوں کی بیہودہ گوئی اور احمقوں کی حماقت آمیز باتوں پر کبھی تنبیہ نہیں کرتا تھا ۔

کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ بادشاہ زماں (اکبر) کو اس داور یکتا کے پیغمبر بننے کی آرزو ہے ۔ اس خیال کی دلیل میں وہ یہ بیان کرتے تھے کہ دانش مند شہنشاہ ہمیشہ عجیب و غریب قوانین جاری کرتا رہتا ہے اور پرانے لوگوں کی شک والی باتوں پر اعتراضات کرتا رہتا ہے ۔ جب ان دونوں گروہوں کی

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۷۱-۲۷۳

یہ خرافات بادشاہ نے سنی تو اس نے بارہا فرمایا کہ سبحان اللہ مجھ نادان کے دل میں یہ بات کیسے پیدا ہو سکتی ہے کہ یہ عادت ، درماندہ مزاج اپنے متعلق خدائی کا خیال بھی دل میں لائے ۔ اور دنیا کو ہدایت کرنے والوں کی جماعت کہ جنھوں نے ہزارہا عجیب و غریب معجزات دکھا کر [۲۹۲] نبوت کا اظہار کیا ، زمانے گزر چکے اور جگ بیت گئے مگر اب بھی یہ بات (تبلیغ) پرورش پا رہی ہے اور سلسلہ بڑھ رہا ہے ۔ مگر اس کے باوجود لوگ اس جماعت (انبیاء) کا انکار کرتے ہیں تو ایسا خیال (دعوی نبوت) میرے دل کے اندر کس طرح پیدا ہو سکتا ہے ۔

دوسرے گروہ کا یہ خیال تھا کہ شہنشاہ زمانہ دین احمدی کو ناپسند کرتا ہے ۔ ان کی ساری دلیل یہ ہے کہ دانش مند بادشاہ مشرب کی وسعت ، محبت کی عمومیت اور تمام گروہوں کی سرپرستی کے خیال سے آدمیوں سے بحث کرتا ہے ۔ بالخصوص ہر مذہب کے علما اور ہر دین و ملت کے درویشوں سے دینی معاملات اور قیمتی مطالب کے متعلق ہمیشہ دلیل چاہتا ہے ۔ چونکہ بادشاہ کی محفلوں میں نصاریٰ کے فلسفیوں کے اعتراضات زمانے کی متفقہ باتوں پر ہوتے تھے تو اس سے لوگوں کا وہم بڑھتا تھا ۔ حالانکہ وہ قدردان بادشاہ (اکبر) خاندان نبوی (سادات) کا ایسا احترام کرتا تھا کہ گزشتہ بادشاہوں سے ایسا کم ہی سنا گیا ۔ بہت سے سادات ، اعلیٰ منصبوں پر فائز ہیں ۔ (بادشاہ) کسی (سید) کو یہ اجازت نہیں دیتا ہے کہ اس خاندان (سادات) کا کوئی شخص بادشاہ کے پیروں پر اپنا سر رکھے یا آستان اقبال (اکبر) کے سامنے سجدہ کرے ۔

ایک گروہ اس صاف عقیدہ رکھنے والے (اکبر) پر شیعیت کا الزام لگاتا ہے اور اس گروہ کی خطا کاری کا سرمایہ یہ ہے کہ ہمیشہ بادشاہ کی مجلس میں جب ان دو فریقوں (شیعہ و سنی) کی دلیلیں دوسرے فرقوں کے مقابلے میں بیان کی جاتیں تو منصف

میں کیوں نہیں آ جاتا ؟ وہ پیروں پر گر پڑا اور کہا کہ کئی روز سے میرے دل میں یہی بات گزر رہی تھی ۔ میں نے کسی سے کہا نہیں تھا [۲۹۲] ۔ اس وجہ سے کہ اگر بادشاہ پورے طور سے سر اکبر کا مظہر ہے تو خود کہے گا ۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ بات سمجھ ہو گئی ۔ اس نے اپنے دونوں لڑکوں کے ساتھ دین الٰہی قبول کیا ۔ اس سبب سے (کہ یہ مذہب خواص کو تلقین ہوتا تھا) یہ فرقہ (پیروان دین الٰہی) اس زمانے میں نابود ہو گیا ۔ الحمد للہ علی ذالک ۔

ان تمام مقدمات کو شیخ علامی (ابوالفضل) نے ان کی تردید کے ساتھ نہایت آب و تاب کے ساتھ اکبر نامہ میں تحریر کیا ہے[۱] ، اس میں سے مختصر طور پر یہاں لکھا جاتا ہے :

ایک گروہ نے اس یگانہ بندۂ خدا (اکبر) کو کہ جو نسلاً بعد نسل عالی خانداز ہے ، دعویٰ خدائی کی تہمت سے ملوث کیا ۔ ان کے اس غلط اندازے کا سبب یہ ہے کہ یک جہتی میں پیش قدمی رکھنے والے (پیروان دین الٰہی) کچھ لوگ کہ جو دین الٰہی میں راسخ العقیدہ تھے ، وہ حسین منصور کے طریقے پر (اکبر) بادشاہ کو مظہر حق سمجھ کر گفتگو کیا کرتے تھے ، اور اقبال مندی کا تخت نشین (اکبر) چونکہ صلح کل کی مسند کو آراستہ کیے ہوئے تھا ، اس لیے ان کم عقلوں کی بیہودہ گوئی اور احمقوں کی حماقت آمیز باتوں پر کبھی تنبیہ نہیں کرتا تھا ۔

کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ بادشاہ زماں (اکبر) کو اس داور یکتا کے پیغمبر بننے کی آرزو ہے ۔ اس خیال کی دلیل میں وہ یہ بیان کرتے تھے کہ دانش مند شہنشاہ ہمیشہ عجیب و غریب قوانین جاری کرتا رہتا ہے اور پرانے لوگوں کی شک والی باتوں پر اعتراضات کرتا رہتا ہے ۔ جب ان دونوں گروہوں کی

---

۱ - ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۷۱-۲۷۳

یہ عبرالقادر بادشاہ نے سنی تو اس نے بارہا فرمایا کہ سبحان اللہ ہم نادانوں کے دل میں یہ بات کیسے پیدا ہو سکتی ہے کہ یہ سانحہ ، درمافقہ سرایح ایسے متعلق حدائق کا حجاب بھی دل میں لائے ۔ اور دنیا کو ہدایت کرنے والوں کی جماعت کہ جنہوں نے ہزاروں عجیب و غریب معجزات دکھا کر [۴۹۲] نبوت کا اظہار کیا ۔ زمانے گزر چکے اور جگ بیت گئے مگر اب بھی یہ بات (سلیم) پرورش پا رہی ہے اور سلسلہ بڑھ رہا ہے ۔ مگر اس کے باوجود لوگ اس جماعت (انبیاء) کا انکار کرتے ہیں تو ایسا خیال (دعویٰ نبوت) میرے دل کے اندر کس طرح پیدا ہو سکتا ہے ۔

دوسرے گروہ کا یہ خیال تھا کہ شہنشاہ زمانہ دین احمدی کو ناپسند کرتا ہے ۔ ان کی ساری دلیل یہ ہے کہ دانش مند بادشاہ مشرب کی وسعت ، محبت کی عمومیت اور تمام گروہوں کی سرپرستی کے خیال سے آدمیوں سے بحث کرتا ہے ۔ بالخصوص ہر مذہب کے علما اور ہر دین و ملت کے درویشوں سے دینی معاملات اور فہمی مطالب کے متعلق ہمیشہ دلیل چاہتا ہے ۔ چونکہ بادشاہ کی مجلسوں میں نصاریٰ کے فلسفیوں کے اعتراضات زمانے کی متفقہ باتوں پر ہوتے تھے تو اس سے لوگوں کا وہم بڑھتا تھا ۔ حالانکہ وہ قدردان بادشاہ (اکبر) خاندان نبوی (سادات) کا ایسا احترام کرتا تھا کہ گزشتہ بادشاہوں سے ایسا کم ہی سنا گیا ۔ بہت سے سادات ، اعلیٰ منصبوں پر فائز ہیں ۔ (بادشاہ) کسی (سید) کو یہ اجازت نہیں دیتا ہے کہ اس خاندان (سادات) کا کوئی شخص بادشاہ کے پیروں پر اپنا سر رکھے یا آستان اقبال (اکبر) کے سامنے سجدہ کرے ۔

ایک گروہ اس صاف عقیدہ رکھنے والے (اکبر) پر شیعیت کا الزام لگاتا ہے اور اس گروہ کی خطا کاری کا سرمایہ یہ ہے کہ ہمیشہ بادشاہ کی مجلس میں جب ان دو فریقوں (شیعہ و سنی) کی دلیلیں دوسرے فرقوں کے مقابلے میں بیان کی جاتیں تو منصف

مزاج اور حقیقت شناس بادشاہ بغیر تعصب کے اس مذہب (شیعہ) کو ترجیح دیتا [۲۹۴]۔

پیالے کہ باشد بصحت قوی
ز نافرخی باشد ار نشوی

اور ایرانیوں کی ترقی و اعتبارے کہ جو زیادہ تر اس طریقے (شیعیت) کے ماننے والے ہوتے ہیں، بدگمانی کو بڑھا دیا اور تقلید پرستی کی وجہ سے تورانیوں کا اعزاز پانا اس متعصب قوم کی آنکھوں سے پوشیدہ رہا۔

ایک گروہ خدا شناسوں کے اس قافلہ سالار (اکبر) پر برہمن ہونے کا الزام لگاتا ہے اور ان کی نامناسب فکر کا سرمایہ یہ ہے کہ بیدار مغز بادشاہ اپنی عالی حوصلگی سے دانشمند برہمنوں کو اپنے قریب جگہ دیتا ہے اور مصالح ملکی اور حقیقت پسندی کی وجہ سے بادشاہ ہندوؤں کی جماعت کا رتبہ بڑھاتا ہے اور تمدن کی شائستگی کی وجہ سے ان سے اختلاط رکھتا ہے اور ان پر مہربانیاں کرتا ہے۔

ان بکواس کرنے والوں کے حوش کا ثبوت یہ تین چیزیں ہیں اول یہ کہ دربارشاہی میں ہر مذہب و ملت کے علما کا عزت و احترام کیا جاتا ہے۔ چونکہ ہر مذہب میں کچھ نہ کچھ اچھائی ضرور ہوتی ہے اس لیے ہر کسی کی ہمت افزائی ہوتی تھی اور بادشاہ کی انتہائی منصف مزاجی کے سبب سے کسی گروہ کی برائیاں اس کی نیکیوں کو چھپا نہیں سکتی تھیں۔

دوسرے یہ کہ دربار شاہی میں صلح کل کا ہنگامہ بہت رونق پذیر رہتا تھا اور لوگوں کے گروہ کے گروہ مختلف خصائل کے باوجود اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرتے تھے۔

تیسرے یہ کہ دنیا کے کم حیثیت لوگوں کو نظرانداز کیا جاتا تھا (اکبر نامے کا اقتباس ختم ہوا)۔

بات کے انداز کے واقف کاروں کو معلوم ہے کہ جو کچھ اوپر تحریر ہوا ہے وہ سب شیخ (ابوالفضل) کی عبارت کا اقتباس ہے۔ اس کی تاویل کا مقصد یہ ہے [۳۹۵] کہ وہ (بادشاہ کے) وسیع المشرب اور صلح کل ہونے کے اسباب بیان کرے کہ (اکبر بادشاہ) لوگوں کے مختلف گروہوں کی اچھی اور بری باتوں کو بہت وسیع الخیال ہونے کی وجہ سے در گزر کر دیتا تھا۔ سبحان اللہ ' دنیوی امور کا اہتمام کہ جو ناپائدار ہے اس درجہ کیا جاتا ہے کہ کوئی بات کسی کی رائے کے خلاف نہ ہو ، اور دینی معاملے میں کہ جو اس (امر دنیوی) سے زیادہ اہم ہے مداہنت اور چشم پوشی کا اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہے کہ اس کو سہل اور سبک سمجھا جاتا ہے۔

۱۱۶

سید حامد بخاری

سید میراں بن سید مبارک کا لڑکا ہے۔ سید مبارک گجرات کے بڑے سرداروں میں تھا۔ کہتے ہیں کہ اپنے وطن اوچ[1] سے صرف ایک گھوڑا لے کر آیا اور گجرات پہنچا۔ ایک روز راستے میں ایک مست ہاتھی سے مقابلہ ہو گیا۔ سید نے مجبور ہو کر ایک ایسا تیر اس کی پیشانی پر لگایا کہ سوفار کے علاوہ اس (پیشانی) پر کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ اس روز سے وہاں کے لوگ اس کے تیر کی قسم کھانے لگے۔ اس کے بعد تو وہ رفتہ رفتہ سرداری کے منصب پر فائز ہوا۔

جب اعتماد خاں گجراتی نے اپنی خودغرضی سے نتھو نام ایک لڑکے کو کہ جو وہاں کے کم حیثیت لوگوں میں سے کسی کی

---

۱ - اوچ ، ضلع بہاول پور (مغربی پاکستان) کا مشہور تاریخی مقام ہے (ق)

اولاد تھا ، سلطان محمود کا فرزند مشہور کر دیا اور اس کا نام مظفر شاہ رکھا ۔ ہر علاقے کے سردار خود مختار ہو گئے ۔ سید مبارک نے پٹن ، دولقہ اور دندوقہ کے بہت سے محالات جاگیر میں حاصل کر لیے ۔ ان میں سے دولقہ[1] [۳۹۶] اور دندوقہ[2] ، اس کے مرنے کے بعد سید میران اور اس کے بعد سید حامد کی جاگیر میں مقرر ہوئے ۔

جب اکبر بادشاہ سترھویں سال جلوس اکبری میں گجرات کی فتح کے ارادے سے اس جانب متوجہ ہوا اور پٹن پہنچا تو سید مذکور (حامد بخاری) اپنی جماعت کے ہمراہ حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا اور شاہی نوازش سے سرفراز ہوا ۔ اور جب گجرات کی حکومت خان اعظم مرزا عزیز کوکہ کے سپرد ہوئی تو سید مذکور (حامد) اس کی کمک پر مقرر ہوا ۔ خان اعظم اور مرزاؤں کی لڑائی میں وہ احمد آباد کے انتظام پر تھا ۔ اٹھارھویں سال جلوس اکبری میں اس کو دولقہ اور دندوقہ کی حکومت ملی ۔ اس کے بعد قطب الدین محمد خان کی کمک پر کھمبایت کی جانب روانہ ہوا ۔

بائیسویں سال جلوس اکبری میں اسے ملتان کی حکومت عطا ہوئی اور شاہی عنایات سے نوازا گیا اور اسی سال کے آخر میں مرزا یوسف خان رضوی کے ہمراہ بلوچستان کی جانب تعینات ہوا کیونکہ اس قوم (بلوچ) کے سربرآوردہ لوگ اپنی فطری جہالت اور بد قسمتی سے فرماں برداری سے منحرف ہو گئے تھے اور اطاعت نہیں کرتے تھے ۔

پچیسویں سال جلوس اکبری میں جب مرزا محمد حکیم نے کابل سے آ کر لاہور کا محاصرہ کر لیا تو سید مذکور (حامد) بھی اس ضلع کے دوسرے جاگیرداروں کی طرح محصور ہو گیا ۔ شاہی

---

۱ ، ۲ ۔ یہ دونوں مقام ضلع احمد آباد میں واقع ہیں (ب)

سواری کے وہاں پہنچنے کے بعد جب شاہزادہ سلطان مراد [۲۹۷] مرزا محمد حکیم کے تعاقب پر مقرر ہوا تو شاہزادہ (سلطان مراد) کی فوج کے سیدھی جانب کی سرداری مشارالیہ (حامد بخاری) کے سپرد ہوئی - اور جب بادشاہ کابل پہنچا اور بادشاہ کا یہ ارادہ ہوا کہ کچھ عرصے تک وہاں قیام کرے تو سواری خاص کے ساتھ جلال آباد روانہ کردے اور سید مذکور (حامد) کو چند دوسرے آدمیوں کے ہمراہ وہیں قافلہ بنا کر بھیجا - کابل سے واپس ہونے کے بعد جب بادشاہ سرہند میں مقیم ہوا تو سید مذکور (حامد) کو جاگیر پر جانے کی اجازت ملی -

تیسویں سال جلوس اکبری میں کنور مان سنگھ کے ساتھ کابل کی جانب تعینات ہوا اور جب وہ پشاور پہنچا کہ جو اس کی جاگیر میں تھا تو اس کی فوج ہندوستان کی طرف واپس چلی آئی اور وہ خود بکرام کے قلعے میں عشق پرستی میں پڑا رہا اور موسی نامی ایک ناتجربہ کار شخص کو کام سپرد کر دیا اور بغیر اس کے کہ اس کے متعلق کچھ معلوم کرے مال کا محکمہ اس کے سپرد کردیا - اس نے لالچ سے مہمند اور غریہ خیل پر کہ ان قبائل کے دس ہزار خاندان پشاور میں رہتے تھے، سختی شروع کردی - ان کی آبرو اور مال پر بھی دست درازی شروع کی - مذکورہ قبائل نے اس بیوقوف اور بد طینتی سے جلالہ تاریکی کو اپنا سردار بنا کر بکرام کے نزدیک بغاوت کر دی - سید مذکور (حامد بخاری) نے آدمیوں کی کمی کی وجہ سے یہ طے کیا کہ کابل اور اٹک کی فوج آنے تک اور بھائیوں کے پہنچنے تک قلعے میں محفوظ ہو جانے لیکن بیوقوفوں کے کہنے سے اس خیال کی تکمیل نہ کر سکا - ایک شخص کو بھیج کر غنیم کا حال [۲۹۸] معلوم کرنا چاہا - (شخص) نے اپنی بے وقوفی یا بدخواہی سے (دشمن کو)

---

۱ - غوری کی بجائے غریہ لکھا ہے (ب)

تعداد اور پراگندہ بتایا ۔ دور اندیشی سے کام لیے بغیر وہ ایک سو پچاس آدمیوں کے ہمراہ (قلعے سے) باہر نکل آیا اور جنگ شروع کردی ۔ باوجودیکہ ابتدائی جنگ میں اس کے ایک تیر لگا مگر لڑائی سے باز نہ آیا ۔ اس معرکے میں اس کا گھوڑا گڑھے میں گر گیا اور وہ ۹۹۳ھ مطابق ۱۵۸۵ع میں فوت ہو گیا[1] ۔ اس کے اپنے چالیس آدمی اس معرکے میں کام آ گئے۔ وہ دو ہزاری کے منصب پر تھا ۔ اس کے بعد افغانوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا ۔ اس کے چھوٹے لڑکے سید کمال نے کچھ آدمیوں کے ساتھ نہایت بہادری دکھائی اور مناسب طور سے اس کی نگرانی کی ۔

سید مذکور (کمال) اکبر بادشاہ کے زمانے میں ہفت صدی منصب پر فائز تھا ۔ جہانگیر بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد اسے ہزاری منصب ملا اور پھر شیخ عبدالوہاب بخاری کی جانے وہ دہلی کی حکومت پر تعینات ہوا ۔ اس کے بعد شیخ فرید بخاری کے ساتھ خسرو کے تعاقب میں کہ جو باغی ہو کر پنجاب کی طرف چلا گیا تھا ، مامور ہوا ۔ اور خسرو کی جنگ میں فوج کی دائیں جانب کی سرداری اس کے سپرد تھی ۔ جب سادات بارہہ کہ جو شیخ (فرید) کے ہراول تھے ، کم زور ہوئے ، سید مذکور (سید کمال) معقول انتظام کے ساتھ اس کی کمک کو پہنچا ، مردانہ وار مقابلہ کیا اور شاہی عنایات سے سرفراز ہوا ۔ سید کمال کا لڑکا سید یعقوب ایک ہزار پانسو ذات ، ایک ہزار سوار کے منصب پر پہنچا اور شاہجہان بادشاہ کی حکومت کے دوسرے سال میں وفات پا گیا [۳۹۹] ۔

---

۱ ۔ اکبر نامہ اور منتخب التواریخ میں یہ واقعہ اکتیسویں سال جلوس (۹۹۴ھ) اور طبقات اکبری میں بتیسویں سال جلوس اکبری (۹۹۵ھ) میں بتایا گیا ہے (ب)

۱۱۸
سید عبداللہ خاں

میر خوانندہ کا لڑکا ہے۔ بچپن سے اس نے اکبر بادشاہ کی خدمت میں تربیت پائی اور ہفت صدی کے منصب پر پہنچا۔ نویں سال جلوس اکبری میں سرداروں کے ساتھ عبداللہ خاں اوزبک کے تعاقب میں کہ جو مالوہ سے گجرات کی جانب فرار ہو گیا تھا تعینات ہوا۔ سترھویں سال جلوس اکبری میں جب اکبر کا ارادہ گجرات فتح کرنے کا ہوا اور خان کلاں پہلے سے فوج لے کر بھیجا گیا، سید مذکور (عبداللہ خاں) اس کے ہمراہیوں میں مقرر ہوا اور اٹھارھویں سال جلوس اکبری میں مظفر خاں کے ہمراہ کہ جو مالوہ کی حکومت پر فائز تھا، روانہ ہوا۔ انیسویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ نے خود پورب کی طرف توجہ فرمائی تو سید مذکور (عبداللہ خاں) شاہی سواری کے ساتھ تھا۔

اس کے بعد جب خانخاناں بنگالہ کی فتح کے لیے مقرر ہوا تو سید مذکور (عبداللہ خاں) اس کے ہمراہ بھیجا گیا، جس روز کہ سلیمان کررانی کے لڑکے داؤد کے ساتھ لڑائی ہوئی، وہ ہراول فوج میں خان‌عالم کے ساتھ تھا۔ وہاں سے کسی تقریب کے ذریعے بادشاہ کے حضور میں پہنچا۔

اکیسویں سال جلوس اکبری میں اس کو گھوڑوں کی ڈاک چوکی کے ذریعے مشرقی ممالک میں بھیج دیا کہ وہاں کے سرداروں کو بادشاہ کے ادھر متوجہ ہونے کی خوش خبری دے۔ سال مذکور کے درمیان میں گیارہ روز میں طولانی راستہ طے کرتا ہوا فتح کی خوش خبری لے کر شاہی دربار میں حاضر ہوا اور شاہی نوازش سے فیض یاب ہوا۔ اس کے دامن میں روپے اور اشرفی اس قدر بھر دی گئیں کہ وہ ان کو اٹھا نہ سکا۔

کہتے ہیں کہ رخصت کے وقت بادشاہ کی زبان سے نکلا تھا کہ تو فتح کی خبر لائے گا ۔ چھبیسویں سال جلوس اکبری میں جب کہ خان اعظم [۰۰م] کوکہ بنگالہ کا فساد دفع کرنے کے لیے تعینات ہوا تو خان مذکور اس کی ہمراہی میں صوبہ مذکور کی جانب روانہ ہوا اور شہباز خان اور معصوم خان فرنخودی کی جنگ میں وہ دائیں جانب والی فوج پر تھا ۔ چونکہ وہ اس صوبے میں کوئی نمایاں کارنامہ انجام نہ دے سکا اس لیے اکتیسویں سال جلوس اکبری کے آخر میں اس کو قاسم خان کے پاس بھیج دیا کہ جو کشمیر کا حاکم تھا ۔ کشمیریوں کی لڑائی میں جس روز کہ خان مذکور کی نوبت آئی تو اس نے پہلے پہاڑی کو دشمن سے لے لیا لیکن بےموقع واپسی میں جب وہ نشیب کی طرف گیا تو دشمنوں نے ہر طرف سے پتھر اور تیر برسانا شروع کیے ۔ تقریباً تین سو آدمی مارے گئے ۔ خان مذکور (عبداللہ خان) اسی صوبے میں بخار کی بیماری سے چونتیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۷ھ مطابق ۱۵۸۹ء میں انتقال کر گیا ۔

۱۱۸

سانجی خاں

قرشوچی قبیلے سے ہے ۔ ہمایوں کے سرداروں میں تھا[۱] ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں ایک ہزار پانسو کے منصب پر پہنچا ۔

پانچویں سال جلوس اکبری کے آخر میں ادھم خان کوکہ کے ہمراہ مالوہ کو فتح کرنے کے لیے تعینات ہوا اور نمایاں کوشش کی ۔ نویں سال جلوس اکبری میں محمد قاسم خان نیشاپوری کے ہمراہ عبداللہ خان اوزبک کے تعاقب میں اور تیرھویں سال

---

۱ ۔ پہلے وہ مرزا ہندال کا ملازم تھا ۔ اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۳۱۵ (ب)

جلوس اکبری میں اشرف خاں میر منشی کے ہمراہ قلعہ رنتھمبور کو روانہ ہوا اور راستے سے محمد سلطان مرزا کے پوتوں اور اولاد مرزا محمد حسین وغیرہ کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا [۱۰۰۰م] کہ جو گجرات سے ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ واپس آ کر صوبہ مالوہ میں فساد برپا کررہے تھے۔ اس کے بعد اس نے صوبہ اودھ[1] میں جاگیر پائی۔ اگرچہ (گھوڑوں کے) داغ کے معاملے میں وہ باغی سرداروں کے ساتھ ہو گیا تھا لیکن آخر میں ان کے فریب سے نکل کر شاہی فوج میں شامل ہو گیا۔ انتالیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کے حسب طلب حضور میں آیا اور قدم بوسی حاصل کی۔ چند سال کے بعد مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے برسرکار ہو گئے اور انہوں نے شاہی ملازمتیں اختیار کر لیں۔

۱۱۹

سید راجو بارھہ

اکبر بادشاہ کے سرداروں میں سے تھا۔ ہزاری منصب پر پہنچ کر اکیسویں سال جلوس اکبری میں کنور مان سنگھ کے ساتھ رانا کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا[2] اور انتیسویں سال جلوس اکبری میں جب جگناتھ کے ہمراہ رانا کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا تو (سید راجو) اس کے سردار کو فوج کے ہمراہ منڈل گڑھ میں چھوڑ کر رانا کے ٹھکانے پر پہنچا اور رانا نے دوسری پہاڑی سے شورش شروع کر دی اور بادشاہی ملک میں فساد کرنے لگا۔ سید مذکور (راجو) اس سے جنگ کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا اور

۱۔ اکبر نامہ (جلد سوم صفحہ ۲۸۵) کے مطابق یہ مقام آرہ ہونا چاہیے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ داغ کے معاملے کے بعد اس کی جاگیر آرہ سے اودھ تبدیل کر دی گئی (ب)

۲۔ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۶۶ (ب)

کم زوروں کی رہائی کا سبب بنا ۔ تیسویں سال جلوس اکبری میں جگناتھ کے ساتھ رانا کی جائے قیام پر پہنچا ۔ رانا وہاں سے نکل گیا ۔ اس کے بعد شاہزادہ سلطان مراد کے پاس کہ جو صوبہ مالوہ کی حکومت پر مامور ہوا تھا ، تعینات ہوا ۔ جب شاہزادہ (سلطان مراد) چھبیسویں سال جلوس اکبری میں راجا مدھکر کی تنبیہ کے قصد سے اس کے علاقے میں داخل ہوا [۲۰۳] اور بادشاہ کے حکم سے مالوہ کو واپس ہو گیا تو (شاہزادے نے) اس (راجو) کو ایک جماعت کے ہمراہ وہیں چھوڑ دیا ۔ اس کے بعد وہ دکن میں تعینات ہوا ۔ چالیسویں سال جلوس اکبری میں قلعہ احمد نگر کے محاصرے کے موقع پر جب کچھ مخالفوں نے شاہی لشکر کے قریب آ کر جانوروں کو نقصان پہنچایا تو اس نے حق نمک کو نظرانداز نہ کیا اور مقابلہ کیا ۔ چند بھائیوں کی ہمراہی میں بہادری کے ساتھ اس نے زندگی ختم کر دی ۔ اس کی جاگیر اس کے لڑکوں کو مل گئی ۔

۱۲۰

سعید خان چغتا

اس کے بزرگ اس خاندان تیموریہ میں اچھی خدمات اور بہترین فرمانبرداریاں انجام دے کر ہمیشہ نامور رہے ۔ اس کا دادا ابراہیم بیگ چابوق ، ہمایوں بادشاہ کے سرداروں میں سے تھا کہ جو بنگالہ کی مہم میں عمدہ اور ممتاز کارگزار رہا[۱] ۔ اس کا لڑکا یوسف بیگ اس موقع پر کہ جب وہ اودھ سے بنگالہ جا رہا تھا جونپور کے نواح میں جلال خان عرف سلیم شاہ کے مقابلے پر یلغار کر کے پہنچا اور (یوسف بیگ) مردانہ وار ختم ہو گیا ، اور ابراہیم بیگ کا دوسرا لڑکا اور سعید خان کا باپ یعقوب بیگ بھی اس زمانے میں نامور رہا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۱۴۹ (ب)

خان مذکور (سعید خان چغتا) نے اپنی قسمت کی یاوری ، شجاعت اور دلیری کی بدولت اکبر بادشاہ کے زمانے میں خوب ترقی کی اور دولت ، اعتبار ، سرداری اور شہرت میں اپنے بزرگوں سے بڑھ گیا۔ [۳۰۰] عرصہ دراز تک ملتان کی حکومت پر فائز رہا[1] ۔ چونکہ بزرگوں کی اولاد تھا ، خلیقت پسندی ، زمانہ شناسی اور ذاتی حیا کی وجہ سے بہت بانصیب رہا ۔ بائیسویں سال جلوس اکبری میں شاہزادہ دانیال کا اتالیق مقرر ہوا ۔

جب پنجاب کی رعایا وہاں کے صوبیدار شاہ قلی خان محرم سے پریشان ہو کر شکایت کرنے لگی تو وہ (سعید خان) وہاں کی حکومت پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد جب لاہور کی حکومت مملکت پنجاب کی سپہ سالاری کے ساتھ راجا بھگونت داس کچھواہہ کو ملی تو سنبھل کی سرکار سعید خان کی جاگیر میں مقرر ہوئی ۔ اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ نے اسے طلب کیا اور سہ ہزاری منصب پر سرفراز ہوا اور پھر مرزا کوکہ کی ساتھ وہ حاجی پور اور اس کے مضافات کی جاگیرداری پر روانہ ہوا ۔

بتیسویں سال جلوس اکبری میں جب وزیر خان کا بنگالہ میں انتقال ہوگیا تو سعید خان بہار سے اس علاقے کی حکومت اور سرداری پر روانہ ہوا اور اس نے ایک مدت اس صوبے کے انتظام میں گزاری اور پنج ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ جب اس علاقے کی حکومت راجا مان سنگھ کے سپرد ہوئی[2] تو سعید خان

---

۱ - ملاحظہ ہو اکبرنامہ جلد سوم صفحہ ۳۷ (ب)

۲ - جب انتالیسویں سال جلوس اکبری میں مان سنگھ بنگال کا گورنر مقرر ہوا تو سعید خان بہار کا گورنر مقرر ہوا - اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۶۷۱ (ب)

السویں سال جلوس اکبری میں بنگالہ سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس نے سو ہاتھی اعلیٰ ساز و سامان کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے ۔ اکتالیسویں سال جلوس اکبری م ۱۰۰۵ مطابق ۹۶-۱۵۹۵ع میں وہ بہر بہار کا صوبے دار مقرر ہوا ۔

جب ۱۰۰۱ھ مطابق ۱۶۰۲-۰۳ع میں مرزا غازی نے اپنے والد مرزا جانی بیگ کے مرنے کے بعد ٹھٹھ میں سرکشی [۳۰۰] کا ارادہ کیا تو اکبر بادشاہ نے ملتان و بھکر کو سعید خان کی جاگیر میں بطور تنخواہ مقرر کرکے اس کو مرزا (غازی) کی تنبیہ کے لیے تعینات کیا۔ جب سعید خان بھکر پہنچا تو مرزا (غازی) اپنے اس خیال فاسد سے باز آ گیا اور خسرو خان کی وساطت سے کہ جو اس سرکار کا وکیل اور سربراہ کار تھا، اس نے (سعید) خان سے ملاقات کی اور (سعید خان) کے لڑکے سعد اللہ خان سے کہ صاحب کمال تھا ، اس کی خوب دوستی ہوگئی اور (مرزا غازی) سعید خان کی ہمراہی میں بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا[۱]۔

کہتے ہیں کہ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں پنجاب کی حکومت سعید خان کے سپرد ہوئی تھی ۔ چونکہ یہ بات مشہور تھی کہ اس کے ظالم خواجہ سرا رعایا اور کمزوروں پر ظلم کرتے ہیں اس لیے جہانگیر بادشاہ نے فرمایا کہ اس معاملے میں سعید خان سے ضمانت لی جائے ۔ (سعید خان) نے لکھ کر دے دیا کہ اگر ان لوگوں کی طرف سے کسی پر کوئی ظلم ہوا تو میرا سر اڑا دیا جائے ، اور اسی زمانے میں وہ (سعید خان) فوت ہو گیا اور سرہند کے باغ میں دفن ہوا ۔

کہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا اختیار اس نے چتر بھوج کے

---

۱ - ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ۱۹۰ (ق)

سپرد کر دیا تھا ، خود کچھ نہیں کرتا تھا[1] ۔ خواجہ سراؤں کا شوقین تھا ۔ ایک ہزار دو سو خوبصورت خواجہ سرا جمع کر لیے تھے اور ان میں سے تین کو منتخب کر کے سردار بنا دیا تھا[2]۔ ہر ایک (سردار) چار سو خواجہ سراؤں کو آراستہ کر کے رات کے وقت اپنی نگرانی میں تیار رکھتا تھا[3]۔

ان کے علاوہ اچھے لوگ بھی ملازم تھے ۔ اس نے چار چھتیاں مقرر کی تھیں کہ ہر چوکی میں [۵۰۳] چار سو گھانے کے جوان خوج کے سامنے لائے جاتے تھے ۔

کہتے ہیں کہ جس سال وہ بعد بنگال و بہار سے کہ جو مرطوب علاقہ ہے ملتان چلا آیا ۔ متصدیوں (منصبی) نے متفق ہو کر دس سیر ایسا سونا کہ جس پر کوئی سکہ اور نشان نہیں تھا اور خزانے میں ایسے سونے کی کثرت تھی ، ملاحظہ کر عرض کیا کہ بنگالہ کے مرطوب علاقے میں سونے کا وزن زیادہ تھا ، اس ملک میں چونکہ زیادہ گرمی پڑتی ہے اس لیے سونے کا وزن دس سیر کم ہو گیا ۔ سعید خاں نے فرمایا کہ معمولی فرق ہوا ، میرا خیال تو یہ تھا کہ ایک من کم ہو جائے گا[4] ۔

باریک بین حضرات اس خفیف مقام پر اعتراض کرتے ہیں ، اس لیے کہ سعید خاں نے دور اکبری میں تربیت پائی اور رفتہ رفتہ

---

۱ ۔ ذخیرۃ الخوانین صفحہ ۱۹۲

۲ ۔ ان کے نام میاں وفا ، میاں صفا اور میاں فراست تھے ۔ ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ۱۹۱ (ق)

۳ ۔ شیخ فرید بھکری اپنا ذاتی مشاہدہ لکھتا ہے : 'دو ہزار پنجرۂ جانوران غیر مکرر بندہ خود شمردہ سوائے کبوتران و قازان کہ در شمار نبودند' ۔ ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ۱۹۱-۱۹۲ (ق)

۴ ۔ ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ۱۹۲ (ق)

بلند مرتبہ پر فائز ہوا اور تجربہ کاری و عقل مندی میں مشہور ہوا اور اکبر بادشاہ کے دور حکومت کو کہ جو حکومت کرنے کا بانی مبانی ہے، دوسرے بادشاہوں کے عہد کے برابر سمجھنا چاہیے - اس سلطنت میں ہر فن اور پیشے کے کاملین جمع تھے اور صاحب کمال کا امتحان لیا جاتا تھا - یہ غلط ہے کہ سونے کا کھوٹا سکہ اس امتحان گاہ میں غلط رواج پا جاتا - پس اس کی نادانی اور بیوقوفی، دانشمند حضرات کو عجیب معلوم ہوتی ہے، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے عمداً چشم‌پوشی اور اغماض کیا ہوگا اور وقت کے تقاضے کے لحاظ سے ایسا مناسب سمجھا ہو یا آسانی اور سستی کی وجہ سے (ایسا کیا ہو) کہ جو دولت اور تمول کی وجہ سے اکثر طبائع میں ہوتا ہے - خاص طور سے [۳۰۶] اگر دولت اور آسائش میں زیادہ زمانہ گزر جاتا ہے تو ایسا مزاج ہو جاتا ہے کہ دولت مندی میں سہل انگاری اور بے پروائی لطف سے خالی نہیں ہوتی ہے - اور یہ بات لوگوں کی بلند ہمتی کی وجہ سے ہے بے وقوفی کی وجہ سے نہیں ہے - ورنہ اگر اس قسم کی باتوں کا طبیعت پر اثر لیں تو ان کا عیش و آرام بے لطف ہو جائے اور وہ دقت، کاوش اور کوفت میں پڑ جائیں اور پھر فراغت و آسودگی کا کون سا دن ہوگا -

اس حکایت کے مقابلے میں زیادہ تعجب خیز سعید خاں کی یہ حکایت بھی بہت مشہور ہے کہ ایک خواجہ سرا کہ جس کا نام خواجہ ہلال تھا اور شروع میں وہ قاسم خاں نمکین کا غلام تھا اور اس کے بعد وہ جہانگیر بادشاہ کے ملازمین میں داخل ہوگیا؛ (جہانگیر کی) سلطنت کے ابتدائی زمانے میں وہ میر توزک ہوگیا؛ لیکن معاملات میں سخت‌گیر تھا - آگرہ سے چھ کوس کے فاصلے پر قصبہ رنکتہ میں جو اس کی جاگیر میں تھا اس نے ایک قلعہ اور پختہ سرائے تعمیر کرائی اور اس کا نام ہلال آباد رکھا - اتفاق سے اکبر آباد میں مدار دروازہ کی جانب ایک عالی شان پسندیدہ

عزت تعمیر کرائی ۔ اکثر بڑے بڑے سرداروں کو ضیافت کی زحمت دی ۔ سعید خاں بھی موجود تھا ، اس نے مکان کو پسند کیا اور بہت تعریف کی۔ خواجہ ہلال نے تواضع کے طور پر کہا کہ (آپ کی) نذر ہے۔ سعید خاں نے کھڑے ہو کر تین مرتبہ اس کو سلام کیا اور اپنے آدمیوں اور اسباب کو وہاں منگا لیا ۔ ہلال چونکہ شاہی مصاحبین میں تھا اس لیے اس نے مزاحمت کی ؛ سعیدخاں کے ملازم زبردستی اور زیادتی پر اتر آئے۔ بادشاہ نے اس بات کو سن کر سعید خاں سے کہا کہ [۲۰۰] یہ طریقہ تمھاری سرداری کے مناسب اور لائق نہیں ہے ۔ اس نے عرض کیا کہ حضور کی اس سلطنت کا مجھ جیسا بوڑھا کارگزار ، عالی مرتبہ سرداروں کی ایک جماعت کے سامنے ایک غلام کو تین تین سلام کرتا ہے ، یہ بالکل رائگاں و بےسود جائیں گے ؟ یہ میری عزت کا سوال ہے ۔ اگر حضور حکم دیں تو میں خودکشی کر لوں ۔ بالآخر اس ڈھٹائی سے اس مکان پر غاصبانہ قبضہ کر لیا[۱]

کہتے ہیں کہ سعید خاں کی سرکار میں دو خواجہ سرا معتمد اور لائق تھے ۔ ایک اخیار خاں کہ جو بادشاہ کے حضور میں (سعید خاں کی طرف سے) وکیل تھا اور اس نے پٹنہ اور بہار میں پل اور سرائیں تعمیر کرائیں ۔ دوسرا اعتبار خاں کہ جو اس کی جاگیر کا فوجدار تھا ۔ نہایت ہمت والا تھا ۔ ماہ ربیع الاول میں بارہ روز تک جناب حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر میں کھانا دیا کرتا تھا ۔ روزانہ تقریباً ایک ہزار آدمی آتے تھے اور ہر ایک کے سامنے نو شیرمال روٹیاں، نو قابیں اور آدھا سفید کپڑے کا تھان ان کے باندھنے کے لیے ملتا تھا اور سفید کپڑے میں پانچ سیر مٹھائی جس کے اوپر مخملی غلاف ہوتا تھا ، پیش کی جاتی تھی ۔ اس زمانے میں مکان کو نہایت تکلف سے آراستہ کیا جاتا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ۱۹۲-۱۹۳ (ق)

بلند مرتبہ پر فائز ہوا اور تجربہ کاری و عقل مندی میں مشہور ہوا اور اکبر بادشاہ کے دور حکومت کو کہ جو حکومت کرنے کا بانی مبانی ہے ، دوسرے بادشاہوں کے عہد کے برابر سمجھنا چاہیے۔ اس سلطنت میں ہر فن اور پیشے کے کاملین جمع تھے اور صاحب کمال کا امتحان لیا جاتا تھا۔ یہ غلط ہے کہ سونے کا کھوٹا سکہ اس امتحان گاہ میں غلط رواج پا جاتا۔ پس اس کی نادانی اور بیوقوفی ، دانشمند حضرات کو عجیب معلوم ہوتی ہے ، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے عمداً چشم پوشی اور اغماض کیا ہوگا اور وقت کے تقاضے کے لحاظ سے ایسا مناسب سمجھا ہو یا آسانی اور سستی کی وجہ سے (ایسا کیا ہو) کہ جو دولت اور تمول کی وجہ سے اکثر طبائع میں ہوتا ہے۔ خاص طور سے [۳۰۶] اگر دولت اور آسائش میں زیادہ زمانہ گزر جاتا ہے تو ایسا مزاج ہو جاتا ہے کہ دولت مندی میں سہل انگاری اور بے پروائی لطف سے خالی نہیں ہوتی ہے۔ اور یہ بات لوگوں کی بلند ہمتی کی وجہ سے ہے بے وقوفی کی وجہ سے نہیں ہے۔ ورنہ اگر اس قسم کی باتوں کا طبیعت پر اثر لیں تو ان کا عیش و آرام بے لطف ہو جائے اور وہ دقت ، کاوش اور کوفت میں پڑ جائیں اور پھر فراغت و آسودگی کا کون سا دن ہوگا۔

اس حکایت کے مقابلے میں زیادہ تعجب خیز سعید خاں کی یہ حکایت بھی بہت مشہور ہے کہ ایک خواجہ سرا کہ جس کا نام خواجہ ہلال تھا اور شروع میں وہ قاسم خاں نمکین کا غلام تھا اور اس کے بعد وہ جہانگیر بادشاہ کے ملازمین میں داخل ہوگیا ؛ (جہانگیر کی) سلطنت کے ابتدائی زمانے میں وہ میر توزک ہوگیا ؛ لیکن معاملات میں سخت گیر تھا۔ آگرہ سے چھ کوس کے فاصلے پر قصبہ رنکتہ میں جو اس کی جاگیر میں تھا اس نے ایک قلعہ اور پختہ سرائے تعمیر کرائی اور اس کا نام ہلال آباد رکھا۔ اتفاق سے اکبر آباد میں مدار دروازہ کی جانب ایک عالی شان پسندیدہ

عمارت تعمیر کرائی ۔ اکثر بڑے بڑے سرداروں کو ضیافت کی زحمت دی ۔ سعید خاں بھی موجود تھا ، اس نے مکان کو پسند کیا اور بہت تعریف کی۔ خواجہ ہلال نے تواضع کے طور پر کہا کہ (آپ کی) نذر ہے ۔ سعید خاں نے کھڑے ہو کر تین مرتبہ اس کو سلام کیا اور اپنے آدمیوں اور اسباب کو وہاں منگا لیا ۔ ہلال چونکہ شاہی مصاحبین میں تھا اس لیے اس نے مزاحمت کی ؛ سعیدخاں کے ملازم زبردستی اور زیادتی پر اتر آئے ۔ بادشاہ نے اس بات کو سن کر سعید خاں سے کہا کہ [۲۰۳] یہ طریقہ تمھاری سرداری کے مناسب اور لائق نہیں ہے ۔ اس نے عرض کیا کہ حضور کی اس سلطنت کا مجھ جیسا بوڑھا کارگزار ، عالی مرتبہ سرداروں کی ایک جماعت کے سامنے ایک غلام کو تین تین سلام کرتا ہے ، یہ بالکل رائگاں و بے سود جائیں گے ؟ یہ میری عزت کا سوال ہے ۔ اگر حضور حکم دیں دو میں خودکشی کر لوں ۔ بالآخر اس ڈھٹائی سے اس مکان پر غاصبانہ قبضہ کر لیا[۱]

کہتے ہیں کہ سعید خاں کی سرکار میں دو خواجہ سرا معتمد اور لائق تھے ۔ ایک اختیار خاں کہ جو بادشاہ کے حضور میں (سعید خاں کی طرف سے) وکیل تھا اور اس نے پٹنہ اور بہار میں پل اور سرائیں تعمیر کرائیں ۔ دوسرا اعتبار خاں کہ جو اس کی جاگیر کا فوجدار تھا ۔ نہایت ہمت والا تھا ۔ ماہ ربیع‌الاول میں بارہ روز تک جناب حضرت خاتم‌النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر میں کھانا دیا کرتا تھا ۔ روزانہ تقریباً ایک ہزار آدمی آتے تھے اور ہر ایک کے سامنے نو شیرمال روٹیاں، نو قابیں اور آدھا سفید کپڑے کا تھان ان کے باندھنے کے لیے ملتا تھا اور سفید کپڑے میں پانچ سیر مٹھائی جس کے اوپر مخملی غلاف ہوتا تھا ، پیش کی جاتی تھی ۔ اس زمانے میں مکان کو نہایت تکلف سے آراستہ کیا جاتا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو ذخیرۃالخوانین جلد اول صفحہ ۱۹۲-۱۹۳ (ق)

عطر و بخور بہت استعمال ہوتا ۔ خوش آواز حفاظ دن رات تلاوت کیا کرتے تھے ۔ جو کپڑے وہ پہنتا تھا ان کو برکت حاصل کرنے کی غرض سے ان (حفاظ) کے پیروں کے نیچے بچھا دیتا تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ تمام زندگی یہ طریقہ جاری رکھا[1] [۴۰۸] ۔

۱۲۱
سید قاسم و سید ہاشم

سید محمود خان بارہہ کے لڑکے تھے ۔ سترھویں سال جلوس اکبری میں پہلا (سید قاسم) خان عالم کے ہمراہ محمد حسین مرزا کے تعاقب میں تعینات ہوا ، کہ جو خان اعظم کوکہ سے شکست کھا کر دکن کی طرف چلا گیا تھا ۔ اور دوسرا (سید ہاشم) اکیسویں سال جلوس اکبری میں رائے رائے سنگھ کے ساتھ سروہی کے حاکم سلطان دیوہرہ کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا[2] کہ جس نے اطاعت سے قدم باہر نکالا تھا اور اس نے سروہی کی فتح میں پسندیدہ خدمات انجام دیں اور بہت مشہور ہوا ۔

بائیسویں سال جلوس اکبری میں دونوں بھائی شہباز خان کے ہمراہ رانا کی بیخ کنی کے لیے روانہ ہوئے[3] اور چھبیسویں سال جلوس اکبری میں جب مالدیو کے لڑکے چندرسین کی سرکشی کی

---

۱ ۔ ذخیرہ الخوانین صفحہ ۱۹۰-۱۹۱ (ق)

۲ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۹۶-۱۹۷

۳ ۔ اکیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۴ھ مطابق ۱۵۷۶ع میں دونوں بھائی کنور مان سنگھ کے ماتحت رانا کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئے ۔ (اکبرنامہ جلد سوم صفحہ ۱۶۶) اور پھر اس سال شہباز خان کے ماتحت قلعہ سوانا کی مہم میں لڑتے نظر آتے ہیں (اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۳۷) (ب)

اطلاع بادشاہ کے حضور میں پہنچی تو سید قاسم و سید ہاشم کہ جو صوبۂ اجمیر کے جاگیرداروں میں سے تھے ، دوسری جماعت کے ہمراہ اس ہنگامہ برپا کرنے والے (چندر سین) کو سزا دینے کے لیے مامور ہوئے اور تھوڑی سی مدت میں جنگ کرکے ناکامی کے ساتھ اسے بھگا دیا اور اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں مرزا خاں ، خانخاناں کے ہمراہ (دونوں بھائی) مظفر گجراتی کی تنبیہ کے لیے متعنات ہوئے کہ جو شرانگیزی کر رہا تھا ۔ اس کے بعد جب مرزا خاں احمد آباد کے نواح میں چلا گیا تو لڑائی کے دن دونوں بھائی ہراول فوج میں تعینات ہوئے ۔ سخت جنگ ہوئی ۔ سید ہاشم نے مردانہ وار جان دے دی ۔ وہ ایک ہزاری منصب پر فائز تھا ۔

سید قاسم نے زخمی ہوتے ہوئے بھی [۹۰۳] بہادری کا ثبوت دیا ۔ لہذا مرزا خاں نے اس کو دوسرے لوگوں کے ساتھ شہر کے انتظام کے لیے چھوڑا ۔ اس کے بعد سادات بارہہ کے ہمراہ پٹن کی تھانہ داری پر مامور ہوا ۔

اس کے بعد جب مرزا خاں ، قلیج خاں کو احمدآباد کی نگرانی کے لیے چھوڑ کر خود بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا تو صوبۂ مذکور کی فوج کی سرداری اس (سید قاسم) کے سپرد ہوئی ، اور اس (سید قاسم) نے دوبارہ مظفر (گجراتی) کی تنبیہ کے لیے اور کچھ (خورد) کے زمیندار جام اور کچھ (بزرگ) کے زمیندار کھنگار (کی تادیب کے لیے) لشکرکشی کی اور کامیاب ہوا ۔ جب گجرات کی حکومت خان خاناں کی بجائے خان اعظم کوکہ کے سپرد ہوئی اور اس لڑائی میں کہ جو مرزا کوکہ اور سلطان مظفر (گجراتی) سے سینتیسویں سال جلوس اکبری میں ہوئی تھی تو وہ (سید قاسم) ہراول فوج میں مقرر تھا ۔ اس کے بعد وہ شاہزادہ سلطان مراد کے ہمراہ مہم دکن پر گیا اور دکنیوں کی جنگ میں دائیں جانب کی فوج کی سرداری پر مامور ہوا ۔ مختلف

قسم کے بہادرانہ کارنامے انجام دے کر اس نے بہادری کا مظاہرہ کیا۔

چوالیسویں سال جلوس اکبری مطابق ۱۰۰۷ھ مطابق ۹۹ - ۱۵۹۸ء میں بدہضمی کے مرض میں وفات پائی۔ ایک ہزار پانسو کے منصب پر فائز تھا۔ دونوں (سید قاسم و سید ہاشم) کے لڑکوں اور پوتوں نے اپنے اپنے زمانے میں ترقی کی اور بعض کے حالات (اس کتاب میں) درج ہیں۔

۱۲۲

سیف خاں سید علی اصغر

سید محمود خاں بارہہ کا لڑکا ہے۔ جہانگیر بادشاہ کی شاہزادگی کے زمانے سے اس کے دامن الطاف سے وابستہ رہا اور اس کی محفل میں [۴۰۱] حاضر باش رہتا تھا اور جب اس (جہانگیر) کی سلطنت کا زمانہ آیا تو جلوس کے پہلے سال میں خسرو فرار ہو کر بغاوت پر کمر بستہ ہوگیا۔ شیخ فرید مرتضلی خاں اس کے تعاقب کے لیے مقرر ہوا۔ لاہور کے قریب جنگ ہوئی۔ وہ (سیف خاں) خان مذکور (مرتضلی خاں) کی ہراول فوج میں تھا۔ اس نے جنگ میں نمایاں کارنامے انجام دیے اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بدن پر سترہ زخم آئے اس لیے اسے دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب ملا۔ چوتھے سال جلوس جہانگیری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار تین سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور اسے حصار کی فوج داری ملی۔ پانچویں سال جلوس جہانگیری میں اسے علم عنایت ہوا اور آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں سلطان خرم کے ہمراہ رانا امر سنگھ کی مہم پر تعینات ہوا۔ دسویں سال جلوس جہانگیری میں اسے نقارہ عنایت ہوا۔ اس کے بعد وہ بادشاہزادہ پرویز کی تعیناتی میں مقرر ہو کر دکن کی جانب گیا۔ گیارھویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۵ء مطابق ۱۶۱۶ء میں وہاں ہیضے کی بیماری میں مبتلا ہو کر مرگیا

۱۲۳

سردار خان خواجہ یادگار

عبداللہ خاں فیروز جنگ کا بھائی ہے۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں مناسب منصب پر سرفراز ہوا۔ پانچویں سال جلوس جہانگیری میں اسے علم عنایت ہوا۔ آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں گجرات کے مضاف جونا گڑھ کی فوجداری ملی اور اس کے ساتھ [۴۱۱] منصب میں پانسو ذات اور تین سو سوار کا اضافہ ہوا۔ جب یہ خدمت (جونا گڑھ کی فوجداری) کامل خاں مرزا خرم پسر خان اعظم کوکہ کے سپرد ہوئی تو بادشاہ نے از راہ بندہ پروری اضافہ مذکور (پانسو ذات اور تین سو سوار) اس کے لیے بحال رکھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ سلطان خرم کے ساتھ رانا امر سنگھ کی مہم پر تعینات ہوا۔

دسویں سال جلوس جہانگیری میں عبداللہ خاں کی سفارش سے اسے نقارہ عنایت ہوا۔ جب اسی سال عبداللہ خاں گجرات کے بخشی عابد خاں پر زیادتی کرنے اور اس کے فریادی ہو جانے کی وجہ سے احمد آباد سے حضور میں طلب کیا گیا تو اسے حکم ہوا کہ وہ (عبداللہ خاں) اس (سردار خاں) کو اپنی نیابت میں گجرات میں چھوڑ دے۔

چودھویں سال جلوس جہانگیری میں بادشاہزادہ خرم کے ساتھ وہ دکن کی مہم پر روانہ ہوا اور پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں وہاں سے واپس ہونے کے بعد چونکہ اس کے بھائی کو کالپی جاگیر میں ملی تھی، وہ بھی بھائی کے ساتھ جاگیر پر چلا گیا اور وقت مقررہ پر فوت ہو گیا۔

۱۲۴

سید دلیر خاں بارهه

جہانگیری دور کے امیروں میں سے ہے ۔ صوبہ گجرات کے مضاف بڑودہ کا فوجدار تھا ۔ جب اٹھارھویں سال جلوس جہانگیری میں باپ (جہانگیر) اور ولی‌عہد بیٹے (شاہجہاں) میں کشیدگی ہوئی تو شاہجہاں نے عبداللہ خاں کو گجرات کی صوبیداری پر مقرر کیا اور اس کا خواجہ سرا جا کر احمد آباد میں داخل ہوگیا ۔ سیف خاں عرف صفی خاں نے [۳۱۲] کہ جو شہر مذکور کی جزوی خدمت پر مقرر تھا ، ہمت کرکے شہر مذکور کو خواجہ سرا مذکور کے قبضے سے نکال لیا اور خان مذکور (سیف خاں) کو نمک حلالی کی تحریک کر کے اپنی طرف کر لیا ۔[1]

بادشاہ (جہانگیر) کے انتقال کے بعد جب شاہجہاں نے جنیر سے کوچ کرکے نربدہ کو عبور کیا تو وہ اس صوبے کے تمام تعیناتیوں سے پہلے بادشاہ (شاہجہاں) کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ (شاہجہاں) کے ہمرکاب مستقرالخلافہ (آگرہ) آیا اور پہلے سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب ، خلعت ، مرصع خنجر ، علم ، نقارہ اور ہاتھی اسے مرحمت ہوا ، اور علاقے کو جانے کی اجازت ملی ۔

تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ دکن گیا تو وہ گجرات سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا ، اور خواجہ ابوالحسن تربتی کےساتھ

---

۱ ۔ خواجہ سرا کا نام وفادار خاں تھا (تزک جہانگیری صفحہ ۳۶۲) (ب)

ولایت سکمنیر کی فتح کے لیے روانہ ہوا ۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں وہاں سے اعظم خان کی تعیناتی میں جو پرینده کے نواح میں تھا ، مقرر ہوا ۔ اس کے بعد اسے اس کے قدیم تعلقے پر جانے کی اجازت ملی ۔ چھٹے سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۲ھ مطابق ۳۳-۱۶۳۲ء میں وہ مر گیا ۔

اس کا لڑکا سید حسن بادشاہ کے حضور میں قدم بوسی سے مشرف ہوا اور اسے مناسب منصب مرحمت ہوا ۔ تسویں سال جلوس شاہجہانی تک وہ (سید حسن) ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر پہنچا ۔ اس کا لڑکا سید عادل پانسو ذات اور دو سو سوار کا منصب رکھتا تھا ۔

سمند ہاتھی کہ جو [۳۱۳م] شاہجہان بادشاہ کے دوسرے سال جلوس میں شاہی فیل خانے میں داخل ہوا تھا، وہ خان مذکور (دلیر خان) کا بھیجا ہوا تھا ۔ خواجہ نتلا سوداگر کہ جو ایک معتبر تاجر تھا اور اچھی حیثیت کا مالک تھا ، پندرہ سولہ سال کا چھوٹا ہاتھی اس (دلیر خان) کے لیے لایا تھا جو کم سنی اور کم روری کی وجہ سے خاص رنگ کا نہ تھا ۔ جب (سوداگر) تجارت کے لیے کسی جانب گیا تو فیل مذکور کو خان مذکور (دلیر خان) کی جاگیر میں چھوڑ دیا کیونکہ دونوں میں بہت دوستی تھی ۔ بارہ سال کے بعد جب وہ جوان ہوا تو اس کا رنگ سفید سرخی مائل نکل آیا ۔ اسے بادشاہ کے لیے بھیج دیا ۔ چونکہ وہ (ہاتھی) بادشاہ کو پسند آ گیا تھا اس لیے اس کا نام کج پتی مشہور ہوا ۔ طالب کلیم کی مندرجہ ذیل رباعی اسی کی بابت ہے[1] :

بر فیل سفیدش کہ نہ بیناد گزند
شد شیفتہ ہر کس کہ نگاہے افگند
چون شاہجہان برو برآید گوئی
خورشید شد از سپیدۂ صبح بلند

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو بادشاہ نامہ جلد اول صفحہ ۲۹۷ (م)

اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا سید حسن ، بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور شاہی عنایت سے سرفراز ہوا اور اسے مناسب منصب ملا - اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں احمدآباد کے مضافِ گودرہ کی فوجداری اور جاگیر اسے ملی اور تیسویں سال شاہجہانی تک وہ ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا - اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی کے اختتام پر وہ [۳۱۳] مراد بخش کے ہمراہ گیا کہ جو عالمگیر بادشاہ کے منشا سے احمدآباد سے روانہ ہوا تھا - جب سلطان مذکور (مرادبخش) قید ہوگیا تو وہ خان کے خطاب سے سرفراز ہوا ، اور اسے صوبۂ گجرات کو جانے کی اجازت ملی -

اس کا دوسرا لڑکا سید خلیل پانسو ذات اور دو سو سوار کا منصب رکھتا تھا -

۱۲۵
سید هزبر خاں

سادات بارہہ سے ہے - جہانگیر بادشاہ کے آٹھویں سال جلوس میں وہ شاہزادہ خرم کے ہمراہ رانا امر سنگھ کی مہم پر تعینات ہوا ، اور تیرھویں سال جلوس جہانگیری میں وہ ایک ہزاری ذات اور چارسو سوار کے منصب پر فائز ہوا، اور اٹھارھویں سال جلوس جہانگیری میں سلطان پرویز کے ہمراہ شاہجہاں کے تعاقب میں تعینات ہوا - جس سال اس بادشاہ (جہانگیر) نے انتقال کیا تو وہ شہریار کی جنگ میں یمین الدولہ کے ساتھ تھا - اس عہد (جہانگیری) کے آخر تک وہ سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا - شاہجہاں بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - اس کا سابق منصب بحال ہوا اور وہ مہابت خاں کے ساتھ کابل کی جانب روانہ ہوا جہاں نذر محمد خاں والی بلخ نے فساد برپا کر رکھا تھا - تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ دکن گیا تو اس نے یمین الدولہ کی ہمراہی میں

بالا گھاٹ کی طرف نمایاں بہادری دکھائی ۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ خان دوراں خان نصرت جنگ کے ساتھ دکن کی طرف روانہ ہوا چونکہ شاہزادہ سلطان شجاع [د ۱۰م] دارائے ایران شاہ صفی کے وہاں آنے اور قلعہ قندھار کو خالی کرانے کے احتمال سے وہاں مقیم تھا ۔ اسی زمانے ۱۰۴۸ھ مطابق ۳۸-۱۶۳۲ع میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

اس کا لڑکا سید زبردست بیسویں سال جلوس شاہجہانی کو آٹھ سو ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

۱۲۶

سیف خان مرزا صفی

امانت خان کا لڑکا ہے ۔ قدیم رشتہ داری کی وجہ سے آصف خان یمین الدولہ کی بڑی لڑکی ملکہ بانو اس سے منسوب ہوئی اور صوبہ گجرات کی دیوانی اسے ملی ۔ چونکہ وہ صوبہ شاہزادہ ولی عہد شاہجہاں کی جاگیر میں تھا ، اور اس (شاہجہاں) کی طرف سے راجا بکرماجیت وہاں کی حکومت پر مقرر تھا ، جس زمانے میں کہ جہانگیر بادشاہ کا مزاج شاہزادہ (شاہجہاں) سے منحرف تھا اور شاہزادہ مصلحت وقت کی بنا پر مناسب فوج کے ساتھ دہلی اور آگرہ کو روانہ ہوا تو راجا (بکرماجیت) شاہی (شاہجہانی) حکم کے مطابق اپنے بھائی کنہر داس کو احمد آباد میں چھوڑ کر شاہجہاں کے پاس آگیا اور دہلی کے نواح میں اس نے اپنی جان نثار کر دی ۔

جب عبداللہ خان نے اس جنگ میں بادشاہی (جہانگیری) فوج کے ہراول دستے کو درہم برہم کر دیا اور وہ شاہزادے سے مل گیا تو اس وقت جبکہ مانڈو کو واپس ہونا طے ہوا تو راستے میں افضل خان اور شاہ قلی کے وسیلے سے (عبداللہ خان نے) گجرات کی صوبے داری کی درخواست کی جو قبول نہ ہوئی ، اس لیے کہ

راجا نے اس ولایت کا اچھا انتظام کیا تھا اور آقا کے کام میں [۴۱۶] اپنی جان دے دی تھی ۔ اس کی اچھی خدمت کا یہ صلہ نہیں ہے کہ اس کے بھائی کو کہ جو اس ولایت (احمد آباد) کے انتظام میں مشغول ہے ، علیحدہ کر دیا جائے ، خاص کر اس پر آشوب زمانے میں (ایسا کرنا) گویا اس صوبے کا انتظام خود خراب کر دینا ہے ۔

چونکہ اس معاملے میں اصرار حد سے گزر گیا لہذا اس (عبداللہ خاں) کے پاس خاطر سے اس کی درخواست منظور کر لی گئی۔ عبداللہ خاں نے 'وفادار' نام خواجہ سرا کو کچھ آدمیوں کے ساتھ احمد آباد کے انتظام کے لیے مقرر کیا ۔ مرزا صفی نے بادشاہی (جہانگیری) خیرخواہی کا پورا ارادہ کیا اور فوج کو جمع کرنے کی سمت کی ۔ شہر سے نکل کر محمود آباد چلا گیا اور ظاہر یہ کیا کہ شاہزادے کے پاس جا رہا ہوں اور دل میں ناہر خاں ، سید دلیر خاں اور دوسرے شاہی ملازمین کے ساتھ کہ جو ابھی اپنی جاگیروں میں مقیم تھے ، نمک حلالی کے معاملات پر غور کیا اور موقع کا منتظر رہا ۔

پیلاد کے فوجدار محمد صالح نے اس کے خفیہ ارادے کو بھانپ لیا اور اس خیال سے کہ کہیں شاہی (شاہجہانی) خزانے پر دست درازی نہ کر بیٹھے تقریباً دس لاکھ روپیہ شاہزادہ (شاہجہاں) کی خدمت میں روانہ کر دیا ، اور کھیر داس بھی پردۂ مرصع کو کہ جو دو لاکھ روپے میں تیار ہوا تھا ، ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا ۔ لیکن وہ تخت کہ جو دس لاکھ روپے میں تیار ہوا تھا وزنی ہونے کی وجہ سے نہ جا سکا ۔

مرزا صفی نے [۴۱۷] میدان خالی پا کر جن لوگوں سے وعدہ کر لیا تھا ان کو اطلاع کر دی اور خود نہایت پھرتی سے احمد آباد کے قلعے میں داخل ہو گیا ۔ خواجہ سرا نے جب یہ حال دیکھا جو کبھی اس کے خیال میں بھی نہیں گزر سکتا تھا

تو وہ پریشان ہو کر شاہ وجیہ الدین کے پوتے شیخ حیدر کے مکان میں پناہ گزین ہو گیا ۔ صاحب خانہ (شیخ حیدر) کے ظاہر کرنے پر لوگ اس (خواجہ سرا) کی گردن اور ہاتھ باندھ کر (مرزا صفی کے پاس) لے آئے ۔ مرزا صفی شہر کے انتظام میں مشغول ہوا اور اس نے فوج جمع کرنی شروع کر دی اور عجت (؟) کو بھی کہ جو بزرگوں میں نہیں بن سکتا تھا ، لوٹ کر سب لوگوں میں تقسیم کر دیا اور جواہرات اپنے قبضے میں کر لیے ۔ جب یہ خبر مانڈو پہنچی تو عبداللہ خاں شاہزادے سے رخصت ہو کر نہایت تیزی سے روانہ ہوا اور غرور کی وجہ سے مرزا صفی کو وہ نظر میں نہ لایا ۔ منزل کے پہنچنے اور احتیاط و ہوشیاری کو بھی ملحوظ نہ رکھا ۔ مرزا صفی نے ناہر خاں ، دلیر خاں اور دوسرے گجراتی نے دوسرے فوجی مددگاروں کے ساتھ موقع سے آگے بڑھ کر میدان جنگ آراستہ کیا ۔ جس جگہ عبداللہ خاں مقیم تھا وہاں تنگ راستے اور (جھوپڑ کی) جھاڑیاں بہت تھیں ۔ اس ہاتھی سے جو اس کی فوج کے آگے تھا ، بان کی آواز سے گھبرا کر اس کی فوج کا انتظام درہم برہم کر دیا اور مقدر کی نیرنگی سے عبداللہ خاں کو شکست ہوئی ۔

مرزا صفی کو کہ جس نے ایسا دن خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا بادشاہ (جہانگیر) کے حضور سے اس حسن خدمت کے صلے میں سات سو ذات اور تین سو سوار [۱۰۲۸ھ] کے منصب کے بدلے میں پنج ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، سیف خاں کا خطاب ، علم ، نقارہ اور گجرات کی صوبے داری مرحمت ہوئی ۔ اور جس زمین پر کہ اس کو فتح حاصل ہوئی تھی وہاں باغ لگوا کر جیت باڑی نام رکھا ۔ کہتے ہیں کہ جب اس کی بجائے خان جہاں لودی احمد آباد پہنچا تو خان مذکور (سیف خاں) نے خان جہاں لودی کی دعوت کی ۔ کھانوں اور آرائش میں اس نے نہایت اہتمام کیا ۔ خوان سے لے کر لنگری تک سب سونے چاندی کے تھے ۔ خان جہاں

کہتا تھا کہ آصف جاہی کے بعد ایسا خوش روزگار آدمی کوئی دوسرا نہیں ہوا۔ جب خانجہاں، مہابت خاں کی بجائے شاہزادہ پرویز کی ہم راہی میں تعینات ہوا تو سیف خاں از سرنو گجرات کی صوبے داری پر فائز ہوا۔

اس دوران میں جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔ سیف خاں اپنے افعال کی بنا پر خوف زدہ ہوا اور باطل خیالات دل میں لانے لگا۔ اسی زمانے میں شاہجہاں بادشاہ نے جسر سے ناہر خاں کوکہ جس کا خطاب 'شیر خاں' تھا، لکھا کہ احمد آباد پر قبضہ کرکے سیف خاں کو نظربند کر لے۔ چونکہ اس کی زوجہ ملکہ بانو، ممتاز محل کی حقیقی بڑی بہن بھی لہٰذا بیگم کی رعایت خاطر سے خدمت پرست خاں مامور ہوا کہ احمدآباد جائے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ سیف خاں کو جانی نقصان پہنچ جائے اور احتیاط کے ساتھ (بادشاہ کے) حضور میں لائے۔ جس موقع پر کہ شاہجہاں بادشاہ دریائے نربدہ سے گزر کر احمد آباد جا رہا تھا تو خدمت پرست خاں سیف خاں کو کہ جو سخت بیمار تھا [۹۱-] بادشاہ کے حضور میں لایا۔ بیگم کی سفارش سے اس کی خطائیں معاف ہوگئیں اور بیم و ہراس کی پریشانی سے اسے نجات مل گئی[1]۔

شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشیں ہونے کے بعد بیگم کی سفارس سے چار ہزاری ذات و سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور خان عالم کی بجائے بہار کا صوبیدار مقرر ہوا۔ پٹنہ میں عالی شان عمارتیں اس کی بنوائی ہوئی ہیں۔

پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں الہ‌آباد کی حکومت پر مامور ہوا۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں گجرات کا انتظام سپرد ہوا، پھر وہاں سے تبدیل ہوکر اکبرآباد کے انتظام پر مامور ہوا۔

۱۔ ملاحظہ ہو بادشاہ نامہ جلد اول حصہ اول صفحہ ۷۶ - ۷۸ (ب)

جب بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں بنگالہ کا صوبیدار اسلام خاں وزارت کے لیے بادشاہ کے حضور میں طلب ہوا اور اس ولایت کا انتظام شاہزادہ محمد شجاع کے وکیلوں کے سپرد ہوا تو سیف خاں کے نام فرمان صادر ہوا کہ بہت جلد اس طرف روانہ ہو جائے تاکہ شاہزادے کے پہنچنے تک جو کابل میں مقیم تھا، اس ملک کی حفاظت کرے اور اس کے پہنچ جانے کے بعد، شہزادے کی خدمت میں کہ وہ بالکل نوجوان ہے، اس وسیع صوبے کے انتظام سے خبردار رہے۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۹ھ مطابق ۴۰-۱۶۳۹ع کے آخر میں وہ بنگالہ میں طبعی موت سے مر گیا۔

شاہجہاں بادشاہ، خان متوفی (سیف خاں) کی زوجہ ملکہ بانو کے مکان پر گیا کہ جو حسب الحکم بادشاہ کے ہم رکاب رہتی تھی اور اس کی دل دہی کی۔

اس کے تینوں لڑکوں، محمد یحیٰی، محمد شافی اور ابوالقاسم کو ماتمی خلعت عنایت فرمائے، عزاداری سے نکالا۔ اور چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں [۴۲۰] ملکہ بانو کا بھی انتقال ہو گیا۔ شاہجہاں بادشاہ اس کی ماتم پرسی کے لیے یمین الدولہ کے مکان پر گیا۔

اس کا بھائی سلطان نظر ہے کہ جس کو خاقانی و انوری کے دیوان، مثنوی (مولانا روم) اور حدیقہ (ثنائی) حفظ تھے۔ شروع میں آگرہ کا بخشی اور واقعہ نویس تھا۔ اس کے بعد بھائی سے ناراض ہو کر خانجہاں لودی کے پاس گجرات چلا گیا کہ جو وہاں صوبیدار تھا۔ اس کے ساتھ اس نے دوستی کی اور دکن میں بڑی جاگیر پائی۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ایک ہزاری منصب پر پہنچا۔

۱۲۷
سرفراز خاں چغتا

مصاحب بیگ ہمایونی[۱] کا پوتا ہے کہ جس کے حالات لکھے گئے ہیں ۔ اکبر بادشاہ اس کو اس کے دادا کے نام سے پکارتا تھا ۔ جہانگیر بادشاہ نے اپنے ابتدائی زمانۂ جلوس میں اس کے بزرگوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس پر عنایت فرمائی ۔ مناسب منصب اور سرفراز خاں کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور صوبۂ گجرات کے مضاف پٹن کا صوبے دار کر دیا ۔

بارھویں سال جلوس جہانگیری میں دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب اور اس بادشاہ (جہانگیر) کے آخری زمانے میں وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا ۔ شاہجہاں بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ، اور چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر اپنے علاقے پر جانے کی اجازت پائی اور بارھویں سال جلوس شاہجہانی ، مطابق [۳۲۱] ۱۰۴۹ھ ، ۱۶۳۹ع میں اس کا انتقال ہو گیا[۲] ۔

اس کے لڑکوں میں سردار خاں ہے کہ جس کا نام دلدوست ہے ۔ شاہجہاں بادشاہ کے بیسویں سال جلوس تک وہ ایک ہزاری ذات اور سات سو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور صوبۂ گجرات کے فوجی مددگاروں میں سے تھا ۔

اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان مراد بخش کی سفارش سے اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور

---

۱ ۔ حالات کے لیے دیکھیے مآثرالامراء جلد سوم صفحہ ۱۷۹—۱۸۱ (ق)

۲ ۔ بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۱۴۹ (ب)

جب بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں بنگالہ کا صوبیدار اسلام خاں وزارت کے لیے بادشاہ کے حضور میں طلب ہوا اور اس ولایت کا انتظام شاہزادہ محمد شجاع کے وکیلوں کے سپرد ہوا تو سیف خاں کے نام فرمان صادر ہوا کہ بہت جلد اس طرف روانہ ہو جائے تا سہ شاہزادے کے پہنچنے تک جو کابل میں مقیم تھا، اس ملک کی حفاظت کرے اور اس کے پہنچ جانے کے بعد، شاہزادے کی خدمت میں کہ وہ بالکل نوجوان ہے، اس وسیع صوبے کے انتظام سے خبردار رہے۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۹ھ مطابق ۴۰-۱۶۳۹ء کے آخر میں وہ بنگالہ میں طبعی موت سے مر گیا۔

شاہجہاں بادشاہ، خان متوفی (سیف خاں) کی زوجہ ملکہ بانو کے مکان پر گیا کہ جو حسب الحکم بادشاہ کے ہم رکاب رہتی تھی اور اس کی دل دہی کی۔

اس کے تینوں لڑکوں، محمد یحییٰ، محمد شافی اور ابوالقاسم کو ماتمی خلعت عنایت فرمائے، عزاداری سے نکالا۔ اور چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں [۳۲۰] ملکہ بانو کا بھی انتقال ہو گیا۔ شاہجہاں بادشاہ اس کی ماتم پرسی کے لیے یمین الدولہ کے مکان پر گیا۔

اس کا بھائی سلطان نظر ہے کہ جس کو خاقانی و انوری کے دیوان، مثنوی (مولانا روم) اور حدیقہ (ثنائی) حفظ تھے۔ شروع میں آگرہ کا بخشی اور واقعہ نویس تھا۔ اس کے بعد بھائی سے ناراض ہو کر خانجہاں لودی کے پاس گجرات چلا گیا کہ جو وہاں صوبیدار تھا۔ اس کے ساتھ اس نے دوستی کی اور دکن میں بڑی جاگیر پائی۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ایک ہزاری منصب پر پہنچا۔

۱۲۷
سرفراز خان چغتا

مصاحب بیگ ہمایونی[۱] کا پوتا ہے کہ جس کے حالات لکھے گئے ہیں - اکبر بادشاہ اس کو اس کے دادا کے نام سے پکارتا تھا - جہانگیر بادشاہ نے اپنے ابتدائی زمانہٴ جلوس میں اس کے بزرگوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس پر عنایت فرمائی - مناسب منصب اور سرفراز خان کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور صوبہٴ گجرات کے مضاف پٹن کا صوبے دار کر دیا -

بارھویں سال جلوس جہانگیری میں دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب اور اس بادشاہ (جہانگیر) کے آخری زمانے میں وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا - شاہجہاں بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ، اور چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر اپنے علاقے پر جانے کی اجازت پائی اور بارھویں سال جلوس شاہجہانی ، مطابق [۳۲۱] ۱۰۴۹ھ ، ۱۶۳۹ع میں اس کا انتقال ہو گیا[۲] -

اس کے لڑکوں میں سردار خان ہے کہ جس کا نام دلدوست ہے - شاہجہاں بادشاہ کے بیسویں سال جلوس تک وہ ایک ہزاری ذات اور سات سو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور صوبہٴ گجرات کے فوجی مددگاروں میں سے تھا -

اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان مراد بخش کی سفارش سے اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور

---

۱ - حالات کے لیے دیکھیے مآثرالامراء جلد سوم صفحہ ۱۷۹—۱۸۱ (ق)

۲ - بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۱۴۹ (ب)

ابرج میں شراب خوری کی زیادتی سے بیمار ہو کر ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۲ء میں وفات پا گیا ۔

کہتے ہیں کہ شجاعت خاں زبان داں ، عالی مشرب اور علم سے ذوق رکھنے والا تھا ۔ نشست و برخاست اور سواری وغیرہ میں شاہزادوں کی تقلید کیا کرتا تھا ۔ سخاوت و مروت میں یکتائے زمانہ تھا ۔ باوجودیکہ شاہجہاں بادشاہ اس کی عزت و رعایت بہت کرتا تھا لیکن (سید شجاعت خاں) سیرچشمی اور غرور کو نہیں چھوڑتا تھا ۔ گفتگو کے موقع پر بے باکی سے باتیں کرتا تھا ۔ شاہجہاں بادشاہ اس کو شرمندہ کرنے کے لیے سید خانجہاں پر شاہی عنایات فرماتا اور یہ بات اس کو ناگوار ہوتی ، ہمیشہ شکایت کرتا رہتا تھا ۔ ایک روز شاہجہاں بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا اور سید خانجہاں کا سلسلۂ نسب کہاں ملتا ہے ؟ اس نے عرض کیا کہ جس طرح [۴۲۶] آگرہ کی دھوری کھال (ندی) دریائے جمنا سے ملتی ہے ۔

اس کا لڑکا سید مظفر ہے کہ جو تیسویں سال جلوس شاہجہانی تک ایک ہزار پانسو ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب پر پہنچا ۔ ہمت خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ اور اس کا دوسرا لڑکا سید نجابت ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب تک پہنچا ۔

۱۲۹

سپہ دار خاں محمد صالح

(سپہ دار خاں) خواجہ بیگ مرزا صفوی کا بھتیجا اور متبنّٰی ہے کہ جو جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں احمد نگر کا قلعہ دار تھا اور پنج ہزاری منصب پر پہنچ کر تیرھویں سال جلوس جہانگیری میں فوت ہوا ۔

اس بادشاہ کے جلوس کے پانچویں سال میں وہ مناسب منصب اور خنجر خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا اور خواجہ بیگ مرزا

کے مرنے کے بعد اسے دو ہزاری منصب اور احمد نگر کی قلعہ داری ملی ۔ پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں جب دکن کے لوگوں نے اپنے عہد و پیمان کو بھلا دیا اور بغاوت پر آماد ہو گئے اور قلعۂ مذکور (احمد نگر) کا محاصرہ کر لیا تو وہ احتیاط کو پورے طور سے کام میں لایا ۔ جیسا کہ چاہیے تھا قلعہ بند ہو گیا ۔ جب سلطان خرم کے ہمراہ شاہی فوج دکن پہنچی تو اس کو ہمت ہوئی اور اس نے قلعے سے باہر آ کر محاصرہ کرنے والوں کو بھگا دیا اور ان میں سے دو سو آدمیوں کو قتل کر دیا ۔

انیسویں سال جلوس جہانگیری میں جب شاہی لشکر عادل خانی سردار ملا محمد لاری کی کمک کے لیے کہ جس کا ملک عنبر حبشی سے جھگڑا تھا ، تعینات ہوا اور جنگ کے بعد سردار مذکور (ملا محمد لاری) مارا گیا ، اس کی فوج کو شکست ہوئی [۲۷م] اور بعض شاہی سردار مخالف کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ، تو وہ (محمد صالح) تیزی سے احمد نگر پہنچا اور اس کام کے استحکام میں کوشاں ہوا ۔

جہانگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد جب دکن کا ناظم خان جہاں لودی گمراہ ہو گیا اور نظام الملک دکنی سے اس نے سازش کر لی اور (خان جہاں لودی نے) بالا گھاٹ کے تھانے داروں کو جو شاہی مفتوحہ ملک تھا ، نظام الملک کے آدمیوں کے حق میں چھوڑ دینے کے لیے تحریریں روانہ کیں تو خان مذکور (سپہ دار خاں) نے اس کی تحریر کا ذرا بھی خیال نہیں کیا اور قلعے کو نہیں چھوڑا ۔ اس حکومت کے آخر دور تک وہ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب اور سپہ دار خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔

شاہجہاں بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد جب بادشاہ دکن گیا اور تین فوجیں تین تجربہ کار سرداروں کی سرداری میں نظام الملک کے علاقے پر حملہ کرنے اور خان جہاں لودی کی تنبیہ کے لیے ،

امرج میں شراب خوری کی زیادتی سے بیمار ہو کر ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۲ء میں وفات پا گیا ۔

کہتے ہیں کہ شجاعت خاں زبان داں ، عالی مشرب اور علم سے ذوق رکھنے والا تھا ۔ نشست و برخاست اور سواری وغیرہ میں شاہزادوں کی تقلید کیا کرتا تھا ۔ سخاوت و مروت میں یکتائے زمانہ تھا ۔ باوجودیکہ شاہجہاں بادشاہ اس کی عزت و رعایت بہت کرتا تھا لیکن (سید شجاعت خاں) سیرچشمی اور غرور کو نہیں چھوڑتا تھا ۔ گفتگو کے موقع پر بے باکی سے باتیں کرتا تھا ۔ شاہجہاں بادشاہ اس کو شرمندہ کرنے کے لیے سید خانجہاں پر شاہی عنایات فرماتا اور یہ بات اس کو ناگوار ہوتی ، ہمیشہ شکایت کرتا رہتا تھا ۔ ایک روز شاہجہاں بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا اور سید خانجہاں کا سلسلۂ نسب کہاں ملتا ہے ؟ اس نے عرض کیا کہ جس طرح [۲۲۶] آگرہ کی دھوری کھال (ندی) دریائے جمنا سے ملتی ہے ۔

اس کا لڑکا سید مظفر ہے کہ جو تیسویں سال جلوس شاہجہانی تک ایک ہزار پانسو ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب پر پہنچا ۔ ہمت خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ اور اس کا دوسرا لڑکا سید نجابت ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب تک پہنچا ۔

۱۲۹
سپہ دار خاں محمد صالح

(سپہ دار خاں) خواجہ بیگ مرزا صفوی کا بھتیجا اور متبنّٰی ہے کہ جو جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں احمد نگر کا قلعہ دار تھا اور پنج ہزاری منصب پر پہنچ کر تیرھویں سال جلوس جہانگیری میں فوت ہوا ۔

اس بادشاہ کے جلوس کے پانچویں سال میں وہ مناسب منصب اور خنجر خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا اور خواجہ بیگ مرزا

کے مرنے کے بعد اسے دو ہزاری منصب اور احمد نگر کی قلعہ داری ملی ۔ پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں جب دکن کے لوگوں نے اپنے عہد و پیمان کو بھلا دیا اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور قلعۂ مذکور (احمد نگر) کا محاصرہ کر لیا تو وہ احتیاط کو پورے طور سے کام میں لایا ۔ جیسا کہ چاہیے تھا قلعہ بند ہو گیا ۔ جب سلطان خرم کے ہمراہ شاہی فوج دکن پہنچی تو اس کو بہت ہمت ہوئی اور اس نے قلعے سے باہر آ کر محاصرہ کرنے والوں کو بھگا دیا اور ان میں سے دو سو آدمیوں کو قتل کر دیا ۔

انیسویں سال جلوس جہانگیری میں جب شاہی لشکر عادل خانی سردار ملا محمد لاری کی کمک کے لیے کہ جس کا ملک عنبر حبشی سے جھگڑا تھا ، تعینات ہوا اور جنگ کے بعد سردار مذکور (ملا محمد لاری) مارا گیا ، اس کی فوج کو شکست ہوئی [۴۲۷] اور بعض شاہی سردار مخالف کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ، تو وہ (محمد صالح) تیزی سے احمد نگر پہنچا اور اس کام کے استحکام میں کوشاں ہوا ۔

جہانگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد جب دکن کا ناظم خان جہاں لودی گمراہ ہو گیا اور نظام الملک دکنی سے اس نے سازش کرلی اور (خان جہاں لودی نے) بالا گھاٹ کے تھانے داروں کو جو شاہی مفتوحہ ملک تھا ، نظام الملک کے آدمیوں کے حق میں چھوڑ دینے کے لیے تحریریں روانہ کیں تو خان مذکور (سپہ دار خان) نے اس کی تحریر کا ذرا بھی خیال نہیں کیا اور قلعے کو نہیں چھوڑا ۔ اس حکومت کے آخر دور تک وہ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب اور سپہ دار خان کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔

شاہجہاں بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد جب بادشاہ دکن گیا اور تین فوجیں تین تجربہ کار سرداروں کی سرداری میں نظام الملک کے علاقے پر حملہ کرنے اور خان جہاں لودی کی تنبیہ کے لیے ،

[illegible] کے بعد اس کے پاس سپاہ گری تھا۔
[illegible] وہ (سہ اسپہ دار خان) شائستہ خان کے ساتھ مامور [illegible] جنگ میں کہ اعظم خان نے خان جہاں لودی پر [illegible] اس میں اس نے بہت بہادری دکھائی۔ اور چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں قلعہ سیوہ نولدہ جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اور اس زمانے میں خراب ہوگیا ہے، اور قلعہ سویندہ کا محاصرہ کرکے ان دونوں کو فتح کیا اور اسی سال خان نثار خان کی بجائے احمد نگر کی قلعہ داری، خلعت، طلائی زین کے ساتھ گھوڑا ملا۔

ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات و سوار [۴۲۸] کے منصب پر سرفراز ہوا کہ جس میں تین ہزار سوار دو اسپہ، سہ اسپہ تھے اور باقر خان نجم ثانی کی بجائے احمد آباد کی صوبے داری پر فائز ہوا۔

آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں سے معزول ہوکر ایلچ پور کی نگرانی کے لیے روانہ ہوا۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ قلعۂ دولت آباد کی سیر کے لیے گیا تو وہ آیا اور سید خان جہاں بارہہ کے ہمراہ عادل شاہیوں کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوا۔ اس معرکے میں اس نے بہت اچھی خدمات انجام دیں۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں قلعہ دیو گڑھ کے محاصرے میں وہ مورچوں کا منتظم تھا۔ جب اس نقب میں کہ جو اس کے مورچے سے لگایا گیا تھا باروت بھر کر آگ دی گئی، برج اور دیوار کسی قدر پھٹ گئی تو نہایت بہادری سے وہ قلعے کے اندر داخل ہوا اور دشمنوں کو قتل کیا۔

اس کے بعد قلعہ جیر کی فتح کے لیے کہ جو صوبۂ دکن کے مضاف میں ہے، تعینات ہوا۔ سترھویں سال جلوس شاہجہانی، ۱۰۵۳ھ مطابق ۱۶۴۴ع میں وفات پا گیا۔ احمد نگر کے قریب

خواجہ بیگ مرزا کے مقبرے میں دفن ہوا ۔ وہ خدا ترس تھا ۔ سنجیدگی ، خداترسی اور درستیٔ رائے سے متصف تھا ۔ دلیر اور بہادر بھی تھا ۔ ایران کے لوگوں کو بہت دوست رکھتا تھا ۔ اس نے اچھے اچھے نوکر جمع کیے تھے ۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی ۔ اس کے اکثر عزیز و اقارب منصب دار تھے ۔

۱۳۰

سعید خاں بہادر ظفر جنگ

قوم کا چغتا ہے اور احمد بیگ کابلی[1] کا لڑکا ہے ۔ اپنے مورث امیر غیاث الدین ترخان کی نسبت سے [۴۲۹] کہ جو صاحبقران امیر تیمور کے سرداروں میں تھا اور دوسرے بزرگوں کے سبب سے کہ جو اس عالی خاندان (تیموریہ) میں امارت کے درجے پر پہنچے اور دس پشتوں سے خانہ زاد رہے[2] ، جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں کابل میں تعیناتیوں میں تھا ۔ شجاعت ، دلاوری، حسن تدبیر اور دانش مندی میں بے مثال تھا ۔ قسمت کی یاوری اور اقبال مندی سے شاہجہاں بادشاہ کے دور حکومت میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بغیر وہ اعلیٰ منصب اور دارالملک (کابل) کی صوبے داری پر فائز ہوا ۔

چونکہ سلاطین اور ارباب دول خدا کی طرف سے باخبر ہوتے ہیں ، اس لیے اس کو شاہجہانی جلوس کے شروع سے دوسرے سال تک بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بغیر غائبانہ متواتر اضافے ملے اور وہ دو ہزاری منصب سے سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا جلد اول صفحہ ۱۲۶—۱۲۷ (ق)
۲ ۔ ملاحظہ ہو بادشاہنامہ جلد اول حصہ اول، صفحہ ۴۰۰—۴۰۱

تیسرے سال جلوس شاہجہانی ۱۰۳۹ھ مطابق ۱۶۳۰ع کے آخر ماہ ذی الحجہ میں حسب کمال الدین روہیلہ، خان جہان لودی کی تحریر پر ابھی سے عقلی کی وجہ سے باغی ہو گیا اور اس نے دریائے اٹک کے کنارے سے کابل کے مواضع تک کے اکثر افغان قبیلوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور پہلے پشاور کے مضافات میں اس نے فساد برپا کیا۔ سعید خان کو تھانہ کوہاٹ میں اس کی اطلاع ہوئی تو وہ اسی روز پشاور پہنچا۔ چونکہ فوج اتنی نہیں تھی کہ شہر کا انتظام کرنے کے بعد مقابلہ کر سکے، مجبوراً کچے قلعے میں کہ جو پرانا ہونے کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ گیا تھا، مورچوں کی تقسیم کرکے قلعے کے ہر حصے کو مستحکم کرنے میں مشغول ہوا۔ ان باہمت لوگوں نے جو چونٹیوں اور ٹڈیوں کے دل کے مطابق [۴۳۰] جمع ہو گئے تھے، ہر طرف سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ انھوں نے بہت بہادری سے ہجوم کیا۔ اس ضلع کے نگہبان مورچوں پر بندوقچی تعینات کرکے قلعے سے باہر آ گئے اور ان بدبختوں کو قتل کیا اور فتح یاب ہوئے۔

ایک روز ان لوگوں نے اتفاق کرکے ڈھالوں کی بجائے تختے اپنے سامنے کرکے قلعے کا رخ کیا۔ سعید خان جنگجو بہادروں کے ساتھ ان کی کثرت کی پروا نہ کرکے مقابلے پر آ گیا۔ اس نے حملہ کر دیا۔ قتل کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بہت بد بخت داخل جہنم ہوئے۔ وہ فتنہ پرداز ہمت ہار کر فرار ہو گئے۔ اس کے بعد ان کا تعاقب کیا گیا۔ پانچ چھ کوس تک جس کو پایا بے دریغ قتل کیا۔ اس کارگزاری کے صلے میں چار ہزاری منصب پر فائز ہوا۔

چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں حسب صوبہ کابل کے قطان کہ جو حنفی المذہب ہیں، وہاں کے صوبیدار لشکر خان[۱] کے

۱۔ لشکر خان کا نام ابوالحسن مشہدی ہے، ملاحظہ ہو مآثر الامراء جلد سوم صفحہ ۱۶۳—۱۶۸ (ق)

اوزبک سے کہ جس نے تاخت و تاراجی کی وجہ سے اس علاقے میں اپنی دھاک بٹھا لی تھی، ساز باز کرلی ۔ سعید خان ان احمقوں کی تنبیہ و ہدایت کے لیے مامور ہوا ۔ خان مذکور (سعید خاں) نے اس سرزمین میں پہنچتے ہی مار دھاڑ شروع کر دی ، اس تمام علاقے کو لشکر سے روند ڈالا اور ان میں سے جس نے اطاعت کر لی وہ مامون و محفوظ رہا ۔

چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں کابل کا انتظام علی مردان خاں کے سپرد ہوا اور وہ (سعید خاں) خان مذکور (علی مردان) کی بجائے پنجاب کی صوبے داری پر اور اس کا لڑکا خانہ زاد خان داس کوہ کانگڑہ کی فوجداری پر تعینات ہوا ، اور شاہزادہ محمد مراد بخش کی ہمراہی میں مئو کے زمیندار جگتا کی تنبیہ کےلیے مقرر ہوا ۔ اگرچہ اس نے کوشش و محنت میں کوئی کمی نہیں کی لیکن قلعہ مئو کی فتح میں جسمی چستی اور چالاکی دوسروں سے عمل میں آئی ، اس سے کسی قدر دیر ہوئی لہٰذا اس مہم کے انجام پانے کے بعد ملتان کی صوبے داری پر روانہ ہو ۔

سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں دوبارہ لاہور کی صوبے داری پر فائز ہوا ۔ سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں قندھار کی حکومت پر مقرر ہوا ۔ صوبہ پنجاب کا انتظام اس کے لڑکے خانہ زاد خاں کے سپرد ہوا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اپنے دوسرے لڑکے لطف اللہ کو اپنا نائب بنا کر قندھار میں چھوڑا اور خود بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور پھر ملتان کی حکومت پر تعینات ہوا ۔ اسی سال وہ ہفت ہزاری [۴۳۴] ذات کے اعلیٰ منصب پر سرفراز ہوا اور اپنے لڑکوں کے ساتھ شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ بلخ کی جانب متوجہ ہوا اور بلخ کی مشہور جنگ ہفت روزہ میں اس کی تعیناتی میسرہ پر تھی ۔

آقچہ کے نواح میں اپنے بخشی کو فوج کے ساتھ روانہ کیا اور حکم دیا کہ دریا کے اس کنارے پر کہ جو دشمنوں کا راستہ ہے

[illegible]لال کے ساتھ قائم رہیں اور اس کو نہ چھوڑیں کہ ادھر
کوئی گزر سکے ۔ دریا کے دوسرے کنارے پر کچھ اوزبک
ہوئے ؛ وہ سرکشی کے ارادے سے آگے بڑھے ۔ جنگجو بہادر
سوچے سمجھے بے باکانہ دریا پار ہو گئے اور جنگ شروع
دی کچھ کامیابی نظر آئی تھی کہ اوزبکوں کی ایک زبردست
کمین گاہ سے نکلی اور اس نے ان سب کا محاصرہ کر لیا ۔
ب پرست جوانوں نے مردانہ وار جانیں دیں ۔ خانہ زاد خان
لطف اللہ خان اپنے والد (سعد خان) کے حکم کے مطابق جماعت
ی سے وہاں پہنچے اور انتقام کے ارادے سے دشمن سے مقابلہ
وع کر دیا ۔ اسی دوران میں ان دلیروں (دشمنوں) کی دوسری
دست فوج کہ جو بہادر خان کے مقابلے سے واپس لوٹی تھی
کر حملہ آور ہوئی ۔ سعید خان نے تھوڑی کی صف کے باوجود
ی شیر کی طرح ان کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا ۔ عین
ہ معرکہ آرائی میں جس وقت برابر کی جنگ ہو رہی تھی ، سعید خان
گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گھوڑے کے اوپر سے زمین پر
ا ، لیکن پیادہ جنگ کرتا رہا ۔ [۵۳۴] فریقین کی فوج ایک دوسرے
مل گئی ۔ ہر ایک کے دل سے دھواں نکل رہا تھا ۔ خانہ زاد خان
لطف اللہ خان نے دلیری اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور زخمی
کر اس دنیا سے سدھار گئے ۔

بہادر خان (سعد خان) نے بھی دلیری اور بہادری دکھائی اور
وہ سر دینے اور سر لینے کا ارادہ رکھتا تھا کہ بادشاہزادے
میدان جنگ میں قدم رکھ دیا اور اس بڑے گروہ کو منتشر
کے سعید خان کو موت کے چنگل سے بچا لیا اور بادشاہ کے حکم
مطابق وہ (سعیدخان) حضور میں روانہ ہوا ۔ اکیسویں سال جلوس
جہانی میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے
انہ عنایات اور نوازشوں سے اس کی تسلی فرمائی اور صوبۂ بہار
صوبہ دار بنا دیا ۔ اور سرکار کا ایک لاکھ روپیہ جو دونوں

برتاؤ سے اختلاف عقائد کی وجہ سے راضی نہ تھے ۔ سعید خاں نے افغانوں کے فسادات کی بیخ کنی کے لیے عجیب و غریب کارگزاری دکھائی اور دونوں بنگشات (بالا و پائیں) کی تھانے داری سے اس ولایت کی صوبے داری حاصل کی ۔ اور سواروں کے اضافے سے سرفراز ہوا ۔

شاہجہاں کے تخت نشین ہونے کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر نہیں ہوا تھا ، ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں قدم بوسی کی سعادت حاصل کی اور واپسی کی اجازت پائی[۱۰۳] ۔ (سعید خاں نے) حکمت عملی سے احد داد خاں کے لڑکے عبدالقادر کو جو کابل کے راستے میں رہنے والے افغانوں کے قبیلے کے فساد کا بانی تھا ، اس کی بدکرداریوں پر اس کو نادم کرکے بادشاہ کی فرماں برداری کے لیے آمادہ کیا اور آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کو ہمراہ لے کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ دربار شاہی سے اس پر نوازشیں ہوئیں ۔ پنج ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور عبدالقادر مذکور کے ساتھ کہ جو ایک ہزاری منصب دار تھا ، کابل کے لیے روانہ ہوا ۔

گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں نغر قبائل نے کریم داد روشنائی کو جو لوحانی کے حدود میں رہتا تھا ، بلا کر شرانگیزی شروع کر دی اور بنگش کے پرگنوں پر قبضہ کر لیا ۔ سعید خاں نے ایک بڑا لشکر ان کی بیخ کنی کے لیے تعینات کیا ۔ بہت سے پہاڑی لوگ مغلوب ہو کر مطیع ہو گئے ۔ کریم داد اگرچہ نہایت دشوار گزار پہاڑ کی گھاٹیوں میں جا کر پوشیدہ ہوا ، مگر بہادروں نے اس کا تعاقب نہ چھوڑا اور بلائے ناگہانی کی طرح پہنچ کر اس پر حملہ کر دیا ۔ جو لوگ اس کے ساتھ پناہ اختیار کیے ہوئے تھے ، عاجز ہو گئے اور انھوں نے مجبوراً اس کو اس کے اہل و عیال

کو ساتھ گرفتار کرکے حوالے کر دیا ۔ وہ مار ڈالا گیا اور دنیا
اس کے فساد سے صاف ہو گئی ۔

اسی سال ۱۰۴۷ھ مطابق ۱۶۳۷-۳۸ء میں قندھار کا حاکم
علی مردان خاں ، شاہ ایران کے خلاف ہو گیا اور شاہجہاں بادشاہ
کے حضور میں حاضر ہوا۔ [۴۳۲] سعید خاں فرمان شاہی کے مطابق
اس جانب روانہ ہوا ۔ جب قلعہ قندھار کے نزدیک پہنچا تو معلوم
ہوا کہ سیاوش قلر آقاسی تقریباً سات ہزار سواروں کے ساتھ قندھار
سے ایک کوس کے فاصلے پر مقابلے کے لیے تیار ہے ۔ سعید خاں نے
اپنے بڑے لڑکے مرزا شیخ کو علی مردان خاں کے ہمراہ قلعے کی
حفاظت کے لیے چھوڑا اور خود آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ میدان
جنگ آراستہ کیا ۔ دشمنی کی وجہ سے فریقین نے سخت جنگ کی ۔
دونوں طرف سے دلیری اور بہادری کے مظاہرے ہوئے ۔ آخر کار
قزلباشوں کے استقلال میں فرق آ گیا اور وہ فرار ہو گئے اور اپنے
ٹھکانے پر جا کر شہر میں ٹھہر گئے ۔ اس نمایاں فتح کے صلے میں
سعید خاں کو چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب اور
'بہادر ظفر جنگ' کا خطاب ملا اور مرزا شیخ کو 'خانہ زاد خاں'
کا خطاب ملا۱۔

چونکہ قندھار کے ملک پر قلیچ خاں تعینات ہوا تھا اس لیے
خاں مذکور (قلیچ خاں) کے پہنچنے تک سعید خاں اس صوبے کا
انتظام کرتا رہا ، اور بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے
حضور میں آیا اور بے انتہا شاہانہ عنایات سے سرفراز ہو کر اپنے
ہم عصروں کے لیے حسد کا سبب بن گیا ۔ اسی سال (شاہجہاں) کابل
پہنچا ۔ جہانگیر بادشاہ کی بے پروائی سے امور ملکی میں خلل
پڑ گیا تھا اور کام بگڑ گئے تھے اس لیے حدود کابل کے ہزارہ جات
کے قبائل [۴۳۳] ناظم کے خلاف ہو گئے اور (انھوں نے) یلنگتوش

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے بادشاہ نامہ جلد دوم ، صفحہ ۱۰-۱۳ (ب)

لڑکوں کے ذمے واجب الادا تھا، معاف کر دیا۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بہار سے (بادشاہ کے) حضور میں پہنچا اور صوبۂ دکن کی حکومت پر فائز ہوا، اور پچیسویں سال جلوس شاہجہانی، دوم ماہ صفر ۱۰۶۲ھ مطابق ۵ جنوری ۱۶۵۲ء میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

چونکہ اس نے اعلیٰ کارگزاری، نمایاں خدمات، حسن بندگی و محبوبیت کی وجہ سے اعلیٰ منصب تک ترقی کی تھی جو اس سلطنت کے سرداروں کا استحقاق مرتبہ تھا، اس لیے فردوس آشیانی بادشاہ (شاہجہان) نے اس کے مرنے پر رنج کیا اور خدا تعالیٰ سے اس کی مغفرت چاہی [۱-۳۶]

سعید خاں سپاہی وضع اور مناسب انداز کا سردار تھا۔ کردار کے اعتبار سے مضبوط تھا۔ تمام عمر اس کے اعتبار اور مرتبے میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ گروہ بند اور قبیلے والا آدمی تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کے بائیس لڑکے تھے۔ اس کے دو بڑے لڑکے جو نہایت لائق اور بہترین تھے، جنگ بلخ میں کام آئے، جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا عبداللہ خاں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری منصب پر، فتح اللہ ایک ہزاری منصب پر، نصرت اللہ اور دوسرے لڑکے بھی عالی قدر مراتب منصبوں پر سرفراز ہوئے۔

۱۳۱
سردار خاں شاہجہانی

(شاہجہاں کی) شاہزادگی کے زمانے میں وہ شاہجہاں کے ملازمین میں داخل تھا۔ جس زمانے میں کہ بادشاہ (جہانگیر) اور شاہزادہ (شاہجہاں) کے درمیان کشیدگی ہوئی تو وہ وفاداری اور حق شناسی کے خیال سے شاہزادے کی ملازمت کے ساتھ وابستہ رہا اور کسی عنوان سے جدائی اختیار نہیں کی۔

جب شاہزادہ بنگالہ سے برہان پور کے نواح میں واپس پہنچا تو راجا گوپال سنگھ گور کو شاہزادہ (شاہجہان) نے حضور میں بلا لیا کیونکہ شاہجہان کی عدم موجودگی میں مشہور قلعہ اسیر کی نگرانی میں اس نے نہایت کوشش کی تھی؛ اور سردار خان کو اس مستحکم قلعے کی نگرانی پر روانہ کیا اور تخت نشینی کے بعد (شاہجہان نے) سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب، علم، نقارہ اور تیس ہزار روپے کے انعام سے سرفراز ہوا۔

جب ججھار سنگھ بندیلہ کی سرکوبی کی گئی [۱۰۴۴] اور اس کے ملک کو فتح کرنے میں بادشاہ کو کامیابی ہوئی اور نویں سال جلوس شاہجہانی کے شروع میں دکن کے سفر کے زمانے میں بادشاہ نے اوندچھہ میں کہ جو ان کے حاکم کا صدر مقام ہے، قیام کیا تو سردار خان قلعہ دھامونی کے انتظام کے لیے کہ جو ججھار کے باپ کا بنوایا ہوا ہے، مامور ہوا۔ وہ پرگنہ اس کی جاگیر میں بطور تنخواہ ملا اور اس نواح کا انتظام اس کے سپرد ہوا۔

چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں دونوں بنگشات (بالا و پائین) کے انتظام پر تعینات ہوا اور سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں صوبۂ مالوہ کے انتظام پر مقرر ہوا، اور اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب اسے ملا - اس کے بعد چوراگڑھ کی جاگیرداری پر مقرر ہوا - چونکہ اس علاقے کا انتظام جیسا کہ ہونا چاہیے تھا اس سے نہ ہو سکا، اس لیے جلد ہی معزول ہو گیا۔

چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ٹھٹھہ کی صوبیداری پر روانہ ہوا۔ ۱۰۶۳ھ مطابق ۱۶۵۳ء میں راستے میں اس کا انتقال ہو گیا۔

۱۳۲
سزاوار خاں

لشکر خاں ابوالحسن کا لڑکا ہے کہ جس کے حالات اس کتاب میں درج ہیں[1] ۔ وہ شاہجہاں کے پہلے سال جلوس میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور چونکہ اس کا باپ کابل کے انتظام پر مقرر ہوا تھا ، اس لیے وہ اس کے ہمراہ رخصت ہوا اور ایک فوج لے کر پہلے سے روانہ ہوگیا ۔

بلخ کے حاکم نذر محمد خاں کی فتنہ انگیزی ختم ہو جانے کے بعد [۳۳۸] صوبہ مذکور (بلخ) سے اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا ، اور تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور سات سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور اس کے بعد وہ دکن میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں اعظم خاں کوکہ کی کمک پر متعین ہوا کیونکہ اس نے درخواست کی تھی اور اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں اپنے باپ کے ساتھ روانہ ہوا کہ جو دہلی کا صوبے دار تھا ۔

چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا ۔ علم و نقارہ اور جاں نثار خاں کی بجائے لکھی جنگل کی فوجداری اسے ملی ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ علاقہ مذکور (لکھی جنگل) سے معزول ہوگیا ۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ بادشاہ دکن میں تھا تو وہ خاندوراں کے ہمراہ عادل خاں کے علاقے کی بربادی پر مقرر ہوا ، اور قلعہ اوسا کے محاصرے اور اس کے فتح کرنے میں اس نے بہت کوشش کی ۔ اس کے صلے میں دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو مآثر الامراء جلد سوم صفحہ ۱۶۳—۱۶۸ (ق)

سوار کا اضافہ ہوا ۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب پا کر اپنے ہم‌عصروں میں سربلند ہوا ۔

پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اورنگ زیب بہادر کے ساتھ دکن سے آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ، اور سلطان دارا شکوہ کے ہمراہ روانہ ہوا جو والئ ایران سے جنگ کے ارادے سے قندھار کی جانب جانے کے لیے تعینات کیا گیا تھا ۔

سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں سپہدار خاں کے انتقال کے بعد جنیر کی قلعہ داری اس کے سپرد کی گئی اور غالباً سلطان پور اور ندربار کا بھی فوجدار ہو گیا تھا [۴۳۹] ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں سے علیحدہ ہو گیا ۔ چونکہ عرصہ دراز تک بیمار رہا اس لیے منصب سے برطرف کر دیا گیا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں صحت‌یاب ہو جانے کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔ تین ہزاری ذات اور بارہ سو سوار کا منصب ملا ۔ عبدالرسول ولد عبداللہ خان بہادر کی بجائے سرکار ترہت کی فوجداری اور اس کے اکثر محالات کی جاگیرداری پر مقرر ہوا ۔ وہاں پہنچنے کے بعد ۱۰۶۵ھ مطابق ۱۶۵۵ع میں اس نے وفات پائی ۔

اس کا لڑکا شفقت‌اللہ شاہجہاں بادشاہ کے آخری زمانے تک پانسو ذات اور ڈیڑھ سو سوار کے منصب تک پہنچا اور اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دکن کے مضاف ترمبک کی قلعہ داری پر مامور ہوا اور اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بنگش کی داروغگی سپرد ہوئی ۔

جب سلطنت کا انتظام عالم‌گیر بادشاہ کے سپرد ہوا تو اس کے بعد پہلے سال جلوس میں وہ اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور دو سو پچاس سوار کے منصب اور اپنے باپ کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ سولھویں سال جلوس عالم‌گیری میں جب شجاعت خاں

وعد انداز خاں درۂ خیبر کے نواح کے افغانوں کی تنبیہ کے لیے اس طرف روانہ ہوا تو وہ (شفقت اللہ) توپ خانہ کے نائب کی حیثیت سے مامور ہوا۔

سترھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ سلطان محمد اکبر کے ساتھ روانہ ہوا کہ جو کوہاٹ کے راستے سے کابل جانے کے لیے تعینات ہوا تھا۔ اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں قنوج کا فوجدار ہو کر [۴۴۰] اس طرف گیا۔ اس کے بعد کچھ عرصے تک معتوب رہا اور انہائیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کی خطا معاف ہوئی اور میر توزک دوم کے عہدے پر سرفراز ہوا، اور انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے لڑکے رحمت اللہ کو ماتمی خلعت عطا ہوا۔

۱۴۴

علامی سعد اللہ خاں

صوبۂ لاہور کے مضاف چنیوٹ[1] کے شیخ زادوں میں سے ہے۔ اس کی اصل بنی تمیم قریش سے ہے۔ فکر صائب اور ذہن رسا کا مالک تھا۔ معلومات کی وسعت اور معاملات کے سمجھنے میں بے مثل تھا۔ ابتدائی عمر میں علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کیے۔ اس کے بعد قرآن مجید حفظ کیا اور حسن تقریر اور لطف تحریر کے زیور سے آراستہ ہو گیا۔

جب اس کے حالات شاہجہاں بادشاہ کو معلوم ہوئے تو چونکہ بادشاہ کو قابل اور کارآمد لوگوں کی تلاش رہتی تھی اس لیے چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں موسوی خاں صدر[2] سے (بادشاہ نے) فرمایا کہ اس کو ملازمت کے لیے لائے۔ دربار میں حاضری

۱۔ دریائے چناب کے کنارے ضلع جھنگ (مغربی پاکستان) کا مشہور قصبہ ہے (و)

۲۔ ملاحظہ ہو ماثرالامرا جلد سوم، صفحہ ۴۴۱–۴۴۲ (ق)

کے بعد کارگزاری اور تجربہ کاری کی استعداد اس کی پیشانی سے ظاہر ہوئی اور شاہی ملازمت میں داخل کر لیا گیا۔ خلعت، گھوڑا اور عرض مکرر کی خدمت سپرد ہوئی جو معتمد حضرات کے سوا کسی دوسرے کے سپرد نہ ہوتی تھی۔

پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور دو سو سوار کے منصب، سعادتمند خاں کے خطاب اور دولت خانۂ خاص کی داروغگی پر سرفراز ہوا کہ صادق العقیدت دولت خواہ اس (داروغگی دولت خانۂ خاص) کے لائق ہوتے ہیں [۱۰۰]۔

معلوم ہونا چاہیے کہ دولت خانہ سے مراد وہ عمارت ہے کہ جو شاہی محل اور دیوان خاص و عام کے درمیان تعمیر ہوئی ہے کہ (بادشاہ) دربار عام سے اٹھ کر کچھ اپنے مہمات کے لیے اس مکان میں جلوس کرتا ہے کہ جس کی اطلاع مقربین کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ہوتی۔ چونکہ یہ عمارت حمام کے نزدیک واقع ہوئی ہے اس لیے اکبر بادشاہ کے زمانے سے غسل خانے کے نام سے مشہور ہوگئی۔ شاہجہاں بادشاہ نے اس کو دولت خانۂ خاص سے موسوم کیا[۱]۔

سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور سو سوار کا اضافہ ہوا اور ایک ہاتھی عنایت ہوا۔ سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ دولت خانے کی داروغگی سے معزول کر دیا گیا اور اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب اور خانساماں کا خلعت کہ جس کے بعد وزارت کا درجہ ہے، اسے مرحمت ہوا۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بیگم صاحب کا جشن صحت ہوا کہ جن کے جسم پر شمع کے شعلے سے لپٹ لگ کر کچھ تکلیف ہوگئی تھی، تو اصل و اضافہ کے بعد اسے

۱۔ ملاحظہ ہو بادشاہنامہ جلد دوم، صفحہ ۲۱۹—۲۲۰ (ب)

دو ہزار پانسو ذات اور چھ سو سوار کا منصب ، خلعت اور علم مرحمت ہوا اور اس کے بعد اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ اور بعد ازاں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔

کچھ عرصے کے بعد جب اسلام خاں ، خاندوراں کے انتقال کے بعد دکن کے صوبوں کی حکومت پر مامور ہوا تو (سعداللہ خاں کو) خلعت عنایت کیا گیا ۔ اور اسلام خاں کی بجائے دیوان خالصہ مقرر ہوا ۔ اس کے فرائض میں شاہی احکام کے مضامین کا مسودہ کرنا اور ان کا اہلکاروں کو بھجوانا بھی تھا ۔ اور شہزادہ داراشکوہ کی [۴۴۳] ان تحریرات کے نیچے 'معرفت خود' کے الفاظ لکھتا تھا ، جن کو وہ (شہزادہ) خود اپنے ہاتھ سے فرامین کی پشت پر لکھتا تھا ۔ اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور مرصع قلمدان مرحمت ہوا ۔ کچھ ہی عرصے کے بعد وزیرکل کے مرتبے پر فائز ہوا ۔ خلعت، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ ، اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کا منصب پا کر وہ ترقی و امتیاز کی حد سے گزر گیا ۔

انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور نقارہ مرحمت ہوا اور اس کے بعد اس کے منصب میں ایک ہزار ذات کا اضافہ ہوا اور نقرئی ساز و سامان کے ساتھ اسے ہاتھی اور ہتھنی مرحمت ہوئے[1] ۔

جب شاہزادہ مرادبخش کہ جو بلخ و بدخشاں کی فتح کے لیے تعینات ہوا تھا ، کابل پہنچا تو 'راہ طول' سے برف کے دور ہوجانے کا انتظار کیا کیونکہ یہ راستہ فوج کی روانگی کے لیے مقرر تھا ۔ اس وجہ سے کہ جنگ میں زیادہ عرصہ لگے گا اور علاقہ بہت دور ہے ۔ شاہی فرمان صادر ہوا کہ تین ماہ کی تنخواہ پیشگی منصبداروں ، احدیوں تیراندازوں ، برق اندازوں ، سواروں ، بندوقچی پیادوں ، دوسرے خدمت گاروں کو دے دی جائے اور جہاں تک جاگیرداروں کا تعلق

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو بادشاہنامہ جلد دوم ، صفحہ ۴۷۹

ہے تو ان کے داغ کیے ہوئے (گھوڑوں) کا شمار ان کی جاگیروں کی آمدنی کے اوپر منحصر ہے لہٰذا ان کی جاگیر کے حاصلات کا چوتھائی حصہ (کہ جو تین ماہ کی آمدنی کے برابر ہوتا ہے) پیشگی بطور مدد شاہی خزانے سے دے دیا جائے تا کہ خرچ کی تکلیف نہ ہو۔ بعض کو لاہور میں مذکورہ مدد (خرچ) میں ملی تھی اس لیے ٹھہر گئے۔ اس کے علاوہ بادشاہزادہ (مراد بخش) کے بھین [---] اور خوشامدیوں کے کہنے کی وجہ سے کہ جو فتح بلخ کے بعد ظاہر ہوا (بعض لوگ نہ گئے) لہٰذا اسی سال جب خود شاہجہان بادشاہ لاہور سے کابل پہنچ کر باغ صفا میں ٹھہرا تو بادشاہ نے اس (سعداللہ خاں) کو بعض معاملات بادشاہزادے کے سامنے پیش کرنے اور جن لوگوں کو تنخواہیں نہیں ملی تھیں ان کی تنخواہیں تقسیم کرنے اور منزل مقصود کی جانب فوجیں روانہ کرنے کے لیے اپنے (بادشاہ کے) کابل پہنچنے سے قبل روانہ کر دیا ۔ وہ دو روز میں کابل پہنچا ۔ اپنا کام پورا کرنے میں اس نے بہت کوشش کی اور پانچ روز کے عرصے میں کہ ابھی بادشاہ کو اس شہر (کابل) تک پہنچنے میں بہت فاصلہ تھا ، اپنے تمام کاموں سے فارغ ہو گیا اور شاہزادے کو فوجوں کے ساتھ سمت مذکور پر روانہ کر دیا اور خود (سعداللہ خاں) (شہر کابل کے) نواح میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔

واضح رہے کہ شاہجہان بادشاہ کے زمانے میں یہ قاعدہ تھا کہ جو شخص اپنے تعیناتی صوبے میں اپنی جاگیر رکھتا ہو تو وہ اپنی ماتحت فوج کے بقدر تیسرے حصے کے سوار مہیا کرے ۔ مثلاً کوئی تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب رکھتا ہے تو وہ ایک ہزار سوار دے اور اگر وہ ہندوستان کے کسی دوسرے صوبے میں کسی کام پر تعینات ہو تو چوتھا حصہ فراہم کرے اور بلخ و بدخشاں کی فوج کے زمانے میں طولانی فاصلہ ہونے کی وجہ سے یہ طے ہوا کہ پانچواں حصہ سوار فراہم کیے جائیں ۔

بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد (سعداللہ خان) چھ ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔

چونکہ بلخ کی فتح کے بعد شاہزادہ مذکور اس نواح میں قیام کرنے کے لیے آمادہ نہ تھا اس لیے اس نے باپ (شاہجہان) کو تحریر کیا کہ کسی دوسرے کو اس علاقے پر بھیج دیا جائے۔ شاہجہاں بادشاہ نے اس (سعداللہ خان) کو اس طرف بھیج دیا اگرچہ رازداں ہونے [۳۳۴] اور کاموں کی زیادتی کی وجہ سے اس کا جدا کرنا مناسب نہ تھا۔ (اور حکم ہوا) کہ وہ شاہزادے کو پیغام پہنچائے۔ اگر معلوم ہووے کہ اس صوبے کے استعفاء سے وہ نادم نہیں ہوا ہے تو ملاقات نہ کرے اور دوسروں کو بھی منع کر دے۔ وہ (سعداللہ خان) خنجان کے راستے سے باوجودیکہ دشوار گزار راستہ تھا، فاصلہ کم ہونے کی وجہ سے پندرہ روز میں بلخ پہنچا[۱]۔

جب شاہزادے کو استعفا کے لیے مصر پایا تو بادشاہ کے احکام کے مطابق خود تمام جزوی و کلی معاملات کے انجام دینے میں مشغول ہوا اور چار روز میں نشیب و فراز کے راستے طے کرنے کے بعد بلخ سے کابل پہنچا۔ چونکہ وہاں کے معاملات مزاج شاہی کے مطابق انجام دیے اور صوبہ (بلخ) کا بندوبست مناسب طریقے سے کر دیا تھا اس لیے اصل و اضافہ کے بعد چھ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ اس کے بعد اس کے منصب میں ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا اور اس کی ذات اور سوار کا منصب برابر ہو گیا۔

---

۱ - ملاحظہ ہو بادشاہنامہ جلد دوم، صفحہ ۵۶۳، جس میں تحریر ہے کہ یہ سفر گیارہ دن میں طے ہوا (پ)

کچھ عرصے کے بعد جشن وزن قمری کے موقع پر اسے اصل و اضافہ کے بعد سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب، عربی گھوڑا مع طلائی ساز و سامان مرحمت ہوا[1]۔ اکیسویں سال میں جشن جلوس کے موقع پر کہ جو دارالخلافہ شاہجہاں آباد کے نئے تعمیر شدہ مقامات پر ہوا تھا، اس کو خلعت مع نادری مرحمت ہوا اور اس کے ماتحت ایک ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کر دیے۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں کہ جب بادشاہ جھجر سے تین کوس کے فاصلے پر سفیدوں کی طرف شکار کے لیے گیا اور وہاں سے واپسی کے وقت [د ۲۰۰] قندھار کے قلعہ دار خواص خاں اور بست کے قلعہ دار پردل خاں کی تحریریں اس خبر کی پہنچیں کہ شاہ صفی کا لڑکا شاہ عباس قندھار کا ارادہ کر رہا ہے، وہ (سعداللہ خاں) کہ جو دیوانی کے کاموں کو انجام دینے کی وجہ سے دارالخلافہ میں رہ گیا تھا، بادشاہ کے حسب الحکم حضور میں حاضر ہوا۔ اس کے ماتحتوں میں سے دو ہزار دو اسپہ و سہ اسپہ سوار اور بنا دیے گئے اور شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ قندھار کی جانب روانہ ہوا اور وہاں پہنچنے کے بعد محاصرے کے انتظام، مورچالوں کے مقرر کرنے، نقبوں کے لگانے اور سلامتی کے کوچوں کو تیار کرنے میں مصروف رہا اور ایک دم کے لیے بھی چین سے نہ بیٹھا اور (ان کاموں کے انجام دینے میں) کوئی کسر نہ اٹھا رکھی[2]۔

چونکہ قلعہ مذکور فتح ہونے والا نہیں تھا، موسم سرما قریب آ گیا، بادشاہ کے حسب الحکم وہ شاہزادہ مذکور (اورنگ زیب)

---

۱ - بادشاہنامہ جلد دوم، صفحہ ۶۷۹ (ب)
۲ - تفصیل کے لیے دیکھیے عمل صالح جلد سوم صفحہ ۷۰-۷۲ و ہسٹری آف شاہجہان صفحہ ۲۲۶-۲۲۸ (ب)

کے ہمراہ واپس آ گیا - تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے مناصب مزید دو ہزار دو اسپہ ، سہ اسپہ سوار ہوئے ، اور اصل و اضافہ کے بعد سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب ملا جن میں سے پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ سوار تھے - اس کے بعد اسے ایک کروڑ دام کا انعام ملا اور تنخواہ کا مجموعہ بارہ کروڑ دام ہو گیا -

پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ بادشاہ (شاہجہاں) نے لاہور سے کشمیر کا ارادہ کیا ، تو اس کو وزیر آباد میں صوبہ پنجاب کے حالات معلوم کرنے کے لیے چھوڑ دیا کیونکہ شروع میں بارش کی کمی اور آخر میں اس (بارش) کی زیادتی کی وجہ سے زراعت تباہ ہو گئی تھی - وہ کچھ عرصے کے بعد آ کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا [۴۶۹] - اسی سال ایک بڑی فوج اور بہت ساز و سامان کے ساتھ دوسری مرتبہ بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ قندھار کی فتح کے لیے متعینات ہوا اور بادشاہزادہ ملتان کے سیدھے راستے سے روانہ ہوا۔ یہ (سیدھا راستہ) دریائے سندھ کے کنارے ججہ ، چتالی فوشنج (پشین) اور قندھار سے عبارت ہے اور جریب کے حساب سے ایک سو ساٹھ کوس ہے - وہ (سعداللہ خاں) کابل اور غزنین کے راستے سے روانہ ہوا کہ اس راستے سے لاہور سے قندھار تک دو سو پچھتر کوس کا فاصلہ ہوتا ہے اور اس نواح میں پہنچنے کے بعد قلعے کے محاصرے اور نقبوں کے کھدوانے میں بہت نمایاں کوشش کی - جب وہ قلعہ فتح نہ ہو سکا تو بادشاہ کے حسب الحکم چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں واپس آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا -

جب اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ (شاہجہاں) کو یہ اطلاع ملی کہ رانا جگت سنگھ کا لڑکا راج سنگھ ، قلعے کے بعض دروازوں اور وسیع برج کی تیاری میں مشغول ہے حالانکہ اس کے دادا رانا کرن نے جہانگیر بادشاہ کی ملازمت حاصل کی تھی

تو شاہجہاں کے مشورے سے یہ طے ہوا تھا کہ اس کی اولاد میں سے کوئی بھی قلعہ چتور میں مرمت نہیں کرے گا۔ اس بنا پر بادشاہ شاہجہاں نے خواجہ معین الدین چشتیؒ کی زیارت کا قصد کیا اور اجمیر کی طرف روانہ ہو، اور اس (سعداللہ خان) کو لائق فوج کے ہمراہ [۱۰۶۴ھ] قلعہ چتور کی تباہی کے لیے روانہ کیا۔ وہ وہاں پہنچا اور رانا کے علاقے کی کھیتیاں برباد کرکے اور قلعہ چتور کی قدیم و جدید دیوار و برج کو برابر کرکے بادشاہ کے حضور میں واپس آ گیا۔

تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے معمولی سی بیماری تھی جو کسی دوا کے کھا لینے کی وجہ سے مرض قولنج میں تبدیل ہوگئی۔ جب تک مرض میں شدت نہ ہوئی برابر حسب دستور دربار میں جاتا رہا اور فرائض منصبی ادا کرتا رہا۔ آخر میں کمزوری کی وجہ سے خانہ نشین ہو گیا۔ بادشاہ اس کی عیادت کے لیے گیا اور اس کی قدردانی کی۔ ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۶۶ھ مطابق ۷ اپریل ۱۶۵۶ء کو اس نے وفات پائی۔

اس خبر کو سن کر بادشاہ آبدیدہ ہو گیا۔ اس کے بڑے لڑکے لطف اللہ کو گیارہ سال کی عمر میں خلعت، سات سو ذات اور دو سو سوار کا منصب مرحمت ہوا۔ اس کے باقی لڑکوں اور متعلقین کو روزینہ، اس کے بھانجے یار محمد کو تین سو ذات اور ساٹھ سوار کا منصب اور اس کے ملازمین کی ایک بڑی جماعت کو مناسب عہدے ملے۔ ان میں سے عبدالنبی نوکر کو کہ جو اس کی جاگیر کا کارپرداز تھا، ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کا منصب ملا کہ جو عالمگیر بادشاہ کے زمانے میں متھرا کا فوجدار تھا اور اس نے عملداری کا سکہ بٹھا دیا اور کسی جنگ میں بندوق کی گولی سے مارا گیا۔ متھرا کی مسجد اسی کی بنوائی ہوئی ہے۔

سعداللہ خان عالم ہونے کے علاوہ خلیق و متواضع انسان تھا اور معاملات کے فیصل کرنے میں انصاف پسند اور دیانت دار تھا

[۳۴۸] اور بادشاہی سرکار کے محاصل کے لینے میں وہ اس بات کا روا دار نہ تھا کہ رعایا یا اہل کاروں پر کوئی ظلم یا زیادتی ہو -

اس کی وزارت کے زمانے میں ہندوستان کو رونق ہوئی۔ باوجودیکہ داراشکوہ جیسا شخص اس کا حریف تھا لیکن اس کی شکایت کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ابتدائے ملازمت سے ہمیشہ ترقی پاتا رہا - اس کا القاب 'علامی فہامی جملۃالملک' مقرر ہوا - انتہائی مرتبے پر فائز ہونے کے بعد اس کا انتقال ہوا - اس نے اپنا نیک نام یادگار چھوڑا - اس کی اولاد میں جو مشہور ہوا ، اس کا حال علیحدہ درج ہے -

دیانت قابل تعریف چیز ہے اور نمک حلالی بہترین طریقہ ہے لیکن آقا کے معاملات میں کہ جو غریبوں سے متعلق ہوتے ہیں ان باتوں کا لحاظ رکھنا حکومت کی اہم خیرخواہی ہے کیونکہ اگر اس صورت میں سب کو نقصان ہو تو گویا اس کو جزوی نقصان ہوگا اور ایسی صورت میں یہ (جزوی) نقصان اس کا پورا نقصان ہوگا - پس اس جزوی نقصان کے نتیجے میں گویا کل نقصان ہوگا۔ پس غور کرو -

۱۳۴

سید منصور خان بارھہ

سید خانجہاں شاہجہانی کا بڑا لڑکا ہے - منصب و جاگیر رکھنے والا جوان تھا - انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کا باپ مرگیا تو اس کے مرنے کے کچھ ہی عرصے بعد بغیر کسی ظاہری سبب کے باطل خیالات اور بیکار توہمات کی وجہ سے فرار ہوگیا - شاہجہاں بادشاہ نے گرز برداروں کے داروغہ یادگار بیگ کو اس گروہ (گرزبرداروں) کی ایک جماعت کے ساتھ [۳۴۹] اس خیال غالب

کی بنا پر کہ لا محالہ وطن کی طرف گیا ہوگا ، اس نے نشانات قدم پر سرہند کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ جتنی جلد ہو سکے جاؤ اور جہاں کہیں وہ احمق ملے ، اس کو قید کرکے حضور میں لے آؤ -

اس کے بعد معلوم ہوا کہ لکھی جنگل کی طرف گیا ہے اور وہاں کے کروڑی نے اس کو گرفتار کر لیا ہے - شفیع اللہ برلاس میرتوزک ، سپاہیوں کی ایک جماعت کے ہمراہ اس کے لانے کے لیے تعینات ہوا - چونکہ کروڑی مذکور نے خان جہاں کی لڑکیوں سے رشتہ رکھنے کی وجہ سے کہ جو سلطنت کا خاص رکن تھا ، اس مالانوں کے ساتھ ، نگرانی میں جو سختی کرنی چاہیے تھی ، نہیں کی تھی ، اس لیے شفیع اللہ کے پہنچنے سے پہلے فرار ہوگیا - شفیع اللہ نے وہاں پہنچ کر کروڑی مذکور پر اس غفلت کی وجہ سے کہ جو اس نے کام میں کی تھی ، شاہی غضب کے مطابق کہ جو قہرالٰہی کا نمونہ ہوتا ہے ، سختی کی -

اس (کروڑی) نے اپنے چچا کو کہ جو پرگنہ تھارہ کا کروڑی تھا ، نہایت عجلت کے ساتھ تحریر کیا کہ اگر وہ بے سر و سامان (منصور خاں) اس جانب پہنچا ہو تو نہایت کوشش سے اس کو گرفتار کرے ورنہ اس کی جان و آبرو خطرے میں ہے - اس نے بہت دوڑ دھوپ کے بعد سراغ رسانوں کے ذریعے سے اس کو معلوم کیا کہ وہ گم راہ (منصور خاں) تھارہ کے نواح سے سرہند کی جانب چلا گیا - وہ خود بھی بہت تیزی کے ساتھ اس طرف روانہ ہوا اور یادگار بیگ کے ساتھ مل کر ، جو سرہند تک اس کا کوئی سراغ نہ ملنے کی وجہ سے اس بدبخت کی تلاش میں ٹھہرا ہوا تھا ، اس کی جستجو شروع کر دی [۵۰-] اور بہت تلاش کے بعد اس بدبخت کا نشان ملا کہ وہ دو ساتھیوں کے ہمراہ بہت محنت کے بعد سرہند پہنچا تھا - اس نے گھوڑوں کو جنگل میں چھوڑ دیا اور زینوں کو کنوئیں میں ڈال دیا اور خود فقیرانہ بھیس میں حافظ رخنہ کے

باغ میں جا کر پوشیدہ ہوگیا ۔ یادگار بیگ نے اس کو گرفتار کیا اور قید و زنجیر کے ساتھ اس کو بادشاہ کے حضور میں لایا اور بادشاہ نے اس کو تنبیہ کی غرض سے جیل خانے بھیج دیا ۔

بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کی درخواست پر جب کہ وہ (اورنگ زیب) بلخ کی مہم پر جا رہا تھا ، اس کو رہائی نصیب ہوئی لیکن شاہزادے کے سپرد کر دیا گیا کہ وہ اپنے ملازمین میں شامل کرکے اس کو بلخ لے جائے ۔ اس کے بعد اس کی خطائیں معاف فرما کر اس کو منصب پر فائز کر دیا ۔ چونکہ اس کی طبیعت میں بدی تھی ، اس سے متواتر غلطیاں ہوتی رہیں جن میں سے ہر ایک قابل سزا تھی لیکن اس کے باپ کی خدمات کی وجہ سے بادشاہ کی طرف سے چشم پوشی اور اعراض ہوتا رہا ۔

جس وقت کہ شاہزادہ مراد بخش صوبۂ گجرات کے انتظام کے لیے روانہ ہوا تو اس کو ساتھ کر دیا کہ وہاں سے مکہ معظمہ جا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگے ۔ شاید وہاں کی برکت سے ناپسندیدہ کردار اور برے اطوار جاتے رہیں ۔

تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس سفر (مکہ معظمہ) سے واپس آنے کے بعد جب اس کی حالت سے یہ ظاہر ہونے لگا کہ وہ نادم اور پریشان ہے تو شاہزادہ مذکور (مراد بخش) کی سفارش سے ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہو کر گجرات کے تعیناتیوں میں داخل ہوا ۔ اس کے بعد [۱۵۴] شاہزادہ مذکور (مراد بخش) کے ساتھ مہاراجا جسونت سنگھ کی جنگ میں شریک ہوا اور دارا شکوہ کی صف آرائی کے دن اس نے بہت بہادری دکھائی ۔ اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور اسے 'خان' کا خطاب ملا۔ جب بے عقل شاہزادہ (مراد بخش) عالم گیر بادشاہ کے ہاتھوں گرفتار ہوا تو خان مذکور (منصور خاں) تین ہزاری ذات اور ایک ہزار

پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ اور خلیل اللہ خاں کی ہم راہی میں روانہ ہوا کہ جو دارا شکوہ کے تعاقب میں پہلے سے فوج لے کر گیا ہوا تھا۔ اس کے حالات کا انجام کیا ہوا اور وہ کب فوت ہوا، یہ کچھ معلوم نہ ہو سکا[1]۔

۱۳۵
سجان سنگھ

اور بیرم دیو دونوں، امرسنگھ کے دوسرے لڑکے سورج مل سیسودیہ کے لڑکے ہیں۔ پہلا (سجان سنگھ) اس سلطنت کا قدیمی ملازم ہے۔ شاہجہاں بادشاہ کے دسویں سال جلوس تک آٹھ سو ذات اور تین سو سوار کے منصب پر پہنچا[2] اور تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں سو سوار کا اضافہ ہوا۔

انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ مراد بخش کے ساتھ بلخ و بدخشاں کی فتح کے لیے مامور ہوا اور بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور سات سو سوار کے منصب پر فائز ہو کر شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ قندھار کی طرف گیا۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہو کر [۳۵۲] دوبارہ شاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) کے ہمراہ قلعہ مذکور (قندھار) کی جانب روانہ ہوا اور چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں تیسری مرتبہ شاہزادہ دارا شکوہ کے ساتھ مہم مذکور (قندھار) پر تعینات ہوا۔

---

۱ - عالم گیر نامہ (صفحہ ۳۳۸) میں مذکور ہے کہ اسے خلعت ملا اور وہ دکن کے تعیناتیوں میں مقرر ہوا (ب)

۲ - بادشاہ نامہ جلد اول حصہ دوم، صفحہ ۳۱۵

انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب مہاراجا جسونت سنگھ کی شادی اس کی بھتیجی کے ساتھ طے ہو گئی تو ایسے متھرا جانے کی اجازت ملی ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں معظم خاں کے ہمراہ شاہزادہ اورنگ زیب کے پاس دکن کی طرف گیا اور عادل خانیوں کی جنگ میں اس نے بہت بہادری دکھائی ۔ اس کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر مہاراجا جسونت سنگھ کے ساتھ مالوہ پہنچا ، اور شاہزادہ مذکور کی راجپوتوں کے ساتھ جو لڑائی ہوئی اس دن ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۸ع میں وہ کام آ گیا ۔ اس کا لڑکا فتح سنگھ منصب داروں کی فہرست میں تھا ۔

دوسرے (بیرم دیو) نے رانا کی ملازمت ترک کرکے اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں حاضری دی ، اور آٹھ سو ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ قندھار کی جانب روانہ ہوا ۔

تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا ، اور چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا ، اور وہ دوبارہ شاہزادہ مذکور کے ہمراہ مہم مذکور (قندھار) پر گیا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا [۳۵۴]۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات کا اضافہ ہوا اور دس ہزار روپے کی قیمت کے جواہرات اسے مرحمت ہوئے ۔

انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اپنی لڑکی کی شادی کے لیے کہ جو مہاراجا جسونت سنگھ کے ساتھ طے ہوئی تھی متھرا روانہ ہو گیا ۔

اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہو کر شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے پاس دکن چلا گیا اور عادل خانیوں کی جنگ میں جب راجا رائے سنگھ سیسودیہ کا کام خراب ہوا تو وہ پیادہ ہو کر جنگ کرنے لگا۔

سمو گڑھ کی جنگ میں وہ داراشکوہ کی ہراول فوج میں تھا۔ اس کے بعد وہ عالمگیر کے ساتھ ہوگیا اور شاہزادہ شجاع کی لڑائی اور داراشکوہ کے دوسرے معرکے میں وہ بادشاہ کے ساتھ تھا۔ اس کے بعد دکن میں تعینات ہوا اور دسویں سال جلوس عالمگیری میں راجا رام سنگھ کچھواہہ کے ہمراہ آسامیوں کی جنگ میں شریک ہوا۔ بارھویں سال جلوس عالمگیری میں صف شکن خان کے ہمراہ کہ جو متھرا کا فوجدار تھا، تعینات ہوا اور اپنے مقررہ وقت پر فوت ہو گیا۔

۱۳۶

سید عالم بارھہ

سید بزبر خان کا بھائی ہے کہ جس کے حالات اس کتاب میں درج ہیں۔ وہ (سید عالم) جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں مناسب منصب پر سرفراز ہوا اور بادشاہ مذکور (جہانگیر) کے آخری عہد تک اس نے ایک ہزار پانسو ذات اور چھ سو سوار کے منصب تک ترقی کی۔ شاہجہان بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد [۴۰۳] پہلے سال میں وہ منصب مذکور پر بحال ہو کر خانخانان کے ہمراہ کابل کی جانب بلخ کے حاکم نذر محمد خان کے دفع کرنے کے لیے تعینات ہوا کہ جو صوبہ مذکور کے نواح میں سرکشی کر رہا تھا۔

تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں اسے خلعت اور شمشیر عنایت ہوئی اور اس کے منصب میں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہوا اور یمین الدولہ کے ساتھ بالا گھاٹ برار کی طرف روانہ ہوا۔ چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ محمد شجاع کے ساتھ پرینده

کی مہم پر گیا - شاہزادے نے اس کو پانچ سو سواروں کے ہمراہ تھانے دار کی حدمت پر راستے کی حفاظت کے لیے جالندھر میں چھوڑ دیا - آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں لاہور سے مستقرالخلافہ (آگرہ) واپسی کے وقت اسلام خان کے ساتھ دوآبہ کے سرکشوں کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا - اس کے بعد شاہزادہ اورنگ زیب بہادر کی ہمراہی میں روانہ ہوا ، جو ان افواج کی مدد کے لیے متعین ہوا تھا کہ جو ججھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوئی تھیں -

نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ بادشاہی لشکر دوبارہ دکن گیا تو متعینہ لشکر میں ساہو بھونسلہ کی تنبیہ اور عادل خانیوں کے ملک کی تباہی کے لیے خان زماں بہادر کی تعیناتی میں مقرر ہوا، اور تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا -

انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شہزادہ مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی فتح کے لیے روانہ ہوا - اس کے بعد وہ بادشاہزادہ محمد شجاع کے ساتھ بنگالہ گیا اور انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ سلطان زین‌الدین کے ہمراہ دربار شاہی میں [۴۵۵] پہنچا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - اس کے بعد اسے گھوڑا مرحمت ہوا اور رخصت کر دیا گیا -

جب عالم گیر بادشاہ کی حکومت کا زمانہ آیا اور بھائیوں میں لڑائیاں ہوئیں تو وہ پہلی لڑائی میں شجاع کے ساتھ تھا - اور بنگالہ کے حدود میں جو لڑائیاں ہوئیں ، ان میں اس نے سر اور جان کی بازی لگا دی - یہاں تک کہ شجاع نے ملک اراکان کی راہ لی اور اس حالت میں دس نفر سادات بارہہ اور بارہ مغلوں کے سوا کوئی اور باقی نہیں رہا تھا کہ جو اس کے ساتھ جا سکے - وہ (شاہزادہ شجاع کے ہمراہ) اس ملک میں گیا اور اس کا کوئی پتا نہ چلا -

۱۳۸
سید ہدایت اللہ صدر

سید احمد قادری کا لڑکا ہے کہ جو جہانگیر بادشاہ کے دور میں صدارت کل کے عہدے پر فائز تھا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب صدرالصدور سید جلال کا انتقال ہو گیا تو ہدایت اللہ کے حسن سلوک کی خبریں متواتر بادشاہ کے دنوں میں پہنچ رہی تھیں جبکہ وہ قندھار کی دیوانی پر تعینات تھا ، اس لیے اس کو اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور تین سو سوار کے منصب پر فائز کیا اور اپنے حضور میں طلب کر لیا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اسے صدارت کا عہدہ ملا اور اس کے منصب میں پانسو ذات اور ایک سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو کا (اور) اضافہ ہوا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزار پانسو ذات اور دو سو سوار کے منصب پر [۵۶۰] سرفراز ہوا ۔

سمو گڑھ کی جنگ کے بعد جب عالم گیر مستقرالخلافہ (آگرہ) کے حدود میں پہنچا[۱] تو بادشاہ کے حسب الحکم فاضل خاں میر ساماں کے ساتھ عالم گیر بادشاہ کے پاس دو مرتبہ آنا جانا ہوا ۔ شاہی فرمان اور ایک تلوار موسوم بہ 'عالم گیر' کہ جو (عالم گیر کو) عنایت ہوئی تھی ، پہنچا کر زبانی مقدمات کے گزارش کرنے پر مامور ہوا ، اور بادشاہ مذکور (عالم گیر) کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں جب اس کی بجائے صدارت میرک شیخ ہروی کو سپرد ہوئی[۲] تو وہ چند سال خانہ نشین رہ کر فوت ہو گیا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو عالم گیر نامہ صفحہ ۱۱۲ (ب)

۲ ۔ یہ واقعہ چوتھے سال جلوس عالم گیری کا ہے ، عالم گیر نامہ صفحہ ۳۷۴ (ب)

۱۳۸

سید صلابت خان بارهه

سید سلطان نام اور اختصاص خان لقب ہے ۔ اس کا باپ سید بایزید بن سید ہاشم بن سید محمود خان کوندنی وال[۱] مشہور ہے ۔ شہزادہ داراشکوہ کا عمدہ ملازم تھا ۔ اپنے تمام ہمعصروں اور ساتھیوں میں سب سے زیادہ اعتماد اور امتیاز رکھتا تھا ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ (دارا شکوہ) کی نیابت میں صوبۂ پنجاب کے انتظام کے لیے مقرر ہوا ۔ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور چار سو سوار کا منصب اور صلابت خان کا خطاب اور ہاتھی مرحمت ہوا ۔ اسی سال شاہزادے کی تجویز کے مطابق صوبۂ الہ آباد کی نیابت پر فائز ہو کر دربار شاہی سے رخصت ہوا ۔ ایک مدت تک اس صوبے کے انتظام میں کوشاں رہ کر بہت سے مفسدوں کو ختم کیا اور بہت سے سرکشوں کو مطیع و فرمانبردار بنا لیا [۷۵م] ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے علم عنایت ہوا ۔

ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دوبارہ اضافہ ہوا اور وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں باندھو کے زمیندار انوپ سنگھ کو کہ جس کی سرحد صوبۂ الہ آباد سے ملی ہوئی ہے ، مطیع کر کے اپنے ہمراہ دربار شاہی میں پہنچانے کا شرف بخشا اور وہ خان مذکور (صلابت خان) کی رہنمائی میں بادشاہ کے

---

۱ ۔ آئین اکبری جلد اول (انگریزی ترجمہ ، طبع دوم) صفحہ ۴۲۴-۴۲۷ (ب)

حضور میں حاضر ہوا ۔ جب اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی کے شروع میں دارا شکوہ کا بڑا لڑکا سلیمان شکوہ فوج جرار کے ساتھ شاہزادہ شجاع کے مقابلے کے لیے تعینات ہوا کہ جو شاہجہان بادشاہ کی علالت کو سن کر بنگالہ سے ایک بڑے لشکر کے ساتھ اکبر آباد کے ارادے سے روانہ ہوا تھا ۔ اور گرچہ اس کا وکیل اس کو بادشاہ کی صحت یابی کی اطلاع دیتا رہا لیکن اس نے اپنے بڑے بھائی (دارا شکوہ) کی سازش پر محمول کیا اور اس کی تحریر کو کوئی وقعت نہ دی ۔ بادشاہی سرداروں اور امیروں کے علاوہ جو فوجی تعیناتیوں میں تھے، دارا شکوہ نے اپنے تمام خدمتگار آدمیوں کو کہ جن کی برسوں سے تربیت کی تھی اور انھیں صاحب دولت و حشمت بنایا تھا ، مصلحت وقت اور اپنے انجام پر نظر کیے بغیر اپنے سے علیحدہ کر کے اس (سلیمان شکوہ) کے ساتھ روانہ کردیا ، یہاں تک کہ سید صلابت خان کو بھی سادات بارہہ کی جماعت کے ساتھ تعینات کر دیا کہ جو اس کے عمدہ آدمی تھے اور جن کی شجاعت و بہادری پر پورا پورا بھروسہ تھا ۔

اس کے بعد نیرنگیٔ زمانہ سے [۵۸-] دارا شکوہ کا اقبال و اقتدار ختم ہو گیا یعنی عالم گیری فوج کے ساتھ لڑنے اور مقابلہ کرنے کے بعد اس کو شکست ہوئی کہ جس کا اس کو خیال بھی نہیں تھا ۔ سلیمان شکوہ کہ جو شجاع کو بھگانے کے بعد واپس ہوا اور اپنے باپ (دارا شکوہ) کی مدد کے لیے جلدی سے آیا اور جب اس کو یہ اطلاع ہوئی تو وہ حیران رہ گیا اور الہ آباد کو لوٹ گیا ۔

اس نے اپنے باپ (دارا شکوہ) کے سرداروں اور معتبر لوگوں سے مشورہ کیا۔ ان میں سے ہر گروہ مختلف رائے رکھتا تھا لیکن وحشت کی وجہ سے کسی کو صحیح بات کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی ۔ یہاں تک کہ سادات بارہہ نے کہ جو لشکر کے عمدہ آدمی اور دوآبہ

کے رہنے والے تھے ، اصرار کیا کہ چاند پور مدینہ[1] کی جانب جاکر وہاں سے بریہہ[2] اور سہارن پور کے نواح میں چلنا چاہیے اور وہاں سے پنجاب کا قصد کرکے لاہور میں باپ (دارا شکوہ) کے پاس پہنچنا چاہیے ۔

گفتگو کے بعد یہی رائے پسندیدہ معلوم ہوئی اور وہ روانہ ہوگیا ، جہاں تک کہ لکھنؤ سے گزرکر ایک گروہ کو پرگنہ ،دہیہ کے کروڑی کی تنبیہ کے لیے بھیج دیا کہ جو بیگم صاحب کی جاگیر سے تعلق رکھتا تھا کہ اس نے جو کچھ روپیہ وصول کیا ہو ، وہ اس سے لے آئے ۔ وہ اپنے مکان میں بند ہو گیا اور ان کے دفع کرنے اور روکنے کی کوشش کی ۔ لشکریوں نے سلیمان شکوہ کے اشارے سے حملہ کر دیا ، اس کے اہل و عیال پر ٹوٹ پڑے اور اس کو اس کے لڑکے اور متعلقین کے ساتھ قید کر لیا اور اس کے مال و آبرو پر دست درازی کرکے ، اس پرگنے کے دوسرے رہنے والوں کو قید کرنے اور غارت کرنے میں مشغول ہوئے ۔

اس واقعے کے دوران میں سید صلابت خاں نے [۴۵۹] اپنی دانش مندی اور دوراندیشی سے اس کی رفاقت میں کوئی بہتری نہ دیکھی اور نہ اس کی حرکتوں سے کسی نیکی کی امید پائی ۔ لہٰذا علیحدگی اختیار کر لی اور عالم گیر کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کرکے اپنے مقصد میں کامیاب ہوا ۔ ابھی عالم گیر دارا شکوہ کے تعاقب میں دریائے بیاس کو عبور نہیں کر سکا تھا کہ وہ (صلابت خاں) بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا اور ان ہی دو

---

۱ - عالم گیر نامہ (صفحہ ۱۷۱-۱۷۲) میں ندینہ لکھا ہے(ب)

۲ - غالباً یہ لفظ بوریہ ہے کیونکہ مآثرالامرا (جلد دوم صفحہ ۸۵۴) میں سادات بارہہ کے دو گاؤں سہارنپور بوریہ اور چاند پور مذکور ہیں (ب)

تین روز کے اندر قسمت کی یاوری سے حسام الدین خاں کی بجائے وہ اڑ کی صوبہ داری اور اختصاص خاں کا خطاب حاصل کیا[1]۔ اس کے بعد کے حالات مؤلف کتاب کو معلوم نہ ہو سکے کہ کیا انجام ہوا ۔

۱۳۹

سید شجاعت خاں بہادر بھکری

سید لطف علی بھکری کا لڑکا ہے کہ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں دوآبہ کی فوجداری پر فائز ہوا ، اور سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں قلعہ کانگڑہ کی محافظت پر مامور ہوا[2] ۔ ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کی ضعیفی کی وجہ سے اس کو نوکری سے معاف کر دیا گیا اور پرگنہ فرید آباد سے چار لاکھ دام اس کو عنایت ہوئے ۔ اس کے بعد (شجاعت خاں بھکری) اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

جب عالم گیر کی بادشاہت کا دور آیا تو اس نے بادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور محمد شجاع کی جنگ میں اور داراشکوہ کی دوسری لڑائی میں وہ بادشاہ (عالم گیر) کے ہم رکاب رہا ۔

دوسرے سال جلوس عالم گیری میں شجاعت خاں کے خطاب سے [۶۰۳] سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد خواص خاں کی بجائے چناڈہ کی قلعہ داری پر مامور ہوا[3] ۔ اس کے حال کا انجام معلوم نہ ہو سکا ۔

---

۱ ۔ عالم گیر نامہ صفحہ ۱۹۹ (ب)

۲ ۔ بادشاہ نامہ (جلد دوم حصہ اول صفحہ ۱۰۱) میں ہے کہ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ دوآبہ کی فوجداری سے علیحدہ ہوا (ب)

۳ ۔ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ شجاعت خاں فوجدار مقرر ہوا بلکہ خواص خاں کی بجائے چناڈہ کا فوجدار شجاع خاں مقرر ہوا ۔ عالم گیر نامہ صفحہ ۴۱۸ (ب)

۱۳۰

سعادت خاں

ظفر خاں[1] ابن زین خاں[2] کوکہ کا لڑکا ہے کہ دونوں کے حالات اس کتاب میں علیحدہ علیحدہ درج ہیں ۔ جہانگیر بادشاہ کے آخری زمانے تک وہ ایک ہزار پانسو ذات اور سات سو سوار کے منصب پر فائز ہو کر صوبہ کابل کے تعیناتیوں میں شامل ہوا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے پانچویں سال جلوس میں اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو سوار کا اور دسویں سال جلوس شاہجہانی میں تین سو سوار کا اضافہ ہوا یہاں تک کہ (اس کا منصب) ذات اور سوار کے اعتبار سے برابر ہوگیا ۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دوہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہزادہ مرادبخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کے لیے مقرر ہوا اور بلخ کی فتح کے بعد اسے ترمذ کی قلعہداری سپرد ہوئی۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور نقارہ مرحمت ہوا[3]۔ اس کے بعد جملۃالملک سعداللہ خاں کی سفارش سے اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا ۔ ترمذ کی قلعے داری کے زمانے میں ایک رات جب کہ بخارا کے حاکم سبحان قلی خاں نے اوزبکوں اور الانوں کو جمع کرکے قلعہ مذکور (ترمذ) پر شبخون مارا تو اس نے مہتابیاں روشن کرائیں اور اپنے ماتحتوں اور متعینہ منصب داروں

---

۱ - ملاحظہ ہو مآثرالامراء جلد دوم صفحہ ۷۵۵-۷۵۶

۲ - ایضاً صفحہ ۳۶۲-۳۷۰

۳ - بادشاہنامہ جلد دوم صفحہ ۵۷۸ (ب)

کے ساتھ قلعے سے باہر آ کر [۶۱۰م] نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ صبح ہونے تک جنگ کا ہنگامہ گرم رہا اور اس نے ان کو مقابلے سے بھگا دیا اور اس بہادری کے صلے میں وہ اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ذوالقدر خان کے انتقال کے بعد غزنین کی فوجداری اور دونوں بنگشات (بالا و پائین) کے انتظام کے لیے مقرر ہوا۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ تعینات ہوا کہ جس کو بادشاہ کے حکم کے مطابق قندھار کو جانا تھا اور بادشاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) کے حکم سے صوبۂ قندھار کے مضاف قلعہ مرو میں چند آدمیوں کو چھوڑ کر خود راستے کی حفاظت کے لیے برا باغ میں مقیم ہوا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ وہ کار منصبی کو ادا نہیں کر سکتا تو تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دو فوجیں یکے بعد دیگرے اس کی کمک کے لیے روانہ ہوئیں۔

اسی سال غزنین کی فوجداری سے معزول ہوا۔ اور چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہو کر ہم عصروں میں ممتاز ہوا، اور شاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) کے ہمراہ دوبارہ قندھار کی مہم پر جانے کا ارادہ کیا۔ رخصت کے وقت خلعت اور طلائی ساز و سامان سے آراستہ گھوڑا عنایت ہوا۔

چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کابل کی صوبے داری پر سلیمان شکوہ کو تعینات کیا گیا تو اس کو شاہزادہ (سلیمان شکوہ) کے تعیناتیوں میں شامل کر دیا گیا۔ اس کے بعد دارا شکوہ کے ہمراہ قندھار کی مہم میں اس نے بہادری دکھائی۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مبارک خان نیازی کی بجائے وہ دونوں بنگشات (بالا و پائین) کی فوجداری پر متعین ہوا [۶۲م]۔

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں فتح اللہ ولد سعید خان کی جگہ قلعہ کابل کی حفاظت کے لیے مامور ہوا۔

اس کے بعد جب سلطنت پر عالم گیر کا قبضہ ہوا تو دوسرے سال جلوس عالمگیری ۱۰۶۹ ھ مطابق ۱۶۵۹ ع میں اس کے لڑکے شیراللہ[1] نے اس کو حمدهر سے قتل کر دیا۔ وہاں کے ناظم مہابت خان نے بادشاہ (عالم گیر) کے حکم کے مطابق اس (شیراللہ) کو قید کر دیا۔

۱۳۱

سیادت خان میر زین الدین علی

اسلام خان مشہدی کا بھائی ہے[2]۔ شاہجہان بادشاہ کے ابتدائی زمانے میں پہلے وہ مناسب منصب پر فائز ہوا۔ پھر چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں داروغگی داغ و تصحیحہ منصبداران کی خدمت پر مامور ہوا[3]۔ اس کے بعد جب صوبہ بنگالہ اسلام خان کے سپرد کیا گیا تو وہ بھائی کے ہمراہ اس صوبے کی طرف گیا اور خان مذکور (اسلام خان) نے میر مذکور (سیادت خان) کی سرداری میں ایک فوج کوچ ہاجو اور صوبہ مذکور کے مضافات علاقہ مورنگ میں بھیجی۔ اس علاقے کے سرکشوں سے بہت جدال و قتال رہا اور مناسب بند و بست عمل میں آ گیا۔

---

۱ - عالم‌گیر نامہ (صفحہ ۴۴۲) میں اس کا نام شیر بیگ دیا ہے (ب)

۲ - اسلام خان مشہدی کے حال کے لیے ملاحظہ ہو: مآثرالامراء جلد اول (اردو ترجمہ از محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۶۸ع) صفحہ ۱۶۵—۱۶۹ (ق)

۳ - بادشاہنامہ جلد اول حصہ اول صفحہ ۵۴۳ (ب)

گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں گزشتہ و موجودہ عہدے کے مطابق وہ ایک ہزاری ذات اور دو سو سوار کے منصب اور سیادت خان کے خطاب سے سرفراز ہوا[1] ۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب اسلام خان کو وزارت کے لیے حضور میں طلب کیا گیا تو اس کو بنگالہ کی نائب صوبہ‌داری پر مامور کر دیا گیا ۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ اور سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کی ذات میں پانسو کا اضافہ ہوا ۔

انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب اسلام خان دکن کے چار صوبوں [۱۰۵۵ھ] کی صوبہ‌داری پر مقرر ہوا یہ اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور اپنے بھائی کے ساتھ دکن میں تعینات ہوا ۔ اسی سال پرتھی راج کی بجائے قلعہ دولت آباد کی قلعہ داری اس کو ملی[2] ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا ، اور بھائی (اسلام خان) کی وفات کے بعد اس کے منصب میں پانسو ذات اور تین سو سوار کا اضافہ ہوا اور قلعے داری مذکور (دولت آباد) پر مستقل طور سے مامور ہوا ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں سے معزول ہو کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔

تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بخشی گری دوم کے عہدے پر اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور باقی خان کی بجائے مستقرالخلافہ (آگرہ) کے قلعے کی حفاظت اس کے

---

۱ ـ بادشاہنامہ جلد دوم صفحہ ۹۰ (ب)

۲ ـ عمل صالح جلد دوم صفحہ ۹ (ب)

سپرد ہوئی ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں سے تبدیل کردیا گیا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دارالخلافہ (دہلی) کی قلعے داری پر فائز ہوا ۔

اس کے بعد سلطنت پر عالم گیر بادشاہ کا عمل دخل ہوا ۔ پہلے سال میں جب بادشاہ (عالم گیر) دارا شکوہ کے تعاقب میں دارالخلافہ (دہلی) کے نزدیک پہنچا تو اس کو وہاں کے معاملات کے انتظام کے لیے مامور کیا ۔ دوسرے سال ۱۰۶۹ھ مطابق ۱۶۵۹ع میں وہ طبعی موت سے مر گیا۔ اس کے لڑکے فضل‌اللہ خاں اور بھتیجے صفی خاں ، عبدالرحیم خاں اور عبدالرحمان خاں پسران اسلام خاں کو (بادشاہ کے حضور سے) ماتمی خلعت مرحمت ہوئے ۔ [۳۶۳]

اس کے بڑے لڑکے کا نام میر فیض‌اللہ تھا[۱] ۔ جلوس عالم‌گیری کے پہلے سال میں اس کو فیض‌اللہ خاں کا خطاب ملا اور جواہر خانے کا داروغہ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد میر توزک کی خدمت سپرد ہوئی ۔ بارھویں سال جلوس عالم گیری میں جب دولت خاں کے پوتے دلدار ولد الف خاں محمد طاہر اور ملتفت خاں کے درمیان اس وقت جھگڑا ہو گیا جبکہ بادشاہ خاص اور عام (ارکان سلطنت) میں بیٹھا تھا ، اس نے نہایت پھرتی سے اس کے سر پر لاٹھی ماری۔ اس کے بعد وہ اس وجہ سے معتوب ہوا اور منصب سے معزول کردیا گیا ۔ بیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں منصب پر بحال کرکے بنگالہ میں تعینات کیا گیا ۔ کچھ دنوں کے بعد اسی صوبے میں اس کے ایک ملازم نے خنجر سے اسے ہلاک کر دیا ۔

---

۱ ۔ مآثر عالم گیری (صفحہ ۸۸—۸۹) میں فضل‌اللہ خاں ہے (ب)

۱۳۲

سید مظفر خان بارھہ و سید لشکر خان بارھہ

سید خانجہاں شاہجہانی کے لڑکے ہیں - والد کے انتقال کے وقت یہ دونوں سید شیر زماں اور سید منور کم سن تھے - ان کا بڑا بھائی سید منصور خود بخود متوہم ہو کر درگہ شاہی سے نکل گیا - شاہجہاں بادشاہ نے اس خاص عنایت کی وجہ سے کہ جو وہ خان مذکور (خانجہاں) پر رکھتا تھا، ان دونوں چھوٹے بھائیوں میں سے ہر ایک کی تربیت منظور فرما کر (ہر ایک کو) ایک ہزاری ذات اور دو سو پچاس سوار کے منصب پر مقرر فرمایا اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے معاملات کا متصدی بادشاہ کے حضور سے مقرر ہوا[۱] -

جب بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہجہاں بادشاہ دارالسلطنت لاہور سے دارالملک کابل کی طرف گیا تو اس نے دونوں کم سن جوانوں کو خان جہاں مرحوم کے داماد سید علی کے ہمراہ [۵۶۴] دارالسلطنت (لاہور) کے قلعے کی حفاظت پر مامور کر دیا - واپسی کے بعد جب بادشاہ آگرہ کی جانب تشریف فرما ہوا تو قلعۂ مذکور کی حفاظت بدستور دونوں کے سپرد رہی - جب بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ (شاہجہاں) پھر کابل گیا تو شہر لاہور کی نگرانی ان دونوں کم سن سید زادوں کے سپرد ہوئی[۲] -

جب وہ دونوں جوان ہو گئے تو بادشاہ کے حکم سے معرکہ آرائیوں میں تیزی دکھانے لگے - تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب ایک فوج میر جملہ کی سرداری میں بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر ناظم دکن کے ساتھ بیجاپور کی مہم پر روانہ ہوئی تو

---

۱ - بادشاہنامہ جلد دوم صفحہ ۳۷۳-۳۷۴ (ب)

۲ - عمل صالح جلد سوم صفحہ ۷۲

سید شیر زماں بھی گیا ۔ ابھی مہم انجام کو نہ پہنچی تھی کہ دارا شکوہ نے شاہجہاں بادشاہ کو بھکانا شروع کیا اور مددگار لشکر کی واپسی میں کوشاں ہوا ۔ بہت سے منصب دار اور سردار شاہزادے کی اجازت کے بغیر سامان بندھ کر ہندوستان (شمالی) روانہ ہوگئے ۔ صرف چند آدمی اپنی اطاعت شعاری اور سعادت مندی سے مستقل مزاج رہ کر خدمات شاہی میں کمر بستہ رہے اور انہوں نے بادشاہ کے حضور میں جانے میں دیر لگائی ۔ سید شیر زماں بھی ان ہی میں سے تھا ۔

اس زمانے میں بادشاہزادہ (اورنگ زیب) نے حصول سلطنت کا ارادہ کیا اور دریائے نربدہ کو عبور کرنے کے بعد اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور مظفر خاں کا خطاب ملا کہ اس کے والد کو بھی پہلے یہ خطاب تھا ۔ اور جنگ کے معرکوں اور ہلاکت کے موقعوں پر آگے رہا اور ثابت قدمی اور جاں‌نثاری دکھاتا رہا۔ لیکن شاہ شجاع کی جنگ کے بعد سے [۳۶۶] کہ جو جنگ کھجوہ کے نام سے مشہور ہے ، اس کے حالات معلوم نہ ہو سکے ، اس کا نام نہ زندوں کی فہرست میں ہے نہ مردوں کی ۔

لیکن سید منور کہ جو بادشاہ کے حضور کی خدمات پر مقرر تھا دارا شکوہ کی جنگ کے روز اس کی دائیں جانب کی فوج میں کہ تمام سادات اور اہل جلو اس طرف تعینات تھے ، موجود تھا ۔ عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں خان کے خطاب سے سرفراز ہو کر دکن میں تعینات ہوا اور راجا جے سنگھ کے ساتھ کہ جس نے سیوا کی مہم اور ملک بیجاپور کے تباہ و برباد کرنے میں بہت کوشش کی تھی ، بار بار مخالفوں سے مقابلہ کرکے ان پر غالب آیا ۔

اس کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور دسویں سال جلوس عالم گیری میں بادشاہزادہ محمد معظم کے ہمراہ کہ جو دکن کے انتظام کے لیے مامور ہوا تھا ، تعینات ہوا ۔ اس کے بعد بادشاہ

کے حضور میں حاضر ہوا اور بارھویں سال جلوس عالم گیری میں گوالیار کی فوجداری پر تعینات ہوا۔

اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں سبھ کرن بندیلہ کی بجائے راٹھ سہوبہ اور جلال پور کھدوسہ کی فوجداری پر مامور ہوا[1]۔ کچھ دنوں اکبر آباد کی فوجداری پر رہا لیکن شہر میں ڈاکے اور چوری کی وجہ سے بد انتظامی میں بدنام ہو گیا اور وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ کچھ عرصے کے لیے برہان پور کی حفاظت پر مامور ہوا[2]۔ وہاں اس کا لڑکا وجیہہ الدین خان قلعہ کا قلعدار مقرر ہوا۔ اتفاق سے راجا رام کے سردار کہ جن کو سید عبداللہ خان نے اپنی صوبیداری کے زمانے میں نہایت چستی کو کام میں لا کر گرفتار کیا تھا اور جو بادشاہ کے حسب الحکم قلعے میں قید تھے، ایک رات کو (ان میں سے) ہندو راؤ، بہرجی اور چند دوسرے سردار ایسے قیدخانے سے کہ جہاں سے باہر نکلنا کچھ سمجھ میں نہیں آتا، سوائے اس کے کہ محافظوں سے سازش کرلی ہو، فرار ہوگئے۔ خان مذکور اور اس کا لڑکا عتاب میں آ گئے اور منصب میں کمی ہوئی[3]۔ اس کے بعد جنجی کی مہم پر تعینات ہوا۔

اگرچہ اپنی شہرت کے مطابق اپنے پاس ساز و سامان نہ رکھتا تھا، فوج کی طرف سے ہمیشہ زیر بار رہا کرتا تھا اور ہمیشہ سرکاری امداد سے مقروض رہتا، لیکن صاحب دماغ اور مغرور تھا[4]۔

ایک روز جب بادشاہزادہ محمد کام بخش، جملۃ الملک اسد خان کے ہمراہ، جنجی کے نواح میں پہنچا اور ذوالفقار خان نصرت جنگ

---

۱ - مآثر عالم گیری از محمد ساقی مستعد خان به تصحیح آغا احمد علی (کلکتہ ۱۸۷۱ع) صفحہ ۱۶۳ (ق)

۲ - مآثر عالم گیری صفحہ ۲۲۰ (ق)

۳ - ایضاً صفحہ ۳۲۹ (ق)

۴ - ایضاً صفحہ ۳۵۶ (ق)

نے جو پہلے سے اس کا محاصرہ کیے ہوئے تھا، استقبال کیا۔ شہزادہ دیوان میں بیٹھا اور اس نے جملة الملک، نصرت جنگ اور سرفراز خان دکنی کو بیٹھنے کی اجازت دی؛ خان مذکور جو نصرت جنگ کی برابری کی امید رکھتا تھا، خلاف امید برتاؤ دیکھ کر رنجیدہ ہوا اور دیوان سے باہر چلا آیا، پھر نہیں گیا۔ اس کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہوئی۔

۱۴۳

سبل سنگھ سیسودیہ

رانا امر سنگھ کا پوتا ہے۔کچھ دنوں شاہزادہ دارا شکوہ [۳۶۸] کی ملازمت میں سرگرم رہا اور تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ مذکور (دارا شکوہ) کی سفارش سے شاہجہاں بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہو کر شاہی نوکری حاصل کی اور دو ہزاری ذات، اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا۔ پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور اسے علم عنایت ہوا اور شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ کہ جو دوسری مرتبہ قندھار کی مہم پر تعینات ہوا تھا، مامور ہوا۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ پھر مہم مذکور (قندھار) پر روانہ ہوا۔

بادشاہ نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسویں سال جلوس شاہجہانی تک زندہ رہا؛ آیندہ کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے۔ لیکن عالم گیر نامہ سے معلوم ہوتا ہے[1] کہ آسام کی جنگ میں معظم خان خانخاناں کے ہمراہ تھا۔

۱۔ ملاحظہ ہو عالم گیر نامہ صفحہ ۷۴۹ (ب)

۱۴۴

سرفراز خان دکنی

نسب و خاندان کے اعتبار سے مشہور زمانہ تھا۔ کہتے ہیں کہ قریشی نسب تھا۔ اس کے بزرگ مدینہ منورہ سے دکن میں آئے۔ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد نظام شاہی حکومت میں ملازم ہو گئے۔ اسے تقدیر کی یاوری سے سرفراز خان کا خطاب ملا اور وہ سردار ہو کر مشہور ہو گیا اور ملک عنبر کے بعد سردار اور فوجی افسر ہوا اور ملک سکندر کے لشکر کا سپہ سالار ہوا۔

جب چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں نصیری خان خاندوران قلعہ قندھار کی فتح کے لیے کہ جو استحکام اور دشوار کشائی میں [۴۹۶] اس ملک (دکن) کے مشہور قلعوں میں سے روانہ ہوا اور قصبۂ مذکور کے نزدیک پہنچا تو خان مذکور (سرفراز خان) نے قصبے اور قلعے کے درمیان فوج تعینات کی اور آتش بازی کے آلات نصب کر کے مقابلے کے لیے تیار ہو گیا اور نہایت بہادری سے حملہ کیا۔ قلعے کے اوپر سے توپ اور بندوق سے حملہ تھا اور نیچے سے جنگجو جواں مردوں پر آتش‌بازی ہو رہی تھی۔ اس طرح وہاں ایک کرۂ نار بن گیا تھا۔ خاندوراں اور اس کے ساتھیوں نے مردانگی اور شجاعت کا مظاہرہ کر کے بہت سے ذلیل دشمنوں کو ملک عدم پہنچا دیا اور کچھ لوگ کہ جن کی اجل موعود اور وقت معہود نہیں آیا تھا وہ جرأت سے فرار ہو کر اپنی جان سلامت لے گئے۔ سرفراز خان مال و اسباب لے کر نظام شاہی لشکر کے آدمیوں کے ہمراہ مقرب خان اور بہلول خان سے آ ملا کیونکہ وہ رندولہ خان عادل خانی کے ساتھ کمک کے ارادے سے قلعے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ قصبہ بادشاہی سپاہیوں کے قبضے میں آ گیا۔

جب نظام شاہی حکومت پر زوال آ گیا اور اس خاندان کی حکومت ختم ہو گئی تو اسی زمانے میں نظام شاہی سپہ سالار مقرب خان

نے کہ جس کا خطاب رستم خان دکنی تھا ، اپنی بیدار بختی کی رہنمائی پر بادشاہ (دہلی) کی اطاعت اختیار کر لی ۔ خان مذکور (سرفراز خان دکنی) بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم‌بوسی سے سرفراز ہوا اور چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا[۱]۔

شاہجہاں بادشاہ کے ہمراہ دکن سے ہندوستان پہنچا ، پھر اپنے وطن مالوف میں تعیناتی کی اجازت ملی [۴۷۰] کہ جس کی اس کو بہت تمنا تھی ۔ اس علاقے سے اس نے باہر قدم نہ رکھا ۔ ناندیر کے مضاف کا پرگنہ لوہ گاؤں اس کی جاگیر میں تھا ۔ وہاں کے ایک گاؤں بلونی کو اس نے وطن بنا لیا ، ایک عالی شان مسجد اور دوسری عمارات تعمیر کرا کے اس کو دوسرے قصبات سے زیادہ مشہور کر دیا ۔

اس ہمیشہ رہنے والی (مغلیہ) حکومت میں تیس چالیس سال سے زیادہ اس نے زندگی بسر کی ۔ اگرچہ اس نے کوئی کارنمایاں نہیں کیا لیکن وہ اپنے مرتبے سے بھی معزول نہیں ہوا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے دور حکومت میں ہمیشہ دکن میں شاہزادہ محمد اورنگ‌زیب بہادر کے ہمراہ شاہی خدمات انجام دیتا رہا ۔

جب بادشاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) دارا شکوہ سے جنگ کے ارادے سے رخصت ہوا تو اس کو پنج ہزاری اعلیٰ منصب پر فائز کیا اور خان مذکور کے مبالغے (اعتراض) کے باوجود اسے دکن کے فوجی مددگاروں کی ہمراہی اور رفاقت میں تعینات کیا ۔

جب نویں سال جلوس عالم گیری میں دکن کا ناظم مرزا راجا جے‌سنگھ ملک بیجاپور کو غارت و برباد کرنے کے لیے بڑھا تو قلعہ منگل ودے کو کہ جو دریائے بھیمرا کے کنارے بیجاپور سے سولہ کوس جریبی کے فاصلے پر ہے ، سیوا کے لشکر کے سردار

---

۱ ۔ بادشاہ نامہ جلد اول حصہ دوم ، صفحہ ۲۹۷ (ب)

نغو کی کوشش کے باجود اس نے فتح کر لیا ۔ مرزا راجا نے اودے سنگھ بھدوریہ کو قلعے کی حفاظت اور سرفراز خاں کو اس کے مضافات کی فوجداری پر تعینات کیا اور خود (مرزا راجا جے سنگھ) آگے بڑھ گیا [۱۰۷] ۔

اسی زمانے میں شرزہ خاں بیجاپوری دو ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ منگل ودھے پر آ گیا ۔ سرفراز خاں کو اگرچہ راجا نے احتیاط اور دور اندیشی کے خیال سے بہت تاکید کر دی تھی کہ اگر مخالف کی زبردست فوج اس طرف آ جائے تو ناگاہ دشمن سے جنگ اور مدافعت کی کوشش نہ کرنا اور قلعے میں محفوظ ہو جانا ۔ مگر (سرفراز خاں) حمیت و بہادری کے تقاضے سے مصلحت و تدبیر کو نظرانداز کرکے اپنی مختصر فوج سے ، کہ جو دشمن کی مدافعت کے لائق نہ تھی ، ان کا مقابلہ کر بیٹھا ۔ اس نے مردانہ جنگ کی اور دلیرانہ مقابلہ کیا ۔ ایسی کوشش اور مقابلے کا مظاہرہ کیا کہ جس سے تہوری اور جرأت ظاہر ہوتی تھی اورآخرکار اپنے سر کی بازی لگا کر کامیاب ہو گیا ۔

اس ہنگامے کے بعد اس کے لڑکے اپنے بقیہ ہاتھیوں اور فوج کے ساتھ قلعے میں داخل ہو کر محفوظ ہو گئے ۔ وہ اس حکومت میں بوڑھا آدمی تھا ۔ اس کے مزاج میں بہت سلامت روی تھی ۔ اس کی ذات سے نہ کسی کو نقصان پہنچا نہ نفع ۔

اس (سرفراز خاں) کے پانچ لڑکے تھے ۔ ان میں سے دو حسن خاں اور محمد پردل خاں سے حوصلہ مند اولاد یادگار رہی ۔ حسین خاں نے جو اپنے بھائیوں میں بڑا تھا ، باپ کا خطاب سرفراز خاں پایا اور جنگ ملکھیر میں دلیر خاں کے ساتھ عادل شاہیوں سے خوب مقابلہ کیا اور مارا گیا ۔ اس کے لڑکے مراد اللہ خاں اور برہان اللہ خاں تھے ۔

دوسرا لڑکا (محمد) عالم گیر کے آخری زمانے میں نصرت آباد سکر (ساگر) کی فوجداری پر فائز ہوا - انچاسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ معزول ہوگیا اور فوجداری مذکور (نصرت آباد) بیجاپور کی صوبیداری کے ذیل میں شامل ہو گئی اور اس پر چین قلیج خاں مقرر ہوا [۳۷۲] - آخر میں اس نے بہت پریشانیاں اٹھائیں - عالم علی خاں کی جنگ کے بعد نواب آصف جاہ نے کچھ عرصے کے لیے صوبہ دکن کی داروغگی داغ اور تصحیحہ کی خدمت پر مامور کر دیا تھا -

رنگین مزاج آدمی تھا - راقم (مؤلف کتاب) سے بہت محبت رکھتا تھا - اورنگ آباد میں اپنی طبعی موت سے اس نے وفات پائی - جب تک وہ زندہ رہا برادری کے جھگڑوں کے باوجود قصبہ بنولی اس سے متعلق رہا - اب وہ بھی جاتا رہا -

۱۳۵

سید اختصاص خاں یعنی سید فیروز خاں

سید خانجہاں بارہہ شاہجہانی کا بھتیجا اور داماد تھا - اپنے چچا کی زندگی میں ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوا - اس (خان جہاں) کے مرنے کے بعد انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور چھ سو سوار کا اضافہ ہوا اور بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں منصب داروں کے پچیس لاکھ روپے علامی سعد اللہ خاں کے پاس پہنچانے کے لیے بلخ گیا - وہاں سے واپسی پر اصل و اضافہ کے بعد اسے دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور علم عنایت ہوا - بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں خاں کا خطاب ملا ، اور سلطان محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوا - رخصت کے وقت خلعت اور نقرئی زین کے ساتھ گھوڑا مرحمت ہوا اور وہاں سے رستم خاں کے ساتھ قلیج خاں کی مدد کے لیے [۳۷۳] بست کی جانب گیا

گیا اور قزلباشوں کی جنگ میں اس نے بہت بہادری دکھائی اور بندوق کی گولی سے اس کا بازو زخمی ہو گیا ۔

چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) کے ہمراہ دوبارہ مہم مذکور (قندھار) پر روانہ ہوا اور اسے خلعت اور نقرئی زین کے ساتھ گھوڑا مرحمت ہوا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان دارا شکوہ کے ہمراہ مہم مذکور (قندھار) پر گیا۔

انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں محال خالصہ پرچ بهانڈیر اور مستقر الخلافہ محال خالصہ کے مضاف شاہزادہ پور کی فوجداری پر مقرر ہوا ، کیونکہ نجابت خان کی کم لیاقتی کی وجہ سے وہ محال ویران ہو گیا تھا اور اس کی آمدنی تین کروڑ چالیس لاکھ دام تھی ۔

اس کے بعد جب سلطنت پر عالم گیر بادشاہ کا قبضہ ہوا تو وہ مرزا راجا جے سنگھ کے ہمراہ کہ جس نے سلطان سلیمان شکوہ سے علیحدہ ہو کر بادشاہ (عالم گیر) کے حضور میں حاضری کا ارادہ کیا تھا ، آ کر حاضر خدمت ہوا اور امیر الامرا، شائستہ خاں کے ہمراہ سلیمان شکوہ کا راستہ روکنے کے لیے ہردوار کی طرف گیا ۔ سلطان شجاع کی جنگ کے بعد بنگالہ کی مہم پر تعینات ہوا ۔

دوسرے سال جلوس عالم گیری کے آخر میں جب فیروز میواتی کو خان کا خطاب ملا تو اس کو سید اختصاص خان کا خطاب مرحمت ہوا ۔ عرصۂ دراز تک صوبۂ بنگالہ مضاف گواہٹی کی تھانیداری پر کہ جو ملک آسام کی سرحد پر واقع ہے ، تعینات رہا ۔ عالم گیر بادشاہ کے دسویں سال جلوس میں جب کہ بد طینت اہل آسام نے ایک بڑی جماعت فراہم کرکے سرکشی شروع کر دی اور جبکہ مدد پہنچ نہ سکی تو خان مذکور (اختصاص خاں) نے بہادری دکھائی [۳۴۳] ، اور ۱۰۷۷ھ مطابق ۱۶۶۶-۶۷ع میں نہایت بہادری سے بادشاہی کام میں اپنی جان نثار کر دی ۔

۱۳۶

سید عزت خاں عبدالرزاق گیلانی

ابتدا میں محمد دارا شکوہ کا متوسل تھا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ مذکور (داراشکوہ) کی سفارش سے اسے عزت خاں کا خطاب ملا[1] اور وہ صوبۂ ملتان کے انتظام پر مقرر ہوا ۔ اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بہادر خاں کی بجائے دارالسلطنت لاہور کی حفاظت کے لیے مقرر ہوا ۔

جب محمد دارا شکوہ ، اکبر آباد کے نزدیک عالم گیر سے شکست کھا کر لاہور کی طرف گیا اور وہاں اس کے قدم نہ جم سکے اور وہ ملتان کی طرف چلا گیا تو وہ (عزت خاں) بھی اس کے ساتھ رہا ۔

جب شاہزادۂ مذکور (دارا شکوہ) نے استقلال کو چھوڑ کر بھکر کا راستہ لیا تو اس نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور عالم گیر کے پہنچ جانے پر اس سے آ ملا اور تین ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا[2] ۔ محمد شجاع کی جنگ میں بادشاہ کے ساتھ رہا ۔

چوتھے سال جلوس عالم گیری میں سنجر خاں کی بجائے بھکر کا فوجدار ہوا اور دسویں سال جلوس عالم گیری میں غضنفر خاں کی موت کے بعد ٹھٹہ کی صوبیداری پر فائز ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزار پانسو ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اس کے بقیہ حالات معلوم نہیں ہوئے [۷۵م] ۔

---

۱ ۔ عمل صالح جلد سوم صفحہ ۲۳۱—۲۳۲

۲ ۔ عالم گیر نامہ صفحہ ۳۰۲ میں اس کا منصب تین ہزاری ذات اور سات سو سوار کا دکھایا ہے (ب)

۱۳۵

سید امیر خاں خوافی

سید میر نام ، شیخ میر کا چھوٹا بھائی ہے ۔ جب عالم گیر بادشاہ ، دارا شکوہ کی پہلی جنگ کے بعد اکبر آباد سے شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہوا، اور اثناء راہ میں مراد بخش کو جس کے حالات سے سر کشی کا اندازہ ہو رہا تھا ، گرفتار کرکے قلعہ شاہجہاں آباد میں بھیج دیا ، تو اس (امیر خاں) کے زیادہ اعتماد کی وجہ سے اس کو وہاں کی قلعے داری ، خلعت، گھوڑا، امیر خان کا خطاب ، سات ہزار روپیہ انعام اور اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا۔

پہلے سال جلوس عالم گیری میں بادشاہ کے حسب الحکم اس نے مرادبخش کو گوالیار کے قلعے میں پہنچایا اور پھر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا ۔ جب اجمیر کے نواح کی جنگ میں شیخ میر (اس کا بھائی) بادشاہی خدمت میں مارا گیا تو اصل و اضافہ کے بعد وہ چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

تیسرے سال جلوس عالم گیری میں ایک شائستہ فوج کے ہمراہ بیکانیر کے زمیندار راؤ کرن کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا کہ جو شاہجہاں بادشاہ کے زمانے سے دکن کے تعیناتیوں میں تھا۔ اور جس زمانے میں کہ عالم گیر بادشاہ اور دارا شکوہ کے درمیان جھگڑے شروع ہوئے تو (راؤ کرن) شاہی حکم کے بغیر دکن سے چلا گیا اور اپنے وطن میں مقیم ہو گیا ۔ (امیر خاں) بیکانیر کے حدود میں پہنچنے کے بعد راؤ مذکور (کرن) کو کہ جو معذرت کے لیے اس کے پاس آیا تھا ، بادشاہ کے حضور میں لایا ۔

چوتھے سال جلوس عالم گیری میں اسے مہابت خاں کی بجائے کابل کی صوبیداری ، خلعت ، شمشیر خاصہ ، مرصع جمدھر مع

علاقہ مروارید، [۶۷۰] عراق گھوڑا ، فیل خاصہ اور اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب ملا کہ جن میں سے ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے - چھٹے سال جلوس عالم گیری میں جب بادشاہ کشمیر سے لاہور واپس آیا تو بادشاہ کے حسب طلب وہ حضور میں حاضر ہوا - کچھ عرصے کے بعد تعلقہ مذکور کی اجازت ملی -

آٹھویں سال جلوس عالم گیری میں دوبارہ بادشاہ کے حسب الحکم حضور میں پہنچا اور شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوا - اس کو اجازت ملی اور وہ کابل کو واپس گیا۔ گیارھویں سال جلوس عالم گیری میں وہاں سے معزول ہو کر بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور اس نے کسی وجہ سے منصب سے استعفا دے دیا اور دارالخلافہ (دہلی) میں اقامت پذیر ہو گیا -

تیرھویں سال جلوس عالم گیری ۱۰۸۰ھ مطابق ۷۰-۱۶۶۹ع میں وہ وفات پا گیا - چونکہ وہ لاولد تھا اس لیے اس کے بھتیجوں یعنی شیخ میر خواف کے لڑکوں کو ماتمی خلعت دیے گئے اور ماتم ختم ہوا -

۱۳۸

سربلند خان خواجہ رحمت اللہ

نجابت خان[۱] مرزا شجاع کا بھانجا ہے - اس کے خاندان کی رعایت کی بنا پر مناسب منصب پر فائز کیا گیا - بادشاہ شاہجہان بذات خود اس کو پہچانتا تھا - چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں میر توزک کے عہدے پر سرفراز ہوا -

---

۱ - ملاحظہ ہو مآثرالامرا جلد سوم صفحہ ۸۲۱-۸۲۸ (ق)

چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ قندھار کی مہم پر تعینات ہوا اور ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور دو سو پچاس سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ایک سو پچاس سوار [۱۵۰] کا اضافہ ہوا اور تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب اور سر بلند خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا[1]۔ اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسد خاں کی بجائے آختہ بیگی کے عہدے پر اور اس کے بعد توپ خانے کی داروغگی پر مقرر ہوا اور اس کے منصب میں ایک سو سوار کا اضافہ ہوا۔

بعد ازاں جب زمانے نے دوسرا رنگ اختیار کیا اور عالم گیر کی فتوحات ہوئیں (عالم گیر تخت سلطنت پر قابض ہوا) تو وہ سموگڑھ کی جنگ کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور پہلے سال جلوس عالم گیری کے بعد وہ مندسور کی فوجداری پر مامور ہوا۔ چھٹے سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا[2]۔

نویں سال جلوس عالم گیری میں محمد معظم کے ہمراہ گیا کہ جو شاہ ایران کے آنے کی خبر سن کر دارالملک کابل کی جانب روانہ ہوا تھا۔ دسویں سال جلوس عالم گیری میں شہزادہ مذکور (محمد معظم) کے ہمراہ روانہ ہوا کہ جو دکن کے صوبوں کے انتظام پر مقرر ہوا تھا[3]۔ بارھویں سال جلوس عالم گیری میں وہاں سے آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ چونکہ بادشاہزادہ مذکور (محمد معظم) کی چند حرکتیں، جو بادشاہ کے خلاف مزاج تھیں،

---

۱ - ملاحظہ ہو عمل صالح جلد سوم صفحہ ۲۰۰
۲ - عالم گیر نامہ صفحہ ۸۱۷ (ب)
۳ - مآثر عالم گیری صفحہ ۶۰ (ق)

منی گئیں ، اس کی ماں نواب بائی ، بادشاہ کے حسب الحکم اس کو تنبیہ کرنے کے لیے روانہ ہوئی ۔ تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں سربلند خاں ، بائی مذکور کو پہنچانے کے لیے مقرر ہوا ۔ واپسی کے بعد فیض اللہ کی بجائے اس کو قوش بیگی (میر شکار) کی خدمت پر تعینات کیا گیا ۔ پندرھویں سال جلوس عالم گیری میں نامدار خاں کی بجائے اکبرآباد کی صوبیداری پر مامور ہوا ۔ [۳۷۸]

اس کے بعد اس کو ہمت خاں کی بجائے بخشی گری دوم کا عہدہ ملا ۔ اس کے ساتھ دفتر والا شاہی (بادشاہ کے حفاظتی خدمت گاروں کا دستہ) کا سررشتہ بھی اس سے متعلق رہا ۔ سترھویں سال جلوس عالم گیری میں جب یوسف زئی کی مہم میں شجاعت خاں رعد انداز خاں اپنے آقا (بادشاہ) کے کام میں مارا گیا تو اس (سربلند خاں) کو مناسب فوج کے ساتھ پشاور پر تعینات کیا گیا ۔ اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب شیخ میرخوافی کا لڑکا شمشیر خاں میر یعقوب ، افغانوں کی جنگ میں کام آ گیا تو اس (سر بلند خاں) کو کثیر فوج کے ساتھ مناسب مصلحتوں کے مطابق اس کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا ۔ پھر وہ کسی سبب سے عتاب میں آ گیا اور منصب سے معزول کر دیا گیا ۔ کچھ عرصے کے بعد وہ اپنے منصب پر بحال ہو گیا ۔

اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب اس کی والدہ آئی بیگم کہ جو مرزا شاہ رخ کی لڑکی تھی ، مر گئی تو اس کو نامدار خاں حضور میں لایا ۔ اسے خلعت مرحمت ہوا اور ماتم ختم ہوا ۔ بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ جودھ پور کو راٹھوروں کے قبضے سے نکالنے کے لیے مامور ہوا کہ جو نافرمان ہو گئے تھے ۔

تیئیسویں سال جلوس عالم گیری ، ۱۰۹۰ھ مطابق ۱۶۸۰ء میں طویل علالت کے بعد اس کا انتقال ہو گیا[1] ۔

۱۳۹

سیف خاں

تربیت خاں حبشی شاہجہانی[2] کا لڑکا سیف الدین محمود ہے کہ حس کا عرف فقیر اللہ ہے [۹۷۳] ۔ ہمیشہ بادشاہ کے حضور میں حاضر رہا کرتا تھا ۔ بادشاہ ہمیشہ اس کو پہچانتا تھا اس لیے شاہانہ نظرعنایات سے فیضیاب ہوتا رہتا تھا اور تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلاح خانے کی داروغگی اور سات سو ذات ور سو سوار کے منصب پر مقرر ہوا ۔ جس زمانے میں کہ بڑی شان و شوکت سے مہاراجا جسونت کا مالوہ پر تقرر ہوا تو اس کے منصب میں مناسب اضافہ ہوا اور وہ اس لشکر کے ہمراہ متعین ہوا ۔

جب راجا جسونت سنگھ غرور و تکبر کی بنا پر عالم گیر کے مقابلے پر آ گیا اور جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا اور بالآخر مشہور سرداروں کی ایک جماعت کو قتل کرنے کے بعد فرار ہوگیا تو بہت سے لوگ بھاگ گئے ، اور ایک جماعت اپنی قسمت کی یاوری سے دشمن سے علیحدہ ہو کر بادشاہ عالم گیر کے حضور میں حاضر ہوئی۔ خان مذکور (سیف خاں) اس جماعت میں تھا ۔ شاہانہ نوازشوں سے فیض یاب ہوا ۔ ایک ہزار پانسو ذات اور سات سو سوار کا منصب اور سیف خاں کا خطاب ملا[3] ۔

---

۱ ۔ ۴ ذی الحجہ ۱۰۹۰ھ (۶ جنوری ۱۶۸۰ء) کو فوت ہوا (مآثر عالم گیری صفحہ ۱۸۷) (ق)

۲ ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء جلد اول (اردو ترجمہ) صفحہ ۳۸۱-۳۸۳ (ق)

۳ ۔ عالم گیر نامہ صفحہ ۸۷ (ب)

دارا شکوہ کی جنگ میں اس نے بہادرانہ کارگزاری دکھائی ، اس کا اعتبار بڑھا اور اس پر نوازش ہوئی اور داروغگی جلو اور آختہ بیگی کی خدمات پر فائز ہوا ۔ شجاع کی لڑائی میں جب راجا جسونت سنگھ نے کہ دائیں جانب کی فوج کا سردار تھا ، مخالفانہ رویہ اختیار کیا اور اس نے دھوکا دیا تو اسلام خاں بدخشی جو دائیں جانب کا ہراول تھا ، اس کی جگہ مقرر ہوا [۴۸۰] ۔ سیف خاں کو اکرام خاں کے ساتھ اس کا ہراول بنایا گیا ۔

اتفاق سے عین معرکہ آرائی کے وقت اسلام خاں کی سواری کا ہاتھی ایک بان کے زخم سے بھاگ کھڑا ہوا ۔ اس لشکر میں بدنظمی ہو گئی ۔ اکثر آدمیوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور استقلال نہ دکھا سکے ۔ سیف خاں وغیرہ چند آدمی اکرام خاں کے ساتھ ٹھہر سکے اور انھوں نے مردانہ کارگزاری دکھائی ۔ اس فتح کے بعد یا تو اچھی خدمات کے عوض امید کے موافق صلہ نہ پایا یا کسی دوسری وجہ سے گوشہ نشینی کا ارادہ کر لیا ۔ منصب اور خدمت سے معزول ہوا ۔ کچھ عرصے کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

جب دوسرے سال جلوس عالم گیری میں دارا شکوہ اپنے لڑکے سپہر شکوہ کے ہمراہ دارالخلافہ (دہلی) پہنچا اور سیف خاں کی کوشش سے اکیس ذی الحجہ ۱۰۶۹ھ مطابق ۳۰ اگست ۱۶۵۹ع کو اس (دارا شکوہ) کا کام تمام ہو گیا اور دوسرے روز سپہر شکوہ کو (بادشاہ کے) حسب الحکم گوالیار کے قلعے میں لے جا کر اس مضبوط قلعے کے محافظوں کے سپرد کر دیا اور وہ خود مستقرالخلافہ (آگرہ) کو واپس آ گیا اور بادشاہی فرمان کے مطابق مخلص خاں کی بجائے وہ وہاں کی صوبیداری پر مقرر ہوا کیونکہ (مخلص خاں) بنگالہ پر تعینات ہو چکا تھا[1] ۔

---

۱ ۔ عالم گیر نامہ صفحہ ۴۳۲ (ب)

چونکہ کارگزاری کے ناز اور سپاہ گری کے غرور کی وجہ سے وہ تند مزاج اور بے پروا تھا اور سرداروں کے رتبے کی پروا نہیں کرتا تھا اور بادشاہ کی مرضی کے خلاف (باتوں) سے بھی نہیں ڈرتا تھا، اسی لیے کسی خطا پر نوکری سے برطرف ہو گیا اور قصبہ سرہند میں گوشہ نشینی اختیار کر لی [۱۰۸۰]۔

بارھویں سال جلوس عالم‌گیری میں ازسرنو اس پر شاہانہ نوازش ہوئی اور اپنے سابقہ منصب پر بحال ہو گیا۔ جب چھٹے سال جلوس عالم گیری میں کشمیر کے دل کشا میدان کو بادشاہ نے اپنے جلوے سے پر نور کیا تو خان مذکور (سیف خان) اسلام خان کی بجائے وہاں کی حکومت پر مقرر ہوا۔ اس نے اپنی اظہار کارگزاری اور خدمات کی وجہ سے ایام حکومت کو سستی اور بیکاری میں نہیں گزارا، بلکہ نہایت ہوشیاری اور دلیری سے ولایت پس روز متواتر جنگ کرکے اسکردو کو قبضے میں کر لیا حالانکہ چند مقامات پر راستے کی دشواری کی وجہ سے بغیر زینے کے عبور کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ اس کے بعد ملک گلگت اور برشال کو بھی بادشاہی ممالک میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد ملک تبت (کلاں) میں دین اور اشاعت اسلام کے لیے مناسب تدابیر اختیار کیں، جہاں قدیم زمانے سے کفر و ضلالت کا دور دورہ تھا اور وہاں کے حکام کسی وقت بھی سلاطین اسلام کے مطیع نہیں ہوئے تھے۔

آٹھویں سال جلوس عالم گیری میں وہاں کے زمیندار دلدل بمحل[۱] (دلائی لامہ) کے نام حق پرستی کی علامات کو مروج کرنے کے لیے شاہی فرمان پہنچا۔ محمد شفیع منصب دار کو اپنے چند ملازمین کے ہمراہ اس فرمان کو لے کر (سیف خان نے) بھیجا۔ زمیندار

۱۔ عالم گیر نامہ صفحہ (۹۲۳—۹۲۴) میں دلم نمجل اور مآثر عالم گیری (صفحہ ۵۲) میں دلدل مجمل دیا ہے (ب)

مذکور نے اطاعت و فرماں برداری قبول کی ۔ شاہی خطبہ پڑھا گیا، بہت سے چاندی اور سونے کے [۳۸۲] عالم گیری سکے بنوائے اور مسجد کی تعمیر کا حکم دیا اور سونے کی کنجیوں کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں پیش کش بھیجی کہ جس سے اس ولایت کا سپرد کرنا مراد ہے ۔

جب خان مذکور کی قابلیت و ذہانت کا بادشاہ کو یقین ہو گیا تو بادشاہ کی طرف سے اس کے منصب اور سواروں میں اضافہ ہوا ، اور نویں سال جلوس عالم گیری میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور ملتان کا ناظم مقرر ہوا ، اور دسویں سال جلوس میں معزول ہو کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ بارھویں سال جلوس عالم گیری میں دوبارہ کشمیر کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔ چودھویں سال جلوس عالم گیری میں بے اعتدالی کی وجہ سے کہ جو اس کے مزاج کا جزو تھی، منصب سے بر طرف ہو کر گوشہ نشیں ہو گیا ۔ پندرھویں سال جلوس عالم گیری میں پھر ملازمت اور منصب پر فائز ہوا[1] ۔

اس کی تقدیر کی یاوری نے اس کی ملازمت کو ایسا مستحکم کیا تھا کہ باجودیکہ وہ عالم گیر بادشاہ کی منشا کے خلاف حرکتیں کرتا تھا، اور بادشاہ عالم گیر غیرت کی وجہ سے غیور پسند نہ تھا ، قدیم اور جدید امرا ذرا سے تکبر اور غرور کی وجہ سے معزول کر دیے جاتے تھے اور پھر ان کا کوئی پوچھنے والا نہ ہوتا تھا ۔ مگر اس (سیف خاں) کو تنبیہ کی غرض سے منصب سے معزول کیا جاتا تھا اور اسی حالت پر نہیں چھوڑا جاتا تھا (بلکہ منصب بحال کر دیا جاتا تھا) عجب نہیں اگر خان مذکور (سیف خاں) ان بے پروائی کے طریقوں کو اختیار نہ کرتا تو امارت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوتا ۔

---

۱ ۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۱۱۸ (ب)

مختصر یہ کہ کچھ عرصے کے بعد پھر نوازش شاہانہ سے سرفراز ہوا ، اور پھر گوشہ نشین [۳۸۳] ہو گیا ۔ اکیسویں سال جلوس عالمگیری میں بہار کی صوبے داری پر روانہ ہوا۔ اس کے بعد الہ آباد کی صوبیداری پر مامور ہوا ۔ وہاں انہائیسویں سال جلوس عالمگیری کے شروع ، ۱۰۹۵ھ مطابق ۱۶۸۳ع میں فوت ہوگیا[1] ۔

آزاد خیال اور بے نظیر انسان تھا ۔ قابل شخص تھا ۔ شاعری سے دل چسپی رکھتا تھا ۔ ناصر علی اس کی آزادی و استغنا کے باوجود اس کی صحبت کا دلدادہ تھا ۔ چنانچہ کہتا ہے :

گفت و گوئے طوطی از آئینہ می خیزد علی
گر نباشد سیف خان ما را نفس درکار نیست

راگ اور نغمے کے فن میں بہت ماہر تھا ۔ رسالہ راگ درپن کے قواعد اور تقسیم میں اضافہ کرکے اس کو نئی تالیف بنا دیا۔ جو (راگ درپن) مانک سوہل کا ترجمہ ہے کہ جس کو قدیم موسیقاروں نے تصنیف کیا ہے۔ سرہند کے نزدیک ایک جگہ سیف آباد، آباد کرکے اس کو اپنا وطن قرار دیا ۔ اس کی قبر بھی وہیں ہے ۔

عالم گیر بادشاہ کے آخری زمانے میں اس کے لڑکے کو باپ کا خطاب (سیف خاں) ملا اور تل کوکن کی فوجداری ، اعظم نگر مل گاؤں کی قلعہ داری اور سات گاؤں کی تھانیداری عنایت ہوئی ۔ جب خدمات مذکور بیجاپور کی صوبیداری کے ذیل میں چین قلیچ خاں بہادر کے سپرد ہوئیں ، تو وہ صوبہ مذکور کی نیابت پر مقرر ہوا اور انچاسویں سال جلوس کے شروع میں چین قلیچ خاں کی بجائے وہی خدمات اس کے سپرد ہوئیں اور اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا [۳۸۴] اور اس کا منصب ایک ہزار تین سو سوار کا ہوگیا ۔

---

۱ - ۲۵ رمضان ۱۰۹۵ھ (۶ستمبر ۱۶۸۴ع) کو فوت ہوا ۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۲۴۷ (ق)

عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد شاہزادہ محمد کام بخش کی استادی کے تعلق کی وجہ سے وہ اس کا رفیق ہوا کہ تیراندازی کے فن میں اس کا استاد تھا۔ اسے نقارہ اور علم مرحمت ہوا۔ جب وہ دیوانہ شاہزادہ (محمد کام بخش) اپنی بد عقلی اور بے ہوشی سے خودغرض چغل خوروں کے کہنے سے کچھ خدمت گزار سرداروں بالخصوص احسن خاں میر ملنگ سے کہ جو فوج کا سردار اور با اختیار امیر تھا ، بدظن ہوا ، اور ہر ایک پر عتاب کرنا شروع کیا ، سیف خاں کو بے اخلاصی کے جرم میں قید کر دیا ۔ اس کے اس رقعے کی وجہ سے اپنے سامنے ہاتھ کٹوانے کا حکم دیا کہ جو اس نے حیدرآباد آنے کے وقت وہاں کے ناظم رستم دل خاں کے جواب میں لکھا تھا کہ جو کچھ ولی نعمت (شاہزادہ کام بخش) کے ہمراہیوں کے ساتھ سلوک کے متعلق پوچھا گیا ہے وہ احسن خاں کی مرضی کے مطابق ہے ۔ اس بیچارے نے بہت عاجزی سے عرض کیا کہ اس رقعے کا مضمون تو حضور کی ہواخواہی پر دلالت کرتا ہے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ ہاتھ کٹ جانے کے بعد اس مظلوم نے بیباکی سے زبان کھولی اور کہا یہ کم اصلی تیری ماں کی طرف سے ہے ۔ اس ہاتھ سے جس کو تو نے بے قصور کٹوایا ہے ، میں نے تجھ کو تیر اندازی سکھائی ۔ اس بے باک ظالم نے کہا اس کی زبان بھی نکال لی جائے ۔ ان ہی زخموں سے وہ مر گیا[1] [۳۸۵] ۔

۱۵۰

سیف‌اللہ خاں میر بحر

عالم گیر کے زمانے میں میر بحر کا عہدہ دار اور نوارے (بیڑے) کا داروغہ تھا ۔ عرصۂ دراز تک اسی خدمت پر مامور رہا۔ بادشاہ کے دکن پہنچنے کے بعد 'خان' کا خطاب ملا ۔ اٹھائیسویں

---

۱ - یہ بیان خافی خاں جلد دوم (صفحہ ۶۱۰—۶۱۳) سے ماخوذ ہے (ق)

سال جلوس عالم گیری میں اس عہدے سے معزول ہو گیا ۔ اس کے بعد میر توزک کی خدمت پر مامور ہوا ۔ انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں مر گیا[1] ۔

جب شاہ عالم بہادر اجمیر سے محمد اکبر کے تعاقب میں روانہ ہوا تو وہ بادشاہ کے حضور سے جنگ کے کچھ احکام بادشاہزادے کو پہنچانے کے لیے مامور ہوا ۔ جب (وہاں سے) واپس آیا تو معلوم ہوا کہ شاہزادے نے بطریق انعام اس کو کوئی چیز نہیں دی تو بادشاہ کے حضور سے اس کو پانچ ہزار روپیہ عنایت ہوا ، اور حکم ہوا کہ مذکورہ رقم بادشاہزادے کی نقد تنخواہ سے وضع کر لی جائے[2] ۔ گویا اس طرح سے سلطنت کے دستور العمل کی (شاہزادے) کو تعلیم دی گئی کہ پیام لانے والوں پر نوازش کرنا بھیجنے والوں کی بزرگی کا اعتراف ہے اور جب کہ بادشاہ کی طرف سے پیغام آیا تب تو اس کی عظمت ظاہر ہے ۔

اس کا بڑا لڑکا میر اسداللہ نہایت پرگو ، بے باک اور جنون کی کیفیت سے خالی نہ تھا ۔ اس میں دروغ و فریب آمیز تصنع بہت تھا ۔ ایک خطا کے سبب سے اس پر عالم گیر کا عتاب ہوا ۔ اس کو مکہ معظمہ بھیج دیا ، حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ پانصدی کے منصب پر فائز ہو کر عزت حاصل کی [۳۸٦] ۔

قلعہ کھلنا کے محاصرے میں کارگزاری اور متصدوری کے تحت مورچوں پر پہنچتا تھا اور خبریں لاتا تھا ۔ اس پر شاہانہ نظر کرم ہوئی ۔ باپ کا خطاب 'خان' ملا ، منصب میں اضافہ ہوا ۔ 'میر بحرکل' کی خدمت پر فائز ہوا اور شادکام ہوا ۔ اس کے بعد میر توزک کا عہدہ ملا ۔ قلعہ واکنکیرہ کی فتح کے روز اس کے ہاتھ میں بندوق

---

۱ ۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۲۷۵ (ق)
۲ ۔ ایضاً صفحہ ۲۰۷

کی گولی لگی ، جس کے صلے میں ایک سو اشرفیاں عنایت ہوئیں[۱] ۔

بہادر شاہ اول کے زمانے میں اپنے دیوانے پن سے نامعقول حرکت کر بیٹھا اور ذوالفقار خاں امیرالامرا کے مقابلے پر آ گیا ۔ (یہ ایسا ہی تھا) کہ گھاس کے تنکے کا ہوا میں پہاڑ کی بلندی کی برابری کرنا ہوا کے طمانچے سے اپنے وجود کو نیست و نابود کردینا ہے، اور پانی کے قطرے کا دریا کی وسعت سے مقابلہ کرنا اور فنا کی موجوں میں اپنے آپ کو ختم کر دینا ہے ۔ چنانچہ اس (اسداللہ خاں) نے اس معاملے میں ٹھوکر کھائی اور ذلیل و خوار ہو کر فرار ہوا ، اور سرکشی کی بنا پر شاہزادہ کام بخش کی وکالت کے نام سے کہ جو حیدرآباد میں سلطنت کا مدعی ہو کر (تخت دہلی کی) مخالفت کر رہا تھا ، راجا جے سنگھ اور راجا اجیت سنگھ کے پاس پہنچا کہ جو بادشاہ کے حضور سے بھاگ کر فتنہ و فساد برپا کر رہے تھے اور ان سے یہ معاہدہ ہوا کہ اگر شاہزادہ گونڈوانہ کے راستے سے اس سمت کا ارادہ کرے تو پندرہ ہزار راجپوت سوار نربدا تک استقبال کریں گے ۔ بہادر شاہ کے دکن سے واپس آنے تک ہم سب مل کر جائیں گے ، اور دارالخلافے میں ہم اس (کام بخش) کو تخت نشین کردیں گے [۳۸۷] اور پچاس ہزار سوار جمع کرکے مقابلہ کریں گے ۔ اس معاملے میں مہر کراکے ان کی دستاویز لے لی اور (شہزادے سے) حسن عقیدت اور ہواخواہی کے اظہار کے لیے کہ اس نے ایسی بڑی خدمت انجام دی ہے ، اس کے پاس بہت جلد روانہ ہوا ۔ دیو گڑھ اور چاندا کے راستے سے حیدر آباد کو گیا ۔ حقیقت میں آسمان ایک عظیم پریشانی میں پڑ گیا ۔ زمانے کو ایک عجیب آشوب و انتشار میں ڈال دیا لیکن اس کے نصیبے اور قسمت کی برگشتگی نے کام نہیں بننے دیا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری صفحہ ۵۰۵ و خافی خاں جلد دوم صفحہ ۵۳۸ (ق)

جیسے ہی شاہزادے کو اس کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اس (شہزادے) نے اس کے آنے کو مکاری اور فریب پر محمول کیا اور یقین کر لیا کہ اس میں بادشاہ بہادر شاہ اول کی سازش ہے۔ جواب دیا کہ تمہاری خیرخواہی کا پھل یہاں سوائے عذاب و سیاست کے کچھ نہیں ہے۔ تمہاری کوشش ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا ہے۔ جب اس نے انتہائی منت و سماجت کی تو اس کے حرج کے لحاظ سے روزینہ تو مقرر کر دیا مگر اپنے سامنے نہ بلایا۔

میں اس کریم الاخلاق بادشاہ (بہادرشاہ) کے عفو و حلم پر ناز کرتا ہوں کیونکہ اس کی شان میں آیہ رحمت ہے۔ اس جیسا عالی حوصلہ اور بخشش کرنے والا سلاطین ماضیہ میں کوئی دوسرا نہیں ہوا ہے۔

جب خان مذکور (اسداللہ خان) کام بخش کی جنگ کے بعد خانخانان کے ذریعے سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو اس کی خطائیں معاف کر دی گئیں اور قدیم منصب پر فائز کرکے پانچ ہزار روپیہ سالانہ مقرر ہو گیا۔

جب وہ جاہ (عزت) کی وجہ سے نوکری کا پابند ہوا اور فرخ سیر کے زمانے میں امیرالامرا کے ہمراہ دکن آیا اور اس علاقے کا ازسرنو میر بحر مقرر ہوا، باوجودیکہ وہ سردار (امیرالامرا) کا مصاحب ہو گیا تھا [۸۸-م] لیکن ذلت اور ادبار کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کے بعد اس فیاض سردار (امیرالامرا) کی تجویز سے بادشاہ کے حضور میں داروغگی داغ اور تصحیحہ کی خدمت پر مقرر ہوا۔ شہنشاہ زماں (محمد شاہ) کے زمانے میں بھی کچھ عرصے تک اس خدمت پر تعینات رہا۔ وقت مقررہ پر فوت ہو گیا۔

اس کا بھائی لیاقت خان رنگین مزاج امیر زادہ، خوش طبع اور نیک طبعیت تھا۔ ہر بات میں بھائی کا مخالف تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے باپ دادا کے طریقے پر امامیہ مذہب تھا اور سیف اللہ خان سنی تھا اور متعصب۔

۱۵۱

سید عبداللہ خان بارھہ

عرف سید میاں ہے ۔ شروع میں شاہ عالم بہادر کا نوکر ہوا اور روح‌اللہ خاں کے ساتھ کوکن کی مہم پر تعینات ہوا۔ چھبیسویں سال جلوس عالمگیری میں ایک ہزاری ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر شاہی ملازم ہوا ۔ انھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں شاہزادہ مذکور (شاہ عالم) کے ساتھ حیدرآباد کے والی ابوالحسن کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا ۔ اس جنگ میں اس نے نمایاں کارگزاری دکھائی اور زخمی ہو کر سرخرو ہوا[۱] ۔

جس دن کہ وہ فوج کے پچھلے محافظ دستے پر مقرر تھا اور سخت جنگ ہوئی تو اس نے مقابل فوج کو اپنے سامنے سے بھگا دیا اور دائیں بائیں لوگوں کی مدد کو پہنچا اور جب شاہزادہ شاہ عالم کے دیوان بندرابن کو دشمن کے آدمیوں نے زخمی کر دیا اور اس کے ہاتھی کو آگے [۳۸۹] ہنکا لے جا رہے تھے تو اس نے ان پر حملہ کر دیا اور نہایت کوشش و مردانگی سے دیوان مذکور کو رہائی دلائی اور اپنے ساتھ لایا ۔

جب بیجاپور کے محاصرے کے زمانے میں شاہزادہ مذکور (شاہ عالم) باپ (عالمگیر) کے سامنے بد خواہی سے متہم ہوا اور اس کے بعض رفیقوں کو شہر بدر ہونے کا فرمان صادر ہوا تو اس کے لیے نہایت سختی کے ساتھ حکم تھا کہ قید کر دیا جائے ۔ آخر روح‌اللہ خاں کی سفارش سے بطور نظربند ، خان مذکور (روح‌اللہ خاں) کے سپرد ہوا اور آہستہ آہستہ اس کی کوشش سے اس کی خطائیں معاف ہو گئیں ۔

---

۱ ۔ خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۰۳ (ق)

جب گولکنڈہ کے محاصرے کے زمانے میں روح اللہ خاں بیجاپور سے بادشاہ کے حسب طلب حضور میں پہنچا تو وہ (عبداللہ خاں) وہاں خان مذکور (روح اللہ خاں) کا نائب رہا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ وہاں کی صوبیداری پر سرفراز ہوا۔

اس کے بعد بتیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب کہ سنبھا بھونسلہ کے بھائی راما کے قلعہ راہیری گڑھ سے کہ جس کا ذوالفقار خاں محاصرہ کیے ہوئے تھا، فرار ہونے کی اور والیٔ مذکور (ابوالحسن) کے قلعے میں پناہ لینے کی اطلاع ملی تو اس (عبداللہ خاں) کے نام حکم صادر ہوا کہ اس کی تلاش کرے اور اس کو قید کر لے۔ عبداللہ خاں نے حکم کی تعمیل کی۔ تین شب و روز یلغار کرتا ہوا موقع پر اس کے پاس جا پہنچا اور اس کے اکثر معتبر سرداروں کو گرفتار کر لیا لیکن خود راما نکل گیا۔ اگرچہ اس نے بڑا کام کیا تھا مگر اس وجہ (راما کے فرار) سے بادشاہ کی طبیعت پر اچھا اثر نہ ہوا۔ اس لیے باوجود کہ مذکورہ قیدیوں کے لیے تاکیدی حکم صادر ہوا کہ قلعہ (بیجاپور) میں قید رکھا جائے [۶۰۹] مگر پھر بھی ان میں سے چند آدمی ایسے (مضبوط) جیل خانے سے فرار ہو گئے تو اس (عبداللہ خاں) کو اسی سال بیجاپور کی صوبیداری سے معزول کر دیا گیا۔ تینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں سردار خاں کی بجائے ناندیر کا فوجدار مقرر ہوا۔ وقت مقررہ پر فوت ہو گیا۔

اس کے لڑکے بہت تھے۔ ان میں سے دو لڑکے نہایت لائق ہوئے۔ ایک قطب الملک عبداللہ خاں، دوسرا امیرالامرا حسین علی خاں اور بقیہ میں سے سید نجم الدین علی خاں۔ ہر ایک کے حالات اس کتاب میں علیحدہ علیحدہ درج ہیں۔

۱۵۲

سردار خاں

سردار بیگ نام ، باقی خاں قساق چیلہ کا لڑکا ہے کہ جس کے حالات لکھے جا چکے ہیں[۱]۔ یہ شخص اپنی تقدیر کی یاوری سے عالم گیر کے زمانے میں شاہانہ نوازش سے فیضیاب ہوا ۔ مناسب منصب اور اہتمام خاں کے خطاب سے مشہور ہوا ۔ جب عالم گیر بادشاہ حسن ابدال کی جانب گیا تو دارالخلافہ (دہلی) کی عمارت کی داروغگی اس کے سپرد ہوئی[۲] ۔ اس کے بعد شاہی لشکر کی کوتوالی پر فائز ہوا اور زمانۂ دراز تک اس خدمت پر ہندوستان اور دکن میں فائز رہا ۔ اگرچہ ہمیشہ سفر میں رہا اور (بادشاہ کی نظر میں) اس کا اعتماد و اعتبار خوب بڑھ گیا ۔ اور جب شہر اورنگ آباد میں بادشاہ جلوہ افروز ہوا تو کچھ عرصے تک اس عظیم‌الشان شہر کی شہرپناہ کی تعمیر کے انتظام میں [۱۰۹۴] مشغول رہا ۔

اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ سیف‌اللہ خاں کی بجائے نوارے (بیڑے) کا داروغہ مقرر ہوا ۔ چونکہ اس کی تجربہ کاری اور بہی خواہی کا بادشاہ کو یقین تھا اس لیے جنیر کے کچھ کارخانوں کا انتظام بھی اس کے سپرد ہوا ۔ انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں شاہنشاہی حرم سرا کی نگرانی خدمت خاں کی بجائے اس کے سپرد ہوئی ۔

چونکہ کوتوالی کے ذیل میں منڈی کی کروڑ گری بھی تھی ، گلکنڈہ کے محاصرے کے زمانے میں مسلسل بارش ہونے کی وجہ سے دریائے مانجرا اور دوسری ندیوں میں طغیانی آ گئی تھی ، اس لیے

---

۱ - ملاحظہ ہو مآثرالامرا جلد اول (اردو ترجمہ) ۴۲۳—۴۲۵ (ق)

۲ - مآثر عالم گیری صفحہ ۱۳۲ (ق)

ـہ کا پہنچنا ناممکن ہوگیا ۔ بازار میں قحط کی سی حالت پیدا ہوگئی
ھی ۔ حیدرآباد اور لشکر دونوں جگہ لوگ کثرت سے مر رہے تھے۔
اہی دولت خانے کے چاروں طرف سے روزانہ بھنگی صبح سے
ام تک مردے اٹھا اٹھا کر دریا کے کنارے پر ڈالتے رہتے
ے ۔ پھر رات میں وہی کیفیت ہو جاتی تھی ۔ اس موقع پر
ان مذکور (سردار خاں) کی کروڑ گری سید شریف خاں قنوجی
پرد ہوئی[1] ۔

جب شاہزادہ محمد معظم سے کہ جس کا خطاب شاہ عالم تھا ،
دشاہ کی بدخواہی اور نافرمانی کا اندازہ ہوا ، اور اس دوران میں
ان فیروز جنگ نے اس کی تحریروں کو کہ جو ابوالحسن حیدر
ادی کے نام تھیں ، گلکنڈہ کے مورچوں پر حاصل کرکے بادشاہ
کو پیش کر دیں ، اور جب خیال (نافرمانی) حقیقت میں تبدیل
و گیا تو مجبوراً شاہزادے کو اس کے دو بڑے لڑکوں کے ہمراہ
کہ جو اس کے ساتھ تھے تنبیہ کی غرض سے نظربند کر دیا اور
ہتمام خاں [۲۹۴] کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا اور وہ ایک
ار پانسو کے منصب پر سرفراز ہو گیا ۔ اس کو سردار خاں کا
طاب ملا اور وہ شاہزادے کی حفاظت پر مامور ہوا[2] ۔

کہتے ہیں کہ چند روز کے بعد سردار خاں کو حکم ہوا کہ
اہزادے کو پیام پہنچا دے کہ اپنی غلطی کا اعتراف کرکے معافی
انگے تاکہ ہم اس کی (خطاؤں) کو معاف کر دیں ۔ شاہزادے نے
واب دیا کہ میں خدا کی درگاہ میں اور والد کے حضور میں سراپا
صور ہوں لیکن بظاہر کوئی ایسی بات مجھ سے سرزد نہیں ہوئی
کہ معافی چاہوں ۔ عتاب پر عتاب بڑھ گیا ۔ قید کی حالت میں

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو ماثر عالم گیری صفحہ ۲۹۱-۲۹۲ (ق)
۲ ۔ ایضاً صفحہ ۲۹۳-۲۹۵ (ق)

مستقیاں ہونے لگیں ۔ چھ ماہ تک بال کتروانے اور ناخن کٹوانے کی ممانعت کر دی گئی[1] ۔

اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) کا نائب ، ناظر خدمت خاں گزشتہ خدمت کی بنا پر عرض کرنے کی جرأت رکھتا تھا ، اس نے اس معاملے میں بہت کوشش کی اور اصلاح کی اجازت حاصل کرلی۔ عرصہ دراز کے بعد کہ حب شاہی غصے کی زیادتی میں کمی ہونے لگی اور مزاج شاہی میں طبعی شفقت کا خیال پیدا ہوا تو کچھ ادعیہ ماثورہ سردار خاں کے حوالے کی گئیں کہ شاہزادے کو پہنچا دے کہ وہ ان کا پابندی سے ورد کرتا رہے تاکہ محبت کو پیدا کرنے والا (خدا) ہمارے دل کو اس کی رہائی کی طرف متوجہ کر دے اور اس کو ہماری جدائی کے رنج سے رہائی دے ۔ اسی دوران میں ایک دن خان مذکور (سردار خاں) نے عرض کیا کہ رہا کردینا تو حضور کے اختیار میں ہے۔ فرمایا ہاں ! لیکن پروردگار عالم سے ہم کو ملک کی فرماں روائی کا فرمان ملا ہے ، جہاں کہیں ظالم مظلوم پر ظلم کرتا ہے تو (مظلوم) امید وار ہوتا ہے ۔ وہ ہم سے ظلم کی فریاد کرے اور ہم انصاف کریں گے [۴۹۳] اس شخص (محمد معظم) پر بعض دنیاوی معاملات کی بنا پر ہم سے ظلم ہوا ہے ۔ ابھی تک وہ وقت نہیں آیا ہے کہ اس کو آزاد کریں ، سوائے درگاہ ایزدی کے اور کوئی جگہ نہیں ہے ، بس اس کو امیدوار رکھنا چاہیے کہ ہماری جانب سے مایوس نہ ہو جائے اور خدا سے شکایت نہ کرنے لگے۔ اگر اس نے خدا سے شکایت کی تو ہمیں کوئی پناہ کی جگہ نہیں ملے گی ۔

مختصر یہ کہ سردار خاں اکتیسویں سال جلوس عالم گیری میں معتمد خاں کی بجائے فیل‌خانے کا داروغہ مقرر ہوا ۔ جب تینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں بادشاہ موضع بدری سے قطب آباد کلکلہ گیا

---

۱ ۔ خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۳۳-۳۳۴ (ق)

تو سردار خان شاہی لشکر سے بارہ کوس تک فوجداری (کے عہدے) پر مقرر ہوا ، اور پینتیسویں سال جلوس عالمگیری، ۱۱۰۳ھ مطابق ۱۶۹۲ء میں وہ مر گیا ۔

آقا کی خیرخواہی اور خدمت خلق میں اس کا ظاہر و باطن یکساں تھا ۔ وہ فقرا کا ہمدرد اور دوست تھا ۔ اس کا لڑکا حمیدالدین خاں تھا کہ جو اپنے باپ اور دادا سے زیادہ مشہور ہوا جیسا کہ اس کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے[1]۔ اس کی اولاد بھی تھی ۔

۱۵۳

سیادت خاں سید اوغلان

ترکی میں اوغل کے معنی لڑکے کے ہیں ، اوغلان اس کی جمع ہے[2] ۔ بخارا کی سلطنت میں ایک جماعت کا خطاب ہے کہ جو سیادت و شرافت میں ممتاز ہے اور وہاں کے بادشاہ کے حضور میں ان کو بیٹھنے کی خصوصیت حاصل ہے ۔ (سیادت خاں) خان فیروز جنگ بہادر کا استاد زادہ ہے ۔ (فیروز جنگ) بہادر مذکور کی تحریک سے [۹۰م] عالم گیر بادشاہ کے دربار میں رسائی ہوئی اور وہ مناسب منصب پر فائز ہوا ۔ عالم گیر بادشاہ کے ستائیسویں سال جلوس میں محمد کام بخش کی تعلیم پر مقرر ہوا اور غائبانہ طور پر (فیروز جنگ) بہادر کی عرضیاں سرکار میں پہنچاتا رہا اور اس (سیادت خاں) کو بادشاہ کے قریب حاضرباشی کا موقع حاصل ہوا ۔ جب (فیروز جنگ) بہادر مذکور نے قلعۂ راہیری کو حوالۂ آتش کرکے کفار کو قتل کیا اور ان کے مال و متاع کو لوٹ لیا

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا جلد اول (اردو ترجمہ) صفحہ ۶۰۰—۶۰۵ (ق)

۲ ۔ اوغلان ، اوغل کی جمع نہیں ہے بلکہ اوغلان کے معنی لڑکے کے ہیں (ب)

تو اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس خوش خبری کے پہنچانے کے صلے میں اس (سیادت خاں) کو ہاتھی اور 'سیادت خاں' کا خطاب مرحمت ہوا ۔

انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں لطف اللہ خان کی جانے عرض مکرر کی داروغگی پر فائز ہوا ۔ عنایت شاہانہ سے سنگ یشم (سبز پتھر) کی دوات اس کو مرحمت ہوئی[1] - اس کے بعد اگرچہ خدمت مذکور سے معزول ہو گیا لیکن دیوان خاص کی داروغگی پر مامور رہا۔ اکتالیسویں سال جلوس عالم گیری مطابق ۱۱۰۸ھ ۔ ۱۶۹۷ع میں وہ وبائی مرض میں فوت ہو گیا کہ جو شاہی لشکر میں عام طور سے ہر شخص کو ہو رہا تھا ۔

اس کے لڑکے کو باپ (سیادت خاں) کا خطاب عنایت کیا گیا۔ تینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ عرض مکرر کی داروغگی پر فائز ہوا[2]۔ سینتالیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزار پانسو ذات ، سات سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ، اور دوبارہ فوج کی سرداری پر مقرر ہو کر غنیم (مرہٹوں) کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا، اور اسی زمانے میں بد قسمتی سے دونوں آنکھوں کی بینائی [۵۹۰] کھو بیٹھا جس کی وجہ سے بادشاہ کے حضور میں حاضری سے محروم ہو گیا ، اور امیرالامرا حسین علی خاں کی صوبے داری میں صوبہ خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) کے مضاف احمد نگر کی قلعہ داری حاصل کر کے گوشہ نشین ہو گیا ۔

جب دکن کی نظامت نظام‌الملک آصف جاہ کے سپرد ہوئی تو

---

۱ ۔ مآثر عالم‌گیری (صفحہ ۲۷۰) میں تحریر ہے کہ وہ عرض مکرر کی داروغگی پر فائز ہوا اور سنگ یشم کی دوات فاضل خان کو ملی (ق)

۲ ۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۴۰۷ (ق)

چونکہ وہ اس کا بہت قدردان تھا اس کی یہ خدمت (قلعہ داری احمد نگر) مستقل کر دی گئی۔

اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا محمد مہر خاں اپنے موروثی خطاب اور قلعہ داری مذکور پر فائز ہوا۔ کچھ عرصے تک امیر مذکور (نظام الملک آصف جاہ) کی سرکار کے تمام سواروں کی عرض گیری کا انتظام کرتا رہا۔

اس کے بعد اس کا لڑکا سید حمید خاں "سعادت خاں" کا خطاب پا کر اپنے چھوٹے سید لشکر خاں کی نیابت میں برار کے انتظام پر مامور ہوا۔ کچھ عرصے تک بیدر کا قلعہ دار رہا۔ آخر میں اسے حمیدالدولہ کا خطاب ملا اور ۱۱۸۰ھ مطابق ۱۷۶۷ء میں وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کا لڑکا اس کتاب کی تالیف کے زمانے میں 'نامور جنگ بہادر' کے خطاب سے سرفراز ہے۔ اردو شاعری کی جانب متوجہ ہے۔ سیادت خاں سید حمید کے بھائی اور چچا تو بہت تھے لیکن کسی نے ترقی نہیں کی۔

۱۵۴

سیدی یاقوت خاں حبشی

شاہجہاں بادشاہ کے زمانے جب نظام شاہی کوکن (کا علاقہ) بادشاہی قلم رو میں داخل ہوگیا تو نئے مفتوحہ محالات کے عوض میں والی بیجاپور کا تعلقہ اس کو [۹۹-] عنایت ہوا۔ اس حاکم مذکور (بیجاپور) کی جانب سے ایک افغان فتح خاں نامی وہاں کی حکومت پر مامور ہوا۔ اس نے دندا راجپوری کے قلعے کو جس کا نصف حصہ خشکی میں اور نصف دریا میں واقع ہے، اپنی جائے قیام قرار دیا۔ عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں جب سیوا بھونسلہ نے بیجاپوریوں کو کم زور دیکھ کر ظلم و جور شروع کیا تو پہلے اس نے قلعہ راج گڑھ کو اپنی جائے پناہ بنایا، اس کے بعد قلعہ

راہیری گڑھ کو جو دندا راجپوری سے بیس کوس کے فاصلے پر ہے ، مستحکم کرکے ، وہاں سکونت اختیار کی اور کوشش کرکے اس نواح کے دوسرے قلعوں پر بھی قبضہ کر لیا ۔ فتح خاں نے اس (سیوا بھونسلہ) سے مرعوب ہو کر دندا راجپوری کو چھوڑ دیا اور جزیرہ (جنجیرہ) کے قلعے میں پناہ لی کہ جو ایک کوس کے فاصلے پر سمندر میں واقع ہے اور یہ سوچنے لگا کہ پناہ حاصل کرکے اس (قلعے) کو سپرد کر دے اور اپنی جان بچائے ۔

سیدی سنبل ، سیدی یاقوت اور سیدی خیرو جنہوں افغان مذکور (فتح خاں) کے غلام تھے ، اس کے اس ارادے سے آگاہ ہونے انھوں نے خان مذکور (فتح خاں) کو گرفتار کرکے اس کے پیروں میں زنجیر ڈال دی[1]۔ بیجاپور کے حاکم اور دکن کے صوبیدار خانجہاں بہادر کو بھی یہ حالات لکھ دیے۔ بہادر مذکور (خان جہاں) نے اپنے عنایت نامے کے ساتھ خلعت اور پانچ ہزار روپیہ نقد بھیجا ۔ پہلے (سیدی سنبل) کے لیے چار سو ذات اور دو سو سوار کا منصب ، دوسرے (سیدی یاقوت) کے لیے تین سو ذات اور سو سوار کا منصب اور تیسرے (سیدی خیرو) کے لیے دو سو ذات اور سو سوار کا منصب مقرر کیا اور بندر سورت کے نزدیک زرخیز علاقے کی جاگیر تنخواہ میں عنایت کی ۔ وہ قوی پشت ہوگئے اور [۷۹۰] انھوں نے سیوا کے دفعیہ کے لیے کمر ہمت باندھ لی ۔ سیدی سنبل نو سو کے منصب پر پہنچ کر مر گیا ۔

سیدی یاقوت نے کہ جو اس کا قائم مقام تھا ، کشتیوں کے فراہم کرنے میں نہایت کوشش کی اور دندا راجپوری کے قلعے کو فتح کرنے کے لیے آمادہ ہوا ۔ ہولی کے دوران ایک رات کو جب ہندو خواب غفلت میں تھے ، ایک طرف سے وہ (سیدی یاقوت) اور دوسری طرف سے سیدی خیریت پہنچے ۔ کمندوں کے ذریعے سے

---

۱ ۔ خافی خاں جلد دوم ، صفحہ ۲۲۴ (ق)

دیوار کے اوپر سے قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔ اس دوران میں قلعے کے بارود خانے میں آگ لگ جانے کی وجہ سے سردار اور بارود خانہ دونوں اڑ گئے۔

چونکہ اس زمانے میں سیوا کی فوج دریا کے مقامات پر لوٹ مار کرنے کے لیے گئی ہوئی تھی، کشتی کی طاقت نہ تھی، دو... کے مقامات پر جو قلعے تھے ان کو بھی سیوا بھونسلہ کے قبضے سے نکال لیا۔ اس کی عمدہ خدمات سے خوش ہو کر ... سلطان یہ منصب کے پاس پہنچنے کے بعد ... میں یہ واقعہ درج تھا۔ اس کے ... سیدی خیریت کے منصب میں اضافہ ہوا اور 'خان' کا خطاب مرحمت ہوا۔

جب انیسویں سال جلوس عالمگیری میں سیدی خیریت کا انتقال ہو گیا تو اس کا مال اس (سیدی یاقوت) کو دے دیا گیا اور متوفی (سیدی خیریت) کی فوج کے متعلقات کی ذات اس کے ذمے کر دی گئی۔ سینتالیسویں سال جلوس عالمگیری ۱۱۱۰ھ مطابق ۱۷۰۲—۳ء میں اس (سیدی یاقوت) کا انتقال ہو گیا۔

سیدی عنبر نامی کو کہ جس کو اس (سیدی یاقوت) نے اپنا قائم مقام بنایا تھا، تعلقہ مذکور بحال ہو گیا اور اس کو 'سیدی یاقوت خان' کا خطاب ملا۔ چونکہ اس علاقے میں اس قوم (حبشیوں) نے حکومت کرنے میں نام پیدا کر لیا تھا اور بیت اللہ کو جانے والے جہازوں کے راستوں میں ہونے کی وجہ سے یہ بات بہت مناسب تھی اس کتاب کی تالیف کے زمانے میں بھی [۱۱۹۸ھ] اس قوم کے باقی لوگ دندا راجپوری پر قابض ہیں اور مرہٹوں سے نرم گرم نبھاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ خان مذکور (سیدی یاقوت خان) بہادر ہونے کے علاوہ رعایا پروری اور آباد کاری کے جوہر سے متصف تھا اور

مشکل معاملات میں درست رائے رکھتا تھا ۔ صبح سے ایک پہر رات تک دیوان خانے میں بے دستور مسند پر بیٹھتا ۔ اس کے بعد محل سرا میں جا کر ایک پہر اور اسی طرح گزارتا ۔ اس کے بعد کمر کھولتا اور ضروریات سے فارغ ہوتا ۔

سلطنت کے آخری زمانے میں بادشاہ (عالم گیر) نے اس کو اپنے پاس بلایا ۔ چونکہ پہلے سیدی خیریت خاں دربار شاہی میں جا کر وہاں کے لوگوں کی شان و شوکت کے معاملے میں ذلیل ہو چکا تھا اور شرمندہ ہو کر بیماری کے بہانے سے سیدی یاقوت خاں کی کوشش سے واپس آیا تھا ۔ اس (سیدی یاقوت خاں) کو پھر اندیشہ ہوا اور اس نے جد و جہد کر کے ہمراہ پیش کرنے کی شرط پر (حاضری سے) خود کو بچا لیا ۔

۱۵۵
سرفراز خاں سید لطیف

ابتدا میں بیجاپوریوں کا ملازم تھا ۔ عالم گیر بادشاہ کے بیسویں سال جلوس میں دلیر خاں داد زئی کے مشورے سے آیا اور بادشاہی نوکری کر لی ۔ رفتہ رفتہ مناسب منصب اور 'سرفراز خاں' کا خطاب پایا ۔ ستائیسویں سال جلوس عالم گیری میں محمد اعظم شاہ کے ساتھ بیجاپور کے محاصرے پر تعینات ہوا ۔ فتح کے بعد اسے انعام میں ہاتھی مرحمت ہوا ۔ اس کے بعد محمد کام بخش کے ہمراہ گیا کہ جو سکر کی جانب [۹۹م] اور وہاں سے ذوالفقار خاں کی مدد کے لیے مامور ہوا تھا کہ جو قلعہ جنجی کا محاصرہ کیے ہوئے تھا ۔ اس کے بعد نصرت آباد سکر کی قلعہ داری اور فوجداری اس کے سپرد ہوئی ۔ چالیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہاں سے معزول ہوا ۔

سینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں محمد بیدار بخت کے ساتھ رانا بھونسلہ کے تعاقب میں روانہ ہوا ۔ اس نے لائق کارگزاری

کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد کسی خطا پر منصب سے علیحدہ کر دیا گیا۔ سینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں بعد کہ عفو کی سفارش سے چھ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر بحال کر دیا گیا[1]۔ اس کے بعد جب یہ ابدال ملک کے تعاقب میں اس نے کارنمایاں کیا تو پچاسویں سال جلوس عالمگیری میں اس کے صلے میں اصل و اضافہ کے بعد وہ چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد اس نے ایک گڑھ پر حملہ کیا اور مردوں کی ٹوٹ سے ختم ہو گیا۔

اس کا لڑکا سرفراز خان سید دین ہے جو نظام الملک آصف جاہ کے زمانے میں حیدرآباد کا عامل ہوا اور اس نے شہر کے باہر مصطفی پورہ میں عمارتیں تعمیر کرائیں۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے نے ورثے میں معمولی سی جاگیر پائی۔ اس کتاب کی تالیف کے زمانے میں اس کا بھی انتقال ہو گیا۔

۱۵۶

سید حسین خان بارھہ

بہادر شاہ کے ذاتی محافظ دستے کے سپاہیوں میں سے ہے۔ جب سلطنت کے انتظامات [۱۱۰۵] بہادر شاہ اول کے اختیار میں آئے اور راجا جے سنگھ سوائی اور اس کے بھائی جے سنگھ کے درمیان جھگڑا ہو گیا کہ جو کابل میں بادشاہی ہمراہیوں میں تھے تو بادشاہ کو خیال ہوا کہ یہ تو ان کی فطرت ہے اور بادشاہ نے فساد کا خاتمہ اسی میں سمجھا کہ آنبیر کو سرکار شاہی میں ضبط کرکے

۱۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۴۸۰ میں یہ واقعہ اڑتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں بتایا گیا ہے (ف)

خان مذکور (سید حسین خان) کو وہاں کی فوجداری پر مقرر کر دیا۔

اسی دوران میں بہادر شاہ اول نے محمد کام بخش کے مقابلے کے لیے دکن کا رخ کیا۔ راجا جے سنگھ اور مہاراجا اجیت سنگھ بادشاہی اجازت کے بغیر شاہی لشکر سے نکل کر اپنے وطن کو روانہ ہوگئے اور انہوں نے وطن پہنچنے کے بعد فوج جمع کرکے اکثر بادشاہی تھانیداروں کو ہٹا دیا۔ اس واقعے کو دیکھ کر سید حسین خان نے قدیم و جدید فوج کا جائزہ لیا۔ اس کے تینوں لڑکے ابوسعید خان، میرب خان، حسن خان، چھوٹی سہاب خان اور دو بھائی محمد زمان خان اور سید مسعود خان آمیر میں جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔

چونکہ راجپوت ٹڈیوں اور چیونٹیوں کی طرح چاروں طرف سے نکل آئے اور انہوں نے ہنگامہ برپا کر دیا، سید حسن خان کے جدید نوکر حواس باختہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجبوراً خان مذکور (سید حسین خان) تھوڑی سی جماعت کے ساتھ آنبیر سے نکل کر درگا داس راٹھور کے مقابلے پر کالہ دہرہ کے میدان میں مصروف کار ہوا۔ راجپوت مغلوب ہو کر فرار ہو گئے لیکن خان مذکور (سید حسین خان) کے لشکر کا بازار تباہ ہو گیا اور اس کا ایک لڑکا [ا۔د] جو لشکر کے بازار کی نگہبانی کررہا تھا، شہید ہو گیا۔

خان مذکور نے صبح کو مجبور ہو کر نہایت بد انتظامی کی حالت میں نارنول پہنچ کر پھر لشکر فراہم کیا اور قصبہ سانبھر کے نزدیک راجا جے سنگھ سے دوبارہ مقابلہ کیا۔ اگرچہ شروع میں خان مذکور غالب رہا، لیکن اچانک دو تین ہزار بندوقچی کہ جو ریت کے پشتے کی آڑ میں چھپے ہوئے تھے نکل کر بندوقیں چلانے لگے اور خان مذکور (سید حسین خان) پر جس کے

ساتھ فوج بہت قلیل تھی اور اس میں بھی بہت سے زخمی تھے ، لوٹ پڑے ۔ سرداروں کو قتل کر دیا ۔ اس کے بھائی سید زمان خان اور سید مسعود خان گرفتار ہوگئے ۔ پہلے کو قتل کر دیا ، دوسرے کو کہ جس کی عمر ابھی سولہ سال کی بھی نہیں ہوئی تھی، راجا کے پاس لے گئے ۔ راجا نے اس کے زخموں کے علاج کی ۔ کوشش کی اور سید حسین خان کو گنج شہیداں میں دفن کرا دیا ۔ یہ واقعہ بہادر شاہ اول کے دوسرے سال جلوس ۱۱۲۰ھ مطابق ۱۷۰۸ء میں ہوا ۔ لکھتے ہیں کہ خان مذکور (سید حسین خان) کی قبر پر ، جو سانبھر تالاب کے کنارے پر ہے ، راجا نے ایک باغ لگوایا اور ایک عمارت بنوائی کہ جو صدق اور موزوںیت میں ۔۔ رکھتی تھی ۔ خان مذکور کے منصب کے متعلق کوئی اطلاع نہیں مل سکی ۔

۱۵۷

سید رستم خان دکنی

شرزہ خان سید الیاس کا لڑکا ہے ۔ اس کے بزرگوں کا وطن بخارا ہے ۔ ان میں سے ایک ہندوستان آیا ۔ کچھ عرصے تک اجمیر کے نواح میں [۵۰۲] مقیم رہا ۔ وہاں کے باشندوں کی صحبت میں رہ کر مہدویوں کا مذہب اختیار کر لیا ۔ سید الیاس نے دکن پہنچ کر بیجاپور کے حکام کی ملازمت اختیار کر لی اور 'شرزہ خان' کے خطاب سے مشہور ہوا ، سرداری کے رتبے پر فائز ہوا ۔ عالمگیر بادشاہ کے نویں سال جلوس میں شاہی نوکروں کے ہاتھوں سے قتل ہوا کہ جو مرزا راجا جے سنگھ کی سرداری میں عادل خان کی تنبیہ اور اس کے ملک کو برباد کرنے کے لیے تعینات ہوئے تھے اور بار بار مقابلہ ہوا تھا ۔

(سید رستم خان دکنی) اپنے باپ کی بجائے فوج کا سردار اور شرزہ خان کا خطاب پا کر صاحب رتبہ ہوا ۔ چونکہ بیجاپوری

حکومت میں استقلال اور ضبط و نظم باقی نہیں رہا تھا ۔ وہ عرصہ دراز تک سرداری پر فائز رہا ۔ جب تیسویں سال جلوس عالمگیری میں بیجاپور فتح ہو گیا اور سکندر عادل شاہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو وہ بھی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔ خلعت ، شمشیر ، خنجر مرصع مع علاقہ مرواریدی ، سنہرے ساز و سامان سے آراستہ گھوڑا ، چاندی کے ساز و سامان سے آراستہ ہاتھی ، چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب اور 'رستم خاں' کے خطاب سے مشرف ہوا ۔ رفتہ رفتہ سات ہزاری ذات اور سات ہزار کے منصب پر پہنچا[1] ۔

اس کے بعد خان فیروز جنگ کے ساتھ تعینات ہو کر قلعہ ابراہیم گڑھ کی فتح کے لیے روانہ ہوا کہ جو حیدر آباد کے مضافات میں ہے اور اس زمانے میں آہن گڑھ کے نام سے مشہور ہے ۔ اس کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ کُکلدہ پر حملے کے دن وہ زخمی ہو کر سرخ رو ہوا ۔ اس کے بعد ستارہ کے اطراف کی حفاظت پر مامور ہوا [۵۰۳] ۔

تینتیسویں سال جلوس عالمگیری میں اس ضلع کے سرکشوں نے اس پر حملہ کر دیا ۔ دیر تک مقابلہ رہا ۔ آخر میں مغلوب ہو کر مع اہل و عیال گرفتار ہوگیا ۔ آخرکار بڑی رقم دے کر چھٹکارا پایا ۔

اس کے بعد فیروز جنگ کے ساتھ تعینات ہو کر اس کی نیابت میں برار کی صوبے داری پر فائز ہوا اور چھیالیسویں سال جلوس عالمگیری میں مرہٹوں نے اس پر ہجوم کرکے اسے گرفتار کر لیا ۔ اڑتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں رہائی پا کر فیروز جنگ کے پاس پہنچا ۔ ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب کم ہو گیا ۔ انچاسویں سال جلوس عالمگیری میں منصب میں

---

۱ ۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۲۸۰ (ق)

چڑھ گئی ہوئی تھی ، وہ بحال کر دی گئی ۔ بہادر شاہ اول کے ابتدائی زمانہ حکومت میں دکن کے انتظام پر مامور ہوا ۔ کچھ عرصے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گیا ۔ بالاپور اور برار کے کچھ دوسرے محالات اس کی جاگیر میں تھے ۔

اس کے لڑکوں میں سے سید عنایت خان جو اپنے باپ سے پہلے شاہی ملازم ہوا تھا، آصف جاہ کی لڑائی میں عالم علی خان کے ہمراہ ۳۲ ۱ ھ مطابق ۱۷۲۰ ء میں قتل ہوگیا ۔ اس کے دوسرے لڑکے) سید فتاح خان ، سید الیاس خان اور سید عثمان خان تھے ۔ ہر ایک کی اولاد موجود ہے اور صوبہ برار کے محالات پر موروثی جاگیرداروں کی حیثیت سے قائم ہے ۔

۱۵۸
سعداللہ خان

اس کا عرف ہدایت اللہ خان ہے اور وہ عنایت اللہ خان[1] مشہور کی لائق ترین اولاد اور دوسرا بیٹا ہے ۔ یہ ایسا لڑکا تھا جو اپنے والد کے سامنے [م ۔ د] ہر معاملے میں اس سے بڑھ گیا ۔ اس کے آغاز شعور سے اس کی پیشانی سے دولت کی زیادتی کے اثار اور شوکت کی ترقی کی علامتیں ظاہر تھیں ۔ اکتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اپنے والد کی تبدیلی کے بعد کہ جو دیوانی کے عہدے پر مستقل طور سے فائز تھا ، نواب قدسیہ زیب النساء بیگم کی سرکار کی خان سامانی کی خدمت پر سرفراز ہوا ۔ اس عالی خاندان عفت مآب کی نظر عنایت سے خان کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ فیض اللہ خان کوکہ کے لڑکے محمد افضل کی لڑکی کا اس کے ساتھ عقد کر دیا گیا ۔

بہادر شاہ اول کے زمانے میں جب خان سامانی کی خدمت اس کے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء جلد دوم صفحہ ۸۲۸-۸۳۲ (ق)

والد کے سپرد ہوئی تو دیوانی خالصہ وتن کہ عالمگیر بادشاہ کے زمانے سے ان دونوں پر اس کا باپ فائز تھا ، اس کو عنایت ہوئی ۔ جب عنایت اللہ خاں کشمیر کی صوبیداری پر روانہ ہوا تو خانِ سامانی کی نیابت بھی اس تجربہ کار اور واقف کار کے سپرد ہوئی ۔

جب خانخاناں منعم خاں کا انتقال ہوگیا تو دیوانِ اعلیٰ کی تعیناتی میں ذوالفقار خاں امیرالامراء کے رکاوٹ ڈالنے کی وجہ سے دیر اور تاخیر ہوئی تو تھوڑا طے پایا کہ بادشاہ کے دوسرے لڑکے بادشاہزادہ عظیم الشان بہادر کی تجربہ کاری اور معلومات کی مدد سے جان مذکور ملکی اور مالی معاملات کو انجام دے اور مرصع دوات اور جہاں‌ُرداز پالکی عنایت ہوئی [د ۔ ہ] ۔ چونکہ ہمت رسا ، عطائے عام، حلم وافی اور رحم شامل کی وجہ سے کہ جو بادشاہ کی فطرت میں تھا ، نفی اور منع کا کلمہ بادشاہ کی زبان پر نہیں آتا تھا ، مناصب کا امتیاز اور خطابات کا اعتبار درمیان سے اٹھ گیا ۔ (بادشاہ نے) اس کو نہایت مہربانی سے ہفت ہزاری کا اعلیٰ منصب اور سعداللہ خاں کا عمدہ خطاب مرحمت کیا اور اس کی عزت کو خاک کی پستی سے افلاک کی بلندی پر پہنچا دیا ۔ ڈاک اور سوانح کی داروغگی کہ جو شاہی خدمات میں سے ایک عمدہ خدمت ہے ، اس کے سپرد ہوئی ۔ دنیا اس کے موافق ہوئی ، نصف سلطنت بلکہ تمام سلطنت اس کے اختیار میں آگئی ۔

جب جہاندار شاہ کی حکومت کا زمانہ آیا تو خانجہاں کوکلتاش کی پرانی دوستی اور گزشتہ اخلاص کی بنا پر اس (خانجہاں) نے اپنے تائیدی ہاتھ کو اس کے حالات کی سپر بنا دیا اور اس وفاشعار سردار (خانجہاں) کی مدد کی برکت سے جس کی طینت میں وفاداری تھی ، ذوالفقار خاں امیرالامراء کی مخالفت کا تیر کارگر نہ ہوا ۔ اگرچہ وہ ہندوستان کا وزیر اعظم ہو چکا تھا اور اس کا شوکت و دبدبہ فلک ہشتم سے گزر چکا تھا ، دیوانی خالصہ وتن کی بحالی

کہ جو وزارت کا پہلا درجہ ہے ، اس میں کوئی تغیر نہ ہوا ، اور دستور سابق کے مطابق کام انجام دیتا رہا[۱] ۔

قضا را اس مکار آسمان نے میر اور وزیر کو حکمران کے باری سے ہی سیاست اور عقوبت میں پھنسا دیا۔ سلطنت کا معاملہ اور وزارت کا عہدہ دوسرے مربیوں کو دلوا دیا [٥٠٦] ۔ زمانے کے بدلنے کا کہ اپنی جانیں کھو بیٹھے ۔ خان مذکور کو بھی فرخ سیر کے دارالخلافہ شاہجہان آباد میں آنے کے بعد خانساماں کی کچہری میں مقید کر دیا گیا ۔ چند روز کے بعد نواب قدسیہ بیگم کے حق کی بنا پر جو اس وقت بادشاہ سے کہلائی تھیں ، رہا کیا گیا ۔ اس کے اہل و عیال کو اطمینان ہوا اور منصب موس و حرہ ہوگئے ۔

اچانک اس رات کو جب کہ اس کے دل میں ہزاروں امیدیں تھیں ، ایک دوسرا حادثہ جانکاہ پیش آیا ۔ چند مغلوں سے جو مکر و فریب میں مشہور تھے اس کو قتل کا حکم پہنچا کر بد حواس کر دیا ۔ اس بے گناہ کو ہدایت کیش خان ، جدید الاسلام اور دہلی کے کوتوال سیدی قاسم کے ہمراہ پھانسی دے کر مار ڈالا ۔

اس کے قتل کی وجہ پایۂ ثبوت تک نہ پہنچی ۔ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ چونکہ اس کی زبان کا حکم صادر ہو گیا تھا اس لیے سادات (عبد اللہ خان و حسین علی خان) نے اشارہ کر دیا کہ اس کو ختم کر دیں ۔ کچھ یہ کہتے ہیں کہ دشمن جو اس کی بیخ کنی کر رہے تھے ، انہوں نے بیگم صاحب کی طرف سے ایک جعلی خط بنا کر جو اس کے خاتمے اور فنا کی بابت تھا ،

---

۱ ۔ لیٹر مغلس (جلد اول صفحہ ۱۸٦) میں ہے کہ اسے خانساماں بنا دیا گیا (ب)

بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا اور اس کو قتل کرا دیا ۔ یہی روایت قوی ہے ۔

بیگم صاحب نے محمد فرخ سیر سے ملاقات کے وقت اس کے بیجا قتل کرانے کے متعلق شکایت کی کیونکہ وہ اپنے باپ دادا کے زمانے سے بیگم کے متوسلین میں سے تھا ۔ بادشاہ نے اس رقعے [۵۰۸] کا ذکر کیا ۔ بیگم نے بالکل انکار کر دیا ۔ بادشاہ اس بات پر متفکر ہوا ، اور افسوس ظاہر کیا ۔ وہ تجربہ کاری اور دیانت میں اپنے والد کی طرح دنیا میں مشہور تھا ۔ لوگوں پر بہت کم سختی کرتا تھا ۔

۱۵۹
سید نجم الدین علی خان بارھہ

عبداللہ خان سید میاں کا لڑکا ہے ۔ جرأت و شجاعت میں اس کے خاندان کا نمایاں طریقہ تھا ۔ جب اس کے بھائیوں قطب الملک (عبداللہ خان) اور امیرالامراء (حسین علی خان) نے محمد فرخ سیر بادشاہ کی ہمراہی میں کار نمایاں انجام دے کر اعلیٰ مراتب حاصل کیے تو اس کے منصب میں بھی اضافہ ہوا ۔

اس کے بعد جب انقلاب زمانہ نے بادشاہ مذکور (فرخ سیر) کو ناکامی کے بھنور میں پھنسا دیا اور قطب الملک (عبداللہ خان) سلطان رفیع الدولہ کے ہمراہ راجا جے سنگھ کی تنبیہ کے لیے دارالخلافہ (دہلی) سے نکلا تو وہاں کی صوبیداری خان مذکور (نجم الدین علی خان) کے سپرد کی گئی[۱] ۔

محمد شاہ بادشاہ کے دوسرے سال جلوس میں جب کہ امیرالامراء (حسین علی خان) قتل کر دیا گیا اور قطب الملک

---

۱ ۔ لیٹر مغلس (جلد اول صفحہ ۴۲۸) میں تحریر ہے کہ یہ منصب خان جہاں کو ملا تھا (ب)

(صفشکن خان) کہ جو دارالخلافے کی جانب روانہ ہوا تھا ، ابھی وہاں نہیں پہنچا تھا کہ بھائی کے مارے جانے کی اطلاع پا کر پریشان ہوا ۔ اپنے آدمیوں کو آتش سلطان (شہزادہ) کو لانے کے لیے دارالخلافہ بھیجا[1] اور خان مذکور کو فوج جمع کرنے کے لیے مقرر کیا ۔ خان مذکور یہ خبر سن کر صبر نہ کر سکا ۔ کچھ سواروں اور پیدل کی کچھ جماعت کو لوگوں کے ساتھ بھیج کر اعتمادالدولہ محمد امین خان کی حویلی کا محاصرہ کرنے کے لیے [illegible] کی بجائے قطب الملک (عبداللہ خان) کی تحریر کے مطابق [illegible] سے باہر رہا ۔ لکھتے ہیں کہ فوج جمع کرنے کے سلسلے میں اس نے عام اعلان کر دیا تھا کہ چھوٹا ٹٹو اور بڑا لنگڑا گھوڑا اسپ تازی کے برابر خیال کیا جائے[2] ۔

جنگ کے روز[3] جب وہ ہراول فوج کا سردار تھا ، اس نے بیباکانہ بہادری کا مظاہرہ کیا ۔ عجیب و غریب معاملہ رہا ۔ جنگ کی کشمکش میں وہ سخت زخمی ہوا ۔ اس زخم کی وجہ سے اس کی ایک آنکھ بیکار ہوگئی ، وہ گرفتار ہوگیا اور حضور اقدس جیل خانے میں نظربند کر دیا گیا ۔ اس کی نو دس سالہ لڑکی کو کہ جس کو لوگوں نے اس ہنگامہ قیامت خیز میں محل سے نکال کر ایک میراثن گانے والی کے مکان میں چھپا دیا تھا ، لا کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا ۔ شاہی محل کے لوگوں نے یہ خواہش کی کہ

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو خافی خان جلد دوم (صفحہ ۹۱۳) جس میں صراحت ہے کہ شہزادہ ابراہیم کو ۲۶ اکتوبر ۱۷۲۰ء کو تخت نشین کیا گیا جو حسن پور کی لڑائی کے بعد تخت سے اتار دیا گیا اور ۱۷۴۶ء میں فوت ہوا (ب)

۲ ۔ خافی خان جلد دوم صفحہ ۹۱۶ (ق)

۳ ۔ حسن پور کی لڑائی ۱۳ نومبر ۱۷۲۰ء کو ہوئی۔ ایرون مغلس جلد اول صفحہ ۸۵-۹۱ (ب)

اس کا عقد بادشاہ سے کر دیا جائے۔ قطب الملک کی بہت عاجزی و گریہ زاری سے کہ کبھی سادات بارہہ کے ساتھ یہ حرکت عمل میں نہیں آئی، ایسا نہیں ہوا۔ دختر مذکور خان مذکور (نجم الدین علی) کے یہاں پہنچا دی گئی[1]۔

ساتویں سال جلوس میں شاہی میں مبارزالملک سر بلند خاں کی سفارش سے قید جانے سے رہا ہو کر اجمیر کی فوجداری پر فائز ہوا۔ جب گجرات کا صوبیدار سربلند خاں احمد آباد پہنچا تو مرہٹوں کے ہنگامے کی وجہ سے کہ جو حوالی شہر تک لوٹ مار کر رہے تھے، وہ (سربلند خاں) شہر کے دروازوں کو بند کرکے محصور ہو گیا تھا۔ خان مذکور (نجم الدین علی) شاہی حکم کے مطابق اس کی مدد کے لیے پہنچا اور بد بخت غنیم سے جنگ کی اور اس کو واقعی شکست دی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اپنے تعلقے پر واپس آ گیا اور گوالیار کی حکومت پر نامزد ہوا۔

متعلقہ معاملات میں کوشش کر کے مستقل [۵۰۹] مزاجی سے انتظام کیا، یہاں تک کہ اس دنیا سے ملک عدم کی راہ لی۔

کہتے ہیں کہ چونکہ اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی، لہذا اس طرح بلور کی (ایک آنکھ) ہوا کر دونوں پپوٹوں کے درمیان میں لگا لی تھی کہ دیکھنے والوں کو (دوسری آنکھ بھی) درست معلوم ہوتی تھی۔

۱۶۰
ستر سال بندیلہ[2]

چنپت بندیلہ کا لڑکا ہے۔ ججھار سنگھ کے مارے جانے اور اس

---

۱ - خافی خان جلد دوم صفحہ ۹۳۶-۹۳۴ (ق)

۲ - ستر سال اور چنپت کی روایتی تاریخ کے لیے ملاحظہ ہو ہسٹری آف بندیلاس از پاکسن (کلکتہ ۱۹۲۸ع) (ب)

کا قلعہ سرکار شاہی سے متعلق ہو جانے کے بعد اس (چنپت) نے اس علاقے میں فتنہ و فساد برپا کرنا شروع کر دیا اور اس ملک کو تاخت و تاراج کرنے لگا۔ گیارھویں سال[1] جلوس شاہجہانی میں عبداللہ خان فیروز جنگ اس کی سزا کے لیے مامور ہوا اور اسی سال کے آخر میں راجا پہاڑ سنگھ بندیلہ اس کا ہم صحبت ہوا[2]۔ چونکہ چنپت بندیلہ ایک عرصے تک برسنگھ دیو اور جھجہار سنگھ کی ملازمت میں زندگی بسر کر چکا تھا، راجا مذکور (پہاڑ سنگھ) کے پہنچنے کے بعد اس نے سرکشی کا خیال دماغ سے دور کر دیا اور کچھ دنوں کے لیے اس کا ملازم ہو گیا اور اس کے بعد سلطان دارا شکوہ کی سرکار میں تعلق پیدا کر کے ملازمت اختیار کر لی۔

جس زمانے میں کہ اورنگ زیب عالمگیر ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۸ء میں دکن سے ہندوستان آیا تو وہ مہاراجہ جسونت سنگھ کی جنگ کے بعد سبھ کرن بندیلہ کے مشورے سے عالمگیر بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہوا [۱۰۰ د] اور عمدہ منصب پر سرفراز ہوا[3]۔

جس زمانے میں کہ عالمگیر بادشاہ ملتان سے شجاع کے مقابلے کے ارادے سے واپس ہوا اور خلیل اللہ خان لاہور کا صوبیدار تعینات ہوا، چونکہ اس (چنپت بندیلہ) کی سرشت میں فتنہ انگیزی تھی، اس لیے وہاں سے فرار ہو کر وطن پہنچا اور رہزنی شروع کر دی۔ چونکہ بادشاہ کو اس زمانے میں شجاع کا مقابلہ، مہاراجا (جسونت سنگھ) کی تنبیہ اور دارا شکوہ سے جنگ کرنا جیسے

---

۱ - بادشاہنامہ جلد دوم (صفحہ ۱۳۶-۱۳۷) میں تیرھواں سال جلوس ہے (ب)

۲ - بادشاہنامہ جلد اول (صفحہ ۳۰۲) میں پندرھواں سال جلوس ہے (ب)

۳ - ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا (عالم گیر نامہ صفحہ ۷۸) (ب)

بڑے بڑے واقعات درپیش تھے ، اس لیے عمداً (اس کے مقابلے کو) نظرانداز کر دیا ۔

بادشاہ نے اجمیر روانہ ہونے کے وقت سبھ کرن بندیلہ کو دوسرے راجاؤں کے ساتھ اس کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا ۔ پھر سلطنت کے دعویداروں (دارا شکوہ و شجاع وغیرہ) کے معاملات سے فارغ ہونے کے بعد چوتھے سال جلوس عالم گیری میں راجا دیبی سنگھ اس کی سرکوبی کے لیے تعینات ہوا ۔ چنپت بندیلہ خائف ہو کر ہر روز ایک نئی جگہ پوشیدہ ہوتا تھا ۔ راجا سجان سنگھ کہ جو خود سکاندہ کے فوجی مددگاروں میں شامل تھا ، اس کی سراغ رسانی پر تعینات ہوا ۔ اس نے معلوم کر لیا کہ وہ موضع سہرہ میں کہ جو راجا اندرمن دھندیرہ کا وطن ہے ، چھپا ہوا ہے ۔ اس بنا پر اس کی گرفتاری کے لیے (لوگ) روانہ ہوئے ۔ وہاں کے رہنے والے خوف زدہ ہوئے اور انھوں نے اس اجل رسیدہ (چنپت بندیلہ) کا سر تن سے اتار کر بادشاہ کے حضور میں پیش کر دیا[1] ۔

اس کے بعد ستر سال جو معمولی منصب دار تھا ، سیوا بھونسلہ کے پاس پہنچا ۔ اس نے وطن جانے کی اجازت دے دی ۔ اس کے بعد وطن پہنچ کر اس نے اپنے آبائی طریقے پر فتنہ پردازی شروع کی ۔ للہذا بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں راجا سونت سنگھ بندیلہ اس کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا ۔ اس کے بعد (ستر سال) شاہی [۱۱د] ملازمت کی جانب متوجہ ہوا ۔ چوالسویں سال جلوس عالم گیری میں اعظم تارا عرف ستارا کی قلعہ داری پر مامور ہوا[2] ۔ اڑتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں پھر وطن چلا گیا ۔ انچاسویں سال جلوس عالم گیری میں فیروز جنگ کی سفارش سے اس کی خطا معاف ہوئی اور چار ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو عالم گیر نامہ صفحہ ۶۳۲-۶۳۳ (ب)

۲ ۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۴۲۴ (ق)

آیا کہ نیک نامی میں مشہور ہو گیا ۔ جب مبارز خاں کے مارے جانے کے بعد نظام الملک آصف جاہ نے اس ضلع کا قصد کیا تو اس نے دور اندیشی کے خیال سے استقبال کیا اور جو کچھ رقم موجود تھی ، وہ پیش کر دی اور عزت و احترام کے ساتھ اپنے علاقے کو واپس ہو گیا ۔ عرصۂ دراز تک نیک نامی کے ساتھ اس علاقے میں عدل و انصاف کرتا رہا ۔ ١١٥٥ھ مطابق ١٧٤٢ع میں اس نے اس دنیا کو خیرباد کہہ دیا ۔

اس کے بعد اس کا بھتیجا دوست علی خان وہاں کی حکومت پر سرفراز ہوا ۔ جب مرہٹوں نے اس ضلع میں ہنگامہ برپا کیا تو اس نے مقابلہ کیا اور اپنے لڑکے صفدر علی خان کے ساتھ وہ (دوست علی خان) مارا گیا[1] ۔ حسین دوست خان عرف چندا صاحب سعادت اللہ خان کا داماد ہے[2] جو قلعہ ترچناپلی میں تھا ۔ رگھو بھونسلہ نے قلعے کا محاصرہ کرکے اس کو گرفتار اور قلعے کو فتح کر لیا ۔ عرصے تک قید رہا ۔ آخر رقم دینے کے بعد آزاد ہوا اور ضلع بیجاپور میں پہنچ کر اس نواح کے زمیندار سے سلسلۂ تعلق پیدا کر لیا ۔

اسی دوران میں ناصر جنگ شہید اور مظفر جنگ کے درمیان کشیدگی ہوگئی [٥١٣] ۔ وہ مظفر جنگ کا رفیق ہو گیا اور ارکاٹ کی طرف جانے پر اس کو فریفتہ کر کے اس طرف لے گیا ، اور

---

١ ۔ دوست علی خاں کے ساتھ اس کا لڑکا صفدر علی خاں نہیں مارا گیا ۔ ملاحظہ ہو نظام‌الملک آصف جاہ از یوسف حسین خاں (جلد اول صفحہ ٢٥٠) (ب)

٢ ۔ چندا صاحب سعادت اللہ خاں کا نہیں بلکہ دوست علی کا داماد تھا اور وہ ١٧٥٢ع میں فوت ہوا (ب)

ارکاٹ کے فوجدار انورالدین خان کے مارے جانے کے بعد چناور[1] کی جانب لے گیا۔ عاصر سے کچھ حاصل نہ ہوا، اس لیے اس کے ساتھ واپس چلا آیا۔

عین جنگ کے موقع پر مظفر جنگ سے علیحدہ ہو کر فرانسیسیوں سے مل گیا اور پھلچری (پانڈیچری) چلا گیا۔ جب ناصر جنگ کی شہادت کے بعد مظفر جنگ کی حکومت ہوئی تو وہ ارکاٹ کی فوجداری پر فائز ہوا۔ کچھ ہی عرصے کے بعد محمد علی خان عرف انورالدین خان نے انگریزوں کی فوج کو اس کے مقابلے پر لا کھڑا کیا، وہ گرفتار ہو کر مارا گیا۔

اس کے دو لڑکے تھے۔ ایک رضا الدین خان کہ جو غیور طبع انسان تھا، شعر کہتا تھا، بادل تخلص کرتا تھا۔ یہ شعر اسی کا ہے۔

بیت

درد من شرمندۂ فیض طبیبان بیست نیست
بخیۂ زخم من است از جوہر شمشیر ہا

جنگ میں بہادری کے ساتھ مارا گیا۔ دوسرا لڑکا علی رضا خان ہے کہ جو ابھی زندہ ہے۔

۱۶۲

سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ

احراری خواجہ زادہ ہے۔ اس کے چچا کا نام خواجہ زکریا تھا کہ جس کی دو لڑکیاں [۵۱۶] تھیں۔ ایک اس کو منسوب ہوئی اور دوسری اعتمادالدولہ محمد امین خان بہادر کے گھر میں تھی۔ (عبدالصمد خان) عالم گیر بادشاہ کے عہد میں ہندوستان آیا اور

۱۔ غالباً یہ مقام تنجور یا کالبی ورم ہے (ب)

پہلے چار سو کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ بہادر شاہ اول کے زمانے میں سات سو کے منصب پر پہنچا۔ چاروں شہزادوں کی لڑائیوں میں کہ جو بہادر شاہ اول کے لڑکے تھے، ذوالفقار خاں کے ساتھ وابستہ رہا اور اس نے سلطان جہاں شاہ کے قتل کرنے میں بہت کوشش کی کہ جس کے صلے میں وہ اعلیٰ منصب پر فائز ہوا ۔

سلطان محمد فرخ سیر کے زمانے میں پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب ، دلیر جنگ کا خطاب اور لاہور کی صوبہداری پر فائز ہوا اور گرو کی قوم (سکھوں) کی مہم کو انجام دینے کا فرمان صادر ہوا کہ جو بہادر شاہ اول کے زمانے سے اس نواح (پنجاب) میں وہاں کے ہندو اور مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم اور فساد کر رہی تھی ۔ اس وقت خانخاناں منعم خاں بیس ہزار سواروں کے ساتھ اس (گرو) کی سرکوبی کے لیے مقرر ہوا اور اس نے لوہ گڑھ ہی میں اس کا محاصرہ کیا ، اور بادشاہ بھی خود اس جانب گیا ۔ وہ (گرو) قلعے سے نکل گیا ۔ اس کے بعد محمد امین خاں کثیر فوج کے ہمراہ اس کے تعاقب پر مامور ہوا لیکن کام نہ بنا ۔

قوم مذکور (سکھوں) کی اصلیت یہ ہے کہ پہلے نانک رام ایک فقیر نے اس ملک میں شہرت حاصل کی ۔ بہت سے آدمیوں خاص طور سے پنجاب کے کھتریوں کو اپنا عقیدت مند بنا لیا ۔ اس کے معتقدین کو سکھ کہتے ہیں [۵۱۰] ۔ (سکھوں کی) ایک بڑی جماعت قائم ہوگئی ۔ انہوں نے سرکشی اختیار کر لی ۔ قرب و جوار کے دیہات و پرگنہ جات پر ظلم و تشدد کرنے لگے ۔ شہر (دہلی) سے لاہور کے قرب و جوار تک جس کو پاتے لوٹ لیتے ۔ ان حدود کے کچھ فوجدار محالات چھوڑ کر بادشاہ کے حضور میں چلے آئے اور تھوڑے سے جو وہاں باقی رہے ان کا جان و مال ختم ہو گیا ۔ اس تصنیف کے زمانے میں بھی صوبۂ لاہور اور صوبۂ ملتان کا کچھ حصہ اس گروہ (سکھوں) کے قبضے میں ہے ۔

قلعہ مرتل کی فوجیں کہ کابل تک کا علاقہ ان کے قبضے میں ہے ،
چونکہ اس سے قبل وہ ایک مرتبہ ان (سکھوں) سے عاجز
ہو چکی ہیں ، اس سمت کے ارادے سے باز رہیں -

مختصر یہ کہ دلیر جنگ نے اس مہم میں حسن تدبیر کے
ساتھ بہادری کے طریقے کو برقرار رکھا - یعنی عمومی صورت سے
گڑھی کے بردھن ، جو اس گروہ کے سرگروہ کا مسکن تھا، پہنچ کر
مقیم ہوا - وہ بار بار گڑھی سے باہر آنے اور سخت مقابلہ کرتا - خان مذکور
(عبدالصمد خان دلیر جنگ) نے استقلال کے ساتھ محاصرے کو قائم
رکھا اور رسد کے راستے کو بند کر دیا - ایک مدت گزرنے کے بعد
جب غلہ نہ ملنے کی وجہ سے ان کی زندگیاں خطرے میں پڑ گئیں
اور بہت سے مر گئے تو انھوں نے جان کی امان طلب کی - ان کا
سرگروہ اپنے کمسن لڑکے ، اپنے دیوان اور اپنے ان ہمراہیوں کے
ساتھ کہ جو قتل ہونے سے باقی رہ گئے تھے ، خان مذکور
(عبدالصمد خان دلیر جنگ) کی ملاقات کے لیے آیا - اس نے ایک
بڑی تعداد کو جان سے مروا دیا اور خود اس (سرگروہ) کو چند
آدمیوں کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا - اس کارگزاری کے
صلے میں اصل و اضافہ کے بعد سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار
کا منصب اور سیف الدولہ کا خطاب [۵۱۶] مرحمت ہوا - دارالخلافہ
(دہلی) میں پہنچنے کے روز بادشاہ کے حکم کے مطابق چند آدمیوں
کو تختہ و کلاہ کے ساتھ (ذلت و خواری کی حالت میں) شہر میں
لائے - یہ واقعہ ۱۱۲۷ھ مطابق ۱۷۱۵ء میں رونما ہوا -

محمد فرخ سیر کے پانچویں سال جلوس میں اس کی صوبیداری
کے زمانے میں عیسیٰ خان مین مارا گیا کہ جو رفتہ رفتہ زمینداری
کے درجے سے شاہی نوکری اور سرداری پر پہنچا تھا اور بہت
سرکشی کرتا تھا جس کی تفصیل اس کے حالات میں درج ہے[1] -

---

۱ - ملاحظہ ہو مآثرالامراء جلد دوم صفحہ ۸۲۵

جب قصور کے قلعہ دار حسین خان خویشگی نے کہ جو لاہور سے اٹھارہ کوس کے فاصلے پر ملتان کی طرف ہے ، سرکشی کا خیال کیا اور غرور و تکبر کا اظہار کرنے لگا ، رفیع الدولہ کی حکومت کے زمانے میں وہ ایک فوج لے کر اس کے مقابلے پر آ گیا ۔ فریقین کی مڈبھیڑ ہونے پر خوب لڑائی ہوئی اور اس (حسین خان خویشگی) کا کام تمام ہو گیا ۔

محمد شاہ کی سلطنت کے پہلے سال جلوس میں وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچ کر حاضری سے مشرف ہوا ، اور ساتویں سال جلوس محمد شاہی میں جب لاہور کی صوبیداری اس کے لڑکے زکریا خان کو ملی کہ جو اعتمادالدولہ قمرالدین خان کا چھوٹی تھا تو وہ صوبہ ملتان کے انتظام کے لیے مامور ہوا ۔ ۱۱۵۰ھ مطابق ۳۸-۱۷۳۷ء میں وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا ۔ بہادر اور خوش وضع انسان تھا ، اپنے ملک کے لوگوں کا بہت لحاظ اور پاس کیا کرتا تھا[1] ۔

۱۶۳

سیف الدولہ سید شریف خان بہادر

شجاعت جنگ خطاب ، میر عبدالرحیم نام ، سید شریف خان [ے ، د] میر عبدالکریم بن میر سید محمد قنوجی کا لڑکا ہے ۔ وہاں کے سادات میں (اس کا) لقب رسولدار تھا ۔

میر سید محمد[2] اپنے وطن میں تحصیل علم میں مشغول ہونے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو نقوش (لاہور نمبر) صفحہ ۸۲-۹۰ (ق)

۲ ۔ سید محمد قنوج میں پیدا ہوئے ۔ لکھنؤ میں قاضی عبدالقادر لکھنوی سے درسی کتابیں پڑھیں ۔ شیخ محب اللہ الہ آبادی سے بیعت ہوئے ۔ ۱۱۰۱ھ مطابق ۹۰-۱۶۸۹ء میں انتقال ہوا ۔ ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) صفحہ ۴۲۸ (ق)

جو پہلے سے اس کے انتظام میں تھی ۔ لیکن عالمگیر بادشاہ کے آخری زمانے میں شجاعت جنگ (شریف خاں) صوبہ برار کے جزیے کا امین ہوا ۔ اس کے بعد اس نے بہت حیثیت حاصل کر لی ۔ جہاندار شاہ کے زمانے میں جب بعض شہروں کا انتظام چند غیر معروف لوگوں کے سپرد ہوا تو ان میں سے ایک کا نائب ہو کر اکبر آباد کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔

بادشاہ محمد شاہ کے آخری زمانے میں اس کی حالت تنگ ہو گئی تھی لٰہذا وہ آصف جاہ (اول) کی رفاقت اختیار کرکے دکن چلا گیا ۔ صوبہ برار میں جاگیر اور سواروں کی بخشی گری کے منصب پر فائز ہوا ۔ ۱۱۵۹ھ مطابق ۴۶-۱۷۴۵ء میں وہ صوبہ برار کا نائب ناظم مقرر ہوا ۔ اس نے سرکشوں کی دو تین گڑھیوں کا محاصرہ کرکے ان کو تباہ و برباد کر دیا ۔ اس صوبے میں اس کا اچھا اثر قائم ہو گیا ۔ آصف جاہ ناصر جنگ کے انتقال کے بعد اس کے القاب میں 'شجاعت جنگ' کا اضافہ ہوا اور مظفر جنگ کے دور میں 'سیف الدولہ' خطاب ملا ۔ ۱۱۶۰ھ مطابق ۱۷۵۱ء میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

خلیق و خوش مزاج تھا ۔ اس کی گفتگو دل چسپ ہوتی تھی ۔ فرائض و سنن کا پابند تھا ۔ اس کی مجلس میں رقص و سرود نہیں ہوتا تھا ۔ بہادر بھی تھا ، لیکن معاملات سے [۹۱د] بیگانہ رہتا تھا ۔ اس کا لڑکا صدرالدین محمد خاں کہ باپ کے انتقال کے بعد جس کو موروثی خطاب ملا ، کچھ عرصے تک دولت آباد کی قلعداری پر فائز رہا ۔ ۱۱۷۷ھ مطابق ۶۴-۱۷۶۳ء میں وہ اس دنیا سے رخصت ہوگیا ۔ سادہ مزاج آدمی تھا ۔ اس کے دو لڑکے موجود ہیں ۔ بڑے کو خاندانی خطاب ملا ہے ۔ دوسرے کا نام سید محمد ہے ۔ دونوں صوبہ برار کے پرگنہ کوتھل میں موروثی جاگیر پر قابض ہیں ۔ چونکہ علاقے کی آمدنی کم ہے اس وجہ سے تنگی سے بسر ہوتی ہے ۔

۱۹۳

سعداللہ خان بہادر ظفر جنگ

متوسل خان بہادر رستم جنگ بن حمید اللہ خان بن سعداللہ خان شاہجہانی کا لڑکا ہے ۔ حمید اللہ خان کا ذکر اس کتاب میں ہو چکا ہے[1] ۔ حمید اللہ خان عالمگیر بادشاہ کے زمانے میں صوبہ ٹھٹہ کی نظامت اور سیوستان کی فوجداری پر فائز تھا ۔ سویں سال جلوس عالمگیری میں سلطان معزالدین کی سفارش سے اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا[2] ۔ چوالیسویں سال جلوس عالمگیری میں اس کے منصب میں پانسو کا اضافہ ہوا ۔ پینتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

خان مذکور (حمید اللہ خان) کے لڑکے لیاقت سے خالی نہ تھے۔ اس کے تین لڑکے بہت لائق ہوئے ۔ ایک متوسل خان جس کی خان فیروز جنگ نے پرورش کی تھی ، محمد شاہ کے ابتدائی زمانے میں جب نظام الملک آصف جاہ نے مالوہ سے دکن کا رخ کیا تو وہ اس کے ہمراہ تھا اور سید دلاور علی خان کی جنگ میں اس نے بہت بہادری دکھائی اور عالم علی خان کی جنگ میں [۵۰ب] بھی جانثاری دکھا کر دو زخم کھائے اور اس کے صلے میں اصل و اضافہ کے بعد اسے تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، 'بہادر' کا خطاب اور نقارہ مرحمت ہوا ۔ کچھ عرصے تک اورنگ آباد کا نائب صوبیدار رہا ۔ اس کے بعد بگلانہ کا فوجدار ہو گیا ۔ آخر میں اسے رستم جنگ کا خطاب ملا اور صوبہ بیجاپور کا ناظم مقرر ہوا اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا ۔

---

۱ - ملاحظہ ہو ماثرالامراء جلد دوم صفحہ ۱۴۴ - ۴۴۹ (ق)

۲ - ماثر عالمگیری صفحہ ۴۰۷ (ق)

(حفیظ اللہ خاں کا) دوسرا لڑکا حرز اللہ خاں بہادر سیر جنگ ہے - جب نظام الملک آصف جاہ وزیر ہوکر دکن واپس ہوا تو وہ اس کے ہمراہ آیا اور مبارز خاں کی جنگ میں شریک ہوکر اس نے بہادری دکھائی - اضافہ و اضافہ کے بعد اسے تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، 'بہادر' کا خطاب ، علم اور نقارہ مرحمت ہوا اور عرصۂ دراز تک ماہور کی فوجداری اور قلعہ داری پر اور اس کے بعد نادیر کی صوبیداری پر سرفراز رہا - آخر میں 'سیر جنگ' کا خطاب اور جھالردار پالکی مرحمت ہوئی - فالج کی بیماری کی وجہ سے برسوں گھر میں پڑا رہا - ۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۴ع میں فوت ہو گیا - اس کے کوئی اولاد نہ تھی -

حفیظ اللہ خاں کا تیسرا لڑکا طالب محی الدین خاں بہادر ہے - وہ شروع میں ہندوستان میں تھا - صوبہ لاہور کے جنوبی علاقے کی فوجداری پر فائز تھا کہ جہاں اس کے بزرگوں کا وطن تھا - اپنے بھائی حرز اللہ خاں بہادر کے ساتھ نظام الملک آصف جاہ کی رفاقت میں دکن آیا اور مبارز خاں کے مارے جانے کے بعد صوبہ بیجاپور کی [۳۲۱ د] سرکار رائچور اور سرکار مدکل کی فوجداری پر فائز ہوا - چونکہ سپاہی منش آدمی تھا اس لیے دونوں مذکورہ سرکاروں میں جیسا کہ بندوبست کرنا چاہیے تھا ، کیا - اس (فوجداری) کے حسن انتظام کی وجہ سے سرکار امتیاز گڑھ عرف ادونی کی فوجداری اور صوبہ بیجاپور کی نائب صوبیداری بھی اس کو مل گئی - نہایت کوشش سے اس نے کام کیا اور اس صوبے کے انتظام کو ، جیسا ہونا چاہیے تھا ، سرانجام دیا - خود صاحب دولت و عزت ہوگیا - اسی زمانے میں جلد ہی اسے پیام اجل آ گیا -

اس کا بڑا لڑکا حسن محی الدین خاں کہ جو آخر میں اپنے والد کے خطاب سے مخاطب ہوا ، کچھ عرصے تک ماہور کا قلعہ دار رہا اور پھر مر گیا - لیکن مظفر جنگ کہ جس کا اصلی نام

ہدایت محی الدین تھا اور اس کی ماں خیرالنساء بیگم ، نظام الملک آصف جاہ کی لڑکی تھی ۔ بچپن سے تحصیل علم و ادب میں مشغول رہ کر نیک نام ہوا ۔ کچھ عرصے کے بعد 'خان' کا خطاب ملا اور بتدریج اصل و اضافہ کے بعد اسے تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، 'بہادر' کا خطاب ، علم اور نقارہ مرحمت ہوا ۔

جس زمانے میں کہ اس کا والد بیجاپور کا صوبہ دار تھا تو وہ اس کے ہمراہ تھا ۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے منصب میں ایک ہزار کا اضافہ ہوا ۔ 'مظفر جنگ' کا خطاب اور صوبہ مذکور (بیجاپور) کی نظامت پر فائز ہو کر اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوا اور اس نے ہمیشہ اس صوبے کے ان زمینداروں پر فوج کشی کی ۔ جن کو اس ملک کی زبان میں 'پالی گر' کہتے ہیں ۔ اور ان میں ہر ایک (زمیندار) آدمیوں کی کثرت ، سامان کی افراط اور قلعوں کے مضبوط ہونے کی وجہ سے سرکشی کرتا تھا اور ان کو مطیع و فرمانبردار کرکے خود صاحب دولت و لشکر بن گیا ۔ اس کے صلے میں [۵۲۲] 'سعداللہ خان' کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔

جب آصف جاہ کا انتقال ہو گیا اور ملک دکن کی حکومت ناصر جنگ شہید کے سپرد ہوئی تو چونکہ پہلے سے ان دونوں کے درمیان صفائی نہیں تھی اس لیے دونوں کی طبیعتوں میں وہم کا غلبہ ہوا ۔

مظفر جنگ لشکر جمع کرکے کرناٹک حیدر آباد کی جانب روانہ ہوا اور وہاں کا فوجدار انور الدین خاں ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ء میں مقابلے پر آ کر قتل ہو گیا ۔ اس واقعے کی خبر پا کر ناصر جنگ ، فوج کثیر اور بہت سے سامان (جنگ) کے ساتھ اس علاقے میں پہنچا اور مقابلہ کیا ۔

عین جنگ کے دوران میں پھلچری (پانڈیچری) کے فرانسیسی کہ جن سے اس کو بہت قوت و ہمت تھی ، اپنے دلوں میں شکوک

ا کرکے علیحدہ ہو گئے ۔ ناصر جنگ کہ جس کو موافق کرنے
چلے سے گفتگو ہو رہی تھی ، اس وقت بلا کر نظربند کردیا
۔ چونکہ تقدیر اس بات کو طے کر چکی تھی کہ وہ کچھ
ور اور دکن کی حکومت پر متمکن رہے ، بہادر خان پنی نے چند
یوں کو اپنے ساتھ ملالیا اور فرانسیسیوں سے عہد و پیمان
ر لیا اور جس وقت کہ انھوں نے شب خون مارا ، ناصر جنگ ،
ان مذکور (بہادر خان پنی) کے ہاتھ سے شہید ہوا ۔ جو لوگ
ہ اس واقعے کے سلسلے میں اتفاق رائے رکھتے تھے انھوں نے
ظفر جنگ کو ہاتھی کی عماری کے اندر سے نکال کر مبارکباد
ی کی اور وہ حکومت پر متمکن ہو گیا ۔ چونکہ وہ اپنی والدہ
ر متعلقین کو پھلچری بندر میں حفاظت سے چھوڑ آیا تھا [۵۲۲ د]
ہاں وہ گیا اور فرانسیسیوں کی ایک فوج کو لے کر واپس ہوا ۔
رضع رائے چوتی میں پہنچنے پر ایک ناگہانی واقعہ پیش آیا ۔ یعنی
ادر خان پنی کے آدمی جو کہ ہمتی سے مغرور ہو کر کسی کو
چھ سمجھتے ہی نہ تھے ، تین چھکڑوں میں فرانسیسیوں کا سامان
ر کر لے گئے اور جھگڑا شروع ہوگیا ۔ (مظفر جنگ) عین جنگ
ے میدان میں سترہ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ مطابق ۲ فروری ۱۷۵۱ء
کو تیر کے زخم سے مارا گیا اور افغان مذکور (بہادر خان پنی)
ی بندوق کی گولی سے ختم ہو گیا ۔

سعد اللہ خان خوش اخلاق اور صفات حمیدہ سے متصف تھا ۔
ہ سپاہی اور سپاہی دوست تھا ۔ عالی ہمت انسان تھا ۔ اپنے احباب
ے حال پر نظر کرم رکھتا تھا ۔ کلام الٰہی کا حافظ تھا ۔ علماء
کو دوست رکھتا تھا ۔ اس کی صحبت میں ہمیشہ کتابوں کے
ذکرے ہوا کرتے تھے ۔ اس کے بعد اس کا لڑکا محمد سعد الدین
مظفر جنگ' کے خطاب اور بیجاپور کی صوبیداری پر سرفراز ہوا
کن چیچک کی بیماری نے اسے مہلت نہ دی اور جلد ہی اس کا
نتقال ہو گیا۔

عقد میں آئی جس کا خطاب 'صاحبہ محل' ہوا ۔ ان ہی وجوہ سے اس پر بادشاہ کی خاص عنایات ہوئیں ۔ پہلے چار ہزاری منصب اور احدیوں کی بخشی گری کی خدمت پر فائز ہوا ۔ اس کے بعد حمیدالدین عالمگیری کے انتقال کے بعد بخشی گری چہارم اور شش ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ چونکہ محمد شاہ بادشاہ کی دونوں بیگمات سے کوئی اولاد نہ تھی ، مرزا احمد بہادر کی ، جو بادشاہت کے بعد احمد شاہ مشہور ہوا ، دونوں بیگمات نے [د ۲ د] پرورش کی ۔ اس کے بعد جب ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۸ء میں شاہ درانی کی ہندوستان میں آمد آمد کا شور ہوا اور بادشاہ مرض استسقا میں مبتلا ہونے کی وجہ سے خود نہ جا سکا ، شاہزادہ مذکور (احمد شاہ) کو سید صلابت خان کی اتالیقی میں اعتمادالدولہ وزیر ، صفدر جنگ میر آتش اور دوسرے سرداروں کے ہمراہ درانیوں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا ۔ چنانچہ زبردست جنگ ہوئی ۔ درانی مقابلہ چھوڑ کر اپنے وطن کو چلے گئے[1]۔

اس دوران میں محمد شاہ بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور احمد شاہ تخت نشین ہوا ۔ نظام الملک آصف جاہ کے انتقال کے بعد وہ میر بخشی گری کی خدمت ، آٹھ ہزاری ذات اور آٹھ ہزار سوار کے منصب اور 'سید سادات خان بہادر ذوالفقار جنگ' کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ بادشاہ گفتگو کے وقت اس کو 'نانا بابا' کہا کرتا تھا ۔

چونکہ اہل دنیا خود غرضی کی وجہ سے دوسرے کو کمزور اور کثرت اوہام کے سبب دوسرے کو گرا ہوا دیکھنا پسند کرتے ہیں ، جاوید خاں خواجہ سرا کہ جو سلطنت کا مختار کار 'نواب بہادر' کہلاتا تھا ، اس (سادات خاں) کی طرف سے کینہ

---

۱ - ملاحظہ ہو فال آف دی مغل امپائر جلد اول صفحہ ۲۱۶-۲۳۳ (ب)

رہی تھی اور بغض و حسد سے ہمیشہ بادشاہ کے سامنے اس کی
برائیاں کیا کرتا کہ ١٠٩٦ھ مطابق ١٦٨٥ع میں وہ تین روز
تک قلعہ شاہی میں قید رہا۔ اس کا لشکر شاہی سلطنت میں آگیا
اور بخشی گری و امیرالامرا کا خطاب اس کی ساتھ [٥٢٦]
عمدۃ الملک آصف جاہ کے بڑے لڑکے فیروز جنگ کو مل گیا[1]۔
١٠٩٩ھ مطابق ١٦٨٨ع میں صفدر جنگ کی صوبہ سے پھر
بخشی گری کی خدمت اس کو مل گئی لیکن صفدر جنگ وہاں
سے رخصت اور صوبہ اودھ کی صوبہ‌داری پر چلا گیا۔ خان مذکور
(سادات خان) بھی اس کے ہمراہ گیا اور وہیں ختم ہو گیا۔

١٦٦

سراج الدولہ انورالدین خاں بہادر ظفر جنگ[2]

انورالدین خاں بہادر شہامت جنگ کا لڑکا ہے کہ جس کا باپ
حاجی انورہش نماز ہونے کی وجہ سے عالمگیر بادشاہ کا روشناس تھا۔
اس کے بزرگوں کا وطن صوبہ اودھ کا قصبہ گوپامئو تھا۔ اس کا
اصلی نام شہامت جنگ شیخ عالجہاں ہے۔ کہتے ہیں کہ جب منصب
کی غرض سے عالمگیر بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو بادشاہ نے
اس کا نام بدل کر جان جہاں کر دیا۔ چار سو کا منصب، سرکار
کھرگہ کے جزیے کی امینی اور اس کے بعد سنگمنیر کے جزیے کی
امینی ملی۔

اس زمانے میں سنگمنیر کی فوجداری پر خواجہ محمد امانت خاں
مامور تھے۔ امانت خاں کی صحبت اس کے ساتھ خوب موافق رہی۔

١۔ ایضاً صفحہ ٣٨٥ (ب)

٢۔ سراج الدولہ انورالدین خاں بہادر کے تفصیلی حالات کے لیے
ملاحظہ ہو تزک والا جاہی از منشی برہان خاں ہانڈی۔ مرتبہ ڈی۔
چندراسیکھرن (مدراس ١٩٥٧ع) صفحہ ٣١ تا آخر (ق)

جب امانت خاں بندر سورت میں متصدی ہوگیا تو اس کو بندر سورت کے جزیہ کا امین بنا دیا اور وہاں کی ٹکسال کی داروغگی ملی ۔ وہاں اس کی بہت حیثیت اور اعتبار ہوگیا ۔ بہادر شاہ اول کے زمانے میں اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور انورالدین خاں کا خطاب ملا [۵۰۷] ۔

جس زمانے میں کہ امانت خاں صوبہ مالوہ میں آیا اور راجہ مسلم خاں سے جنگ کی تو اس نے نمایاں کارگزاری دکھائی اور خان مذکور (امانت خاں) کی مہمات کا مختار کار ہوگیا ۔ جب خان مذکور (امانت خاں) صوبہ حیدر آباد کی نظامت پر تعینات ہوا تو صوبہ مذکور (حیدر آباد) کی دیوانی اس کے نام مقرر ہوئی ۔

جب اعتمادالدولہ محمد امین خاں بہادر کے مرنے کے بعد آصف جاہ دارالخلافہ گیا تو (انورالدین خاں) بھی اس کے ہمراہ تھا اور اس کے توسل سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور صوبہ الہ آباد میں سرکار کوڑا جہاں آباد کی فوجداری حاصل کی ۔

اس کے بعد وہاں سے معزول ہو کر آصف جاہ کے پاس پہنچا کہ جو دکن آ کر مبارز خاں کی جنگ سے فارغ ہو چکا تھا ۔ شروع میں صوبہ حیدر آباد کی نظامت اور اس کے بعد سیکاکل کی فوجداری اور بعد ازاں دوبارہ فرخ بنیاد (حیدرآباد) کی نائب صوبیداری ملی اور مرہٹوں کی فوج سے کہ جو اس صوبے میں آ گئی تھی، نمایاں جنگ کر کے ان کو نکالنے میں مشغول ہوا ۔ چند سال کے بعد صوبہ حیدرآباد میں کرناٹک کی فوجداری پر فائز ہوا اور وہاں کے سرکش زمینداروں کو سزا دے کر وہاں کا انتظام درست کیا ۔

ناصر جنگ کے عہد میں اس کے القاب میں شہامت جنگ کا اضافہ ہوا ۔ اس کے بعد اتفاق سے مظفر جنگ یک بارگی اس ضلع میں پہنچا ۔ اس نے نمک حلالی کے خیال سے مقابلہ کیا اور ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ع میں اس نے بہادری سے جان دے دی [۵۲۸] ۔

سخی، نیک طبیعت اور بہادر انسان تھا۔ علم تصوف کا ماہر، پیروں کا معتقد تھا۔ اس کا بڑا لڑکا کہ جو وطن میں تھا اور اس کا لقب صدرالاسلام خان ہے [illegible] میں آیا۔

اس کا دوسرا لڑکا محمد حفیظ خان ہے کہ جس نے صلابت جنگ کے زمانے میں سہم جنگ کا خطاب پایا۔ کچھ دنوں [illegible] کے مضافات کوندیر کی فوجداری پر مامور رہا اور ایک عرصے تک ارکاٹ میں رہا۔ جس کا بھائی سراج الدولہ اس کو ایک لاکھ روپیہ سالانہ دیا کرتا تھا۔ سفر حجاز کی اجازت پا کر سری رنگ پٹن کے معاہد دار حیدر علی خان کے پاس پہنچا اور اس سے فوج لے کر قلعہ ترچناپلی پر گیا کہ جو سراج الدولہ سے متعلق تھا۔ جنگ میں گرفتار ہوگیا اور قلعۂ مذکور میں ایک عرصے تک نظربند رہا۔ اس زمانۂ تحریر سے دو تین سال قبل فوت ہوگیا۔ مقدمات علمی سے آشنا تھا۔

تیسرا لڑکا سراج الدولہ مذکور ہے کہ اس کا اصلی نام محمد علی ہے۔ باپ کے مرنے کے بعد ناصر جنگ کے زمانے میں اس نے 'خان' کا خطاب پایا۔ کام کی تلاش میں کوشش کرتا رہا۔ ناصر جنگ کی شہادت کے بعد اس نے چیناپٹن کے کلاہ پوشوں کے ساتھ کہ جو انگریز ہیں، دوستی کی تحریک کی۔ کچھ عرصے کے بعد جب وہ (انگریز) بندر پھلجری کے کلاہ پوشوں پر کہ جو فرانسیسی ہیں، غالب آ گئے تو اس (محمد علی) کو ترقی ہوئی اور اپنی دانشمندی سے انگریزوں کے بادشاہ کے ساتھ کہ جو ملک انگلستان میں ہے، نامہ و پیام اور ہدایا و تحائف بھیج کر رسم و راہ پیدا کر لی۔ [۵۲۹]

بندر چیناپٹن کے کارکنوں کے ساتھ گرم جوشی سے پیش آیا اور ہر ایک کے ساتھ اس کی امید سے زیادہ مراعات کیں۔ کرناٹک کے تمام تعلقے پر قابض ہوگیا اور اس تقریب سے بہت دولت اس کے

ہاتھ آئی اور انگریزوں کے مشورے سے بادشاہ وقت (دہلی) کے حضور سے اسے امیرالہند والا جاہ کا خطاب ملا ۔ حاجت مندوں کی خبر گیری کی اسے توفیق حاصل ہے ۔

اس کا بڑا لڑکا کہ جس کا خطاب عمدۃالامراء ہے ، اگرچہ باپ سے موافقت نہیں رکھتا ہے لیکن خلیق اور عالی ہمت ہے ۔ اہل کمال کا قدردان ہے ۔ اس کی شاعری کہ جو اردو زبان میں کرتا ہے ، دل میں اثر کرتی ہے اس کا شعر ہے :

ہمیں جدا کرے تجھ سے زمانہ یا نہ کرے
کسی کے کرنے نہ کرنے سے کیا خدا نہ کرے

اس کے دوسرے لڑکے مناسب منصب اور خطاب سے مفتخر ہیں ۔

اس کے بھائیوں میں سے ایک عبدالوہاب خاں ہے جو اس زمانۂ تحریر میں کرناٹک مذکور کے مضاف نیلور اور سرواہلی کا تعلقہ دار ہے ۔ دوسرا محبیب‌اللہ خاں تھا کہ جس کا انتقال ہو گیا [۵۳۰]

ش

۱٦۷

شمس الدین محمد خاں اتکہ

میر یار محمد غزنوی کا لڑکا ہے جو خانہ داری کی ذمہ داریوں کے باوجود فقیر منش تھا ۔ شمس الدین نے بیس سال کی عمر میں غزنین میں یہ خواب دیکھا[۱] کہ چاند اس کی گود میں آ گیا ہے ۔ اس نے یہ صورت واقعہ اپنے والد سے بیان کی ۔ والد نے تعبیر بتائی کہ تیرے ہاتھ بہت دولت لگے گی کہ جو ہمارے خاندان کی رفعت کا سبب ہوگی ۔

وہ شروع زمانے میں ہمایوں بادشاہ کے بھائی مرزا کامران کا ملازم ہوا ۔ جب دوسری مرتبہ ہمایوں بادشاہ شیر خاں سور سے جنگ کرنے کے لیے آگرے سے روانہ ہوا تو اسے مرزا کامران کی رفاقت کی توفیق حاصل نہ ہوئی اور وہ فوج کو چھوڑ کر خود لاہور چلا گیا ۔ میر شمس الدین اسی جماعت میں تھا ۔

جب دسویں محرم ۹۴۷ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۵۴۰ع کو قنوج کے نواح میں گھاٹ سے ایک فرسخ کے فاصلے پر شاہی لشکر کو

---

۱ ۔ اکبر نامہ جلد اول (صفحہ ۳۱) میں ہے کہ اس نے یہ خواب بائیس سال کی عمر میں دیکھا تھا (ب)

زبردست شکست ہوئی اور سردار بغیر جنگ کیے ہوئے رخ بدل کر دریا میں کود گئے اور بڑی کثرت سے لوگ ختم ہوئے تو بادشاہ نے خود دو مرتبہ دشمن کی فوج پر حملہ کیا۔ (بادشاہ) ہوا خواہوں کے آہ و زاری کرنے پر اس معرکے سے نکلا اور اس نے ہاتھی پر سوار ہوکر دریا کو عبور کیا - دریا کے کنارے پر ہاتھی سے اتر کر (دریا سے) باہر آنے کے راستے کو دیکھ رہا تھا [۵۳۱] - چونکہ دریا کا کنارہ بلند تھا ، نکلنے کا کوئی راستہ نہ ملا - سپاہیوں میں سے ایک جو زندہ بچ گیا تھا ، وہاں پہنچا اور اس نے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر نکالا - بادشاہ نے اس کا نام و وطن دریافت کیا - اس نے عرض کیا کہ میرا نام شمس‌الدین محمد ، میرا وطن غزنین ہے اور میں مرزا کامران کا ملازم ہوں - ہمایوں نے اس کو شاہانہ عنایتوں کا امید وار کیا۔ چنانچہ لاہور پہنچنے کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - بادشاہ نے نوازش فرمائی اور وہ بادشاہ کا ہم رکاب ہو گیا -

ہمایوں بادشاہ نے اکبر کی ولادت کے قریب زمانے میں[۱] اس شائستہ خدمت کے خیال سے کہ جو اس نے قنوج میں کی تھی ، اس کو اس وعدے سے خوش کیا کہ اس کی زوجہ دایہ کی خدمت انجام دے گی - مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) نے بادشاہی حکم کے مطابق اس مولود مسعود (اکبر) کو پیدائش کے وقت مشار الیہ (شمس‌الدین محمد) کی زوجہ کی گود میں دے دیا کہ جس کو 'جیجی انکہ' کا خطاب ملا - چونکہ اس وقت تک اس (جیجی انکہ) کے بچہ پیدا نہیں ہوا تھا ، اس لیے دوسری دائیوں نے (اکبر کو) دودھ پلایا یہاں تک کہ جیجی انکہ اس دولت سے سرفراز ہوئی -

---

۱ - اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۴۴ (ب)

ہمایوں بادشاہ نے عراق (ایران) جاتے وقت میر شمس الدین کو شاہزادہ محمد اکبر کی خدمت میں قندھار چھوڑ دیا۔ جب بادشاہ وہاں سے واپس ہوا تو وہ (شمس الدین محمد) مرزا کامران کو بلانے کے لیے شاہزادے کے ہمراہ کابل گیا۔ جب مرزا کامران نے یہ خبر سنی کہ ہمایوں بادشاہ نے قندھار فتح کر لیا ہے تو وہ شاہزادہ (اکبر) کو اپنے مکان پر لے گیا اور میر (شمس الدین محمد) کو ایک نامعقول جگہ پر قید کر دیا۔ چونکہ اس کی قسمت یاور تھی، وہ مخالفوں کے مکر سے محفوظ رہا۔ ہندوستان کی فتح کے بعد جب سرکار حصار شہزادے کی جاگیر میں مقرر ہوئی [۵۳۲] تو اتکہ خاں اس نواح کی حکومت پر نامزد ہوا۔

جب اکبر بادشاہ تخت نشین ہوا تو اتکہ خاں دوسرے سرداروں کے ہمراہ مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) اور دوسری بیگمات کو کابل سے لانے کے لیے روانہ ہوا۔ جب (اکبر) بادشاہ بیرام خاں سے ناراض ہوا تو خان مذکور (شمس الدین محمد) کے نام کہ بھیرہ خوشاب جس کی جاگیر میں تھا، فرمان صادر ہوا کہ لاہور کو اپنے بڑے بھائی میر محمد خاں کے سپرد کرکے خود حاضر حضور ہو جائے۔ حاضر ہونے کے بعد اس کو بیرام خاں کا علم، نقارہ، تومان توغ (کا نشان) عنایت کیا[۱] اور پنجاب کی حکومت سپرد کی گئی۔ جب بیرام خاں کے باغی ہوکر بیکانیر سے پنجاب آنے کی خبر ملی تو اتکہ خاں کو بطور ہراول بھیجا اور بادشاہ خود بھی دہلی سے روانہ ہوا۔ شمس الدین خاں کسی طرح بھی بیرام خاں کا مد مقابل نہ تھا مگر اقبال شاہی سے اس نے امداد چاہی اور جالندھر کے نزدیک پرگنہ دکدار کے موضع گونا چور میں دونوں فریقوں میں سخت جنگ ہوئی۔ بیرام خاں کے آدمیوں

۱۔ ملاحظہ ہو آئین اکبری (طبع دوم انگریزی ترجمہ) صفحہ ۵۲ (ب)

نے بہت بہادری دکھائی اور اتکہ خاں کی اکثر صفیں درہم برہم کر دیں لیکن :

بیت

بولی نعمت ار بروں آئی
گر سپہری کہ سرنگوں آئی

اتکہ خاں نے بیرام خاں کے قلب لشکر پر حملہ کیا اور اس کو شکست دے کر فتح و نصرت حاصل کی اور سرہند میں بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف [۵۳۳] ہوا ، اور سرہند میں آسے اعظم خاں کا خطاب ملا - جب منعم خاں کو وکالت کا منصب ملا تو اس بات پر اتکہ خاں نے ناراضی کا اظہار کیا اور لاہور سے اکبر بادشاہ کو لکھا کہ جب بیرام خاں کے مقابلے پر میں اپنی جان پر کھیلا ہوں تو اس کا عہدہ بھی مجھے ملنا چاہیے - چنانچہ جب چھٹے سال جلوس اکبری میں وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو ملکی و مالی مہمات کی تنظیم اس کے سپرد ہوئی - ماہم انکہ جو خود کو مستقل طور سے 'وکیل السلطنت' سمجھتی تھی اور منعم خاں جو برائے نام وکیل تھا ، (دونوں آپس میں) کبیدہ خاطر ہوئے۔

یہاں تک کہ ساتویں سال جلوس اکبری ۱۲ رمضان ۹۶۹ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۵۶۲ع کو شاہی محل میں اتکہ خاں ، منعم خاں اور شہاب الدین احمد خاں سلطنت کے معاملات میں مشغول تھے - ماہم انکہ کا لڑکا ادھم خاں کہ جو جوانی کے غرور اور منصب کے زعم کی وجہ سے بے باک ، لڑاکا اور فتنہ و فساد کا عادی تھا ، وہاں پہنچا ، تمام سردار تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے - اتکہ خاں تھوڑا سا اٹھا - چونکہ وہ ہم رتبہ ہونے کی وجہ سے اس سے حسد رکھتا تھا ، خنجر نکال کر متوجہ ہوا اور اپنے ملازم خوشم بیگ اوزبک سے کہا کہ اس نمک حرام کو مار ڈال - اس نے خنجر نکال کر اتکہ خاں کے سینے پر وار کیا - خان پریشان ہو کر زخمی حالت میں حرم سرا کی جانب دوڑا - اس

ظالم کے دوسرے نوکروں میں سے کسی نے تلوار پھینک کر شاہی حرم سرا کے صحن میں اس کا کام تمام کر دیا ۔ شاہی محل میں شور مچ گیا ۔ بادشاہ [۵۳۴] (آکر) سونے سے جاگ اٹھا اور حال دریافت کیا ۔ ادہم کو اس طرح سے کہ جس کا ذکر اس کے حال میں گزر چکا ہے ، قتل کرا دیا ۔

شعر

کلش سالے دگر شہید شدے
تا شدے سال فوت 'خان شہید' ۹۷۰ھ

(اس) واقعے کے گزرنے کے بعد اتکہ خیل (کے لوگوں نے) مسلح ہو کر ادھم خاں کا راستہ روک لیا ۔ اگرچہ وہ لوگ ادھم خاں کے قتل کی بابت سن رہے تھے لیکن ماہم انگہ کے مرتبہ و قرب کی وجہ سے اس خبر کو لغو اور جھوٹا سمجھ کر شور و غوغا کر رہے تھے ۔ یہاں تک کہ ان میں سے کچھ لوگ آئے اور انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو وہ ہنگامہ ختم ہوا۔ ادھر بادشاہ نے خان شہید کے لڑکوں کی تسلی و تسکین کی اور ان لوگوں کی تربیت اور اس خاندان کے مدارج کی ترقی میں بہت توجہ فرمائی ۔

اتکہ خیل ایک بڑا گروہ تھا ۔ (اس میں) پنج ہزاری سے ایک سو تک منصب‌دار (تھے) ۔ ایک ملک ان لوگوں کی تنخواہوں کے لیے درکار تھا ۔ اس زمانے میں کوئی خاندان ایسی جمعیت و کثرت نہ رکھتا تھا ۔ اگرچہ بادشاہ کے اور بھی بہت سے دودھ شریک بھائی تھے جن میں سے اکثر چار ہزاری اور پنج ہزاری کے اعلی مناصب پر پہنچے ، معلوم نہیں کہ یہ سب دودھ شریک ہونے کی نسبت سے کسی بادشاہ کے زمانے میں (ایسے) معزز رہے ہوں اور ہر ایک اس عالی مرتبے پر پہنچا ہو ۔

۱۶۸
شاہ قلی خاں نارنجی

ہمایوں بادشاہ کے عہد کا امیر تھا ۔ وہ سفر و حضر میں بادشاہ کے ہم رکاب رہتا اور خدمات انجام دیا کرتا تھا ۔ اکبر بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں خواجہ خضر خاں کے ساتھ صوبہ پنجاب میں تعینات ہوا ۔ [۵۳۵] اور بیرام خاں کے زوال کے بعد بھی وہ اس (خضر خاں) سے وابستہ رہا ۔ جب مہدی قاسم خاں گڑھ کے علاقے سے شاہی اجازت کے بغیر حجاز چلا گیا تو گیارھویں سال جلوس اکبری میں اس کو ایک فوج کے ساتھ تعلقہ مذکور (گڑھ) کے انتظام کے لیے روانہ کیا گیا ۔ اس کے انجام کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا ۔

۱۶۹
شاہ بداغ خاں

سمرقند کے قبیلہ میانکال سے ہے ۔ ہمایوں بادشاہ کے ساتھ کارہائے نمایاں اور پسندیدہ خدمات انجام دیں اور امارت کے درجے پر پہنچا۔ جب اکبر بادشاہ کی حکومت کا زمانہ آیا تو اس نے جنگ کے معرکوں میں بے محابا دشمن سے سخت مقابلہ کرکے ایسی جانفشانی دکھائی کہ جس کے بدلے میں شاہی عنایات سے سرفراز ہوا اور (منصب میں) مسلسل اضافے پا کر اعلی سرداروں میں شامل ہو گیا اور تین ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔

دسویں سال جلوس اکبری میں میر معزالملک مشہدی کے ساتھ بہادر خاں شیبانی کے مقابلے کے لیے تعینات ہوا[۱] ۔ جب مقابلے کی جنگ ہوئی مخالف نے قلب لشکر پر حملہ کیا ۔ اکثر لوگ میدان

---

۱ ۔ اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۲۵۷ (ب)

جنگ چھوڑ گئے لیکن شاہ بداغ خاں نے ہمت نہ ہاری اور مقابلہ کیا ۔ نہایت کوشش کے بعد گھوڑے سے اترا اور دشمن کی قید میں پہنچ گیا ۔ اس کا لڑکا عبدالمطلب خاں استقلال نہ دکھا سکا اور سردار کے ساتھ فرار ہو گیا ۔

بارھویں سال جلوس اکبری میں جب شہاب الدین احمد خاں ہاشمی مرزاؤں (حسین مرزا وغیرہ) کے دفعیے کے لیے [۵۳۶] تعینات ہوا اور ولایت مالوہ تک تمام مفسدوں کا صفایا کر دیا ، شاہ بداغ بھی اس کے ہمراہ گیا ۔ اس کے بعد (شاہ بداغ) سارنگ پور کی جاگیر پر مامور ہوا ۔ عرصہ دراز تک اس نے مانڈو میں عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی اور وہیں مر گیا ۔

حصار کی دیوار کے قریب جنوبی جانب قلعے کے اندر ایک مستحکم اور خوش نما عمارت تعمیر کرائی اور اس کا نام نیل کنٹھ رکھا اور یہ شعر اس پر کندہ کرایا :

توان کردن تمامی عمررا مصروف آب و گل
کہ شاید یک دمے صاحب دلے آنجا کند منزل

راقمہ و قائلہ شاہ بداغ

اس کے نیچے میر معصوم بھکری نامی تخلص نے اپنے قلم سے یہ رباعی اس پتھر پر کندہ کر دی :

چعدے دیدم نشستہ در صبح پگاہ بر کنگرۂ مقبرہ شروان شاہ
فریاد کناں ز روئے عبرت می گفت کو آں ہمہ حشمت و کجا آں ہمہ جاہ

عمارت مذکور عجیب پرفضا جگہ ہے - ۱۰۲۶ھ مطابق ۱۶۱۶ع میں جب اس سرزمین پر جہانگیر بادشاہ پہنچا تو جہانگیر نے جمعے کی اکثر راتیں شاہی محلات کے ساتھ [۵۳۷] اس عمارت میں گزاریں ۔ اسی سال مانڈو میں بادشاہ کے حکم کے مطابق خوشنما

عمارتیں تعمیر ہوئیں۔گزشتہ زمانے کے بادشاہوں کے محلات میں ترمیم کی گئی۔

یہ قلعہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔ جہانگیر بادشاہ کے حکم سے اس قلعہ کا دور نہایت وسیع ہو کر رقبے میں دو کوس ہوگیا، اور اکبر نامہ میں بارہ کوس تحریر ہے۔ خیال ہے کہ پیمائش کے پیمانے میں اختلاف رہا ہے۔

گزشتہ زمانے میں یہ بستی (مانڈو) ولایت مالوہ کے بڑے شہروں میں تھی اور کچھ حکام کا صدر مقام رہا۔ ابھی تک خلجی اور غوری بادشاہوں کے آثار اور عمارتیں موجود ہیں۔ پتھر کا بنا ہوا ہشت منظری مینار نہایت بلند اور نہایت موزوں ہے۔ چونے اور پتھر کا بنا ہوا ایک نہایت بلندگنبد سلطان ہوشنگ غوری کا مدفن ہے[1] موسم گرما میں اس کی چھت میں سے پانی ٹپکتا ہے۔ سادہ مزاج لوگ بہت زمانے سے اس کے معتقد ہیں اور سلطان کی کرامت سمجھتے ہیں۔ نظر غائر رکھنے والا جانتا ہے کہ اصلیت کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ پتھر کے گور خانوں کی ہوا میں استحالہ (ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہو جانا) کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور (ہوا) پانی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور بوندیں گرنے لگتی ہیں۔ ایک اور حظیرہ ہے کہ اس میں خلجی سلاطین دفن ہیں۔ جب جہانگیر بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان غیاث‌الدین خلجی کے بیٹے سلطان نصیرالدین نے حکومت کی طمع میں اپنے والد بزرگوار کو زہر دلوا دیا تھا تو حکم دیا کہ اس کی ہڈیاں نکال کر دریائے نربدا میں ڈال دی جائیں [۵۳۸]- تھوڑی سی خاک اور چند ہڈیوں کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔

---

۱ - تفصیل کے لیے دیکھیے طبقات اکبری جلد سوم، صفحہ ۲۸۹-۳۰۷ (ب)

۱۴۰
شیخ گدائی کنبو

شیخ جمالی دہلوی کا لڑکا ہے کہ جو شیخ سماءالدین سہروردی کا خلیفہ اور مرید تھا ۔ اس کا نام جلال تھا اور جلالی تخلص کرتا تھا ۔ پیر کے حکم سے جمالی تخلص رکھ لیا ۔ شروع میں سلطان سکندر لودی کا مصاحب ہوا ۔ فضل و کمال میں عالی مرتبہ تھا ۔ شعر و سخن میں اچھی صلاحیت رکھتا تھا ۔ اس کے کلام کی چاشنی بہت مرغوب طبع ہے ۔ اسی کا شعر ہے :

بیت

مارا ز خاک کویت پیراہنے ست بر تن
آن ہم ز آب دیدہ صد چاک تا بدامن

چونکہ شیخ جمالی حقیقت میں فقیر اور درویش تھا ، وہ شوق کی بنا پر حجاز گیا ۔ اس کے بعد سیر و سفر کرتا ہوا سلطان حسین مرزا کے زمانے میں ہرات پہنچا ۔ میر علی شیر سے ملاقات کی اور مولوی عبدالرحمان جامی قدس سرہ السامی کی صحبت اختیار کی ۔ جب ہندوستان واپس ہوا تو بابر بادشاہ کا مصاحب ہوگیا ۔ ہمایوں بادشاہ اس کی بہت تعظیم اور احترام کرتا تھا ۔ بادشاہ اکثر اس کی خانقاہ پر جاتا تھا ۔ ۹۴۲ھ مطابق ۳۶-۱۵۳۵ع میں جمالی نے وفات پائی ۔ لوگوں نے 'خسرو ہند بودہ' سے اس کی تاریخ نکالی ہے[1] ۔ اس کی تالیفات میں سے سیرالعارفین ہے ۔ پرانی دہلی میں [۵۳۹] مقبرہ زمینی میں کہ اس کے پہلو میں ایک مسجد ہے کہ جس کو اس کے لڑکے شیخ گدائی نے تعمیر کرایا ہے ، دفن ہوا[2] ۔

---

۱ ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ، صفحہ ۱۵۲-۱۵۳ (ق)

۲ ۔ ملاحظہ ہو آثارالصنادید از سر سید احمد خان (مرتبہ ڈاکٹر معین‌الحق ، کراچی ۱۹۶۶ع) صفحہ ۸۵-۸۷ (ق)

کہتے ہیں کہ نعت میں اس نے ایک قصیدہ کہا کہ بعض صلحاء نے اس شعر کے مقبول ہونے کی بشارت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی ہے :

شعر

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات
تو عین ذات می‌نگری در تبسمی

شیخ گدائی بھی نہایت لطیف طبیعت کا مالک تھا ۔ اس نے کمالات اور علوم رسمی حاصل کیے ۔ ہندی سرود کو خود اختراع کرتا اور خود گاتا تھا ۔ گجرات کے ملک میں رفاہ و بہبود عام کے کام کیے ۔ جب شیر خاں کے غلبے کے زمانے میں بیرام خاں پریشان حالی میں اس ملک (گجرات) میں پہنچا تو شیخ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا ۔ سخاوت اور فراخ دلی کے مراسم ادا کیے ۔

جب کارکنان قضا و قدر نے ہندوستان کی سلطنت خدا داد کا اختیار بیرام خاں کے سپرد کیا تو شیخ (گدائی) پہلے سال جلوس اکبری میں گجرات سے آ کر اس (بیرام خاں) کے وسیلے سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور صدارت کے منصب پر مقرر ہوا ۔ اس کی صحبت سے بیرام خاں اتنا متاثر ہوا کہ وہ (بیرام خاں) ملکی و مالی تمام معاملات میں اس کے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کیا کرتا تھا ۔ اگرچہ صدارت کے منصب پر مامور تھا، لیکن شاہی منشور کی پشت پر اس کی مہر ہوا کرتی تھی ۔ اس کو کورنش معاف تھی [۵۰۴] ۔ محافل و مجالس میں صحیح النسب سادات پر اس کو ترجیح و فوقیت حاصل تھی ۔ شیخ کی عظمت شان اس مرتبے کو پہنچ گئی تھی کہ سواری کی حالت میں اکبر بادشاہ سے مصافحہ کرتا تھا۔ لیکن جلد ہی دنیا کی مرد افگن شراب سے بیخود

ہو گیا ۔ اس نے غرور و تکبر کو اختیار کیا کہ جو قدیم دولت مندوں کی بیخ کنی کر دیتا ہے ، چہ جائیکہ نئے دولت مند ہوں ۔ مسکینوں اور کمزوروں کی مطلق پروا نہیں کرتا تھا ۔

جب بیرام خاں کی حالت رو بہ تنزل ہوئی تو وہ (شیخ گدائی) میوات سے علیحدہ ہو کر اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ چونکہ دربار کے ہر ادنٹی و اعلی کو یہ گمان و یقین تھا کہ بیرام خاں کے انحراف مزاج اور سرکشی کا سبب اور اس تمام فتنہ و فساد کا منبع و منشا شیخ (گدائی) تھا اس لیے ارکان حکومت نے اس کو مختلف قسم کی سزاؤں کا مستحق سمجھا ۔ للہذا (لوگوں نے) یہ گوئی اور آگ کو بھڑکانے میں کوئی فروگزاشت نہ کی۔ لیکن اکبر بادشاہ اس سے نہایت مہربانی اور عنایت سے پیش آیا ۔ مگر وہ مرتبہ ، حالت ، عزت اور اعتبار نہ رہا ۔ ۹۷۶ھ مطابق ۶۹-۱۵۶۸ع میں اس کا انتقال ہو گیا ۔[۱]

۱۷۱
شیخ محمد بخاری

ہندوستان کے اکابر سادات اور دو ہزاری سرداروں میں سے تھا اور شیخ فرید بخاری کا ماموں ہوتا تھا ۔ خوش اعتقادی اور دانشمندی میں ممتاز تھا ۔ عرصہ دراز تک اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہ کر خصوصیت حاصل کی ۔ جب (قلعہ چنار کی) فتح کے لیے فوجیں تعینات ہوئیں تو فتو افغان خاصہ خیل کہ جو چنار کے قلعے پر قابض تھا اور اس نے اس کو اپنی پناہ گاہ قرار دیا تھا [۵۰۱] شیخ مذکور کی وساطت سے قلعے سے نکل آیا اور قلعہ سپرد کر دیا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو منتخب التواریخ (اردو ترجمہ)، صفحہ ۳۳۱-۳۳۲ (ق)

چودھویں سال جلوس اکبری میں جب خواجہ معین الدین قدس سرہ کی درگاہ کے خادموں میں ندرانوں اور تحائف وغیرہ کی تقسیم میں جھگڑا ہوا اور جو لوگ (خواجہ کی) اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے تھے، وہ ثابت نہ ہوا[1] تو بادشاہ نے اس کو حضرت خواجہ کی درگاہ کی تولیت سپرد کر دی[2] - سترھویں سال جلوس اکبری میں خان اعظم کوکہ کے (فوجی) مددگاروں میں گجرات میں تعینات ہوا - اس کے بعد بادشاہ کے حضور میں طلب کر لیا گیا۔ جب محمد حسین مرزا کی شورش کی شہرت کہ جو اس نے شیر خان فولادی سے سازش کرکے بپا کی تھی مشہور ہوئی، تو خان اعظم نے اس (شیخ محمد بخاری) کو کہ جو دولقہ میں بادشاہ کے پاس سورت میں جانے کے لیے سامان کر رہا تھا، واپس بلا کر فوج کی سیدھی جانب تعینات کر دیا - اس کے بعد جب سخت معرکہ ہوا تو اکثر شاہی ملازمین منتشر ہو گئے مگر شیخ نے بہادرانہ مقابلہ کیا اور زخم برداشت کیے[3]۔ حملہ کرنے کے دوران

---

۱ - خواجہ حسین اکبر بادشاہ کے زمانے میں متولی تھے اور خواجہ اجمیری کی اولاد میں ہونے کے مدعی تھے - خدام اور مجاوروں میں لڑائی ہوئی - یہ قضیہ اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچا۔ بادشاہ نے تحقیق کرائی اور وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ خواجہ حسین خواجہ معین الدین اجمیری کی اولاد میں سے نہیں ہیں لہٰذا تولیت سے علیحدہ کر دیے گئے اور شاہی عتاب میں آئے۔ ملاحظہ ہو تحقیق اولاد خواجہ صاحب (دو حصص) از حافظ محمد حسین اجمیری (مطبع ابوالعلائی آگرہ ۱۸۸۳ع- نیز ملاحظہ ہو معین الارواح از خادم حسین زبیری (آگرہ ۱۹۵۳ع) صفحہ ۱۴۳—۱۵۱ (ق)

۲ - اکبر نامہ جلد دوم، صفحہ ۳۵۱ (ب)

۳ - اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۵ (ب)

میں گھوڑے سے گر پڑا اور نیزے کے زخم سے ۹۷۹ھ
مطابق ۷۲-۱۵۷۱ع میں مارا گیا ۔ قدرداں بادشاہ (اکبر) نے وہ
تمام قرضہ کہ جو اس مخصص جاں سپار (شیخ محمد ماری) کے ذمے
تھا ، شاہی خزانے سے قرض خواہوں کو ادا کرو دیا ۔

۱۷۲

شاہ محمد خان قلاتی

ولایت قندھار کے مضافات میں ہزارہ جات کے درمیان قلات
ایک قلعہ ہے [1] ۔ اصل لفظ 'کلات' ہے ، لوگوں کی زبانوں پر
'قلات' مشہور ہو گیا [۵۶۲] ۔

(شاہ محمد) بیرام خان کے ملازمین میں تھا[2] اور دانش مندی و
خلوص کی بنا پر اس کا معتمد ہوگیا تھا ۔ جب ہمایوں ہندوستان کی
فتح کے ارادے سے آیا تو بیرام خان نے کہ جو قندھار کی جاگیر
پر مامور تھا ، اس (قندھار) کو شاہ محمد کے سپرد کیا ۔ اس نے وہاں
کی حکومت کا نہایت استقلال سے انتظام کیا ۔

جب خان زماں کے بھائی بہادر خان شیبانی نے کہ جو علاقہ
داور کا رئیس تھا ، اپنی بدنیتی سے قندھار پر قبضہ کرنے کا ارادہ
کیا اور مکر و فریب سے ایک جماعت کو اپنا ہم خیال بنا کر
گھات میں بٹھا دیا ، جب شاہ محمد کو یہ معلوم ہوا تو اس نے اس
جماعت کو ختم کر دیا ۔ بہادر خان کا کام جب مکری سے نہ چلا
تو علاقہ داور میں پہنچا اور اس نے ایک لشکر فراہم کیا اور
جنگ کے لیے تیار ہو گیا ۔ شاہ محمد نے ہندوستان کی کمک کو

---

۱ ۔ بلوچستان کے قلات کے علاوہ یہ دوسرا قلعہ ہے (ب)
۲ ۔ یہ بیان اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۵۳ وغیرہ سے ماخوذ
ہے (ب)

دور از خیال سمجھا ۔ ایران کے بادشاہ شاہ طہماسپ صفوی سے مدد مانگی اور اس کو تحریر کیا کہ ہمایوں بادشاہ نے آپ سے یہ طے کر لیا تھا کہ ہندوستان کی فتح کے بعد قندھار آپ کی حکومت میں دے دیا جائے گا؛ اب یہی مناسب ہے کہ ایک فوج بھیج دیجیے تا کہ اس نمک حرام کی شورش کو ختم کر دیا جائے اور قندھار آپ کے سپرد کر دیا جائے ۔ شاہ ایران نے تین ہزار ترکمان سوار سیستان، فراہ اور گرم سیر کے جاگیرداروں میں سے فراہم کرنے علی یار بیگ کی سرداری میں روانہ کیے ۔ بہادر خاں کو اس لشکر کی کوئی خبر نہ ہوئی ۔ یک بارگی اس پر حملہ ہو گیا ۔ سخت جنگ ہوئی ۔ آخر کار بہادر خان [۵۴۳] سے کچھ کام نہ ہو سکا اور وہ بھاگ کھڑا ہوا اور یہ بھی نہ کر سکا کہ داوریا اس کے نواح میں قیام کرے ، شرمندہ ہو کر اس نے ہندوستان کا راستہ اختیار کیا ۔ شاہ محمد نے اپنی کمک کی خوب تواضع کی اور قندھار سپرد نہ کرنے کا عذر کیا اور ان کو خالی ہاتھ واپس کر دیا ۔

جب شاہ ایران نے سنا کہ شاہ محمد قلاتی اپنے وعدے پر قائم نہ رہا تو اس نے اپنے بھتیجے سلطان حسین مرزا بن بہرام مرزا[۱] ، حسین بیگ ایچک اغلی استاجلو اولا اور ولی خلیفہ شاملو کو قندھار لینے کے لیے مقرر کیا ۔ شاہ محمد نے قلعے کے تحفظ کا پورا پورا انتظام کیا ۔ جب قلعے کے محاصرے میں زیادہ عرصہ لگا تو سلطان حسین مرزا بددل ہو کر چل کھڑا ہوا ۔ شاہ (ایران) نے ناراض ہو کر (سلطان حسین) کو شیراز کے حاکم علی سلطان کے ساتھ پھر روانہ کیا تاکہ جس طرح ممکن ہو قلعے کو فتح کر لیں ۔ علی سلطان کہ جس نے شیخی ماری تھی ، قلعہ فتح کرنے کی پوری کوشش کرتا رہا ، مگر خود تیر و بندوق کا شکار ہو گیا ۔ ایران کے لشکر

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد دوم، صفحہ ۸۷-۹۷ (ب)

میں بدنظمی ہو گئی - مرزا (سلطان حسین) 'نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن' کی کشمکش میں پڑ گیا - قلعے کے قریب قیام کیے ہوئے وقت گزارتا رہا - جب شاہ محمد کی تحریر سے یہ حالات اکبر بادشاہ کو معلوم ہوئے تو (بادشاہ نے) جواب میں لکھا کہ جنت آشیان (ہمایوں بادشاہ) فرمایا کرتے تھے کہ جب ہندوستان فتح ہو جائے گا تو قندھار شاہ ایران کو دے دوں گا - یہ اچھا نہیں ہوا کہ ان لوگوں (ایرانیوں) سے جنگ کی اور بات یہاں تک بڑھ گئی - خیر اب مناسب یہی ہے کہ قلعے کو شاہ ایران کے آدمیوں کے سپرد کرکے عذر خواہی کے بعد ہندوستان روانہ ہو جاؤ [۳-۵۰۲] -

اگرچہ کتاب 'عالم آرا' کے مؤلف کی روایت اس سے بالکل مختلف[1] ہے کیونکہ وہ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ شاہ محمد قلاتی کی درخواست پر پہلے شاہ ایران نے سلطان حسین مرزا کو ولی خلیفہ شاملو کے ہمراہ مدد کے لیے روانہ کیا - جب خلیفہ شاملو کے بیٹے شاہ وردی نے فوج کے ساتھ بہادر خان پر غفلت کی حالت میں حملہ کرکے اسے بھگا دیا اور شاہ محمد مکر و حیلہ سے پیش آیا اور قلعہ داری میں مشغول ہو گیا تو قزلباش سرداروں نے علاقہ داور پر قبضہ کرکے بادشاہ کو حقیقت حالات سے آگاہ کیا - شاہ (ایران) نے ۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۸ع میں علی سلطان ثانی اغلی ذوالقدر کو لشکر جرار کے ساتھ قندھار کی فتح کے لیے تعینات کیا اور وہاں کی حکومت سلطان مرزا کے سپرد کی - شاہ محمد قلاتی چھ ماہ تک جنگ کرتا رہا - جب اس کو کسی طرف سے مدد نہ ملی تو پناہ طلبی کے بعد اس نے عہد و اقرار کیا اور قلعے کو سپرد کرکے ہندوستان روانہ ہو گیا - خیال یہ ہے کہ ایران و

---

۱ - ملاحظہ ہو تاریخ عالم آرائے عباسی (لیتھو اڈیشن) صفحہ ۷۰ وغیرہ (ب)

ہندوستان کے مورخین میں سے ہر ایک اپنی بات کو بڑھانا چاہتا ہے ۔ اگر مطابقت کریں تو دونوں روایتوں سے صحیح صورت معلوم ہو سکتی ہے اور کوئی بات پوشیدہ نہ رہے گی ۔

مختصر یہ کہ شاہ محمد قلاتی تیسرے سال جلوس اکبری کے آخر میں اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر نوازش ہائے شاہانہ سے سرفراز ہوا اور اس کو بتدریج دو ہزاری منصب اور 'خان' کا خطاب مرحمت ہوا ۔ بارھویں سال جلوس اکبری میں قلعہ کوٹھ کی قلعے داری اور اس نواح کی حکومت پر فائز ہوا[1] - [۵۴۵]

سترھویں سال جلوس اکبری میں جب خان اعظم کوکہ اور محمد حسین مرزا کے درمیان حدود گجرات میں جنگ ہوئی تو شاہ محمد قلاتی فوج کی دائیں جانب تعینات تھا ، وہ زخمی ہو کر نکل گیا اور احمد آباد پہنچ کر اس نے دم لیا ۔

اس کا لڑکا عادل خاں ہے کہ جو ابتدا میں ادھم خاں کوکہ کے ہمراہ مالوہ کی مہم پر تعینات ہوا - اس کے بعد وہ محمد قلی خاں برلاس کے ہمراہ اسکندر خاں اوزبک کے مقابلے کے لیے مامور ہوا کہ جو حدود اودھ میں باغی ہو گیا تھا ۔ قلعہ چتور کے محاصرے میں اس نے مردانہ کارگزاریاں دکھائیں ۔

تیرھویں سال جلوس اکبری کے شروع میں ایک روز (اکبر) بادشاہ شیر کے شکار کے لیے گیا ۔ بندوق کے فائر سے اس (شیر) کو زخمی کیا ۔ شیر غضبناک ہو کر سامنے آ گیا ۔ بادشاہ نے یہ کوشش کی کہ قابو پا کر دوسرا فائر کرے لیکن شیر بادشاہ کی طرف سے نظر نہ ہٹاتا تھا ۔ للہذا رستم خاں کو حکم ہوا کہ آگے بڑھ کر شیر کو اپنی جانب متوجہ کرے ۔ عادل خاں نے کہ جو اس زمانے

---

۱ - اکبر نامہ جلد دوم ، صفحہ ۳۰۳ (ب)

میں معتوب تھا ، اس کو عام اجازت خیال کیا اور وہ تیر و کمان لے کر آگے بڑھا اور اس نے جو تیر چلایا اتفاق سے خطا کر گیا ۔ پھر اس نے حملہ کیا اور شیر سے لپٹ گیا ۔ اس نے اپنا بایاں ہاتھ شیر کے منہ میں ڈال کر دوسرے ہاتھ سے خنجر نکالنا چاہا ۔ قسمت کی بات کہ نیام کا منہ مضبوط بندھا ہوا تھا ۔ جب تک اس بند کو توڑا ، شیر نے عادل کا ہاتھ چبا ڈالا ۔ اس کے بعد اس نے خنجر نکال کر شیر کے منہ میں دو زخم لگائے ۔ شیر نے اس کا سیدھا ہاتھ منہ میں لے لیا ۔ اس اثنا میں اور لوگ پہنچ گئے اور تلوار سے شیر کا کام تمام کر دیا ۔ اس دوران میں [۹۳ھ] عادل اور بھی زخمی ہوگیا ۔ چار ماہ تک بستر علالت پر پڑا رہا ۔ آخر مر گیا[1] ۔

کہتے ہیں کہ وہ بدنیتی سے اپنے باپ کے دیوان کی زوجہ پر فریفتہ تھا لیکن پارسا ہونے کی وجہ سے وہ عورت قابو میں نہ آتی تھی ۔ باپ اس کو اس بات سے منع کرتا تھا اور نصیحت کرتا تھا ۔ اس نے ایک روز باپ کی نصیحت سے ناراض ہو کر اس پر (تلوار کا) وار کردیا ۔ سبحان‌اللہ کیا شقاوت اور عجیب و غریب بے مروتی تھی ۔ شاخ (بیٹے) کا اصل (باپ) سے جنگ کرنا اپنے پیر میں کلہاڑی مارنا ہے ۔ بزرگوں کے ساتھ بے ادبی کرنا خود کو ذلت کے کنوئیں میں گرانا ہے :

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

اس کا دوسرا لڑکا قیام خاں ہے ۔ اس نے جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں 'خان' کا خطاب پایا ۔ ایک زمانے تک قراول (میر شکار) کے عہدے پر سرفراز رہا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۳۲۸-۳۲۹ (ب)

پوشیدہ نہ رہے کہ زمانۂ قدیم سے قندھار کا قلعہ خاندان صفویہ (ایران) اور خاندان عظمت بنیاد تیموریہ (ہندوستان) کے درمیان متنازعہ فیہ رہا ہے - کبھی اس نواح میں اس خاندان (صفویہ) کی حکومت رہی اور کبھی اس خاندان (تیموریہ) کے حکمران قابض رہے۔ اس وجہ سے کہ بابر بادشاہ نے ارغونوں سے قلعہ (قندھار) حاصل کیا ، لہٰذا چغتائی (تیموریہ) خاندان کے دخل میں کوئی شک نہیں ہے اور اس بنا پر کہ زمانۂ سابق میں خراسان کے بادشاہوں کا اس پر قبضہ رہا اور ہمایوں بادشاہ نے شاہ ایران کو (قلعۂ قندھار) دے دینے کا وعدہ کر لیا تھا لہٰذا صفویہ خاندان کے [۵۸۲] بادشاہ اس پر اپنا دعویٰ کرتے نہیں تو بجا تھا - لیکن قدیم دانش مندوں نے کابل و قندھار کو ہندوستان کے دو دروازے کہا ہے کہ ایک سے توران کو اور دوسرے سے ایران کو جاتے ہیں اور ان دونوں راستوں کی حفاظت کرنے سے ہندوستان اغیار کی طرف سے امن میں رہ سکتا ہے - پھر دروازہ صاحب خانہ کے اختیار میں ہونا نہایت بہتر اور مناسب ہے - خاص کر جب کہ کابل پر شاہان ہند کا قبضہ ہو تو قندھار بھی ان ہی کے قبضے میں ہونا چاہیے - اور یہ بات سب کو تسلیم ہے کہ صاحب خانہ کو انتظام و حفاظت کا کافی خیال رکھنا چاہیے ورنہ بے خبری کی حالت میں مکان اور مکان کا سامان اس کا نہیں ہے - جیسا کہ دیکھنے میں آیا کہ شہنشاہ زماں نادر شاہ دونوں (کابل و قندھار) کو ایک کرکے دہلی میں آ پہنچا اور جو کچھ ہوا وہی ہونا چاہیے تھا -

اگرچہ قلعۂ قندھار کی حکومت کے انقلابات اور تبدیلیوں کی بابت اس تاریخ (مآثرالامراء) میں حسب ضرورت ہر جگہ تحریر کیا گیا ہے لیکن بلحاظ واقفیت مختصر طور پر یہاں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ولایت (قندھار) خراسان کے والی سلطان حسین مرزا اور اس کے لڑکے بدیع الزمان کے زمانے میں امیر ذوالنون ارغون اور اس کے باپ شجاع بیگ کے قبضے میں تھی - (سلطان حسین) مرزا

کے گزرنے اور اس خاندان کی بیخ کنی کے بعد جب خراسان کی مملکت شیبانی خاں اوزبک کے قبضے میں آئی تو شجاع بیگ اس کی خدمت میں حاضر ہو کر نوازش سے مشرف ہوا۔ اسی سال بابر بادشاہ نے قندھار پر حملہ کیا اور جنگ و جدل کے بعد ارغونوں سے لے کر اسے (قندھار کو) اپنے چھوٹے بھائی ناصر مرزا کے حوالے کر دیا اور خود کابل واپس ہو گیا ۔ جب شیبانی خاں کو اس واپسی کی اطلاع ہوئی [۹۰۸ھ] تو وہ قندھار پر چڑھ دوڑا ۔ ناصر مرزا کچھ دنوں تک قلعہ بند رہا ، پھر اس نے اس علاقے کو اس کے سپرد کر دیا ۔ اس نے اس علاقے کی حکومت پھر ارغونوں کے قبضے میں دے دی اور خود واپس ہوگیا ۔ اس کے بعد جب خراسان شاہ اسماعیل صفوی کے قبضے میں آیا تو شجاع بیگ نے بادشاہ (اسماعیل صفوی) سے خلوص کا اظہار کیا اور ہرات کے بیگلر بیگی (سپہ سالار) سے ملاقات بڑھاتا رہا۔ بابر نے دوبارہ آ کر قندھار کا محاصرہ کر لیا ۔ شجاع بیگ نے ہرات کے سپہ سالار درویش خاں شاملو سے رجوع کیا ۔ اس نے بابر کے حضور میں عرض کیا کہ شجاع بیگ ، شاہ (صفوی) کی فرمانبرداری کا اظہار کرتا ہے ، لہذا اس کے حال سے تعرض نہ کرنا ہی طرفین (اسماعیل صفوی و بابر) کی دوستی کا عین تقاضا ہے۔ بابر کابل واپس آ گیا ۔ شجاع بیگ نے اپنے معتمد (ملا باقی) کو قندھار میں چھوڑا اور خود خراسان واپس چلا گیا۔ اس ناقابل اعتبار معتمد (ملا باقی) نے وہ علاقہ (قندھار) بابر کے قبضے میں دے دیا ۔ بادشاہ (بابر) نے اس کو اپنے لڑکے مرزا کامران کے سپرد کر دیا ۔

اس کے بعد شاہ طہماسپ کی حکومت کے زمانے ، ۹۴۱ھ مطابق ۳۵-۱۵۳۴ع میں شاہ (طہماسپ) کا بھائی سام مرزا اغوزیور خاں شاملو کے ہمراہ کہ جو خراسان کا بیگلر بیگی (سپہ سالار) اور مرزا (سام) کا اتالیق تھا شاہی حکم اور اجازت کے بغیر

قندھار پر آ گیا ۔ خواجہ کلاں نے جو بابر کے سرداروں میں تھا [۹۳۹ھ] اور مرزا کامران کی جانب سے قندھار کا حاکم تھا ، قندھار کے قلعے کو مستحکم کیا اور آٹھ ماہ تک اس کو بچائے رہا ۔ اس دوران میں مرزا کامران بیس ہزار سوار لاہور سے لے کر پہنچا اور سام مرزا سے سخت مقابلہ ہوا ۔ اغوزیور خاں جنگ میں گرفتار ہو کر قتل ہوا ۔ سام مرزا شکست کھا کر واپس ہو گیا[1] ۔ مرزا کامران نے خواجہ کلاں بیگ کو حسب دستور (وہاں کا حاکم) رکھا اور خود لاہور کو واپس ہو گیا ۔

شاہ (طہماسپ) ۹۴۳ مطابق ۳۷-۱۵۳۶ع میں جب کہ چھٹی مرتبہ عبید خاں اوزبک کے فتنے کو دفع کرنے کے لیے خراسان آیا تو چونکہ قزلباشوں کا عمدہ سردار (اغوزیور خاں) کثیر فوج کے ساتھ قندھار کی جنگ میں مارا گیا تھا ، اس لیے شاہ (ایران) شرم و غیرت کی وجہ سے قندھار کے حدود میں آیا۔ خواجہ کلاں بیگ نے تمام کارخانے ، توشک خانے اور رکاب خانے وغیرہ مناسب طریقے سے ترتیب دے کر قلعے کی کنجیاں بادشاہ کو بھیج دیں اور کہلا بھیجا کہ قلعہ داری کا سامان میرے پاس نہیں ہے، نہ مقابلے کی طاقت ہے ۔ اسے اس بات کا خیال تھا کہ نمک حلالی ، آقا کی حقوق شناسی اور فرائض ملازمت کے آئین کے اعتبار سے وہ بادشاہ (ایران) کے حضور میں حاضر نہیں ہو سکتا تھا ، لہٰذا اس نے مکان کو آراستہ کرنا اور مہمان کے سپرد کر دینا اور خود علیحدہ ہو جانا مناسب سمجھا ۔ شاہ (طہماسپ) نے اس ملک کی حکومت بوداغ خاں قاچار کے سپرد کردی اور خود عراق کی طرف واپس ہو گیا ۔

جب خواجہ کلاں اوچھ کے راستے سے لاہور آیا تو مرزا کامران

---

۱ ۔ اکبر نامہ جلد اول ، صفحہ ۱۳۵ (ب)

نے ایک مہینے تک اس کو سلام کی اجازت نہیں دی کہ وہ اتنی بھی حفاظت نہ کر سکا کہ میں وہاں [۵۰۰] پہنچ جاتا ۔ پھر مرزا کامران (قندھار) کی مہم کا انتظام کر کے روانہ ہو گیا ۔ جب اس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا تو بوداغ خاں نے اس بات پر غور کیا کہ بادشاہ کی طرف سے مدد پہنچنا بہت مشکل ہے کیونکہ وہ آذربائیجان کی طرف سلطان روم سے مقابلہ کر رہا ہے ، لہٰذا مجبوراً امان طلب کرکے وہ عراق چلا گیا ۔ مرزا (قندھار) کے قلعے کو ازسرنو مستحکم کرکے لاہور واپس آ گیا ۔

چونکہ ہندوستان میں افغانوں (شیر شاہیوں) کے غلبے کی وجہ سے مغلوں کے رہنے کا ٹھکانہ نہ تھا ، لہٰذا مرزا کامران کابل چلا گیا اور مرزا ہندال ہمایوں سے علیحدہ ہو کر قندھار پر قابض ہوگیا ۔ مرزا کامران نے پھر لشکر فراہم کیا اور چھ ماہ تک قلعے کا محاصرہ جاری رکھا ۔ مرزا ہندال رسد کی کمی کی وجہ سے مجبور ہو گیا اور اس نے عہد و پیمان کرکے قلعہ سپرد کر دیا ۔ مرزا کامران قندھار کو اپنے دوسرے بھائی مرزا عسکری کو دے کر خود کابل چلا گیا[۱] ۔

جب ہمایوں (بادشاہ) نے ۱۵۹ھ مطابق ۱۵۴۳ع میں ایران پہنچ کر بادشاہ (ایران) سے مدد طلب کی تو یہ وعدہ کیا کہ جس وقت قندھار پر قبضہ ہوجائے گا تو شاہ (ایران) کے آدمیوں کے سپرد کردوں گا ۔ چنانچہ جب پہلی مرتبہ قندھار فتح ہوا تو بوداغ خاں قاچار کے سپرد کر دیا کہ جو قزلباش لشکر کا سردار اور ہمایوں کے فوجی مددگار سلطان مراد مرزا کا اتالیق تھا لیکن ابھی تک شاہی مہمات سرانجام نہیں ہو پائی تھیں اور مغل سرداروں کے اہل و عیال کو کوئی امن کی جگہ نہ تھی لہٰذا قندھار کو پھر قزلباشوں

---

۱ ۔ اکبر نامہ جلد اول ، صفحہ ۲۰۰ (ب)

سے لے کر بیرام خاں کے سپرد کر دیا کہ جو دونوں فریقوں (ہمایوں اور شاہ ایران) کا ہوا خواہ تھا[1] ۔

چونکہ [۱۵۵] کابل و بدخشاں میں برسوں تک مرزا کامران کی طرف سے (ہمایوں کی) مخالفت رہی ، اس لیے ہمایوں بادشاہ کو اطمینان و سکون حاصل نہیں ہوا اور ہندوستان کی فتح کے بعد اتنی فرصت نہ ملی کہ شاہ ایران سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کرتا ، یہاں تک کہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں اس تقریب سے کہ جس کا بیان ہو چکا ، شاہ محمد قلاتی اس کا محرک ہوا اور قلعہ (قندھار) بادشاہ کے حکم کے مطابق سلطان حسین مرزا کے سپرد کیا گیا ۔ سینتیس سال سے زیادہ اس کے اور اس کی اولاد کے قبضے میں قلعہ (قندھار) رہا ۔

اس کے بڑے لڑکے مظفر حسین نے ۱۰۰۳ھ مطابق ۱۵۹۵ء اور چالیسویں سال جلوس اکبری میں (یہ قلعہ) شاہی (اکبری) ملازمین کے سپرد کر دیا[2] اور خود ہندوستان آ کر شاہی ملازمت اختیار کر لی ۔ ۱۰۳۱ھ مطابق ۱۶۲۲ء اور جہانگیری حکومت کے سترھویں سال میں شاہ عباس ماضی نے چالیس روز کے محاصرے کے بعد خواجہ عبدالعزیز نقشبندی کے قبضے سے قلعہ نکال لیا کہ جس نے قلعہ کی حفاظت میں بہت بزدلی دکھائی ۔ پھر گیارھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۷ھ مطابق ۳۸-۱۶۳۷ء میں علی مردان خاں زیک نے شاہ صفی صفوی کے مظالم و سفاکی اور ایرانیوں کی بے پروائی سے خائف ہو کر شاہجہاں بادشاہ سے التجا کی اور قلعہ حوالے کر دیا[3] ۔ یہاں تک کہ شاہ عباس ثانی بائیسویں سال جلوس

---

۱ - ایضاً صفحہ ۲۲۹-۲۳۱ (ب)

۲ - ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم، صفحہ ۶۶۸-۶۶۹ (ب)

۳ - ملاحظہ ہو ہسٹری آف شاہجہاں صفحہ ۲۱۵-۲۱۷ (ب)

ماچھال میں جرار فوج لے کر آیا اور اس نے محاصرہ کر لیا ۔ دو ماہ تک جنگ ہوتی رہی[1] ۔ جیسا کہ مرزا عبدالقادر تون نے اس جنگ کی بات کہا ہے [۲ د د] :

بیت

ز بالا و پائین دژ می نمود
چو آتش قزلباش و ہندی چو دود

آخرکار وہاں کا قلعہ دار خواص خان امان طلب کرکے نکل آیا اور اس نے ہندوستان کا راستہ لیا ۔ اس وقت سے بہادر شاہ اول کے ابتدائی زمانۂ حکومت تک (قندھار) پر قزلباش کا قبضہ رہا ۔

جب ایران کی حکومت زیادہ کمزور ہو گئی تو میر اویس ابدالی نے کہ جو بحیثیت شاہی ملازم قندھار پر متعین تھا ، اس قلعہ پر قبضہ کر لیا اور مصلحت وقت کے لحاظ سے اس کی کنجی بہادر شاہ اول کی خدمت میں ارسال کرکے منصب کی درخواست کی ۔ جیسا کہ اس کے ذکر میں تحریر ہوا ہے ۔ اس کے بعد (قلعہ قندھار) شہنشاہ (نادر شاہ) کے قبضے میں آ گیا اور اس کی بات یہ کہا جاتا ہے کہ اس ذی اقتدار بادشاہ کے حکم سے اس ملک میں خوب رونق ہو گئی ۔ قلعے کے قریب ایک بستی بسائی اور اس کا نام 'نادر آباد' رکھا ۔

قندھار اقلیم سوم کی ایک وسیع مملکت ہے ۔ اس کی لمبائی قلات بجارا سے غور و غرجستان تک تین سو کوس ہے اور چوڑائی سندھ سے فراہ تک دو سو ساٹھ کوس ۔ مشرق میں سندھ، مغرب میں فراہ ، شمال مغرب میں غور و غرجستان اور شمال مشرق میں کابل و غزنین اور جنوب میں سیوی ہے ۔ قندھار کا قلعہ فتح ہونے کے

---

۱ ۔ ایضاً صفحہ ۲۲۴—۲۲۵ (ب)

ﺘﺒﺎر سے دنیا میں مشکل ترین مشہور ہے - اس (قلعے) کا طول البلد
ﮏ سو سات درجہ اور چالیس دقیقہ اور عرض البلد تینتیس درجہ
ﮧ - اس میں زیادہ تر افغان و بلوچ و ابدالی قبیلے آباد ہیں -
ﮟ کے چوبیس محال ہیں جن کی آمدنی سات کروڑ دام ہے جو
ﻎ و بدخشان کی آمدنی کے برابر ہے [۵۵۳] -

۱۷۳
شیخ احمد

شیخ سلیم چشتی فتح پوری قدس سرہ کا منجھلا لڑکا ہے جن کا
ﻞ وطن دہلی ہے- ان کے والد شیخ بہاءالدین، شیخ فرید شکرگنج
ﯽ اولاد میں تھے - شیخ (سلیم چشتی) نے مدت دراز تک عرب کے
ﮏ میں سیاحت کی- بہت سے حج کیے اور اس ملک میں 'شیخ الہند'
ﮯ لقب سے مشہور و معروف ہوئے- اس کے بعد جب وہ ہندوستان
ﭘﺲ آئے تو آگرہ سے بارہ کوس کے فاصلے پر موضع سیکری میں پہاڑ
ایک مسجد اور خانقاہ تعمیر کرا کے ریاضت میں مشغول رہتے -
ﺧﺎنقاہ) اس گاؤں (سیکری) کے قریب ہے - موضع سیکری بیانہ کے
ﻀﺎفات میں تھا جب اس قطعۂ زمین میں بابر بادشاہ نے رانا سانگا پر
ﺢ پائی تو اس کا نام شکری رکھا- اس کا املا سین معجمہ سے ہے[1]-

اکبر بادشاہ کے واقعات میں یہ عجیب و غریب بات ہوئی کہ
ﻭده سال کی عمر میں وہ ہندوستان کے تخت پر بیٹھا اور مزید
ﻭده سال تک جب کہ اس کی عمر اٹھائیس سال کی ہو گئی تھی ،
ﻭ لڑکا ہوتا زندہ نہیں رہتا تھا - جب اس نے شیخ (سلیم چشتی)
ﮯ حالات سنے تو اس معاملے (تولد فرزند) کی بہت تمنا کی -

---

۱ - فتح پور سکری کی تاریخ و آثار کے لیے ملاحظہ ہو
ار اکبری از سعید احمد مارہروی مطبوعہ مطبع اکبری' آگرہ
۱۹۰ء (ق)

اس عارف کامل سے امداد (دعا) چاہی - شیخ (سلیم چشتی) نے تین عالی مرتبہ بیٹوں کی پیدائش کی بشارت دی - اسی زمانے میں جہانگیر کی والدہ سے آثار حمل ظاہر ہوئے - چونکہ اس قسم کے معاملات میں مکان کی تبدیلی نیک شگون سمجھا جاتا ہے اس لیے اس عفت مآب ماں (ملکہ) کو آگرہ سے شیخ کے مکانات میں منتقل کردیا - بدھ کے روز سترہ ربیع الاول ۹۷۷ھ مطابق ۔ اگست ۱۵۶۹ء کو [۵۵۴د] جہانگیر پیدا ہوا اور شیخ کی ہمنامی کی مناسبت سے شاہزادہ سلطان سلیم نام رکھا گیا 'در شہوار لجۂ اکبر' تاریخ ہوئی (۹۷۷ھ[1]) -

اس کے بعد جب سلطان مراد اور سلطان دانیال کی پیدائش ہوئی تو شیخ کی مقبولیت تسلیم شدہ ہو گئی - سیکری کو ایک بڑا شہر بنا دیا - عالی شان عمارتیں ، ایک وسیع خانقاہ اور مدرسہ پانچ لاکھ روپے کے صرفے سے تعمیر کرایا - ''ولایری فی البلاد ثانیہا'' سے تاریخ نکالی گئی ہے (۹۸۲ھ مطابق ۷۵-۱۵۷۴ء) دل کش محلات بڑے سنگین بازار اور شہر کے اطراف میں نظر فریب باغات مکمل و مرتب کرائے گئے - چونکہ اس بستی کی آبادی کے دوران میں گجرات کی مملکت فتح ہوئی تو یہ ارادہ ہوا کہ اس بڑی بستی کا نام 'فتح آباد' رکھا جائے - عوام کی زبان پر فتح پور جاری ہوگیا - بادشاہ کو بھی یہ نام پسند آ گیا - شیخ نے ۹۷۹ھ میں اس دنیا سے سفر آخرت اختیار کیا - 'شیخ ہندی' تاریخ ہوئی (۹۷۹ھ مطابق ۷۲-۱۵۷۱ء[2]-)

اس خلوص و اعتقاد کی بنا پر کہ جو اکبر بادشاہ کو شیخ

---

۱ - ملاحظہ ہو توزک جہانگیری (لکھنؤ اڈیشن) صفحہ ۲-۳ (ق)

۲ - ملاحظہ ہو منتخب التواریخ (اردو ترجمہ) صفحہ ۲۹۹-۳۰۲ نیز دیکھیے معارج روحانی (حیات شیخ سلیم چشتی) مؤلفہ سراج احمد چشتی کراچی ۱۹۶۲ء (ق)

سلیم سے تھا ان کے لڑکے، داماد، پوتے اور نواسے اعلی مناصب اور عمدہ مراتب پر فائز ہوئے - چونکہ شیخ (سلیم) کی لڑکی اور زوجہ سلیم کے دودھ پلانے کے شرف سے ممتاز ہوئی تھیں لہذا اس کی حکومت کے زمانے میں اس رضاعت کے رشتے کی وجہ سے (شیخ کے خاندان کے لوگ) مفتخر ہوئے اور ان میں سے اکثر پنج ہزاری منصب پر فائز اور صاحب طبل و علم ہوئے -

مختصر یہ کہ شیخ احمد میں دنیا دار ہونے کے باوجود بہت سی خوبیاں تھیں [۵۵۵] - کبھی کسی کی شکایت نہیں کرتا تھا اور کسی کے نامعقول برتاؤ سے رنجیدہ بھی نہیں ہوتا تھا اور شاہزادہ (سلطان سلیم) کے دودھ شریک ہونے کی نسبت کی برکت سے (شاہی) عقیدت اور بندگی میں بہت مشہور ہوا، اور اکبری سرداروں کی جماعت میں شامل ہوا - اگرچہ ابھی تک وہ پانصدی کے منصب پر نہیں پہنچا تھا لیکن اس کا اعتبار بہت تھا - بائیسویں سال جلوس اکبری میں مالوہ کی مہم میں اس پر ہوا کا اثر ہوا - جب دارالخلافہ پہنچا بدپرہیزی کی وجہ سے انجام‌کار فالج ہوگیا - اسی سال جب اکبر بادشاہ اجمیر کی طرف جا رہا تھا تو ایک دن اس کو حضور میں طلب کر لیا - اس نے واپسی کی اجازت لی، جب گھر پہنچا تو اس دنیا سے رخصت ہو گیا (۹۸۵ھ مطابق ۱۵۷۷ع) -

۱۷۴

شاہ فخرالدین

میر قاسم کا لڑکا موسوی مشہدی (سید) ہے - ۹۶۱ھ مطابق ۱۵۵۳-۵۴ع میں ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ ہندوستان آیا اور خدمت‌گزاری کی وجہ سے شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوا - اس کے بعد جب اکبر بادشاہ تخت نشین ہوا تو وہ سرداری کے درجے تک ترقی کر گیا - نویں سال جلوس اکبری میں اس فوج میں کہ جو عبداللہ خاں

اوزبک کے تعاقب میں تعینات ہوئی تھی، شریک ہوا اور اس نے بہت بہادری دکھائی ۔ سولھویں سال جلوس اکبری میں ہراول لشکر کے ساتھ کہ جو خان کلاں کی سرداری میں گجرات کی جانب تعینات ہوا تھا روانہ ہوا ۔ جب شاہی سواری پٹن گجرات پہنچی تو بادشاہ نے فرامین لے کر اعتماد خان [۹۸۰ھ] اور میر ابو تراب کے پاس بھیجا کہ جو ہمیشہ گجرات کی مہم کے سلسلے میں عرضیاں بھیجتے رہے تھے ۔ (شاہ فخرالدین) میر ابوتراب سے راستے میں ملا اور اعتماد خان کے پاس گجرات پہنچا اور تسلی بخش گفتگو سے اس کو مطمئن کرنے کے بعد بادشاہ کے حضور میں لے آیا ۔

اس کے بعد (شاہ فخرالدین) خان اعظم کے فوجی مددگاروں میں تعینات ہو کر صوبۂ گجرات گیا ۔ اس کے بعد وہ ایک تقریب کے سلسلے میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور ان سرداروں کے ساتھ کہ جو گجرات یلغار کرتے ہوئے گئے تھے ، روانہ ہو گیا ۔ اس کے بعد اجین کی حکومت پر فائز ہوا ، اور بادشاہ کے حضور میں اعتبار حاصل کر لیا اور اسے 'نقابت خاں' کا خطاب ملا[1] ۔ چوبیسویں سال جلوس اکبری میں ترسون محمد خان کی بجائے وہ پٹن گجرات کی حکومت پر سرفراز ہوا اور وہ دو ہزاری سرداروں میں سے تھا ۔

۱۵۵
شجاعت خاں

عرف مقیم خاں عرب ، تردی بیگ خاں کا داماد اور بھانجا ہے ۔ ہمایوں بادشاہ کی عنایات کی بدولت اسے 'مقیم خاں' کا خطاب ملا اور وہ اپنے ہم‌عصروں میں ممتاز ہوا ۔ (ہمایوں) کی

---

۱ ۔ اکبر نامہ (جلد سوم صفحہ ۲۶۳—۲۶۴) میں اس کا خطاب نقیب خاں دیا ہے (ب)

سلطنت کے انحطاط کے زمانے میں ملازمت ترک کرکے مرزا عسکری کے پاس چلا گیا ۔ اور اس بادشاہ (ہمایوں) کے عراق (ایران) سے واپس آنے کے وقت مرزا عسکری کے ہمراہ قلعہ' قندھار میں محصور رہ کر نگرانی اور حفاظت کے فرائض ادا کرتا رہا ۔ جب مرزا (عسکری) پناہ طلبی کے بعد قلعہ سے نکلا تو اکثر بے وفا سردار [۵۵ء] تلوار اور ترکش گردنوں میں ڈال کر بادشاہ کے سلام کے لیے لائے گئے ۔ ان میں سے میاں مقیم خاں کو شاہ سیستان زولانہ کے ساتھ قید و بند میں رکھ کر کچھ عرصے تک نظربند رکھا ۔ جب ہمایوں بادشاہ ہندوستان کو فتح کرنے کے ارادے سے آیا تو وہ منعم خاں کے ہمراہ کابل میں رہا ۔ جب اکبر بادشاہ کے زمانے میں بیرام خاں کے جھگڑے کے بعد مقیم خاں سرکار میں طلب کیا گیا تو مقیم خاں بھی اس کے ہمراہ ہندوستان آیا اور اس کے منصب میں اضافہ ہوا ۔

نویں سال جلوس اکبری میں مالوہ کی مہم میں جب مانڈو کا حاکم عبداللہ خاں اوزبک اپنے خیالات فاسد کی بنا پر فتنہ برپا کرنا چاہتا تھا تو اس نے بہت پسندیدہ کوشش کی اور اسے 'شجاعت خاں' کا خطاب ملا ۔

پندرھویں سال جلوس اکبری کے شروع میں اس نے بادشاہ کی خدمت کی غرض سے بادشاہ کو اپنے گھر بلانے کی درخواست کی ۔ بادشاہ نے اس کی درخواست کو قبول کرکے اسے مفتخر کیا اور ایک دن اور رات اس کے مکان پر عیش و عشرت میں گزارا ۔ اس نے شاندار جشن منعقد کیا ، اور انجمن آرائی میں پورا اہتمام کیا ۔

اٹھارھویں سال جلوس اکبری میں جب کہ نو روزہ یلغار کرکے اکبر بادشاہ احمد آباد گجرات پہنچا تو شجاعت خاں نے

بادشاہ کے حضور میں منعم خاں خانخاناں سپہ سالار کے متعلق کہ جو مشرقی ممالک کے انتظام پر مامور تھا ، نامناسب الفاظ کہے ۔ ان دو خطاؤں کے بدلے میں کہ نہ اس نے آداب شاہی کا لحاظ کیا اور نہ تورۂ چنگیزی (دستورالعمل سلطنت) کی رعایت کو مد نظر رکھا اور حکومت کے سپہ سالار [۵۵۸] کے بارے میں ایسی ناشائستہ بات کہی ، اکبر بادشاہ نے زبانی سرزنش کرکے کہ شرفاء کے لیے یہ تلوار کے زخم سے زیادہ کاری ہوتا ہے ، اسے خانخاناں کے پاس بھیج دیا کہ وہ جس طرح مناسب سمجھے ، اس کے ساتھ پیش آئے ۔ خواہ معاف کر دے خواہ انتقام لے ۔ خانخاناں بادشاہ کی اس مہربانی کا شکرگزار ہوا اور شجاعت خاں کے اعزاز و احترام میں بہت کوشش کی ، اور بادشاہ سے اس کی خطا کی معافی کے لیے درخواست کی ۔ اس کی سفارش منظور فرما کر بادشاہ نے شجاعت خاں کو حضور میں طلب کر لیا ۔ بائیسویں سال جلوس اکبری میں وہ تین ہزاری منصب ، مالوہ کی حکومت اور اس ملک کی سپہ سالاری پر فائز ہوا ۔

جب پچیسویں سال جلوس اکبری ، ۹۸۸ھ مطابق ۱۵۸۰ء میں بنگ و بہار کے کچھ بد طینت سرداروں نے فتنہ و فساد مچایا تو وہ شاہی طلب کے مطابق سارنگ پور سے ایک منزل نکل آیا تھا کہ عوض بیگ برلاس اس کے ملازمین کی ایک جماعت کے ہمراہ اس کی سختی و بد سلوکی کی وجہ سے اور فوج کی تنخواہوں کے حساب باقی رہنے اور نیز وہ (شجاعت خاں) کالیوں سے پیش آتا تھا ، خلوص و خیرخواہی کو نظرانداز کرکے مخالفت پر آمادہ ہو گیا ۔ سفر کے وقت جب کہ بہت سے لوگ سردار کے اہل خانہ و اسباب کو لے کر چلے اور کچھ سامان سفر میں مشغول تھے کہ حاجی شہاب نامی کو سردار بنا کر جنگ کا آغاز کر دیا گیا ۔ بہت شور و غوغا ہوا ۔ اس کے لڑکے قویم خاں نے [۵۵۹] حال معلوم کرنا چاہا کہ

سخت زخم کھا کر مارا گیا ۔ شجاعت خاں نے خیمے سے نکل کر دریافت حال کرنا چاہا تو اس نے اپنے کو نشانہ (بنتے) دیکھا ۔ وہ ڈر کے مارے خیمے میں چلا گیا ۔ اس وقت احسان فراموشوں کے ایک گروہ نے اس کو زخمی کر دیا ۔ ابھی کچھ جان باقی تھی کہ وفاداروں نے اس کو عماری میں ڈال کر سارنگ پور کا راستہ لیا ۔ تجربہ کاری اور حکمت عملی سے اس طرح سفر کیا کہ بہت سے لوگ اس کو زندہ سمجھتے تھے اور کچھ لوگ اس خیال سے اس کے ساتھ رہے ۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس (سارنگ پور) کی شہرپناہ میں داخل ہو گئے اور صحت کی خوش خبری لوگوں میں مشہور کر دی ۔ شادیانے بجوا دیے ۔ اس حسن تدبیر سے وہ شورش جو برپا ہوئی تھی ، ختم ہو گئی اور مخالفین میں سے ہر ایک کنارہ کش ہو گیا ۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ حقیقت حال جانتے ہوئے ، جلدی کر رہے تھے ۔ ان کو زندگی کی خبر دی گئی ۔ وہ خاندان و اسباب کی نگرانی میں مشغول ہوگئے ۔ پھر انھیں اس مصیبت سے اطمینان و عافیت کے مقام پر پہنچا دیا ۔

بادشاہ نے اس مسافر ملک بقا کی خدمت پر نظر کرتے ہوئے اس کے لیے دعائے مغفرت کی اور قاتلوں کو گرفتار کرا لیا اور طرح طرح کی سزائیں دے کر دنیا والوں کو عبرت دلائی ۔ اس کا دوسرا لڑکا مقیم خاں ہے جس کا تذکرہ تربیت خاں عبدالرحیم کے حالات میں درج ہے ۔

۱۷۶
شیخ عبدالنبی صدر

شیخ عبدالقدوس[۱] گنگوہی کے پوتے ہیں کہ جو امام ابوحنیفہ

---

۱ ۔ شیخ عبدالقدوس کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو :

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۳ پر)

*اولاد کی اولاد میں ہیں اور ہندوستان کے آخری زمانے کے مشاہیر میں ہیں۔ ۹۴۴ھ میں انھوں نے وفات پائی[1]۔

شیخ عبدالنبی علوم نقلیہ میں اپنے [۶۳د] زمانے کے علما میں ممتاز تھے اور وہ علم حدیث میں عالی سند رکھتے تھے۔ افادۂ علوم کے باوجود وہ عالی چشتیہ سلسلے کے اوراد و اشغال کے پابند تھے۔ حبس دم (کی مشق) جہاں تک ہم پہنچانی ہوئی کہ ایک پہر تک سانس روک کر مشغول رہتے تھے۔

دسویں سال جلوس اکبری میں مظفر خان دیوان اعلیٰ کے وسیلے سے کل ہندوستان کے صدرالصدور مقرر ہوئے اور بہ عنایت کرنے کے ساتھ ساتھ (یہ حیثیت ہو گئی) کہ سلطنت کے اہم معاملات بھی ان کی صوابدید پر موقوف رہے۔ بادشاہی قربت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ اکثر بادشاہ حدیث کے سننے کے لیے ان کے مکان پر جاتا تھا۔ چونکہ اس زمانے میں اکبر بادشاہ شیخ

(باقی حاشیہ صفحہ ۶۲د)
لطائف قدوسی از شیخ رکن الدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات کے مؤلف اعجاز الحق قدوسی صاحب نے شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی تاریخ پیدائش ۸۶۰ھ (صفحہ ۱۶۸) دکھائی ہے جو صریحاً غلط ہے اس لیے کہ شیخ عبدالقدوس اپنے والد شیخ محمد اسماعیل (المتوفیٰ ۸۶۰ھ) کے انتقال کے وقت نوشت و خواند کی منزل سے گزر رہے تھے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶۶، ۱۶۸)۔ لطائف قدوسی میں بھی یہ بات بہ صراحت درج ہے جو شیخ عبدالقدوس کے صاحبزادے کی تالیف ہے (ف)

۱۔ اخبارالاخیار (صفحہ ۲۲۳) اور خزینۃالاصفیا جلد اول صفحہ ۴۱۸) وغیرہ میں سال وفات ۹۴۵ھ مطابق ۳۹-۱۵۳۸ع دیا ہے جو لطائف قدوسی کی روشنی میں غلط ہے (ف)

(عبدالنبی) کی ترغیب سے احکام شرعی کے اجراء ، امر معروف اور نہی منکر میں بہت کوشاں تھا ۔ وہ (اکبر) خود اذان دیتا تھا اور امامت بھی کرتا تھا ۔ یہاں تک کہ ثواب کی نیت سے مسجد میں جھاڑو دیتا تھا ۔ ایک روز سال گرہ کی تقریب کے موقع پر (اکبر) بادشاہ کے لباس پر زعفران کا رنگ چھڑک دیا گیا تھا ۔ شیخ (عبدالنبی) نے غضب ناک ہو کر دربار میں اس طرح عصا چلایا کہ جو اکبر بادشاہ کے دامن تک پہنچا اور وہ پھٹ گیا ۔ بادشاہ کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اس نے اپنی ماں سے اس بات کی شکایت کی کہ شیخ کو تنہائی میں منع کر دینا چاہیے تھا ۔ مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) نے کہا کہ میرے بیٹے! رنجیدہ نہ ہو ، یہ بات تمھاری نجات کا ذریعہ ہے ۔ قیامت تک لوگ ذکر کیا کریں گے کہ ایک غریب ملا نے بادشاہ زمانہ کے ساتھ ایسی حرکت کی اور اس سعادت مند بادشاہ نے تحمل کیا[1]۔

چونکہ شیخ (عبدالنبی) اور مخدوم‌الملک (عبداللہ سلطان پوری) روزانہ بادشاہ کو احتساب اور تعصب سے [۵۶۱] پریشان کیا کرتے تھے، یہ بات خلاف مزاج ہوئی ۔ شیخ فیضی و ابوالفضل کو جب یہ معلوم ہو گیا تو انھوں نے عرض کیا کہ ہمارا علم ان دنیا دار شیوخ (شیخ عبدالنبی اور عبداللہ سلطان پوری) سے زیادہ ہے کہ جنھوں نے دین داری کو دنیا کے حاصل کرنے کا پردہ بنا رکھا ہے۔ اگر حضور (بادشاہ) ہماری مدد کریں تو قوی دلائل سے ہم ان کو ملزم ٹھہرائیں ۔ چنانچہ ایک روز دسترخوان پر مزعفر بھی تھا ۔ جب شیخ (عبدالنبی) نے اس کو کھایا تو ابوالفضل نے کہا کہ اے شیخ ! اگر زعفران حلال تھا تو تم نے حضرت خلیفۃاللہ (اکبر بادشاہ) سے اس طرح کی بازپرس کیوں کی ،

---

۱ - ملاحظہ ہو ذخیرۃالخوانین صفحہ ۶۹ (ق)

اور اگر حرام ہے تو خود کیوں کھایا جس کا اثر تین روز تک باقی رہتا ہے[1] ؟

اکثر لڑائی جھگڑے کے مباحثے ہوا کرتے تھے، یہاں تک کہ بائیسویں سال جلوس اکبری میں سیورغال (معافیات) کی تحقیقات اور مدد معاش کی جانچ ہوئی تو معلوم ہوا کہ شیخ عبدالنبی اس پرہیزگاری اور پارسائی کے باوجود معاش اور حق العباد کے معاملے میں بے پروا ہے؛ لہٰذا ہر صوبے میں ایک صدر علیحدہ مقرر کر دیا گیا۔ جب چوبیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ نے عالموں اور دانش مندوں کی ایک مجلس بنائی۔ ان سب کے اتفاق رائے سے یہ طے ہوا کہ بادشاہ وقت، امام وقت اور مجتہد زمانہ ہے۔ قدیم مختلف مسائل یعنی دینی مسائل میں جس بات کو وہ اختیار کرے لوگوں کے لیے اس بات کا قبول کرنا ثواب کا سبب ہے۔ یعنی دینی مسائل ہیں کہ جو مجتہدین کے نزدیک مختلف فیہ ہیں، دنیوی زندگی کی سہولت اور مسلمانوں کی مصلحت کی غرض سے (بادشاہ) اپنی صائب رائے سے جو طریقہ اختیار کرتا ہے، اس کی پیروی کرنا تمام مخلوق پر لازم ہے اور اس طرح سے اپنی فکر سعید سے، جو حکم بھی دے (بشرطیکہ) [۵۶۲] سنت و فرض کے خلاف نہ ہو اور اہل عالم کو اس سے آسانیاں بہم پہنچیں، اس کی مخالفت دنیاوی نقصان اور آخرت کے خسارے کا سبب ہوگا، کیونکہ بادشاہ عادل کا مرتبہ مجتہد کے مرتبے سے زیادہ ہے۔ اس مضمون کو احاطۂ تحریر میں لا کر شیخ مذکور (عبدالنبی) مخدوم الملک (عبداللہ) سلطان پوری، غازی خان بدخشی، حکیم الملک اور اس زمانے کے بڑے بڑے

---

۱ - ملاحظہ ہو ذخیرۃالخوانین صفحہ ۷۰ (ق)

علماء سے مہریں کرا لی گئیں ۔ یہ واقعہ ماہ رجب المرجب ۹۸۷ھ میں ہوا[۱] ۔

جب شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک (عبداللہ سلطان پوری) کے متعلق کچھ اور باتیں (بادشاہ کے) کانوں تک پہنچیں تو معلوم ہوا کہ وہ (شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک) یہ کہتے ہیں کہ ہم سے زبردستی مہریں کرا لی گئی ہیں ۔ اکبر بادشاہ نے شیخ (عبدالنبی) کو اسی سال حاجیوں کا قافلہ سالار مامور کرکے وہ نقدی اس کے حوالے کی کہ جو ان مقدس مقامات (مکہ معظمہ و مدینہ منورہ) کے شرفاء اور مستحقین کو بھیجی جاتی تھی اور مخدوم الملک (عبداللہ سلطان پوری) کو ہمراہ کیا۔ اس تقریب سے ممالک محروسہ سے ان (شیخ عبدالنبی و عبداللہ سلطان پوری) کا اخراج عمل میں آیا اور حکم ہوا کہ ہمیشہ ان عبادت گاہوں (حرمین شریفین) میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہیں اور بغیر طلبی کے اپنے ملک (ہندوستان) کو واپس نہ آئیں ۔

جب مرزا محمد حکیم کے آنے اور بہار و بنگال کے سرداروں کی سرکشی کی وجہ سے ہندوستان میں کچھ فتنہ و فساد برپا ہوا تو ان لوگوں (شیخ عبدالنبی و عبداللہ سلطان پوری) نے جو ایسے موقع کے منتظر تھے کچھ (فتنہ و فساد کی) زیادہ باتیں سن کر واپسی کا پختہ ارادہ کر لیا اور شریف مکہ کے دھمکانے اور حکم شاہی کی مخالفت کے باوجود ستائیسویں سال جلوس اکبری میں احمد آباد گجرات میں آ کر مقیم ہو گئے ۔ اگرچہ محل کی بیگمات نے [۵۶۳] ان کی سفارش کی لیکن دشمنوں نے ازسرنو ناشائستہ باتیں لگائیں اور شیخ (عبدالنبی) کو بادشاہ کے حضور میں طلب کرا لیا۔

---

۱ - ملاحظہ ہو منتخب التواریخ (اردو ترجمہ) ، صفحہ ۳۲۶-۳۲۷ (ق)

عاصے اور مطالبے کے سلسلے میں ذلت کے ساتھ قید کرکے شیخ ابوالفضل کے حوالے کر دیا ۔ اس نے (بادشاہ کے) مزاج دان ہونے کی وجہ سے یہ معلوم کر لیا کہ اس (شیخ عبدالنبی) کے قتل کی باز پرس نہ ہوگی ، لہذا پرانی دشمنی کی بنا پر ۹۹۲ھ میں پوشیدہ طور سے پھانسی دلوا دی[1] یا اپنی طبعی موت سے مر گیا[2] ۔

---

۱ ۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ جلد سوم، صفحہ ۸۰-۷۹) میں ۹۹۱ھ اور منتخب التواریخ (جلد دوم صفحہ ۳۱۲)میں ۹۹۲ھ لکھا ہے اور مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ بھی دیا ہے :

گرچہ الشیخ کالنبی گفتند | کالنبی نیست شیخ ما لیس است
فلک را سر انداختن شد سرشت | ساید کشیدن سر از سرنوشت
نہ پرورد کس را کہ آخر نکشت | کہ در مہر نرم است و در کین درشت

اور 'شیخ کُشی' سے ۹۹۲ھ برآمد ہوتے ہیں ۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے بھی ۹۹۲ھ سال وفات لکھا ہے (اخبارالاخیار صفحہ ۲۲۹) ۔ مولوی اعجازالحق قدوسی صاحب نے لکھا ہے کہ ملا عبدالقادر نے 'واصل بحق شد' سے تاریخ انتقال نکالی ہے (شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات صفحہ ۳۲۵) یہ غلط ہے ۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے اس لفظ سے تاریخ نہیں نکالی ہے ۔ اس سے تو ۱۳۵۵ھ برآمد ہوتے ہیں ۔ ملا بدایونی نے صرف 'شیخ کُشی' (۹۹۰ھ) (ملاحظہ ہو منتخب التواریخ جلد دوم، صفحہ ۳۱۲) سے تاریخ انتقال نکالی ہے (و)

۲ ۔ شیخ عبدالنبی کی معمرہ مسجد دہلی میں موجود ہے ۔ اس پر کتبہ بھی نصب ہے ۔ ملاحظہ ہو :

Memoir's of the Archeological Survey of India No. 9—

Mosque of Sheikh Abdun-Nabi by Mowlavi K. B. Zafar Hussan (Calcutta. 1921),

۱۴۴
شیخ عبدالرحیم لکھنوی

شہر لکھنؤ کے شریف شیخ زادوں میں سے ہے اور وہ (لکھنؤ) دریائے گودی کے کنارے صوبہ اودھ کا ایک بڑا شہر ہے اور اس (اودھ) سے بیسواڑہ کی مملکت مراد ہے ۔ شیخ (عبدالرحیم) قسمت کی یاوری سے اکبری ملازمین میں داخل ہوا اور خدمات شائستہ کے انجام دینے کے بعد ہفت صدی منصب ر سرفراز ہوا کہ جو اس زمانے میں ملازمت کا اعلیٰ عہدہ تھا ۔ چونکہ شیخ جمال بختیار کے ساتھ کہ جس کی ہمشیرہ اکبر بادشاہ کی منظور نظر بیگمات میں سے تھی ، اس کی بہت دوستی تھی ، لہٰذا اس تباہ کرنے والی دوستی اور اس بری رفاقت کی بدولت وہ شراب نوشی میں مبتلا ہو کر مے نوشی کا انتہائی متوالا ہو گیا ۔ چونکہ نشہ کی چیزیں روح کو خراب اور عقل کو تباہ کر دیتی ہیں اور اس غبار انگیز (شراب) کی زیادتی سے سوداویت بڑھ گئی اور یکبارگی اس عاقبت بد اندیش (شیخ عبدالرحیم) کا جوہر عقل تاریک ہو گیا اور اس کی پیشانی سے حماقت کے آثار ظاہر ہونے لگے ۔

تیسویں سال جلوس اکبری میں کابل سے واپسی کے وقت جس روز کہ بادشاہ سیالکوٹ کے نزدیک [۵۹۰] قیام پزیر ہوا تو شیخ (عبدالرحیم) نے حکیم ابوالفتح کی جائے قیام پر بیہودہ باتیں کیں اور اپنے جنون کے جوش میں حکیم کا جمدھر اپنے مار لیا ۔ لوگ جمع ہوگئے اور اس کے ہاتھ سے (جمدھر) لے لیا۔ اس کا زخم اکبر بادشاہ کے سامنے سیا گیا اور علاج میں جلدی کی گئی ۔

کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے اس کا زخم سیا ، اگرچہ تجربہ کار اطباء اصرار کرتے رہے کہ یہ زخم مرہم سے مندمل نہیں ہو سکتا ۔ دو ماہ کے بعد اس کی ایسی حالت ہو گئی کہ نبض شناس اور قارورہ شناس بھی مایوس ہو گئے ۔ لیکن بادشاہ

ہمیشہ بطور دلدہی صحت یابی کی خوش خبری دیتا رہا - چونکہ ابھی اس کی موت میں کچھ وقت باقی تھا لہٰذا تھوڑے ہی دنوں میں ٹھیک ہو گیا - اس کے بعد وقت مقررہ پر وطن میں جا کر مرا -

کہتے ہیں کہ ایک برہمن عورت کہ جس کا نام کسا تھا ، اس کے گھر میں تھی - اس عقل مند عورت نے شیخ کے مرنے کے بعد مکانوں کو نہایت اہتمام سے درست کرایا - باغ ، سرائے اور تالاب بنوائے - اطراف کے مواضعات کو ٹھیکے پر لے لیا اور جس باغ میں کہ شیخ (عبدالرحیم) دفن ہوا تھا ، اس کو ہر روز رونق دینے کی بہت کوشش کرتی تھی[1] - پنج ہزاری منصب دار سے لے کر (معمولی) سپاہی تک کہ جو کوئی اس راستے سے گزرتا ، اس کی حیثیت کے مطابق اس کی ضیافت کی جاتی - باوجودیکہ بوڑھی ہو گئی تھی ، مصارف جاری رہی تھی ، لیکن اس نے ان اچھے طریقوں کو بھی چھوڑا اور کم و بیش ساٹھ سال تک اس نے اپنے شوہر کے نام کو زندہ رکھا[2] -

ع   نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد [۵۶۵]

---

۱ - شیخ فرید بھکری اپنا مشاہدہ لکھتا ہے: 'در سنہ ۱۰۵۰ ھ مہمانداری و سلوک معاش و قبیلہ داری او را بہ عین الیقین معائنہ و مشاہدہ نمودہ' (صفحہ ۲۳۸) (ق)

۲ - ملک کے نامور لیڈر چودھری خلیق الزمان صاحب ان ہی شیخ عبدالرحیم کی اولاد میں ہیں - ملاحظہ ہو شاہراہ پاکستان از چودھری خلیق الزمان (انجمن اسلامیہ پاکستان کراچی ۱۹۶۷ع) صفحہ ۱۷۱ (ق)

۱۶۸

شیخ جمال بختیار

شیخ محمد بختیار کا لڑکا تھا ۔ صوبہ اکبر آباد کے مضاف چندوار اور جلیسر میں مدت دراز سے یہ لقب (بختیار) رکھنے والا ایک گروہ آباد ہے ۔ اس کی بہن گوہرالنساء اکبر بادشاہ کے محلات میں سب سے زیادہ ممتاز تھی ۔ اسی سبب سے اسے بادشاہ کی قربت کی عزت حاصل ہوئی اور وہ ایک ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ حسد کرنے والے آدمیوں نے جو اس کی ترقی کرنے سے دل میں پرخاش رکھتے تھے ، اس کے پینے کے پانی میں زہر ملا دیا ۔ شیخ کی حالت خراب ہو گئی ۔ بادشاہی لونڈی نے کہ جس کا نام روپ تھا ، بنظر ہمدردی اس میں سے کچھ پانی پیا ۔ اس کی حالت بھی خراب ہو گئی ۔ جب بادشاہ کو اطلاع ہو گئی تو بادشاہ نے بنفس نفیس تیمارداری کی ۔ اس کو صحت ہو گئی ۔

پچیسویں سال جلوس اکبری میں اسماعیل قلی خاں کے ساتھ نیابت خاں کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا کہ جو باغی ہو گیا تھا اور مقابلے میں اس (شیخ جمال) نے پیش قدمی کی اور چھبیسویں سال جلوس اکبری میں شاہزادہ سلطان مراد کی تعیناتی میں کہ جو مرزا محمد حکیم کے مقابلے کے لیے مامور ہوا تھا ، وہ مقرر ہوا ۔ جس روز کہ چھوٹا شاہزادہ کابل میں مقیم ہوا تو اس نے نہایت بہادری سے چبارتو کے راستے کو طے کرکے مرزا حکیم کے آدمیوں سے مقابلہ کیا اور جنگ کرنے کے بعد شاہزادے کے لشکر سے آ ملا ۔

ایک روز اکبر بادشاہ کو اس سے شراب کی بو آئی ۔ چنانچہ اس سلسلے میں اس کو تنبیہ کی اور حاضری سے منع کر دیا ۔ شیخ غیرت اور ناز برداری کی وجہ سے از خود رفتہ ہو گیا ۔ عیش و عشرت کا تمام سامان [۵٦٦] لٹا دیا ، اور فقیروں کا لباس

چھین لیا ۔ بادشاہ کو اس حرکت سے اور غصہ آیا اور اس کو جیل خانے بھجوا دیا ۔

کچھ عرصے بعد اس کی خطا معاف فرما کر بے انتہا نوازشیں کیں ۔ عرصے تک خدمات شاہی انجام دیتا رہا ۔ چونکہ مے نوشی کا عادی ہو چکا تھا ، آخر کار جسم میں رعشہ پیدا ہو گیا ۔ تیسویں سال جلوس اکبری میں جب کہ (بادشاہ نور) زابلستان کا سفر درپیش تھا ، چونکہ اس کی بیماری بہت بڑھ گئی تھی لہذا بادشاہ کے حسب الحکم لودھیانہ میں قیام پذیر ہوا ۔ اسی سال ۹۹۳ھ مطابق ۱۵۸۵ع میں اس نے ملک عدم کی راہ لی ۔

۱۶۹
شہاب الدین احمد خان

نیشاپور کے سادات سے ہے ۔ خدمت و اعتماد کے لحاظ سے ممتاز تھا ۔ (اکبر بادشاہ کے) جلوس کے ابتدائی زمانے میں دارالملک دہلی کی حکومت پر فائز ہوا ۔ جب بیسویں جمادی الآخر ۹۶۷ھ مطابق ۱۸ مارچ ۱۵۶۰ع پانچویں سال جلوس اکبری میں (بادشاہ) بیرام خاں کو مہات ملکی کی بنا پر آگرہ میں چھوڑ کر خود شکار کے لیے نکلا اور سکندر آباد تک شکار کھیلتا ہوا گیا ، تو ماہم انگہ نے مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) کی ناسازی مزاج کے سلسلے سے کہ جو دہلی میں تھیں ، ان کی عیادت کی غرض سے دہلی کی روانگی کی ترغیب دی ۔ بادشاہ نے اس سے اتفاق کیا ۔ جب شہاب الدین احمد خاں کہ جو ماہم انگہ کا داماد اور عزیز تھا استقبال کے لیے پہنچا اور عرض کیا کہ اس تشریف آوری سے جو [۵۶۷] خانخاناں کے مشورے کے بغیر ہوئی ہے ، ان لوگوں کو جو حضور کے ہمراہ ہیں جان کے نقصان اور بے عزتی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا ۔ لہذا ضروری ہے کہ ہم غلام مکہ معظمہ

چلے جائیں اور آپ کے لیے دعا کریں ۔ اکبر بادشاہ نے ایک ایلچی کو خانخاناں (بیرام خاں) کے پاس بھیجا کہ ہم نے خود دہلی کا قصد کیا ہے کسی کا اس معاملے میں دخل نہیں ہے ۔ لہٰذا اس جماعت کے نام عہدنامہ بھیج دیا جائے۔ چونکہ دشمنوں کو بات بڑھانے کا موقع مل گیا ، اور ماہم انکہ اور شہاب‌الدین احمد خاں کو میدان خالی مل گیا ، لوگوں پر علانیہ یہ ظاہر کیا کہ بادشاہ بیرام خاں سے ناراض ہے ۔

بیت

ہر چند باغیار عنایت نظرے ہست
گوئم بدانسان کہ سخن‌را اثرے ہست

بیرام خاں بادشاہی پیغام سن کر پریشان ہوگیا اور اس نے حاجی محمد خاں سیستانی اور خواجہ جہاں کو معذرت کے لیے بھیجا ۔ اس وقت تک موقع نکل چکا تھا کہ کوئی معذرت کو منے ۔ مغل سردار جو اس دن کے منتظر تھے ، اطراف و جوانب سے بادشاہ کے پاس جمع ہو گئے ۔ ماہم انکہ کے مشورے سے مالی و ملکی معاملات شہاب‌الدین احمد خاں کے سپرد ہوئے۔ کچھ روز تک وہ امور سلطنت کے اجرا میں مشغول رہا ۔

بارھویں سال جلوس اکبری میں[1] جب بادشاہ چتور کی جانب متوجہ تھا تو اس (شہاب‌الدین) کو ولایت مالوہ کی ریاست پر فائز کر دیا [۹۶۸] اور باغی مرزاؤں (حسین مرزا وغیرہ) کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا کہ جو بزور اس ملک پر غالب ہو گئے تھے ۔ وہ احسان فراموش (مرزایان) ہمت ہار گئے اور جنگ سے پہلے ہی گجرات چلے گئے ۔ جب سترھویں سال جلوس اکبری میں

---

۱ ۔ طبقات اکبری (جلد دوم صفحہ ۲۱۵) میں یہ واقعہ گیارھویں سال جلوس اکبری میں دکھایا گیا ہے (ب)

(شہاب‌الدین احمد خاں کو) بادشاہ کے حضور میں طلب کیا گیا تو چونکہ دیوان اعلیٰ مظفر خاں ملکی و مالی معاملات کی زیادہ مشغولیت کی وجہ سے ، شاہی خالصات کا انتظام جیسا کرنا چاہیے تھا ، نہیں کر سکتا تھا ، اس لیے اس کو اس خدمت پر مامور کیا گیا ۔ اس نے تجربہ کاری اور کفایت شعاری سے انصرام و انتظام کیا ۔ اکیسویں سال جلوس اکبری میں وہ پنج ہزاری منصب پر سرفراز ہو کر مملکت مالوہ کی سپہ سالاری پر مقرر ہوا ۔

بائیسویں سال جلوس اکبری میں جب وزیر خاں کی وجہ سے گجرات کے کاموں میں بدنظمی ہوئی تو وہاں کی حکومت اس کے سپرد کی گئی اور اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں جب اس کی بجائے اعتماد خاں کو گجرات کی حکومت ملی تو خان مذکور (شہاب‌الدین احمد خاں بادشاہ کے حضور میں حاضری کے ارادے سے احمد آباد سے آیا ۔ اس کے نالائق ملازموں نے شورش برپا کردی اور انھوں نے سلطان مظفر کو جو کاٹھیا (زمیندار) کی پناہ میں زندگی گزار رہا تھا ، بلا کر اس سرکشی کے معاملے کا سردار بنا لیا ۔ شہاب‌الدین احمد خاں ہمت کر کے اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے آمادہ ہوا ۔ قبل اس کے کہ مقابلہ ہو ، اس کے باقی آدمی اس سے جدا ہو کر دشمن سے جا ملے ۔ اس پریشانی میں کسی نوکر نے اسے زخمی بھی کر دیا ۔ کچھ وفادار (ملازموں) نے خان (شہاب‌الدین) [٦٩د] کو گھوڑے پر سوار کر کے اس پر آشوب ہنگامے سے نکال کر پٹن پہنچا دیا ۔ شکست فاش ہوگئی ۔ تمام عزت خاک میں مل گئی ۔ دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا ۔ پٹن سے نکل کر جالور جانے والا ہی تھا کہ لوگ جمع ہو گئے ۔ اعتماد خاں کے مشورے سے شیر خاں فولادی پر کہ جو اس ضلع میں سرکشی کر رہا تھا ، فوج بھیج کر شکست دی ۔ اس دوران میں عبدالرحیم مرزا خاں بادشاہ کے حضور سے (وہاں) پہنچا اور اس نے سلطان مظفر کو بھگا دیا اور سرکار بھروچ شہاب‌الدین احمد کی

جاگیر میں مقرر ہوئی اور وہ قلیج خاں کی مدد کے لیے تعینات ہوا کہ مالوہ کی فوج کے ہمراہ قلعہ بھروچ کو فتح کرنے کے لیے مقرر ہوا تھا کہ جو سلطان مظفر کے آدمیوں کے قبضے میں آ چکا تھا ۔ انتیسویں سال جلوس اکبری میں اس کو فتح کرنے کے بعد پریشانیوں سے نجات ملی ۔

چونتیسویں سال جلوس اکبری میں اعظم خان کوکہ کی معزولی کے بعد پھر اسے مالوہ کی حکومت ملی ۔ وہیں ۹۹۹ھ مطابق ۱۵۹۱ع میں اس کی وفات ہوئی ۔ ملک کو آباد کرنے اور رعایا پروری میں بے مثل آدمی تھا ۔ اس کے گھر کی ملکہ بابا آغا کہ جو مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) کی رشتہ دار تھی نہایت مہذب طریقے پر زندگی بسر کر کے بیالسویں سال جلوس اکبری ۱۰۰۵ھ مطابق ۹۷-۱۵۹۶ع میں فوت ہوئی ۔

۱۸۰
شیخ ابراہیم پور شیخ موسیٰ

(شیخ موسیٰ) شیخ سلیم ساکن سیکری کا بھائی ہے ۔ شیخ موسیٰ زمانے کے [۵۰۷] بہترین آدمیوں میں سے تھا اور قصبہ سیکری میں کہ جو اکبر آباد سے چار کوس[1] پر ہے اور اکبر بادشاہ نے وہاں قلعہ اور شہر پناہ تعمیر کرا کر اس کا نام فتح پور رکھا ہے ، اس جگہ گوشہ نشین ہو کر عبادت و مجاہدہ میں مشغول رہتا تھا ۔ چونکہ اکبر بادشاہ کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی ، اس وجہ سے وہ درویشوں سے مدد کا طالب رہتا تھا ۔ اس نے شیخ سلیم سے بھی درخواست کی ۔ اس زمانے میں شاہزادہ

---

۱ - شیخ احمد بن شیخ سلیم چشتی کے بیان میں یہ فاصلہ بارہ کوس بتایا ہے جو صحیح ہے ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء جلد دوم (اردو ترجمہ) صفحہ ۵۵۶ (ق)

سلطان سلیم کی والدہ حاملہ ہوئی - یہ بات (بادشاہ کے) حسن ظن کا سبب ہوگئی اور شیخ (سلیم) کے مکان کے نزدیک مذکورہ حاملہ (والدۂ شاہزادہ سلیم) کے لیے ایک مکان بنوایا گیا - اسی مکان میں شاہزادہ پیدا ہوا اور شیخ (سلیم) کے نام کی مناسبت سے (شاہزادے کا) بھی نام (سلیم) رکھا گیا - لہذا شیخ کی اولاد اور ان کی نسل کے لوگوں نے اس حکومت میں خوب ترقی کی -

شیخ ابراہیم مدت دراز تک شاہزادوں کی تعیناتی میں دارالخلافہ اکبرآباد میں شاہی خدمات انجام دیتا رہا - انیسویں سال جلوس اکبری میں کچھ جنگجو سپاہیوں کے ہمراہ لاڈ لائی[1] کی تھانیداری اور اس علاقے کے سرکشوں کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا - چونکہ اس کی کارکردگی اور انتظامات بادشاہ کی نظر میں مستحسن ٹھہرے اس لیے تیئیسویں سال جلوس اکبری میں وہ فتح پور کی حکومت پر مقرر ہوا - اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں خان اعظم کوکہ کی کمک میں تعینات ہوا اور سکانہ کے فتح کرنے میں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیے - اس کے بعد وزیر خان کے ہمراہ قتلو کے دفع کرنے میں شریک رہا ، کہ اس نے اڑیسہ میں فساد برپا کر رکھا تھا [۱۷۵] -

انتیسویں سال جلوس اکبری میں جب مرزا حکیم کے مرنے کے بعد اکبر بادشاہ نے کابل جانے کا ارادہ کیا تو اس کو دارالخلافہ آگرہ کی حفاظت پر چھوڑا اور وہ ایک زمانے تک اس خدمت پر مامور رہا - چھتیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۹ھ مطابق ۱۵۹۰ع میں اس کا انتقال ہوگیا - اس کی معاملہ فہمی اور کارشناسی کا بادشاہ پر خاص اثر تھا اور وہ دو ہزاری سرداروں میں سے تھا -

---

۱ - اکبر نامہ (جلد سوم صفحہ ۲۰۲) میں یہ مقام لاوا لائی بتایا گیا ہے (ب)

۱۸۱
شیرویہ خاں

شیر افگن ولد قوچ بیگ کا لڑکا ہے ۔ قوچ بیگ ، ہمایوں بادشاہ کے قدیمی ملازموں میں تھا ۔ جب شاہی فوج کو افغانوں کے مقابلے میں شکست ہوئی تو بہت مشکل کا وقت تھا ۔ اس کو کچھ اور لوگوں کے ہمراہ اس بادشاہ (ہمایوں) کی بیوی مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) کو لانے کے لیے مامور کیا ۔ اس نے زنانہ محل کے دروازے پر اپنی جان نثار کر دی[1] ۔

جب بادشاہ کو عراق (ایران) کا سفر پیش آیا تو شیر افگن مرزا کامران کے ساتھ کابل میں رہا ۔ جب ہمایوں بادشاہ عراق (ایران) سے واپس آیا تو چونکہ وہ مرزا (کامران) کی جانب سے مطمئن نہ تھا اس لیے وہ بادشاہ (ہمایوں) کے پاس پہنچا اور حکومت قلات پر فائز ہوا ۔ اس کے بعد کھمرد ، ضحاک اور بامیان اس کی جاگیر میں مقرر ہوئے ۔ لیکن جب مرزا کامران کا کابل پر قبضہ ہو گیا تو وہ لانچ میں آ کر اس سے جا ملا [۲۷۵] اور جنگ کے دن وہ مرزا کے ہمراہ بادشاہی آدمیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر مارا گیا ۔

اس کا لڑکا شیرویہ اکبر بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہوا ۔ پہلے وہ منعم خاں خانخاناں کے فوجی مددگاروں میں مقرر ہو کر بنگالہ کے لیے تعینات ہوا اور داؤد خاں افغان کی جنگ میں کہ جو اڑیسہ کے حدود میں ہوئی تھی ، اس نے بہت بہادری دکھائی ۔ اس کے بعد چھبیسویں سال جلوس اکبری میں شاہزادہ سلطان مراد کے

---

۱ ۔ قوچ بیگ چوسا کے مقام پر مارا گیا ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۱۵۹ (ب)

ہمراہ کابل کی طرف روانہ ہوا ۔ اس کے بعد مرزا خان خانخاناں کے ہمراہ گجرات کی طرف تعینات ہوا ۔

تیسویں سال جلوس اکبری میں حسن اعظم کوکہ کے ساتھ دکن کی مہم پر مامور ہوا اور چھتیسویں سال جلوس اکبری میں سلطان خان کے ہمراہ جلالہ تاریکی کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوا اور اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں اسے 'خان' کا خطاب ملا اور وہ اجمیر کی حفاظت پر مامور ہوا ۔ ایک ہزاری سردار تھا ۔

۱۸۲
شیخ عبداللہ خان

شطاری سلسلے کے مشائخ کے پیشوا شیخ محمد غوث گوالیاری کا لائق فرزند ہے ۔ اس بزرگ کے لڑکوں میں شیخ عبداللہ اور شیخ ضیاء اللہ خاص طور سے مشہور ہوئے ۔ پہلا شیخ عبداللہ شیخ بدری کے عرف سے مشہور تھا ۔ وہ علم دعوت و تکثیر[1] میں اپنے عالی مقدار والد کا شاگرد رشید اور علوم کے ارشاد و ہدایت میں اپنے والد بزرگوار (شیخ محمد غوث) کا جانشین تھا ۔ قسمت کی بات کہ فقر و درویشی کے باوجود اس نے بادشاہی نوکری اختیار کی اور اکبری امیروں میں شامل ہوا ۔ وہ ہمیشہ مہمات میں نہایت تندہی اور ہمت سے نیک خدمات انجام دیتا تھا اور ہمیشہ [۳-د] معرکوں میں وہ جان کی بازی لگا دیتا تھا ۔ چالیسویں سال جلوس اکبری تک وہ ایک ہزاری منصب پر فائز ہو کر صاحب شوکت و جمعیت ہوا ۔ کہتے ہیں کہ امارت کے سہ ہزاری منصب تک اس نے ترقی کی اور عین عالم جوانی میں وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا ۔

دوسرا شیخ ضیاءاللہ کہ جس نے نوکری اختیار نہیں کی بلکہ

---

۱ ۔ بدایونی نے 'تاثیر' لکھا ہے (ب)

درویشی میں زندگی گزار دی، وہ اپنے باپ (شیخ محمد غوث) کی زندگی میں گجرات پہنچا ۔ اس نے شیخ وجیہ‌الدین علوی[1] کی خدمت میں علم حاصل کیا جو علوم ظاہری کے عالم تھے اور جنھوں نے اکثر کتابوں کے مفید حواشی اورشرحیں لکھی ہیں اور وہ (شیخ وجیہ‌الدین) اس کے والد بزرگوار کے مرید تھے ۔ اور پٹن میں انھوں نے شیخ محمد طاہر محدث بوہرہ[2] سے سند حدیث حاصل کی ۔ اس زمانے میں باپ (شیخ محمد غوث کی طرف سے ایک عنایت نامہ اورخرقۂ خلافت ملا اور اس بزرگوار (شیخ محمد غوث) کے انتقال کے بعد ۹۷۰ھ میں وہ (شیخ ضیاءاللہ) گوالیار آیا ۔ کچھ روز وہاں رہنے کے بعد دارالخلافہ آگرہ میں اس نے سکونت اختیار کرلی ۔ مکان اور خانقاہ تعمیر کرائی اور مدت دراز تک آخرت کے ثواب کے حاصل کرنے میں مصروف رہا ۔ اور صوفی کے دلآویز طریقے پر مخلوق کے افادے میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ تیسری رمضان‌المبارک ۱۰۰۵ھ مطابق (۱۰ اپریل ۱۵۹۷ع) کو اس نے عالم آخرت کی راہ لی ۔

کہتے ہیں کہ جس سال لاہور میں اکبر بادشاہ کے فوطوں میں ایک ہرن کا سینگ لگا ، جبکہ وہ اس کی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہا تھا ، اس سے اس کو بہت تکلیف ہوئی ۔ اطراف و جوانب سے اکثر سردار عیادت کے لیے [۳۷۵] آئے ۔ ایک روز بادشاہ (اکبر) نے کہا کہ شیخ ضیاءاللہ نے ہم کو یاد نہیں کیا ۔ علامی

---

۱ ۔ وجیہ‌الدین نام‌ور عالم و شیخ و مصنف‌المتوفٰی ۲۹ صفر ۹۷۸ھ مطابق ۱۵۷۰ع ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۵۳۹—۵۴۱ (ق)

۲ ۔ مشہور محدث ، عالم اور مصنف المتوفٰی ۹۸۶ھ مطابق ۱۵۷۸ع ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تذکرہ علمائے ہند ، صفحہ ۴۴۰ ۴۴۲ (ق)

شیخ ابوالفضل نے بادشاہ کی یہ بات اس کو سنا دی - مجبوراً وہ لاہور پہنچا -

اتفاق سے کچھ عرصے کے بعد شاہزادہ دانیال کی بیگمات میں سے ایک بیگم حاملہ ہوئی - اس کی بابت بادشاہ (اکبر) نے حکم دیا کہ وضع حمل کے وقت اس کو شیخ کے مکان پر لے جائیں - شیخ نے بہت معذرت کی مگر ایک شنوائی نہ ہوئی - اس با عصمت خاتون کو وہاں لائے - چونکہ شیخ کو اس قسم کی باتوں سے فطری نفرت تھی لہذا زندگی سے پریشان ہو کر ایک ہفتے کے بعد عالم آخرت کی راہ لی[1] -

موقع کے تقاضے کے اعتبار سے ان دونوں بھائیوں کے والد ماجد (شیخ محمد غوث) کا مختصر حال تحریر کیا جاتا ہے - شیخ محمد غوث اور ان کے بڑے بھائی شیخ بہول[2] دونوں شیخ فریدالدین عطار کی نسل سے ہیں - وہ اپنے زمانے کے مشہور مشائخ میں تھے - وہ دونوں اسمائے حسنی پڑھتے اور حبس دم میں مزاولت رکھتے تھے - شیخ بہول، شاہ قمیص کے مرید تھے جن کا مزار سادھورا میں ہے[3] - ہمایوں بادشاہ کو ان سے بہت عقیدت و ارادت ہو گئی - اگرچہ ہمایوں (بادشاہ) خواجہ ناصرالدین احرار کے پوتے خواجہ خاوند محمود سے بیعت تھا لیکن اس نے خلع بیعت کرکے شیخ بہول سے بیعت

---

۱ - ملا عبدالقادر بدایونی نے شیخ ضیاءاللہ سے اپنی چند ملاقاتوں کا تفصیلی اور دل چسپ ذکر کیا ہے جن سے شیخ ضیاءاللہ کے حالات و کردار پر خاصی روشنی پڑتی ہے - (ملاحظہ ہو دربار اکبری ، مطبوعہ لاہور ۱۹۳۷ء صفحہ ۷۷۹-۷۸۱) (ق)

۲ - بعض نے 'بہول' کی بجائے 'بہلول' لکھا ہے (ب)

۳ - شاہ قمیص بن ابوالحیات گیلانی المتوفی ۳ ذی قعدہ ۹۹۲ھ - ملاحظہ ہو تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان از مرزا محمد اختر (طبع لاہور) صفحہ ۳۶۶ (ق)

کر لی - خواجہ (معمود) کو یہ بہت ناگوار ہوا اور وہ ترک رفاقت کرکے ہندوستان سے اپنے وطن کو چلا گیا اور یہ شعر پڑھا :

بیت

ہمائے گو مفگن سایۂ شرف ہرگز
درآں دیار کہ طوطی کم از زغن باشد [۵-د]

جب ۹۴۵ھ مطابق ۱۵۳۸-۳۹ میں ولایت بنگالہ فتح ہوگئی تو وہاں کی آب و ہوا ہمایوں کو بہت موافق آئی - عیش و طرب کا ہنگامہ برپا کرکے وہ وہاں خوب عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا - (ہمایوں) بادشاہ کا چھوٹا بھائی مرزا ہندال، ترہت میں جاگیردار تھا - بعض مفسدوں کے مشورے سے عین موسم برسات میں شاہی اجازت حاصل کیے بغیر برے ارادوں سے دارالخلافہ کو روانہ ہو گیا - دہلی کا حاکم میر فقیر علی جو ارکان سلطنت میں سے تھا، آگرہ آیا اور اس نے مرزا (ہندال) کو سمجھا کر بادشاہ کی خیرخواہی پر آمادہ کر لیا کہ جلد جونپور پہنچ کر افغانوں کی تنبیہ کرے - اسی دوران میں کچھ سردار بنگالہ سے آ کر جونپور میں مرزا (ہندال) سے مل گئے - انہوں نے تخت نشینی اور خطبہ خوانی کی تحریک شروع کر دی - مرزا نے پھر اس حماقت کو قبول کر لیا - ہمایوں نے اس خبر سے آگاہ ہو کر شیخ پھول کو کہ جن سے اس کو بہت محبت تھی اور حسن اعتقاد تھا (مرزا ہندال کے پاس) سمجھانے بجھانے کے لیے بھیجا - مرزا نے شیخ (پھول) کا استقبال کیا اور اپنے مکان پر لایا - اس نے شیخ کا نہایت احترام و اعزاز کیا - (شیخ پھول) کے آنے سے سردار پریشانی اور خوف میں مبتلا ہو گئے - آخر سب نے یہ بات طے کی کہ شیخ کو قتل کر دیا جائے - کیونکہ جب تک کام کے راستے سے رکاوٹیں دور نہیں کی جائیں گی، کامیابی کی کوئی صورت نہیں ہے- مرزا انورالدین محمد نے شیخ (پھول) پر یہ الزام لگا کر کہ یہ

افغانوں سے سازش کیے ہوئے تھے ، مرزا (ہندال) کے گھر سے لا کر اس ریگستان میں کہ جو شاہی باغ کے نزدیک ہے [۵۸۶] قتل کردیا۔ شیخ محمد غوث نے 'فقدمات شہید'[۱] (۵۹۳۰ھ—۱۵۲۸ء) سے تاریخ نکالی - اس کی قبر بیانہ کے قلعے کے قریب پہاڑ کے اوپر ہے -

ہمایوں (بادشاہ) کو شیخ (بهول) کے قتل ہو جانے کا بہت رنج اور افسوس ہوا - اعتقاد و ادب کے لحاظ سے اس کے بھائی شیخ محمد غوث کے ساتھ سلوک و رعایت کی - (شیخ محمد غوث) حاجی حمید گوالیاری غزنوی کے مرید ہیں - وہ شیخ قاضی بنگالی کے مرید اور وہ شیخ عبداللہ شطاری کے مرید ہیں - ان کا نام 'ابوالمؤید محمد' تھا ، اور پیر کی طرف سے ان کو 'غوث' کا لقب ملا - شیخ (محمد غوث) صوبہ بہار کے کوہستان چنادہ[۲] میں اپنے پیر کے حکم سے رہتے تھے اور وہاں انہوں نے چند سال چلہ کشی میں گزارے - ۹۲۹ھ مطابق ۱۵۲۳ء میں انھوں نے 'جواہر خمسہ' تصنیف کی جو مشہور کتاب ہے - اس زمانے میں ان کی عمر بائیس سال کی تھی -

شیر شاہ نے ۹۴۷ھ مطابق ۱۵۴۰ء میں ہندوستان پر غلبہ حاصل کیا تو شیخ (محمد غوث) کو ہمایوں بادشاہ سے اپنے تعلقات کی شہرت کی بنا پر اندیشہ ہوا اور وہ گجرات چلے گئے۔ وہاں انہوں نے ایک عالی شان خانقاہ تیار کرائی اور اس ملک کے بہت سے آدمیوں کو فوائد معنوی سے فیض یاب کیا - جب ۹۶۱ھ مطابق ۱۵۵۴ء میں ہمایوں بادشاہ پھر ہندوستان آیا تو شیخ گجرات سے واپسی کا پختہ ارادہ کرکے ۹۶۳ھ میں کہ جو اکبر بادشاہ کی تخت

---

۱ - فقدمات شہید سے '۹۳۴' برآمد ہوتے ہیں (ق)

۲ - عبدالقادر بدایونی نے نے 'چنار' لکھا ہے منتخب‌التواریخ (اردو ترجمہ صفحہ ۳۹۶) (ق)

نشینی کا ابتدائی زمانہ تھا ، [۷۷۵] گوالیار آگیا اور پھر آگرہ پہنچا۔ بادشاہ نے مراسم استقبال ادا کرکے نہایت نیازمندی کا اظہار کیا ۔ شیخ گدائی کنبو نے کہ جو صدرالصدور تھا ، پرانی دشمنی کی بنا پر کہ جو اس کو شیخ (محمد غوث) سے تھی ازسرنو دشمنی پر کمر باندھی اور اس (شیخ گدائی) نے اس کے رسالے کو بیرام خان خانخاناں کے پاس بھیج دیا کہ جو اس نے گجرات میں لکھا تھا اور 'معراجیہ' نام سے مشہور تھا ۔ اس میں اس نے اپنے لیے معراج منسوب کی تھی ۔ علمائے گجرات نے انکار کرتے (اس رسالے کے متعلق) ایک ہنگامہ برپا کر دیا تھا ۔ شیخ (گدائی) نے (اس رسالے سے) بیرام خاں کی طبیعت مکدر کر دی ۔ شیخ کو جس قدر شاہی رعایت کی امید تھی ، وہ ظاہر نہیں ہوئی ۔ اس سبب سے وہ رہائی پا کر رنجیدہ خاطر گوالیار پہنچا کہ جو اس کا مقام سکونت تھا ، اور وہاں گوشہ نشین ہو گیا ۔ دو شنبہ کے روز سترہ رمضان المبارک ۹۷۰ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۵۶۳ع کو شیخ (محمد غوث) نے اس دنیا سے عالم جاودانی کی راہ لی ۔ 'بندۂ خدا شد' (۹۷۰ھ) اس کے انتقال کی تاریخ ہے ۔

کہتے ہیں کہ اکبر بادشاہ کی طرف سے ایک کروڑ دام کا وظیفہ مقرر تھا ۔ ذخیرۃالخوانین میں تحریر ہے کہ شیخ کی نو لاکھ روپے کی جاگیر تھی اور اس کی فوج میں چالیس ہاتھی چلتے تھے۔ اور یہ مشہور بات کہ اکبر بادشاہ بھی شیخ (محمد غوث) کا مرید تھا ، اکبر نامہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے ۔ اگرچہ شیخ ابوالفضل نے یا تو مشیخت میں برابری یا اپنی بد ظنی یا بادشاہ کی مزاج گوئی کی وجہ سے اس بات کو دوسرے انداز میں بیان کیا ہے ۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ چوتھے سال جلوس اکبری، ۹۶۶ھ میں کہ کچھ لوگوں نے اسی سال شیخ (محمد غوث) کی گجرات سے واپسی کا ذکر کیا ہے ، اکبر بادشاہ شکار کے ارادے سے [۵۷۸] آگرہ

اور گوالیار پہنچا تو معلوم ہوا کہ نوکر شیخ محمد غوث کے ہمراہ گجرات سے قبچاق کی کانیں لانے ہیں ۔ حکم صادر ہوا کہ سوداگروں کے حسب منشا ہیسے پر (کانیں) سوداگروں سے خریدنی چاہییں ۔

اسی دوران میں یہ اطلاع ملی کہ شیخ محمد غوث اور اس کے آدمیوں کے پاس ان سے بہتر کانیں ہیں ۔ اگر واپسی کے وقت حضور اس کی جانب قیام پر ہو نہ گزریں تو قبا شیخ ان کو پیش کرے گا ۔ جب اکبر بادشاہ وہاں پہنچا تو شیخ نے بادشاہ کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھا اور اس طرح بیرام خان قسم پر داری سے محفوظ ہو جانے کا خیال ہوا اور تمام کانیں کہ جو شیخ کے آدمیوں کے پاس تھیں دوسرے تحفوں ، نذرانوں اور گجرات کی نادر چیزوں کے ساتھ (بادشاہ کے حضور میں) پیش کیں ۔ مختلف قسم کے حلوے اور عطر بھی پیش کیے اور مجلس کے اختتام پر شیخ (محمد غوث) نے (اکبر) بادشاہ سے دریافت کیا کہ حضرت کسی کے مرید ہو گئے ہیں یا نہیں ؟ بادشاہ نے فرمایا کہ نہیں ، شیخ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اکبر بادشاہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ ہم نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا ہے ۔ بادشاہ مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا ۔ اور بادشاہ کی زبانی یہ بیان کرتے ہیں کہ اسی رات ہم نے قیام گاہ پر آ کر مے نوشی کا جلسہ منعقد کیا اور عیش و عشرت میں مشغول رہے ۔ کانیوں کے حاصل کرنے کے طریقے اور شیخ کے ہاتھ بڑھانے کے انداز پر ہنستے رہے ۔

بیت

بزیر دلق ملمع کمند ہا دارند
دراز دستی ایں کوتہ آستیناں بیں

اس کے بعد وہ خود آراستہ آدمی (محمد غوث) عام لوگوں کے سامنے اس طریقے (بادشاہ کے ہاتھ پکڑنے) پر فخر کرتا تھا اور اس

حکایت کے کچھ الفاظ تحریر بھی کیے [۵۷۹] - ان کی نقل کرنا یہاں کچھ مناسب معلوم نہیں ہوا -

تعجب خیز بات یہ ہے کہ (شیخ ابوالفضل) شیخ پھول کی بابت لکھتا ہے کہ چونکہ ہمایوں بادشاہ کو دعاؤں کی طرف بہت توجہ تھی اور اسی لیے وہ (دعاؤں کے پڑھنے کی وجہ سے) شیخ کی عزت کرتا تھا - اور کبھی وہ (شیخ پھول) ظاہر کرتا تھا کہ ہمایوں بادشاہ کو اس سے ارادت ہے اور کبھی بتاتا تھا کہ ہمایوں بادشاہ کو اس سے عقیدت ہے اور اس پر وہ فخر کیا کرتا تھا - حالانکہ یہ دونوں بھائی (شیخ محمد غوث اور شیخ پھول) علمی کمالات و فضائل سے بہرہ تھے - ایک مرتبہ پہاڑ پر گوشہ نشین ہو کر کچھ مدت اسمائے ایزدی کے وظیفے میں مشغول رہے تھے ، اور اسی کو اپنی عزت و مرتبہ کی سند سمجھتے تھے اور جلد دھوکے میں آ جانے والے سادہ مزاج لوگوں کے ذریعے سے سرداروں اور بادشاہوں کی صحبت میں پہنچ کر ولایت کی پونجی فروخت کرتے تھے اور پر لطف مکاریوں سے دیہات اور مواضعات حاصل کر لیتے تھے -

مختصر یہ کہ یہ تمام اعتراضات جو شیخ ابوالفضل نے مشائخ وقت پر کیے ہیں ، اس کا سبب اس کی باطنی عداوت اور مقابلے کا حسد ہے ، اس لیے کہ اس کا باپ (شیخ مبارک) بھی زمانے کے علماء میں سے تھا اور برابری کا دعویٰ کرتا تھا لیکن اس کو مقبولیت حاصل نہیں ہوئی - (یا اس نے یہ اعتراضات) بے باکی اور عیب جوئی کی وجہ سے کیے ہیں جن سے عوام کو نفرت اور بد دلی پیدا ہو - بہر حال ولایت اور غوثیت کے اثبات اور تحقیق سے قطع نظر کرکے ، اس لیے کہ یہ باطنی امور ہوتے ہیں ، یہ امر یقینی تھا کہ ہمایوں بادشاہ کو ان دونوں بھائیوں (شیخ محمد غوث اور شیخ محمد پھول) سے بہت محبت و ارادت تھی - جیسا کہ ہمایوں کے خط سے ثابت ہے کہ جو شیر شاہ کے غلبے کے بعد

شیخ محمد غوث کے پاس پہنچا اور گلزار ابرار [۵۸۰] میں بعینہ تحریر ہے۔ (وہ خط) شیخ کے جواب کے ساتھ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

صحیفہ شاہی

''آداب دست بوسی کے بعد عرض ہے کہ اس قدیر لم یزل نے قسمت کی دشواریوں اور مشکلات سے آپ کی اور تمام درویشوں کی دعا اور توجہ سے آسانی کے ساتھ نجات دے دی اور اس فتنہ پرداز زمانے نے جو جو واقعات پیش کیے ان میں سوائے آپ کی ملاقات نہ ہونے کے اور کوئی واقعہ ایسا نہ ہوا کہ جس سے طبیعت پریشان اور دل پژمردہ ہوتا۔ ہر گھڑی اور ہر لمحہ یہ خیال رہتا تھا کہ ان شریرالنفس لوگوں (افاغنہ شیر شاہی) نے آپ جیسے فرشتہ صفت انسان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ اسی زمانہ قریب میں آپ گجرات ہجرت کر گئے تو دل کو اس پریشانی سے نجات ملی۔ ہمیشہ صدق عقیدت کے ساتھ مجھے یہ امید ہے کہ جس طرح اس پروردگار کے فضل و کرم سے ان آفتوں سے نجات ملی، اسی طرح وہ اس صدمہ مذکور (آں جناب کی مفارقت سے) آزاد کرے گا اور آپ سے ظاہری جدائی کی کلفت سے بھی نجات ملے گی۔ سبحان‌اللہ آپ جیسے حقیقی رہنما کا جن سے اعتقاد قلبی اور خلوص باطنی کا تعلق ہے کس طرح شکریہ ادا کیا جائے۔ باوجود چند پریشانیوں کے کہ جن کا اثر ظاہری طور پر موجود ہے، قلبی اطمینان و سکون میں ایک ذرے کے برابر بھی فرق نہیں آیا ہے۔ آپ کی دعائے خیر ہمیشہ جاری رہنی چاہیے [۵۸۱]۔

جواب

''صحیفۂ شاہی کے وصول ہونے اور اس ہمایونی نامہ گرامی کے پڑھنے سے اس علاقے کے مخلصین کے لیے زندگی کی مبارک باد ملی۔ آپ کے ہم رکاب حدام کی صحت و تندرستی کی خوش خبری ملی۔ جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے بالکل حقیقت ہے: اس میں مطلق تکلف و تصنع نہیں ہے۔

ع سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم در دل

میری دعا ہے کہ بادشاہ کا تاج والا سر واقعات کی اندوہناکی سے مغموم نہ ہو!

ع در طریقت ہر چہ پیس سالک آید خیر اوست

جب پروردگار عالم اپنے نیک بندے کو درجۂ کمال پر پہنچانا چاہتا ہے تو اسمائے جلالی و جمالی دونوں کی تلقین فرما دیتا ہے۔ اسمائے جمالی کا ایک دور ختم ہو چکا اب چند روز سے اسمائے جلالی کا ورد ہے۔ ''ان مع العسر یسراً ان مع العسر یسرا'' کے مطابق بہت جلد پھر اسمائے جمالی کا دور شروع ہوگا اور اس وجہ سے کہ عربی زبان کے قانون کے مطابق دو آسانیوں کے درمیان ایک سختی ہوتی ہے اور چونکہ محاط (دائرے) کی سطح فاصلے کے لحاظ سے محیط کی حدوں سے کم ہے، اس لیے انشاءاللہ تعالیٰ کامیابی عنقریب حاصل ہونے والی ہے۔ اول سے آخر تک تعریف اللہ کے لیے ہے۔''

مختصر یہ کہ شیخ محمد غوث ہندوستان کے شطاری سلسلے کے اکابر میں سے ہیں۔ ان کے بہت سے صاحب کمال مرید اور خلفاء

ہیں۔ سید وجیہ الدین علوی گجراتی کہ جنھوں نے درسی کتابوں کی شرحیں لکھی ہیں [۵۸۲] اور وہ علوم ظاہری کے عالم تھے ، ان (شیخ محمد غوث) کے مرید ہیں ۔ کسی نے سید (وجیہ الدین) سے کہا کہ آپ نے اس علم و فضل کے باوجود شیخ سے بیعت کی کہ جن کو اس قدر علم حاصل نہیں ہے ۔ انھوں نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے میرے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) امی ہیں اور میرا پیر بھی امی ہے ۔

شطاریہ سلسلہ سلطان العارفین بایزید بسطامی تک پہنچتا ہے اس لیے روم میں یہ خاندان 'بسطامیہ' مشہور ہے ۔ چونکہ اسی سلسلے کی ایک شاخ سے شیخ ابوالحسن عشقی ہیں اس لیے ایران و توران میں یہ سلسلہ عشقیہ کہلاتا ہے ۔ اور اس خاندان کے بزرگوں کو شطاری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ دوسرے مشائخ کے مقابلے میں یہ لوگ سلسلہ' سلوک میں زیادہ تیز اور پر جوش ہیں اور ہمیشہ اس خاندان کے بڑے بڑے بزرگ عراق عرب و عجم میں سالکان دین کو ہدایت فرماتے رہے ہیں ۔ اس سلسلے کے پہلے شخص ، جو ایران سے ہندوستان میں آئے وہ شیخ عبداللہ شطاری ہیں کہ جن کا نسب پانچ واسطوں سے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی تک پہنچتا ہے اور ارادت کے اعتبار سے بایزید بسطامی قدس سرہ تک سات واسطے ہیں ۔

اخبارالاخیار میں تحریر ہے کہ شیخ عبداللہ سے شیخ نجم الدین کبریٰ تک پانچ واسطے ہیں ۔ (شیخ عبداللہ نے) مالوہ کے شہر مانڈو میں سکونت اختیار کی اور ۸۹۰ھ مطابق ۱۴۸۵ع میں ان کا انتقال ہوا ۔ وہ وہیں (مانڈو میں) دفن ہیں[۱] ۔ ہندوستان کے اطراف و جوانب میں ان کے خلفاء طالبان سلوک کے ارشاد و ہدایت میں مشغول رہتے تھے [۵۸۳] ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو اخبارالاخیار صفحہ ۱۸۲ ۔ شیخ عبداللہ شطاری کے سنہ انتقال میں اختلاف ہے (ق)

۱۸۴
شیخ ابوالفیض فیضی فیاضی

شیخ مبارک ناگوری کا بڑا لڑکا ہے کہ جو علمائے زمانہ میں اپنے تقویٰ اور ریاضت کے لیے مشہور تھا۔ اس کے بزرگوں میں سے ایک شخص ملک یمن میں اہل تجرید کی حیثیت سے مشہور ہوا اور اس نے ساری دنیا کی سیر کی ۔ نویں صدی ہجری میں سیوستان کے مضاف قصبہ ریل میں[1] مسافرانہ حیثیت سے آیا۔ وہیں سکونت اختیار کی اور شادی کرلی ۔ دسویں صدی ہجری کے شروع میں شیخ (مبارک) کا باپ سیاحت کی غرض سے ہندوستان کی طرف آیا اور ناگور میں آ کر سکونت پزیر ہوا ۔ چونکہ اس کے لڑکے زندہ نہیں رہتا تھا اس لیے جب ۹۱۱ھ مطابق ۶-۱۵۰۵ع میں شیخ پیدا ہوا تو اس کا نام مبارک رکھا۔ جب وہ جوان ہوا توگجرات پہنچا ۔ خطیب ابوالفضل گازرونی اور مولانا عماد لاری کی شاگردی اختیار کی اور وہاں کے مشائخ بزرگوار اور علمائے نامدار سے بہت فیض حاصل کیا ۔ ۹۵۰ھ مطابق ۴۴-۱۵۴۳ع میں اس نے دارالخلافہ آگرہ میں سکونت اختیار کرلی اور پچاس سال تک وہاں تدریس علوم میں مشغول رہا اور درویشی و قناعت سے زندگی گزارتا رہا ۔ توکل میں وہ عجیب شان رکھتا تھا ۔ ابتدائی زمانے میں وہ امر معروف اور نہی منکر میں اس درجہ مبالغہ کرتا تھا کہ جس گلی سے گانے بجانے کی آواز آتی تھی ، اس سے نہیں گزرتا تھا ۔ آخری زمانے میں اتنا شوق ہوا کہ خود سماع و وجد میں مشغول رہتا ۔ بہت سی مختلف باتیں اس سے منسوب ہیں [۵۸۴د] ۔

سلیم شاہ کے زمانے میں شیخ علائی مہدوی کے تعلق کی وجہ

---

۱ ۔ متن میں ''ایل'' ہے ۔ شیخ مبارک کے باپ کا نام شیخ خضر ہے (ب)

ے (شیخ مبارک) کے مہدوی ہونے کی شہرت ہو گئی اور علمائے وقت کی کون سی ایسی تنبیہ تھی جو اس نے برداشت نہیں کی ۔ اکبر بادشاہ کے ابتدائی زمانے میں جب کہ مغل سردار زیادہ باآثر تھے تو اس نے خود کو نقشبندی ظاہر کیا ۔ اس کے بعد وہ خود کو مشائخ ہمدانیہ کے سلسلے سے منسوب کرتا تھا ۔ جب آخری زمانے میں دربار میں عراقیوں (ایرانیوں) کا دخل زیادہ ہو گیا تو ان کی سی باتیں کرنے لگا ۔ چنانچہ اس کے شیعہ ہونے کی شہرت ہو گئی ۔ تفسیر کبیر کے مقابلے میں تفسیر منبع العیون چار جلدوں میں لکھی اور 'جوامع الکلم' بھی اس کی تالیف ہے ۔ اکبر بادشاہ کے اجتہاد کا محضر کہ جو علمائے زمانہ کی شہادتوں کے ساتھ مرتب ہوا ، شیخ (مبارک) ہی نے لکھا تھا اور اس کے آخر میں اس نے تحریر کیا تھا :

''حقیقت یہ ہے کہ میں اس کا برسوں سے منتظر تھا''

کہتے ہیں کہ آخری عمر میں لڑکوں (فیضی و ابوالفضل) کی وجہ سے منصب پر بھی سرفراز ہوا ، اگرچہ شیخ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ آخر عمر میں نظر کم زور ہوگئی تھی۔ ۱۰۰۱ھ مطابق ۱۵۹۰ع میں لاہور میں وفات پائی - ''شیخ کامل'' (۱۰۰۱ھ) سے اس کی تاریخ انتقال نکلتی ہے[1] -

شیخ فیضی ۹۵۴ھ مطابق ۱۵۴۷ع میں پیدا ہوا ۔ طبیعت کی تیزی و ذہانت کی وجہ سے تمام علوم میں اس نے مہارت کلی حاصل کی۔ حکمت اور عربی ادب میں بہت دسترس رکھتا تھا اور علم طب میں بھی ماہر تھا ۔ غریب بیماروں کا علاج کیا کرتا تھا ۔ شروع میں تنگیٔ معاش اور ابتریٔ احوال میں مبتلا تھا ۔ ایک روز اپنے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو بدایونی (اردو ترجمہ) صفحہ ۳۳۰–۳۳۱ و دربار اکبری صفحہ ۳۰۷–۳۳۵ (ق)

باپ (شیخ مبارک) کے ہمراہ [۵۸۵] اکبر بادشاہ کے صدرالصدور شیخ عبدالنبی کے پاس جا کر اظہار حال کیا اور بطور مدد معاش سو بیگہ زمین کی استدعا ظاہر کی ۔ شیخ (عبدالنبی) نے مذہبی تعصب کی بنا پر اسے اور اس کے باپ کو شیعہ ہونے کا الزام دیا ، برا بھلا کہا اور ذلت کے ساتھ مجلس سے نکلوا دیا ۔ شیخ فیضی کو غیرت نے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ بادشاہ وقت (اکبر) تک رسائی اور تعلق پیدا کرے ۔ کچھ اہل دربار نے بار بار فیضی کے فضل و کمال ، شعر و شاعری اور بلاغت کا تذکرہ بادشاہ کی محفل میں کیا ۔ بارھویں سال جلوس اکبری میں جب اکبر بادشاہ قلعہ چتور فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوا تھا تو شیخ (فیضی) کے حاضر ہونے کا حکم دیا ۔ چونکہ اہل زمانہ اور خاص طور سے اہل مدارس کو اس کی طرف سے بدگمانی تھی، انھوں نے اس محبت کے بلانے کو عتاب کی طلبی پر محمول کیا ۔ دارالخلافہ آگرہ کے حاکم کے ذہن نشین یہ بات کر دی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا باپ (شیخ مبارک) اس کو چھپا دے ۔ اس (حاکم) نے چند مغل (سپاہیوں) کو بھیجا کہ اچانک شیخ کے گھر کا محاصرہ کر لیں ۔ اتفاق سے شیخ فیضی اس وقت گھر میں موجود نہ تھا۔ مختصر یہ کہ رد و بدل ہوتی رہی ۔ جب وہ مکان پر پہنچا تو اس نے اطاعت کا اقرار کیا ۔ سفر کی تیاری اور روزی کے ذرائع مسدود تھے، لہٰذا پریشانی ہوئی ۔ آخرکار شاگردوں کی کوشش سے آسانی ہو گئی اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کے بعد (شاہی) عنایات سے سرفراز ہوا اور رفتہ رفتہ قربت و مصاحبت کے درجے پر پہنچا ۔ شیخ عبدالنبی صدرالصدور کی اس طرح سے غلطیاں نمایاں کیں کہ وہ منصب و رتبہ سے [۵۸۶] معزول کرکے حجاز بھیج دیا گیا اور آخرکار ذلت و خواری کے ساتھ اس کا جان و مال ختم ہوا ۔

چونکہ شیخ (فیضی) اعلیٰ درجے کا شاعر تھا ، اس لیے تیسویں سال جلوس اکبری میں اسے 'ملک الشعراء' کا خطاب

ملا۔ تینتیسویں سال جلوس اکبری میں اس نے ارادہ کیا کہ خمسہ (نظامی) کی زمین میں طبع آزمائی کرے۔ چنانچہ مخزن اسرار کے مقابلے میں مرکز ادوار لکھی، جس میں تین ہزار اشعار ہیں۔ خسرو شیریں کے مقابلے میں سلیمان و بلقیس اور لیلی مجنوں کے مقابلے میں نل دمن کہ جو ہندوستان کا پرانا قصہ ہے، لکھیں۔ ان میں سے ہر ایک میں چار ہزار اشعار ہیں۔ اور ہفت پیکر کے وزن پر ہفت کشور اور سکندر نامہ کی بحر میں اکبر نامہ لکھا۔ ان میں سے ہر ایک میں پانچ ہزار اشعار ہیں۔ تھوڑی سی مدت میں پنج نامہ (خمسہ) کا عنوان کچھ داستان کے ساتھ نظم کر لیا، مگر وہ مکمل نہ ہو سکا۔ کہا کرتا تھا کہ اب دیکھیے جو کچھ وقت ہے نہ کہ تحریر و تصنیف سے شہرت حاصل کرے گا۔

انتالیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ نے تاکید کی کہ اس کو انجام کو پہنچا دیا جائے۔ حکم ہوا کہ پہلے نلدمن کا افسانہ منظوم کیا جائے۔ اسی سال اس نے مکمل کرکے حضور میں پیش کر دیا۔ چونکہ عرصہ دراز سے تنہائی پسند ہو گیا تھا اور زیادہ تر خاموش رہا کرتا تھا، شاہی تاکید کے باوجود (دوسری منظومات) اتمام کو نہ پہنچا سکا۔ بیماری کے شروع میں اسے ضیق النفس کا مرض ہو گیا تھا۔ اس نے لکھا کہ [۵۸۷]:

دیدی کہ فلک چہ زہرہ بیرنگی کرد
مرغ دلم از قفس شب آہنگی کرد
آں سینہ کہ عالمے دروی می گنجید
تا نیم دمے برآورم تنگی کرد

زمانۂ علالت میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتا تھا:

گر ہمہ عالم بہم آیند تنگ
بہ نشود پائے یکے مور لنگ

دسویں صفر ۱۰۰۴ھ مطابق ۵ اکتوبر ۱۵۹۵ع ، چالیسویں سال جلوس اکبری میں اس کا انتقال ہوا ۔ 'فیاض عجم' سے اس کی تاریخ وفات نکلتی ہے ۔ برسوں تک فیضی تخلص کرتا رہا ، اس کے بعد فیاضی کر لیا ۔ خود کہتا ہے :

رباعی

زیں پیش کہ ہر کدام سخن بود
فیضی رقم رنگین من بود
اکنوں کہ شدم بعشق مرتاض
فیاضیم از محیط فیاض

شیخ (فیضی) نے ایک سو ایک کتابیں تالیف کیں[۱] ۔ اس کی علمی فضیلت کی سب سے بڑی شہادت تفسیر 'سواطع الالہام' بے نقط ہے کہ میر حیدر معمائی نے اس کے مکمل ہونے کی تاریخ سورہ اخلاص سے نکالی ہے کہ جس سے ۱۰۰۲ھ مطابق ۱۵۹۳ع نکلتے ہیں ۔ اس کے صلے میں اسے دس ہزار روپیہ عنایت ہوا ۔ موارد الکلم [۵۸۸ د] بھی اس نے اخلاقیات پر بے نقط لکھی ہے ۔

علمائے زمانہ نے اعتراض کیا کہ ممتاز علماء میں سے ابھی تک کسی نے بے نقط تفسیر نہیں لکھی ہے اگرچہ وہ لوگ علوم تفسیر میں بہت ملکہ رکھتے تھے ۔ شیخ (فیضی) نے جواب دیا کہ جب کلمہ طیبہ کہ جس پر ایمان کا انحصار ہے بے نقط ہے ، تو اس سے بڑھ کر کون سی دلیل کی ضرورت ہوگی ۔

کہتے ہیں کہ شیخ (فیضی) کے ترکے میں سے چار ہزار تین

---

۱ ۔ بدایونی نے لکھا ہے کہ فیضی کے کتب خانے میں ایک سو ایک نسخے اس کی تصنیف نلدمن کے تھے (اردو ترجمہ صفحہ ۵۱۷) (ق)

سو کتابیں صحیح و نفیس خط ہو کر سرکار شاہی میں آئیں[1]۔ دربار شاہی میں شیخ کی حاضری اور مصاحبت کا ذریعہ اس کا علم و کمال تھا ۔ شاہزادوں کی تعلیم پر وہ مامور ہوتا تھا ۔ حکام دکن کے پاس سفارت پر بھی گیا ۔ لیکن اس نے چار صدی سے زیادہ منصب نہ پایا ۔ شیخ ابوالفضل باوجودیکہ اس کا چھوٹا بھائی تھا ، لیکن سرداری کے مرتبے میں ترقی کرگیا ۔ وہ شیخ (فیضی) کی زندگی ہی میں دو ہزار پانسو کے منصب پر پہنچ گیا ۔ آخر میں منصب اور دولت کے انتہائی درجے پر پہنچا ۔ وہ گروہ جو اکبر بادشاہ کو آفتاب پرست کہتا ہے ، شیخ (فیضی) کے اس قطعے سے دلیل پکڑتا ہے :

قسمت نگر کہ درخور ہر جوہرے عطاست
آئینہ با مکدر و با اکبر آفتاب
او می کند معائنۂ جود در آئینہ
این می کند مشاہدۂ حق در آفتاب

اگرچہ اس میں شک نہیں ہے کہ یہ نیراعظم اور دنیا کو روشن کرنے والا (آفتاب) قدرت خدا کی سب سے بڑی علامت ہے ۔ اور اس دنیا کا انتظام [۵۸۹ د] اس سے وابستہ ہے لیکن اس قسم کی تعظیم سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ جو مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے۔ اور شیخ ابوالفضل کے کلام میں بھی اس قسم کے اشعار موجود ہیں کہ (جن سے تعظیم آفتاب کی تائید ہوتی ہے) ۔

شیخ (فیضی) کے شاندار قصائد اور آبدار اشعار بہت مشہور ہیں[2]۔ شعر لکھتا ہے :

---

۱ ۔ بدایونی نے کتابوں کی تعداد چار ہزار چھ سو لکھی ہے۔ (اردو ترجمہ صفحہ ۵۱۷) (ق)

۲ ۔ مزید حالات کے لیے دیکھیے بدایونی صفحہ ۵۱۲-۵۱۸ ، ذخیرۃالخوانین جلد اول ۶۰-۶۸ ، دربار اکبری ۳۳۵-۵۱۷ (ق)

چه دست می بری اے تیغ عشق اگر داد است
بہ بر زبان ملامت گر زلیخا را

۱۸۳
شہباز خاں کنبوہ

اس کا نسب چھ واسطوں سے حاجی جمال سے مل جاتا ہے کہ جو مخدوم بہاءالدین زکریا ملتانی[۱] کے مرید تھے ۔ کہتے ہیں کہ ایک درویش نے مخدوم (زکریا) سے سوال کیا کہ خدا کی محبت میں ہر پیغمبر کے نام پر مجھے ایک اشرفی دے ۔ مخدوم متفکر ہوئے ، حاجی (جمال) نے عرض کیا کہ اس کو میرے سپرد کردیجیے ۔ وہ اسے اپنے مکان پر لے گیا اور کہا کہ ہر پیغمبر کا نام لے اور مجھ سے ایک اشرفی وصول کر ۔ اس نے دس بیس نام لیے اور اشرفیاں حاصل کر لیں ۔ اس کے بعد اس نے اپنی عاجزی کا اظہار کر دیا ۔ جب مخدوم کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو اس (حاجی) کے حق میں دعا کی کہ کبھی تم میں عقل کی کمی نہ ہو ۔ چنانچہ اس گروہ (کمبوہاں) کے اکثر لوگ ہندوستان میں ذہانت کے لیے مشہور ہیں ۔

شہباز خاں شروع میں اپنے بزرگوں کے طریقے پر زہد و درویشی کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا ۔ اس کے بعد وہ کوتوال مقرر ہوا اور مقدمات میں وہ اس درجہ احتیاط کرتا تھا کہ اکبر بادشاہ کا منظور نظر [۵۹۰] ہو گیا اور ایک سو کے منصب سے ترقی کرکے سرداری کے مرتبے پر فائز ہو گیا ، اور میر توزک کی خدمت اس کے سپرد ہوئی ۔ سولھویں سال جلوس اکبری میں جب میربخشی لشکرخاں پر شاہی عتاب ہوا تو اس کے مناصب شہبازخاں

---

۱ ۔ سہروردی سلسلے کے نامور شیخ طریقت المتوفی ۶۶۵ھ مطابق ۱۲۶۶ع (ق)

کو مل گئے اور کچھ عرصے کے بعد میر بخشی گری بھی اس کے سپرد ہو گئی[1]۔

انیسویں سال جلوس اکبری میں سرکشوں اور زمینداروں خاص طور سے رانا کے مالدیو کے بیٹے چندر سین راٹھور کی تنبیہ اور جودھپور سے متعلق صوبہ کے قصبوں کی فتح کرنے کے لیے مقرر ہوا۔ اس علاقے کے سرکشوں کی ایک جماعت قلعہ دکور میں سروری اکٹھا رہتی تھی۔ اس نے پہلے اس قلعے (دکور) کی فتح کا ارادہ کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں فتح حاصل ہو گئی۔ سرکش منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد قلعہ دوبارہ فتح ہوا۔ پھر سیوانہ کے قلعے کی فتح کا ارادہ کیا جو اس علاقے کا مشہور قلعہ ہے۔ قلعے کے محصورین نے مجبور ہو کر قلعہ سپرد کر دیا۔ شہباز خاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوا۔ اسی سال ۹۸۴ھ مطابق ۱۵۷۶ء میں شہباز خاں کو راجا گجپتی کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا گیا۔ وہ صوبۂ بہار کے بڑے زمینداروں میں سے تھا۔ ہمیشہ شاہی لشکر کے ساتھ رہا اور بنگالہ کے فتح کرنے میں اس نے اعلیٰ خدمات انجام دیں۔ وہم کی بنا پر اجازت لے کر اپنے وطن چلا آیا اور منعم خاں کے مرنے کے بعد جب بنگالہ میں فساد برپا ہوا تو وہ بھی بد باطنی کی بنا پر رہزنی [۵۹۰] کرنے لگا۔ شہروں اور بستیوں کو تباہ کرنے لگا۔ آرہ کا جاگیردار فرحت خاں، اس کا لڑکا فرہنگ خاں اور قراطاق خاں لڑائی میں اس سے عاجز آ گئے۔ جب شہباز خاں پہنچا، اس کے سردار نہ ٹھہر سکے اور بھاگنے ہی میں انہوں نے بھلائی دیکھی۔ شہباز خاں نے تعاقب نہیں چھوڑا۔ جہاں وہ (راجا) جاتا یہ (شہباز خاں) نہایت تیزی سے پہنچ جاتا۔ یہاں تک کہ جگدیش پور میں جو اس کا

۱۔ ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین جلد اول صفحہ ۱۳۸—۱۳۹ و اکبر نامہ جلد دوم، صفحہ ۳۶۴ (ف)

مضبوط ترین قلعہ تھا ، قلعہ بند ہو گیا ۔ کچھ عرصے کے بعد جب قلعہ فتح ہو گیا تو اس کے متعلقین قید ہو گئے اور وہ کہیں چھپ گیا ۔ شہباز خاں نے شیر گڑھ کے قلعے کا بھی محاصرہ کرکے فتح کر لیا کہ جس کی قلعہ داری پر سری رام پسر گج پتی مقرر تھا ۔

قلعہ رہتاس کہ جس کی فتح اسباب و سامان سے بالا تر ہے ، جنید کررانی کے قبضے میں تھا ، اس نے اپنے ایک معتمد سید محمد کے سپرد کر دیا ۔ جب اس (جنید کررانی) کا انتقال ہو گیا تو اسی دوران میں مظفر خاں نے اس کی فتح کا ارادہ کیا تو اس (سید محمد) نے شہباز خاں سے درخواست کی اور امان طلب کی ۔ اس کی خواہش پوری ہو گئی اور اس نے قلعہ (شہباز خاں کے) سپرد کر دیا

شہباز خاں ان کارہائے نمایاں کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور انتہائی نوازش ہائے شاہانہ سے فیض یاب ہوا ۔ اس کے بعد مغرور رانا پرتاب کی تنبیہ کے لیے متعین ہوا ۔ تیئیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۶ھ مطابق ۷۹–۱۵۷۸ع میں اس نے قلعہ کونبھل میر کا محاصرہ کر لیا [۹۲ د] کہ گذشتہ زمانے میں شاید ہی کسی نے اس کی فتح کا ارادہ کیا ہو ۔ رانا پریشان ہوگیا اور آدھی رات کے وقت سنیاسیوں کا بھیس بدل کر نکل گیا اور کوہسار (پہاڑیوں) میں جا کر چھپ گیا ۔ قلعہ فتح ہو گیا ۔ دوسرے دن گوگنڈہ اور اودے پور کے قلعے بھی فتح ہوگئے ۔ اس ملک کی تباہی میں اس نے کوئی فروگزاشت نہیں کی ۔ کوہستان کے اندر پہاس اور اودے پور سے پور ماندل تک باہر پینتیس تھانے مقرر کیے[۱] ۔

---

۱ ۔ ذخیرة الخوانین جلد اول، صفحہ ۱۵۲–۱۵۳ (ق)

سرجن ہاڈا کے لڑکے دودا کو کہ جو ہمیشہ سرکشی کرتا رہتا تھا ، مطیع بنا لیا ۔ اور اسے بادشاہ کے حضور میں لایا ۔ اس پر شاہی عنایات ہوئیں ۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ وہ صوبہ اجمیر کے سرکشوں کی ، وہاں متعین ہو کر ، تنبیہ کرے ۔ چنانچہ رانا پرتاب کے علاقے کو کہ جس کے متعلقین اور سامان و اسباب تاراج ہو چکا تھا ، دشمنوں سے پاک کر کے فوج کے سپرد کر دیا ۔ دوسرے سرکش باغی بھی جب خوف زدہ ہو گئے اور سب اور ہر شاہ کی حیرت ساکتے رہنے لگے ۔

جب بہار و بنگال کے احسان فراموش سرداروں نے ہنگامہ آرائیاں کیں تو شہباز خاں کو اس طرف بھیجا گیا ۔ لیکن اس نے خود سری کی وجہ سے خان اعظم کو لہ کے ساتھ موافقت نہ کی کہ وہ بھی ان بد قسمت باغیوں کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوا تھا اور اس (شہباز خاں) نے بہار کے سرکشوں کے فتنے کو دبانے کے لیے علیحدہ کوشش کی ۔ عرب بہادر کو مناسب سزا دی اور جگدیش پور کے سرکشوں کو تنبیہ کرنے کا ارادہ کیا ۔ جب معلوم ہوا کہ معصوم خاں فرخودی [۵۹۲] خلاف ہو گیا ہے اور عرب بہادر و نیابت خاں اس سے مل کر اس کی بغاوت میں شامل ہو گئے ہیں تو وہ (شہباز خاں) اودھ کی طرف تیزی سے روانہ ہوا ۔ اودھ سے پچیس کوس کے فاصلے پر سلطانپور بلہری کے نزدیک مقابلہ ہوا ۔ معصوم خاں نے قلب فوج پر حملہ کیا ۔ شہباز خاں نے میدان چھوڑ دیا اور بھاگ کھڑا ہوا اور جونپور تک کہ جو میدان جنگ سے تیس کوس کے فاصلے پر تھا ، دم نہیں لیا ۔ اتفاق کی بات کہ معصوم خاں کے مارے جانے کی خبر نے دشمن کی فوج کو منتشر کر دیا ۔ اس دوران میں شاہی لشکر کے بائیں جانب کا دستہ لڑائی کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ معمولی سے مقابلے کے بعد معصوم خاں زخمی ہو کر اودھ کو بھاگ گیا ۔ جب شہباز خاں کو فتح کی خوش خبری ملی تو نہایت تیزی سے اودھ سے سات کوس کے فاصلے پر واپس آ گیا ۔

سخت جنگ کے بعد دشمنوں کو شکست ہوئی اور وہ اودھ میں بھی نہ ٹھہر سکے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی راہ لی[1]۔

جب ان سرکشوں کی شورش ختم ہو گئی تو وہ دارالخلافہ آگرہ پہنچا۔ بادشاہ کی عدم موجودگی میں کہ وہ مرزا محمد حکیم کے ہنگامے کو فرو کرنے کے لیے کابل گیا ہوا تھا، شاہی حکم کے مطابق اس عظیم شہر کی حفاظت میں مشغول ہوا۔ چھبیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کی واپسی کے وقت حاضری سے مشرف ہوا۔ چونکہ دنیا کا نشہ آدمی کو ذلیل کر دیتا ہے، اس زمانے میں چونکہ اس سے کئی بڑے نمایاں ظاہر ہوئے تھے، وہ مغرور [۲۹۰د] ہو گیا۔ حضوری کے وقت اس نے ڈینگیں مارنی شروع کر دیں۔ جس زمانے میں نگر چین کے شکار کا اتفاق ہوا تو چوکی کے تقرر کے وقت بخشیوں نے اس کو مرزا خان پسر بیرام خاں کے پیچھے رکھا۔ چونکہ اندازے سے زیادہ شراب (غرور) پیے ہوئے تھا اس لیے اپنی جگہ سے آیا اور برا بھلا کہا۔ آخر بادشاہ نے نصیحت کی غرض سے اسے رائے سال درباری کے سپرد کر دیا۔

جب اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں خان اعظم بنگالہ کی آب و ہوا سے گھبرا گیا تو اس نے کسی دوسرے علاقے پر اپنی تعیناتی کی درخواست کی۔ شہباز خاں کو بنگالہ کے انتظام کے لیے دوسرے سرداروں کے ہمراہ بھیج دیا گیا۔ جب وہ اس مملکت (بنگالہ) میں پہنچا، معصوم خاں کابلی سے گھوڑا گھاٹ کے مقام پر جنگ ہوئی۔ سخت معرکہ آرائی کے بعد اس ناشکرگزار (معصوم خاں) کو شکست ہوئی۔ برشاد (ہاتھی) اور دوسرا مال غنیمت ہاتھ لگا۔ شہباز خاں اس کے تعاقب میں روانہ ہوا، کیونکہ اس نے ملک بھاٹی میں جا کر پناہ لی تھی۔

۱۔ ملاحظہ ہو ذخیرۃ الخوانین جلد اول، صفحہ ۱۵۵—۱۵۶ (ق)

وہ مملکت (بھاٹی) ٹانڈہ کے شمالی جانب نشیب میں واقع ہے ۔ اس کا طول تقریباً چار سو کوس اور عرض قریب قریب تین سو کوس ہے ۔ چونکہ سکندر کا علاقہ اس سے بلندی پر ہے اس لیے اس کو اس نام 'بھاٹی' سے پکارتے ہیں ۔ اس سرزمین پر قبضہ ہو گیا اور وہ علاقہ شاہی فوجوں نے تاخت و تاراج کر دیا اور بکثرت مال و اسباب جو وہاں کے زمینداروں کا صدر مقام تھا ، لوٹ لیا گیا اور ستارگاؤں پر قبضہ ہو گیا ۔ دریائے برہم پتر کے کنارے تک جو ایک بڑا دریا ہے اور 'خطا' سے نکل کر آتا ہے ، شاہی فوجیں پہنچ گئیں اور جنگ ہوئی ۔ وہاں کے زمیندار عیسیٰ نے شاہی فوج کو شکست دینے کے لیے [۵۹۹ د] جتنی تدبیریں کیں سب بیکار ہو گئیں ۔ مجبوراً وہ خوشامد پر اتر آیا اور صلح کی کوشش کی ۔ طے پایا کہ ستارگاؤں میں شاہی داروغہ مقرر ہو اور معصوم خاں کو حجاز روانہ کر دیا جائے ، بشرطیکہ فتح مند فوج واپس ہو ۔ جب شہباز خاں دریا کو پار کرکے اپنے وعدہ کا انتظار کرے گا تو وہ کچھ عرصے تک لیت و لعل کرتا رہا اور آخر وعدے سے پھر گیا اور جنگ کی تیاری کرکے مقابلے پر آ گیا ۔ سردار، امیر (شہباز خاں) کے تکبر اور ڈھیلے پن سے آزردہ خاطر تھے ، لہذا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ ہوئے اور ہر ایک نے اپنی اپنی راہ لی ۔ مجبوراً شہباز خاں کو ٹانڈہ واپس ہونا پڑا ۔ جو کچھ حاصل کیا تھا برباد ہو گیا ۔ کچھ لوگ مارے گئے اور زیادہ تر گرفتار ہو گئے ۔ غنیم کی ہمت بڑھ گئی ۔ اس نے بعض مقامات پر قبضہ کر لیا ۔ شہباز خاں نے سرداروں کی نااتفاقی اور منافقت کی وجہ سے شاہی دربار کا رخ کیا ۔ بادشاہ نے اس ارادے کی اطلاع پا کر سپاہیوں کو تعینات کرکے راستے سے واپس کرا دیا ۔ بہار کے جاگیردار اس کے ساتھ مامور کیے گئے ۔ شہباز خاں نے عالی ہمتی سے حکم شاہی کی تعمیل کی ،

گئے ہوئے مقامات واپس لے لیے اور معصوم عاصی کو سہ قر سے شکست دے کر بھگا دیا ۔

تیسویں سال جلوس اکبری میں تکبر اور خود غرضی کی بنا پر شہباز خاں اور صادق خاں میں مخالفت ہو گئی ۔ صادق خاں نے بادشاہ کے حسب الحکم بنگالہ کا انتظام اپنے ذمے لیا ۔ شہباز خاں اس بات کا انتظار کیے بغیر کہ کام انجام کو پہنچے ، اس ملک (بنگالہ) سے نکل آیا ۔ کچھ عرصے کے بعد [۹۹۶ ھ] وہ پھر بادشاہ کے دستۂ خاص کے ہمراہ بہار سے بنگالہ جا کر اس ملک کے انتظام میں مشغول ہوا ۔ بہت سے سرکشوں کو زیر کیا ۔ ایک فوج بھاٹی پر بھیج کر اس کے زمیندار کو موافق کر لیا ۔ ایک فوج کو کوکرہ کی ولایت پر کہ جو اڑیسہ اور دکن کے درمیان ایک آباد ملک ہے ، تعینات کیا ۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا ۔ وہاں کے زمیندار مادھو سنگھ نے مال گزاری ادا کی ۔ جب بتیسویں سال جلوس اکبری میں اس نواح میں امن و امان ہو گیا اور سعید خاں بہار سے اس ملک میں پہنچا تو شہباز خاں نے بادشاہ کے حضور میں حاضری کا ارادہ کیا ۔

چونتیسویں سال جلوس اکبری میں شاہی لشکر کی کوتوالی پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد سوات کے افغانوں کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا ۔ چونکہ وہاں سے شاہی حکم کے بغیر واپس چلا آیا اس لیے قید کر دیا گیا ۔ دو سال کے بعد رہا ہوا اور مرزا شاہ رخ کی اتالیقی پر کہ جو مالوہ کی حکومت پر مقرر ہوا تھا ، مامور ہوا ۔ بعد ازاں مرزا (شاہ رخ) کے ساتھ شاہزادہ مراد کی سربراہی میں دکن کی مہم پر متعین ہوا ۔ احمد نگر کے محاصرے میں چونکہ 'شہر نو' کے لوگ کہ جس کا نام برہان آباد تھا ، شاہزادے کی طرف سے امان مل جانے کی وجہ سے مطمئن تھے ، مگر شہباز خاں مذہبی تعصب کی بنا پر سیر و تفریح کے بہانے سے گھوڑے پر سوار ہوا

مقام پر دفن کیا گیا[1]۔ اس کا زہد و تقویٰ مشہور ہے ۔ وہ شریعت مطہرہ کی انتہائی پابندی کیا کرتا تھا ۔ زمانے کے رسم و رواج کے مطابق [۵۹۸] داڑھی نہیں منڈواتا تھا ۔ ۔راب نہیں پہنتا تھا ۔ اس نے (انگوٹھی کے) نگ پر لفظ 'مرید' نہیں کھدوایا ۔ تہجد و اشراق یہاں تک کہ اس کی عصر کی سنتیں بھی قضا نہیں ہوئیں ۔ کسی وقت بے وضو نہیں رہتا تھا ۔ ہمیشہ تسبیح ہاتھ میں رہتی اور ورد کرتا رہتا تھا ۔

چونکہ عصر اور مغرب کے درمیان وہ دنیا کی کوئی بات نہیں کیا کرتا تھا ، ایک روز شام کے وقت اکبر بادشاہ فتح پور کے تالاب کے کنارے پر ہواخوری میں مشغول تھا اور شہباز خاں کا ہاتھ پکڑے ہوئے باتیں کر رہا تھا ۔ وہ (شہباز خاں) بار بار سورج کو دیکھ رہا تھا ۔ حکیم ابوالفتح نے حکیم علی سے کہ دونوں کچھ کچھ فاصلے پر کھڑے تھے ، کہا کہ آج اس شخص کی نماز عصر قضا نہ ہوئی تو سمجھیں گے کہ واقعی دیندار ہے ۔ جب نماز کا وقت تنگ ہوا ، مجبوراً اس کو عرض کرنا پڑا ۔ بادشاہ نے فرمایا قضا پڑھ لینا ۔ کیا ہم کو تنہا چھوڑ دو گے ؟ شہباز خاں نے ایک دم اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور دوپٹہ بچھا کر نماز شروع کر دی ۔ اس کے بعد وظیفے میں مشغول ہوا ۔ بادشاہ ہر لمحے اس کے سر پر چپت مارتا تھا اور کہتا تھا کہ اٹھ ۔ حکیم ابوالفتح نے سوچا کہ یہ انصاف نہیں ہے کہ اس عزیز کے کام (نماز) میں دخل اندازی کی جائے ۔ (حکیم نے) بادشاہ کے سامنے جا کر عرض کیا کہ یہ ساری مہربانیاں صرف اسی شخص کے ساتھ کیوں ہیں، دوسرے لوگ بھی ایسے مراحم کے امیدوار ہیں ۔ بادشاہ (اکبر) اس کو چھوڑ کر ان لوگوں کی جانب متوجہ ہو گیا[2] ۔

---

۱ ـ ذخیرۃالخوانین جلد اول ، صفحہ ۱۵۶-۱۵۷ (ق) ۔

۲ ـ ملاحظہ ہو ذخیرۃالخوانین جلد اول، صفحہ ۱۵۹-۱۶۰ (ف)

لہذا شیخ ابوالفضل اس کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ (شہباز خاں کنبوہ) ہر طرح سے خدمات شاہی اور فوج کی سرداری میں بے مثل تھا۔ اگر وہ تقلید پرستی چھوڑ دیتا اور زبان کو مناسب طور سے استعمال کرتا تو [۹۹۱ د] بہت ترقی کرتا۔ (شہباز خاں کنبوہ) سخاوت اور بخشش میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ اس کے اخراجات دیکھ کر لوگ تعجب کیا کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس کو پارس پتھر مل گیا تھا اور وہ (پارس) ایک ایسا پتھر ہے کہ ہر پگھلنے والی اور چوٹ برداشت کرنے والی دھات اگر اس سے چھو جائے تو سونا بن جائے۔ کہتے ہیں کہ ملک مالوہ میں (وہ پتھر) اس کو ملا تھا۔ بکرماجیت کے زمانے سے پہلے راجا جے سنگھ دیو کے زمانے میں (وہ پتھر) ہاتھ آیا تھا۔ مانڈو کا قلعہ اسی سونے سے بارہ سال میں مکمل ہوا۔ ایک روز نربدا کے کنارے پر جشن منعقد کرکے اس (راجا جے سنگھ دیو) نے چاہا کہ اپنے برہمن کو بہت سا انعام دے۔ چونکہ وہ دنیا کی جانب سے دل برداشتہ ہو گیا تھا، اس نے وہی پتھر (برہمن) کو دے دیا۔ وہ شناخت نہ کرنے کی وجہ سے غصے ہو گیا اور اس پتھر کو اس نے دریا میں ڈال دیا اور ہمیشہ افسوس کرتا رہا۔ پانی کی گہرائی کی وجہ سے (وہ پتھر) پھر ہاتھ نہ آیا۔ آج بھی اس قسم کے افسانوں کے سوا اس کا کچھ سراغ نہیں ملتا۔

خلاصہ یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ شہباز خاں کے ملازمین کی بڑی بڑی تنخواہیں تھیں۔ دس آدمی ایسے تھے جن میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ روپیہ سالانہ ملتا تھا۔ برہم پتر کی جنگ میں اس کے پاس نو ہزار سوار تھے اور ہر جمعرات کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی نذر میں سو اشرفی کی شیرینی تقسیم کیا کرتا تھا۔ اور کنبوہوں کو اس قدر دولت دیتا تھا کہ ہندوستان میں اس قوم کا کوئی فرد پریشان اور بد حال نہ رہا۔ یہ بھی بات ہے

کہ اس کے مرنے کے بعد پچاس سال تک خزانوں اور دفینوں سے
اشرفی اور روپے نکلتے رہے[1] - اس سے زیادہ تعجب کی یہ بات ہے
کہ چالیسویں سال جلوس اکبری تک اس کا منصب دو ہزاری سے
زیادہ نہ بڑھا - لوگوں کا یہ پختہ خیال ہے کہ اسے سنگ پارس مل
گیا تھا [۹۰۰] - اگرچہ (مالی حالت) معلوم ہے مگر قیاس کام
نہیں کرتا -

اس کے لڑکے ترقی نہ کر سکے - اس کا لڑکا الہام اللہ شاہجہاں
کے زمانے میں بگلانہ میں واقعہ نویس تھا - وہیں اس کی عمر
گزر گئی - لیکن شہباز خان کا بھائی کرم اللہ لائق تھا - ۱۰۰۲ھ
مطابق ۹۴-۱۵۹۳ع میں وہ طبعی موت سے سرونج میں مرا -

۱۸۵

شریف خان اتکہ

شمس الدین محمد خان اتکہ کا چھوٹا بھائی اور تین ہزاری امیروں
میں سے ہے - بیرام خان کا معاملہ بگڑ جانے کے بعد جب صوبہ پنجاب
اتکہ خیل کی جاگیر میں مقرر ہو گیا تو اس کو بھی اس کے مرتبے
کے اعتبار سے اس صوبے میں جاگیر عنایت ہوئی - اس نے اپنے
بڑے بھائی میر محمد خان کی ہمراہی میں اچھی خدمات انجام دیں
اور بہادری دکھائی -

تیرھویں سال جلوس اکبری میں جب اتکہ خیل سردار پنجاب
سے تبدیل کیے گئے تو شریف خان سرکار قنوج کی جاگیرداری پر
مقرر ہوا - اکیسویں سال جلوس اکبری میں وہ ایک فوج کے
ہمراہ قصبہ سوپر پر تعینات ہوا تاکہ رانا کے حالات سے باخبر
رہے ، کہ اگر وہ شقی (رانا) گوشہ نشینی سے کہ جو اس نے بادشاہ

---

۱ - ذخیرۃالخوانین جلد اول ، صفحہ ۱۵۸ (ق)

کی آمد کی خبر سن کر احتیاط کر رکھی تھی ، باہر قدم رکھے تو اس کو اس کے اعمال کی سزا دی جائے ۔ اس کے بعد کونبھل میر کی فتح میں اس نے بہت خیر خواہی دکھائی اس لیے اس پر شاہانہ نوازش ہوئی ۔

پچیسویں سال جلوس اکبری میں وہ شاہزادہ سلطان مراد کی اتالیقی [٦٠١] پر مقرر ہوا ۔ اس نے ایک جشن منعقد کیا ، جس میں اکبر بادشاہ نے اس کے مکان پر تشریف لے جا کر اس کی عزت افزائی فرمائی ۔ اسی سال شجاعت خان مقیم کے مرنے کے بعد حکومت مالوہ پر سرفراز ہو کر اس جانب چلا گیا ۔ اس کے لڑکے باز بہادر کو شاہی فرمان ملا کہ وہ گجرات سے آ کر اس کی مدد کرے اور اس علاقے کے جاگیرداروں کو بھی (یہ حکم پہنچا) کہ وہ بھی اس کی رائے کے خلاف قدم نہ رکھیں ۔

اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں قلیج خان وغیرہ کے ہمراہ مرزا خان خانخاناں کی کمک کے لیے مقرر ہوا ۔ جب اس (خانخاناں) کے پاس پہنچا تو فوج کے دائیں حصے کا سردار مقرر ہوا ، اور سلطان مظفر (گجراتی) کی لڑائی کے دن اس نے توپ اندازی اور برق اندازی میں خوب کار نمایاں دکھائے ۔ چونکہ مالوہ کے سردار ، سلطان مظفر گجراتی کی تنبیہ کے بعد قلعہ سرونج کی فتح کے لیے تعینات ہوئے اس لیے وہ بھی قلعہ مذکور پر پہنچا اور اس نے مورچہ قائم کیا ۔ لڑائی کے دن نصیرا کہ جو قلعے کا محافظ تھا ، مکر و حیلہ سے اس (شریف خاں) کے مورچے سے نکل بھاگا اور قلعہ فتح ہو گیا ۔

تیسویں سال جلوس اکبری میں شہاب‌الدین احمد خان کے ساتھ خان اعظم کی کمک پر روانہ ہوا کہ جو دکن کی مہم پر تعینات تھا ۔ پینتیسویں سال جلوس اکبری میں مالوہ سے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔ انتالیسویں سال

جلوس اکبری میں غزنین کے انتظام کے لیے کہ جو شریف خاں کا وطن تھا اور جس کی تعلقہ داری کی اس کو مدتوں سے آرزو تھی ، تعینات[۶۰۲] ہوا - اس کی دلی مراد پوری ہوئی۔ سینتالیسویں سال جلوس اکبری تک وہ مذکورہ خدمات پر رہا - اس کے بعد غزنین پر اس کے بجائے شاہ بیگ خاں مقرر ہوا - اس کے باقی حالات معلوم نہیں ہوئے -

اس کے لڑکے باز بہادر کو صوبۂ گجرات میں جاگیر ملی ، اور وہاں کے فوجی مددگاروں میں داخل ہوا - اور چھبیسویں سال جلوس اکبری میں وہ اپنے والد کے تعیناتیوں میں شامل ہوا اور اس کو بھی مالوہ میں جاگیر عطا ہوئی - چوالیسویں سال جلوس اکبری میں جب اکبر بادشاہ خود قلعہ اسیر کی فتح کے لیے متوجہ ہوا تو وہ بھی دوسرے سرداروں کے ہمراہ پہلے سے قلعۂ مذکور کے محاصرے کے لیے روانہ ہوا - اس کے بعد احمد نگر کی جانب تعینات ہوکر دکن کے فوجی مددگاروں میں شریک ہوا - چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں لڑائی میں تلنگانہ کے لوگوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا - مصلحت وقت کی بنا پر علامی شیخ ابوالفضل نے صلح کر لی اور دونوں طرف کے قیدی رہا ہوئے - وہ بھی رہا ہوکر شاہی لشکر میں چلا آیا -

۱۸۶

شاہم خاں جلائر

اکبر کے پرانے سرداروں میں تھا - اس کے باپ بابا بیگ جلائر نے اس خاندان کی بہترین خدمات انجام دیں - ہمایوں بادشاہ نے جونپور کی حکومت اس کے سپرد کردی تھی - جس زمانے میں اس بادشاہ عالی جاہ (ہمایوں) کو ملک بنگالہ کی ہوا پسند آئی تھی اور وہ وہاں عیش و عشرت میں مشغول ہوگیا تو جلال خاں مخاطب

یہ سلیم شاہ [۶۰۳] نے اپنے باپ شیر شاہ کے اشارے سے جونپور آ کر حملہ کر دیا ۔ بابا بیگ نے نگرانی اور حفاظت کرنے میں بہت بہادری اور تجربے کا ثبوت دیا ۔ اس کے بعد چوسا گھاٹ کے ہنگامے میں جو ۹۴۶ھ مطابق ۱۵۳۹ء میں واقع ہوا اور جس میں شیر شاہ نے بے خبری کے عالم میں شاہی لشکر پر حملہ کر دیا اور اس کو شکست دی ، ہمایون بادشاہ نے پریشان حالی میں آگرہ کی راہ لی تو اس (بابا بیگ) کو معتمد سرداروں کے ہمراہ حاجی بیگم اور حرم سرا کی دوسری عورتوں کو لانے کے لیے لشکر میں بھیجا ۔ وہ اخلاص شعار شاہی زنانہ محل سرا کے دروازے پر افغانوں کے ہاتھوں مارا گیا ۔

شاہم خاں فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کی بدولت اکبر بادشاہ کے زمانے میں سردار ہوا ۔ جب وہ خانخاناں منعم خاں کے ہمراہ ولایت بنگالہ کی فتح کے لیے گیا تو اتفاق سے خانخاناں اس ملک میں پہنچ کر مر گیا ۔ سرداروں نے سرحدوں کی حفاظت کی غرض سے اس کو سردار بنا لیا ۔ اس کے بعد بتیسویں سال جلوس اکبری میں تین ہزاری منصب کے اعتبار سے گڑھ کی سرکار میں اس کی جاگیر مقرر ہوئی ۔ اس کے بعد وہ دہلی کی حکومت پر سرفراز ہوا ۔

جب تینتالیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ پنجاب کے چودہ سالہ قیام کے بعد دہلی آیا تو معلوم ہوا کہ خان مذکور (شاہم خاں) نے اس بستی (دہلی) کو چند خود غرض لوگوں کے سپرد کر دیا ہے اور خود آرام میں پڑا رہتا ہے ۔ وہ کچھ عرصے تک معتوب [۶۰۴] رہا۔ پھر اس نے اسیر (دکن) کی مہم میں بادشاہ کے حسب الحکم حصہ لیا ۔ بہت چستی اور چالاکی دکھائی اور از سرنو شاہانہ نوازش سے سرفراز ہوا ، اور اس مشہور قلعے کے محاصرے کے زمانے میں پینتالیسویں سال جلوس ، ذی الحجہ ۱۰۰۹ھ مطابق مئی ۱۶۰۱ء میں اسہال کی بیماری میں اس کا انتقال ہوگیا ۔

۱۸۷

شاہ قلی خاں محرم

بہارلو (ترک) ہے۔ بیرام خاں کا عمدہ نوکر تھا۔ ہیمو کی جنگ میں کہ جو پہلی لڑائی تھی اور اس سے اکبر بادشاہ کی حکومت کی بنیاد مستحکم ہوئی ، اس نے شائستہ خدمات انجام دیں۔ جب ہنگامے کے دوران غضب خدا کے کمان خانے سے ہیمو کی آنکھ میں تیر لگا تو وہ تیر آنکھ کی طرف سے نکل کر سر کے پار ہوگیا۔ اس (ہیمو) کے آدمی مجبور ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ شاہ قلی خاں فوراً ہیمو کے سر پر پہنچ گیا اور بے خبری میں اس کے فیل بان کا قصد کیا تا کہ ہاتھی کو دوسرے مال غنیمت کی طرح حاصل کرے۔ فیلبان نے اپنی جان کے خوف سے اپنے آقا (ہیمو) کی طرف اشارہ کر دیا۔ شاہ قلی خاں اس خوش خبری سے اپنی خوش نصیبی پر خوش ہوا اور ہاتھی کو میدان جنگ سے نکال لایا۔ ہیمو کے ہاتھ اور گردن باندھ کر (اس کو) بادشاہ کے سامنے پیش کیا ، اور انعام سے سرفراز ہوا۔

چونکہ وہ قبول خاں نام ایک لڑکے سے کہ جو رقص کے فن کو جانتا تھا ، بہت محبت کرتا تھا اور ہمیشہ اس کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اکبر بادشاہ اس قسم کی حرکتوں کو خواہ وہ پاک [۶۰۵] ارادے ہی سے کیوں نہ ہوں ، نہایت ناپسند کرتا تھا۔ وہ (یہ بات) رعایا میں سے کسی کے لیے پسند نہیں کرتا تھا ، خاص طور سے امرا کے لیے (کیسے پسند کرتا)۔ تیسرے سال جلوس اکبری میں بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ اس (قبول خاں) کو شاہ قلی خاں سے علیحدہ کر دیا جائے۔ خان (شاہ قلی) نے کہ جو طبیعت کے ہاتھوں مجبور تھا ، گھر در کو آگ لگا کر جوگیانہ لباس پہن لیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ بیرام خاں نے تدارک اور تلافی کی بہت کوشش کی یہاں تک کہ بادشاہ کی توجہ سے وہ پھر

اپنی سابقہ حالت پر بحال ہو گیا ، اور بیرام خاں کے زوال کے زمانے میں وہ اشخاص کہ جن کو وہ بھائی اور بیٹا کہا کرتا تھا ، خلاف ہو گئے ، لیکن شاہ قلی نے وفاداری کی اور ساتھ نہیں چھوڑا ۔

کہتے ہیں کہ جب بیرام خاں نے کوہ سوالک کے درمیان تلوارہ میں راجا گنیش کے پاس پناہ لی اور اکبر بادشاہ کوہستان کے نواح میں پہنچا تو حسن روز کہ منعم خاں ، بیرام خاں کی درخواست کے مطابق اس کو لانے کے لیے وہاں پہنچا تو شاہ قلی خاں اور بابائے زنبور[1] دونوں نے بیرام خاں کا دامن پکڑ لیا اور گریہ و زاری شروع کر دی ۔ منعم خاں نے بہت تسکین دی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ اس نے مجبور ہو کر کہا کہ تم آج کی رات اس جگہ رہ کر خبر کا انتظار کرو ۔ جب تم کو اطمینان ہو جائے تو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونا ۔ اس وقت انھوں نے بیرام خاں کی ہمراہی چھوڑی ۔ بالکل یہی اندیشہ ان کو اپنے لیے بھی تھا ۔

بیرام خاں کے مرنے کے بعد اس نے بہت ترقی کی اور سرداری کے درجے پر پہنچ گیا [۶۰۶]- بیسویں سال جلوس اکبری میں جب پنجاب کا ناظم خانجہاں ، بنگالہ کی ریاست پر نامزد ہوا تو اس ولایت (پنجاب) کی صوبیداری شاہ قلی خاں کو ملی ۔ ہمیشہ اس نے شائستہ خدمات انجام دیں ، اور ہمیشہ بادشاہ کا منظور نظر رہا ۔

کہتے ہیں کہ اکبر بادشاہ مہربانی اور عنایت سے اس کو محل کے اندر لے جایا کرتا تھا ۔ گھر پر پہنچ کر اس نے خود کو قوت رجولیت سے محروم کر لیا ۔ جب بادشاہ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو اس کو 'محرم' کا خطاب دے دیا[2] ۔

---

۱ ۔ کہا جاتا ہے کہ وہ شاہ قلی محرم کا بڑا بھائی تھا (ب)

۲ ۔ ذخیرۃالخوانین جلد اول صفحہ ۱۸۱ (ق)

جب چونتیسویں سال جلوس اکبری کے آخر میں زابلستان (افغانستان) سے واپس ہوتے وقت (بادشاہ نے) دریا بہت (جہلم) کو عبور کیا تو ایک اور ہیلان کے قریب بادشاہ نے قیام کیا۔ راستے میں جب ملول رانے ہاتھی پر سواری کا وقت آیا تو اس نے بدمستی اور شرارت شروع کی۔ بادشاہ نے ہتھنی پر سوار ہو کر اس پر سوار ہونا چاہا۔ قبل اس کے کہ بادشاہ کلاوے پر پیر جمائے وہ جنگجو (ہاتھی) ہتھنی پر دوڑ پڑا۔ اکبر بادشاہ زمین پر گر گیا۔ اگرچہ ہاتھی کی توجہ دوسری طرف تھی لیکن گرنے کی وجہ سے بادشاہ قدرے بیہوش ہو گیا، اور سخت تکلیف محسوس ہوئی۔ بادشاہ کی تجویز کے مطابق خون نکلنا فائدہ مند ہوا۔ نالائق فتنہ پردازوں کے علاقےمیں طرح طرح کی باتیں مشہور ہوئیں۔ دور و دراز کے بہت سے پرگنے برباد ہو گئے۔ شیخاوت راجپوتوں نے، باوجودیکہ ان کے سردار بادشاہ کے حضور میں تھے، اپنی بےوقوفی سے بیرات[1] کو لوٹ لیا [۶۰۷]۔ میوات سے ریواڑی تک علاقہ تباہ و برباد کر دیا۔ پینتیسویں سال جلوس اکبری میں شاہ قلی خاں ان احمقوں کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوا۔ تھوڑے ہی عرصے میں بہادری اور دلیری سے اس نے اس فتنے کی بیخ کنی کردی۔ دنیا میں امن ہوگیا۔

اکتالیسویں سال جلوس اکبری کے شروع میں وہ چار ہزاری منصب پر فائز ہوا۔ اس کے بعد اسے پنج ہزاری اعلیٰ منصب، علم اور نقارہ مرحمت ہوا۔ چھیالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۱۰ھ مطابق ۲-۱۶۰۱ع میں دارالخلافہ آگرہ میں اسہال کی بیماری میں اس کا انتقال ہوگیا۔

وہ بوڑھا ہونے کے باوجود زندہ دل تھا۔ وہ بہت بہادر اور راست کردار انسان تھا۔ نارنول کو ملکیت کے طور پر اس نے

۱۔ ریاست الور میں واقع ہے (ب)

وطن بنا کر اس میں عالی شان عمارتیں اور تالاب بنوائے۔ کہتے ہیں کہ بیماری کے زمانے میں وہ سمجھ گیا تھا کہ اب میں جینے کا نہیں۔ اس نے فوج کو دو سال کی پیشگی تنخواہ دے دی اور بہت سی دولت مستحقین میں خیرات کر دی اور عالم بقا کی راہ لی[1]۔

۱۸۸

علامی فہامی شیخ ابوالفضل

شیخ مبارک ناگوری کا دوسرا لڑکا ہے۔ ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ع میں پیدا ہوا۔ طبیعت کی حدت، ذہن کی رسائی، فطرت کی بلندی اور قوت گویائی میں تھوڑے ہی عرصے میں بے مثل و بے نظیر ہو گیا۔ اس نے فنون حکمت اور علوم نقلی سے پندرہ سال کی عمر میں فراغ حاصل کر لیا۔ کہتے ہیں کہ پڑھانے کے شروع زمانے میں جب کہ اس کی عمر ابھی بیس سال کی نہیں ہوئی تھی، صفاہانی[2] کے حاشیے کو اس نے دیکھا کہ [۶۰۸] نصف سے زیادہ حصہ دیمک نے کھا لیا تھا جس کی وجہ سے اس سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس نے اس دیمک خوردہ حصے کو علیحدہ کرکے سفید کاغذ جوڑ دیا۔ معمولی سا غور کرنے کے بعد اس نے ہر مقام کا آغاز و اختتام سمجھ لیا اور اس کے اندازے سے اس مسودے کو مکمل کرکے صاف کر لیا۔ اس کے بعد جب وہ کتاب دستیاب ہوئی تو مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ دو مقامات پر مرادف (ہم معنی) الفاظ بدلے ہوئے تھے اور تین چار جگہوں پر متقارب (ملتے ہوئے) الفاظ میں فرق ہو گیا تھا۔ (اس بات پر) اس کے ہم عصر تعجب میں پڑ گئے۔

---

۱ - ذخیرۃ الخوانین جلد اول، صفحہ ۱۸۱ (ق)

۲ - شمس الدین محمد اصفہانی المتوفی ۷۴۹ھ مطابق ۹-۱۳۴۸ع شارح بیضاوی (ب)

چونکہ طبیعت تنہائی اور گوشہ نشینی کو پسند کرتی تھی اور بار تعلق (شادی) سے سبک دوش ہو کر زندگی گزارتا تھا اور چاہتا تھا کہ آزاد زندگی بسر کرے ۔ معاش کے حاصل کرنے کی پروا نہ تھی ۔ دوستوں کے کہنے سے انیسویں سال جلوس اکبری میں جبکہ اکبر بادشاہ نے مشرقی علاقوں پر فوج کشی کا ارادہ کر لیا تھا تو وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور آیۃالکرسی کی تفسیر لکھ کر پیش کی ۔ واپسی کے بعد فتح پور میں دوبارہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ اس کے علم و فضل کی شہرت بادشاہ کے کانوں تک بار بار پہنچ چکی تھی اس لیے بادشاہ نے اس پر بے انتہا نوازشیں کیں ۔

جب متعصب علما کی طرف سے اکبر کو بد ظنی پیدا ہو گئی تو ان دونوں بھائیوں نے جو علم و فضل کے ساتھ ساتھ بادشاہ کے مزاج داں اور مداح تھے ، شیخ عبدالنبی و مخدوم الملک (عبداللہ سلطان پوری) سے کہ جو عالم و دانشمند ہونے کے باوجود رکن سلطنت بھی تھے، متواتر مناظرے کیے کہ جو اکثر جنگ و جدل کی صورت اختیار کر لیتے تھے ۔ اکبر بادشاہ کی حمایت سے (یہ دونوں بھائی) مسکت الزامات سے ان کو ذلیل کرتے تھے اور خود [۶۰۹] مصاحبت و قربت میں روز افزوں ترقی کرکے بادشاہ کی نظروں میں ممتاز و مخصوص ہو گئے ۔ جب (شیخ ابوالفضل) کے بڑے بھائی شیخ فیضی نے بادشاہ کے مزاج سے پوری پوری مناسبت پیدا کرلی تو اس نسبت سے شیخ کو امارت مل گئی اور تیسویں سال جلوس اکبری میں وہ ایک ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔

چونتیسویں سال جلوس اکبری میں جب اس کی ماں کا انتقال ہوگیا تو اکبر بادشاہ اس کے گھر پہنچا اور تعزیت و تسلی فرمائی اور فرمایا کہ اگر دنیا والوں کو ہمیشگی نصیب ہوتی تو کوئی بھی نہ مرتا ۔ خدا شناس لوگوں کو سوائے راضی برضا رہنے کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ جب اس ناپائدار دنیا میں کوئی باقی رہنے والا

نہیں ہے تو بے صبری کی برائی کس لیے برداشت کی جائے۔ سینتیسویں سال جلوس اکبری میں دو ہزاری منصب پر فائز ہوا۔

چونکہ شیخ (ابوالفضل) بادشاہ کے مزاج میں اتنا دخیل ہوگیا تھا کہ شاہزادے اس سے حسد کرنے لگے تھے تو پھر سرداروں کی کیا کیفیت ہو گی۔ جس طرح کہ عرض جوہر کے ساتھ قائم ہوتا ہے اسی طرح ہمیشہ بادشاہ کے حضور میں کوئی معاملہ اس کے مشورے کے بغیر طے نہ ہوتا تھا۔ بعض حاسدوں نے اکبر بادشاہ کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ شیخ کو دکن بھیجا جائے۔ مشہور یہ ہے کہ ایک روز سلطان سلیم نے شیخ کے مکان پر پہنچ کر دیکھا کہ چالیس کاتب بیٹھے ہوئے قرآن اور تفسیر لکھ رہے ہیں۔ وہ ان سب کو کتاب کے اجزاء کے ساتھ بادشاہ کے پاس لے گیا اور بادشاہ کو شیخ (ابوالفضل) سے بدظن کر دیا کہ ہم کو دوسری باتوں کی ترغیب دیتا ہے اور خود جب تنہائی (گھر) میں جاتا ہے تو دوسرے ہی کام کرتا ہے۔ اس روز سے قرب و مصاحبت میں کمی ہو گئی[1] [۶۱۰]۔

تینتالیسویں سال جلوس اکبری میں اسے شاہزادہ مراد کو دکن سے لانے کا حکم ہوا کہ اگر وہاں کے سردار اس ملک کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمے لیں تو وہ شاہزادے کے ہمراہ آجائے ورنہ شاہزادے کو روانہ کرکے مرزا شاہ رخ کی مدد سے معاملات کو درست کرے۔ جب وہ برہان پور پہنچا تو خاندیس کے حاکم بہادر خاں نے کہ جس کے بھائی کے گھر میں شیخ کی ہمشیرہ تھی، خواہش کی کہ وہ اسے اپنے گھر لے جا کر اس کی دعوت کرے۔ شیخ نے کہا کہ اگر تم شاہی کام میں میرا ساتھ دو تو دعوت قبول کروں گا۔ جب یہ راستہ بند دیکھا تو اس نے کچھ تحفے اور نذرانے روانہ کر دیے۔ شیخ نے جواب دیا کہ میں نے خدا کے

۱۔ ملاحظہ ہو ذخیرۃالخوانین، جلد اول صفحہ ۲۷ (ق)

حضور میں اس بات کا عہد کیا ہے کہ جب تک چار چیزیں فراہم نہ ہو جائیں گی ، کسی سے کچھ نہ لوں گا : اول دوستی ، دوسرے بخشش کو زیادہ نہ سمجھوں ، تیسرے جب تک اس کی آرزو میں حود نہ کروں ، چوتھے اپنی ضرورت ۔ تین باتیں تو حاصل ہوگئیں لیکن چوتھی بات کی کیا تدبیر کی جائے کہ شاہنشاہ کی مہربانی نے ہر خواہش سے بے نیاز کر دیا ہے ۔

چونکہ شاہزادہ مراد ، احمد نگر سے ناکام واپسی کی وجہ سے بہت رنجیدہ اور اپنے لڑکے رستم مرزا کے مر جانے کی وحہ سے بہت پریشان تھا کہ خوشامدیوں کی چاپلوسی سے شراب پینے لگا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرگی کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور اپنی طلبی کا حکم سن کر احمد نگر روانہ ہو گیا ، تاکہ اس مہم کے بہانے سے بادشاہ کے حضور میں نہ جائے ۔ پورنا کے ساحل پر دیہاری کے نزدیک پہنچ کر ۱۰۰۷ھ مطابق ۱۵۹۹ء میں اس شاہزادے (مراد) کا انتقال ہو گیا ۔ اسی [۶۱۱] روز شیخ ابوالفضل بھی نہایت پھرتی سے لشکر میں پہنچ گیا ۔ عجب ہنگامہ بپا ہو گیا ۔ ہر چھوٹا بڑا واپسی کا خواہش مند تھا ۔ شیخ کی یہ رائے تھی کہ اس موقع پر جب کہ غنیم نزدیک ہے اور ہم اجنبی علاقے میں ہیں ، واپس ہونا خودکو خطرے میں ڈالنا ہے ۔ اگرچہ بہت سے لوگ غصے ہو کر ساتھ چھوڑ گئے ، شیخ نے نہایت دلیری اور ہمت سے سرداران لشکر کو تسکین دی اور فوج کی فراہمی میں مشغول ہوا اور دکن کی فتح کے لیے روانہ ہو گیا ، اور تھوڑے ہی عرصے میں بھاگے ہوئے سپاہیوں کو جمع کرکے تمام حدود سلطنت میں انتظام کر دیا ۔ مگر فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے ناسک پر دوبارہ قبضہ نہ ہوسکا ۔ لیکن بہت سے مقامات مثلاً قلعہ بٹیالہ ، تلتم اور ستونده مزید فتح ہو گئے اور دریائے گنگا (گوداوری) کے کنارے پر لشکر فراہم کرکے ہر طرف مناسب فوج تعینات کر دی اور چاند بی بی سے پیامبروں کے ذریعے یہ عہد و پیمان کر لیا کہ جب تمھارے مخالف

ابهنگ خاں حبشی کو تنبیہ کردی جائے گی تو جنیر تم کو جاگیر میں مل جائے گا اور تم احمد نگر کا قلعہ سپرد کردو گی۔ شیخ (ابوالفضل) شاہ گڑھ سے اس طرف روانہ ہوگیا۔

اس دوران میں اکبر بادشاہ اجین پہنچا تو اس کو معلوم ہوا کہ اسیر کا حاکم بہادر خاں شاہزادہ دانیال کے پاس حضر نہیں ہوا اور شاہزادے نے اس کی تنبیہ کا ارادہ کر لیا ہے۔ لہذا بادشاہ نے برہان پور کا قصد کرکے شاہزادے کو تحریر کیا کہ وہ احمدنگر کی فتح کا انتظام کرے [۶۱۶] اس لیے شہزادے کی متواتر تحریریں شیخ کے پاس پہنچیں کہ اس دولت خواہ (شیخ ابوالفضل) کی کارگزاری دور و نزدیک کے دل نسین ہے۔ بادشاہ کی یہ خواہش ہے کہ احمد نگر شہزادے کے ذریعے فتح ہو، لہذا تم یہ ارادہ چھوڑ دو۔

جب شاہزادہ برہان پور سے روانہ ہوا تو شیخ نے بادشاہ کے حسب فرمان مرزا شاہ رخ کو میر مرتضیٰ اور خواجہ ابوالحسن کے ہمراہ لشکر میں چھوڑ کر خود بادشاہ کے حضور میں روانہ ہو گیا۔ ۱۴ رمضان المبارک ۱۰۰۸ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۶۰۰ء، پنتالیسویں سال جلوس اکبری کے شروع میں کرگوں (بیجاگڑھ) کے نزدیک بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ اکبر بادشاہ نے یہ شعر پڑھا

بیت

فرخندہ شبے باید و خوش مہتابے
تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

شیخ (ابوالفضل)، مرزا عزیز کوکہ، آصف خاں جعفر اور شیخ فرید بخشی کے ہمراہ قلعہ اسیر کے محاصرے کے لیے تعینات ہوا اور خاندیس کی حکومت اس کے سپرد کی گئی۔ اس نے اپنے آدمیوں

کو اپنے لڑکے اور بھائی کے ساتھ بھیج کر بائیس مقامات پر تھانے قائم کیے لہذا سرکشوں کو تنبیہ کرنے کی کوشش کی اور اسی زمانے میں وہ چار ہزاری منصب پر سرفراز ہوا۔

ایک روز شیخ (ابوالفضل) مورچوں کے معائنے کے لیے گیا ہوا تھا کہ محصورین میں سے ایک شخص نے کہ جو مورچے کے آدمیوں سے ملا ہوا تھا ایک راستہ بتایا کہ وہاں سے مالی گڑھ کی دیوار تک رسائی ہو سکتی ہے۔ کوہ اسیر کے درمیانی حصے میں مغربی [۶۱۳] اور کچھ شمالی رخ پر دو مشہور قلعے مالی اور انترمالی ہیں، جو کوئی اس مستحکم قلعے (اسیر) کو فتح کرنا چاہے پہلے ان دونوں قلعوں سے گزرے۔ ان سے علیحدہ شمال اور شمال مشرق کی طرف مالی کی طرح ایک دوسرا قلعہ ہے جس کو جونہ مالی کہتے ہیں۔ اس کی دیوار مکمل نہیں ہے۔ مسرف سے جنوب و مغرب کی طرف تک پہاڑیاں ہیں اور جنوب میں ایک بلند پہاڑ ہے جسے کورتھ کہتے ہیں اور جنوب و مغرب کی طرف ایک بڑا پہاڑ ہے جس کو ساہن کہتے ہیں۔ چونکہ دوسرا قلعہ (جونہ مالی) شاہی آدمیوں کے قبضے میں آچکا تھا، شیخ نے مورچوں کے ذمےدار سرداروں کو حکم دیا کہ جس وقت نقارے اور کرنا کی آوازیں سنیں تو ہر شخص زینے پر آ جائے اور ڈھول کو زور سے بجائے۔ وہ خود اندھیری رات میں جبکہ ہلکی بارش ہو رہی تھی اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر کوہ ساہن کی چوٹی پر پہنچا۔ لوگوں کو وہ راستہ بتا کر روانہ کر دیا۔ انھوں نے پہنچ کر مالی کا دروازہ توڑ ڈالا اور قلعے میں داخل ہو کر ڈھول اور کرنا بجانا شروع کر دیا۔ قلعے کے لوگ مقابلہ کرنے لگے۔ شیخ (ابوالفضل) پیچھے سے دوڑ کر آیا اور صبح کے قریب وہاں پہنچا۔ وہ لوگ (قلعےوالے) پریشان حالی میں اسیر میں چلے گئے۔ روزانہ ہر طرف سے کوئی کورتھ سے اور کوئی مالی سے نکلتا، زبردست فتح ہوئی۔ بہادر خاں نے پناہ طلب کی اورخان اعظم کوکہ کے توسط سے بادشاہ کے حضور میں حاضر

ہوا ۔ جب شاہزادہ دانیال قلعہ اسیر کی فتح کی خوش خبری لے کر بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو راجومنا کی شرانگیزی [۶۱۰] اور نظام شاہ کے چچا شاہ علی کے بیٹے کو تخت نشیں کرنے کی خبر سنی گئی ۔ خانخاناں ، احمد نگر کی جانب اور شیخ (ابوالفضل) ملک ناسک کو فتح کرنے کے لیے متعین ہوئے ۔ لیکن چونکہ شاہ علی کے بیٹے کے پاس بہت سے آدمی جمع ہو گئے تھے لہٰذا شیخ (بادشاہ کے) حسب الحکم اس طرف (ناسک) سے واپس چلا آیا اور خانخاناں کے ہمراہ اس (احمد نگر) کی طرف متوجہ ہو گیا ۔

جب چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں اکبر بادشاہ برہان پور سے ہندوستان واپس آیا تو شاہزادہ دانیال برہان پور میں مقیم ہو گیا ۔ خانخاناں نے احمد نگر میں قیام کر لیا ۔ سپہ سالاری اور فوج کشی شیخ سے متعلق ہوگئی ۔ شیخ نے جنگ و جدل کے بعد شاہ علی کے بیٹے سے پختہ وعدہ لے کر راجومنا کی تنبیہ کا ارادہ کیا ۔ جالنہ پور اور اس کا نواحی علاقہ شاہی جس پر قبضہ ہوگیا تھا، اس (راجومنا) کے قبضے سے نکل لیا اور گھاٹی دونب آنند اور روضہ تک (راجومنا) کا تعاقب کیا اور کٹک چتوارہ سے آکر راجو سے کئی بار مقابلہ ہوا ۔ ہر مرتبہ فتح ہوئی ۔ راجو نے کچھ عرصے تک دولت آباد میں پناہ لی ۔ پھر آدمی جمع کرکے مقابلے پر آگیا ۔ معمولی سی جنگ کے بعد بھاگ کھڑا ہوا ۔ قریب تھا کہ گرفتار ہو جائے، لیکن وہ قلعے کی خندق میں کود گیا ۔ اس کا ساز و سامان لوٹ لیا گیا ۔

سینتالیسویں سال جلوس اکبری میں جب شاہزادہ سلیم کے بعض واقعات سے اکبر بادشاہ کا مزاج مکدر ہوا تو اس نے شیخ کو اس سبب سے کہ بادشاہ کے درباری شاہزادے سے میل جول رکھتے ہیں [۶۱۵] سچائی ، خلوص ، اعتماد اور رازداری میں کوئی شخص اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا (اس لیے بادشاہ نے شیخ کو) دکن سے طلب کر لیا اور حکم ہوا کہ اپنی فوج وہاں چھوڑ کر

تنہا آئے۔ اس نے اپنے لڑکے شیخ عبدالرحمان کو اپنی فوج اور مددگار سرداروں کے ہمراہ دکن میں چھوڑا اور یلغار کے طریقے پر (فوراً) چل پڑا ۔

جہانگیر، شیخ (ابوالفضل) کے خلوص اور (بادشاہ کے ساتھ) اس کی یک رنگی کی وجہ سے اپنے ولی نعمت (اکبر بادشاہ) سے رنجیدہ تھا ۔ اس نے اس موقع پر اس کے آنے کو اپنے مطلب میں مخل جانا اور اس کے تنہا آنے کو غنیمت سمجھا ۔ بلکہ نادر شناسی سے شیخ کو ختم کر دینا سلطنت کا پہلا زینہ خیال کیا ۔ اس نے برسنگھ دیو بندیلہ کو کہ جس کے علاقے سے شیخ کا گزرنا لازمی تھا ، طرح طرح کی نوازشوں کا امیدوار کیا اور (بندیلہ کو) اس کے قتل پر آمادہ کر لیا ۔ وہ گھات میں بیٹھ گیا ۔ جب اجین میں شیخ کو یہ خبر ملی تو لوگوں نے کہا کہ گھاٹی چاندہ کے راستے سے جانا چاہیے ۔ شیخ نے کہا کہ چور کی کیا مجال جو میرا راستہ روک لے ۔

جمعہ کے روز ۴ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۶۰۲ع کو سرائے بیر سے نصف کوس کے فاصلے پر کہ جو نرور سے چھ کوس ہے ، برسنگھ دیو نے بہت سے سوار اور پیادوں کے ہمراہ آ کر گھیر لیا ۔ شیخ کے بہی خواہوں نے میدان جنگ سے نکل جانے کی رائے دی اور اس کے قدیم (ملازم) گدائی افغان نے کہا کہ قصبہ انتری میں کہ جو قریب ہے ، رائے رایاں اور راجا سورج سنگھ تین ہزار سواروں کے ہمراہ آ گئے ہیں ، ان کو ہمراہ لے کر (بندیلہ) کو تنبیہ کرنی چاہیے ۔ شیخ نے [۶۱۶] فرار ہونا اپنے لیے پسند نہ کیا اور نہایت بہادری سے اپنی جان دے دی ۔

جہانگیر بادشاہ خود لکھتا ہے کہ چونکہ شیخ ابوالفضل نے میرے والد (اکبر) کو اس بات کا یقین دلا دیا تھا کہ جناب ختمی پناہی صلی اللہ علیہ وسلم بے انتہا فصیح تھے (للہذا) قرآن

ان ہی کا کلام ہے۔ اس دکن سے آنے کے وقت میں نے برسنگھ دیو سے کہا کہ اس کو قتل کر دے۔ اس کے بعد میرے والد (اکبر) نے یہ اعتقاد چھوڑ دیا۔

مغل خاندان کے قدیم ضابطے کے مطابق کہ شاہزادوں کے مرنے کی اطلاع صاف طور سے بادشاہ کو نہیں کی جاتی تھی اور اس (متوفی شہزادہ) کا وکیل نیلے رنگ کا رومال ہاتھ پر باندھ کر سلام کرتا ہوا اس سے معلوم ہوتا تھا۔ جب بادشاہ کے دربار ہونے میں سے کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ بادشاہ سے شیخ کا واقعہ (قتل) بیان کرے تو اس کے وکیل نے یہی طریقہ اختیار کیا۔ اکبر بادشاہ نے اپنے لڑکوں کی موت سے زیادہ افسوس کیا اور استفسار کے بعد فرمایا کہ اگر شاہزادے کو بادشاہت چاہیے تھی تو مجھ کو قتل کرتا اور شیخ کو چھوڑ دیتا۔ اور فوراً یہ شعر پڑھا:

بیت

شیخ ما از شوق بے حد چوں سوئے ما آمدہ
ز اشتیاق پائے بوسی بے سر و پا آمدہ

خان اعظم نے شیخ کی تاریخ وفات بطریق تعمیہ لکھی ہے:

"تیغ اعجاز نبی اللہ سر باغی برید"
(۱۰۱۱ھ مطابق ۱۶۰۲ء)

کہتے ہیں کہ شیخ (ابوالفضل) نے خواب میں آکر کہا کہ میری تاریخ وفات "بندہ ابوالفضل است" (۱۰۱۱ھ) ہے۔ تم اس کارخانہ قدرت میں کیوں حیران ہو، اس کا فضل بہت وسیع ہے، کسی کو ناامید نہیں ہونا چاہیے [۶۱۷]۔

شاہ ابوالمعالی قادری سے کہ جو لاہور کے مشائخ میں سے ہیں، لوگ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں ابوالفضل

کے کارناموں کا منکر تھا ۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مجلس میں ابوالفضل کو حاضر کیا گیا ۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبۂ مبارک شیخ پر ڈال دیا ، اور مجلس میں بٹھایا ۔ اور فرمایا کہ یہ شخص چند روزہ زندگی میں برے افعال کا مرتکب ہوا لیکن اس کی یہ مناجات کہ جس کی ابتدا یہ ہے :

الٰہی نیکاں را بوسیلۂ نیکی سرافرازی بخشی
و بداں را بمقتضائے کرم دل نوازی کنی

اس کی نجات کا ذریعہ بن گئی ۔

شیخ کی تکفیر ہر خاص و عام کی زبان پر مشہور ہے ۔ کچھ لوگ برہمی طریقے کا طعنہ دیتے ہیں یعنی آفتاب پرست کہتے ہیں ۔ ایک گروہ دہریہ کہتا ہے ۔ جو زیادہ حد سے بڑھے ہیں وہ اس کو ملحد و زندیق سمجھتے ہیں ، اور وہ لوگ جو متصوفین کے مقلدوں کی طرح انصاف پسند اور بدنام کنندۂ نکو نامے چند ہیں ، وہ (شیخ ابوالفضل) کو صلح کل ، وسیع مشرب ، ہمہ اوست کا قائل ، شریعت سے آزاد اور طریقۂ اباحت کا پابند سمجھتے ہیں ۔

عالم آرائے عباسی کا مصنف کہتا ہے کہ شیخ ابوالفضل 'نقطوی' تھا ، چنانچہ وہ منشور (خط) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو ابوالفضل نے میر سید احمد کاشی کو لکھ کر بھیجا تھا کہ جو اس گروہ (نقطوی) کے اکابر میں سے ہے اور علم نقطہ میں اس نے کتابیں لکھی ہیں ۔ اور ۱۰۰۲ھ مطابق ۱۵۹۴ع میں شاہ عباس نے میر (سید احمد کاشی) کو اپنے ہاتھ سے کاشان میں قتل کیا کیونکہ اس سال ایران میں ملحد قتل کیے گئے [۶۱۸] ۔

علم نقطہ سے مراد الحاد ، زندقہ ، اباحت ، توسیع مشرب (شرع میں ترمیم کرنا) ہے ۔ اور فلاسفہ کی طرح وہ لوگ دنیا (مادہ) کی

قیامت کے قائل ہیں ۔ حشر اور قیامت کا انکار کرتے ہیں ۔ مکافات حسن و قبح اعمال اور جنت و دوزخ کو دنیا کی عافیت اور تکلیف قرار دیتے ہیں ۔ اعیاذ باللہ ۔

شیخ ابوالفضل نے اس طبع رسا ، ذہن درست ، مزاج محققانہ اور نظر دقیق کے باجود (جو وہ رکھتا تھا) فلسفہ کے متفقہ مسائل میں کیوں غور نہیں کیا ۔ دنیاوی معاملات اور رسمی تعلقات تک میں معمولی آدمی بھی کوتاہی نہیں کرتا ہے ۔ اس نے بہتر طریقے کو کیسے چھوڑ دیا ۔ انسان دنیا کے کام میں جو ناپائدار ہے اپنا زیاں نظر انداز نہیں کرتا ہے اور نہ اپنے نقصان کو پسند کرتا ہے تو پھر آخرت کے معاملے میں جو باقی اور پائدار ہے کس طرح دیدہ و دانستہ نقصان برداشت کر لیتا ہے (فمن یضلل اللہ فلا ھادی لہ) ۔

حالات کی تحقیق سے جو معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اکبر بادشاہ سن شعور کے آغاز ہی سے ہندوستان کے رسوم و رواج کا بہت شوقین تھا ۔ اس کے بعد پدر بزرگوار (ہمایوں) کی وصیتوں کے خیال اور شاہ ایران طہماسپ صفوی کے کہنے سے (اس پر وہ اور کاربند ہوا) ۔ (ہمایوں سے) ملاقات کے وقت جب کہ اس (طہماسپ صفوی) نے حالات دریافت کیے اور خاص طور سے ہندوستان کی کیفیت اور سلطنت کی بد نظمی کا ذکر آیا تو شاہ (صفوی) نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان میں دو فرقے ہیں جو سپاہ گری اور فوج کی سرداری کے لیے مخصوص ہیں یعنی افغان اور راجپوت ۔ اس زمانے میں افغانوں کو اپنے ساتھ نہیں ملایا جا سکتا کہ ان پر اعتماد نہیں رہا ہے ۔ ان کو [۶۱۹] سپاہی سے سوداگر بنا دیا جائے اور راجپوتوں کو موافق بنایا جائے ۔ اکبر بادشاہ نے اس جماعت (راجپوتوں) کی دلدہی کو ملک کا سب سے اہم معاملہ سمجھا اور وہ اس سلسلے میں انتہائی کوشش کرتا تھا ۔ یہاں تک کہ (اکبر بادشاہ نے) ان کے معمولہ مراسم مثلاً ذبیحہ گاؤ کی ممانعت

داڑھی منڈوانا ، کانوں میں مروارید کے بندے پہننا ، دسہرا اور دیوالی میں جشن منعقد کرنا وغیرہ وغیرہ اختیار کر لیے ۔ شیخ باوجودیکہ بادشاہ کے مزاج میں دخیل تھا لیکن شاید اس نے حب جاہ کی وجہ سے (بادشاہ کو) ان باتوں سے نہیں روکا ۔ یہ تمام باتیں اسی پر عائد ہوتی ہیں ۔

ذخیرۃالخوانین میں تحریر ہے کہ شیخ (ابوالفضل) راتوں کو درویشوں کے گھروں پر جا کر ان کو اشرفیاں دیا کرتا تھا اور ان سے التجا کیا کرتا کہ ابوالفضل کے ایمان کی دعا کریں ۔ اس کے کلام کا زور اس پر ہوتا تھا کہ آہ کیا کرنا چاہیے ۔ زانو پر ہاتھ مارتا اور آہ سرد کھینچتا تھا ۔ کبھی اس نے بیہودہ زبان درازی نہیں کی ۔ اس کی سرکار میں بدگوئی ، غیر حاضری (جرمانہ) بازیافت اور فروعی (قرق) نہیں ہوتی تھی ۔ جس کسی کو وہ حاکم مقرر کرتا اگر وہ برا بھی ثابت ہوتا تو حتی‌الامکان اس کو نہ بدلتا ۔ کہا کرتا تھا کہ لوگ مجھ کو احمق خیال کریں گے کہ بغیر سوچے سمجھے ایسے آدمی کو کیوں ملازم رکھا ۔

جس روز آفتاب برج حمل میں جاتا تمام کارخانوں کا معائنہ کرتا؛ ان کی موجودات کو قلم‌بند کرکے اپنے پاس محفوظ رکھتا ۔ کاغذات کو جلوا دیتا [۶۲۰] اور پاجامے کے سوا کہ جو اس کے سامنے جلایا جاتا تھا ، تمام استعمالی کپڑے نوروز کے دن نوکروں کو دے دیتا تھا ۔ اس کی بھوک عجیب تھی ۔ نقل کرتے ہیں کہ پانی اور ایندھن کے علاوہ اس کے کھانے کا وزن بائیس سیر ہوتا تھا ۔ اس کا لڑکا شیخ عبدالرحمان دسترخوان کا نگران بن کر بیٹھتا تھا اور باورچی خانے کا داروغہ جو مسلمان تھا ، کھڑے ہو کر دیکھا کرتا تھا ۔ جس کھانے کے شیخ دو لقمے کھا لیتا اس کو دوسرے روز بھی پکوایا جاتا ۔ اور اگر کوئی چیز بد مزہ ہوتی تو لڑکے کو کھلاتا ۔ وہ جا کر باورچیوں کو ہدایت کرتا ۔ لیکن وہ خود کچھ نہیں کہتا تھا ۔

کہا جاتا ہے کہ دکن کی مہم میں اس نے اس درجے قاعدے اور قانون کی پابندی کی کہ اس سے زیادہ ممکن ہی نہیں ہو سکتی۔ چھل راؤٹی (بڑے خیمے) میں شیخ کے لیے ایک مسند بچھائی جاتی تھی۔ روزانہ ایک بار خوان خاصے کے تیار ہوتے تھے اور وہ تمام سرداروں کو تقسیم ہوتے تھے۔ نہ گری (شامیانہ) کے باہر عام اعلان تھا کہ ادنیٰ اور اعلیٰ ہر آدمی جس کو بھوک ہو وہ کھائے۔ تمام دن کھچڑی پکا کر دی جاتی تھی۔

جب شیخ وکیل مطلق ہوا تو ایک روز خانخاناں (عبدالرحیم) مرزا جانی بیگ حاکم ٹھٹہ کے ہمراہ اس کی ملاقات کے لیے آیا۔ شیخ پلنگ پر لیٹا ہوا اکبر نامہ دیکھ رہا تھا۔ مطلق متوجہ نہ ہوا۔ صرف اتنا کہا مرزا صاحبان آئیے، بیٹھیے۔ مرزا جانی بیگ جو سلطنت کا دماغ رکھتا تھا [۶۲۱] اس نے نہایت غصہ کیا اور اٹھ آیا۔ خانخاناں (عبدالرحیم) دوبارہ بہت عاجزی اور خوشامد سے مرزا (جانی بیگ) کو شیخ کے مکان پر لے گیا۔ شیخ نے اپنے دروازے پر آکر استقبال کیا اور بہت تواضع کی اور کہا ہم خادم ہیں اور آپ کے شہر (سندھ) کے رہنے والے ہیں۔ مرزا کو بہت تعجب ہوا اور اس نے خانخاناں سے دریافت کیا کہ یا تو وہ غرور یا اتنی عاجزی، یہ کیا معاملہ ہے؟ خانخاناں نے کہا کہ اس روز وکالت کا خیال دماغ میں تھا۔ سائے نے اپنی اصل کے مطابق کام کیا اور آج برادرانہ ملاقات کی۔

تمام باتوں سے قطع نظر شیخ نے انشاء پردازی کے فن میں عجیب کمال حاصل کیا تھا۔ باوجودیکہ منشیانہ تکلفات اور مکتوبی رعایات اس کے یہاں نہیں ہوتے ہیں لیکن کلام کی سنجیدگی، بندش سخن، الفاظ کی نشست، مستحسن تراکیب، غریب فقرے ایسے ہوتے ہیں کہ دوسرے کو اس کی پیروی کرنا مشکل ہے۔ اس بات کے ثبوت میں تاریخ اکبری (اکبر نامہ) موجود ہے۔ چونکہ اس نے یہ لحاظ رکھا ہے کہ زیادہ سے زیادہ فارسی الفاظ ہوں للہذا کہا

جاتا ہے کہ شیخ (ابوالفضل) نے خمسہ' نظامی کو نثر میں لکھ دیا ہے اور اس فن میں اس کی مہارت کا کمال یہ ہے کہ بہت سے ایسے مطالب کہ جو مسلمہ طور پر باطل و مشکوک ہیں اس نے بادشاہ کی تعریف میں تمہید کے ساتھ کچھ اس طرح تحریر کیے ہیں کہ بغیر غور و خوض کے اصل مقصد حاصل نہیں ہو سکتا ۔

۱۸۹

شیر افگن خاں علی قلی بیگ

(وہ) استجلو (ترک) ہے اورایران کے بادشاہ شاہ اسماعیل ثانی کے یہاں دسترخوان کا خادم تھا اور اس کے مرنے کے بعد قندھار کے راستے سے ہندوستان آگیا ۔ اس نے ملتان میں [۶۰۲] سپہ سالار خانخاناں (عبدالرحیم) سے کہ جو اس وقت ٹھٹھہ کی فتح میں مشغول تھا ، ملاقات کی اور اس سپہ سالار کی توجہ کو وسیلہ بنا کر غائبانہ طور سے شاہی ملازموں میں شامل ہو گیا ۔ اس نے شائستہ خدمات اور بہادری کے کارنامے انجام دیے ۔ جب خانخاناں مظفر و منصور اس مہم سے واپس آیا تو اس کی سفارش سے اس کو مناسب منصب عطا ہوا ۔ اکبر بادشاہ نے اسی زمانے میں ، غیاث بیگ طہرانی کی لڑکی مہرنساء کا عقد کہ جو دیوان بیوتات تھا ، اس کے ساتھ کرا دیا ۔

کہا جاتا ہے کہ مرزا غیاث کی زوجہ جشن اور عید کے موقع پر شاہی زنانہ محل میں جایا کرتی تھی ۔ مہرنساء کہ جس کا خطاب 'نور جہاں' ہوا اکثر اپنی ماں کے ساتھ ہوتی ۔ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ شاہزادہ سلیم جو اس زمانے میں نوجوان تھا ، اس پر فریفتہ ہو گیا ۔ جب یہ راز فاش ہوا اور خفیہ طور سے بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً اس کا عقد علی قلی بیگ سے کرا دیا ۔

جب شاہزادہ (سلیم) رانا کی مہم پر تعینات ہوا تو علی قلی بیگ بھی اس کے ساتھ مامور ہوا ۔ شاہزادے نے اس پر عنایت و نوازش فرمائی ۔ 'شیرافگن خاں' کا خطاب دیا اور تخت نشین ہونے

کے بعد بردوان کی جاگیرداری پر بھیج دیا ، جو بنگالہ اور اڑیسہ کے درمیان کا علاقہ ہے ۔ چونکہ وہ اپنی کارگزاری ظاہر کرنی چاہتا تھا اس لیے اپنے علاقے میں نہایت ہمت اور بہادری سے کام کیا ۔ جہانگیر بادشاہ نے [۶۲۳] صوبہ بنگالہ کے حاکم قطب الدین خاں کوکلتاش سے رخصت کے وقت دو کہیں اس کے متعلق کہہ دیے ۔ شیرافگن خاں اپنے وکیل کی تحریر سے اس بات پر مطلع ہو کر مطمئن ہو گیا اور سمجھ گیا کہ دل میں کدورت ہے اور اس روز سے ہتھیار باندھنے چھوڑ دیے ۔ واقعہ نویس اور دوسرے شاہی ملازمین سے کہا کہ اب میں بادشاہ کا نوکر نہیں ہوں ۔ جب دوسرے سال قطب الدین خاں بردوان پہنچا ، شیرافگن خاں کہ جو باہر خیمے لگائے ہوئے تھا ، استقبال کے لیے روانہ ہوا ۔ کہتے ہیں کہ رخصت کے وقت اس کی ماں نے اس کا خود اس کے سر پر درست کر کے کہا تھا کہ میرے بوت قبل اس کے کہ تیری ماں تیرے غم میں روئے تو اس کی ماں کو رلا دے اور اس کے سر اور آنکھوں کو بوسہ دے کر رخصت کیا اگرچہ وہ کوکلتاش کے فریب اور مکر سے غافل نہ تھا ۔ مختصر یہ کہ وہ اس کوکلتاش کے پیغاموں سے مطمئن ہو گیا اور موت کا وقت آ جانے کی وجہ سے فوج کو شہر سے باہر چھوڑ کر خود دو سواروں کے ساتھ کہ جن میں سے ایک خواجہ سرا تھا ، ملاقات کے لیے چلا گیا ۔ اس کے بعد اس کو حالات کا اندازہ ہوا اور کوکلتاش کی گفتگو سے اس نے اس کے مکر کو سمجھ لیا ۔ لہٰذا اس نے سبقت کر کے قطب الدین خاں کا کام تمام کر دیا ۔ چونکہ چاروں طرف کوکلتاش کے آدمی نرغہ کیے ہوئے تھے ، انھوں نے اس کو باہر نکلنے کا موقع نہ دیا (اور ختم کر دیا) ۔ 'مظلوم' (۱۰۱۶ھ مطابق ۱۶۰۷ع) اس کے قتل ہونے کی تاریخ ہے[1] ۔

---

۱ ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ہسٹری آف جہانگیر از بینی پرشاد صفحہ ۱۸۰ — ۱۸۲ (ب)

یہ جو کہتے ہیں کہ شیرافگن خاں باوجود بے شمار زخموں کے کہ جن میں سے ہر ایک تکلیف دہ اور جانکاہ تھا ، [٦٢٤] اپنی ہمت و غیرت کی بنا پر اپنے گھر پہنچ کر اس نے چاہا کہ اپنی زوجہ کو قتل کر دے ، اس کی ماں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا کہ اس (زوجہ) نے تو اپنے کو کنوئیں میں گرا دیا ، شیرافگن نے یہ بات سن کر جان دے دی ۔ (یہ بیان) اقبال نامۂ جہانگیری کے خلاف ہے[1] ۔

اس واقعے کے بعد قطب الدین خاں کے بھانجے شیخ غیاث نے مہرنساء کو شیرافگن کے لڑکے اور لڑکی کے ہمراہ تمام سامان کے ساتھ (جہانگیر کے) حضور میں بھیجا دیا ۔ اس پر اس کے شوہر کی اس خطا کی وجہ سے کہ اس نے شاہی کوکلتاش کو قتل کر دیا ، کچھ دنوں تک عتاب رہا ۔ (مہر نساء) جہانگیر بادشاہ کی زوجیت سے مشرف ہوئی تو اس نے لڑکی کا نکاح کہ جو شیرافگن سے پیدا ہوئی تھی، جہانگیر بادشاہ کے سب سے چھوٹے لڑکے سلطان شہریار کے ساتھ کر دیا ۔ اسی وجہ سے شاہزادہ ولی عہد (شاہجہاں) کے مقابلے میں اس نے بادشاہی کا دعویٰ کرکے زبردست شورش برپا کی جیسا کہ مفصل طور سے جا بجا اس کتاب میں درج ہے ۔

۱۹۰
شریف خاں امیرالامراء

خواجہ عبدالصمد شیریں قلم شیرازی کا لڑکا ہے کہ اس کا دادا خواجہ نظام الملک شاہ شجاع شیراز کا وزیر تھا ۔ جس زمانے میں ہمایوں بادشاہ ، شاہ ایران سے قندھار کی اجازت لے کر تبریز کی سیر کو گیا تو خواجہ عبدالصمد کہ جو فن مصوری میں بہت ماہر استاد تھا وہاں (ہمایوں بادشاہ کے) حضور میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے اس کو بہت پسند کیا لیکن حوادث زمانہ کی وجہ سے [٦٢٥]

---

۱ ۔ اقبال نامۂ جہانگیری صفحہ ۵۴—۵٦ (ب)

ہمراہ نہ رہ سکا۔ یہاں تک کہ ۹۵۹ھ مطابق ۱۵۵۲ء میں کابل میں قدم بوسی سے مشرف ہو کر شاہانہ نوازش سے سرفراز ہوا۔

اکبر بادشاہ کے زمانے میں اگرچہ اس کا منصب صرف چار صدی تھا لیکن مصاحبت اور (شاہی) قرب میں بہت بلند مرتبہ رکھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ خواجہ (عبدالصمد) نے خشخاش کے ایک دانے پر سورۂ اخلاص لکھی تھی۔

محمد شریف دو صدی کے منصب پر سرفراز ہوا اور چونتیسویں سال جلوس اکبری میں جب اکبر بادشاہ کابل سے واپس ہو رہا تھا تو سفید سنگ کے سبزہ زار میں ایک کمینہ شخص، کسی کاشتکار کی لڑکی کی آبرو ریزی کرنے کی وجہ سے اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ معلوم ہوا کہ محمد شریف بھی اس کا رازدار اور ہم خیال تھا۔ اس کی بھی گوشمالی ہوئی اور سزا دی گئی۔ چونکہ بادشاہزادہ سلطان سلیم کو ہم مکتب ہونے کی وجہ سے اس سے بہت تعلق تھا، جب شاہزادہ (سام) رانا کی مہم کو ملتوی کرکے الہ آباد میں مقیم ہوگیا اور خود سری کے آثار ظاہر ہوئے تو اکبر بادشاہ نے اس کو برہان پور سے شاہزادے کی رہنمائی کے لیے مطلب برآری کے خیال سے روانہ کیا۔ اس نے جا کر شاہزادے کے مزاج کو پہلے سے زیادہ برانگیختہ کر دیا۔ اور خود (شاہزادے کا) دلی دوست بن گیا، اور مزاج شاہی (جہانگیری) میں اس درجہ دخیل ہوگیا کہ (جہانگیر نے) بغیر سوچے سمجھے یہ وعدہ کر لیا کہ جب میں بادشاہ ہو جاؤں گا تو نصف سلطنت تم کو دے دوں گا۔ (اس کے بعد) جب شاہزادہ توفیق پا کر بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا تو محمد شریف اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے علیحدہ ہو کر پہاڑ کی گھاٹیوں میں چلا گیا اور روزانہ [۶۲۶] کسی تنگ مقام پر پناہ لیتا اور ناکام زندگی گزارتا۔ مخالف آب و ہوا کی وجہ سے نیم مردہ ہوگیا تھا کہ جہانگیر کے بادشاہ ہونے کی شہرت ہوئی۔ اس روح افزا خوش خبری کو سن کر تخت نشینی کے پندرہ روز بعد بادشاہ کی

حضوری سے مشرف ہوا ۔ امیرالامراء کا خطاب اور وکالت کا منصب ملا اور مہر اوزک اس کے سپرد ہوئی ۔ اس کو اختیار دے دیا گیا کہ جتنی جاگیر چاہے حیدرآباد کے محالات میں سے لے لے ۔

جہانگیر بادشاہ نے اپنے روزنامچے (تزک جہانگیری) میں ، کہ جو خاص اس کے قلم کا لکھا ہوا ہے، تحریر کیا ہے کہ شریف خاں کی فرمانبرداری اس درجے کو پہنچ گئی کہ وہ میرا بھائی بھی ہے ، فرزند بھی ہے ، دوست بھی ہے اور مصاحب بھی ہے ۔ جس روز وہ میرے پاس آیا تو مجھے ایک نئی زندگی مل گئی اور میں نے سمجھا کہ اب میں بادشاہ ہوا ہوں ۔ اس کے تجربہ و قابلیت کے لحاظ سے میرے پاس کوئی خطاب نہیں ہے ۔ اگرچہ میں نے اس کو امیرالامراء کردیا ہے اور پنج ہزاری منصب بھی دے دیا مگر کیا کروں کہ میرے باپ (اکبر) کا قانون ہے کہ اس سے زیادہ نہیں کر سکتا ۔ میرے پاس جو کچھ موجود ہے وہ اس کے لیے موجود ہے[1] ۔

امیرالامراء نے پہلے (سال) جلوس میں افغانوں کے اخراج کا کام کیا جو مغلوں کے دشمن تھے اور (بادشاہ کے حضور میں) عرض کرکے ممالک محروسہ میں (افغانوں کے اخراج کے) احکام جاری کر دیے ۔ لیکن اعظم خاں نے بہت کوشش کرکے اس کام سے باز رکھا کہ (افغانوں کا) بڑا گروہ ہے اور کوئی علاقہ ان سے خالی نہیں ہے ، زبردست فساد برپا ہو جائے گا ۔ چونکہ امیرالامراء تمام اراکین سلطنت پر فوقیت اور برتری [۶۲۷] ظاہر کرتا تھا اور خان اعظم نخوت اور غرور کی وجہ سے مطلق پروا نہیں کرتا تھا ، ایک روز سلطان خسرو کی موافقت کی وجہ سے (امیرالامراء) نے دربار میں اس (خان اعظم) سے سخت گفتگو کی اور بے باکی کے ساتھ بادشاہ سے کہا کہ یہ خسرو کا ہمدرد ہے ، اس کا قتل کرا دینا مصلحت وقت ہے ۔ جب بادشاہ نے مرزا کوکہ (خان اعظم) کا

---

۱ ۔ توزک جہانگیری (لکھنؤ اڈیشن) صفحہ ۷

قصور معاف کر دیا تو فرمایا کہ مرزا (خان اعظم) امیرالامراء کی دعوت کرے اور ایک لاکھ روپیہ نقد اور دوسری چیزیں نذرانے میں دے۔ کہتے ہیں کہ کھانے کے وقت تمام بڑے سردار موجود تھے۔ مرزا کوکہ (خان اعظم) نے امیرالامراء (شریف خاں) سے خوشامدانہ انداز میں کہا کہ اب تم ہم پر مہربانی نہیں کرتے ورنہ تمھارے والد مرحوم ملا عبدالصمد اس قدر محبت کرتے تھے۔ اس خلوت خانے میں جو نقش و نگار کہ تم دیکھتے ہو انھوں ہی نے اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں۔ خان جہاں اور مہابت خان جوانی کے تقاضے کی بنا پر ضبط نہ کر سکے اور اٹھ کر چلے گئے۔ جب یہ ماجرا بادشاہ نے سنا تو امیرالامراء سے کہا کہ وہاں اس کے اختیار میں نہیں ہے تم اس سے مت الجھنا۔

دوسرے سال بیماری کی وجہ سے (شریف خاں) امیرالامراء بادشاہ کی ہم رکابی سے (چھوٹ کر) لاہور میں رہ گیا کہ جب بادشاہ کابل کی سیر کو گیا ہوا تھا اور وکالت کا عہدہ آصف خاں جعفر کے سپرد ہوا۔ اس کے بعد وہ شریف خاں دکن میں تعینات ہوا لیکن خانخاناں سے موافقت نہ ہونے کی وجہ سے بادشاہ نے اس کو اپنے حضور میں طلب کر لیا۔ اس نے بہت سی فوج جمع کر لی تھی جن میں سے اکثر کو پیشگی تنخواہ دے دی تھی، جو واپس لی گئی، تین ہزار سوار باقی رہے۔ کہتے ہیں کہ اس کو نسیان کی بیماری ہو گئی تھی۔ جو کچھ کہتا تھا یاد نہیں رہتا تھا۔ خانجہاں اس کی عیادت کے لیے مامور ہوا۔ اس کی حالت خراب [۶۲۸] دیکھ کر بادشاہ سے عرض کیا۔ بادشاہ نے چاہا کہ اس کو خانہ نشیں کر دیا جائے۔ خانجہاں نے عرض کیا کہ اس نے اچھے آدمی جمع کیے ہیں اور حضرت (بادشاہ) کا پروردہ ہے۔ اس کو اس کے درجے سے نہ ہٹایا جائے۔ وہ دوبارہ دکن میں تعینات ہوا۔ مدتوں وہاں رہا اور اپنی طبعی موت سے مر گیا۔ شعر اچھا کہتا تھا۔ صاحب دیوان ہے۔ اس کا تخلص فارسی ہے۔ یہ اس کے اشعار ہیں :

بیت

بیمن عشق بکونین صلح کل کردیم
توخصم باش ز ما دوستی تماشا کن

دیگر

شرر نالہ بغربال ادب می بیزم
کہ بگوش تو مبادا رسد آواز درشت

اس امیرالامراء (شریف خاں) کے لڑکوں میں شہباز خاں اپنے والد کی زندگی میں ترقی کرکے فوت ہو گیا ۔ لکھنؤ سے ایک کوس کے فاصلے پر اس نے اپنے نام پر ایک سرائے آباد کرائی ۔

مرزا گل اور مرزا جاراللہ جہانگیر بادشاہ کے ساتھ نرد اور شطرنج کھیلا کرتے تھے اور جہانگیر کے مصاحب و مقرب تھے ۔ لیکن باپ (شریف خاں) کے مرنے کے بعد ان کی وہ حالت اور مرتبہ نہ رہا ۔ چنانچہ ، جیسا عیش مرزا جاراللہ نے کیا کسی شاہزادے نے بھی نہیں کیا ۔

آصف خاں جعفر کی لڑکی مصری بیگم اس (مرزا جاراللہ) کے گھر میں تھی لیکن تعلقات کی خرابی کی وجہ سے کبھی زن و شوئی کے تعلقات قائم نہ ہو سکے ۔ آصف خاں کے مرنے کے بعد (بادشاہ) کے حکم سے طلاق ہو گئی اور اس کا عقد یوسف خاں کے لڑکے مرزا لشکری سے ہوگیا ۔ دونوں بھائی مہابت خاں کے ہمراہ کابل گئے اور عین جوانی کے عالم میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے [۶۲۹] ۔

۱۹۱
شجاعت خاں شیخ کبیر

'رستم زماں' کا خطاب تھا ۔ چشتی فاروقی ہے اور مئو کا باشندہ ہے ۔ اسلام خاں سے اس کی بہت قریبی رشتہ داری تھی کہ جو عہد اکبری کے بڑے منصب داروں میں سے تھا جس کو بادشاہ

پہچانتا تھا - (شجاعت خان نے) جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں ترقی کی - جب خانجہان لودی فوج جرار کے ساتھ دکن کی سرداری پر تعینات ہوا تو چونکہ شاہی فوج کا ہراول ہمیشہ سادات بارہہ میں سے ہوا کرتا تھا لیکن خانجہاں ، شجاعت خان کی دلیری و جرأت پر اعتماد کیے ہوئے تھا ، اس لیے اس کو تمام لشکر کا ہراول کر دیا - ہر چند سادات (بارہہ) نے رنج کا اظہار کیا ، اس وجہ سے کہ یہ ہمارا موروثی منصب ہے ، لیکن خانجہان نے کچھ پروا نہ کی -

اس کے بعد (شجاعت خان) بنگالہ پر تعینات ہوا - وہاں کے صوبیدار اسلام خان نے چھٹے سال جلوس جہانگیری میں اکثر مشہور سرداروں کو شجاعت خان کی سرداری میں عثمان خان لوہانی کے مقابلے کے لیے بھیجا - اگرچہ راجا مان سنگھ اپنی حکومت کے زمانے میں بہت سے اپنے ہم قوم اور رشتہ داروں کو اس (عثمان خان) کی لڑائیوں میں قتل کرا چکا تھا اور کچھ نہ کر سکا تھا - جب شجاعت خان اس کے علاقے کی حدود میں پہنچا تو عثمان خان کہ جس کا دماغ غرور و تکبر کی وجہ سے بگڑا ہوا تھا نہایت شان و شوکت کے ساتھ لشکر آراستہ کرکے مقابلے کے لیے آ گیا اور ہر مقابل فوج کے سامنے ایک فوج لگا دی - عثمان نے جنگی مست ہاتھی ، جس کو وہ نہایت قوی سمجھتا تھا ، آگے بڑھا کر ہراول فوج پر حملہ کیا - شاہی فوج کے نامور بہادروں [۶۳۰] نے ہمت دکھائی - اپنی جانیں نثار کرنا شروع کیں - دائیں طرف کی (فوج) کے سردار افتخار خان اور بائیں جانب کی فوج کے سردار کشور خان دونوں نے نہایت بہادری اور شجاعت دکھائی اور حکومت کی بہی خواہی میں اپنی جانیں نچھاور کر دیں - وہ مغرور بہادر (عثمان) ، اگرچہ اس کی فوج کے بہت سے آدمی قتل ہو گئے تھے ، ان (مقتولوں) کی جانب سے بے پروا ہو کر شجاعت خان کی قلب فوج پر دوبارہ حملہ آور ہوا - شجاعت خان کے اعزہ و اقارب نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا

اور ایک جماعت ختم ہوگئی اور ایک بڑی تعداد کاری زخم برداشت کرکے جنگ سے ہٹ گئی ۔

اس موقع پر عثمان خاں ، جو بہت فربہ اور موٹا تھا ، ایک حوضہ دار ہاتھی پر سوار ہوکر شجاعت خاں کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نامور بہادر نے پہلا نیزہ ہاتھی کے رسید کیا ۔ اس کے بعد پے در پے دو زخم ہاتھی کے چہرے پر لگائے ۔ پھر جمدھر نکال کر دو اور زخم لگائے۔ ہاتھی مستی اور بہادری سے غیض میں آکر آگے بڑھا اور اس نے شجاعت خاں کو مع گھوڑے کے زیر کر لیا ۔ وہ بجلی کی مانند نہایت چستی اور چالاکی سے گھوڑے سے کود کر سیدھا کھڑا ہوگیا ۔ اس ہنگامے میں اس کے جلودار نے دو دستی تلواریں ہاتھی کے پیروں پر ایسی رسید کیں کہ اس کے زانو تک پہنچیں اور شجاعت خاں نے اپنے جلودار کی مدد سے فیل بان کو ہاتھی کے اوپر سے نیچے کھینچ لیا اور دوسرا جمدھر ہاتھی کی سونڈ پر مارا۔ ہاتھی چنگھاڑ کر چند قدم پیچھے ہٹ کر زمین پر گر پڑا ۔ اس دوران میں غیب سے بندوق کی گولی عثمان کی پیشانی پر پڑی ۔ وہ سمجھ گیا کہ اس زخم سے جان بچنا ناممکن ہے [۶۳۱] ، اس نے باگ موڑ لی اور نیم جاں ہوکر اپنی قیام گاہ کو واپس ہوگیا اور آدھی رات کے وقت مر گیا ۔

اس کے بھائی ولی خاں اور اس کے لڑکے ممریز خاں خیمہ و اسباب جگہ پر چھوڑ گئے اور اس کی نعش لے کر اپنے علاقے میں چلے گئے ۔ چونکہ اس فتح مند لشکر کے بہادروں میں دوڑ دھوپ کی طاقت نہیں رہی تھی ، شجاعت خاں معتمد خاں کے ہمراہ جو جنگ کے بعد کمک کے لیے پہنچا تھا ، تعاقب میں روانہ ہوا ۔ ولی خاں نے واپس ہونے میں اپنی نجات سمجھی ۔ لہذا پناہ طلب کی ۔ اپنے تمام اعزہ اور بھائیوں کے ہمراہ عہد و پیمان کرکے ملاقات کی اور انچاس ہاتھی نذرانے میں پیش کیے ۔ شجاعت خاں ان کو ساتھ لے کر جہانگیر نگر میں اسلام خاں سے آکر ملا ۔ اس حسن خدمت

اور ایسی بہادری کے صلے میں بادشاہ کے حضور سے اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور 'رستم خان' کا خطاب ملا۔

چونکہ اسلام خان نے اس شجاعت خان کے قول و قرار کا پاس اور عہد و پیمان کی رعایت نہ کی کہ جو عثمان خان کے پس ماندگان سے کیے گئے تھے، اس (شجاعت خان) نے سب کو بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا۔ چنانچہ اس نے ولی خان کو مرید خان کے ساتھ عبداللہ خان کے حکم سے کالی تلاوری (احمد آباد) میں قتل کر دیا اور ایاز غلام کو کہ جو عثمان کا متبنٰی تھا اور لوگوں کے ہمراہ کنوؤں میں طویل زمانے تک قید رکھا۔

شجاعت خان، اسلام خان کی اس عہد شکنی سے کبیدہ خاطر ہوا اور بنگالہ سے چلا آیا۔ اتفاق سے اسی دوران میں بہار کی صوبے داری کا فرمان اس کے نام پہنچا۔ جس روز یہ شہر پٹنہ میں داخل ہو رہا تھا [۶۳۲] ایک ہتھنی پر سوار تھا۔ اتفاق سے ایک ہاتھی اس پر دوڑا۔ شجاعت خان باوجود نہایت مستقل مزاج ہونے کے مضطرب ہو کر ہتھنی پر سے گر پڑا۔ اس کا پیر ٹوٹ گیا اور اسی چوٹ سے مر گیا۔

۱۹۲

شمشیر خان ارسلان بے اوزبک

جہانگیر بادشاہ کے زمانے کا سردار ہے۔ پہلے کہمرد کا حاکم تھا۔ ملک توران کے حاکم ولی محمد خان کے اوسط درجے کے ملازمین میں تھا۔ اس نے کہمرد کو شاہی سرکار میں شامل کر دیا، تو وہ تیسرے سال جلوس جہانگیری میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ مناسب منصب اور خلعت سے اسے نوازا گیا۔ اس کے بعد صوبہ ٹھٹھہ کے مضاف سیوستان میں جاگیردار ہو کر وہاں کی حکومت کے لیے نامزد ہوا۔ پانچویں سال جلوس جہانگیری میں اسے علم امارت مرحمت ہوا۔

نویں سال جلوس جہانگیری میں جب ٹھٹھہ کی صوبیداری مظفر خاں معموری کے سپرد ہوئی تو وہ معزول ہو کر بادشاہ کے حضور میں چلا آیا اور رانا کی مہم میں بادشاہزادہ سلطان خرم کے ہمراہ روانہ ہوا اور اس نے اپنے وقت مقررہ پر اس دنیا کو خیرباد کہہ دیا۔

کہتے ہیں کہ وہ سادہ مزاج آدمی تھا۔ نماز پنجگانہ اور تلاوت قرآن شریف میں مشغول رہتا۔ ہمیشہ نیکیاں اور احسان کرتا۔ سہ ہزاری منصب پر پہنچ گیا تھا۔

۱۹۳

شیخ فرید مرتضیٰ خاں بخاری

اقبال نامہ میں تحریر ہے کہ شیخ موسوی سادات سے ہے۔ یہ ایک تعجب خیز بات ہے کیونکہ سادات بخاریہ کا سلسلہ سید [۶۳۳] جلال بخاری قدس سرہ[1] پر منتہی ہوتا ہے اور ان کا سلسلۂ نسب سات واسطوں سے امام عالی مقام علی نقی الہادی علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

کہتے ہیں کہ شیخ فرید کے جد چہارم شیخ عبدالغفار دہلوی نے اپنے لڑکوں کو وصیت کی تھی کہ مدد معاش کو چھوڑ دینا اور سپاہگری کی نوکری کرنا۔ مختصر یہ کہ شیخ (فرید) کم سنی میں اکبر بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہوا اور حسن خلوص اور شائستہ خدمت گزاری کی وجہ سے بادشاہ نے اس کی طرف

۱۔ آٹھویں صدی ہجری کے مشہور صوفی شیخ ، جن کا مزار قصبہ اوچ (مغربی پاکستان) میں ہے۔ ان کا انتقال ۷۸۵ھ مطابق ۱۳۸۴ع میں ہوا۔ مخدوم جلال بخاری جہانیاں جہاں گشت کے حالات کے لیے مترجم کی تالیف ''مخدوم جہانیاں جہاں گشت'' ملاحظہ ہو (مطبوعہ ادارۂ تحقیق و تصنیف کراچی ۱۹۶۳ع) (ق)

التفات کیا اور (بادشاہ کے حضور میں) اس کو قرب و اعتبار حاصل ہوا۔ وہ پختہ کاری ، دانشمندی ، مردانگی اور شجاعت میں مشہور ہو گیا۔

اٹھائیسویں سال جلوس اکبری میں جب خان اعظم بنگالہ کی ناموافق آب و ہوا کی وجہ سے بہار واپس ہوا اور لشکر کی سرداری وزیر خان کو ملی تو قتلو لوہانی نے کہ جس نے اڑیسہ پر غاصبانہ حاصل کر لیا تھا اور نافرمانی اور وصول یابی میں زیادتی شروع کردی تھی ، مجبوراً بنگالہ کے کچھ محالات دیے گئے اور یہ طے پایا کہ شیخ فرید مقررہ مقام پر ملاقات کرکے صلح کے عہد و پیمان کو مستحکم کرے۔ وہ مکار (لوہانی) مقررہ مقام پر حاضر ہوا۔ شیخ (فرید)[1] صلح جوئی اور سادگی کی وجہ سے سخن ساز خوشامدیوں کے کہنے پر اس کے مکان پر چلا گیا۔ قتلو چاپلوسی اور خوشامد سے پیش آیا اور اس نے یہ سوچا کہ جس وقت لوگ آرام کرنے کے لیے چلے جائیں تو شیخ کو گرفتار کرکے قید کر دیا جائے اور اس کو گرفتار کرکے اپنا مطلب پورا کرے۔ شیخ سمجھ گیا اور رات کے پہلے ہی حصے میں روانگی کا ارادہ کر لیا۔ محل کی ڈیوڑھی پر کوئی گھوڑا نہیں تھا [۶۳۰] اور چند جگہوں پر راستہ روک دیا گیا تھا۔ سخت مقابلہ ہوا، اور اس موقع پر شیخ اپنے ہاتھی پر سوار ہوا۔ تقدیر کی بات کہ ہاتھی بے قابو ہو گیا اور اس نے غلط راستہ اختیار کر لیا۔ شیخ ایک دریا پر پہنچ گیا اور گھاٹ کی تلاش کرنے لگا کہ اچانک کچھ لوگ آ گئے اور تیر چلا کر (اسے) زخمی کر دیا۔ شیخ نے خود کو ایک طرف گرا کر راستہ لیا۔ وہ لوگ یہ سمجھتے رہے کہ شیخ عماری میں ہے۔ اسی دوران میں اس کا ایک نوکر پہنچ گیا[2] اور اس کو

---

۱ - اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۴۰۶

۲ - منتخب التواریخ اور طبقات اکبری میں یہ واقعہ قدرے مختلف طور سے بیان کیا گیا ہے (ب)

گھوڑے پر سوار کرکے لشکر میں لے آیا ۔ طے شدہ صلح درہم برہم ہوگئی ۔ قتلو اپنی مکاری کی بدولت متواتر معرکہ آرائیاں کرکے ناکام ہوا اور بھاگ کھڑا ہوا ۔

شیخ تیسویں سال جلوس اکبری میں ہفت صدی کے منصب پر فائز ہوا ۔ چالیسویں سال جلوس اکبری تک ہزار و پانصدی کے منصب پر پہنچا ۔ تقدیر کی یاوری سے میر بخشی گری کے عہدے پر فائز ہوا ۔ بخشی ہو کر وزیر کی طرح تھا ۔ اس نے دیوان کی نالائقی کی وجہ سے دفتر تن کو کہ جو دیوانی کے عہدے کے ساتھ وابستہ ہے ، چند سال تک اسے متعلق رکھا ۔ جاگیر کے محال کو اہل طلب کی تنخواہوں میں دیتا رہا ۔

اکبر بادشاہ کے انتقال کے بعد شیخ نے دو شائستہ خدمات انجام دیں ، اس لیے اس کا اعتبار و مرتبہ اپنے ہم عصروں بلکہ تمام اراکین سلطنت سے بڑھ گیا ۔ اول یہ کہ جب جہانگیر نے اپنی شاہزادگی کے زمانے میں خود سر ہو کر الہ آباد میں اپنے نوکروں کو خطابات اور منصب دے کر جاگیریں تقسیم کیں تو اکبر بادشاہ نے اس کے بڑے لڑکے سلطان خسرو کو معتمد بنا لیا ۔ [د۶۳] چنانچہ لوگوں کو اس کی ولی عہدی کا گماں ہونے لگا ۔ اس کے بعد جب شاہزادہ (سلیم) بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو اس کا دماغ شورش سے خالی نہ تھا ۔ بادشاہ نرمی اور اخلاق سے طرح دے گیا ۔ شاہزادے کے آدمی گجرات گئے کہ قریب زمانے ہی میں ان کو وہاں جاگیریں عطا ہوئی تھیں ، اکبر بادشاہ نے مرض موت کی حالت میں حکم دیا کہ شاہزادہ (سلیم) قلعہ کے باہر قیام کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ مخالفین ہنگامہ برپا کر دیں ۔

مرزا عزیز کوکہ اور راجا مان سنگھ سلطان خسرو کے رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اس (سلطان خسرو) کو بادشاہ بنانے کی فکر کرنے لگے ۔ انھوں نے قلعے کے دروازوں کو اپنے آدمیوں کے

حوالے کر دیا اور خضری دروازہ اپنے آدمیوں کی شرکت میں شیخ کے سپرد کیا ۔ شیخ چونکہ سردار لشکر تھا ، اس کو یہ بات ناگوار ہوئی ۔ وہ قلعہ سے نکل کر شاہزادے کے پاس پہنچا اور اس کو سلطنت کی مبارک باد دی ۔ سردار اس امر کو سن کر ہر طرف سے جمع ہونا شروع ہو گئے ۔ ابھی اکبر بادشاہ کی جاں کنی کا وقت تھا کہ راجا مان سنگھ کو صوبہ بنگالہ پر بحال کر دیا گیا ۔ جہانگیر قلعے میں داخل ہو کر تخت نشین ہو گیا اور اس نے شیخ (فرید) کو صاحب السیف و القلم کا خطاب دیا ۔ پنج ہزاری منصب اور میر بخشی گری کے اعلی عہدے پر سرفراز ہوا ۔

دوم یہ کہ جب سلطان خسرو نے خوشامدیوں کی بیہودہ باتوں میں آ کر اپنے دماغ میں سلطنت کی منصوبہ بندی کی اور اپنے پدر بزرگوار (جہانگیر) کے پہلے سال جلوس میں ۸ ذی الحجہ ۱۰۱۵ھ مطابق ۶ اپریل ۱۶۰۶ع کو وہ رات کے وقت فرار ہو گیا۔ آگرہ سے لاہور تک [۶۳۶] لوٹتا ہوا گیا تو شیخ (فرید) اکثر سرداروں کے ہمراہ تعاقب پر مقرر ہوا۔ جہانگیر بادشاہ خود بھی بہت تیزی سے روانہ ہوا ۔ امیرالامراء شریف خاں اور مہابت خاں نے جو شیخ سے رنجش رکھتے تھے ، عرض کیا کہ شیخ دیدہ و دانستہ سستی کر رہا ہے ؛ اس کا ارادہ گرفتار کرنے کا نہیں ۔ چنانچہ مہابت خاں نے جا کر بادشاہ کی طرف سے سخت باتیں کیں ۔ شیخ نے عمل و سنجیدگی سے خلوص کے ساتھ جواب دیا ۔ سلطان خسرو نے جب یہ سنا کہ شیخ سلطان پور کے دریا کے نزدیک آ پہنچا ہے ، اس نے لاہور کا محاصرہ چھوڑ دیا اور بارہ ہزار سواروں کے ہمراہ کہ جو اس نے ان چند دنوں میں فراہم کر لیے تھے ، مقابلے کی تیاری کر دی ۔ شیخ کے پاس باوجودیکہ فوج کم تھی، مگر جنگ کے لیے مستعد ہو گیا ۔ دریائے بیاس کو عبور کر کے جنگ شروع کر دی ۔ سخت معرکہ آرائی ہوئی ۔

بارہہ اور بخاری سیدوں نے بہت بہادری دکھائی اور بہت سے مارے گئے - سلطان خسرو نے بہت سے آدمیوں کو قتل کرا دیا، مگر آخر میں بھاگ کھڑا ہوا - شیخ نے عرصۂ کارزار سے ایک میدان ہٹ کر قیام کیا -

اسی روز جب کہ دو تین گھنٹے رات گزری ہو گی ، جہانگیر بادشاہ بہت عجلت کے ساتھ پہنچ کر شیخ سے بغل گیر ہوا اور اس کے خیمے میں قیام فرمایا اور اس مقام کو جو پرگنہ بھیروں وال میں تھا، شیخ کی درخواست کے مطابق پرگنہ بنا کر فتح آبادنام رکھ دیا اور شیخ کو عنایت کر دیا - شیخ کو 'مرتضیٰ خان' کا خطاب اور صوبۂ گجرات کی صوبیداری [۶۳۷] مرحمت ہوئی -

دوسرے سال جلوس جہانگیری میں شیخ نے گجرات سے لعل بدخشی کی ایک انگوٹھی کہ جس کا نگین ، نگیں خانہ اور حلقہ لعل کے ایک ہی ٹکڑے کا ترشا ہوا تھا - اس کا وزن ایک مثقال اور پندرہ رتی تھا - (جو انگوٹھی) نہایت آبدار اور خوش رنگ تھی - بادشاہ کے لیے بطور پیشکس بھیجی - اس کی قیمت کا تخمینہ پچیس ہزار روپے کیا گیا - چونکہ گجرات کے لوگوں نے شیخ کے ہوائیوں کے برتاؤ اور سلوک سے پریشاں ہو کر بادشاہ سے استغاثہ کیا اس لیے بادشاہ نے اسے حضور میں طلب کر لیا اور پانچویں سال جلوس جہانگیری میں اسے پنجاب کی صوبیداری ملی -

۱۰۲۱ھ مطابق ۱۶۱۰ع میں وہ کانگڑہ کی مہم پر جو اس ملک (پنجاب) سے متعلق ہے تعینات ہوا- قصبہ پٹھان میں ۱۰۲۵ھ مطابق ۱۶۱۶ع ، گیارھویں سال جلوس جہانگیری میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا - دہلی میں اس کے خاندانی مقبرے میں اس کی قبر ہے - اس کی وصیت کے مطابق ایک عمارت تعمیر کرائی گئی - 'داد' خورد 'برد' (۱۰۲۵ھ) اس کی تاریخ وفات ہے - اس کے مرنے کے بعد کل ایک ہزار اشرفیاں برآمد ہوئیں -

شیخ کا ظاہر و باطن اچھا تھا ، شجاع بھی تھا اور سخی بھی ۔ اس کی سخاوت عام تھی ۔ مخلوق خدا کے لیے اس کی بخشش کا دروازہ کھلا رہتا ۔ جو کوئی اس کے پاس پہنچا کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں ہوا ۔ جب وہ دربار کو جاتا تو راستے میں درویشوں کو قبائیں ، کمبل ، چادریں اور جوتے تقسیم کرتا ہوا جاتا ۔ اشرفی اور روپے کی ریزگاری اپنے ہاتھ سے دیتا تھا ۔

ایک روز ایک فقیر نے سات مرتبہ شیخ سے بخشش لی ۔ آٹھویں مرتبہ [۶۳۸] اس نے آہستہ سے کہا کہ جو تو سات مرتبہ لے چکا ہے اس کو پوشیدہ رکھ ، کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے فقیر تجھ سے لے لیں ۔

خانقاہ نشینوں ، اہل توکل ، حاجت مندوں اور بیواؤں کو یومیہ سے لے کر سالانہ تک اس نے مقرر کر رکھا تھا ۔ اس کے سامنے اور پیچھے بغیر سند اور پروانے کے برابر ملتا رہتا تھا ۔ اس کی جاگیر میں کثرت سے لوگوں کی مدد معاش مقرر تھی ۔ ان لوگوں کے بچوں کے لیے کہ جو اس کے یہاں ملازمت کے دوران میں مر جاتے، ہر ایک کے لحاظ سے ماہانہ مقرر ہوجاتا۔ وہ بچے (اس کی) اولاد کی طرح شیخ کی گود میں کھیلا کرتے تھے اور معلم مقرر کرکے ان کی تربیت کراتا تھا ۔ گجرات میں سادات کے لڑکے اور لڑکیوں کی فہرست قلم بند کراتا اور ان کی شادیوں کے اخراجات اپنی سرکار سے پورے کرتا ۔ یہاں تک کہ جو عورتیں حاملہ ہوتیں ، ان کے بچوں کے لیے روپیہ بطور امانت جمع رہتا ۔ جس وقت بچہ پیدا ہوتا ، اس کی شادی کے لیے وہ رقم نام زد ہوجاتی ۔ لیکن بھاٹ اورگویوں کو نہیں دیتا تھا ۔ مسافر خانے اور سرائیں بہت تعمیر کرائی تھیں ۔ احمد آباد میں 'بخارا' نام کا ایک محلہ آباد کیا ۔ مسجد اور شاہ وجیہہ‌الدین کا روضہ اسی کا تعمیر کرایا ہوا ہے ۔ دہلی میں فرید آباد مع عمارات و تالاب اسی کی

یادگار ہے اور لاہور میں بھی ایک محلہ ہے ؛ وہاں حمام کلاں اور چوک اسی کا بنوایا ہوا ہے -

شیخ سال میں تین مرتبہ ان شاہی ملازمین کو اپنی طرف سے بیش قیمت خلعتیں دیا کرتا تھا جو اس سے متعلق تھے اور کچھ لوگوں کو تقوز بھی دیا کرتا تھا- اپنے ملازمین کو سال میں ایک خلعت، پیادوں کو ایک ایک کمبل اور خاکروب کو جوتے کا جوڑا دیتا تھا - اس کا یہ ہمیشہ کا معمول تھا [٦٢٩] - تمام زندگی اس میں ترمیم نہیں کی - اپنے ان بعض دوستوں کو کہ جن کے پاس جاگیریں بھی تھیں ، ایک لاکھ روپیہ سالانہ بھیجتا - تین ہزار منتخب اعلی درجے کے گھڑ سوار اس کی اردلی میں موجود رہتے -

اکبر بادشاہ کے زمانے سے جہانگیر بادشاہ کے عہد تک وہ حویلی میں نہیں گیا - ہمیشہ محل کے سامنے حاضر رہتا - تین چوکیاں مقرر کی تھیں ، روزانہ ایک ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا- پانسو آدمی (اس کے ساتھ) کھانا کھاتے تھےاور پانسو کا کھانا ان کے گھر بھیج دیتا تھا - فوج کی تنخواہیں اپنے سامنے تقسیم کراتا - لوگوں کے ہجوم اور ان کے شور و غل سے ناراض نہیں ہوتا تھا -

کہتے ہیں کہ شمر خاں نامی افغان دیرین اس کا خاص ملازم تھا - گجرات سے وطن جانے کی رخصت لے کر وہ پانچ چھ سال تک وہاں (وطن میں) رہا - جب شیخ کانگڑہ کی مہم پر تعینات ہوا تو وہ قصبہ کلانور میں اس کے پاس حاضر ہو گیا - شیخ نے اپنے بخشی دوارکاداس سے کہا کہ اس شخص کو خرچ دے دو کہ وہ اپنے متعلقین کو دے کر آ جائے - بخشی نے اس کے خرچ کی تفصیل لکھ کر تاریخ کی جگہ خالی چھوڑ کر شیخ کے ہاتھ میں دے دی - شیخ نے ناراض ہو کر کہا کہ یہ قدیمی ملازم ہے، اگر کسی وجہ سے دیر سے آیا تو ہمارا کون سا کام خراب ہوگیا ، اس

مارنے سے جب سے کہ اس کی تنخواہ واجب الادا تھی ، حساب کرکے سات ہزار روپے اس کو دلوا دے۔

سبحان اللہ اگرچہ وہی دن اور وہی راتیں ہیں۔ ستارے اور آسمان کی گردش بھی وہی ہے لیکن اس زمانے میں یہ ملک ایسے آدمیوں سے خالی ہے۔ شاید کسی دوسرے ملک کے حصے میں وہ لوگ چلے گئے ہیں [۶۴۰]۔

شیخ کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ ایک لڑکی رہ گئی تھی وہ بھی لا ولد مر گئی۔ محمد سعید اور میر خان شیخ کے متبنیٰ تھے۔ نہایت شان و شوکت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ عجیب و غریب فضول خرچیاں کیا کرتے۔ اس درجہ مغرور تھے کہ شاہی شان و شوکت کی بھی پروا نہیں کرتے تھے ، چہ جائیکہ سرداران حکومت کو (خاطر میں لاتے)۔ شاہی محل کے جھروکے کے سامنے دریائے جون کے کنارے مشعل اور فانوس روشن کیے ہوئے گزرے تھے۔ بار بار منع کیا گیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ یہاں تک کہ جہانگیر بادشاہ نے مہابت خان کو اشارہ کیا۔ اس نے راجی سید مبارک مانک پوری سے کہ ان کا معتبر ملازم تھا ، کہا کہ کسی کو خبر ہونے سے پہلے خاتمہ کر دے۔ ایک رات جو میر خان دربار سے اٹھ کر آ رہا تھا کہ سید (مبارک) نے اس کو ختم کر دیا اور خود بھی اس کے ہاتھ سے زخمی ہو گیا۔ شیخ (فرید) نے مہابت خان پر خون کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے بادشاہ کے حضور میں معتبر لوگوں کی شہادت سے یہ ثابت کر دیا کہ میرخان کا قاتل محمد سعید ہے ، اس کو بدلے میں قتل کرا دیا گیا۔ شیخ واقعات کو دیکھ کر اصل کیفیت سمجھ گیا ، کچھ نہ کہا اور خون کے دعوے سے در گزر کیا۔

۱۹۴
شجاعت خاں سلام اللہ عرب

مبارک عرب کا بھتیجا تھا ۔ جہانگیر بادشاہ کے چوتھے سال جلوس میں چار سو ذات اور دو سو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور خان جہان لودی کے ساتھ دکن کی طرف تعینات ہوا ۔ دسویں سال جلوس جہانگیری میں اس کے منصب میں [۶۴۱] پانسو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ گیارھویں سال جلوس جہانگری میں اسے 'شجاعت خاں' کا خطاب عنایت ہوا ۔ اس کی جاگیر صوبہ گجرات میں تھی ، وہ وہیں رہتا تھا ۔ یہاں تک کہ وہیں مرا ۔

اس کے لڑکے رحمان اللہ کو شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں سات سو ذات اور چار سو سوار کا منصب ملا اور وہ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں خان جہان لودی کی جنگ میں مردانہ وار مارا گیا ۔

۱۹۵
شاہ بیگ خاں ارغون

اس کا خطاب 'خان دوراں' ہے اور وہ ابراہیم بیگ چریک کا لڑکا ہے ۔ ابتدا میں وہ مرزا محمد حکیم کا ملازم تھا اور پیشاور کی حکومت پر فائز تھا ۔ مرزا (محمد حکیم) کے مر جانے کے بعد جب راجا مان سنگھ اکبر بادشاہ کے حکم کے مطابق اس مرحوم (محمد حکیم) کے اہل و عیال کو لانے کے لیے گیا اور اس نے دریائے سندھ کو عبور کیا تو شاہ بیگ کابل سے نکل کر[۱] مرزا کے لڑکوں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا اور مناسب منصب پر فائز ہوا ۔ جب سوات اور بجور میں یوسف زئی قبائل کو تنبیہ کرنے اس نے شہرت حاصل کی تو خوشاب اس کو جاگیر میں ملا ۔ اس نے

---

۱ ۔ اکبر نامہ جلد سوم ، صفحہ ۴۶۹

خان خاناں کے ہمراہ ٹھٹھ کی فتح میں نمایاں کارنامے اور شائستہ خدمات انجام دیں[1] اور دو ہزار اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

انتالیسویں سال جلوس اکبری میں جب مرزا مظفر حسین قندھاری صفوی نے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کی درخواست کی تو شاہ بیگ خان بنگساب کی بجائے قندھار کی حکومت پر تعینات ہوا اور کاکر قبیلے کے برباد کرنے میں [۶۰۲] کہ جو مدت دراز سے اس علاقے میں رہزنی اور رعیت آزاری کیا کرتا تھا اس نے کارنامے انجام دیے ۔ بیالیسویں سال جلوس اکبری میں تین ہزار ذات اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

جہانگیر بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں ہرات کا حاکم حسین خان شاملو اکبر بادشاہ کی وفات کی خبر سن کر لشکر کے ساتھ خراسان آیا اور اس نے قندھار کا محاصرہ کر لیا ۔ شاہ بیگ خان نہایت ہمت و مردانگی سے روزانہ لوگوں کو آراستہ کرکے میدان جنگ میں بھیجتا تھا اور رات کو قلعے کے اوپر بیٹھ کر عیش و نشاط کی مجلس ترتیب دیتا تھا ۔ جس روز قزلباس کا ایلچی قلعے کی طرف آ رہا تھا تو غلے کی انتہائی کمی تھی ، مگر اس (ارغون) نے اپنی سرکار سے راستے اور بازار میں ہر قسم کے غلے کے ڈھیر لگوا دیے تاکہ دشمن پریشان حالی کا اندازہ نہ کر سکے[2]۔ چونکہ یہ محاصرہ (حسین خان شاملو) نے ایران کے بادشاہ عباس صفوی کی اجازت کے بغیر کیا تھا اس لیے حسین خان بادشاہ کی طرف سے معتوب ہو کر نامراد واپس گیا ۔ شاہ بیگ خان بادشاہی حکم کے مطابق ۱۰۱۶ھ مطابق ۱۶۰۷–۸ء میں قندھار سے کابل پہنچا اور جہانگیر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اسے پنج ہزاری

---

۱ - ذخیرۃالخوانین جلد اول ، صفحہ ۳۴-۳۵

۲ - ذخیرۃالخوانین جلد اول ، صفحہ ۲۳۵-۲۳۶

منصب ، خاندوراں کا خطاب ، کابل کی صوبیداری اور افغانستان کے انتظام (کی ذمہ داری) ملی اور حسن ابدال سے رخصت ہو کر وہ متعلقہ خدمت پر گیا ۔

عرصۂ دراز تک اس انتظام میں مصروف رہا ۔ جب زیادہ عمر ہو جانے کی وجہ سے جسمانی قوت کم ہو گئی تو وہ سواری ور دوڑنے کے لائق نہ رہا کہ جو کابل میں ضروری ہے۔ پھر وہ بادشاہ کے حضور میں طلب کر لیا گیا اور ٹھٹھہ کی صوبیداری پر مامور ہوا ۔ چودھویں سال جلوس جہانگیری میں بڑھاپے [٦٤٣] اور زیادہ عمر ہو جانے کی وجہ سے اس نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا ، تو جہانگیر بادشاہ نے اس کی قدیمی خدمات کا لحاظ کرکے پرگنہ خوشاب کہ جو اس کی قدیم جاگیر میں تھا اور جس کی آمدنی پچھتر ہزار روپیہ تھی ، بطور مدد خرچ اس کو مرحمت فرمایا۔ کہتے ہیں کہ جب ٹھٹھہ جا رہا تھا اور آصف جاہی سے رخصت ہونے کے لیے آیا تو اس نے ملا محمد ٹھٹوی کے بھائیوں کی سفارش کی کہ جو اس کا مصاحب تھا ۔ شاہ بیگ خاں سن چکا تھا کہ ملا (محمد) کے بھائی اس (آصف جاہی) کی حمایت کے سبب سے حکام کو خاطر میں نہیں لاتے ہیں ، اس نے جواب دیا کہ اگر وہ خبردار ہو گئے تو بہتر ہے ورنہ کھال کھنچوا لی جائے گی ۔ آصف جاہی بہت ناخوش ہوا ، یہاں تک کہ اس کے کاموں کو خراب کرنے پر آمادہ ہو گیا ۔ منصب و جاگیر سے معزول کراکے گوشہ نشین کر دیا[1] ۔

شاہ بیگ خاں سادہ مزاج ترک اور سپاہی منش آدمی تھا ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں قندھار کی روانگی کے وقت شیخ فرید میر بخشی نے سامنے بلا کر علم و نقارہ عنایت کیا ۔ اس وقت (شاہ بیگ ارغون) شیخ سے کہتا ہے کہ یہ سب کس کام آئیں گے ،

---

١ - ذخیرۃالخوانین جلد اول ، صفحہ ٢٣٦

منصب بڑھا دیا جائے جاگیر دے دیں تاکہ اور سوار شاہی خدمت کے لیے فراہم کر لوں[1] ۔

مشہور ہے کہ جہانگیر جیسے بادشاہ کے دربار میں ایک دیوانے نے کہا کہ حضرت آپ کے باپ (اکبر) کے دنگل (دربار) میں چند ایسے نوجوان کھڑے ہوا کرتے تھے ، جن کا وہ مرتبہ تھا کہ شاہ بیگ ان کے سامنے ان کی پشم کے برابر بھی نہ تھا اور اب اس وقت جو لوگ کھڑے ہیں ان میں ایک بھی شاہ بیگ کی پشم کے برابر نہیں ہے ۔

وہ ہر وقت نشے میں دھت رہتا تھا ۔ کہا کرتا تھا [۶۴۴] کہ صراحی نظر کے سامنے رہے ، خواہ دنیا نہ ہو ۔ کہتے ہیں کہ اور نشے بھی مثلاً بھنگ ، افیون اور کوکنار شراب میں ملا کر استعمال کرتا تھا اور اس کا نام 'چار لغزا ر' رکھا تھا۔ شاہ بیگ کور، چار لغزاحور' عام طور سے مشہور تھا ۔

اس کے لڑکوں میں سے مرزا شاہ محمد عرف عزنین خاں صاحب کمال اور دانش مند آدمی تھا ۔ ایک ہزاری منصب پر پہنچ کر ختم ہو گیا ۔ دوسرا یعقوب بیگ جو مرزا جعفر آصف خاں کا داماد ہوا ، کم حیثیت لوگوں کی زیادہ پرورش کیا کرتا تھا ۔ وہ ترقی نہ کر سکا ۔

۱۹۶
شاہ نواز خاں بہادر مرزا ایرج

خانخاناں مرزا عبدالرحیم کا بڑا لڑکا ہے۔ (اس کی) جوانی کے آغاز میں لوگ اس کو جوان خانخاناں کہا کرتے تھے۔ شجاعت ، مردانگی، سرکشی اور سپہ آرائی میں وہ مشہور روزگار اور یکتائے زمانہ تھا ۔ اکبر بادشاہ کے چالیسویں سال جلوس میں چار صدی کے منصب

---

۱ ۔ ذخیرۃالخوانین جلد اول ، صفحہ ۲۳۵

پر فائز ہوا ۔ جب سینتالیسویں سال جلوس اکبری ۱۰۱۰ھ مطابق ۱۶۰۱ع میں اس نے ناندیر کے نواح میں ملک عنبر حبشی سے مقابلہ کیا اور اس نے غلبہ و فتح حاصل کی تو اسے 'بہادر' کا خطاب ملا[1] ۔ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں فریقین نے جاں فشانی اور جاں ستانی کے باوجود خود داری کو نہیں چھوڑا ۔ مرزا نے وہ رستمانہ کام کیے کہ رستم و اسفندیار کی داستانیں ہیچ ہو گئیں ۔ ملک عنبر کہ جس کو میدان جنگ سے زخمی اٹھا لائے تھے ، اس روز سے متنبہ ہو گیا [۶۳۵] اور خانخاناں سے ملاقات کرنے کے بعد صلح کا خواہاں ہوا ۔

جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں صوبہ برار و بالا گھاٹ احمدنگر کی سرداری پر فائز ہوا ۔ اس کی کارگزاریاں اتنی زیادہ ہیں کہ وہ سب اس کتاب میں نہیں سما سکتیں ، خاص کر کھڑکی کا کارنامہ کہ جو تمام معرکوں میں اہم ترین تھا ۔

دسویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۵ع میں جبکہ شاہ نواز خاں بالاپور و برار میں سکونت پذیر تھا تو دکن کی فوج کے چند سردار مثلاً آدم خاں، یاقوت خاں اور مالوجی کانٹیہ نے ملک عنبر سے ناراض ہو کر (شاہ نواز خاں) سے عہد و پیمان کیا اور ملک عنبر سے جنگ کرنے کی تحریک و ترغیب کی ۔ شاہ نواز خاں نے مردمی اور دل جوئی کا مظاہرہ کیا ۔ نقد و جنس کی امداد کے بعد ان کا کوچ کرا دیا اور (خود بھی) روانہ ہو گیا ۔ ملک عنبر سے پہلے محلدار خاں ، آتش خاں ، دلاور خاں وغیرہ نظام الملکی سردار مقابلے پر آ گئے اور وہ تباہ و برباد ہو کر فرار ہوئے اور ملک عنبر کے پاس پہنچے ۔ وہ کثیر لشکر ، بڑے توپ خانے ، مست جنگی ہاتھیوں اور عادل شاہی و قطب شاہی فوج کے ساتھ مقابلے کے لیے آ گیا ۔ جب پانچ چھ کوس سے زیادہ فاصلہ

---

۱ ۔ اکبر نامہ جلد سوم ، صفحہ ۷۶۵

نہیں رہا تو یعقوب خان بدخشی نے کہ جو پرانا تجربہ‌کار اور بہادر سپاہی تھا اور خانخانان (عبدالرحیم) نے مرزا (شاہ نواز خان) کا اسے مختار بنا دیا تھا ، محمد خان نیازی کے ہمراہ ایسے مقام کو میدان جنگ بنایا کہ جس کے سامنے پانی کا نالہ تھا - تیر انداز جوانوں کو اس (نالہ) پر مقرر کر دیا - جیسے ہی غنیم کی ہراول فوج کے اچھے سوار [۶۰۶] جو سب کے سب نوجوان اور ملک عنبر کے تربیت کردہ تھے آگے بڑھ کر نالے کے کنارے پر آئے ، اس جانب سے قرقچی (نگران) نوجوانوں نے تیر اندازی شروع کر دی تو بہت سے گھوڑے اور آدمی ہلاک ہو گئے - اس کے بعد داراب خان ہراول فوج کے بہادروں اور دوسرے دلیروں کے ہمراہ اس نالے سے گزر کر حملہ آور ہوا - چونکہ ملک عنبر قلب لشکر میں استقلال کے ساتھ قائم تھا اس لیے بہت دیر تک جدال و قتال کا ہنگامہ برپا رہا - عجب و غریب مقابلہ اور جنگ ہوئی - کشتوں کے پشتے لگ گئے - کہتے ہیں کہ شاہ نواز خان نے اس روز جنگ میں خوب زور دکھایا - غضبناک شیر کی طرح جس طرف حملہ کرتا تو دشمن کی فوج کے چھکے چھوٹ جاتے اور وہ بھاگ کھڑا ہوتا اور بنات‌النعش کا منظر سامنے آ جاتا - مجبوراً ملک عنبر ہمت ہار بیٹھا اور اس کو شکست ہوئی - مرزا نے تین کوس تک تعاقب کرکے بھاگنے والوں کو قتل کیا - شب کی تاریکی اور (بہادران لشکر) کی ماندگی و خستگی کی وجہ سے واپس آنا پڑا - دشمن کے سرداروں کی بڑی تعداد ، توپ خانہ ، ہاتھی اور دوسرے غنائم ہاتھ لگے - دوسرے روز کھڑکی کی طرف کہ جو دولت آباد سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہے اور اس زمانے میں اورنگ‌آباد کے نام سے مشہور ہے ، ملک عنبر کا مسکن اور پناہ گاہ تھی ، روانگی کر دی - جب اس علاقے میں مخالفوں کا نشان بھی نہ ملا تو اس آبادی کے باغات اور عمارتیں نذر آتش کرکے منہدم کرا دی گئیں - وہاں سے واپس ہو کر روہنکھیڑہ کی پہاڑی سے [۶۰۷] اتر کر بالاپور پہنچا -

جتنے سردار اس کے ساتھ تھے ۔ ان سب کے مناصب میں بادشاہ کی طرف سے اضافہ کیا گیا ۔ شاہ نواز خان پانچ ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ چونکہ جہانگیر بادشاہ اس وقت اجمیر شریف میں موجود تھا ، وہ اس عطیے (فتح کھڑکی) کا شکریہ ادا کرنے کے لیے محل شاہی سے پیدل حضرت خواجہ معین‌الدین کے روضے پر گیا اور وہاں پہنچ کر نذر و بخشش میں مشغول ہوا ۔

جب بارھویں سال جلوس جہانگیری میں شاہزادہ شاہجہاں کی کوشش سے ملک عنبر نے اس علاقے کو کہ جو شاہی حکومت سے متعلق تھا اور وہ اس پر قابض ہو گیا تھا ، سابق دستور کے مطابق شاہی آدمیوں کے سپرد کر دیا ، اور قلعوں اور گڑھیوں کی کنجیاں (شاہی آدمیوں کے) حوالے کر دیں تو شاہزادے (شاہجہاں) نے مہات دکن سے فارغ ہونے کے بعد واپسی کے وقت شاہ نواز خاں کو بارہ ہزار سواروں کے ہمراہ بالا گھاٹ کے مفتوحہ علاقے کے انتظام کے لیے مقرر کیا ۔

چونکہ (شاہ نواز خاں) جوانی اور اقتدار کے زمانے میں مےنوشی کا عادی ہوگیا تھا، خوشامدی اور خانہ برانداز مصاحبوں کی صحبت سے (اس شوق میں) اور اضافہ ہو گیا ۔ چودھویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۸ھ مطابق ۱۶۱۹ع میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا ۔

مرزا ایرج جوان ، وجیہہ اور عالی فطرت تھا ۔ شجاعت و دانش مندی دونوں صفات سے متصف تھا ۔ معرکہ آرائی اور سرداری میں بے مثل تھا ۔ ان خوبیوں کے باوجود خوش لباس اور فیاض نہ تھا ۔

۱۹۷

شیر خواجہ

اتائی سادات سے ہے ۔ ماں کی جانب سے نقش بندی ہے [۶۴۸] بادشاہ‌خواجہ نام تھا۔ اس کے بہادرانہ کاموں کے سبب سے اکبر بادشا

نے اس کا نام شیر خواجہ رکھ دیا۔ تیسویں سال جلوس اکبری میں سعید خاں چغتا کے ساتھ یوسف زئی (قبائل) پر حملہ آوری کے لیے مامور ہوا[۱]۔ اس کے بعد شاہزادہ سلطان مراد کے ساتھ دکن کی مہم پر تعینات ہوا۔ چالیسویں سال جلوس اکبری میں چند آدمیوں کے ہمراہ شاہزادے سے اجازت حاصل کرکے پٹن کی طرف گیا اور اخلاص خاں سے مقابلے میں خوب بہادری دکھائی۔

اکتالیسویں سال جلوس اکبری میں جب شاہی لشکر نے دکن کی سپاہ سے مقابلہ کیا اور اس جنگ میں خاندیس کا حاکم راجا علی‌خاں کام آ گیا تو وہ (شیر خواجہ) لشکر کی سیدھی طرف ہراول فوج کا سردار تھا۔ اس نے کار نمایاں انجام دیے۔ اس کے بعد اس نے شیخ ابوالفضل کے ہمراہ دکن میں نمایاں کارگزاریاں اور اچھی خدمات انجام دیں۔

اس لڑائی میں جو قصبہ بیر میں ہوئی تھی، اس نے حملہ کیا اور مخالف فوج کا قافیہ تنگ کردیا۔ پھر زخمی ہوکر وہ قصبہ بیر میں پہنچا۔ چونکہ دکنیوں نے کثیر فوج کے ساتھ آکر قصبہ مذکور کا محاصرہ کر لیا تھا، اور غلے کی کمی کی وجہ سے محصورین (قلعہ) سخت پریشان تھے۔ یہاں تک کہ کچھ عرصے تک انھوں نے گھوڑوں کا گوشت کھایا۔ چونکہ دریائے گنگا (گوداوری) میں طغیانی آ جانے کی وجہ سے کمک کی کوئی امید نہ رہی تھی اس لیے یہ ارادہ کیا کہ جنگ کرکے خود کو ختم کر دیا جائے۔ اس دوران میں شیخ ابوالفضل کو اطلاع ہو گئی اور وہ مناسب فوج لے کر وہاں پہنچ گیا۔ محاصرہ کرنے والے محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے۔ شیر خواجہ سے ملاقات کے بعد شیخ (ابوالفضل) نے یہ چاہا کہ اپنے لڑکے شیخ عبدالرحمان کو تھانہ بیر میں چھوڑ دے۔ [٦٣٩] خواجہ

۱۔ اکبر نامہ جلد سوم، صفحہ ٤٧٦

رضامند نہ ہوا بلکہ خود ذمہ داری لے لی ۔ اس وجہ سے چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں اسے علم و نقارہ مرحمت ہوا ۔

اکبر بادشاہ کے انتقال کے بعد (جہانگیر) بادشاہ نے اس کو خلعت عنایت کیا ۔ یہ معلوم نہیں کہ کس وقت وہ (جہانگیر) بادشاہ کے حضور میں آیا ۔ دریائے بہٹ (جہلم) کے کنارے پر جو ہنگامہ ہوا ، اور جس میں مہابت خاں نے (جہانگیر بادشاہ کے ساتھ) زبردست گستاخی کی تھی ، وہ جہانگیر بادشاہ کے ساتھ تھا ۔ جہانگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد و آصف جاہی کے ہمراہ اس لڑائی میں شریک رہا جو شہریار (شہزادے) کے ساتھ ہوئی تھی ۔ شاہجہاں بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں وہ قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔ اسے چار ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور 'خواجہ باقی خاں' کا خطاب ملا ۔ ٹھٹہ کی صوبیداری پر فائز ہو کر وہاں گیا ۔ دوران سفر ۱۰۳۷ھ مطابق ۱۶۲۸ع میں اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس کا لڑکا خواجہ ہاشم پانسو ذات اور ایک سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

۱۹۸

شہباز خاں معروف بہ شیرو روهیلہ

شاہجہاں بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں اسے شہباز خاں کا خطاب ملا اور وہ مہابت خاں کے ہمراہ بلخ کے والی ندر محمد خاں کے دفعیہ کے لیے جو کابل کے نواح میں فساد برپا کر رہا تھا ، تعینات ہوا[1] ۔ اس کے بعد عبداللہ خاں کے ہمراہ ججھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ کے لیے جس نے پہلی مرتبہ بغاوت کی تھی ، نامزد ہوا ۔ [۶۵۰]

تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں راؤ رتن ہادا کے ہمراہ ہاسم میں اسے قیام کرنے کا حکم ہوا اور علم مرحمت ہوا ۔ اس

---

۱ ۔ بادشاہنامہ جلد اول حصہ اول صفحہ ۲۱۳

کے ہمہ نصیری خاں کے ساتھ دکن کے مضاف قلعہ قندھار کی طرف گیا اور اس کے فتح کرنے میں اس نے نمایاں کوشش کی - بعد ازاں اعظم خاں کے ساتھ بیدر کے مضافات بھالکی اور چلاوہ کے نواح میں گیا - چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں اس حکم کے انتظامی رسالے میں شہ حسن میر بہادر خاں روہلہ اور د سف خاں تاشکندی اہل دکن کے ہاتھوں دوچار ہو گئے تھے ، ۱۰۰۰ھ مطابق ۱۶۳۰ء میں وہ اپنے لڑکے کے ہمراہ اپنے آقا کی خدمت احکام میں مارا گیا - دین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچ گیا تھا -

۱۹۹
شیر خاں

ناہر خاں تونور عرف ہے - اس کے بزرگ خاندیس کے فاروقی (حکمران خاندان) کے قدیم نوکر تھے - وہ (شیر خاں) ابھی بچہ تھا کہ اس کا باپ مر گیا - راجا علی خاں فاروقی نے یتیمی کی حالت میں اس کی پرورش کی - اس نے اپنی فطری لیاقت اور مقدر کی یاوری سے بہت جد و جہد کی اور خان جہاں لودی کے پاس پہنچ گیا - اس نے از راہ کرم اس کی تربیت میں حصہ لیا - (شیر خاں نے) تھوڑے ہی عرصے میں شاہی منصب حاصل کر لیا اور صوبۂ گجرات میں تعینات ہو گیا -

جب شاہزادہ ولی عہد (شاہجہاں) ، جہانگیر بادشاہ کے خلاف ہو گیا تو اس زمانے میں بادشاہ کی طرف سے گجرات کی نائب صوبیداری عبداللہ خاں کے سپرد ہوئی اور اس کی جانب سے ایک بے حیثیت خواجہ سرا [۱۹۰] احمد آباد کے انتظام کے لیے روانہ ہوا - ناہر خاں ، مرزا صفی سیف خاں کی سلسلہ جنبانی اور مراسلت کے بعد ، جو اس زمانے میں گجرات کا دیوان تھا ، اپنی جاگیر سے یکبارگی احمد آباد پہنچا اور سیف خاں کے ہمراہ اس نے شہر پر قبضہ کر لیا - جب مانڈو میں عبداللہ خاں کو اطلاع ہوئی تو وہ جنگ

کے ارادے سے نہایت تیزی کے ساتھ آ گیا ۔ ناہر خاں خود سیف خاں
. فوج کا ہراول بنا اور اس سے مقابلہ کیا اور محض خدا کی مدد سے
ہ فتح یاب ہوا ۔ اس نمایاں کارگزاری کے صلے میں دربار شاہی سے
سے تین ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب اور 'شیرخاں'
کا خطاب ملا ۔

جہانگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد جب شاہجہاں بادشاہ
حدود گجرات میں پہنچا تو شیر خاں کی درخواست پہنچی ، جس میں
دولت خواہی ، فدویت اور وہاں کے صوبیدار سیف خاں کے باطل
رادے کا ذکر تھا ۔ چونکہ سیف خاں کی نافرمانی ہم عصر لوگوں
کو پہلے سے معلوم تھی لٰہذا شیر خاں کی تحریر کو سچ سمجھا گیا۔
شاہجہاں بادشاہ نے اس کو شاہانہ نوازش سے نوارا اور گجرات
کی صوبیداری پر نام زد کیا[1] ، اور حکم ہوا کہ احمد آباد پر قبضہ
کرکے سیف خاں کو نظربند کرے ۔ جب بادشاہ کی سواری
محمود آباد پہنچی جو احمد آباد سے بارہ کوس کے فاصلے پر ہے
و شیر خاں [۶۵۲] تمام متعینہ لوگوں کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں
حاضر ہوا - ۱۷ ربیع الثانی ۱۰۳۷ھ (۱۶ دسمبر ۱۶۲۷ع) کو تالاب
کاکریہ کے کنارے پر کہ جو شہر کے باہر واقع ہے ، شاہی
لشکر نے قیام کیا ۔ اصل و اضافہ کے بعد شیر خاں کو پنج ہزاری
ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب اور مملکت گجرات کی
صوبیداری ملی ۔

جس سال شاہجہاں بادشاہ خان جہاں لودی کی بیخ کنی کے
لیے شہر برہان پور پہنچا اور خواجہ ابوالحسن تربتی کو ناسک و
سنگمنیر کی فتح کے لیے روانہ کیا تو یہ طے ہوا کہ شیر خاں کے
گجرات سے آنے تک قلعہ للنگ کے نواح میں وہ برسات گزارے -
خواجہ (ابوالحسن) دھولیہ میں اس وقت تک مقیم رہا جب تک
کہ شیر خاں اس کے پاس آیا اور اس کے آ جانے پر فوراً چاندور

---

۱ - بادشاہنامہ جلد اول ، حصہ اول، صفحہ ۱۲۶

کے نواح پر حملہ آوری کے لیے مامور ہوا، اور اس علاقے کی غارت گری اور بربادی شروع کر دی ، اور کثیر مال غنیمت کے ساتھ واپس ہوا ۔ اس کے بعد اس نواح میں دوڑ دھوپ اور انتظامی سلسلے میں خواجہ (ابوالحسن) کا وہ شریک کار رہا ۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۰ھ مطابق ۳۱—۱۶۳۰ع میں (شیر خاں) اس دنیا سے رخصت ہو گیا ۔

سپاہی منش اور نہایت متواضع سردار تھا ۔ اگرچہ سخاوت میں معمولی درجہ رکھتا تھا لیکن فوج کے ساتھ حسن سلوک اور رعایت کیا کرتا تھا ۔ (فوج کو) ماہ بماہ تنخواہ دیتا تھا ۔ سواروں پر بھی غیر حاضری کی وجہ سے جرمانہ نہیں کرتا تھا ۔ شراب کثرت سے پیتا تھا لیکن محل کے لوگوں کے ساتھ (پیتا تھا) ۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس امارت اور شان کے باوجود جانوروں کو اپنے سامنے دانہ کھلاتا تھا [۶۵۴] اور کہا کرتا تھا کہ میں جانتا ہوں کہ اس میں بہت سی قباحتیں ہیں لیکن میری عادت پڑ گئی ہے ، جو نہیں چھوٹ سکتی ۔

اس کے لڑکوں میں سے یاسین خاں اور شمشیر خاں نے باپ کے سامنے ترقی کر لی تھی لیکن موت نے ان کو نہ چھوڑا ۔ پہلا لڑکا ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر پہنچا اور آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کا انتقال ہو گیا ۔ تیسرے (لڑکے) کا نام دلاور خاں تھا ۔

۲۰۰

شیر خاں ترین

فوشنج کا زمیندار ہے ۔(فوشنج) پوشنگ[۱] کا معرب ہے اور وہ قندھار و بھکر کے درمیان ایک گاؤں ہے ۔ شیر خاں کے بزرگ شاہی

---

۱ ۔ پشین مراد ہے جو کوئٹہ کے شمال میں ایک قصبہ ہے (ب)

ملازمین میں تھے ۔ چونکہ اس کے باپ کی شاہ بیگ خاں کابلی سے موافقت نہ ہو سکی کہ جو اکبر بادشاہ کی طرف سے قندھار کی حکومت پر فائز تھا ، اس لیے وہ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں ایران چلا گیا اور اس نے شاہ عباس صفوی کی ملازمت کر لی ۔ شیر خاں کی نشو و نما اسی علاقے میں ہوئی ۔ جب (ایران کے) شاہ عالی جاہ نے قندھار پر حملہ کرکے ۱۰۳۱ھ مطابق ۱۶۲۲ع میں اس علاقے پر قبضہ کر لیا تو شیر خاں کو فوشنج کی حکومت اور اس نواح کے افغانوں کے قبائل کے انتظام پر نام زد کیا ۔ چونکہ وہ وجیہ صورت اور رعب دار ہونے کے ساتھ دانش مند اور ذہین تھا اس لیے اپنی موروثی ریاست پر فائز ہو کر اس نے اس علاقے میں سکہ جما دیا وہ عراق و ہندوستان کے مسافروں سے [۶۵۴] حسب منشا رقوم بطور راہداری لیا کرتا تھا اور اگر موقع پاتا تو قتل و غارت بھی کر دیتا تھا ۔

بادشاہ ایران کے انتقال کے بعد وہ سرکشی اور فتنہ پردازی کی بنا پر مرداں خاں زیک سے کہ جو قندھار کا حاکم تھا الجھنے لگا اور اس کی اطاعت ترک کر دی ۔ جب ایران کے بادشاہ شاہ صفی کو متواتر یہ خبریں ملیں کہ قافلوں اور تاجروں کی آمد و رفت اس کے ظلم و ستم کی وجہ سے بآسانی نہیں ہو سکتی ہے تو اس کی طلبی کا حکم صادر کر دیا ۔ شیر خاں نے کچھ عرصہ لیت و لعل میں گزارا ۔ آخرکار غور کرنے کے بعد وہ شاہجہاں بادشاہ کی جانب متوسل و متوجہ ہوا ۔ (شاہجہاں بادشاہ کے) دربار سے کشمیری خاں فرمان محبت اور خلعت فاخرہ لے کر روانہ ہوا ۔ (کشمیری خاں، کشمیر کا برہمن تھا اور (شاہجہاں) کی شاہزادگی کے زمانے میں (شاہجہاں) کے حضور میں مسلمان ہوا تھا اور اس نے (جہانگیر و شاہجہاں کے اختلاف کے) زمانے میں اچھی خدمات انجام دی تھیں ، اور اہل ایران کی بہت پیروی کیا کرتا تھا ۔ شیر خاں نے برف اور بارش کا عذر کرکے کشمیری خاں کو بھکر میں مقیم رکھا

یہاں تک کہ (ایران کے) بادشاہ کو اطلاع ہوگئی ۔ لہذا دل جوئی اور ہمدردی کی دوسری تحریر اس کے نام صادر ہوئی اور (بادشاہ نے) مخفی طور سے علی مردان خاں کو حکم دیا کہ اس رشیر خاں) کی بیخ کنی کے موقع کا منتظر رہے ۔ شیر خاں نے مرو میں اس دوسری تحریر کو (پا کر) اپنے مقصد کو کامیاب سمجھا اور کشمیری خاں کو ذمرات واپس کر دیا [۵د۲] ۔

جب چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں شیر خاں اس نواح کے کوہستان کے افغانوں کی ایک جماعت فراہم کرکے بھکر کے مضافات میں حوالی سیوی اور گنجابہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا تو علی مردان خاں موقع پا کر قندھار کے چار ہزار زمینداروں اور ملازم سواروں کے ہمراہ یلغار کرتا ہوا صبح کے وقت قلعہ فوشنج پہنچ گیا اور فوراً شیر خاں کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا اور بہت سے مال و اسباب کے ساتھ جو اس نے رہزنی اور ڈکیتی کرکے جمع کیا تھا ، قندھار بھیج دیا ، اور خود وہیں مقیم ہو گیا ۔ اس خبر سے شیر خاں کے ہوش و حواس باختہ ہو گئے اور گنجابہ کے مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر نہایت تیزی سے روانہ ہوا ۔ علی مردان خاں نے راستہ روک کر حملہ کر دیا ۔ اگرچہ قزلباش کا ہراول لشکر قائم نہ رہ سکا لیکن علی مردان خاں نے قلب لشکر کے ساتھ بہادرانہ استقامت دکھائی ۔ اس ہنگامے میں اس (علی مردان خاں) نے ایڑی در بندوق کی گولی کھا کر ایک جست کی مگر ظاہر نہ کیا اور اس شدید زخم کے باوجود کچھ اور آگے بڑھا ۔ لوگوں کی ہمت افزائی کرتے ہوئے جنگ میں ایسی کوشش کی کہ دشمن شکست کھا کر منتشر ہو گیا ۔ علی مردان خاں بخیر و عافیت مال غنیمت کے ساتھ قندھار واپس آیا ۔ شیر خاں نے دوکی پہنچ کر بہت تدبیریں کیں کہ کسی طرح کامیاب ہو جائے لیکن ناکام رہا ۔

(شیرخاں) مجبوراً اپنے وطن سے مایوس ہوکر احمد بیگ خاں کے پاس کہ جو یمین الدولہ کی نیابت میں ملتان کا حاکم تھا ، اور پانچویں سال جلوس شاہجہانی [۶۵۶] ۱۰۴۱ھ مطابق ۱۶۳۱-۳۲ع میں شاہجہاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ دو ہزاری منصب اور صوبہ پنجاب میں ایک وسیع علاقہ بطور جاگیر حاصل ہوا اور بیس ہزار روپیہ نقد انعام ملا[1] اور مزید نوازش ہائے شاہانہ سے سرفراز ہوا۔ لیکن اپنے بچوں کی گرفتاری اور اہل و عیال کی مفارقت کے سبب سے ہمیشہ نہایت بے چین و بے قرار رہا ۔ شب و روز گریہ و زاری کرتا ، اگرچہ شاہ (ایران) اس کے اہل و عیال کو عزت و احترام سے رکھے ہوئے تھا ۔

چونکہ خوش رو ، خوش وضع ، ذہین و ذکی اور پہاڑی لوگوں میں ممتاز تھا اس لیے شاہی دربار میں اس کی عزت و قربت دن بدن زیادہ ہونے لگی ۔ وہ بھی سلطنت کی بہی‌خواہی اور شائستہ خدمات پر کمر بستہ رہا اور پرینڈہ کی مہم میں شاہزادہ محمد شجاع کے ہمراہ رہا ۔ اور نویں سال جلوس شاہجہانی میں سید خان جہاں کے ساتھ عادل شاہیوں کی تنبیہ اور اس (عادل شاہی حاکم) کے ملک کی تاراجی میں نمایاں کوشش کی ۔

چونکہ اس کی تقدیر میں اس کی بد اعمالیوں کی سزا ملنی باقی تھی ، زمانے نے دوسری ناکامی کا منہ دکھایا ۔ (لوگوں نے) شاہ صفی صفوی کو یہ اطلاع پہنچائی کہ شیر خاں قندھار کی تسخیر کے لیے تیار ہو کر اس خدمت کے انجام دینے پر آمادہ ہو گیا ہے ، اور چونکہ وہ واقف کار اور گروہ بند ہے اور ترین قبیلے کے علاوہ اس نواح کے قبائل کاکر اور بنی اس سے متفق ہیں ، ایسا نہ ہو کہ اس کو کامیابی ہو جائے ۔ شاہ (ایران) نے مصلحت وقت کے مطابق ایک تحریر اس کو بھیجی جو خیر خواہی ، قدیمی ملازمت کی تجدید

---

۱ - بادشاہنامہ جلد اول ، حصہ اول صفحہ ۳۱۹-۳۲۱

اور جس طرح [۶۵۷] ہو سکے ہندوستان سے چلا آئے ، ان امور پر مشتمل تھی ۔ یہ تحریر شاہی آدمیوں کے پاس پہنچائی گئی ۔ جب (یہ تحریر) شاہجہاں بادشاہ کے سامنے پیش ہوئی تو اس کو منصب سے معزول کرکے اس کی جاگیر ضبط کر لی گئی اور دربار کی حاضری ممنوع ہو گئی ۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ (شاہجہاں) پنجاب کی طرف گیا تو اس کو ہمراہ نہیں لیا بلکہ اکبر آباد میں نظربند کر دیا اور ایک ہزار روپیہ ماہوار مقرر کر دیا ۔ اس نے اپنی بے تقصیری کے متعلق بہت کوشش کی اور برأت کے سلسلے میں بہت دوڑ دھوپ کی مگر کامیابی نہ ہوئی ۔ دو تین سال تک آگرہ میں گوشہ‌نشیں رہ کر دق کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور عین عالم جوانی میں فوت ہو گیا ۔

افسوس کہ یہ چرخ کج رفتار و دغاباز اکثر بے بنیاد جھوٹ کو سچ دکھا کر ہر چھوٹے بڑے کو باور کرا دیتا ہے اور بہت سے صادق‌القول نیک نہاد لوگوں کو انقلاب میں مبتلا کردیتا ہے اور دشمن کو کامیاب کرتا ہے ۔ افسوس صد افسوس ! اگر نظر غائر سے کام لیا جائے تو وہ (چرخ) اس نالائقی اور کج‌روی کا عادی ہے کہ جزا اور نتیجے کی صورت میں وہی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں کہ جن کو وہ چاہتا ہے ۔

ع صورت اعمال ماست ہر چہ بما می‌رسد

۲۰۱
شاہ قلی‌خاں وقاص حاجی

وہ بلخ کا رہنے والا ہے ۔ شاہجہاں بادشاہ کے پانچویں سال جلوس کی ابتدا میں وہ اپنے وطن سے وہاں کے حاکم نذر محمد خان کی جانب سے بطریق سفارت ہندوستان آیا ۔ جب وہ اکبر آباد کے نواح میں پہنچا تو معتمد خاں بخشی اس کے استقبال کے لیے روانہ ہوا اور اسے بادشاہ کے حضور میں لایا [۶۵۸] ۔ اس نے خان مذکور

کا خط اور تحائف پیش کیے جن کی قیمت پندرہ ہزار روپے تھی۔ خلعت اور مرصع خنجر قیمتی چار ہزار روپیہ اس کو مرحمت ہوا۔ اور اس کے لڑکے مومن کو بھی خلعت دیا گیا۔ دو روز کے بعد اس نے پینتیس گھوڑے، دس اونٹ اپنی طرف سے اور اٹھارہ گھوڑے اور چند اونٹ اس کے لڑکے نے نذرانے میں پیش کیے۔ اس کو تیس ہزار روپیہ اور اس کے لڑکے کو دس ہزار روپیہ مرحمت ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد جب شمسی سال کے اعتبار سے بادشاہ کے وزن کا جشن منایا گیا تو پھر بیس ہزار روپیہ اس کو اور پانچ ہزار روپیہ اس کے لڑکے کو انعام دیا گیا۔ چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں اس کو خلعت، گھوڑا مع طلائی زین اور ہاتھی، اور اس کے لڑکے کو خلعت عنایت ہوا اور نذر محمد خان والی بلخ کے خط کا جواب تربیت خاں کو ہمراہ کرکے اس کو روانگی کی اجازت ہوئی۔

چونکہ اس نے ہندوستان کی شان و شوکت دیکھی اور وہاں کی بخشش و عطا سے متعارف ہوا لہذا وہ اپنے وطن مالوف سے دل برداشتہ ہوگیا۔ نویں سال جلوس شاہجہانی میں تقدیر کی یاوری سے وہ ہندوستان آیا اور شاہی دربار میں حاضر ہوا۔ ایک ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کا منصب، خلعت، مرصع خنجر، طلائی میناکار شمشیر، طلائی زین کے ساتھ گھوڑا، ہاتھی اور بیس ہزار روپیہ نقد انعام ملا[1]۔ جب اسی سال (نویں سال جلوس) کے آخر میں یہ اطلاع ملی کہ کانگڑہ کا فوجدار مرزا خان منوچہر اپنی بددماغی سے گوشہ نشین ہو گیا ہے تو کوہستان کے محال کو ضبط کرنے کے واسطے اصل و اضافہ کے بعد اسے دو ہزاری ذات [۶۵۹] اور دو ہزار سوار کا منصب ملا اور 'شاہ قلی خاں' کا خطاب، علم، خلعت، تعلقہ مذکور کی ذمہ داری، مرصع خنجر، گھوڑا اور ہاتھی عنایت ہوا[2]۔

---

۱ - بادشاہنامہ جلد اول، حصہ دوم، صفحہ ۱۶۶

۲ - ایضاً صفحہ ۲۱۷

وہاں پہنچنے کے بعد وہ انتظام میں مشغول ہوا۔ اس نے جمو کے زمیندار بھوپت ولد سگرام کو طلب کیا، جو ہمیشہ سے وہاں کے فوجداروں کا مددگار تھا اور خدمت کی بجاآوری میں آہستہ آہستہ تساہل کرتا تھا۔ وہ (زمیندار) بڑی سپاہ کے ساتھ آیا۔ شاہ قلی خاں نے فوج فراہم کرکے مقابلہ کیا۔ جنگ و جدال کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قتل ہوا۔ یہ کارگزاری بادشاہ کی نظر میں قابل تعریف ٹھہری۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے خلعت، نقارہ اور ہاتھی مرحمت ہوا۔

بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں جس زمانے میں کہ بادشاہ (شاہجہاں) دارالسلطنت (لاہور) گیا، وہ راستے میں بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا اور تعلقہ مذکور (کانگڑہ) سے تبدیل ہو کر جاں نثار خاں کے انتقال کے بعد بھکر کی حکومت پر فائز ہوا۔

چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب، خلعت اور صوبۂ کشمیر کی نظامت، طلائی مینا کار شمشیر اور پچاس ہزار روپیہ انعام ملا۔ ١٠٥٠ھ مطابق ١٦٤٠ع میں حسن ابدال کے نواح میں پہنچ کر فوت ہو گیا۔

اس کا لڑکا محمد امین دو سو ذات اور پانسو سوار کے منصب پر فائز [٦٦٠] ہوا اور چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کا بھی انتقال ہو گیا۔

٢٠٢
شادی خاں اوزبک

شاہجہاں بادشاہ کے زمانے کا منصب دار تھا۔ قلعہ قندھار پر تعینات ہوا۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی، ١٠٥٨ھ مطابق ١٦٤٨ع میں جبکہ شاہ ایران قلعۂ مذکور (قندھار) کی فتح کے ارادے سے آکر باغ گنج علی خاں میں مقیم ہوا تو شادی خاں اوزبک بادشاہی قلعہ دار

خواص خاں کی طرف سے دروازہ ویس قرن کی حفاظت پر مقرر ہوا۔ محاصرے کے بعد جب جنگ نے طول کھینچا تو اس نے حق نمک کو نظر انداز کرکے بے غیرتی اختیار کی اور دشمن کے آدمیوں سے مل گیا۔ قبچاق خاں کو بھی کہ جس کے حالات علیحدہ درج ہیں، خلاف کر دیا۔ اس نے بعض دوسرے منصب داروں کے ہمراہ قلعہ‌دار کے سامنے آ کر کہا کہ برف باری کی کثرت کے سبب سے راستے بند ہیں، کمک آنے کی کوئی امید نہیں ہے اور قزلباش فوج کی جد و جہد سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ قلعہ جلد فتح ہو جائے گا، پھر نہ ہماری جان کو امان ہے اور نہ ہمارے اہل و عیال کو رستگاری ہو سکے گی۔ قلعہ‌دار کو ایسے موقع پر اپنی تلوار چلانی چاہیے تھی مگر اس کی ہمت پست ہو چکی تھی، للہذا ان نے نصیحت کو کافی سمجھا۔

بیت

ہر کجا زخم بایدت فرمود
گر تو مرہم نہی ندارد سود [٦٦١]

اس کے بعد وہ اپنے گھر کو چلا گیا۔ چند روز کے بعد اس نے قلعہ دار کے پاس یہ خبر بھیجی کہ شاہ ایران کی طرف سے محمد بیگ نامی ایک شخص شرف‌الدین کے ہمراہ آیا ہے کہ جو قلعہ بست کے ذخیرے اور عمارت کا داروغہ ہے، (وہ اپنے ساتھ) کچھ پیام اور چار تحریریں لایا ہے۔ قلعہ دار نے میرک حسن بخشی کو بھیجا کہ اس آنے والے کو واپس کر دے۔ جب وہ (بخشی) دروازے پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ محمد بیگ کو شادی خاں دروازے میں بٹھائے ہوئے ہے اور قبچاق خاں اور منصب‌داروں کی ایک جماعت بیٹھی ہے۔ اس لیے اس نے واپس ہو کر قلعہ دار کو اس کیفیت سے آگاہ کیا۔ اس نے اپنے لشکر نویس کو بھیجا کہ محمد بیگ کی وہیں نگرانی کرے اور شادی خاں و قبچاق خاں کو

میرے پاس بھیج دے - جب وہ لوگ آگئے تو ان سے (قلعہ دار نے) دریافت کیا کہ میری اجازت کے بغیر دشمن کے آدمیوں کو اندر آنے کی کیوں اجازت دی ؟ انھوں نے کہا کہ چونکہ چند تحریریں لایا تھا اس لیے ان کے دیکھے بغیر واپس کر دینا مناسب نہ تھا - قلعہ دار نے دروازۂ مذکور پر خود آ کر ان تحریروں کو دیکھا اور قلعہ بست کے قبضے سے نکل جانے کی کیفیت معلوم ہو جانے پر پانچ روز کا وعدہ کیا - پانچویں روز شادی خان نے ۲۸ صفر ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۶۴۶ع کو دروازہ ویس قرنی ، شاہ ایران کے سردار علی قلی خان کے سپرد کر دیا[۱] اور قبچاق خان کے ہمراہ شاہ مذکور (ایران) کے پاس چلا گیا -

۲۰۳

شجاعت خان شادی بیگ

جانش بہادر کا لڑکا ہے کہ جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے - [۶۶۲] شاہجہاں بادشاہ کے ساتویں سال جلوس میں اسے اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کا منصب اور 'شادی خان' کا خطاب مرحمت ہوا[۲] - بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں خلعت ، جیغہ ، مرصع خنجر ، طلائی مینا کار شمشیر اور چاندی کی زین کے ساتھ گھوڑا مرحمت ہوا اور وہ نذر محمد خان

---

۱ - یہ سال ۱۰۵۹ھ مطابق ۱۶۴۹ع ہونا چاہیے - یہ چھاپے کی غلطی ہے کیونکہ شادی خان ۱۰۵۸ع میں قندھار پر متعین ہوا - نیز دیکھیے عمل صالح جلد سوم صفحہ ۷۳-۷۷ ، خافی خان جلد اول صفحہ ۶۸۸-۶۸۹ ، ہسٹری آف شاہجہاں از بنارسی پرشاد سکسینہ صفحہ ۲۲۴-۲۲۵ ، کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۲۰۴ (ب)

۲ - بادشاہنامہ جلد اول، حصہ دوم صفحہ ۱۳

(والی بلخ) کے خط کا جواب اور ایک لاکھ روپے کے قیمتی تحائف لے کر بلخ روانہ ہوا۔

چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں سے واپس آیا اور جس زمانے میں بادشاہ (شاہجہاں) کشمیر سے دارالسلطنت لاہور کو واپس آیا تو وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس نے ستائیس گھوڑے نذر گزرانے۔ بادشاہ نے از راہ کرم اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور بارہ سو سوار کا منصب اور شاہ قلی خاں کو تبدیل کرکے بھکر کی حکومت اور گھوڑا مرحمت فرمایا۔ اس کے بعد جب ٹھٹھہ کے صوبیدار غیرت خاں کے انتقال کی خبر بادشاہ کو ملی تو اس کو خلعت، شمشیر، منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ اور صوبۂ مذکور (ٹھٹھہ) کی صوبیداری ملی۔ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں تین سو سوار کا اضافہ ہوا اور اس طرح ذات اور سوار کے اعتبار سے اس کا منصب برابر ہو گیا۔

انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہزادہ مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی فتح کے لیے مقرر ہوا۔ چونکہ بادشاہزادہ کا دل اس علاقے میں نہیں لگا اور وہ واپس چلا آیا تو جملۃالملکی سعداللہ خاں وہاں کے انتظام کے لیے تعینات ہوا۔ سعداللہ خاں نے اس کو اس نواح کے انتظام کے ساتھ ساتھ میمنہ کا انتظام بھی دے دیا اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے خلعت، گھوڑا مع طلائی زین اور سیو رام گور کی تبدیلی کے بعد کابل کی قلعہ داری [٦٦٣] ملی اور حکم ہوا کہ میمنہ سے اس کے پہنچنے تک ملتفت خاں انتظام کرے۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ساتھ قندھار کی طرف روانہ ہوا اور اس کو قراول فوج کا سردار کیا گیا اور وہاں پہنچنے کے بعد قلیج خاں کے ہمراہ قلعہ بست کے فتح کرنے کے لیے گیا اور اصل و اضافہ کے

بعد دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور قزلباشوں کی جنگ میں جو رستم خاں اور قلیج خاں سے ہوئی تھی ، اس نے اپنی فوج میں استقلال قائم رکھا ۔ اس کا لڑکا محمد سعید ایک گروہ کے ساتھ کار سرکار میں کام آ گیا ۔ اسی وجہ سے تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب ، علم اور نقارہ مرحمت ہوا ۔

پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دوبارہ شاہزادہ مذکور (محمد اورنگ زیب بہادر) کے ہمراہ مہم مذکور (قندھار) پر گیا۔ اسی زمانے میں (شاہجہاں) بادشاہ نے کابل کا سفر کیا ۔ چونکہ وہ وہاں کا قلعہ دار تھا لہذا حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔ خلعت ، جیغہ مرصع ، گھوڑا مع زین مطلا ، ہاتھی ، اصل و اضافہ کے بعد تین ہزار پانسو ذات اور تین ہزار سوار کا منصب اور 'شجاعت خاں' کا خطاب مرحمت ہوا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ قلعہ قندھار کی فتح کے لیے اور وہاں سے رستم خاں بہادر کے ساتھ قلعہ بست کی طرف گیا ۔ اس کے بعد اس کا کیا انجام ہوا ، معلوم نہیں ہو سکا [۶۶۴] ۔

۲۰۴
شاہ بیگ خاں اوزبک

جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں بادشاہی منصب پر سرفراز ہوا اور اسے ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کا منصب ملا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں اسے 'خاں' کا خطاب ملا ۔ ججھار سنگھ بندیلہ کی تنبیہ کے لیے تعینات شدہ فوجوں میں وہ عبداللہ خاں بہادر کے ہمراہ مامور ہوا ۔ دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں اسے علم اور اصل،

و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا ۔ اس کے بعد (اس کے منصب میں) دو سو سوار کا اور اضافہ ہوا۔ چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں تین سو سوار کا (مزید) اضافہ ہوا ، اور چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا اور اس کے بعد منصب میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا مزید اضافہ ہوا ۔

نویں سال جلوس شاہجہانی میں ساہو بھونسلہ کی تنبیہ اور عادل خانیوں کے ملک کی بربادی کے لیے متعینہ فوجوں میں خان زماں کے ساتھ مقرر ہوا اور بائیں طرف کے لشکر کا سردار بنا ۔ صوبہ بیجاپور کے مضاف رائے باغ کے نواح میں پہنچنے کے بعد اس نے بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا اور دشمنوں کو قتل و گرفتار کیا ۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا اور جنیر کا قلعہ دار مقرر ہوا ۔ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے نقارہ مرحمت ہوا ۔ اس کے بعد وہ صوبۂ برار کے انتظام کے لیے مامور ہوا [۱۰۶۵] ۔

اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔ اسی سال میوات کی فوجداری پر مامور ہوا۔ جیسا کہ بادشاہ نامہ کا مصنف لکھتا ہے کہ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حکم کے مطابق میوات سے آ کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہزادہ مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی فتح کے لیے نامزد ہوا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اہتمام خاں کی بجائے غوری کا ناظم مقرر ہوا اور وہاں دو مرتبہ خودسر اوزبکوں اور بد طینت المانوں کو تنبیہ کرنے میں مشغول ہوا ۔ اس نے بہت دلاوری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا ۔

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں عوری سے واپس آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ چونکہ میوات کی فوجداری اس کی عدم موجودگی میں تبدیل کردی گئی تھی ، اس کو خلعت مرحمت فرما کر ، صوبہ براڑ کے کچھ محالات اس کی جاگیر میں دے کر دکن کو روانہ کر دیا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں قلعہ احمد نگر کی حفاظت اس کے سپرد کی گئی ۔ انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں سے معزول کر دیا گیا ۔

تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ حیدر آباد کے حاکم قطب الملک کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا ۔ وہاں کے معاملات فیصل ہو جانے کے بعد کچھ منصب داروں کے ہمراہ کہ جن کے سواروں کی تعداد صرف تین ہزار تھی ، شاہی ملک کی سرحد میں موسم برسات ختم ہونے تک اسے ٹھہرنے کا حکم ہوا ۔ اس کے بعد جب زمانے نے رنگ بدلا اور اس چرخ نیلگوں نے ایک نئی کیفیت پیدا کی اور بادشاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) اپنے باپ کی عیادت کے بہانے سے بادشاہ کے حضور [٦٦٦] میں روانہ ہوا تو اس کو اورنگ آباد کے بیرونی علاقے کا فوجدار کیا ۔ اس کے بعد کے حالات معلوم نہ ہوئے ۔

٢٠٥

شیر خاں سید شہاب بارھہ

سید عزت خاں جہانگیری کا لڑکا ہے ۔ شاہجہاں بادشاہ کے دسویں سال جلوس تک آٹھ سو ذات اور چھ سو سوار کے منصب تک پہنچا ۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو کا اضافہ ہوا۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ سلطان مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی فتح کے لیے تعینات ہوا ۔ رخصت کے وقت اسے خلعت اور گھوڑا عنایت ہوا ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوا - وہاں پہنچنے کے بعد رستم خاں کے ہمراہ قلیج خاں کی مدد کے لیے بست کی جانب روانہ ہوا - قزلباشوں کی جنگ میں اس نے خوب بہادری دکھائی - تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزار پانسو ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا- پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں خلعت اور گھوڑا مع نقرئی زین اسے مرحمت ہوا - پھر شاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) کی ہمراہی میں مہم مذکور (قندھار) پر گیا - چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان دارا شکوہ کے ہمراہ مہم مذکور (قندھار) میں اس نے خوب بہادری دکھائی - ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور سات سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا -

اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں [٦٦٧] جملۃالملکی سعداللہ خاں کے ہمراہ وہ قلعۂ چتور کے انہدام کے لیے روانہ ہوا - تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں معظم خاں کے ہمراہ دکن کی جانب سلطان اورنگ زیب کے پاس پہنچا اور وہاں شائستہ خدمات انجام دیں - اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کی طلبی پر حضور میں حاضر ہوا ، اور اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کے منصب ، 'شیر خاں' کے خطاب[1] اور مند سور کی فوجداری سے سرفراز ہوا -

سمو گڑھ کی جنگ میں وہ دارا شکوہ کے ساتھ تھا - جب دارا شکوہ شکست پا کر فرار ہوا تو وہ عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان شجاع کی جنگ میں ذوالفقار خاں محمد بیگ کے ساتھ توپ خانے کے ہمراہ ہراول فوج میں پیش پیش تھا -

---

۱ - عمل صالح جلد سوم ، صفحہ ۲۷۲

۲۰٦
شیخ میر خوافی

صحیح النسب سید تھا ۔ عالم گیر بادشاہ کی شاہزادگی کے
نے کا ہمدرد ملازم تھا ۔ حسن تدبیر اور شجاعت میں مشہور
۔ شاہجہاں بادشاہ کے تیسویں سال جلوس میں جب (بادشاہزادہ
رنگ زیب) نے باپ (شاہجہاں) کے حکم کے مطابق حیدر آباد
حاکم پر لشکر کشی کی تو (میر خوافی) شاہزادہ محمد سلطان کے
راہ ہراول فوج میں تھا ۔ دشمن کی تنبیہ میں اس نے بہت بہادری
ھائی اور بندوق کی گولی سے زخمی ہوا[1] ۔ جس سال (بادشاہزادہ
کور (اورنگ زیب بہادر) اپنے والد بزرگوار (شاہجہاں) کی
دت کے لیے ہندوستان گیا تو وہ راز دار مشورہ دینے والوں میں
[٦٦٨] تھا ۔ مہاراجا جسونت سنگھ کی جنگ میں سیدھی جانب
وج کا سردار اور دارا شکوہ کے پہلے معرکے میں ہراول فوج کا
دار تھا ۔ خاص موقع پر اس نے بہادری کا مظاہرہ کیا اور اسے اس
لاص کے صلے میں خاص خلعت عنایت کیا گیا ۔ اس کے بعد جب
وم ہوا کہ سلیمان شکوہ دریائے گنگا و جمنا کو عبور کرکے اپنے
(دارا شکوہ) کے پاس پہنچنا چاہتا ہے کہ جو لاہور کی طرف
تھا تو وہ (شیخ میر خوافی) دوسرے سرداروں کے ہمراہ اس کا
تہ روکنے پر مامور ہوا ۔ جب وہ (سلیمان شکوہ) سری نگر کی
ب چلا گیا تو وہ بادشاہ (عالم گیر) کے حضور میں حاضر ہوا ۔
ب عالم گیر بادشاہ ملتان پہنچا تو وہ دارا شکوہ کے تعاقب پر
ور ہوا اور ٹھٹھہ تک اس نے تعاقب کیا ۔ چونکہ دارا شکوہ
ہ کے نواح سے نکل کر ملک گجرات میں داخل ہوچکا تھا اس لیے
کے نام واپسی کا فرمان صادر ہوا ۔ وہ نہایت تیزی سے پہنچ کر
شاہ کے حضور میں حاضر ہوگیا ۔

---

۱ ۔ ایضاً صفحہ ۲۲۷

دارا شکوہ کی دوسری لڑائی میں وہ پھر ہراول فوج کا سردار مقرر ہوا ۔ جنگ کے روز تمام لشکر سے پہلے اس نے پیش قدمی کی اور شاہ نوازخاں صفوی کے مورچے پر نہایت بہادری سے حملہ کیا۔ خوب جنگ ہوئی ۔ اس ہنگامے میں حکم خدا سے بندوق کی گولی اس کے سینے پر لگی اور ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۷ء میں وفاداری میں اس نے جان دی۔ اس کے ہم وطن لوگوں میں سے میر ہاشم نے کہ جو اس کے پیچھے عماری میں بیٹھا تھا ، بہت تدبیر سے کام کیا اور اس کو [۶۶۹] اپنی گود میں لے لیا ۔ عالم گیر بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کی پرانی خدمات و وفاداری کا خیال فرما کر افسوس کیا اور بادشاہ کے حکم کے مطابق خواجہ شاہ معین‌الدین اجمیری قدس سرہ کے روضے کے قریب دفن ہوا ۔

اس کے لڑکے محتشم خاں میر ابراہیم اور مکرم خاں میر محمد اسحاق تھے کہ جن کے حالات اس کتاب میں علیحدہ درج ہیں ۔

اس کا تیسرا لڑکا میر محمد یعقوب تھا کہ جس کو آخر میں 'شمشیر خاں' کا خطاب ملا ۔ وہ اپنے بھائیوں میں شجاعت کے اعتبار سے ممتاز تھا ۔ اپنے بھائی مکرم خاں کے ساتھ افغانوں کی تنبیہ کے لیے درۂ جانوس کی طرف روانہ ہوا اور اٹھارھویں سال جلوس عالم‌گیری میں آخری لڑائی میں کہ جب افغان غالب ہوئے وہ غیرت و شرم کی وجہ سے مستقل مزاجی سے جنگ کرکے عین جوانی کے عالم میں مردانہ وار ختم ہو گیا ۔

۲۰۷
شاہ نواز خاں صفوی

اس کا نام مرزا بدیع‌الزماں تھا لیکن مرزا دکنی کے نام سے مشہور تھا۔ وہ مرزا رستم قندھاری کا قابل ترین لڑکا ہے۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں دولت اور سرداری کے مرتبے پر پہنچا اور 'شاہ نواز خاں' کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ ٹھٹھہ اور بہار کے صوبوں میں شاہی خدمات انجام دیں ۔

جہانگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد نالائق شہریار کے جھگڑے میں اس نے آصف جاہی سے اتفاق رائے کر لیا اور شائستہ خدمات انجام دیں[1] - تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں خواجہ ابوالحسن تربتی کی ہمراہی میں [۶۲۰] ناسک اور ترنبک کو واگزاشت کرانے پر تعینات ہوا[1] -

نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب دولت آباد کے نواح سے چار جرار فوجیں تجربہ کار سرداروں کی ماتحتی میں عادل شاہیوں کے ملک کی بربادی اور نظام الملک کے بقیہ قلعوں کی فتح کے لیے تعینات ہوئیں تو شاہ نواز خاں سید خان جہان بارہہ کے ہمراہ مامور ہوا - ہمیشہ اس فوج کا ہراول رہا -

جس روز دشمن نے مجموعی صورت سے حملہ کیا تو چونکہ دکن میں زیادہ تر جنگ فوج کے پچھلے حصے سے ہوتی ہے لہذا خان مذکور (شاہ نواز خاں) نے اصرار کرکے فوج کے پچھلے حصے کی سرداری کا عہدہ خود لیا - فریقین کے مقابل ہونے کے بعد ایک پہر تک جنگ ہوتی رہی - جب دشمن کا غلبہ بڑھ گیا تو سید خان جہاں، شاہ نواز خاں کے ساتھ مل گیا اور دشمن کے پیر اکھڑوانے میں اس روز اس نے عجیب و غریب کارنامے انجام دیے -

عالی نسب اور عالی خاندان ہونے کی وجہ سے شاہ نواز خاں کی لڑکی کا عقد ۲۲ ذی الحجہ ۱۰۴۶ھ - دسویں سال جلوس شاہجہانی (۸ مئی ۱۶۳۷ع) میں محمد اورنگ زیب بہادر کے ساتھ ہوا - شاہجہاں بادشاہ شب جشن کے آخری حصے میں کشتی پر سوار اس کے گھر گیا- بادشاہ کے حضور میں چار لاکھ روپے کا مہر قرار پایا - طالب کلیم نے تاریخ کہی ہے :

---

۱ - بادشاہنامہ جلد اول ، حصہ اول صفحہ ۱۸۱

ع دو گوہر بیک عقد دوراں کشیدہ (۱۰۴۷ھ)

چونکہ ہندوستانی رسوم کے موافق اس رات کو دلھن کا باپ [۶۴۱] مجلس میں شریک نہیں ہو سکتا تھا اس لیے وہ بادشاہ کے حضور میں حاضری سے معذور رہا ۔ دوسرے روز مناسب نذرانے پیش کیے اور اس نے ایک لاکھ روپے کا جہیز دیا ۔

پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں دوسری لڑکی کی شادی شاہزادہ مراد بخش کے ساتھ تجویز ہوئی ۔ چونکہ اس زمانے میں شاہ نواز خاں صوبۂ اڑیسہ کے انتظام میں مشغول تھا اس لیے بادشاہ کے حکم کے مطابق اس کی بیوی نورس بانو بیگم ، دختر مذکور کے ہمراہ شاہی محل میں پہنچ گئی اور شادی کے مراسم انجام دیے ۔ اس کے بعد جونپور کی حکومت خان مذکور (شاہ نواز خاں) کے سپرد ہوئی اور بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ مالوہ کی صوبیداری پر فائز ہوا ۔

جب دکن کے ناظم اسلام خاں کا انتقال ہو گیا تو اس کے نام فرمان صادر ہوا کہ قریب ہونے کی وجہ سے فوراً اس ولایت میں پہنچ کر وہاں کا انتظام کرے ۔ اسی بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ مراد بخش دکن کے چاروں صوبوں کی حکومت پر مقرر ہوا ۔ چونکہ خان مذکور (شاہ نواز خاں) کے حالات سے فراست ، دانش مندی ، بزرگی اور سرداری ظاہر تھی اس لیے شاہزادے کی وکالت اور اتالیقی اس کے سپرد ہوئی ۔ پہلے شاہ نواز خاں نے اس ملک کے انتظام کرنے میں بہت کوشش کی ۔ دیو گڑھ پر فوج کشی کرکے کامیاب ہوا ۔ چونکہ نوجوانی اور ناتجربہ کاری کے سبب سے شاہزادے کے مزاج میں خودسری تھی اس لیے موافقت نہ ہو سکی اور اس نا اتفاقی کی بنا پر ملکی معاملات [۶۴۲] خراب ہو گئے ۔ مقدمات کا فیصلہ اور خاتمہ نہیں ہو پاتا تھا ۔ اس سبب سے تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ باپ

کے حضور میں چلا آیا ۔ (شاہ نواز خاں) مالوہ کے انتظام پر دوبارہ تعینات ہوا اور چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں پنج ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کا منصب اور صوبہ اودھ کی نظامت اورگورکھپور و بہرائچ کی جاگیرداری ملی ۔ شاہجہاں بادشاہ کے آخری دور حکومت میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر بیجاپور کی مہم پر متوجہ ہوا ۔ شاہ نواز خاں اور دوسرے سردار بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوئے ۔ ابھی وہ مفوضہ کام انجام کو نہیں پہنچے تھے کہ دارا شکوہ کی بے راہ روی نے ہر طرف انتشار اور آشوب کی کیفیت پیدا کر دی ۔ محمد اورنگ زیب بہادر مصلحت وقت کی بنا پر مناسب سامان کے ساتھ ہندوستان روانہ ہوا ۔ شاہ نواز خاں نے مصلحت کیش عقل کے حکم کے مطابق برہان پور میں توقف کیا اور وہ ہمراہی سے باز رہا ۔ شاہزادہ (اورنگ زیب) نے اس کو حویلی سے نکال کر قلعے میں نظربند کردیا ، یہاں تک کہ دارا شکوہ کی جنگ اور ہندوستان کی حکومت حاصل ہو جانے کے بعد گجرات کی صوبیداری کا فرمان بھیجا ۔ اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ کرکے چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا ۔

وہ ابھی اس ملک پر پوری طرح مسلط ہونے نہیں پایا تھا کہ دارا شکوہ عالمگیری فوجوں کے تعاقب میں ملتان سے ٹھٹہ پہنچا اور وہاں سے (دارا شکوہ نے ، اس نواح (گجرات) کا رخ کیا ۔ جب [۶۷۳] وہ احمد آباد کے نواح میں پہنچا تو شاہ نواز خاں نے اس ناگواری کی وجہ سے کہ جو (نامناسب) سلوک اس کے ساتھ اس (اورنگ زیب) نے برہان پور میں کیا تھا یا مقابلے کا سامان نہ ہونے کی وجہ سے ، اگرچہ وہ دکن بھی جا سکتا تھا یا (اورنگ زیب کے) حضور میں پہنچ جاتا مگر دانش مند ہونے کے باوجود کم ہمتی کا اظہار کرکے اس (دارا شکوہ) کا استقبال کیا اور اس کو شہر میں لایا ۔ خان مذکور نے حد سے زیادہ مبالغہ کرکے شاہی محلات کی

جلوات میں شاہی جھروکے میں بٹھایا ، اگرچہ دارا شکوہ باپ کی رعایت سے نیچے بیٹھنا چاہتا تھا ۔ اور اس پریشان حال و ناکام (دارا شکوہ) کا یہ خیال تھا کہ سلطان پور و نذر آباد کے راستے سے دکن جا کر اس ملک پر قبضہ کرے ۔ شاہ شجاع کی لڑائی کی غلط خبریں سن کر کہ جو عالم‌گیر کی شکست و قید پر مشتمل تھیں اور ان جھوٹی خبروں کو صحیح سمجھ کر آگرہ کی روانگی اور شاہجہاں بادشاہ کو رہا کرانے کا ارادہ کر لیا اور شاہ نواز خاں کو اپنا رفیق و مشیر بنا کر فوج کی فراہمی کا حکم دیا ۔ تقریباً بیس ہزار سوار جمع کر لیے ۔

اس دوران میں راجا جسونت سنگھ کے متواتر خطوط پہنچے کہ میں شاہجہاں بادشاہ کی فرمانبرداری کے لیے دل و جان سے حاضر ہوں ۔ بہت جلد اس جانب تشریف لائیں ۔ میں تمام راجپوتوں کو ساتھ لے کر ہر طرح کی کوشش کروں گا ۔ مجبوراً دارا شکوہ نے آگرہ کا ارادہ ملتوی کیا اور شاہ نواز خاں کے ساتھ لڑکوں اور عزیزوں کو ہمراہ لے کر [۳۷۶] اجمیر روانہ ہوا ۔

جب وہ مہاراجگی کو بدنام کرنے والا بے مروت (جسونت سنگھ) اس کے پاس نہ پہنچا ، تو مجبوراً دارا شکوہ نے قلعہ گڑھ پتھلی سے نیچی پہاڑیوں تک راستے کو روکنے کا انتظام کر کے جنگ کے قاعدے کے مطابق مورچال قائم کیا اور عالم‌گیر بادشاہ کے مقابلے کے لیے آمادہ ہوگیا اور جنگ و جدل کے بعد ۲۹ جمادی الآخر ۱۰۶۹ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۶۵۹ع کو دلیر خاں اور شیخ میر نے کوکلا پہاڑی کے نزدیک درے کے مقابل کہ جو شاہ نواز خاں کے انتظام میں تھا ، دلیرانہ قدم بڑھائے اور اس (دارا شکوہ) کے جگر دوز تیر چلانے والے آدمیوں کی جماعت کے قدم اکھیڑ دیے[1] ۔ اس موقع پر شاہ نواز خاں دارا شکوہ کے نزدیک تھا ، یہ خبر سن کر وہ فوراً وہاں پہنچا اور اس نے دفعیہ کی کوشش کی ۔ عین

---

۱ ۔ عالم‌گیر نامہ ، صفحہ ۲۰۹—۲۱۰ (ب)

جنگ کے وقت جبکہ وہ مورچال کی بلندی پر کھڑے ہو کر جنگ کی ترغیب دے رہا تھا ، ایک تیر اس کی ناف پر لگا جس نے اس کا کام تمام کر دیا ۔ دارا شکوہ اس کے مارے جانے سے شکستہ دل ہو گیا اور بھاگ کھڑا ہوا ۔ عالمگیر بادشاہ نے پرانے تعلق کی بنا پر کہ جو اس عالی خاندان سے تھے ، اس کی نعش احترام سے اٹھوا کر حضرت خواجہ معین الدین کے روضے کے صحن میں دفن کرا دی ۔

شاہ نواز خاں اپنے ابتدائی زمانے سے شان و شوکت اور زندگی کو اچھی طرح گزارنے میں کوشاں رہتا تھا ۔ گرم جوشی اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتا تھا ۔ دنیوی معاملات اور ملکی انتظامات میں خاصا ملکہ رکھتا تھا ۔ خود ہر چھوٹے بڑے معاملے پر غور کرتا ۔ سیر و شکار کا بہت شوقین تھا ۔ راگ اور نغمے کا بھی دلدادہ تھا ۔ جیسے گانے بجانے والے اس کے یہاں جمع ہو گئے تھے ، ویسے اس زمانے کے امرا میں سے کسی کی سرکار میں نہ تھے [۶۷۵] ۔

باپ کے مرنے کے بعد بڑا لڑکا معصوم خاں دو ہزاری منصب پر اور دوسرا لڑکا میر معظم کہ جس کا خطاب 'سیادت خاں' تھا ، ایک ہزار اور پانسو کے منصب پر فائز ہوا ۔ چھبیسویں سال جلوس عالمگیری ۱۰۹۴ھ مطابق ۱۶۸۳ع میں سیادت خاں کی لڑکی آزرم بانو سے اورنگ آباد میں بادشاہزادہ محمد کام بخش کا عقد ہوا ۔ ستائیسویں سال جلوس عالمگیری میں سیادت خاں کو 'معظم خاں' کا خطاب عطا ہوا ۔ مغل خاں کی تبدیلی کے بعد وہ قوش بیگی کی خدمت پر مامور ہوا ۔ اس کا مزاج شورش سے خالی نہ تھا ۔

۲۰۸

شمس الدین خاں خویشگی

نظر بہادر کا بڑا لڑکا ہے ۔ شاہجہاں بادشاہ کے بیسویں سال جلوس میں باپ کی زندگی ہی میں مرشد قلی کی بجائے وادی کانگڑہ

کی فوجداری پر مامور ہوا - جب چبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے باپ کا انتقال ہوگیا ، تو بادشاہ نے اس کو اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز کیا[1]، اور وہ اورنگ‌زیب بہادر کے ہمراہ کہ جو دوبارہ قندھار کی مہم کے لیے تعینات ہوا تھا ، مامور ہوا -

ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں مرزا عیسیٰ ترخان کے لڑکے محمد صالح کی تبدیلی کے بعد وہ جونا گڑھ کی فوجداری اور وہاں کے کچھ محالات کی جاگیرداری پر فائز ہوا - تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب جونا گڑھ کی جاگیرداری کے سلسلے میں اس کے بھائی قطب الدین سے مخالفت ہو گئی تو قطب الدین کو صوبۂ گجرات میں پٹن کی فوجداری اور جاگیرداری ملی اور اس (شمس الدین خاں) کو حکم ہوا کہ دکن میں [٦٧٦] محمد اورنگ زیب بہادر کے پاس چلا جائے - اس کے حال کے موافق شاہزادہ مذکور اس کو کوئی خدمت تجویز کر دے گا - لہٰذا دکن پہنچ کر اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دکنیوں کی جنگ میں اس نے نمایاں کوشش کی - کچھ عرصے کے بعد جب زمانے نے رنگ بدلا اور شاہزادہ مذکور (اورنگ‌زیب بہادر) نے ہندوستان کا قصد کیا تو اس کو اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز کیا - اس نے دکن کے مددگاروں میں شریک ہو کر قلعہ چاکنہ کی فتح میں امیرالامرا شائستہ خاں کے ہمراہ بہت نمایاں کوشش کی - حملہ کے دن خود آگے بڑھ کر قلعے کو فتح کیا - وقت مقررہ پر اس کا انتقال ہوا - اس کی اولاد میں سے کوئی لائق نہ ہوا - اس کے نواسے کا لڑکا متہور خاں بہادر ہے ، جس کے حالات اس کتاب میں درج ہیں -

---

۱ - عمل صالح ، جلد سوم ، صفحہ ۱۳۸

۲۰۹
شمشیر خان حیات ترین

علی خان کا لڑکا ہے کہ جو شاہجہاں بادشاہ کے مخصوص ملازمین میں سے تھا اور ٹھٹہ کی لڑائی میں مارا گیا ۔ جب سلطنت اس بادشاہ (شاہجہاں) کے قبضے میں آ گئی تو پہلے سال جلوس میں اسے خلعت، ایک ہزار ذات اور پانسو سوار کا منصب اور سات ہزار روپے نقد انعام ملے ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب شاہی لشکر دکن پہنچا تو وہ شائستہ خان کے ہمراہ نظام الملک دکنی کے ملک کی تباہی کے لیے تعینات ہوا۔گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں سعید خان بہادر [۶۷۴] کے ہمراہ قندھار کی جانب روانہ ہوا اور بست کے قلعے کو فتح کرنے میں اس نے خوب کوشش کی ۔ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں تین سو سواروں کا اور انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں دو سو سواروں کا اضافہ ہوا ۔ اس طرح ذات اور سوار کے اعتبار سے اس کا منصب مساوی ہو گیا ۔ اس کے بعد وہ سلطان مراد بخش کے ہمراہ بلخ و بدخشاں کی فتح کے لیے روانہ ہوا ۔ وہاں پہنچنے کے بعد بہادر خان روہلہ کے ساتھ بلخ کے حاکم نذر محمد خان کی لڑائی میں حصہ لیا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا[۱] ۔

جب شاہزادہ اس صوبے کی حکومت کو ترک کرکے بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا اور سعداللہ خان وہاں کے انتظام کے لیے پہنچا تو خان آباد کی تھانیداری اس کے سپرد ہوئی ۔ خان مذکور (سعداللہ خان) کی رائے کے مطابق اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا ، اس کے بعد 'شمشیر خان' کا خطاب عنایت ہوا ۔

---

۱ ۔ بادشاہ نامہ جلد اول ، حصہ اول ، صفحہ ۱۱۹ (ب)

سلطان اورنگ زیب بہادر کے اس نواح میں پہنچنے کے بعد وہ (شمشیر خاں) شہر بلخ کی فتح کے لیے تعینات ہوا ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے علم مرحمت ہوا ، اور شاہزادہ مذکور (اورنگ زیب) کے ہمراہ قندھار روانہ ہوا اور قلات پہنچنے کے بعد شاہزادہ (اورنگ زیب) کے ایما سے وہاں کے انتظام پر مقرر ہوا ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار دو سو سوار کے منصب اور سعادت خاں کی بجائے غزنین کی تھانیداری پر مقرر ہوا ۔ چونکہ وہ [٦٤٨] ہزارہ اور وہاں کے افاغنہ کے مناسب انتظام کے لیے مقرر ہوا تھا اس لیے پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

جب سلطنت پر اورنگ زیب عالم گیر کا قبضہ ہو گیا تو پہلے سال جلوس عالم گیری میں کابل کے ناظم سعادت خاں کے اس کے لڑکے شیر زاد کے ہاتھ سے قتل ہونے کے بعد وہ صوبۂ مذکور (کابل) کے انتظام پر مامور ہوا[1] ۔ چوتھے سال جلوس عالم گیری میں راجا راج روپ کے مرنے کے بعد وہ پھر غزنین کی تھانیداری پر مقرر ہوا ۔ دسویں سال جلوس عالم گیری میں حسب الحکم روہ کے افغانوں کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوا ۔ اس نے ان ظالموں کے قتل و گرفتاری میں نمایاں کوشش کی اور اصل و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ، جس میں دو ہزار دو اسپہ سہ اسپہ سوار تھے ۔ اس علاقے میں محمد امین خاں بخشی کے پہنچنے کے بعد پھر ان سرکشان مذکور (افاغنہ روہ) کی جنگ میں مناسب خدمات انجام دیں ۔ اس کے بعد بادشاہ کے حسب الحکم وہ اوہند کی تھانیداری پر تعینات ہوا ۔

---

١ ۔ عالم گیر نامہ صفحہ ٣٤٤ (ب)

۲۱۰

شجاعت خاں رعد انداز بیگ

عالم‌گیری زمانے کے سرداروں میں سے ہے۔ شروع میں مناسب منصب اور 'خان' کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ پہلے سال جلوس عالم گیری میں جب بادشاہ (عالم گیر) سلطان شجاع کے مقابلے پر متوجہ تھا تو وہ ذوالفقار خاں کی بجائے اکبر آباد کا قلعہ دار مقرر ہوا[1]۔ کچھ دنوں کے بعد وہ وہاں سے معزول ہوا اور دارا شکوہ کی دوسری جنگ میں قراولی فوج میں تعینات ہوا۔ اس کے بعد [۶۷۹] اس کے سپرد احدیوں کی بخشی‌گری ہوئی۔ تیسرے سال جلوس عالم گیری میں مذکورہ خدمت سے معزول ہوا اور کنور رام سنگھ کے ہمراہ سری نگر کے زمیندار کے قلعے کو برباد کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

چوتھے سال جلوس عالم‌گیری میں عاقل خاں کے تبدیل ہو جانے کے بعد وہ دوآبے (کے درمیانی علاقے) کی فوجداری پر سرفراز ہوا۔ چھٹے سال جلوس عالم گیری میں ہمت خاں کی بجائے اکبر آباد کے نواح کی فوجداری پر مامور ہوا۔ ساتویں سال جلوس عالم گیری میں اعتبار خاں کے انتقال کے بعد مستقرالخلافہ (آگرہ) کی قلعہ داری پر مقرر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا[2]۔ نویں سال جلوس عالم‌گیری میں ملتفت خاں کی تبدیلی کے بعد وہ آختہ بیگی اور میر توزکی کی خدمات پر سرفراز ہوا۔ دسویں سال جلوس عالم‌گیری میں فدائی خاں کے تبدیل ہونے کے بعد وہ توپ خانے کا داروغہ مقرر ہوا۔ بارھویں سال جلوس عالم‌گیری میں دارالخلافہ (دہلی)

۱۔ عالم گیر نامہ صفحہ ۲۳۴

۲۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۵۰

کے قرب و جوار کے سرکشوں کی بیخ کنی کے لیے مامور ہوا اور اسے طلائی سازو سامان کے ساتھ گھوڑا مرحمت ہوا - تیرھویں سال جلوس عالم گیری میں اسے فدائی خاں کے ہمراہ جانے کا حکم ہوا کہ جس کو گوالیار جانے کی اجازت ملی تھی - پندرھویں سال جلوس عالم‌گیری میں جب ست‌نامیوں نے میوات کے قرب و جوار میں بغاوت کی تو (شجاعت خاں) ایک لائق فوج اور مناسب سامان کے ساتھ ان لوگوں کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا - ست نامیوں سے وہ لوگ مراد ہیں[1] کہ جو ذلیل ، کمین اور پیشہ ور متفق ہو کر جمع ہو گئے تھے اور انھوں نے سال مذکور میں اس علاقے میں نارنول کے قرب و جوار میں سرکشی اختیار کرکے قصبات و پرگنات کو لوٹنا شروع کر دیا تھا - کہتے ہیں کہ (ست نامی لوگ) خود کو زندۂ جاوید [۶۸۰] سمجھتے تھے - خان مذکور (شجاعت خاں) کے اس ضلع میں پہنچنے کے بعد وہ لوگ لڑنے پر آمادہ ہو گئے اور معرکہ آرائی کے بعد ان میں سے بہت سے مارے گئے اور باقی فرار ہو گئے - تعاقب کے دوران میں بھی بہت سوں نے دوزخ کا راستہ لیا - جب خان مذکور بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو تحسین کا مستحق ٹھہرا اور 'شجاعت خاں' کا خطاب ملا اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزار پانسو ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا[2]-

سولھویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد اسے چار ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب ، خلعت ، کلغی جس پر سنگ یشم کا کام تھا اور عربی گھوڑا مع طلائی ساز و سامان عنایت ہوا اور سرکش افغانوں کی تنبیہ کے لیے کابل کی طرف روانہ ہوا - سترھویں سال جلوس عالم گیری میں جب دریا

---

۱ - ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری صفحہ ۱۱۴ — ۱۱۶

۲ - ایضاً صفحہ ۱۱۶

کے گھاٹ سے گزر کر درہ کھربہ کو عبور کرنے کے خیال سے لشکر آراستہ کیا ، افغان چونکہ گھات میں تھے انھوں نے پہاڑیوں کے تنگ راستوں میں سے اس کا گزرنا مشکل کر دیا ۔ اگرچہ سخت جنگ ہوئی اور اس نے بہت کوشش کی لیکن دوران جنگ میں ۱۰۸۳ھ مطابق ۱۶۷۳ع میں اپنے آقا (بادشاہ) کے کاموں میں اس نے اپنی جان فدا کر دی ۔

۲۱۱

شہامت خان سید قاسم بارھہ

شروع میں وہ دارا شکوہ کا ملازم تھا اور اس کی طرف سے قلعہ الہ آباد میں مقیم رہ کر اس صوبے کی حکومت پر فائز تھا ۔ جس زمانے میں کہ دارا شکوہ شکست کھا کر پنجاب کی طرف گیا تو عالم گیر بادشاہ [۶۸۱] نے خان دوراں سید محمود کو اس صوبے کی طرف روانہ کیا کہ قلعہ دار کو سمجھا بجھا کر یا زبردستی قلعۂ مذکور (الہ آباد) کو اپنے قبضے میں لے لے ۔ اس دوران میں محمد شجاع ، عالم گیر کے فیصلے کے مطابق آ کر صوبۂ بہار پر قابض ہوگیا ۔ چونکہ بادشاہ دارا شکوہ کے تعاقب میں پنجاب کے علاقے میں گیا ہوا تھا لہٰذا دارالخلافہ کو خالی پا کر اس نے لالچ کیا ۔ جب رہتاس اور چنار کے قلعہ داروں نے کہ جو داراشکوہ کی طرف سے مقرر تھے مذکورہ قلعوں کو اس (داراشکوہ) کی منشا کے مطابق کہ جو اس نے فرار ہونے کے بعد بذریعہ تحریر ظاہر کیا تھا ، محمد شجاع کے سپرد کر دیا ، سید قاسم نے بھی اس ارادے سے اس کو اطلاع دی ۔ اس (محمد شجاع) کے الہ آباد آ جانے کے بعد اس سے ملاقات کی[۱] ۔ جنگ میں اس کا شریک ہوا اور اس

---

۱ - عالم گیر نامہ صفحہ ۲۲۵

کے شکست کھا جانے کے بعد ، اس سے پہلے وہ الہ آباد پہنچ گیا ، کیونکہ (محمد شجاع) نے الہ آباد کا قلعہ اس کو بحال کر دیا تھا -

محمد شجاع کے پہنچنے کے بعد تجربہ‌کاری کی بنا پر قلعۂ مذکور (الہ آباد) اس کے سپرد نہیں کیا۔ جب اس نے بادشاہزادہ محمد سلطان اور معظم خاں کے آنے کی شہرت سنی کہ جو شجاع کے تعاقب میں تعینات ہوئے تھے تو اس نے خان دوراں کا توسل تلاش کر کے قلعہ سپرد کر دینے کو اپنی شفاعت کا ذریعہ بنایا - شاہی حکم کے مطابق جلوس کے پہلے سال میں بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا - خلعت ، تین ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور 'شہامت خاں' کا خطاب ملا -

دوسرے سال جلوس عالم گیری میں شمشیر خاں ترین کی بجائے غزنین کی تھانیداری پر مقرر ہوا [۶۸۲] - چوتھے سال جلوس عالم گیری میں وہاں سے معزول ہو کر دارالملک کابل کے فوجی مدد گاروں میں شامل ہوا - چھٹے سال جلوس عالم گیری میں شہر مذکور (کابل) کے قلعے کے انتظام پر مقرر ہو کر اپنے ہم عصروں میں سربلند ہوا ، عرصۂ دراز تک وہاں رہا - کبھی انتظام (قلعہ) پر مامور ہوتا اور کبھی اس صوبے کے (فوجی) تعیناتیوں میں شامل ہوتا - چوبیسویں سال جلوس عالم گیری تک اس کی زندگی کا سراغ ملتا ہے - اس کا بھتیجا نصرت یار خاں محمد شاہ (بادشاہ) کے زمانے میں اعلیٰ منصب پر سرفراز ہوا لیکن کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا -

۲۱۲

شمشیر خاں ترین

اعظم شاہ کے متوسلین میں سے ہے - اس کا نام حسین خاں تھا - ابتدا میں دلیر خاں داؤد زئی کا ملازم ہوا - اس کے بعد داؤد خاں قرشی کا رفیق ہو گیا - جس زمانے میں کہ برہان پور کی

ے داری خان مذکور (داؤد خان) کے سپرد ہوئی تو (اس نے)
ے کے معاملات طے کرنے کے لیے اس کو تعینات کیا ۔ وہ
و سامان کا مالک ہوگیا ۔ جب خان مذکور کی زندگی کا پیمانہ
یز ہوگیا تو اس نے شہزادہ محمد اعظم شاہ کی نوکری کر لی
جو اس زمانے میں صوبہ ملتان کا ناظم تھا ۔

اس کے بعد بادشاہزادے کی جاگیر کے محال حمو کی فوجداری
مقرر ہوا ۔ چونکہ اس نے بیجاپور کی سخت جنگ میں کارہائے
ںاں انجام دیے تھے اس لیے فتح کے بعد بادشاہ کے حضور سے
ہر خاں کا خطاب ملا ۔ جمعداری کے درجے سے [۶۸۳]
ب کے مرتبے پر فائز ہوا ۔ بادشاہزادے کی نظر میں اس کا
ار قائم ہو گیا ۔ وقت مقررہ پر وہ طبعی موت سے فوت ہوا ۔

اس کے لڑکے محمد عمر اور محمد عثمان تھے کہ جن کی تربیت
، شاہی نظر عنایت شامل رہی تھی اور وہ اس خانہ زادگی کے
از کی وجہ سے مغرور تھے ۔ لشکری زندگی کی جہالت ، جوانی
جوش اور بعض شاہی ہدایات کی وجہ سے ان کی طبیعتوں
ناگواری پیدا ہوئی اور بلاوجہ ناراض ہو کر اپنے وطن کو
، گئے کہ جو سرہند سے تین کوس کے فاصلے پر ''آبادی ملک
ر'' کے نام سے مشہور ہے ۔ کچھ عرصے تک بیکار اور معطل
ہے ۔ جس زمانے میں کہ بادشاہ احمد نگر میں تھا تو وہ حضور
، حاضر ہوئے ۔ وہ سرچوکی پر کہ جو شاہی لشکر کے قریب
ں ہے اور بغیر پروانہ راہداری کے وہاں آمد و رفت ممنوع
ں ہے ، مدت تک پڑے رہے ۔ شاہزادے کے پاس خاطر کی وجہ
کہ جو اس زمانے میں گجرات سے وہاں پہنچا تھا ، کسی نے
کی سفارش نہیں کی ۔ اس بیکاری کی وجہ سے ان بیچاروں کی
کی تنگ ہو گئی تھی ۔ اتفاق سے لشکر کے نواح میں غنیم کی
ج پہنچ گئی اور شاہی سردار اس کی تنبیہ کے لیے نکلے ۔ ان
روں نے کہ جو اپنے سروں کو ہتھیلی پر لیے ہوئے تھے ،

چستی دکھائی اور مار مار کر دشمنوں کو بھگا دیا ۔ جب بادشا کو ہرکاروں نے اس بات کی اطلاع دی تو ان پر شاہانہ نوازش ہوئی اور ملازمت سے سرفراز ہوئے ۔ چونکہ شاہزادہ ان سے خاطرگرفتہ تھا لہٰذا انھوں نے اپنے ایسے بادشاہ کے حضور میں رہنا [٦٨٤] مناسب نہ سمجھا اور (شاہزادے) کے ساتھ چلے گئے جو اورنگ آباد اور برہان پور کی طرف روانہ ہوا تھا ۔ بادشاہ زادے نے اس کے باوجود کوئی توجہ نہ کی ۔ دو تین منزلیں بھی طے نہیں ہونے پائی تھیں کہ عالم گیر بادشاہ کے انتقال کی خبر پہنچی ۔ انھیں مرحمت اور خصوصیت سے نوازا گیا ۔ بہادر شاہ اول کے ساتھ جس دن لڑائی ہوئی تو بادشاہ زادے (محمد اعظم شاہ) کے ہاتھی کے سامنے چھوٹے بھائی نے جاں بازی دکھائی اور حق نمک ادا کر کے اپنی جان فدا کر دی ۔ اس کے بعد شہزادہ عظیم‌الشان نے عمر خاں کو اعزاز کے ساتھ اپنے حضور میں رکھا ۔

محمد فرخ سیر کے ابتدائی زمانے میں (عمر خاں) نواب نظام الملک فتح جنگ کے ہمراہ دکن گیا اور صوبۂ خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) کے مقررہ خالصہ محال سنگمنیر کی فوجداری پر فائز ہوا ، اور دکن کے دیوان حیدر قلی خاں کے اعتراضات اور گرفت کی وجہ سے وہاں نہ ٹھہر سکا اور بادشاہ کے حضور میں چلا آیا ۔ بادشاہ کے حضور سے کالا باغ کی فوجداری پر مقرر ہوا کہ جو صوبۂ مالوہ کے فسادی علاقوں میں سے ہے ۔ بہت سے سرکشوں کو اس نے مطیع بنایا اور کچھ لوگوں کو جنھوں نے سرکشی اختیار کر کے خطا و سرکشی کا مظاہرہ کیا تھا ، ملک عدم پہنچا دیا ۔ خاقان آفاق یعنی محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں دھار کی قلعداری اور فوجداری پر مامور ہوا ۔

اس کے مرنے کے بعد اس کا علاقہ اس کے لڑکوں [٦٨٥] کو مل گیا ۔ چونکہ صوبۂ مالوہ مرہٹوں کے قبضے میں آ گیا تھا ، اس لیے وہ نہیں چاہتے تھے کہ سلطنت دہلی سے متعلق کوئی آدمی اس

ملک میں رہے ۔ ملہار راؤ ہولکر نے قلعہ دھار کو فتح کرنے کے لیے جو راجا بھوج کی یادگار مشہور ہے ، ارادہ کیا اور محاصرہ کرکے ایک دن قلعے کی دیوار میں چند نقب لگائے ۔ ان بیچاروں نے جہاں تک ہو سکا ، مقابلے کی کوشش کی ۔ جب دیکھا کہ باہر سے کمک نہیں پہنچ سکتی تو مجبوراً قلعہ دشمنوں کو سپرد کر کے راجا جے سنگھ سوائی کے پاس چلے گئے ، لیکن وہاں نبھ نہ سکی ۔ وہاں سے بادشاہ کے حضور میں چلے آئے ۔ کسی نے ان کی طرف توجہ نہ کی ۔

۲۱۳
شیخ عبدالعزیز خاں

شیخ عبداللطیف برہان پوری کے متوسلین میں سے تھا ۔ چونکہ اورنگ زیب بہادر کو شیخ مذکور (عبداللطیف) سے کہ جو نہایت صالح اورمتقی تھے ، بہت رابطہ بلکہ اعتقاد تھا ، شیخ نے اس (عبدالعزیز خاں) کی سفارش کی اس لیے وہ شاہی ملازموں میں داخل ہو گیا ۔ مہاراجا جسونت سنگھ کی جنگ میں اس نے سب کے سامنے بہادری کا مظاہرہ کیا اور اکیس زخم کھائے ۔ اسے خلعت اور گھوڑا مرحمت ہوا ۔

جس زمانے میں کہ عالم گیر بادشاہ داراشکوہ کے تعاقب میں اکبر آباد سے شاہجہاں آباد (دہلی) کی طرف گیا تو اصل و اضافہ کے بعد اسے ایک ہزار پانسو ذات اور پانسو سوار کا منصب، خان کا خطاب اور قلعہ رائے سین کی قلعہ داری [۶۸۶] کہ جو مالوہ کے مضافات میں ہے ، مرحمت ہوئی ۔ ساتویں سال جلوس عالم گیری میں بادشاہ کے حکم کے مطابق حضور میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے سرفراز ہوا اور اسی سال میر باقر خاں کے انتقال کے بعد چکلہ سرہند کی فوجداری پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد صوبہ خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) کے مضاف میں اسیر کی قلعہ داری پر مامور ہوا ۔

بیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب سیوا بھونسلہ نے اپنے آدمیوں کو کمند کے ذریعے سے قلعہ کے اوپر پہنچایا تو اس کو اطلاع ہو گئی ۔ اس نے داخل ہونے والوں کو قتل کر دیا ۔ اور مدت دراز تک وہاں استقلال کے ساتھ رہا ۔ انتیسویں سال جلوس عالم گیری مطابق ۱۰۹۶ھ مطابق ۱۶۸۵ء میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا ۔

اس کے بعد اس کا لڑکا ابوالخیر خان تعلقہ مذکور پر مقرر ہوا ۔ تینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ قلعہ راج گڑھ کی حفاظت پر مامور ہوا ۔ جب مرہٹہ فوج نے پہنچ کر قلعے کو خالی کر دینے کا پیغام بھیجا تو وہ مرعوب ہو گیا اور امان طلب کرکے اپنے اہل و عیال اور ضروری ساز و سامان کے ساتھ قلعے سے باہر نکل آیا ۔ مرہٹوں نے قول و قرار کو پس پشت ڈال دیا اور جو کچھ ہاتھ لگا اسے اپنا مال سمجھ کر قبضہ کر لیا ۔ جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس کو منصب سے علیحدہ کر دیا اور (اس پر) سخت نگران تعینات (وہ) کردیا کہ اس کو مکہ معظمہ روانہ کر دے ۔ ہر چند اس کی ماں نے بہت کوشش کی اور مذکورہ سفر سے باز رکھنے کا حکم حاصل کرکے اسے بھیجا لیکن حکم نامہ پہنچتے پہنچتے وہ بندر سورت پر جہاز میں سوار ہو چکا تھا ۔ مکہ معظمہ سے واپس آنے کے بعد اس پر پھر شاہانہ نوازش ہوئی ۔ اسے باپ کا خطاب [۶۸۷] 'خان' مرحمت ہوا اور شاہ عبداللطیف کے مقبرے کی تولیت پر مقرر ہوا کہ جو شہر برہان پور میں واقع ہے ۔ اس کا لڑکا محمد ناصر خان عرف میاں مستی ہے جو دوسروں کی ملازمت کرتا تھا ۔ وہ بھی عالم آخرت کو سدھارا ۔

۲۱۴

شریف الملک حیدر آبادی

وہاں (حیدر آباد) کے رئیس ابوالحسن قطب شاہ کا بہنوئی ہے ۔ جب شاہزادہ بہادر شاہ عالم ، خان جہاں اور کثیر لشکر کے ہمراہ

ابوالحسن کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوا کہ جو عالم گیر بادشاہ کی رائے میں ہٹ سے وجوہ کی بنا پر بیخ کنی کے قابل تھا اور اس کے بعد انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں پھر ابوالحسن کی فوجوں سے بہادرانہ مقابلہ اور مردانہ جنگیں ہوئیں جو ہر موقع پر ان جاہلوں کو زیر کرکے فرار کیا ، اور اس کے تعاقب میں حیدرآباد کا رخ کیا۔ جب وہ آبادی کے قریب پہنچا اور اس کی فوج کا سردار محمد ابراہیم فتح‌سند شاہی لشکر سے مل گیا تو ابوالحسن خود پست ہمتی سے رات کے ابتدائی حصے میں چار محل[1] سے جو اسی زمانے میں اس کی بلند ہمتی سے نہایت عالی شان اور مستحکم تعمیر ہوا تھا ، بیگمات کے ہمراہ جواہرات ، اشرفی اور ہون جس قدر وہ لے جا سکتا تھا ، لے کر قلعہ گلکنڈہ کو چلا گیا ۔ بڑا سخت ہنگامہ برپا ہوا ۔ اکابر و امراء اپنے اپنے اہل و عیال کو لے کر پیدل قلعے (گلکنڈہ) کو گئے۔ یک بارگی صبح ہوتے ہی [۶۸۸] شہر اور لشکر کو لوٹنے والے ، لوگوں کے گھروں پر ٹوٹ پڑے ۔ ابوالحسن کے کارخانے ، تاجروں کا مال اور امراء کا اسباب کروڑوں روپے کا لٹ گیا[2] ۔ وضیع و شریف کی عزت و ناموس خاک میں مل گئی ۔ اس (ابوالحسن) کے بہت سے ملازم چار و ناچار شاہزادے کے حضور میں حاضر ہوکر شاہی ملازمت میں داخل ہوئے۔

اس ہنگامے میں یا بقول دیگر اس واقعے سے قبل شریف‌الملک بھی شاہی ملازمت سے سرفراز ہوا ۔ وہ (شریف‌الملک) شولاپور کے نواح میں دونوں لڑکوں ہدایت‌اللہ و عنایت‌اللہ کے ہمراہ بادشاہ کی قدم بوسی سے سرفراز ہوا ۔ شاہزادے کی تجویز کے مطابق اسے تین ہزاری منصب اور دس ہزار روپیہ انعام ملا اور بادشاہ کے

---

۱ ۔ بیوریج نے اس کو چھتر محل لکھا ہے

۲ ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے خافی خاں جلد دوم ، صفحہ ۳۰۶—۳۰۷

دوسرے عطیات سے بھی سرفراز ہوا - گلکنڈہ کے محاصرے کے آخری وقت میں تیسویں سال جلوس عالم گیری کے اختتام پر ۲۴ شعبان ۱۰۹۸ھ مطابق ۲۵ جون ۱۶۸۷ع کو وہ اس دنیا سے رخصت ہوا -

اس کے لڑکوں کو ماتمی خلعت عنایت فرما کر تسلی دی گئی- اسی زمانے میں اس کے انتقال کے بعد ہی اس کا لڑکا افتخار خاں کہ جو ابوالحسن کا بھانجا تھا ، بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر قدم‌بوسی سے مشرف ہوا اور اسے تین ہزاری ذات اور ہزار سوار کا منصب ملا -

ہدایت‌اللہ کہ جس کا خطاب 'ہدایت خاں' تھا، کمال و فراست سے خالی نہ تھا - موزوں طبیعت رکھتا تھا - محمد اعظم شاہ کی سرکار کا خانساماں تھا - کہتے ہیں کہ نعمت خاں مرزا محمد حاجی [۶۸۹] جس کی بد زبانی کی وجہ سے اکثر سردار و ارکان سلطنت ناراض تھے اور اس کی جان کے دشمن ہوگئے تھے، وہ ان لوگوں کی ہجو کرنے سے باز نہیں آتا تھا - یہاں تک کہ عالم گیر بادشاہ کے بارے میں بھی اس نے کہا اور حق نمک اور نمک کلام ادا کر دیا -

بیت

بنشستہ چناں قوی کہ برداشتنش
کار دگرے نیست خدا بردارد

جب اس نے ہدایت خاں کی ہجو کی تو خان مذکور نے اس اعتبار سے کہ 'کلوخ انداز را پاداش سنگ است' (ڈھیلا مارنے والے کی سزا پتھر ہے) ، ایک رباعی کہی کہ جس کا دوسرا شعر یہ ہے :

بیت

فرزند و زن و قبیلۂ آن کس کش
بر خوان حاج نعمت الوان است

جب (یہ رباعی) مشارالیہ (نعمت خاں حاجی) کے پاس پہنچی تو پھر اس نے کچھ نہ کہا ۔

۲۱۵
شائستہ خاں امیرالامراء

یمین‌الدولہ آصف خاں کا لائق فرزند ہے ۔ اس کا نام مرزا ابوطالب تھا ۔ مہابت خاں کے غلبے اور اقتدار کے زمانے میں وہ بھی اپنے باپ کے ساتھ قید ہو گیا ۔ جب نیرنگ ساز زمانے نے اس بیباک (مہابت خاں) کو سرکار شاہی سے نکالا تو اس (مہابت خاں) نے آصف خاں کو اپنی خطاؤں کی معافی کے لیے بادشاہ کے حضور میں بھیجا اور ابوطالب کو اس مصلحت سے کہ شاید اس (مہابت خاں) پر لشکر تعینات کر دیا جائے کچھ دنوں نگرانی میں رکھا اور پھر رخصت کر دیا [۶۹۰] ۔ وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا[۱] ۔ اسی سال اکیسویں سال جلوس جہانگیری میں 'شائستہ خاں' کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔

صاحبقران ثانی (شاہجہاں بادشاہ) کے جلوس کے ابتدائی زمانے میں اپنے باپ کے ہمراہ لاہور سے آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ شائستہ خاں کو پیدائش کے دن پنج ہزاری منصب پر فائز کر دیا گیا تھا ، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے ۔ ایک کتاب میں ضرور

---

۱ ۔ اقبال نامۂ جہانگیری صفحہ ۲۶۷ ، ۲۷۷ ، ۲۷۸

یہ دیکھا گیا ہے کہ اس کو اس کے باپ اور دادا کی رعایت سے زمانۂ طفلی میں پہلی مرتبہ ہی پانصدی کا منصب مرحمت ہوا اور اسی نسبت سے اس کے منصب میں متواتر اضافے ہوئے۔ جوانی تک عمدہ منصب پر پہنچ گیا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں سرداری اور امیری کے منصب پر پہنچا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب برہان پور کے علاقے سے تین جرار فوجیں خان جہاں کی تنبیہ اور نظام شاہیوں کو سزا دینے کے لیے تعینات ہوئیں تو ان میں سے ایک فوج کا سردار وہ مقرر ہوا ۔ چونکہ تمام افواج کا سردار دکن کا صوبیدار اعظم خان تھا ، اور خان مذکور (شائستہ خان) سے اس کا نباہ نہ ہو سکا اس لیے بادشاہ کے حضور میں طلب کر لیا گیا ۔

جب نویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہجہاں بادشاہ قلعہ دولت آباد کے نواح میں پہنچا تو خان مذکور (شائستہ خان) الہ وردی خاں وغیرہ سرداروں کے ساتھ ولایت سنگمنیر اور اس سے متعلق دوسرے قلعوں کی فتح کے لیےمقرر ہوا کہ جو ساہو بھونسلہ کے قبضے میں تھے ۔ خان مذکور نے [۶۹۱] سنگم نیر پہنچ کر ان پرگنوں کو اس کے لڑکے سیوا اور دوسرے سرکشوں کے قبضے سے نکال کر ان بد بختوں کو جنگل میں بھگا دیا اور ہر قلعے پر ایک فوج تعینات کر دی ۔ اکثر مشہور قلعوں کو فتح کرنے اور اس علاقے کے انتظامات سے فارغ ہونے کے بعد وہ جلدی سے جنیر کی طرف روانہ ہوا ۔ چونکہ سیوا نے اپنے باپ کے پاس سے واپس آ کر اس قلعے کو بہت مستحکم کر لیا تھا ، اس وجہ سے وہ آسانی سے فتح نہیں ہو سکتا تھا اس لیے شہر جنیر اور اس کے متعلقہ محالات پر قابض ہونے کے بعد وہ واپس آ گیا ۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس نے دو عمدہ سرکاریں جن کی سالانہ آمدنی دو کروڑ ساٹھ لاکھ دام تھی ، اور جو سترہ محال پر مشتمل تھیں ، شاہی مملکت میں شامل کر دیں ۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب خان زمان کا انتقال ہوگیا کہ جو شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کی نیابت میں بالا گھاٹ دکن کے انتظام کے لیے تعینات ہوا تو چونکہ خان زماں کی جگہ پر ایک اعلی سردار کا تقرر مصالح ملکی کی بنا پر ناگزیر تھا تاکہ وہ شاہزادے کی عدم موجودگی میں نیابت (کے فرائض) اور دولت آباد میں مقیم رہ کر خدمات انجام دیتا رہے ، لہذا شائستہ خاں اس خدمت پر مامور ہوا اور شاہزادے سے قبل کہ جو شادی کے سلسلے میں بادشاہ کے حضور میں گیا ہوا تھا ، روانگی کی اجازت پائی تاکہ اس کے آنے تک اس کی نیابت میں اس ملک کا انتظام کرے ۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں عبداللہ خاں کی تبدیلی کے بعد بہار و پٹنہ کا صوبیدار مقرر ہوا ۔ پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں خان مذکور (شائستہ خاں) نے پلاون (پلامئو) کے زمیندار پرتاب پر فوج کشی کر کے اسے [۶۹۲] مطیع و فرمانبردار کر لیا کہ جو اس علاقے کا ایک طاقتور زمیندار تھا ۔

جب اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں صوبہ الہ آباد اس سے لے کر دارا شکوہ کی جاگیر میں مقرر ہوا تو خان مذکور (شائستہ خاں) مالوہ کی صوبیداری پر تعینات ہوا ۔ جب بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں محمد اورنگ زیب بہادر کو احمد آباد گجرات سے ولایت بلخ و بدخشاں کی حکومت کے لیے طلب کیا گیا تو اس ملک کا انتظام خان مذکور (شائستہ خاں) کے سپرد ہوا ۔ وہ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر فائز تھا ، اور اس کے علاوہ اس صوبے کے تین ہزار (سہ بندی) سواروں کے خرچ کے لیے اسے شاہی خزانے سے پانچ لاکھ روپے سالانہ اور تنخواہ ملتی تھی ۔ مگر شائستہ خاں سے اس علاقے کے ماتحتوں کی تنبیہ و تادیب جیسی ہونی چاہیے تھی ، نہ ہو سکی اور اس کی عرضیوں سے بھی کئی مرتبہ یہ بات معلوم

ہوئی ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی کے شروع میں صوبہ احمد آباد شاہزادہ دارا شکوہ کی جاگیر میں دے دیا گیا اور مالوہ کی حکومت از سرنو خان مذکور (شائستہ خاں) کے سپرد ہوئی ۔

تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہزادہ مراد بخش کی بجائے دکن کے چاروں صوبوں کا انتظام اس کے سپرد ہوا ۔ اس کے بعد گجرات کی حکومت پھر اس کے سپرد ہوئی ۔ جب ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ صوبہ مراد بخش کے سپرد ہوا تو وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں پھر مالوہ کی صوبیداری پر مقرر ہوا ۔

جب انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں صوبۂ دکن کے ناظم شاہزادہ اورنگ زیب بہادر نے [۶۹۳] میر جملہ کی درخواست کے مطابق اس کے لڑکے اور متعلقین کو آزاد کرانے اور قطب شاہ کی تنبیہ کے لیے حیدر آباد کا قصد کیا تو شائستہ خاں صوبہ مالوہ کے تعیناتیوں کے ساتھ بادشاہ کے حکم کے مطابق مدد کے لیے روانہ ہوا اور عین محاصرے کے وقت شاہزادے کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ اس مہم کے سر ہو جانے کے بعد تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں رخصت ہو کر اپنے تعلقے میں پہنچا اور اس کارگزاری کے صلے میں شاہزادے کی سفارش سے اسے چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا اعلیٰ منصب اور 'خانجہاں' کا معتبر خطاب ملا اور وہ اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوا ۔ چونکہ اسی سال محمد اورنگ زیب بہادر دکن کی فوجوں کے ساتھ عادل شاہیوں کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوا تو خان جہاں کو حکم ہوا کہ وہ بہت جلد دولت آباد پہنچے اور شہزادے کی واپسی تک وہیں مقیم رہے ۔

جب اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۷ھ مطابق ۱۶۵۷ع میں شاہجہاں بادشاہ کو حبس بول کی بیماری ہوئی اور اس نے طول پکڑا تو سلطنت و حکومت کے معاملات سرداروں کے ساتھ

شاہزادہ ولی‌عہد دارا شکوہ کے سپرد کر دیے گئے ۔ اس نے بد خواہی اور غلط رائے سے دکن کے (فوجی) مددگار سرداروں کو طلب کر لیا حالانکہ ابھی تک بیجا پور کا معاملہ انجام کو نہیں پہنچا تھا ۔ شائستہ خاں بھی مالوہ کو واپس چلا گیا ۔ چونکہ وہ علاقہ دکن کے قریب واقع ہے ، اس موقع پر جبکہ دارا شکوہ کے منصوبے دوسرے کاموں کی طرف تھے [۹۴-] تو خان جہان (شائستہ خاں) کو کہ جس کا خلوص و ارادت شاہزادہ اورنگ زیب کے ساتھ مشہور تھا ، وہاں چھوڑنا مصلحت وقت کے خلاف سمجھا اور اسے حضور میں طلب کر لیا اور مہاراجا (جسونت سنگھ) کو اس کی صوبہداری پر مامور کیا ۔ مہاراجا کو عالم گیر کے مقابلے میں شکست ہونے کے بعد جب شاہجہاں بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ اس شاہزادۂ مظفر و منصور (اورنگ زیب) کا قصد دارالخلافہ کی جانب ہے تو بادشاہ کی یہ رائے ہوئی کہ خود مقابلے کے لیے جائے ، ممکن ہے کہ جنگ کی نوبت نہ آئے ؛ اس وجہ سے کہ اس طرف بھی شاہی ملازم ہیں ؛ شاید اپنے آقا (بادشاہ) کے مقابلے میں تلوار چلانا گوارا نہ کریں ۔ لیکن دارا شکوہ اپنی سہل انگاری سے چاہتا تھا کہ خود تنہا جنگ و جدل کرے ۔ اس نے سختی سے اصرار کیا کہ شاہجہاں بادشاہ باہر نہ نکلے ۔ اس معاملے میں خان جہان (شائستہ خاں) سے مشورہ کیا گیا ۔ اس نے بھی دارا شکوہ کے لحاظ سے یا اس اخلاص کی وجہ سے کہ جو وہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ساتھ رکھتا تھا اور اس کی بھلائی کا خواہاں تھا ، (شاہجہاں کی روانگی کو) منع کر دیا ۔

دارا شکوہ کی شکست کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ وہی (بادشاہ کا میدان جنگ میں آنا) بہتر تھا ، اور جو کچھ ہوا محض غلط تدبیر کی بنا پر ہوا ۔ شاہجہاں بادشاہ نے غصے سے چھڑی کا سرا خان جہان کے سینے پر مارا اور منافقانہ مشورہ دینے کی بنا پر برا بھلا کہا ، اور دارا شکوہ کی تحریر اور اہل غرض کی ترغیب سے اس کو

نظربند کردیا۔ دو روز کے بعد [ع۶۹۵] قید سے رہا کردیا ۔ اس کے بعد پھر حالات کی صوابدید کے متعلق اس سے پوچھا گیا تو اس نے پھر بادشاہ کے باہر نہ جانے کی بات کو دہرایا اور ظاہر ہے کہ اس وقت باہر جانے سے کیا فائدہ تھا ۔ اس کے باوجود لوگ شاہجہاں بادشاہ کو باہر لے آئے۔ لیکن چونکہ کام ہاتھ سے نکل چکا تھا ۔ اگر وہ خود بھی (اورنگ زیب کے مقابلے پر) باہر آتے تو کچھ فائدہ نہ تھا ۔

مختصر یہ کہ خان جہاں نور منزل باغ میں عالم گیر کے حضور میں حاضر ہوا ۔ متواتر گفتگو کے بعد خانسامان فاضل خاں کی معرفت شاہجہاں بادشاہ کی طرف سے بادشاہ زادہ مظفر و منصور محمد اورنگ زیب بہادر کے پاس پیغام پہنچا اور بیگم صاحبہ بڑی برادر عزیزالقدر کے پاس اپنے پدر بزرگوار (شاہجہاں بادشاہ) کا یہ پیغام لائیں کہ ولایت پنجاب مع اس مملکت کے کہ جو اس ضلع سے متعلق ہے ، داراشکوہ کے پاس رہے اور گجرات پر بدستور سابق مراد بخش کا قبضہ رہے اور دکن تمھارے بڑے لڑکے سلطان محمد سے متعلق رہے اور ولی عہدی کا منصب اور خطاب بلند اقبالی اور تمام ممالک محروسہ کا کلی اختیار ان علاقوں کے علاوہ کہ جو تقسیم کیے جا رہے ہیں ، تمھارے پاس رہے ۔ اب تم کو یہ چاہیے کہ ہماری خوشنودیٔ مزاج کے لیے ہم سے آ کر ملاقات کرو ۔ عالم‌گیر نے ان باتوں کو منظور نہیں کیا اور کہا کہ جب تک داراشکوہ کا معاملہ طے نہیں کر لوں گا حاضری سے معذور ہوں ۔ بیگم صاحبہ نے رنجیدہ و غمگین واپس آ کر شاہجہاں بادشاہ کو پیغام کا جواب سنا کر اور زیادہ رنجیدہ اور غمگین کردیا ، یہاں تک کہ [۶۹۶] بہت گفت و شنید کے بعد عالم‌گیر نے پدر بزرگوار (شاہجہاں) کے پاس جانے کا قصد کیا اور اس اچھی نیت (شاہجہاں کے پاس جانے کی نیت سے) باغ دہرہ سے سوار ہوا ۔ چونکہ مشیت ایزدی اس کے خلاف تھی اس لیے خانجہاں (شائستہ

خان) اور شیخ میر نے شاہزادے کے پاس پہنچ کر یہ عرض کیا کہ ایسا ارادہ کرنا مصلحت نہیں ، عقل کے خلاف ہے ۔ جب تک کہ قلعے کے ملازمان آپ کے اختیار میں نہ آ جائیں اور شاہجہاں بادشاہ کا اختیار بالکل ختم نہ ہو جائے ، بغیر ضروری کام کے اس مقام پر جانا ، جہاں خطرے کا اندیشہ ہے ، کیا ضرورت ہے ؟

اس اثنا میں جبکہ اورنگ زیب عالم گیر بھی خواہاں حکومت کی باتیں سن کر فکر مند تھا کہ باہردل[1] چیلہ پہنچا اور وہ فرمان کہ جو شاہجہاں بادشاہ نے اپنے قلم سے دارا شکوہ کو لکھا تھا اور اس پر اعتماد کرکے اس کو دیا تھا کہ یہ نہایت تیزی سے شاہجہاں آباد داراشکوہ کے پاس پہنچا کر اس کا جواب لائے ۔ (ناہردل چیلے نے وہ فرمان) لا کر (عالمگیر کو) پیش کر دیا ، جس کا مضمون یہ تھا کہ وہ (دارا شکوہ) لشکر فراہم کرکے دہلی میں قیام کرے ، ہم یہاں معاملہ طے کر رہے ہیں ۔ لہٰذا خان جہاں کی رائے مستحسن ٹھہری اور بادشاہ (شاہجہاں) کی خدمت میں حاضری کا ارادہ منسوخ کر دیا گیا اور مصلحت وقت کی بنا پر عالمگیری لشکر دارا شکوہ کے تعاقب میں آگرہ سے دہلی کی جانب روانہ ہوا اور (اورنگ زیب نے) متھرا کے مقام پر خانجہاں کو کہ جو مذکورہ عتاب کی وجہ سے منصب و جاگیر سے معزول ہوگیا تھا [۶۹۷] سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار ، دو اسپہ و سہ اسپہ کا منصب اور امیرالامراء کا خطاب عنایت کیا اور وہ محال کہ جس کی آمدنی دو کروڑ دام تھی بطور انعام اس کو مرحمت فرمایا ۔ چونکہ دارا شکوہ کا بڑا لڑکا سلیمان شکوہ پورب کے علاقے سے واپس آ کر اپنے باپ (دارا شکوہ) کی شکست کی خبر سن چکا تھا اس لیے دریائے گنگا کے اس کنارے سے وہ ہردوار کی طرف چلا گیا، اور چاہتا تھا کہ سہارن پور کے راستے سے پنجاب پہنچ کر اپنے باپ (دارا شکوہ) سے مل جائے ۔ امیرالامراء (شائستہ خان)

---

[1] ۔ در اختلاف نسخ ناہردل

کو تعینات کیا گیا کہ وہ اس کی مہم کا انتظام کرے ۔ وہ زمانے کا ستایا ہوا (سلیمان شکوہ) اس فتح مند لشکر کے خوف سے فرار ہو کر سری نگر کے کوہستان میں پہنچا اور وہاں کے زمیندار کے پاس پناہ گزیں ہو گیا ۔ امیرالامراء (شائستہ خاں) دریائے گنگا سے چل کر (اورنگ زیب کے) حسب الحکم مستقرالخلافہ اکبر آباد واپس لوٹا اور بادشاہزادہ محمد سلطان کی خدمت میں پہنچ کر اس صوبے کے انتظام میں مشغول ہوا ۔ جب سلطان محمد نے بطور ہراول شاہ شجاع کی طرف روانگی کی تو اس مرکز خلافت (اکبر آباد) کا انتظام بھی امیرالامراء (شائستہ خاں) کے سپرد ہوا ۔

جب شجاع کی جنگ میں راجا جسونت بدخواہی اور بدطینتی کی بنا پر کام کو بگاڑنے اور خراب کرنے کے ارادے سے اس رات کے آخر میں کہ جس کی صبح کو میدان کارزار آراستہ ہونے والا تھا تمام راجپوتوں کے ساتھ عالمگیر کا ساتھ چھوڑ کر آگرہ کی جانب فرار ہو گیا تو اس طوفان خیز پریشانی نے لوگوں میں ایک محشر تفرقہ بپا کر دیا اور ان پرانے سپاہیوں کا قدم ثبات بھی ڈگمگا گیا کہ [۶۹۸] جنھوں نے سخت معرکوں میں تلوار کے جوہر دکھائے تھے۔ بہت سے بیوفائی کرکے فرار ہوگئے اور اطراف و جوانب میں یہ وحشت انگیز خبر اس طرح مسہور ہوئی کہ شاہ شجاع نے عالمگیر بادشاہ کو گرفتار کرکے اکبر آباد کا ارادہ کر دیا ہے اور یہ بات ایسی مسہور ہوئی کہ اس پروپیگنڈے اور جھوٹ کو امیرالامراء (شائستہ خاں) صحیح سمجھ کر پریشان ہو گیا ۔ اس کے حواس باختہ ہو گئے اور یہ سوچنے لگا کہ وہ دکن چلا جائے۔ اس پریشاں حالی میں اس نے فاضل خاں خانسامان کو کہ جو اس وقت تک شاہجہاں بادشاہ کی خدمت میں تھا ، آصف جاہی حقوق یاد دلا کر (اس سے) التجا کی کہ شاہجہاں بادشاہ سے اس کی خطائیں معاف کرا دے ۔ اس عقل مند تجربہ کار (فاضل خاں) نے اس کو تسلی و تسکین دے کر کہا کہ صبح تک صبر و سکون

سے رہنا چاہیے کہ شاید اس طرف سے کوئی ایسی خبر ملے کہ جس پر اعتماد کیا جا سکے ۔ اس کے بعد ظاہر ہوا کہ عالم گیر بادشاہ نے کہ جو بردباری کا پہاڑ اور جری شیر تھا کچھ لوگوں کے ساتھ شجاع کو بھگا کر فتح حاصل کر لی ۔ اس خدا داد فتح کے بعد عالم‌گیری لشکر مستقرالخلافہ (آگرہ) کے قریب پہنچا اور وہاں سے احمد کی طرف دارا شکوہ سے جنگ کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا ۔ (اورنگ زیب) نے امیرالامراء کو اپنے ہمراہ لیا ۔

جلوس ثانی ۱۰۶۹ھ مطابق جولائی ۱۶۵۹ء کے بعد دوسرے سال جلوس عالم‌گیری میں بادشاہ (عالم‌گیر) نے اس کو اپنے حضور میں نوبت بجانے کا شرف بخشا کیونکہ یہ خاص نوازش شاہجہانی اور جہانگیری زمانوں میں [۶۹۹] اس کے باپ دادا کے لیے مخصوص تھی۔ اسی زمانے میں بادشاہ زادہ محمد معظم کی تبدیلی کے بعد وہ دکن کی صوبیداری پر فائز ہوا ۔ امیرالامراء (شائستہ خاں) ولایت مذکور (دکن) میں پہنچنے کے بعد ۲۵ جمادی‌الاول ۱۰۷۰ھ مطابق ۲۸ جنوری ۱۶۶۰ء کو سیوائے مذکور کے دفع کرنے کے لیے اور اس کے علاقے کے قلعوں پر قبضہ کرنے کے ارادے سے اورنگ آباد سے نکلا ۔ حکومت بیجاپور کے انقلاب اور عادل شاہیوں کے سردار افضل خاں کے مارے جانے سے اکثر بندرگاہ اور قلعے اس (سیوا) کے قبضے میں آ گئے تھے اور وہ (سمندر کے) کنارے پر حاجیوں کے راستے میں خلل انداز ہوتا تھا اور شاہی علاقے کے تاخت و تاراج کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتا تھا ۔ جہاں کہیں اس (سیوا) کے آدمی مقابلہ کرتے تو (شائستہ خاں) ان کو سزائے واجبی دے کر اس کے محالات پر قبضہ کر لیتا اور شاہی تھانے بٹھا دیتا تھا ۔ اور یہ مرہٹوں کی جنگ کی ابتداء ہے ۔

چونکہ برسات کا موسم آ گیا تھا ، کچھ عرصے تک اس نے قصبہ پونا میں قیام کیا ۔ اس کے بعد قلعہ چاکنہ کی فتح کا ارادہ کیا کہ جو کوکن نظام شاہیوں کے مستحکم قلعوں میں سے تھا اور عادل

شاہیوں کے حالات خراب ہو جانے کی وجہ سے سیوانے اس پر قبضہ کر لیا تھا ۔ چونکہ وہ قلعہ شاہی علاقے کے نزدیک واقع تھا اس لیے اس (قلعہ) کا فتح کرنا اس مہم (مرہٹہ) کے ضروری مقدمات میں سے تھا ۔ (چنانچہ اس کی فتح کا ارادہ کیا)

جب وہ مذکورہ قلعے کے پاس پہنچا تو اطراف و جوانب پر نہایت غور کرنے کے بعد مورچوں کی تقسیم کی اور جن مقامات پر دمدمے اور نقب لگانا ضروری تھا ، ان کا انتظام کیا اور چھپن دن تک متواتر بارش ہونے کے باوجود کہ ہر وقت طوفان خیز بادل گھرے رہتے تھے [۷۰۰] اور متواتر بارش ہوتی رہتی تھی ، توپیں اور بندوقیں برابر چلتی رہیں ۔ آخرکار اس نقب میں جو امیرالامراء کے مورچے کے سامنے والے برج تک پہنچا تھا ، باروت سے پر کرکے آگ دے دی ۔ اس برج کے ٹکڑے اڑ گئے اور اس کے ٹکڑے کبوتروں کے جھنڈ کی مانند ہوا میں اڑنے لگے ۔ شاہی لشکر جو حملے کے لیے تیار تھا ، خدا کے اوپر بھروسہ کرکے یک بارگی قلعے پر ٹوٹ پڑا ۔ چونکہ اس جنگ و جدل میں دن ختم ہو چکا تھا ، مجاہدوں نے واپس آنے کو فرار خیال کرکے اس شرم کو گوارا نہ کیا اور وہ رات اسی قلعے کے نیچے بسر کی اور صبح ہوتے ہی دوسرا حملہ کرکے شہر کے اندر داخل ہوگئے ۔ نہایت شان اور رعب کے ساتھ اٹھارہ ذی الحجہ تیسرے سال جلوس عالمگیری کو یہ قلعہ فتح ہوا ۔ (۱۵ اگست ۱۶۶۰ع) جو تلواروں سے بچے وہ قلعے میں جا چھپے ۔ جب اس کا انتظام کرنا اپنی طاقت سے باہر دیکھا تو امان طلب کرکے باہر نکل آئے اور مذکورہ قلعہ شاہی حکم کے مطابق 'اسلام آباد' کے نام سے موسوم ہوا ۔

جب سیوا کے ملک کو فتح مند لشکر نے پامال کر دیا اور وہ مکار و فریبی دشوار گزار (پہاڑی) دروں میں بھاگ گیا تو امیرالامراء (شائستہ خاں) قصبہ پونا میں قیام پذیر ہو کر سیوا کی تعمیر کرائی ہوئی حویلی میں مقیم ہوا ۔ اس دوران میں وہ مکار و کیاد

میوا) شب خون کا انتظام کرتا رہا اور ایک جماعت کو اس کام
تعینات کر دیا ۔ چونکہ اس زمانے میں بہت سختی تھی کہ
وئی شخص پروانہ راہداری کے بغیر لشکر یا شہر میں داخل
یں ہو سکتا تھا ، اسی طرح یہ بھی حکم تھا [۱۰۷] کہ مرہٹہ
م کا آدمی گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا ۔ اتفاق سے چھٹے سال
لوس عالمگیری کے شروع میں اس گروہ (مرہٹوں) کی ایک پیدل
اعت نے شادی کی تقریب کے بہانے سے ایک کوتوال سے دو سو
رہٹوں کے داخلے کی اجازت لی اور رات کے وقت برات کے طریقے
ے ڈھول بجاتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور وہ دوسرے روز
ک گروہ کو یہ مشہور کرکے کہ یہ دشمن کے آدمی ہیں اور ان
کو ہم نے تھانے سے گرفتار کیا ہے ، ہاتھ باندھ کر ان کو طمانچے
ارے ہوئے لائے ۔

دوسری رات کو وہ گمراہ (مرہٹے) نصف رات گزرنے کے
مد محل سرا کے پیچھے کہ جہاں باورچی خانہ تھا پہنچے، اور جس
کسی کو جاگتا پایا ، قتل کر دیا ۔ اور وہ کھڑکی جو اینٹ گارے
ے بند تھی کھول دی ۔ محل کے خدمت گاروں نے جب بیلچوں
ور کدالوں کی آوازیں سنیں تو امیرالامراء کو خبر پہنچائی ۔ اس نے
کہا کہ چونکہ رمضان کا مہینہ ہے اس لیے باورچی خانے کے عملے
والے سحری کھانے کے لیے اٹھے ہوں گے ۔ جب بار بار یہ خبر ملی
تو امیرالامراء (شائستہ خاں) پریشان ہوا ۔ تیر ، کمان اور برچھی
وغیرہ سے آراستہ ہو کر اٹھا ۔ ان باغیوں میں سے کسی نے اس
(امیرالامراء) پر تلوار چلائی ۔ وہ امیرالامراء کے ہاتھ پر پڑی ۔
س کے انگوٹھے کے قریب کی انگلی کٹ گئی ۔ اس کا نوجوان
ڑکا ابوالفتح خاں اس ہنگامے میں لڑتا ہوا قتل ہو گیا ۔ اہل محل
(مستورات) امیرالامراء کو کھینچ کر ایک طرف لے گئے۔ شور و غوغا
سن کر لوگ باہر سے دوڑے آئے جنھوں نے ان سرکشوں کو
ختم کر دیا ۔

چونکہ یہ واقعہ اس سردار (شائستہ خاں) کی غفلت اور بے پروائی کی وجہ سے ہوا ، اس لیے لوگوں کی نظروں اور [۷۰۲] دلوں میں وہ سبک اور بے وقعت ہو گیا ۔ اس پر شاہی عتاب نازل ہوا اور دکن کی صوبیداری پر بادشاہزادہ محمد معظم کو مامور کر دیا گیا ، اور اس کو بنگالہ کی ولایت کے انتظام پر کہ اسی زمانے میں وہاں کے ناظم میر جملہ کا انتقال ہو چکا تھا ، تعینات کر دیا گیا ۔ چونکہ ولایت رخنگ (اراکان) کے سرکش کہ جو عام طور سے مگہ کے نام سے مشہور ہیں ، اپنی سرکشی سے موقع پا کر بنگالہ کی سرحد میں داخل ہو جاتے تھے اور سرحد کے بعض گاؤں کے رہنے والوں کو لوٹتے تھے ، امیرالامراء (شائستہ خاں) نے قلعہ چاٹگام کو کہ جو اس ملک کی سرحد پر تھا ، فتح کرنا اس سرکش گروہ کی دست اندازی کے انسداد کا خاص سبب سمجھا اور اس مہم کو سر کرنے کا بیڑہ اٹھا لیا اور اپنے لڑکے بزرگ امید خاں کو ایک فوج دے کر روانہ کیا ۔ اس نے نمایاں کوشش اور محنت کے ساتھ آٹھویں سال جلوس عالم گیری کے آخر میں اس مستحکم قلعے کو فتح کرکے وہاں کا نام اسلام آباد رکھا ۔

امیرالامرا (شائستہ خاں) مدت دراز تک بنگالہ کے وسیع ملک پر حکومت کرتا رہا ۔ بیسویں سال جلوس عالمگیری میں جب اس صوبے کا انتظام اعظم خاں کوکہ کے سپرد ہوا تو اس سردار (شائستہ خاں) نے بادشاہ کے حضور میں حاضری کا ارادہ کیا اور اکیسویں سال جلوس عالمگیری میں قدم بوسی سے مشرف ہو کر تیس لاکھ روپیہ نقد ، چار لاکھ روپے کے جواہرات اور دوسرا سامان بطور نذرانہ بادشاہ کے حضور میں پیش کیا ۔ ان تحائف میں ایک ایسا آئینہ تھا کہ جب تربوز [۷۰۳] اس کے سامنے رکھا جاتا تو خشک ہو کر قطرہ قطرہ پانی اس سے ٹپکتا ۔ اور ایک ایسا صندوق تھا کہ اس کے ایک طرف ہاتھی اور دوسری جانب بکرا

بندھا ہوا تھا - ہاتھی اس کو کھینچ نہیں سکتا تھا لیکن بکرا اس صندوق کو ہاتھی کے ساتھ کھینچ کر لے جاتا تھا -

امیرالامراء کو بادشاہ نے سنگ یشم کا عصا عنایت فرمایا کہ جو بادشاہ کے ہاتھ میں رہتا تھا ، اور دوسری شاہانہ نوازشوں سے سرفراز فرمایا - حکم ہوا کہ وہ عالی مرتبہ سردار غسل خانے (دیوان خانے) تک پالکی میں سوار ہو کر آیا کرے اور شاہ عالم بہادر کی نوبت کے بعد اس کی نوبت بجا کرے - اسی سال امیرالامراء (شائستہ خاں) اکبر آباد کی صوبیداری پر مقرر ہوا اور بائیسویں سال جلوس عالمگیری کے آخر میں شاہزادہ محمد اعظم کی جائے امیرالامراء بنگالہ کی صوبیداری پر فائز ہوا ، کیونکہ شاہزادہ (محمد اعظم) شاہی حکم کے مطابق یلغار کے طور پر بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا تھا - اس کے چند سال بعد وہ مستقرالخلافہ آگرہ کی صوبیداری پر فائز ہوا اور زندگی مستعار کے اختتام تک نیک نامی سے وقت گزارا اور اڑتیسویں سال جلوس عالمگیری ۱۱۰۵ھ مطابق ۱۶۹۴ع کے شروع میں اس نے دارالبقا کی راہ لی -

قریب العہد سرداروں میں سے کوئی سردار ایسے صفات حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ سے متصف نہیں گزرا ہے - اس بزرگی اور عظمت کے باوجود کہ جو اس کی ذات میں جمع تھی اگر اس کا دسواں حصہ بھی کسی دوسرے کے پاس ہوتا تو غرور سے اس کا سر آسمان پر پہنچ جاتا - وہ ہر وضیع و شریف کے ساتھ نہایت بردباری ، انکسار اور حسن سلوک [۲۰۸] کے ساتھ پیش آتا تھا - اس کی سخاوت و بخشش کی شہرت ساری دنیا میں تھی - اس کے نیک آثار میں سے سرائیں ، مسجدیں اور پل کہ جو لاکھوں روپے کے صرفے سے تعمیر ہوئے تھے ، ہندوستان میں ہر طرف بطور یادگار موجود ہیں - ہمیشہ دور و دراز کے غرباء و مساکین اس کی سخاوت و بخشش سے فیض یاب ہوتے تھے - اس کے باوجود جو مال اس کے مرنے کے بعد شاہی خزانے میں داخل ہوا ، وہ بعیدار قیاس ہے -

باوجودیکہ اس (سامان) میں سے اعلی قسم کی سونے اور چاندی کی چیزیں شاہی ضرورتوں میں آ چکی ہیں ، مگر ابھی تک قلعہ آگرہ میں (سامان سے) مقفل کوٹھریاں موجود ہیں ۔

اس کے کارخانوں اور کثرت اسباب کی بابت عجیب حکایات مشہور ہیں ۔ معتبر ذریعے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ایک مرتبہ عالمگیر کو شکار کے موقع پر موم کی ضرورت ہوئی ۔ جن نواحی پرگنوں کے حاکموں اور عاملوں کے نام فرمائش کے احکام جاری ہوئے انھوں نے برسات کے موسم ہونے کا عذر کرکے اس کی نایابی کے متعلق جواب لکھ دیا ۔ (شاہی) خانساماں نے (بادشاہ سے) عرض کیا کہ موم کہیں دستیاب نہیں ہے ۔ امیرالامراء (شایستہ خاں) کے کارخانے میں کہ جو دہلی میں ہے ، موم کا ذخیرہ سنا جاتا ہے ۔ حکم ہوا کہ بقدر ضرورت عاریتاً لے لیا جائے ۔ جب امیرالامراء کے متصدی کو اس قسم کا حکم پہنچا تو چونکہ اپنے اقا سے کہ جو بنگالہ میں تھا اجازت حاصل کرنے میں دیر ہوتی اور تاخیر کی گنجائش نہ تھی، مجبوراً دو سو من موم اپنی طرف سے اور ایک ہزار [۷۰۵] یا دو ہزار موم کی چکتیاں، کہ جن میں سے ہر ایک دو من اور تین من کی تھی، پیش کر دیں اور یہ عذر کیا کہ آقا موجود نہیں ہیں ، میں اس سے زیادہ پیش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا ۔ معلوم ہوا کہ اس موم کے جمع کرنے کے لیے کنوئیں کھدوائے گئے ہیں اور موسم گرما میں ان کنوؤں میں ٹھنڈا پانی ڈلوایا جاتا تھا تاکہ موم پگھلنے نہ پائے ۔ اس سے دوسری اشیاء کی بابت خیال کیا جا سکتا ہے ۔

عبدالرحیم خانخاناں کے لڑکے شاہ نواز خاں کی لڑکی حکم جہانگیری کے مطابق اس کے عقد میں تھی لیکن اس کی اولاد کنیزوں وغیرہ کے بطن سے تھی ۔

اس کے لڑکوں میں سے عقیدت خاں ہے جس کا نام ابوطالب ہے ۔ دوسرے سال جلوس عالمگیری میں جب اس کے باپ کو دکن

کے انتظام پر مامور کیا گیا تو دولت آباد کی حفاظت اس کے سپرد ہوئی ۔ وہ جلد ہی مر گیا ۔

دوسرا ابوالفتح خان تھا جو سیوا بھونسلہ کے شب خون مارنے میں ختم ہوا ۔ ان لوگوں میں سے جو بھی نامور ہوا اس کا ذکر اس کتاب میں موجود ہے ۔ اس کی لڑکیوں میں سے ایک روح اللہ خان اول کی بیوی تھی اور دوسری لڑکی ذوالفقار خان نصرت جنگ سے بیاہی گئی ۔

۲۱۶
شجاعت خاں محمد بیگ ترکمان

صوبۂ گجرات کے (فوجی) مددگار منصب داروں کے زمرے میں شامل ہوا ۔ جب سلطان مراد بخش صوبۂ مذکور (گجرات) کے انتظام کے لیے مامور ہوا تو اس نے شاہزادے کا ساتھ دیا اور اسے شاہزادے کی خدمت میں روشناسی حاصل ہوئی ۔ جب شاہزادۂ مذکور (مراد بخش) اپنے بھائی سلطان محمد اورنگ زیب بہادر کے اشارے سے [۷۰۶] صوبۂ مذکور (گجرات) سے روانہ ہو کر صوبہ مالوہ پہنچا اور بھائی سے آ کر مل گیا اور مہاراجا جسونت سنگھ کی جنگ اور دارا شکوہ کے پہلے معرکے کے بعد اس چرخ دوار کی نیرنگی سے گرفتار ہو گیا تو خان مذکور (شجاعت خاں) اپنی تعیناتی کے صوبے میں چلا آیا ۔ عالمگیر بادشاہ کے جلوس کے دوسرے سال میں جب داراشکوہ نے گجرات پہنچ کر فوج جمع کر لی تو اس کو 'قزلباش خاں' کا خطاب دے کر اپنے ہمراہ لے لیا[۱] ۔

وہ دارا شکوہ کے فرار ہونے کے بعد عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ اسے خلعت اور دستور قدیم کے مطابق احمد آباد جانے کی اجازت ملی ۔ مدت دراز تک وہ اس صوبے (احمد آباد) میں رہا ۔ چونکہ اس کی کارگزاری بادشاہ کو پسند آئی اس لیے آہستہ

---

۱ ۔ عالمگیر نامہ ، صفحہ ۳۲۶

آہستہ 'کار طلب خاں' کے خطاب اور بندر سورت کی متصدی گری پر فائز ہوا - چھبیسویں سال جلوس عالمگیری میں وہاں سے معزول ہو کر احمد آباد کی فوجداری پر مقرر ہوا - اس کے بعد احمد آباد کی صوبیداری اور 'شجاعت خاں' کے خطاب سے سرفراز ہوا - چالیسویں سال جلوس عالمگیری میں اصل و اضافہ کے بعد اسے چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کا منصب ملا - سینتالیسویں سال جلوس عالمگیری ۱۱۱۲ھ مطابق ۱۷۰۰ء میں اس نے عالم بقا کی راہ لی -

وہ بہت سے اخلاق کریمہ کا مالک تھا - نہایت اقبال مند تھا - معمولی درجے سے اعالی درجے تک خوب ترقی کر گیا تھا - اس کی صداقت ، نیک نیتی ، سپاہ گری اور عمل داری نے بادشاہ کی طبیعت پر [۷۰۲] ایسا اثر کیا تھا کہ کبھی اس میں فرق نہیں آیا -

اس کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ ایک کسان کے لڑکے کو اپنی فرزندی میں لے لیا تھا - اس (شجاعت خاں) کی وجہ سے اس (لڑکے) کو عمدہ منصب ملا اور وہ 'نظر علی خاں' کے خطاب سے مشہور ہوا - اس (شجاعت خاں) کے مرنے کے بعد اس نے مرہٹوں سے بے سوچے سمجھے جنگ کی ، شکست کھا کر بدنام ہوا -

شجاعت خاں کی لڑکی کاظم بیگ کے لڑکے معصوم بیگ کے نکاح میں تھی - حیدر قلی خاں کی صوبیداری کے زمانے میں (کاظم بیگ) احمد آباد کی نیابت اور (شجاعت خاں) کے خطاب سے سرفراز ہوا - اس (معصوم بیگ) کا دوسرا بھائی رستم علی خاں بندر سورت کا متصدی ہوا اور تیسرا بھائی ابراہیم قلی خاں کے خطاب سے سرفراز تھا - معزالدولہ حامد خاں بہادر کی نظامت کے زمانے میں تینوں قتل کر دیے گئے -

۲۱۷

شجاعت خاں بہادر

محمد شاہ نام اور فاروقی شیخ زادوں میں سے ہے۔ اس کا سلسلۂ خاندان شیخ فریدالدین شکر گنج تک پہنچتا ہے۔ اس کا وطن صوبۂ الہ آباد کا شہر جون پور ہے۔ اس کے دادا کا نام غلام محمد خاں ہے کہ جس کو شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں 'منصب خاں' کا خطاب اور بہار کے مضاف میں حاجی پور کی فوجداری ملی اور جنگ شجاع میں وہ عالم گیر بادشاہ کی ہمراہی میں مارا گیا۔

اس کے باپ شیخ عبدالکریم خاں کو بھی منصب ملا۔ وہ ابتدا میں متھرا کا فوجدار اور اس کے بعد گوالیار کا فوجدار مقرر ہوا۔ اس کے بعد صوبۂ الہ آباد میں کڑہ مانکپور کی فوجداری پر فائز ہوا۔ اس نواح کے راجپوتوں سے جنگ کی اور مارا گیا [۷۰۸]۔

جس زمانے میں کہ بادشاہ (عالم گیر) دکن میں کلگولہ کے مقام پر مقیم تھا تو شجاعت خاں بہادر بندر سورت کی عدالت کی بخشی گری اور داروغگی پر فائز ہوا اور اسی علاقے میں (اسے) جاگیر ملی۔ سرکار سورت میں کبھی وہ نیا پورۂ دھاتیا کی فوجداری پر، کچھ مدت بیرم گاؤں کی تعلقہ داری پر اور کچھ عرصے تک گجرات میں سرکار سورت کی فوجداری پر فائز رہا۔ اصل و اضافہ کے بعد وہ ہفت صدی منصب اور 'شاہ علی خاں' کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ جہاندار شاہ کے زمانے میں اس سبب سے کہ وہ محمد فرخ سیر کے پاس چلا گیا تھا، منصب و جاگیر سے معزول کر دیا گیا۔ محمد فرخ سیر کے پہلے سال جلوس میں اس کے منصب کی بحالی ہوئی اور وہ مند سور مالوہ کی فوجداری پر تعینات ہوا۔

محمد شاہ کے دوسرے سال جلوس میں جب نظام الملک آصف جاہ نے مالوہ سے دکن کا ارادہ کیا تو اس (آصف جاہ) نے اس (شجاعت خاں بہادر) کی دل دہی کے خیال سے اس کے چھوٹے بھائی شیخ نوراللہ کو اپنے ساتھ لے لیا ۔ وہ (شجاعت خاں بہادر) اس عالی قدر امیر (نظام الملک آصف جاہ) کے توپ خانے کا داروغہ اور اس کا بھائی (نظام الملک کے) احشام (ملازمین) کا داروغہ مقرر ہوا ۔

سید دلاور علی خاں اور عالم علی خاں کی جنگ میں (ان دونوں بھائیوں نے) نمایاں کارنامے انجام دے۔ جب آخری مقابلے میں یہ لوگ سخت مجبور ہو گئے تو جانباز بہادروں کے طریقے سے پیادہ ہو گئے اور جنگ و جدل میں انھوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ۔ اس بہادرانہ لڑائی میں شیخ نوراللہ کام آ گیا اور شیخ محمد شاہ (شجاعت خاں بہادر) زخمی ہو کر از کار رفتہ ہو گیا ۔ اس کے بعد اس کو تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، علم اور [۷۰۹] نقارہ مرحمت ہوا اور 'شجاعت خاں' کا خطاب ملا ۔

پرگنہ بیر ، صوبہ اورنگ آباد میں فتح آباد دھارور کے کچھ مواضعات ، صوبہ برار میں حویلی پاتھری اور صوبہ خاندیس میں سرکار بیجا گڑھ کھرکون پر اس کا تقرر ہوا ۔ جب بیر وغیرہ محالات راجا سلطان جی کی جاگیر میں دے دیے گئے تو وہ برار کے محالات بالاپور وغیرہ کا جاگیردار ہوا ۔ رفتہ رفتہ اسے پنج ہزاری منصب اور 'بہادر' کا خطاب ملا ۔

عضدالدولہ کی وفات ۱۱۴۳ھ مطابق ۳۱-۱۷۳۰ع کے بعد وہ برار کا نائب صوبیدار مقرر ہوا ۔ عمل داری (وصولیابی) کا کام خوب انجام دیتا تھا ۔ مرہٹہ مکاسداران اس سے خوف زدہ رہتے تھے ۔ چونکہ اس نے اپنے دیوان کو قید کر دیا تھا ، اس (دیوان) کی تحریک سے وہ بدبخت (مرہٹے) لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ رگھو جی بھونسلہ لشکر جمع کرکے ایلچ پور آ گیا ۔

کہا جاتا ہے کہ خان مذکور (شجاعت خان بہادر) لسان الغیب (حافظ شیرازی) کے دیوان کو اپنے پاس رکھا کرتا تھا اور بڑے بڑے معاملوں میں اس سے فال لیا کرتا تھا ؛ اس مرتبہ جب اس نے فال نکالی تو جواب میں یہ مصرعہ ملا :

ع اے کبوتر نگراں باش کہ شاہیں آمد

اس نے یہ طے کیا کہ خود شہر سے باہر نکل کر ان بد بختوں (مرہٹوں) پر حملہ کرنا چاہیے تاکہ مصرعۂ مذکور کے مطابق کام انجام دے سکے۔ شہر سے چار کوس کے فاصلے پر [۷۰۶] مقابلہ ہوا۔ جنگ و جدل کے بعد وہ (شجاعت خان) زخمی ہو کر دشمن کا قیدی ہو گیا اور ان ہی زخموں کی وجہ سے ۱۱۵۰ھ مطابق ۳۸-۱۷۳۷ء میں اس نے گلشن بقا کی راہ لی۔

اس کے یہاں کھانے کا بہت خرچ تھا۔ روزانہ پنے خاصے سے مقررہ خوان باری باری سے جمعداروں کو بھیجا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے دو سو ہم وطنوں کی دو وں وقت کی خوراک کہ جو اس کی رفاقت میں رہتے تھے ، پورب کے لوگوں کے طریقے پر مقرر تھی۔ (پورب سے مراد) شاہجہاں آباد کا مشرقی علاقہ (اودھ و جونپور) ہے۔

اس کے لڑکوں میں سے غلام محی الدین شجاعت خان ہے جس کا خطاب سرور جنگ ہے اور اشرف خان ، اعظم خان اور معظم خان پرگنہ بیر میں معمولی سی موروثی جاگیر پر قابض ہیں اور ملازمتوں پر زندگی بسر کرتے ہیں۔

۲۱۸
شہداد خان خویشگی

عبدالرحیم نام ، شمس خان کا بھوئی ہے کہ جس نے دوآبہ بیتھ (جالندھر) کی فوجداری کے زمانے میں سکھوں سے بار بار مقابلہ کیا حالانکہ اس زمانے میں جو افسر اور سردار تھی ان کے مقابلے

پر گیا وہ برباد ہی ہوگیا ۔ مگر (شمس خاں) ہر مرتبہ فتح یاب ہوا ۔ آخرکار ایک سرے سے دوسرے سرے تک ان کو مغلوب کیا ۔

شخص مذکور (شہداد خاں) کم حیثیت اور غیر معروف شخص تھا ؛ کسی ممتاز خاندان سے بھی نہ تھا ۔ بہادر شاہ اول کے زمانے میں پانصدی منصب اور شہداد خاں کا خطاب پا کر اس نے شمس خاں کے چچا قطب الدین خاں کے ہمراہ [۷۱۱] جمو کی فوجداری میں اچھی خدمات انجام دیں جب خان مذکور (قطب الدین خاں) (سکھوں کے) بد بخت گرو (بندا) کے ہاتھ سے قتل ہوگیا تو وہ دوسرے حاکم کے پہنچنے تک جد و جہد کرتا رہا اور اس نے اچھا انتظام کیا اور حیثیت بنا لی ۔

اس زمانے میں جب کہ عبدالصمد خاں دلیر جنگ لاہور کی صوبیداری پر تعینات ہوا تو ہمراہیوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے وہ عیسیٰ خاں منج[1] سے کہ جو راستے میں بغاوت و سرکشی کرتا تھا ، خائف تھا ۔ وہ (شہداد خاں) از خود قصبہ قصور سے غیبی حکم اور تقدیر کی یاوری کی بنا پر ایک جماعت کے ہمراہ عین موقع پر (عبدالصمد خاں کے پاس) پہنچ گیا ۔ موافقت اور رفاقت کے ساتھ خدمات انجام دیں ۔ اس کے بعد لکھی جنگل کی فوجداری پر تعینات ہوا ۔

دلیر جنگ (عبدالصمد خاں) عیسیٰ خاں منج کی طرف سے متفکر تھا کہ وہ دریائے ستلج و بیاس کے درمیان اپنی حکومت کا نقارہ بجاتا رہتا تھا اور اس نے اس علاقے پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا ۔ (سکھوں کے) بدبخت گرو کی مہم کے بعد عبدالصمد خاں

---

۱ - خافی خاں جلد دوم (صفحہ ۷۶۷) میں عیسیٰ خاں مہمند لکھا ہے (و)

دلیر جنگ نے اس (شہداد خاں کو) دوآبے کی فوجداری اور اس ظالم (عیسلی خاں معین) کی تنبیہ کے لیے تعینات کیا ۔ شہداد خاں نے بہت عجلت سے فالیز کی پیداوار کی طرح ایک دم لشکر جمع کرلیا کہ کہیں بے زری اور سامان کی کمی کی وجہ سے ان لوگوں میں پھوٹ نہ پڑ جائے۔ جوش و خروش کے ساتھ جلد کوچ کر کے تھارہ کے قریب میدان جنگ آراستہ کر دیا اور جب وہ زمیندار (عیسلی خاں منج) میدان جنگ میں آیا تو اس نے تیروں کی بوچھار اور تلوار کی ضرب کو عجب رونق بخشی اور روپے کے لالچ میں شہداد خاں کے گرد جمع ہونے والے لوگ [۷۰۱] بھاگ کھڑے ہوئے۔ عیسلی خاں نے بہت تیزی کا مظاہرہ کیا ۔ وہ جلد آگے بڑھا۔ دونوں سردار ایک دوسرے کے سامنے آئے اور دور گئے ۔ اگرچہ اس زمیندار (عیسلی خاں) کی تلوار سے کہ جس کو شہداد خاں نے اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا ، اس کی انگلیاں بیکار ہو گئیں ، اعوانوں کے جگر دوز تیر سے کہ جو خان مذکور (شہداد خاں) کے ساتھ ہاتھی کے ہودج میں بیٹھے تھے وہ مغرور (عیسلی خاں) مارا گیا ۔ اس کا سر کاٹ لیا گیا ۔ اس کا لشکر بھاگ گیا ۔

چونکہ شہداد خاں اپنے زخموں اور زخمیوں کی تیمارداری کی وجہ سے تیز نہ چل سکا ؛ ایک ہفتے کے بعد وہ کوٹ پہنچا کہ جو اس قوم کا مسکن اور وطن ہے اور اسی نام سے مشہور ہے ۔ اس عرصے میں قرب و جوار کے لٹیروں نے کہ جو اسی گروہ سے تھے ، اس (عیسلی خاں) کے جمع شدہ ذخائر کو لوٹ لیا ۔ نقد سب لے گئے ، جنس شہداد خاں کو ملی ۔ اس میں سے کچھ اس نے لاہور بھیج دی اور بقیہ وطن روانہ کر دی ۔ دلیر جنگ (عبدالصمد خاں) نے ناراض ہو کر فہرست اشیا طلب کر لی اور مقتول (عیسلی خاں منج) کے مال کی باز پرس کی ۔ اس نے یہ بہانہ کیا کہ کہیں راستے میں یہ سامان لوٹ نہ لیا جائے اس لیے اس نے ایسا

کیا ۔ اس پر محافظ مقرر کر دیے اور اس کو حویلی دارا شکوہ کے قریب ٹھہرایا ۔ بقالوں کی فاقہ کشی اور دیوالیہ پن سے جو کچھ اس کے پاس تھا ، برباد ہوگیا ۔ ہر چند (عبدالصمد خاں) دلیرجنگ نے برا بھلا کہا ، آنکھیں دکھائیں لیکن وہ سست ہمت نہ ہوا اور اس کے استقلال میں کمی نہ آئی یہاں تک کہ اس نے اپنی فوج کو تعلقے سے اور لوگوں کو وطن سے [۷۱۲] بلا لیا ــــ اور نقارہ بجاتے ہوئے قصور کی راہ لی ۔ پہلے تو (عبدالصمد خاں) دلیرجنگ نے اس کی تنبیہ کا خیال کیا لیکن پھر اس تنبیہ کے برے انجام کی وجہ سے گھبرا کر ارادہ چھوڑ دیا اور پیچ و تاب کھا کر اس نے صبر کر لیا ۔ اتفاق سے میر جملہ جو محمد فرخ سیر بادشاہ کے عتاب میں آ کر لاہور سے نکال دیا گیا تھا ، کچھ دنوں کے بعد حضور میں واپس بلا لیا گیا ۔ چونکہ خان مذکور (شہداد خاں) کی جرأت و ہمت کا اسے علم ہوگیا تھا لٰہذا اپنی مرضی سے وہ خود اسے بلا کر دارالخلافہ (دہلی) اپنے ہمراہ لایا ، اور بادشاہ کی حضوری کے وقت اس (شہداد خاں) کے متعلق جو کہنا چاہیے تھا اس سے زیادہ کہا۔ لٰہذا اس مرتبہ اس (میر جملہ) کی صحبت بادشاہ سے موافق نہ بیٹھی اور اسے کوئی اعتبار و اعزاز حاصل نہ ہوا ۔ لٰہذا خان مذکور (شہداد خاں) کو بھی کوئی کامیابی نہ ہوئی ۔

اس کے بعد قطب الملک (عبداللہ خاں) نے اس کے حال پر توجہ کی اور ممتاز منصب پر فائز کرکے اسے بنگالہ کا خزانہ لانے کے لیے تعینات کیا ۔ اسی دوران میں حسین خاں خویشگی مارا گیا ۔ خزانہ لے آنے کے بعد اس کی کوئی پوچھ گچھ نہ ہوئی ۔ یہاں تک کہ فقر و فاقہ کی نوبت آ گئی ۔ لیکن اس وقت بھی اس نے اپنے ساتھیوں کو علیحدہ نہ کیا ۔ جب امیرالامراء (حسین علی خاں) مارا گیا تو پھر قطب الملک (عبداللہ خاں) نے نقد روپیہ دے کر گرم جوشی کے ساتھ اس کی دل دہی کی ۔ اس کے بعد اس کی خوب ترقی ہوئی ۔ وہ خاندوراں سے کہ جو سلطنت کا اہم رکن تھا ،

عیسیٰ خاں منج کے قتل کی وجہ سے بہت خائف تھا کہ وہ (عیسیٰ خاں) اس (خاندوراں) کا متوسل مشہور تھا ۔ تائید غیبی [۳۱۷] اور اس کے اقبال کی یاوری سے خاندوراں نے اس کی دست گیری کی ۔

محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں اس کے منصب میں نمایاں ترقی ہوئی اور اسے ہانسی حصار کی فوج داری ملی کہ قدیم زمانے سے یہ سرزمین سخت فساد اور سرکشی کا مرکز رہی ہے ، اور سلطنت کے اضمحلال کی وجہ سے وہاں بہت افراتفری تھی ۔ خان شہامت نشان (شہداد خاں خویشگی) نے اس علاقے کے سرکشوں کو قید کرنے اور سزا دینے اور باغیوں کو قتل و قید کرنے کے لیے کمر ہمت چست باندھی ۔ مشہور ہے کہ اس نے قصور (کے تمام باشندگان) کو حصار (ہانسی) میں کٹوا دیا ۔ اس کے بہت سے ہم‌قوم رشتہ دار گڑھی کی لڑائی اور رات دن کے مقابلوں میں مارے گئے ۔ لیکن (اس کا) ایسا نقش بیٹھا اور ایسا رعب دلوں میں قائم ہوا کہ گذشتہ زمانے میں ایسا کم ہوا ہوگا ۔

جب وہ اس علاقے کے انتظام سے فارغ ہو کر بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو اس جواں مرد سردار کو شش ہزاری منصب اور جھالردار پالکی مرحمت ہوئی ۔ اور نادر شاہ کی لڑائی میں اس مشہور ناموس پرست (شہداد خاں خویشگی) نے مردانہ وار جان دے دی[1] ۔ اس کتاب کی تصنیف کے زمانے (۱۱۶۰ھ) میں اس کے لڑکے عمدہ منصب اور معقول جاگیر پا کر مطمئن ہیں ۔

۲۱۹

شجاع الدولہ

ابوالمنصور خاں کا بیٹا ہے ۔ اس کا اصلی نام میرزا جلال‌الدین

---

۱ ۔ لیٹر مغلس جلد دوم صفحہ ۳۴۹

حیدر ہے - باپ کے مرنے کے بعد صوبہ اودھ اور الہ آباد کے انتظام کی بحالی پر مقرر ہوا اور جیسا کہ چاہیے تھا وہاں کا ویسا بندوبست کیا - ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۷ع میں عمادالملک [۷۱۵] اس کے علاقے پر ایک فوج (چڑھا کر) لے گیا جس کی تفصیل اس (عمادالملک) کے حالات میں درج ہے[1] - شجاع الدولہ لکھنؤ سے نکل کر سانڈی و پالی کے میدان میں آ گیا کہ جو صوبہ اودھ کی سرحد ہے - معمولی سی لڑائی ہوئی - علی محمد خاں روہلہ کے لڑکے سعداللہ خاں کی وساطت سے پانچ لاکھ روپے پر معاملہ ہو گیا جس میں سے کچھ نقد دیا اور بقیہ کا وعدہ ہو گیا -

۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹-۶۰ع میں نجیب خاں روہلہ اور دوسرے افاغنہ کی استدعا پر کہ گنگا کے اس طرف کے دارالخلافہ (دہلی) کے پرگنے ان سے متعلق تھے ، (شجاع الدولہ گیا) مگر مرہٹے برسات کی وجہ سے دریائے گنگا کو عبور نہیں کر سکے - (ہوا یہ کہ) ۱۱۷۱ھ مطابق ۱۷۵۷-۵۸ع میں دتا سندھیا نے دارالخلافہ (دہلی) کے قرب و جوار کا بندوبست کرکے پہلے دریائے جمنا کو عبور کیا ، پھر نجیب خاں کو سکرنال میں محصور کیا - برسات گزرنے کے بعد (سندھیا نے) گوبند پنڈت کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ ٹھاکر دوارہ سے کہ جو پہاڑ کے قریب ہے گنگا پار کرا کے (نجیب خاں کی) بربادی کے لیے مقرر کیا - (شجاع الدولہ نے) پہنچ کر پنڈت مذکور (گوبند پنڈت) کو زبردست شکست دی - سعداللہ خاں ، دوندے خاں اور حافظ رحمت خاں کہ جنھوں نے مرہٹوں کی فوج کے رعب کی وجہ سے کمایوں کے پہاڑوں میں پناہ لی تھی ، آ کر (شجاع الدولہ) سے مل گئے اور نجیب خاں نے محاصرے کی مصیبت سے نجات پائی - چونکہ مرہٹوں کی جماعت بہت زیادہ تھی اس لیے عاقبت اندیشی کی بنا پر مصالحت کی گفتگو ہوئی [۷۰۶] -

---

۱ - مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۸۴۷-۸۵۶

اسی دوران میں شاہ درانی کی آمد آمد کی خبر مشہور ہوئی اور دتا سندھیا اس کے سامنے مارا گیا[1] اور شاہ درانی نے سکندرہ میں پڑاؤ ڈالا - شجاع الدولہ ، نجیب خاں کے مشورے سے عہد و پیماں کرنے کے بعد دس ہزار سواروں کے ہمراہ گیا اور بادشاہ درانی سے ملاقات کی - سداشیو بھاؤ کی جنگ[2] میں اس نے مناسب خدمات انجام دیں اور شاہ (درانی) کی نظر میں مورد تحسین ٹھہرا - بادشاہ (درانی) نے اپنے وطن لوٹتے وقت ہندوستان کی سلطنت سلطان عالی گہر کے نام اور وزارت شجاع الدولہ کے لیے مقرر کی - آج کل اس (سلطان عالی گہر) کے وجود فائض الجود سے مسند سلطنت پر رونق ہے اور ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر اس کا خطاب ''شاہ عالم'' مشہور ہے -

شجاع الدولہ نے صوبہ اودھ پہنچ کر ایک درخواست شاہ عالم بہادر کے حضور میں اس کی (دہلی کی) واپسی کے متعلق ارسال کی ، کیونکہ ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹-۶۰ع میں اس کا باپ عزیز الدین بادشاہ عالمگیر ثانی فوت ہوا - اس کے بعد سے وہ صوبہ بہار و بنگالہ میں مقیم رہا - شجاع الدولہ خود اس کے استقبال کے لیے دریائے کرم ناسا تک گیا اور خدمت میں حاضر ہوا - جب بادشاہ (شاہ عالم ثانی) نے ۱۱۷۴ھ (جون ۱۷۶۱ع) میں جاجمئو کے قریب پہنچ کر قیام کیا تو محالات انترپید پر بادشاہی عمل دخل ہو گیا - (انترپید سے) دریائے گنگا اور جمنا کے درمیان کا علاقہ مراد ہے اور کم و بیش دس سال سے یہ علاقہ مرہٹوں کے

---

۱ - جنگ براری گھاٹ ۹ جنوری ۱۷۶۰ع کو ہوئی - ملاحظہ ہو فال آف دی مغل امپائر جلد دوم ، از جادو ناتھ سرکار (ایڈیشن ۱۹۳۴ع) صفحہ ۲۲۲-۲۲۳ (ب)

۲ - جنگ پانی پت ۱۴ جنوری ۱۷۶۱ع

قبضے میں تھا [۱۷ء] ۱۱۷۵ھ مطابق ۶۲-۱۷۶۱ء میں بادشاہ (شاہ عالم ثانی) نے دریائے جمنا کو عبور کیا - نواح کالپی کا علاقہ اور جھانسی کا قلعہ مرہٹوں کے آدمیوں کے قبضے سے نکال لیا - اسی سال (۱۱۷۵ھ مطابق ۶۲-۱۷۶۱ء) شجاع الدولہ کو خلعت وزارت ، مالائے مروارید اور قلم مرصع عنایت ہوا - اس کے بعد اس (شجاع الدولہ) نے بادشاہ شاہ عالم) کے ہمراہ صوبہ بنگالہ کا ارادہ کیا اور انگریزوں کی فوج سے کہ جس نے اس علاقے میں غلبہ حاصل کر لیا تھا ، شکست پائی اور بادشاہ (شاہ عالم) نے انگریزوں سے ملاقات کی اور شجاع الدولہ الہ آباد جا کر فوج کی فراہمی میں مشغول ہو گیا اور دوسری مرتبہ اس نے انگریزوں سے بکسر کے نواح میں مقابلہ کیا - اس مرتبہ بھی شکست فاش کھائی اور (سارا) ساز و سامان برباد ہو گیا - مجبوراً اس (شجاع الدولہ) نے حافظ رحمت خاں کے یہاں پناہ لی - اس نے طرح طرح سے اس کو خفیف کیا ، اور اس کی نظر اس (شجاع الدولہ) کے بقیہ مال ر تھی - آخر وہ فرخ آباد کے قریب دریائے گنگا تک آیا اور احمد خاں بنگش کے پاس (مدد کی غرض سے) پہنچا - اس نے بھی پہلو تہی کی -

تیسری مرتبہ اس (شجاع الدولہ) نے عمادالملک بہادر اور ملہار راؤ ہولکر کے ساتھ ان (انگریزوں) سے لڑنے کا ارادہ کیا - انہوں (انگریزوں) نے مقابلے کے لیے تھوڑی سی فوج بھیج دی - معمولی سی لڑائی ہوئی - ہولکر کالپی کی طرف اور عمادالملک جاٹوں کے علاقے میں نکل گیا - لہٰذا اس (شجاع الدولہ) نے انگریزوں سے صلح کر لی اور وزارت پر قانع ہو گیا اور چند سال تک انگریزوں کی مدد سے اپنے علاقے کا بندوبست کرتا رہا ، اور ان (انگریزوں) کو اس صوبے (اودھ کی آمدنی میں [۱۸ء] شریک کر لیا -

۱۱۸ھ مطابق ۱۷۷۴ع میں ان (انگریزوں) کی مدد سے
مت خاں روہلہ پر حملہ کر کے (شجاع الدولہ نے اس کو)
ر دیا ۔ (حافظ رحمت خاں) علی محمد خاں کے ساتھیوں میں
اور اس (علی محمد خاں) کے مرنے کے بعد اس کے مقبوضہ
کا کچھ حصہ اس (حافظ رحمت خاں نے اپنے قبضے میں
تھا ۔ اور اسی سال مختلف بیماریوں کی وجہ سے (شجاع الدولہ)
سے رخصت ہو گیا ۔

ں کا لڑکا ، جو اس کتاب کی تصنیف کے زمانے میں اس کی
بہ اودھ میں حاکم ہے ، مرزا امانی ہے ۔ آصف الدولہ کے
سے مخاطب ہے ، لیکن انگریز (اس کے معاملے میں) شریک
ں ۔

وں کہ شجاع الدولہ کے سلسلے میں احمد شاہ درانی کا ذکر
لہذا اس کا کچھ احوال لکھنا ضروری معلوم ہوا ۔ کہتے
اصل میں وہ نادر شاہ کے رفقا میں سے تھا ، اور اس کے
ں میں شامل تھا ۔ آخر میں مک باشی (ایک ہزار کا کماندار)
گیا ۔ نادر شاہ کے انتقال کے بعد کابل و قندھار پر اس نے
لیا اور اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا ۔

ں نے سات مرتبہ ہندوستان پر حملہ کیا ۔ پہلی مرتبہ
ھ مطابق ۱۷۳۹ع کے آخر میں نادر شاہ کے ہمراہ ، دوسری
۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۸ع میں (حملہ کیا) جب کہ بادشاہزادہ
اہ نے امراء کے ہمراہ مقابلہ کیا ۔ اس مقابلے میں قمرالدین خاں
[۱۹ے] اور (احمد شاہ) درانی کابل و قندھار کو واپس
۔

سری مرتبہ ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ع میں اور چوتھی
۱۱۶۵ھ مطابق ۱۷۵۲ع میں (حملہ کیا) ۔ دونوں مرتبہ
لک سے لڑائی ہوئی ۔ اخیر مرتبہ معین الملک نے ملاقات

کی اور احمد شاہ درانی کی طرف سے لاہور میں نائب ہوا ۔

پانچویں مرتبہ ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۷ع میں آیا ۔ شاہجہاں آباد میں پہنچ کر عالم گیر ثانی سے ملاقات کی اور عالم گیر ثانی (بادشاہ دہلی) کے بھائی عزالدین کی لڑکی کا اپنے لڑکے تیمور شاہ کے ساتھ نکاح کر دیا ، اور اس نے سورج مل جاٹ کی تنبیہ کی تیاری کی اور بامقصد و بامراد واپس ہوا ۔ اسی زمانے میں محمد شاہ بادشاہ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں لایا ۔

چھٹی مرتبہ ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹ع میں آیا ۔ اس مرتبہ دتا سندھیا کو قتل کیا اور سکندرہ میں چھاؤنی ڈالی اور دوسرے سال سدا سیو راؤ عرف بھاؤ کو فوج کثیر کے ساتھ قتل کیا اور قندھار واپس چلا گیا ۔

ساتویں مرتبہ ۱۱۷۵ھ مطابق ۱۷۶۲ع میں آیا ۔ اس مرتبہ سکھوں کو خوب تنبیہ کی اور نورالدین خان درانی کو کشمیر کے صوبے دار سکھ جیون رام پر حملہ کے لیے متعین کیا ۔ (نورالدین خان) اشرف الوزراء شاہ ولی خان کے بنی اعمام میں تھا ۔

سکھ جیون کابل کا باشندہ اور قوم کا کھتری ہے ۔ شروع میں وہ احمد شاہ درانی کے وزیر اشرف‌الوزراء شاہ ولی خان کا متصدی تھا ۔ ایک مرتبہ شاہ درانی نے اس کو کابل سے روپے وصول کرنے کے لیے معین‌الملک [۲۰۷] کے پاس بھیجا تھا ۔ جب احمد شاہ درانی نے ۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۴ع میں عبداللہ خان ایشک آقاسی کو کابل سے کشمیر فتح کرنے کے لیے بھیجا تو اس نے کشمیر کو عالم‌گیر ثانی (بادشاہ دہلی) کے مقرر کردہ صوبے دار سے لے کر وہاں عبداللہ خان عرف خواجہ کیچک کو افغانوں کی ایک فوج کے ساتھ نائب (صوبیدار) مقرر کر دیا اور سکھ جیون کو دیوان بنا دیا اور خود واپس لوٹ آیا ۔

کچھ دنوں کے بعد سکھ جیون نے افغانوں کے سردار کو قتل کر دیا ، اور خواجہ کیجک کو پہلے قید کیا ۔ اس کے بعد کشمیر سے نکال دیا ، اور کچھ روپے بھیج کر عمادالملک وزیر کی وساطت سے عالم گیر ثانی (بادشاہ دہلی) سے اپنے نام (کشمیر کی) صوبے داری کا فرمان حاصل کیا اور عالم گیر ثانی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور تمام صوبہ کشمیر کو چاہے وہ خالصہ ہو یا منصب داروں کی جاگیر ، ضبط کر لیا ۔

سکھ جیون خوبصورت ، اوصاف حمیدہ سے متصف اور اسلام کے قریب تھا ۔ اس نے بزرگوں کے تمام مزارات اور کشمیر کے باغات کی مرمت کرائی ۔ روزانہ کچہری سے فارغ ہونے کے بعد دو سو مسلمانوں کو اپنے سامنے مختلف قسم کے کھانے کھلاتا تھا ، اور ہر مہینے کی گیارہ اور بارہ تاریخ کو نیاز کا کھانا پکوا کر لوگوں میں تقسیم کرتا تھا ۔ ہر آنے والے اور مسافر کی چاہے وہ درویش ہو یا کوئی اور ، ہر شخص کے حال کے مطابق مدد کرتا تھا۔ ہر ہفتے میں ایک بار مشاعرہ ہوتا تھا ۔ کشمیر کے تمام شعراء حاضر ہوتے تھے اور مجلس کے اختتام پر دستر خوان بچھتا تھا ۔ [۲۱ے]

نورالدین خاں کے اس علاقے میں پہنچنے کے بعد سکھ جیون نے ایک فوج بھیجی کہ پہاڑ کی گھاٹیوں کو مستحکم کر کے مدافعت کے لیے مقیم رہے کافی جنگ و جدال کے بعد درانی غالب آئے ۔ انھوں نے کشمیریوں کو پہاڑوں کی گھاٹیوں سے نکالا اور بہت سوں کو قتل کیا اور اس کے بعد کشمیر کے شہر (سری نگر) پر چڑھ دوڑے ۔ سکھ جیون نے اس فوج سے کہ جو اس کے ساتھ تھی میدان جنگ آراستہ کیا ، اور حسب مقدور مقابلہ کیا ۔ آخر کشمیری مقابلہ نہ کر سکے اور انھوں نے شکست کھائی اور سکھ جیون مع اہل و عیال قید ہو گیا ۔ فتح (کشمیر) کے بعد شاہ درانی نے نورالدین خاں کو کشمیر کا نائب (صوبیدار)

مقرر کر دیا ۔

۲۲۰

شجاع الملک امیرالامراء

نظام الملک آصف جاہ کا پانچواں لڑکا ہے[1] ۔ اس کا اصلی نام میر محمد شریف ہے ۔ اسے اپنے باپ کی زندگی ہی میں 'خان' اور 'بسالت جنگ بہادر' کا خطاب مل گیا تھا اور صلابت جنگ کی حکومت کے زمانے میں وہ بیجاپور کا صوبے دار مقرر ہوا اور کچھ دنوں کے بعد اپنے بھائی صلابت جنگ کے پاس آیا اور اس کا وکیل مطلق بن کر اس کے معاملات میں دخیل ہو گیا ۔

جب ۱۱۷۲ھ مطابق ۵۹-۱۷۵۸ع میں نظام الدولہ آصف جاہ نے ولی عہد ہونے کی وجہ سے ، کیونکہ ولی عہدی پہلے سے اس کے نام مقرر ہو چکی تھی ، برار سے آ کر صلابت جنگ سے [۷۲۲] ملاقات کا ارادہ کیا تو وہ وہاں پہنچا مگر (شجاع الملک امیرالامرا) نے صلابت جنگ کے پاس اپنا رہنا مناسب نہ سمجھا اور وہ کم سے پہلوتہی کرکے اپنے متعلقہ صوبے کو چلا گیا ۔

جس زمانے میں کہ آصف جاہ مذکور نے صلابت جنگ کی نامناسب حرکات ملاحظہ کرکے اس سے علیحدگی اختیار کرلی اور پیشکش وصول کرنے کی غرض سے حیدر آباد کے مضاف راج بندری کو گیا تو وہ (شجاع الملک) پھر صلابت جنگ کے پاس پہنچ گیا اور بدستور سابق اس کے معاملات کا مختار بن گیا ۔ چونکہ محالات کی آمدنی کم ہو گئی اور سپاہ کی تنخواہ بہت زیادہ بڑھ گئی ، لہذا خود غرض ساتھیوں نے کہ جن میں سے ہر ایک اپنے نفع پر نظر رکھتا تھا ، بندوبست سے معذور ہو کر کنارہ کشی اختیار کرلی ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو کیمبرج ہسٹری آف انڈیا ، جلد چہارم ، صفحہ ۶۲۲

اس کے بعد آصف جاہ مذکور دکن کا صوبیدار ہوا ۔ کچھ
دنوں تک (شجاع الملک امیرالامراء نے) ظاہرداری برتی مگر پھر
اس کو مختلف اندیشے ہو گئے ۔ کچھ کام نہ بن سکا اور صوبہ
بیجاپور کے اکثر محالات پر مرہٹوں اور حیدر علی خاں نے قبضہ
کر لیا کہ جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔ اس کتاب کی تصنیف
کے زمانے میں سرکار امتیاز گڑھ عرف ادونی اور فیروز گڑھ رائچور
کے بعض محالات اس کے قبضے میں ہیں اور وہ جیسے تیسے زندگی گزار
رہا ہے [۷۲۳] ۔

ص

۲۲۱

صادق محمد خاں ہروی

محمد باقر ہروی کا لڑکا ہے جو خراسان کے حاکم قرا خان ترکمان کا وزیر تھا کہ جس نے شاہ طہماسپ سے بغاوت کی تھی۔ اپنی ابتدائی عمر میں جب وہ ہندوستان آیا تو بیرام خاں کا نوکر ہوا اور اس کے سپرد رکابداری کی خدمت ہوئی۔ چونکہ وہ اہلیت رکھتا تھا اس لیے تھوڑی ہی مدت میں بادشاہی منصب پر فائز ہوگیا۔ بیرام خاں کے مرنے کے بعد ترقی کرکے امارت کے منصب پر پہنچ گیا۔

جس زمانے میں کہ پٹنہ کی فتح کے بعد اکبر بادشاہ کشتی پر سوار ہو کر جون پور واپس ہوا تو صادق خاں کو حکم ہوا کہ لشکر کو مناسب گھاٹوں سے عبور کرا کے خشکی کے راستے سے آہستہ آہستہ لائے۔ اتفاق سے خاصہ کا ہاتھی لال خاں چوسا گھاٹ پر ڈوب گیا اور معلوم ہوا کہ صادق خاں نے اس کے عبور کرانے میں پوری احتیاط نہ کی۔ اس کی جاگیر ضبط اور کورنش کی ممانعت ہو گئی اور ولایت ٹھٹہ بھیج دیا گیا کہ جب تک کوئی پسندیدہ ہاتھی نہ لاوے گا کہ جو اس ہاتھی (لال خاں) کا بدل ہوسکے اس وقت تک کورنش کی اجازت نہ ہوگی۔ حقیقت میں اس کو خدمت شناسی کی تعلم دینی تھی تا کہ بادشاہوں کے کام میں چھوٹے اور

بڑے [۲۴ے] کا فرق نہ کرے اور ہر حکم کی پوری طرح تعمیل کرے ۔ کچھ دنوں تک زمانے کے نشیب و فراز دیکھ کر بیسویں سال جلوس اکبری میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا اور ایک سو ہاتھی بطور جرمانہ پیش کیے اور (شاہی) عنایت سے سرفراز ہوا ۔ رائے سرجن کی بجائے ولایت گڑھ کی حفاظت اس کے سپرد ہوئی[1] ۔

بائیسویں سال جلوس اکبری میں صادق محمد خاں دوسرے امراء کے ساتھ راجا مدھکر کی تنبیہ کے لیے تعینات ہوا کہ جس نے اپنی ظاہری حالت و حیثیت درست کر لی تھی ۔ قلعے کو مضبوط اور فوج کو بڑھا لیا تھا اور مغرور ہو کر سر کشی کرتا تھا ۔ جب (صادق محمد خاں) نرور سے آگے بڑھا تو اس نے نصیحت کا سلسلہ شروع کیا ۔ آخرکار وہ سر کش (راجا مدھکر) جنگل کاٹنے میں لگ گیا[2] اور اس نے اوندچھ کے قریب ایک بڑی فوج کے ساتھ مقابلہ کیا ۔ سخت جنگ واقع ہوئی ۔ اس کا لڑکا ہورل راؤ مارا گیا اور وہ خود زخمی ہوا ۔ چونکہ صادق محمد خاں کامیاب ہوا ، اس لیے اسی علاقے میں ٹھہر گیا ۔ آخرکار (راجا مدھکر) عاجز ہو گیا اور تیئیسویں سال جلوس اکبری میں خان مذکور (صادق محمد خاں) کے ہمراہ (راجا مدھکر) اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اس کے بعد صادق محمد خاں کی جاگیر ولایت شرق (پورب) میں مقرر ہوئی ۔

جب مظفر خاں دشمن کے ہاتھ سے (بہار میں) پسپا ہوگیا اور بنگالہ و بہار کا بڑا علاقہ باغیوں نے ہتھیا لیا تو صادق محمد خاں نے اخلاص و ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا [۲۵ے] اور وہاں کے بہت

---

۱ ۔ اکبر نامہ جلد سوم ، صفحہ ۱۰۵

۲ ۔ اکبرنامہ (جلد سوم ، صفحہ ۲۲۹) میں ہے کہ صادق محمد خاں نے جنگل کاٹا (ب)

سے عمدہ مقامات کو ان (دشمنوں) کے ہاتھ سے چھا لیا۔ ستائیسویں سال جلوس اکبری میں صادق محمد خاں نے خبیطہ کے ساتھ پٹنے میں جنگ کی اور غالب آیا۔ (خبیطہ) ایک کم نام مغل تھا جو بدخشیوں کی فوج میں زندگی گزارتا تھا۔ پھر اس نے معصوم خاں کابلی کے ساتھ رہ کر شورش اور بغاوت میں نمایاں کام کیا اور بہادری میں بہت شہرت حاصل کرلی تھی ۔ اس نے بنگال سے بہار میں آ کر رعیت آزاری کا سلسلہ شروع کر دیا ۔ (صادق محمد خاں نے) اس (خبیطہ) کا سر کاٹ کر (بادشاہ کے) حضور میں بھیج دیا ۔

وزیر خاں نے قتلو کررانی کے مقابلے میں کہ جس نے اڑیسہ پر تسلط جما لیا تھا، بردوان کے علاقے میں جد و جہد شروع کی اور جب اس (کررانی) کے مقابلے میں اس کی کچھ پیش نہ گئی تو انتیسویں سال جلوس اکبری میں صادق محمد خاں اس (وزیر خاں) کے پاس پہنچا اور کارروائی شروع کردی ۔ قتلو کے پیر اکھڑ گئے اور وہ اڑیسہ کی طرف چلا گیا ۔ امراء نے اس کا تعاقب کیا ۔ اس نے پریشان ہو کر صلح کا پیغام دیا اور اپنے بھتیجے کو پسندیدہ ہاتھی کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں بھیجا ۔ امراء نے اڑیسہ اسی پر بحال رہنے دیا ۔ صادق محمد خاں اپنی جاگیر پر پٹنہ واپس آ گیا ۔

جب شہباز خاں ناکام ہو کر ملک بھاٹی سے واپس آ گیا اور بہار کے جاگیردار مدد کے لیے بنگالہ پر تعینات ہوئے تو اس (صادق محمد خاں) اور شہباز خاں کے درمیان موافقت نہ ہو سکی ۔ چونکہ دو مخالف سرداروں میں ایک کام خراب ہو جاتا ہے اس لیے خواجہ سلیمان نامی ایک شخص بادشاہ کے حضور سے نامزد ہوا کہ ان دونوں سرداروں (صادق محمد خاں اور شہباز خاں) میں جو کوئی اس ولایت [۲۶ے] کا معاملہ اپنے ذمے لے (اس کے سپرد کر دیا جائے) اور دوسرا بہار چلا جائے ۔ تیسویں سال جلوس اکبری میں

(صادق محمد خان نے) وہ معاملہ اپنے ذمہ لے لیا اور اسی سال بغیر طلبی کے یلغار کرتا ہوا بادشاہ کے حضور میں پہنچا ، مگر باریابی نہ پا سکا ۔ اور شہباز خان حسب بادشاہ کے حکم کے مطابق بہار سے بنگالہ چلاگیا تو صادق محمد خان بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور اسے ملتان کی حکومت ملی ۔

جب روشنائیوں نے تیراہ کو کہ جو پشاور کے مغرب میں تیس کوس لمبا اور بارہ کوس چوڑا پہاڑی علاقہ ہے اور آفریدی اور اورک زئی قبائل کا ٹھکانا ہے پناہ گاہ بنا کر شورش بپا کردی تو تینتیسویں سال جلوس اکبری میں ان کی تنبیہ کے لیے صادق محمد خان متعین ہوا ۔ اس نے اپنی بہادری اور حسن تدبیر سے اس پہاڑی قوم کو ایک طرح سے اپنے موافق بنا لیا اور انہوں نے خیبر کے راستے کو چھوڑنے کا وعدہ کر لیا ۔ ملا ابراہیم کو کہ جسے جلالہ اپنے باپ کی بجائے سمجھتا تھا ، اپنے قبضے میں کر لیا۔ جلالہ کو ان (روشنائیوں) پر اعتماد نہ رہا اور وہ توران کو چلا گیا ۔

جب زین خان کوکہ ، کہ جس نے سوات و بجور کا کسی قدر انتظام کیا تھا ، بادشاہ کے حضور میں چلا آیا تو اسی سال صادق محمد خان کو تیراہ سے روانگی کا حکم ہوا کہ اس علاقے کے بقیہ سرکشوں کو مطیع کرنے کے لیے جائے ۔

اڑتیسویں سال جلوس اکبری میں جب شاہزادہ سلطان مراد مالوہ سے گجرات کی حکومت پر مقرر ہوا تو چونکہ اسماعیل قلی خان سے شہزادہ کی وکالت کا کام اچھی طرح پورا نہ ہو سکا اس لیے صادق محمد خان اس کی اتالیقی پر مقرر ہوا ۔

چالیسویں سال جلوس اکبری میں جب شاہزادہ (سلطان مراد) دکن فتح کرنے کے لیے مقرر ہوا اور شاہ رخ مرزا ، شہباز خان اور خانخاناں کے ہمراہ اس کا مددگار مقرر ہوا [۲۷] ، میاں

صادق محمد خاں اور شہباز خاں کے درمیان وہی (بدمزگی کی) صحبتیں شروع ہو گئیں اور پرانی دشمنی کی وجہ سے ایک دوسرے کے درپے ہوگئے ۔ اگرچہ ۱۰۰۴ھ مطابق ۹۶-۱۵۹۵ء میں احمد نگر کا محاصرہ کر لیا گیا اور قلعہ نشینوں میں رسد کی کمی اور نفاق کی وجہ سے قلعہ بند رہنے کی طاقت نہ تھی لیکن (اکبری) امراء کی بے پروائی اور اختلاف کی وجہ سے چاند بی بی نے (قلعہ کو) مستحکم کرنے کی کوشش کی ۔ آخرکار (امرائے اکبری نے) حقیر شرائط پر صلح کر لی اور محاصرہ اٹھا لیا ۔ شاہزادہ (سلطان مراد) امرا کے ساتھ برار چلا آیا۔ صادق محمد خاں نے سرحد کی حفاظت اپنے ذمے لے کر مہکر میں چھاؤنی ڈال لی ۔

اکتالیسویں سال جلوس اکبری کے شروع میں (صادق محمد خاں) پنج ہزاری منصب پر سرفراز ہوا ۔ اسی سال اس نے اوز خاں[1] پر ایک فوج بھیج کر اسے شکست دی کیونکہ وہ شورش بہت کر رہا تھا ۔ اور (صادق محمد خاں نے) بہت مال غنیمت حاصل کیا۔

جب خداوند خاں دکنی نے دکن کے امرا کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ ملا کر سرکشی شروع کر دی تو صادق محمد خاں لڑائی کے ارادے سے نکلا اور بہت بہادرانہ جنگ کی ۔ وہ مقابلے کی تاب نہ لا سکا ۔ (خداوند خاں دکنی) بہت سوں کو کٹوا کر بھاگ کھڑا ہوا ۔

جب شاہزادہ (سلطان مراد) نے برار کی حکومت کو چھوڑا تو بالا پور سے چھ کوس کے فاصلے پر ۱۰۰۴ھ مطابق ۹۶-۱۵۹۵ء، اکتالیسویں سال جلوس اکبری میں ایک بستی بسائی اور شاہ پور اس کا نام رکھا ۔ خانخاناں اور مرزا شاہ رخ کو بادشاہ نے اپنے

---

۱ - اکبر نامہ (جلد سوم، صفحہ ۷۱۱) میں یہ نام اژدر خاں ہے (ب)

حضور میں طلب کرلیا ۔ سپہ سالاری اور ملک کا انتظام بلا شرکت غیرے صادق محمد خاں کے سپرد ہوا ۔ بیالیسویں سال جلوس اکبری کے شروع[1] [۷۲۸] ۱۰۰۵ھ مطابق ۱۵۹۷ء میں (صادق محمد خاں کا) اسہال کے مرض میں انتقال ہوا ۔

آگرہ سے بیس کوس کے فاصلے پر دھول پور کو اس نے وطن قرار دیا تھا۔ وہاں سرائے، عمارت اور عالی شان مقبرہ بنوایا تھا اور اس (دھول پور) کے گرد و نواح کے دیہات کو آباد کیا[2] ۔

اس کا بڑا لڑکا زاہد خاں تھا ، جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔ دوسرے لڑکے دوست محمد اور یار محمد بھی کہ جو اکبری عہد میں مناسب منصبوں پر فائز ہوئے۔ شاہجہاں کے زمانے تک ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا ۔ لیکن صادق محمد خاں بائی جی مدتوں دھول پور میں رہتی رہی ۔ وہ بھی مر گئی ۔

۲۲۲

صادق خاں میر بخشی

آقا طاہر ، وصلی تخلص، بن محمد شریف ہروی کا لڑکا اور اعتمادالدولہ طہرانی کا بھتیجا اور داماد ہے ۔ کچھ مدت اپنے باپ کے ہمراہ پنجاب کے نواح کی فوجداری میں گزاری اور وہ عہد جہانگیری میں مناسب منصب پر سرفراز ہوا ۔ آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں اسے 'خان' کا خطاب مرحمت ہوا۔ نویں سال جلوس جہانگیری میں بخشی گری کا عہدہ اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب ملا ۔ دسویں سال جلوس

---

۱ ۔ شروع سال نہ تھا بلکہ ساتواں یا آٹھواں مہینہ تھا ۔ (ملاحظہ ہو اکبر نامہ جلد سوم، صفحہ ۷۲۰) صادق محمد خاں مارچ ۱۵۹۷ء میں فوت ہوا (ب)

۲ ۔ ذخیرۃالخوانین جلد اول صفحہ ۱۷۶

عالمگیری میں اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ بعد ازاں متواتر اضافوں کے بعد وہ عمدہ منصب پر پہنچ گیا ۔

اٹھارھویں سال جلوس جہانگیری میں اسے صوبہ پنجاب کی حکومت ملی اور شمالی کوہستان کا انتظام بھی اس کے سپرد ہوا ۔ اپنے فوجی مددگاروں کے ہمراہ اس علاقے کے معاملات کو درست کرنے کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اور جگت سنگھ کو [۹۲ے] کہ اس نے کچھ دنوں سے اس علاقے میں سرکشی شروع کر دی تھی ، بادشاہی عنایات کا امیدوار بنا کر بادشاہ کے حضور میں لایا اور نور جہاں بیگم کی سفارش سے اس کی خطائیں معاف ہو گئیں ۔

کشمیر سے واپسی کے وقت جب جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور وقت کے تقاضے کے مطابق یمین‌الدولہ نے خسرو کے بیٹے داور بخش کو بادشاہ بنا دیا تو صادق خاں کہ جو شاہجہاں سے نماں رکھتا تھا ، اپنے انجام سے خوف زدہ ہوا اور یمین‌الدولہ سے سفارش چاہی ۔ اس نے نور جہاں سے تینوں شہزادوں کو لے کر صادق خاں کے سپرد کر دیا کہ ان (شہزادوں) کی خدمت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھے ۔

شاہجہاں بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں وہ شاہزادوں کے ہمراہ آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور وہ اپنے سابقہ منصب پر بحال ہوا کہ چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار اور علم و نقارہ سے سرفراز تھا[1] ۔ چونکہ بخشی گری کے عہدے پر پہلے سے ارادت خاں مقرر تھا اور جب یمین‌الدولہ کے حسب التماس ارادت خاں وزارت کے منصب پر سرفراز ہوا تو صادق خاں کو بخشی گری کا عہدہ اور قلمدان مرصع مرحمت ہوا ۔ اس طرح اس کا سابقہ اعزاز بحال ہو گیا ۔ چھٹے سال جلوس شاہجہانی ، ۹ ربیع‌الاول ۱۰۴۳ھ

---

۱ ۔ بادشاہنامہ جلد اول ، حصہ اول ، صفحہ ۱۸۱

مطابق ۳ ستمبر ۱۶۳۳ع کو اس کا انتقال ہو گیا ۔ بادشاہ (شاہجہاں) نے از راہ قدر شناسی شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو اس کے لڑکوں کی تسلی کے لیے بھیجا ۔

اس کے چار لڑکے تھے، ان میں سب سے لائق جعفر خاں ہے ۔ دوسرا (فرزند) صلابت خاں روشن ضمیر ہے کہ ان دونوں کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے ۔ تیسرا عبدالرحمان ہے [۲۰۷]- باپ کے انتقال کے بعد اس کے منصب میں اضافہ ہوا اور اس کو کامیابی نصیب ہوئی ۔ اس کے بعد وہ احدیوں کی بخشی گری پر فائز ہوا ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اس خدمت سے معزول ہوا ۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ اس کے بعد اسے مرحمت خاں کا خطاب ملا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں نذر محمد خاں والی بلخ کے لڑکے خسرو کی مہانداری کے لیے مقرر ہوا کہ اس نے بادشاہ (شاہجہاں) کی خدمت میں حاضری کا اس وقت ارادہ کیا تھا جب کہ بادشاہ (شاہجہاں) کابل میں مقیم تھا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور چار سو سوار کا اضافہ ہوا ۔

چوتھا لڑکا بہرام ہے کہ جس کا حال اس کے لڑکے بہرہ مند خاں میر بخشی کے ذکر میں لکھا گیا ہے ۔

کہتے ہیں کہ صادق خاں خلیق اور متواضع تھا اور ہر ایک کے ساتھ صلح سے پیش آتا تھا ۔ یہاں تک کہ مہابت خاں کے ساتھ بھی مدارات سے پیش آتا تھا اور اسے اپنا سمجھتا تھا حالانکہ وہ اس خاندان کا دشمن تھا ۔ اچھے گھوڑوں کا اسے بہت شوق تھا اور اس نے عراقی گھوڑے خوب جمع کیے تھے ۔ لیکن سپاہ کی غیر حاضری پر (تنخواہ) ہر بہانے سے وضع کرلیتا تھا، اس لیے ان لوگوں کی نظر میں وہ مطعون تھا ۔

۲۲۳
صلابت خاں روشن ضمیر

صادق خاں میر بخشی کا دوسرا لڑکا ہے ۔ پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد ہزاری ذات اور دو سو سوار کے منصب[۱۳۱۷] اور سردار خاں کی بجائے توربیگی پر مقرر ہوا[۱]۔ جب چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں اس کے باپ کا انتقال ہوگیا تو باپ (شاہجہاں بادشاہ) کے حکم کے مطابق شاہزادہ محمد اورنگ زیب (صادق خاں کے گھر) گیا اور متوفی (صادق خاں) کے بڑے لڑکے جعفر خاں کو اس کے بھائیوں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں لایا ۔ اسے (روشن ضمیر کو) خلعت اور اضافۂ منصب سے سرفراز فرمایا ۔ آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ (روشن ضمیر) دو ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ اس کے بعد اسے صلابت خاں کا خطاب ملا ۔

گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اور اضافہ ہوا اور وہ دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ توربیگی کے منصب سے معزول ہوا اور تربیت خاں کی بجائے بخشی گری دوم کے عہدے اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب ، علم اور نقارہ سے سرفراز ہوا اور اس طرح اس کا رتبہ اعلٰی ہو گیا ۔

اسی سال آخری جمادی‌الاول ۱۰۵۴ھ مطابق جولائی ۱۶۴۴ع کو راجا گج سنگھ کے لڑکے راؤ امر سنگھ کے جمدھر کے زخم سے

---

۱ ۔ بادشاہنامہ جلد اول ، حصہ اول صفحہ ۳۱۷

اس کا خاتمہ ہو گیا۔

اس واقعے کی مختصر روداد یہ ہے کہ راؤ مذکور (امر سنگھ) بیاری کی وجہ سے کچھ دنوں سے شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں باریابی سے محروم تھا۔ جب افاقہ کے بعد وہ دربار میں آیا تو صلابت خاں (رانا کو) سلطان دارا شکوہ کے محل کے خلوت‌خانہ میں بادشاہ کی قدم بوسی کے لیے لے گیا کہ بادشاہ (شاہجہاں) وہاں تشریف رکھتا تھا [۲۰۲]۔ وہ بائیں طرف کی صف میں جا کر اپنی جگہ کھڑا ہوگیا اور صلابت خاں سیدھی طرف جا کر کھڑا ہو گیا۔ جب شام کی نماز کے بعد بادشاہ (شاہجہاں) کسی سردار کے نام اپنے ہاتھ سے فرمان لکھ رہا تھا تو صلابت خاں کسی کام سے ایوان سے باہر آیا اور کسی سے باتیں کرنے لگا۔ (رانا امر سنگھ) نے جمدھر کھینچا اور دوڑ کر غفلت کی حالت میں اس کے سینے کے نیچے پیوست کر دیا۔ چونکہ (جمدھر) دل کی طرف لگا تھا اس لیے اسی میں اس کا کام تمام ہو گیا[1]۔ چونکہ لائق نوجوان تھا اور بندہ پرور بادشاہ (شاہجہاں) کی تربیت کی برکت سے بڑی بڑی خدمات کے لیے مستعد رہتا تھا، اس لیے بادشاہ نے اس کی حسن خدمت، صدق ارادت اور کم عمری پر بہت افسوس فرمایا۔

اس کا لڑکا محمد مراد چار سال کا تھا، بادشاہ (شاہجہاں) نے اسے پانسو ذات اور ایک سو سوار کے منصب پر سرفراز فرما دیا۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی تک وہ ایک ہزار ذات اور ایک سو سوار کے منصب پر پہنچ گیا اور دوسرے سال جلوس عالم گیری میں اسے التفات خاں کا خطاب ملا۔ اور چھٹے سال جلوس عالم‌گیری میں وہ ایک ہزار پانسو ذات اور پانسو پچاس سوار کے منصب پر فائز ہوا اور نویں سال جلوس عالم گیری میں اس کے منصب میں ایک سو سوار کا اضافہ ہوا۔

---

۱ - بادشاہنامہ جلد دوم، صفحہ ۳۸۰-۳۸۱

۲۲۴
صفدر خاں خواجہ قاسم

سید اتائی ہے ، کہتے ہیں کہ وہ شروع میں عبداللہ خاں بہادر فیروز جنگ کے ملازمین میں سے تھا ۔ اس کے بعد شاہجہاں کی شہزادگی کے زمانے میں اس سے وابستہ ہو گیا ۔ جہانگیر اور شاہجہاں کے اختلاف کے زمانے میں اس نے اپنی خدمت سے شہزادہ کے دل میں جگہ پیدا کرلی ۔

(شاہجہاں کی) تخت نشینی کے بعد [۷۲۳] پہلے سال جلوس میں اسے دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کا منصب ، خلعت ، مرصع خنجر ، گھوڑا مع نقرئی زین ، ہاتھی اور تیس ہزار روپیہ نقد انعام مرحمت ہوا ۔ اس کے بعد اسے صفدر خاں کا خطاب ملا[1] کہ جو جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں سید یوسف خاں رضوی کے لڑکے مرزا لشکری کو حاصل تھا اور اب اسے 'صف شکن خاں' کا خطاب مل گیا تھا، اور (صفدر خاں کو) سرونج کی فوجداری اور جاگیرداری ملی ۔

ججھار سنگھ کی پہلی سرکشی کے موقع پر وہ خان جہان لودی کے ہمراہ مہم مذکور پر تعینات ہوا اور اس کے بعد اسے علم مرحمت ہوا، اور دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں وہ خواجہ ابوالحسن تربتی کے ہمراہ خان جہان لودی کے تعاقب پر مقرر ہوا ۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور اسے نقارہ مرحمت ہوا۔ اور وہ راؤ رتن ہاڈا کے ہمراہ روانہ ہوا کہ جو چند دوسرے منصب داروں کے ساتھ مفسدوں کی گوشمالی کے لیے بالا گھاٹ (صوبۂ برار) کے مضاف باسم میں مقیم

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو بادشاہنامہ جلد اول ، حصۂ اول ، صفحہ ۱۱۸ ۔ مگر اس میں انعام کی رقم پچیس ہزار روپے دکھائی ہے (پ)

تھا۔ پھر وہ اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔

چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں وہ مستقر الخلافہ (آگرہ) کی صوبے داری اور وہاں کے قلعے کی حفاظت پر مقرر ہوا۔ پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ اصل و اضافہ کے بعد چار ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار [۶۰۲۔] کے منصب پر سرفراز ہوا۔ اعلیٰشاہ (شاہجہاں) کے دکن سے واپس ہونے کے بعد وہ حضور میں حاضر ہوا اور پھر ایران کی سفارت پر گیا۔ (ایران) جاتے وقت اسے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ بطور مدد خرچ، خلعت، جیغہ، مرصع خنجر، گھوڑا مع طلائی زین اور ہاتھی مرحمت ہوا۔ اور چار لاکھ روپے کے تحائف دے کر اسے روانہ کیا، جس میں سے ایک لاکھ روپے کے مرصع آلات اور تین لاکھ روپے کا ہندوستان کا نفیس سامان تھا۔

جب وہ (صفدر خاں) وہاں پہنچا تو چونکہ والئ ایران شاہ صفی ملک روم کی سرحد پر ایروان کی مہمات میں مشغول تھا اس لیے ملاقات کے لیے اسے بہت انتظار کرنا پڑا اور ملاقات کے بعد شاہ صفی (والی ایران) اس کی آداب دانی سے بہت محظوظ ہوا اور اس کی قیام گاہ پر آیا، اور رخصت تک (شاہ ایران نے) اس کے ساتھ بہت رعایت فرمائی۔ اس نے شاہ (ایراں) کے حضور میں گرانقدر پیشکش گزرانی اور وہاں کے امراء کو تحائف پیش کیے۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں واپسی ہوئی۔

بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ (واپس آ کر) بادشاہ (شاہجہاں) کے حضور میں حاضر ہوا۔ پانسو عراقی گھوڑے اور ایران کی مختلف نادر اشیا بادشاہ کے حضور میں پیش کیں۔ چونکہ اس نے سفارت کے فرائض باحسن وجوہ انجام دیے تھے اس لیے اس پر شاہی عنایت ہوئی اور اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔

اسی سال جب بادشاہ (شاہجہاں) اکبر آباد سے لاہور روانہ ہوا تو راستے میں اسے مستقر الخلافہ (آگرہ) کی صوبے داری، خلعت خاصہ، مرصع جمدھر مع پھول کٹارہ اور ہاتھی مرحمت ہوا۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ معزول [۳۵ء] ہو کر بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب، خلعت، گھوڑا مع زین مطلا، ہاتھی اور قلیج خاں کی بجائے قندھار کی صوبے داری ملی۔

سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں (قندھار) سے معزول ہو کر بادشاہ کے حضور میں پہنچا۔ چونکہ قندھار ہی سے بیماری کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا اس لیے شاہی ملازمت میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی، ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۶۴۵ع میں اس کا انتقال ہو گیا[۱]۔

اس کے لڑکوں کو مناسب منصب عنایت ہوئے۔ ان میں سب سے لائق خواجہ عبدالہادی ہے کہ جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے۔ دوسرا لڑکا خواجہ عبدالعزیز ہے جو تیسرے سال جلوس شاہجہانی تک آٹھ سو ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر پہنچا تھا۔

۲۲۵

صف شکن خاں مرزا لشکری

سید یوسف خاں رضوی کا لڑکا ہے کہ جس کا حال اس کتاب میں علیحدہ لکھا گیا ہے[۲]۔ باپ کے مرنے کے بعد اکبر بادشاہ کے زمانے میں بیر (مضاف دکن) کی تھانہ داری پر مقرر ہوا۔ اور

---

۱ - متن میں تاریخ انتقال ۱۰۵۴ھ غلط تحریر ہے کیونکہ بادشاہنامہ جلد دوم، صفحہ ۴۱۸ میں ۱۰۵۵ھ تحریر ہے (ب)

۲ - ملاحظہ ہو، آثر الامراء جلد سوم، صفحہ ۳۱۴-۳۲۱

جہانگیر بادشاہ کے شروع دور سلطنت میں اسے صفدر خاں کا خطاب ملا اور صوبہ بہار کے جاگیرداروں میں شامل ہوا ۔ پانچویں سال جلوس جہانگیری میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور سات سو سوار کے منصب پر مامور ہوا ۔ چھٹے سال جلوس جہانگیری میں قاسم خاں میر بحر کے بیٹے ہاشم خاں کی جائے کشمیر کا صوبہ دار مقرر ہوا ۔ آٹھویں سال جلوس جہانگیری میں وہاں سے معزول ہوا[1] ۔

اکیسویں سال جلوس جہانگیری میں جب مہابت خاں نے [۶۳۶] گستاخی کی اور وہ بادشاہ (جہانگیر) کے حضور سے بھاگا تو معلوم ہوا کہ اس کا خزانہ کہ جو لوگ بنگالہ سے لا رہے ہیں ، دہلی کے قریب پہنچ چکا ہے ۔ لہٰذا ایک جماعت کے ساتھ اسے (مرزا لشکری کو) وہ خزانہ حاصل کرنے کے لیے تعینات کر دیا ۔ اس خزانے کے پاس پہنچنے کے بعد اس (مہابت خاں) کے آدمی ایک سرائے میں بند ہو گئے اور مقابلہ شروع کر دیا ۔ سرائے کے دروازے کو آگ لگانے کے بعد (مہابت خاں کے آدمیوں کو) باہر نکل بھگایا اور خزانے پر قبضہ کر لیا ۔

جب تخت سلطنت پر شاہجہاں بادشاہ رونق افروز ہوا تو وہ اپنے دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر کہ جہانگیر بادشاہ کے آخر دور حکومت تک اس کا یہی منصب تھا ، بحال ہوا ۔ جب 'صفدر خاں' کا خطاب خواجہ قاسم سید اتالی کو مرحمت ہوا تو اسے 'صف شکن خاں' کا خطاب ملا ۔

جس زمانے میں کہ (تھانہ) بیر نظام الملک کے آدمیوں کے قبضے سے نکل آیا تو بدستور قدیم وہاں کی تھانیداری اسے مرحمت

---

[1] ۔ تزک جہانگیری میں ہے کہ وہ دسویں سال جلوس میں معزول ہوا ۔ (انگریزی ترجمہ صفحہ ۱۶۷) (ب)

ہوئی ۔ وہ ایک زمانے تک وہاں رہا ۔ کسی وجہ سے وہ عتاب میں آ گیا اور جاگیر و منصب سے معزول ہوا ۔ بارہ ہزار روپیہ سالانہ مقرر ہو گیا ۔ لاہور میں رہتا تھا ۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۶۴۵ء میں اس کا انتقال ہو گیا[۱] ۔

کہتے ہیں کہ منقلب‌الحال ، بے پروا مزاج اور منہ پھٹ آدمی تھا ۔ جو کچھ اس کے مزاج میں آتا تھا کہہ ڈالتا تھا ۔ چونکہ اس خاندان (تیموریہ) کا قدیم خدمت گزار اور بوڑھا آدمی تھا اس لیے دکن کے صوبے دار اس کی رعایت کرتے تھے ۔

حکومت کشمیر کے زمانے میں [۲۳۷] وہ تنہا ایک جلودار کے ساتھ ایلچی ہو کر راجا کشتوار کے پاس چلا گیا ۔ وہاں کے آدمیوں نے اس کو پہچان لیا اور قید کر دیا ۔ راجا کی ماں کی سفارش سے اس نے رہائی پائی ۔ کچھ مدت تک کابل میں تعینات رہا ۔ وہاں کے منصب داروں کو ضیافت میں بلایا ، اور سب کو کھانے میں سور کے گوشت کے کباب دیے ۔ جب یہ بات جہانگیر بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اس کو حضور میں طلب کرکے اس سے اس معاملے کے متعلق استفسار کیا ۔ اس نے جواب دیا کہ شراب اور سور کے گوشت کا ایک حکم ہے ، بلکہ سور کا گوشت مکروہ طبعی ہے ۔ لہذا کچھ دنوں کے لیے وہ بادشاہ کی نظر سے گر گیا اور معزول رہا ۔ خان جہاں (لودی) نے کچھ نقد رقم سے مدد کی اور اس وقت میں بیر کی تھانیداری سپرد کرکے اس پر رحم کیا ۔ مگر وہ قبیلہ پرور شخص تھا ۔

۲۲۶
صف شکن خان محمد طاہر

شاہجہان بادشاہ کے آخر دور حکومت میں وہ دکن کے

---

۱ ۔ بادشاہنامہ جلد دوم ، صفحہ ۴۲۵ ۔

خانے کا داروغہ ہوا ۔ اس کے بعد جب اورنگ زیب عالمگیر
اپ (شاہجہاں) کی عیادت کے لیے دکن سے ہندوستان کا ارادہ کیا
رہندہ پہونچنے کے بعد اسے 'صف شکن خان' کا خطاب دیا گیا[1]۔
ے مہاراجا جسونت سنگھ کی جنگ میں بہت بہادری دکھائی

پہلے سال جلوس عالم گیری میں اول وہ شیخ میر خوافی کے
اہ سلیمان شکوہ کا راستہ بند کرنے کے لیے دریائے جمنا کے کنارے
ہات ہوا) ، اس کے بعد مرزا راجا جے سنگھ کے ساتھ خلیل اللہ خان
پاس پہنچا کہ جو دارا شکوہ کے تعاقب میں پنجاب کی طرف گیا
توا[۳۸ب]۔ جب معلوم ہوا کہ دارا شکوہ ملتان سے فرار ہوگیا
تو وہ (صف شکن خان محمد طاہر) ایک فوج کے ساتھ اس کے تعاقب
لیے تعینات ہوا اور ٹھٹھ تک پہنچے بغیر اس نے آرام نہ لیا[2]۔

اس کے بعد جب دارا شکوہ گجرات کی سرحد میں داخل ہوا
سی دوران میں اسے بادشاہ (عالم گیر) کی طرف سے واپسی کا
م ملا ، چنانچہ وہ واپس آ گیا ۔ جب عالم گیر دارا شکوہ سے
ری جنگ کرنے کے ارادے سے اجمیر روانہ ہوا تو وہ بادشاہ
حضور میں حاضر ہوا ۔ چوتھے سال جلوس عالم گیری میں وہ
ی تقصیر پر منصب سے معزول ہو گیا ۔ کچھ دنوں کے بعد اس
شاہی عنایات ہوئیں اور دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا
ب بحال ہو گیا ۔ پانچویں سال جلوس عالم گیری میں اس کے
ب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔

چھٹے سال جلوس عالم گیری میں جب بادشاہ (عالم گیر)
کشمیر کی سیر کا ارادہ کیا تو اس کو حکم ہوا کہ درہ بھنبھر
ٹھہرے اور اس کوہستان کے دہانے کی حفاظت کرے[3]۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو عالم گیر نامہ، صفحہ ۵۳ (ق)
۲ ۔ مآثر عالم گیری، صفحہ ۱۷ (ق)
۳ ۔ ایضاً صفحہ ۴۶ (ق)

اسی سال کے آخر میں اصل و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور ایک فوج لے کر سلطان محمد معظم کے پاس دکن روانہ ہوا ۔ نویں سال جلوس عالم گیری میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔

دسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ پھر شہزادہ مذکور (محمد معظم) کے ہمراہ کہ جو دکن کے بندوبست کے لیے روانہ ہوا تھا ، تعینات ہوا ۔ گیارھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا اور بارھویں سال جلوس عالم گیری میں اسے متھرا کی فوج داری ملی ۔ سترھویں سال جلوس عالم گیری میں شجاعت خاں رعد انداز خاں کے انتقال کے بعد وہ توپ خانے کا داروغہ مقرر ہوا ۔ اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری [۲۹ ۔] ۱۰۸۵ھ مطابق ۱۶۷۴ع میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

۲۲۷
صفی خان

اسلام خان مشہدی[۱] کا دوسرا لڑکا ہے۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب اس کا باپ صوبجات دکن کی نظامت پر مامور تھا تو اس کے منصب میں مناسب اضافہ ہوا اور وہ باپ کے ساتھ روانہ ہوا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ باپ کی پیشکش کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور شرف قدم بوسی سے سرفراز ہوا ۔

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب اس کا باپ (اسلام خان مشہدی) مر گیا تو اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزار پانسو ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ بائیسویں سال

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامرا جلد اول ، (اردو ترجمہ) صفحہ ۱۶۵—۱۶۹

جلوس شاہجہانی میں وہ سلطان اورنگ زیب کے ہمراہ قندھار کی مہم پر روانہ ہوا۔

تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں عادل خاں کے پاس بیجاپور سفارت پر گیا اور چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں خان مذکور، اس (عادل خان) کی پیشکش لے کر کہ جس کی تمام نقد و جنس کی قیمت چالیس لاکھ روپے ہوگی، بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اس کے بعد سلطان اورنگ زیب کے ہمراہ قندھار کی مہم پر گیا۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں (قندھار) سے واپس آنے کے بعد دکن کے چاروں صوبوں کی بخشی گری اور واقعہ نویسی کی خدمت پر مقرر ہوا۔

ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے 'خان' کا خطاب ملا۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں کسی خطا کی وجہ سے اس پر عتاب ہوا۔ اس کے منصب میں پانسو سوار کی کمی ہوئی۔ اس خدمت (بخشی گری و واقعہ نویسی) سے معزول ہوا اور بادشاہ کے حضور میں طلب کر لیا گیا۔ اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں [۰۴۷] دو سو سوار کا اضافہ ہوا اور اس کو کانگڑہ کی قلعہ داری مرحمت ہوئی۔

اس کے بعد جب تخت سلطنت پر عالم گیر بادشاہ جلوہ افروز ہوا اور پہلے سال جلوس عالمگیری میں بادشاہ (عالمگیر) دارا شکوہ سے جنگ کے ارادے سے اجمیر روانہ ہوا تو (صفی خان) بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا، اور اسے دارالخلافہ (دہلی) کی قلعہ داری سپرد ہوئی۔ دوسرے سال جلوس عالمگیری میں وہ والا شاہیوں کی بخشی گری کی خدمت پر مقرر ہوا۔ پانچویں سال جلوس عالمگیری میں اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔

چھٹے سال جلوس عالم گیری میں ہوشدار خاں کی بجائے وہ دارالخلافہ (دہلی) کے انتظامی معاملات اور قلعہ داری پر مقرر ہوا۔ دسویں سال جلوس عالم گیری میں سلطان محمد معظم کے ہمراہ دکن کی جانب تعینات ہوا۔ بارھویں سال جلوس عالم گیری میں تربیت خاں کی بجائے اڑیسہ کی صوبے داری پر فائز ہوا[1] ۔ اس کے بعد اکبر آباد کی نظامت پر مقرر ہوا ، اور سترھویں سال جلوس عالم‌گیری میں شاہجہاں آباد کی نظامت پر فائز ہوا ۔

اکیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ سلطان محمد اکبر کے ہمراہ تعینات ہوا کہ جو نظامت ملتان پر مقرر ہوا تھا ۔ بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہاں (ملتان) سے واپس آ کر اکبر آباد کا صوبیدار مقرر ہوا ۔ ستائیسویں سال جلوس عالم گیری میں اورنگ‌آباد کی حفاظت اس کے سپرد ہوئی اور اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ پھر صوبۂ اکبر آباد کی نظامت پر فائز ہوا ۔

اس کا لڑکا میر عبدالسلام ہے کہ جسے عہد عالم گیری میں ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب ، برخوردار خاں کا خطاب اور سلطان معظم کے توپ خانے کی داروغگی مرحمت ہوئی ۔ جب شہزادۂ مذکور (سلطان معظم) تخت سلطنت پر [۱۰۷] متمکن ہوا تو اسے اس کے دادا کا خطاب 'اسلام خاں' پنج ہزاری منصب، دیوان خاص کی داروغگی اور میر توزکی اول مرحمت ہوئی ۔

محمد فرخ سیر کی سلطنت کے زمانے میں وہ کچھ دنوں میر توزک اور کچھ دنوں بخشی دوم رہا اور محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں ہفت ہزاری منصب پر فائز ہوا[2] ۔

---

۱ ۔ مآثر عالم‌گیری، صفحہ ۹۰ (ق)

۲ ۔ ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم ، صفحہ ۸۲۷ (ق)

کہتے ہیں کہ (میر عبدالسلام) متین اور صاحب وقار تھا اور خوش خوراکی کے لیے مشہور تھا ۔ اسلام خانی قبولی (پلاؤ) کہ جو خود اس کا وضع کیا ہوا ہے ، اس کی سرکار میں بہت اچھا تیار ہوتا تھا ۔

۲۲۸
صلابت خاں

خواجہ میر خوافی ، وہ خود ہندوستان میں پیدا ہوا ۔ اس کے بزرگ اس مکان فراست بنیان (خواف) سے اس ملک (ہندوستان) میں آئے ۔ چونکہ اہل خواف کے مزاج میں نیکی اور خلوص فطرتاً ہوتا ہے لہذا خان مذکور (صلابت خاں) بھی معاملات میں راست و درست اور آقا کی رضا جوئی میں ہوشیار و چست تھا ۔ اس کی خوش قسمتی سے عالم گیر بادشاہ نے اس کی تربیت فرمائی اور اسے بادشاہ کا قرب و اعتبار حاصل تھا ۔ بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ اپنی لیاقت اور کارگزاری کی بنا پر بہرہ مند خاں کی بجائے فیل خانہ کا داروغہ مقرر ہوا[۱] ۔ ظاہری رعب اور دبدبے کی وجہ سے اسے 'صلابت خاں' کا خطاب ملا، کیونکہ طاقتور اور تن آور آدمی تھا ۔ تیئیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں روح‌اللہ خاں کی بجائے توپ خانہ کا داروغہ مقرر ہوا ۔ [۷۴۲]

اس کے بعد وہ کسی خطا کی وجہ سے نوکری سے برطرف ہوگیا اور چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں پھر وہ اپنے منصب اور میر آتشی کی خدمت پر بحال ہوا ۔ اس کے بعد وہ صوبۂ اودھ میں متعین ہوا ۔ وہاں سے واپس آ کر جب وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو خدمت گاران جلو کی داروغگی پر مقرر ہوا ۔ اور اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں کار طلب خاں محمد بیگ کی

---

۱ ۔ مآثر عالم گیری ، صفحہ ۱۷۱

بجائے وہ بندر سورت کا متصدی مقرر ہوا ۔ تینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اپنے حسب التماس بادشاہ کے حضور میں طلب ہوا اور میر توزک اول پر سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد چوکی خاص کا داروغہ مقرر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد اسے دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کا منصب مرحمت ہوا ۔

کہتے ہیں کہ گوری گانؤں کے مقام پر ایک دن سہراب خاں میر توزک دوم کی لاٹھی عدالت میں انتظام کے موقع پر توپ خانے کے عملے کے کسی سردار کے لگ گئی ۔ اس جماعت (عملہ توپ خانہ) کے کچھ خاص آدمی کہ جو حاضر تھے اس (مضروب) کی حمایت میں سہراب خاں سے لڑنے لگے ۔ صلابت خاں نے میر توزک اول ہونے کی حیثیت سے چاہا کہ ان (عملہ توپ خانہ) کی چشم نمائی کرے لیکن معاملہ الٹا ہو گیا اور اس سے میر اہتمام (صلابت خاں) کو شرمندگی ہوئی۔ دفعتاً اس کارخانے (توپ خانے) کے عملے نے بات کو اتنا بڑھایا کہ بادشاہ دیوان خانے سے اٹھ گیا ، اور عالی مرتبہ امرا اس قضیے کو ختم کرنے کے لیے مقرر ہوئے ۔ انھوں نے صلابت خاں کو حفاظت کے ساتھ گھر بھیج دیا ۔ دوسرے دن تک ہنگامہ برپا رہا ۔ روح‌اللہ خاں اول خود سوار ہو کر [۴۳۷] ان فتنہ پردازوں کی تنبیہ و تہدید کے لیے گیا ، اور صلابت خاں کو گھر سے دربار میں لایا ۔ کچھ دنوں منک باشی اور یوزباشی (توپ خانے کے عہدیدار) معتوب و مغضوب رہے ۔

خان مذکور (صلابت خاں) نے چھتیسویں سال جلوس عالم‌گیری ۱۱۰۳ھ مطابق ۱۶۹۲ع میں کلگلہ کے مقام سے بیماری کی شدت اور زیادتی کی وجہ سے حسب درخواست دارالخلافہ کی طرف چند منزلیں طے کی ہوں گی کہ موت آ گئی ۔ اس زمانے میں وہ اکثر پڑھا کرتا تھا :

بیت

خود رفتہ ایم و کنج مرارے گرفتہ ایم
تا بار دوش کس نشود استخوان ما

قارئوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے خان مذکور (صلابت خان) دو مرتبہ میر آتش مقرر ہوا۔ انھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں بندر سورت کا متصدی ہوا اور تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں اپنی استدعا کے مطابق بادشاہ کے حضور میں پہنچا۔ اس بات میں تضاد ہے، کیونکہ گولکنڈہ کے محاصرے کے زمانے میں انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب صف شکن خان میرآتش نے فیروز جنگ کے نفاق اور کینے کی وجہ سے استعفادے دیا تو اس کی بجائے صلابت خان میر آتش مقرر ہوا۔ اس کے بعد وہ بھی مستعفی ہو گیا کیونکہ جیسا کہ چاہیے ویسا کام انجام نہ دے سکا اور سید عزت خان اس کی بجائے مقرر ہوا۔ یہاں تک کہ آدھی رات کو سرداروں کی غفلت اور غرور کی وجہ سے دشمن کے آدمیوں نے [۷۷۳] دمدمے پر حملہ کردیا اور وہ عزت خان، سربراہ خان جلال چیلہ اور ایک جماعت کو جو ہاتھ لگی، باندھ کر قلعے میں لے گئے۔ دوسری مرتبہ صلابت خان پھر میر آتش مقرر ہوا۔

چنانچہ نعمت خان حاجی نے کہ جو انشاپردازی میں اپنی مثال آپ ہے 'وقائع حیدرآباد' میں کہ جسے اس نے ہزل آمیز طریقہ پر لکھ کر داد استادی دی ہے، خان مذکور (صلابت خان) کے دوبارہ میر آتش ہونے اور اس کے انکار کرنے کے سلسلے میں عجیب موشگافیاں کی ہیں اور ظریفانہ انداز میں لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلابت خان دو مرتبہ بندر سورت کا متصدی مقرر ہوا ہوگا لیکن مآثر عالم گیری میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ صلابت خان مرحوم کے ایک لائق فرزند تھا کہ جو بہادر اور سپاہی منش تھا۔ اپنے باپ کی زندگی ہی میں اس

نے کئی بار بہادری کا مظاہرہ کیا اور 'تہور خاں' کے خطاب سے مشہور ہوا۔ اس کی اور جاں نثار خاں خواجہ ابوالمکارم کی کارگزاری اور بہادری کا نقش بادشاہ کے دل پر ایسا بیٹھا تھا کہ خان جہان بہادر کو حکم دینے کے ساتھ ساتھ بادشاہ کی زبان پر ان (تہور خاں و جاں نثار خاں) کے نام آ جاتے تھے اور ان کی بہادری اور جاں فشانی کی تحسین سے خان جہاں بہادر کی بیزاری اور بڑھ جاتی تھی۔

جب وہ دونوں ، دشمن مرہٹوں کی تنبیہ کے لیے مامور ہوئے تو سینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں سرحد کرناٹک کے نزدیک سنتا سے ان کا مقابلہ ہوا۔ سخت مقابلہ کے بعد (ان) کا فوجی پڑاؤ اور توپ خانہ برباد ہو گیا اور زخمی ہوئے ، مگر جان بچا لے گئے۔

چالیسویں سال جلوس عالم گیری میں [۱۱۰۷ھ] (تہور خاں) سہارن پور کی فوج داری پر مقرر ہوا۔ وہاں سے تبدیل ہو کر جب بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو اسلحہ خانے کا داروغہ مقرر ہو گیا۔ انچاسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے 'فدائی خاں' کا خطاب ملا۔

۲۲۹
صف شکن خاں میر صدرالدین

ایران کے وزیر خلیفہ سلطان کے بھائی قوام‌الدین خاں کا لڑکا ہے۔ سترھویں سال جلوس عالم‌گیری میں اپنے باپ کے ساتھ ہندوستان آیا اور بادشاہی ملازمت میں منسلک ہو گیا۔ خلعت ، شمشیر مع ساز طلا ، ہفت صدی ذات اور ایک سو سوار کا منصب مرحمت ہوا[۱]۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری، صفحہ ۱۳۰۔

تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب اس کا باپ فوت
ا تو اسے ماتمی خلعت مرحمت ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد
مت خان' کا خطاب اور پھر میر آتشی کا عہدہ ملا[1]۔ چھبیسویں
جلوس عالم گیری میں 'صف شکن خان' کا خطاب ، خلعت ،
مرصع ، علم اور نشان مرحمت ہوا اور سری رنگ پٹن کی
روانہ ہوا ۔

انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ بادشاہ کے حضور
حاضر ہوا۔ خنجر اور ہاتھی ملا اور اسے بیجاپور جانے کا حکم
کیوں کہ محمد اعظم شاہ نے اس کا محاصرہ کیا ہوا تھا ۔ اس کے
ہو جانے کے بعد تیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے نقارہ
ت ہوا اور وہ فیروز جنگ کے ہمراہ قلعہ ابراہیم گڑھ (مضاف
آباد) کو فتح کرنے کے لیے گیا ۔ گلکنڈہ کے قلعے کے محاصرے
گرچہ اس نے [۳۷۶] بلند دمدمہ بنا کر قلعے کے کنگورے تک
دیا اور نوے توپیں اس پر لگا دیں لیکن فیروز جنگ کے
کی وجہ سے اس نے کام سے دست کش ہو کر استعفا دے دیا۔
وجہ سے منصب سے معزول ہو کر معتوب ہوا اور قید
یا گیا۔

کچھ دنوں کے بعد اس نے مچلکا لکھ کر دیا کہ بہت کم
میں دوسری طرف سے دمدمہ بنا کر قلعہ کے کنگرہ تک
دوں گا ۔ اس تقریب سے اس نے قید سے رہائی پائی اور جو کچھ
تھا وہ کر دکھایا ۔

انتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں خانہ زاد خان کے ہمراہ

---

۱ ۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۲۰۳ ، مگر یہ واقعہ ستائیسویں سال
، عالم گیری میں بتایا گیا ہے (ق)

سنتا جی کھورپرہ[1] کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔ لیکن فلک کج رفتار کی گردش کے مطابق کہ جس کی تفصیل قاسم خاں کرمانی کے حال میں لکھی گئی ہے ، وہ عاجز رہا اور بطور تنبیہ بادشاہ نے اسے دھاموفی کا فوجدار مقرر کر دیا ۔ اس کا لڑکا مخلص خاں ہے کہ جس کا حال علیحدہ تحریر کیا گیا ہے [۷۳۷] ۔

---

۱ ۔ متن کتاب میں 'بسونت' نام دیا ہے ، مگر مآثر عالمگیری (صفحہ ۳۷۵) نیز دوسری کتب تواریخ مثلاً ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل (صفحہ ۱۴۲ ، ۱۴۴ وغیرہ) اور کیمبرج ہسٹری آف انڈیا (جلد چہارم ، صفحہ ۲۹۱—۲۹۵) میں سنتا دیا ہے جو صحیح ہے (ق)

ض

۲۳۰

ضیاءالدولہ محمد حفیظ

خواجہ سعدالدین خان کا لڑکا ہے کہ جو ابتدا میں سلطان جہاں شاہ[1] کا ملازم تھا اور اسلحہ خانہ کے اہتمام اور عرض مکرر کی خدمت پر سرفراز تھا۔ یہاں تک کہ شاہزادہ مذکور اپنے بھائیوں سے لڑ کر جنگ میں مارا گیا ۔ اس کے بعد (ضیاءالدولہ) نظام‌الملک آصف جاہ کے ہمراہ چلا گیا اور اس عالی مرتبہ سردار کی سرکار میں خانساماں مقرر ہو گیا ۔ سید دلاور علی خان کی لڑائی میں اس نے بہادری دکھائی اور عالم علی خان کی جنگ کے بعد اسے تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب، 'بہادر' کا خطاب اور نقارہ مرحمت ہوا ۔

جب تخت سلطنت پر سلطان جہاں شاہ کا فرزند محمد شاہ قابض ہوا تو وہ (ضیاءالدولہ) آصف جاہ سے رخصت لے کر دارالخلافہ (دہلی) چلا آیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے وہ

---

۱ ۔ جہاں شاہ ، شاہ عالم بہادر شاہ اول کا چوتھا بیٹا تھا۔ وہ جہاندار شاہ کے مقابلے میں اس لڑائی میں مارا گیا جو ۲۷ مارچ ۱۷۱۲ع کو میاں میر (لاہور) کے قریب ہوئی تھی ۔ ملاحظہ ہو لیٹر مغلس (سرکار ایڈیشن) جلد اول ، صفحہ ۱۷۹—۱۸۲ (پ)

عرض مکرر کی داروغگی پر اور پھر بیوتاتی کی خدمت پر مقرر ہوا۔ آخرمیں مہر آتشی بھی [۷۴۸] مل گئی ۔

جب (ضیاءالدولہ) کا انتقال ہو گیا تو اس کے لڑکے کو باپ کا خطاب، موروثی تعلقہ اور خانسامانی کا عہدہ ملا ۔ رفتہ رفتہ اس نے عمدہ منصب اور 'ضیاءالدولہ' کا خطاب پایا ۔ کہتے ہیں کہ جب سلطنت مغلیہ زوال پزیر ہوگئی تو وہ شاہجہاں آباد میں گوشہ نشیں ہو گیا ۔ مصارف کا دار و مدار جاگیر پر تھا ۔ جواہر سنگھ جاٹ کی لڑائی میں وہ نجیب الدولہ کے ہمراہ تھا ۔ ۱۱۷۹ھ مطابق ۶۶—۱۷۶۵ع میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

ط

۲۳۱

طیب خواجہ جولباری

عبدالرحیم خواجہ بن کلاں خواجہ کے چھوٹے بھائی حسن واحد کا لڑکا ہے۔ دین محمد خاں کی بہن، نذر محمد خاں کی پھوپی اس کے نکاح میں تھی۔ عبدالرحیم خواجہ جہانگیر بادشاہ کی سلطنت کے زمانے میں امام قلی خاں کی طرف سے بطور ایلچی ہندوستان میں آیا اور وہ ایسی عظمت کا مالک ہوا کہ اس کو جہانگیر بادشاہ کی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت تھی۔ شاہجہاں بادشاہ کے پہلے سال جلوس میں اس (عبدالرحیم خواجہ) کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق افضل خاں خواجہ مذکور (عبدالرحیم) کے لڑکے صدیق خواجہ کے پاس گیا اور مراسم تعزیت ادا کرنے کے بعد اس کو بادشاہ کے حضور میں لایا۔

اس (طیب خواجہ) کا باپ حسن خواجہ ایک وبا میں کہ جو تسخیر بلخ سے پہلے وہاں رونما ہوئی تھی، مر گیا، اور اس کا دوسرا چچا یوسف خواجہ بزرگوں کا جانشین ہوا۔ عبدالرحیم خواجہ کی لڑکی طیب خواجہ کے گھر میں تھی۔

بلخ کی فتح کے بعد بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ

بادشاہ (شاہجہاں) کے حضور میں آیا ۔ جب وہ (دارالسلطنت کے) نزدیک پہنچا تو قاضی محمد اسلم اور خواجہ ابوالخیر میر عدل اس کے استقبال کے لیے گئے اور اس کو بادشاہ کے حضور میں لائے ۔ اس نے اٹھارہ گھوڑے اور پندرہ اونٹ بطور پیشکش گزرانے ۔ خلعت [۷۵۰] اور ایک ہزار اشرفیاں انعام میں ملیں ۔ اس کے بعد خنجر مرصع مرحمت ہوا ۔ پھر پانسو دھن کہ جس کی ایک سو پچاس اشرفیاں ہوتی ہیں ، عنایت ہوئے ۔ دھن سونے کا ایک سکہ ہے کہ جو اکبر بادشاہ کے زمانے میں رائج ہوا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے گھوڑا اور پانچ ہزار روپے مرحمت ہوئے ۔

اسی سال بادشاہ (شاہجہاں) کابل سے ہندوستان روانہ ہوا ۔ وہ بادشاہ کے بعد اپنے لڑکوں کے پہنچنے تک کابل میں رہا کہ جن کو بلخ سے بلایا تھا ۔ اس کے بعد اپنے لڑکوں خواجہ موسیٰ اور خواجہ عیسیٰ کے ہمراہ کہ جو عبدالرحیم خواجہ کے نواسے تھے ، آ کر بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔ بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے زین مطلا کے ساتھ گھوڑا مرحمت ہوا اور دو گھوڑے دونوں لڑکوں کو بھی ملے ۔ اس کے بعد اس کو مع پسران پانچ ہزار روپے مرحمت ہوئے ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سونے کے وزن (تلادان) میں سے ایک ہزار اشرفیاں عنایت ہوئیں ۔

اس کے بعد جب اس کے بڑے بھائی یوسف خواجہ کا انتقال ہو گیا کہ جو بزرگوں کا جانشین تھا اور اس (طیب خواجہ) کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی ایسا نہ تھا کہ وہاں قیام کرتا لٰہذا اسی سال وہ (طیب خواجہ) رخصت ہو کر وطن چلا گیا ۔ بادشاہ نامہ کی دوسری جلد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا منصب چار ہزاری ذات اور چار سو سوار کا تھا ۔

۲۳۲
طاہر خاں

اس کا نام طاہر شیخ ہے - بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں [۱۰۵۶ھ] بلخ سے آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - خلعت، خنجر مرصع اور دس ہزار روپیہ نقد انعام ملا[1]- اس کے بعد شمشیر مع سامان طلائی میناکار اور آٹھ سو ذات اور چار سو سوار کا منصب مرحمت ہوا - پھر جیغہ مرصع، اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب، 'خاں' کا خطاب اور زین نقرہ کے ساتھ گھوڑا عنایت ہوا اور بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ بلخ گیا -

اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور وہاں (بلخ) سے واپس آنے کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوا اور بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور سات سو سوار کے منصب پر فائز ہوا، اور بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ قندھار کی مہم پر تعینات ہوا اور وہاں پہنچنے کے بعد قلیج خاں کے ہمراہ بست کی جانب گیا اور قلعہ خنسی پر کہ جو سیستان کی سرحد پر واقع ہے، حملہ کرکے بہت مال غنیمت حاصل کیا، اور قزلباش کی جنگ میں بہت بہادری دکھائی -

تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے صلے میں وہ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا - اس کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور بیوتاتی کے کارکنان کو حکم ہوا کہ ایک سال تک جمعرات کے دن خان مذکور (طاہر خاں) کو پیشکش پہنچایا کریں -

---

۱ - بادشاہنامہ جلد دوم صفحہ ۶۰۸-۶۰۹

پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں [۱۰۵۲ھ] وہ دوبارہ بادشاہزادہ مذکور (محمد اورنگ زیب) کے ہمراہ قندھار کی مہم پر گیا ۔ چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں بادشاہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ مہم مذکور (قندھار) پر روانہ ہوا ، اور رستم خان کے ہمراہ شاہزادہ سے پہلے قندھار پہنچ گیا اور وہاں سے خان مذکور (رستم خان) کے ہمراہ بست کی طرف گیا ۔

اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ جملة الملکی سعداللہ خان کے ہمراہ چتوڑ کی فتح کے لیے گیا ، اور سمو گڑھ کی لڑائی میں وہ دارا شکوہ کے ہمراہ تھا۔ جب اس (دارا شکوہ) کے فرار ہونے کے بعد عالم‌گیر مستقرالخلافہ (آگرہ) کے نواح میں پہنچا تو وہ (طاہر خان) عالم‌گیر کے حضور میں حاضر ہوا اور اسے خلعت مرحمت ہوئی ۔ اس کے بعد وہ خلیل اللہ خان کے ہمراہ دارا شکوہ کے تعاقب پر مقرر ہوا ۔ اور دارا شکوہ کی دوسری جنگ میں اسے ترکش مرحمت ہوا اور ایک جماعت کے ساتھ اس نے قراول فوج میں بہادری دکھائی ۔ اس کے بعد وہ ملتان کی صوبیداری پر فائز ہوا ۔ مآثر عالم گیری کے مؤلف نے لکھا ہے کہ وہ گیارھویں سال جلوس عالم گیری میں معزول ہو کر ملتان سے واپس آیا[1] ۔

بائیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں جب مہاراجا جسونت سنگھ کے مرنے کے بعد اس کے علاقے کا ضبط کرنا طے ہوا تو وہ (طاہر خان) جودھ پور کا فوج دار مقرر ہوا ۔ اور چوں کہ راجا مذکور (جسونت سنگھ) کے نوکر اس کے لڑکوں کے ساتھ مضافات کابل سے کوچ کر کے دارالخلافہ (دہلی) پہنچ چکے تھے ۔ اور انھوں نے بادشاہ (عالم گیر) کے حکم سے سرتابی کر کے شرارت

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو مآثر عالم گیری ، صفحہ ۷۰

شروع کر دی اور اس فوج سے مقابلہ کیا کہ جو ان پر متعین ہوئی تھی [۵۳ے] اور پھر وہ بھاگ کر اپنے وطن پہنچے۔ چوں کہ طاہر خاں نے ان کے بھاگنے میں کوئی بندش نہیں کی اس لیے اسی سال وہ نوکری اور خطاب سے معزول ہو کر معتوب ہوا۔ وقت موعود پر فوت ہو گیا ۔ اس کا لڑکا معل خاں عرب شیخ ہے کہ جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے[1] [۵۴ے] ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو ماثرالامراء ، جلد سوم ، صفحہ ۶۱۳-۲۲۵ (ق)

ظ

۲۳۳
ظفر خاں

زین خاں کوکہ کا لڑکا ہے۔ غالباً اس کا نام شکراللہ ہے۔ چالیسویں سال جلوس اکبری تک اس کا منصب دو صدی تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد ہفت صدی منصب پر فائز ہوا۔ اکبر بادشاہ کے تقریباً آخری زمانے میں 'ظفر خاں' کا خطاب ملا۔

جہانگیر بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد اس پر شاہی عنایات بہت ہوئیں کیونکہ زین خاں کوکہ کی لڑکی بادشاہ کے حرم میں تھی[1]۔ دوسرے سال جلوس جہانگیری میں جب بادشاہ دارالسلطنت لاہور سے کابل روانہ ہوا اور قلعہ اٹک کے قریب موضع آہروئی میں قیام پذیر ہوا تو وہاں کے رہنے والوں نے قوم کھتر کی زیادتیوں کی شکایت کی کہ جو لٹیرے تھے اور مختلف طور سے فساد برپا کرتے، ڈاکے ڈالتے اور رہزنی کرتے تھے۔ اٹک احمد بیگ خاں کی بجائے (ظفر خاں کی) جاگیر میں دے دیا گیا اور حکم ہوا کہ اس (بادشاہ) کی کابل سے واپسی تک وہاں رہے اور ان (مفسدوں)

---

۱ - وہ سلطان پرویز کی ماں تھی اور ۱۰۰۷ھ میں فوت ہوئی (ب)

کو کوچ کراکے لاہور بھیجے اور ان کے سردار کو گرفتار کر لے [۷۵۵] - اور اگر کسی سے ظلم کرکے کچھ لیا گیا ہے تو وہ اس کو واپس دلائے -

ظفر خاں مفوضہ خدمات پر کاربند ہوا اور (کابل سے) بادشاہ کی واپسی کے وقت اس کے حضور میں حاضر ہو کر مورد تحسین ٹھہرا - تیسرے سال جلوس جہانگیری میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور اسی سال اسے علم ، خلعت خاصہ اور خنجر مرصع مرحمت ہوا - ساتویں سال حلوس جہانگیری میں اصں و اضافہ کے بعد وہ تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب اور بہار کی صوبہداری پر فائز ہوا -

دسویں سال جلوس جہانگیری میں وہاں (بہار) سے معزول ہو کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا - اس کے منصب میں پانسو ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور بنگش کی مہم پر تعینات ہوا - اس کا باقی حال نظر سے نہیں گزرا -

اس کا لڑکا سعادت خاں ہے کہ جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے -

۲۲۴

ظفر خاں خواجہ احسن اللہ

خواجہ ابوالحسن تربتی کا لڑکا ہے - جب انیسویں سال جلوس جہانگیری میں کابل کی صوبہ داری مہابت خاں کی بجائے خواجہ (ابوالحسن تربتی) کو ملی تو وہ (خواجہ احسن اللہ) باپ کی نیابت میں وہاں کی حکومت پر مقرر ہوا ، اور اصل و اضافہ کے بعد اسے ایک ہزار پانسو ذات اور چھ سو سوار کا منصب ، ظفر خاں کا خطاب ، علم ، خنجر ، شمشیر مرصع اور ہاتھی مرحمت ہوا ، اور

اس بادشاہ (جہانگیر) کے آخر عہد حکومت تک دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کے منصب تک پہنچا -

پہلے سال جلوس [۵٦۷] شاہجہانی میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس نے احد داد کے لڑکے عبدالقادر کا درۂ خرمانہ[1] (مضافات تیراہ) میں محاصرہ کر لیا ہے - اور جب اس نے جہانگیر بادشاہ کے انتقال کی خبر سنی تو ایک جماعت کو کابل بھیج کر خود پشاور چلا آیا ، اور وہاں کے معاملات سے فارغ ہو کر حسب معمول کابل روانہ ہوا ، کیونکہ وہاں (کابل) کا ناظم سردیاں پشاور میں اور گرمیاں کابل میں گزارتا ہے - سفر کے دوران میں اس نے احتیاط نہ برتی - اورک زئی اور آفریدی گروہوں نے کہ جو کوہستان خیبر کے افاغنہ کے قبیلے ہیں ، ان پر حملہ کر دیا اور انھوں نے لشکر کو ایسا تباہ کیا کہ (ظفر خاں) وہاں ٹھہر نہ سکا - اسی لیے تعلقۂ مذکور (صوبہ داری کابل) اس کے باپ (خواجہ ابوالحسن تربتی) سے لے لی گئی اور وہ (ظفر خاں) بادشاہ کے حضور میں چلا آیا -

دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں (ظفر خاں اپنے باپ) خواجہ ابوالحسن کے ہمراہ ججھار سنگھ بندیلہ کے تعاقب پر مامور ہوا ، اور تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ (شاہجہاں) ملک دکن میں مقیم تھا تو وہ (ظفر خاں) خواجہ مذکور (ابوالحسن) کے ہمراہ ولایت ناسک ، تربنگ اور سنگم نیر کی فتح کے لیے مقرر ہوا - پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں جب کشمیر کی صوبہ داری اعتقاد خاں شاہ پور کی بجائے اس کے باپ (خواجہ ابوالحسن) کو ملی ، تو بحیثیت نائب (صوبے دار) اسے خلعت اور

---

۱ - متن کتاب میں خرمابہ ہے ، مگر بادشاہنامہ (جلد اول ، حصہ اول، صفحہ ۱۹۰-۱۹۱) میں خرمانہ ہے - یہ بیان بادشاہنامہ ہی سے لیا گیا ہے (ب)

گھوڑا مرحمت ہوا ، اور وہ اس صوبہ (کشمیر) کو گیا ۔ چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں جب اس کا باپ (خواجہ ابوالحسن) فوت ہوگیا تو بادشاہ (شاہجہاں) نے کشمیر کی صوبے داری پر اسی کو مقرر کر دیا اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، علم اور نقارہ مرحمت فرمایا [۵۷ے] ۔

ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ نے جانے کا ارادہ کیا تو وہ بھنبھر آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور دسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ کے تاکیدی حکم کے مطابق پہلے راستے سے ملک تبت گیا کیونکہ کشمیر سے وہاں جانے کے دو راستے ہیں ۔ پہلے (راستہ) کا نام کرج اور دوسرے کا لار ہے ۔ پہلا راستہ دوسرے راستے سے اگرچہ چار منزل زیادہ ہے لیکن دوسرے راستے میں ہمیشہ کثرت سے برف پڑتی ہے اور وہ راستہ دو ناقابل عبور دروں کے درمیان واقع ہے وہ اس لیے پہلے راستے سے گیا ۔

(ظفر خاں نے وہاں پہنچ کر) ملک (تبت) کو فتح کر لیا اور وہاں کے مرتاض زمیندار (لامہ) کو ہمراہ لا کر بہت جلد دوسرے راستے سے واپس آ گیا ۔ اس سلسلے میں اس کی عجلت بادشاہ (شاہجہاں) کو پسند آئی[۱] ۔

تبت کے ملک میں کل اکیس پرگنے اور سینتیس قلعے ہیں ۔ پہاڑوں کی زیادتی اور میدان کی کمی کی وجہ سے وہاں زراعت بہت کم ہوتی ہے اور غلوں میں زیادہ تر جو اور گیہوں پیدا ہوتے ہیں ۔ وہاں کے تمام سال کا محصول ایک لاکھ روپے سے زیادہ نہیں ہے ۔ اس علاقے میں ایک دریا ہے کہ جس کے ایک کنارے پر کم حیثیت سونے کے ریزے پائے جاتے ہیں کہ جس کی قیمت سات روپے تولہ سے زیادہ نہیں ہوتی ۔ تقریباً دو ہزار تولہ سونا سالانہ

---

۱ ۔ متن میں 'نیفتاد' ہے اور ہونا چاہیے 'بیفتاد' ۔ ملاحظہ ہو بادشاہنامہ صفحہ ۲۸۱—۲۸۶ : (ب)

اس کا ٹھیکہ ہوتا ہے ۔ سرد موسم کے میووں میں زرد آلو ، شفتالو، خربزہ اور یک موسمی لطیف اور شیریں انگور ہوتے ہیں ۔ سیب ایسا ہوتا ہے کہ جو اندر اور باہر سے سرخ ہوتا ہے ۔

گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہی حکم کے مطابق وہ وہاں کے مرتاض زمیندار (لامہ) کے ہمراہ آیا [۷۵۸] اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں کشمیر سے معزول ہوا اور خان دوران نصرت جنگ کے ہمراہ ہزارہ جات (کے باشندوں) کی تنبیہ کا ارادہ کیا ۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہزادہ محمد مراد بخش کے ہمراہ رخصت ہوا کہ جس کو بھیرہ میں ٹھہرنے کا حکم ہوا تھا ۔ اس کے بعد دو سال تک کسی وجہ سے معتوب رہا اور منصب و جاگیر کے بغیر گوشہ نشیں رہا ۔ چودھویں سال جلوس کے آخر میں وہ حسب دستور بحال ہو گیا اور اس کے حالات درست ہو گئے ۔

پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ کشمیر کا صوبیدار تربیت خاں تاکید کرنے اور نقد روپیہ بھیجنے کے باوجود وہاں کے غرباء کی ویسی پرورش نہیں کرتا جیسی کہ کرنی چاہیے تھی ، کیونکہ اس سال وہاں قحط پڑا تھا ، لہذا خان مذکور (ظفر خاں) کشمیر کی صوبے داری پر دوبارہ مقرر ہوا۔

اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہ نے گلزار کشمیر میں قدم رنجہ فرمایا تو ایک دن بادشاہ اس (ظفر خاں) کے تعمیر کردہ باغ ظفر آباد میں تشریف لے گیا اور بادشاہ نے حسن سلوک کے جائزے میں کہ اس نے وہاں کے باشندوں اور رعایا کو خوش رکھا تھا ، اس کے منصب میں ایک ہزار سوار کا اضافہ کیا۔ اس کے بعد پھر کسی وجہ سے کچھ دنوں معزول رہا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں پھر اپنے منصب پر بحال ہوا ۔ تین ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کا منصب ملا ۔

چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سردار خاں کے انتقال کے بعد [۵۹ے] اسے ٹھٹہ کی حکومت ملی ۔ منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔ جب انتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں کی حکومت سلطان سپہر شکوہ کے نام مقرر ہوئی تو خان مذکور (ظفر خاں) تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بادشاہ کے حضور میں آ کر قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔

دارا شکوہ کی پہلی لڑائی میں وہ پانچ ہزار جاں باز اور دلاور سواروں کے ساتھ میسرہ فوج کا سردار مقرر ہوا ۔ چوں کہ خان مذکور (ظفر خاں) زمانہ ساز اور روزگار شناس مزاج نہیں رکھتا تھا اس لیے شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں کہ جو قدر شناسی اور خانہ زاد پروری کا زمانہ تھا ، دو مرتبہ معزول ہوا ۔ جب عالمگیر بادشاہ کا دور آیا تو جفا کشی اور خدمت گزاری کی گرم بازاری ہوئی اور ناز برداری اور تساہل پسندی ختم ہوئی ۔ عالم گیر کے تخت نشین ہوتے ہی اس کا چالیس ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوگیا ۔ چھٹے سال جلوس عالمگیری ۱۰۷۳ھ مطابق ۶۳—۱۶۶۲ع میں لاہور میں اس کا انتقال ہوا اور وہ اپنے باپ کے مقبرے میں دفن ہوا ۔

کہتے ہیں کہ وہ بظاہر بہت حقیر اور کوتاہ قد تھا ۔ مشہور ہے کہ ایک دن شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں ذکر ہوا کہ خواجہ ابوالحسن تمام دن میں ایک مرتبہ پانی پیتا ہے ۔ ملا حفظی موجود تھا ، اس نے عرض کیا کہ یہی سبب ہے کہ ظفر خاں کا مختصر قد [۶۰ے] پانی کی کمی کا مارا ہوا ہے ۔ لیکن عقل و تدبیر کے اعتبار سے وہ اپنی مثال نہیں رکھتا تھا ۔ مہابت خاں کے تسلط کو ختم کرنے میں کابل میں وہ نور جہاں کے ساتھ شریک غالب تھا اور اسی کی سمجھ بوجھ کی وجہ سے کام بن گیا ۔ وہ صاحب کمال تھا ۔

جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں لوگوں میں مشہور تھا کہ امیر زادوں میں چار آدمی اپنے باپوں سے بڑھ گئے ہیں :

۱ ۔ جہانگیر قلی خاں پسر خان اعظم

۲ ۔ سعداللہ خاں خلف سعید خاں چغتا

۳ ۔ ظفر خاں ولد زین خاں

۴ ۔ ظفر خاں پسر خواجہ ابوالحسن

اگرچہ خواجہ ابوالحسن سنی تھا لیکن ظفر خاں شیعیت میں بہت متعصب تھا۔ اہل ایران کو بہت روپیہ دیتا تھا۔ خاص طور سے شعراء کے حق میں خوب سخاوت و کرم کرتا تھا ۔ صاحب کمال شعراء اپنے وطن سے دل برداشتہ ہو کر اس کے پاس آتے تھے اور ان کی تمنا پوری ہوتی تھی ۔ افصح المتاخرین مرزا صائب تبریزی[۱] جب ایران سے کابل پہنچا تو اس (ظفر خاں) کی گرم جوشی اور دریا بخشی کی وجہ سے اس (مرزا صائب) کو اس کی صحبت راس آئی اور وہ خان مذکور (ظفر خاں) کے ہمراہ ہندوستان میں مدتوں رہا۔ چنانچہ کہتا ہے :

---

۱ ۔ محمد علی نام ، صائب تخلص، فارسی زبان کا مشہور قادرالکلام شاعر ہے ۔ ۱۰۶۱ ھ میں انتقال ہوا ۔ ملاحظہ ہو :

الف ۔ نگارستان فارس از شمس العلماء محمد حسین آزاد (لاہور ۱۹۲۲ع) صفحہ ۱۶۷—۱۷۶

ب ۔ تذکرہ نتائج الافکار از قدرت اللہ گوپاموی (بمبئی ۱۳۳۶ شمسی) صفحہ ۴۰۸—۴۱۸

ج ۔ کلمات الشعراء از محمد افضل سرخوش (لاہور ۱۹۴۲ع) ، صفحہ ۶۲—۶۵

د ۔ سرو آزاد از غلام علی آزاد (حیدر آباد دکن ۱۹۱۳ع)، صفحہ ۹۸—۱۰۲ (ق)

بیت

خانخاناں[1] را بزم و رزم صائب دیدہ ام
در سخا و در شجاعت چون ظفر خان تو نیست

اس نے ان شعراء کے اشعار کا انتخاب ، کہ جو اس سے بہ رابطۂ اخلاص رکھتے تھے ، ان ہی سے لکھوا کر ہر ورق کی پشت اس شاعر کی [۷۶۱] تصویر بنوائی ۔ خود بھی شاعری میں کمال حاصل کیا تھا ۔ اس کا شعر ہے :

بیت

بہ تیغ بے نیازی تا توانی قطع ہستی کن
فلک تا افکند از پا ترا خود پیش دستی کن

ممتاز محل کی بڑی بہن اور سیف خاں کی بیوی کی لڑکی 'بزرگ خانم' سے اس کا نکاح ہوا تھا۔ اس کے بطن سے مرزا محمد طاہر المتخلص بہ آشنا[2] تھا ۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں اسے ایک ہزار اور پانسو کا منصب اور 'عنایت خاں' کا خطاب ملا ۔ (کارخانہ) حضور کی داروغگی پر مقرر ہوتا رہا کہ جو معتبر خانہ زادوں کے علاوہ کسی دوسرے کو نہیں ملتی تھی ۔ اس عہد (شاہجہانی) کے آخر میں کتاب خانہ کا داروغہ مقرر ہوا ۔

کہتے ہیں کہ شاہجہاں بادشاہ نے سرمد مجذوب کے اوضاع و اطوار کے ملاحظے کے واسطے کہ جو ننگا رہتا تھا ، اسے بھیجا ۔ اس نے آ کر یہ شعر پڑھا :

---

۱ ۔ غالباً مہابت خاں مراد ہے (ب)

۲ ۔ وفات ۱۰۸۱ ھ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تذکرہ شعرائے کشمیر از پیر حسام الدین راشدی (اقبال اکیڈمی کراچی ۱۹۶۷ع) حصہ اول ، صفحہ ۱۲—۲۶

بیت

ہر سرمد برہنہ کرامات تہمت است
کشفے کہ ظاہر است ازو کشف عورت است

چونکہ وہ اس باپ کا بیٹا تھا جو زمانہ شناس مزاج نہیں رکھتا تھا اس لیے کشمیر میں گوشہ نشین ہو گیا ۔ چھٹے سال جلوس عالم گیری میں چوبیس ہزار روپیہ سالانہ اس کا مقرر ہوا ۔ ۱۰۸۱ھ مطابق ۱۶۷۰-۷۱ع میں اس کا انتقال ہوگیا ۔

شاہجہاں بادشاہ کے تیس سالہ حالات بادشاہنامہ سے تلخیص کرکے [۷۶۲] 'ملخص' نام رکھا ۔ معنی بندی اور سخن سنجی میں استاد ہے ۔ مثنوی اور دیوان کا مالک ہے۔ یہ شعر اس کا ہے :

بیت

در سبک ساری ست آسائش
سایہ خوابیدہ قطع راہ کند [۷۶۳]

ع

۲۳۵

علی قلی خان الدرابی

ہمایون بادشاہ کے پرورش یافتہ لوگوں میں سے ہے - جس سال کہ وہ بادشاہ (ہمایون) بیرام خان کے متعلق لوگوں سے جھوٹی باتیں سن کر کابل سے قندھار کے لیے روانہ ہوا تو کابل کی حکومت اس کے سپرد کرکے اس کو وہاں چھوڑا - اس کے بعد وہ (علی قلی خان) بادشاہ (ہمایون) کے زیر سایہ ہندوستان آیا -

اکبر بادشاہ کے ابتدائی زمانے میں علی قلی ، خان زمان کے ہمراہ ہیمو بقال کی مہم پر اور اس کے بعد خواجہ خضر خان کے ہمراہ اسکندر سور کی مدافعت کے لیے مقرر ہوا - پانچویں سال جلوس اکبری کے آخر میں شمس‌الدین محمد خان اتکہ کے ہمراہ بیرام خان کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا - اس کے بعد اس کا حال معلوم نہ ہوا۔

۲۳۶

عبداللہ خان اوزبک

ہمایون بادشاہ کے امرا میں سے ہے - وہ معزز جاں بازوں کے سلسلے میں منسلک تھا - اکبر بادشاہ کے زمانے میں ہیمو کی فتح کے

بعد 'شجاعت خاں' کا خطاب ملا اور سرکار کالپی کی جاگیرداری پر مقرر ہوا ۔ چوں کہ مالوہ کی فتح میں وہ [۴۶۴ھ] ادھم خاں کے کومکیوں میں شامل تھا ، اس لیے اس ملک کے طور و طریق سے واقف ہو گیا ۔ ساتویں سال جلوس اکبری میں وہاں کا حاکم پیرمحمد خاں شروانی دریائے نربدا میں ڈوب گیا اور موروثی دعوے کی وجہ سے باز بہادر نے اس علاقے میں غلبہ حاصل کر لیا ۔ اکبر بادشاہ نے عبداللہ خاں کو پنج ہزاری منصب پر ترقی دی اور اس سرکش (باز بہادر) کی تنبیہ اور اس علاقے کے انتظام کے لیے مقرر کیا ، اور وہاں کی داروگیر اور سیاست کے تمام امور مستقل طور سے اس کو سونپ دیے گئے ۔

چوں کہ عبداللہ خاں نے مناسب ساز و سامان کے ساتھ مالوہ کی فتح کا ارادہ کیا لہٰذا باز بہادر نے اپنے میں مقابلے کی طاقت نہ پائی اور بھاگ کھڑا ہوا ۔ اور وہ ولایت (مالوہ) ازسرنو بادشاہی قبضہ میں آ گئی ۔ عبداللہ خاں شہر مانڈو میں کہ جو سلاطین مالوہ کا پایۂ تخت تھا ، حاکم بن کر بیٹھا ، اور اس ولایت (مالوہ) کے قصبات و شہر لیاقت اور حیثیت کے اعتبار سے امراء میں تقسیم کر دیے ۔

چوں کہ ریاست کا طاقت ور نشہ ، اخلاص میں کم حوصلہ لوگوں کو جلد ہی بد مستی اور بے راہ روی پر لے آتا ہے ، اس لیے تھوڑے ہی عرصے میں عبداللہ خاں نے غرور کا مظاہرہ کرکے شورش اٹھانی چاہی اکبر بادشاہ نویں سال جلوس ۹۷۱ھ مطابق ۶۴–۱۵۶۳ع میں ہاتھیوں کے شکار کی تقریب سے نرور اور سیپری کی طرف روانہ ہوا کہ جہاں اس زمانے میں ہاتھیوں کے جنگل تھے اور اس کے بعد [۴۶۵ھ] جب شکار سے فارغ ہو گیا تو تنہا مانڈو کی طرف متوجہ ہوا کہ جو اس خود سر (عبداللہ خاں) کا ٹھکانا تھا ۔

برق و باراں کی کثرت ، کیچڑ اور سیلاب کی زیادتی ، دلدل کی فراوانی ، نالوں اور گڑھوں کی بہتات کی وجہ سے کہ جو مالوہ کی سرزمین میں ہیں ، راستہ چلنے والوں کو بہت دشواری ہوئی ۔ گھوڑے ، دریائی گھوڑوں کی طرح تیرتے ہوئے چل رہے تھے ۔ اونٹ بھری جہازوں کی طرح طوفان طے کر رہے تھے ۔ کیچڑ اور دلدل کی کثرت کی وجہ سے اس راستے کے طے کرنے میں جانور پیر سے سینہ تک دھنس جاتے تھے ۔ لشکر کے اکثر بار بردار زمین پر جم کر رہ گئے اور پھر گاڑیوں سے ہنجار کرنا طے ہوا ۔

اس مصیبت ناک یورش کی وجہ یہ تھی کہ (بادشاہ نے طے کیا کہ) عبداللہ خاں کے سر پر فوراً پہنچنا چاہیے ، کیونکہ ایسے وقت میں اسے گمان بھی نہ تھا کہ لشکر مالوہ میں آجائے گا کہ وہاں تک پہنچنا بہت دشوار ہے ۔ اشرف خاں اور اعتماد خاں کو پہلے سے بھیج دیا تاکہ وہ اس کو بادشاہی عنایات کی خوش خبری سنا کر بادشاہ کے حضور میں لاویں ، کیونکہ وہ اعمال ناشائستہ کی وجہ سے متوہم اور خائف ہے ۔ اور وہ لوگ اس کو نہ چھوڑیں کہ وہ بھاگ کر جنگل کی طرف نکل جائے ۔ اور خود اکبر بادشاہ نے مالوہ کے پچیس کوس کہ جو دہلی کے معمول کے مطابق چالیس کوس سے زیادہ تھے ایسی کیچڑ اور دلدل میں ایک منزل میں طے کیے اور وہ سارنگ پور کے حدود میں پہنچ گیا۔ اور جب وہ قصبہ دھار میں پہنچا تو بھیجے ہوئے لوگوں کے ذریعے سے معلوم ہوا کہ ہر چند انھوں نے دوستی کا اظہار کیا لیکن چوں کہ وہ دل سے خوف زدہ تھا لہٰذا اثر نہ ہوا ۔ اس نے بعض نامعقول درخواستیں کیں [۷۶۶] اور وہ (عبداللہ خاں اوزبک) فوج و سامان کے ساتھ فرار ہو گیا ۔

اکبر بادشاہ نے مانڈو سے (ادھر) توجہ مبذول کی اور امراء کی ایک جماعت کو پیش قدمی کے طور پر پہلے سے روانہ کردیا تاکہ تیزی سے جا کر اس کو راستے میں پکڑ لیں، اور بادشاہ خود بھی یلغار کرتا ہوا تیزی سے روانہ ہوا۔ اور جب پہلے کی بھیجی ہوئی فوج نے

(عبداللہ خاں اوزبک) کو راستے میں گھیر لیا تو عبداللہ خاں نے گمان کیا کہ ایسے وقت میں جب کہ اتنی دور سے یلغار کر کے آئے ہیں تو کم لوگ آئے ہوں گے، لہذا اس نے جنگ شروع کردی۔ جب جنگ کی آگ تیز بھڑکی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ دشمن کے تیر بادشاہ کے سر سے گزرنے لگے تو (اکبر نے) غیبی اشارہ پر (فوج کو) حکم دیا کہ فتح کا نقارہ زور سے بجایا جائے اور منعم خاں خانخاناں سے فرمایا کہ توقف کرنے کا وقت نہیں ہے، لہذا دشمن کے سر پر پہنچنا چاہیے۔ خانخاناں نے عرض کیا کہ بہت بہتر! لیکن یہ موقع یکہ تازی (ایک سے ایک کا مقابلہ کرنا) کا نہیں ہے فداکار ملازموں کو جمع کرکے مقابلہ کروں گا۔ اکبر بادشاہ غصے کی حالت میں مقابلے کی جگہ کھڑا ہو گیا۔ اعتماد خاں افراط خلوص کی وجہ سے آگے آ گیا، بادشاہ اس پر معترض ہوا اور آگے بڑھ گیا۔ چوں کہ تائید الہی ہمت والوں کے شامل حال ہوتی ہے، شاہی جلال کی وجہ سے دشمن کے پیر اکھڑ گئے۔ اگرچہ عبداللہ خاں کے ہمراہ ایک ہزار سے زیادہ سوار تھے اور اکبر بادشاہ کے ساتھ تین سو سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ (عبداللہ خاں) اپنے معتبر آدمیوں کو کٹوا کر لڑائی کے میدان سے بھاگ کھڑا ہوا اور دریائے موہان کے راستے سے گجرات کی طرف چلا [۷۶۷] گیا۔

اکبر بادشاہ نے قاسم خاں نیشاپوری کی سرکردگی میں ایک جماعت اس کے تعاقب میں متعین کی اور اس علاقے کے زمیندار بھی دولت خواہی کی بنا پر لشکر کے ساتھ شامل ہو گئے اور جاپانیر کے ٹیلے کے قریب عبداللہ خاں کی فوج کو جا پکڑا۔ اس نے پریشان ہو کر اپنی مستورات کو جنگل میں بھیج دیا اور اپنے لڑکے کو ہمراہ لے کر وہاں سے چلتا بنا۔ تمام امیروں نے فوجی سامان و اسباب خاص طور سے مستورات اور ہاتھیوں کو اکٹھا کیا اور اس منزل (جاپانیر) پر ٹھہر گئے۔ بادشاہ (اکبر) دریا کو عبور کرکے اس جگہ پہنچ گیا۔ اس نے اللہ تعالی کا شکر ادا کیا

اور بہت سا مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔

عبداللہ خاں کہ جو اس ہلکے میں ادھ موا ہو گیا تھا، خود گجرات کی سرحد پر پہنچا اور چنگیز خاں کے پاس اس نے پناہ لی کہ جو اس وقت گجرات میں سردار بنا بیٹھا تھا۔ اکبر بادشاہ نے حکیم عین الملک کو چنگیز خاں کے پاس بھیجا کہ وہ اس بدبخت پریشاں حال (عبداللہ خاں) کو بادشاہ کے حضور میں بھیج دے یا اپنے ملک سے بھگا دے۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے بادشاہ کا حکم ماننے میں کوئی عذر نہیں ہے، اگر اس مرتبہ اس کا گناہ بخش دیا جائے اور اس پر نوازش فرمائی جائے تو میں اس کو درگاہ عالی میں بھیجتا ہوں، اور اگر میری درخواست (بادشاہ کے حضور میں) قبول نہیں ہوتی ہے تو مجبوراً میں اس کو اس ملک سے نکال دوں گا۔ چوں کہ یہ پیغام مکرر ملا اس لیے چنگیز خاں نے اس (عبداللہ خاں) کو اپنے یہاں سے نکال دیا۔ اس نے مالوہ میں دوبارہ آ کر شورش شروع کر دی۔

شہاب الدین احمد خاں، کہ جو پہلے سے ولایت مالوہ کے معاملات کو انجام دینے کے لیے بادشاہ کے حضور سے مقرر ہوا تھا، [۵۶۸] گیارھویں سال جلوس اکبری میں ایک مناسب لشکر لے کر اس کی تنبیہ کے لیے پہنچ گیا۔ قریب تھا کہ عبداللہ خاں گرفتار ہوجائے لیکن وہ بہت دقت اور پریشانی سے علی قلی خان زماں اور سکندر خاں اوزبک کے پاس چلا گیا اور وہیں طبعی موت سے مر گیا۔

۲۳۷
عبدالمطلب خاں

شاہ بداغ کا لڑکا، اکبری عہد کے دو ہزاری منصب دار امراء میں سے ہے۔ ابتدا میں مرزا شرف الدین حسین کے ہمراہ میرٹھ کی فتح کے لیے متعین ہوا اور اس نے بہادری کا

مظاہرہ کیا ۔ اس کے بعد بادشاہ کے ہم رکاب رہا ۔ دسویں سال جلوس اکبری میں مرزا معزالملک کے ہمراہ سکندر خان اوزبک اور بہادر خان شیبانی کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا ۔ جب بادشاہی فوج شکست کھا کر پراگندہ ہوئی تو اس نے بھی راہ فرار اختیار کی ۔
اس کے بعد محمد قلی خان برلاس کے ہمراہ سکندر خان کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا کہ جو اودھ میں ناشائستہ حرکات کر رہا تھا ۔ اس کے بعد ایک زمانہ اس نے اپنی جاگیر میں ، کہ جو مالوہ میں تھی ، گزارا ۔

جب سترھویں سال جلوس اکبری میں مالوہ کے امراء خان اعظم کوکہ کی کمک پر معرر ہوئے تو وہ بھی گجرات گیا ۔ محمد حسین مرزا کی جنگ میں اس نے بہادرانہ کارگزاری دکھائی اور شہرت حاصل کی اور بادشاہی حکم کے مطابق خان اعظم کوکہ کے ہمراہ اس وقت بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوکر شاہی عنایت سے سرفراز ہوا جبکہ بادشاہ سورت کے قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھا ، اور اپنی جاگیر پر رخصت ہوا ۔

تیئیسویں سال جلوس اکبری میں، [۹۶۷ء] حب کہ قطب الدین خان کے آدمی ، مظفر حسین مرزا کو دکن سے گرفتار کرکے بادشاہ کے پاس لیے جا رہے تھے تو وہ مزید احتیاط کی بنا پر نہایت چستی سے مالوہ کی ایک فوج لے کر (قطب الدین خان کے آدمیوں کے پاس) پہنچا اور (مظفر حسین مرزا کو) بادشاہ کے حضور میں پہنچایا ۔

پچیسویں سال جلوس اکبری میں اسماعیل قلی خان کے ہمراہ ، نیابت خان عرب[1] کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا اور بہادری دکھا کر صاحب اعتبار ٹھہرا ۔ چھبیسویں سال جلوس اکبری میں علی دوست بارییگی کے لڑکے فتح دوست کے قتل کی تہمت میں وہ معتوب ہوا ۔ کچھ دنوں کے بعد پھر اس پر بادشاہ کی

---

۱ ۔ اکبرنامہ جلد سوم ، صفحہ ۳۲۸

نظر عنایت ہوئی ۔ کابل کی مہم میں بائیں طرف کی فوج کی سرداری اس کے سپرد ہوئی ۔

ستائیسویں سال جلوس اکبری میں جب اکبر بادشاہ نے پورب کے علاقے کی طرف توجہ فرمائی اور شاہی لشکر کالی کے نزدیک پہنچا کہ جو عبدالمطلب خاں کی جاگیر میں تھا تو خان مذکور (عبدالمطلب خان) کی درخواست پر بادشاہ نے وہاں قیام فرمایا ۔ تیسویں سال جلوس اکبری میں وہ خان اعظم کوکہ کے کومکیوں میں شامل ہو کر جنوبی علاقے پر گیا ۔

بتیسویں سال جلوس اکبری میں وہ ایک بڑی جماعت کے ہمراہ جلالہ روشنائی کو سزا دینے کے لیے مقرر ہوا اور اس نے ناموری حاصل کی ۔ ایک دن جب جلالہ روشنائی نے شاہی لشکر کے پچھلے حصے کے ساتھ لڑائی چھیڑی تو اگرچہ عبدالمطلب خاں (میدان میں) سوار ہو کر نہ پہنچا مگر دوسرے امراء (میدان جنگ میں) لگا تار پہنچے اور دشمن کو شکست دی ، اور اس بدبخت گروہ (جماعت روشنائیاں) کے بہت سے ممتاز لوگوں کو قتل کرکے (بقیہ کو) بھگا دیا ۔

عبدالمطلب خاں فکر کی زیادتی اور وہم کی کثرت کی وجہ سے پاگل ہو گیا اور مجبوراً بادشاہ کے حضور میں پہنچا ، یہاں تک کہ وقت موعود پر [۱۰۰۷] اس نے ملک عدم کی راہ لی ۔ اس کا لڑکا شیر زاد جہانگیری عہد میں پانسو ذات اور دو سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

۲۳۸

عرب بہادر

اکبر بادشاہ کے زمانے میں وہ پورب کے علاقے میں متعین تھا ۔ بہت اچھی طرح خدمات انجام دینے کی وجہ سے بہادری میں مشہور

ہوا ۔ صوبہ بہار کا پرگنہ سہسرام اس کی جاگیر میں تھا ۔ جب اس صوبہ (بہار) کے امراء نے بغاوت شروع کی تو اس نے بھی ذلت و خواری اختیار کرکے بغاوت کا اظہار کیا ۔

پچیسویں سال جلوس اکبری میں جب بنگالہ کے حاکم مظفر خاں نے خان جہاں حسین قلی خاں کے مال و دولت کو بادشاہ کے حضور میں بھیجا ، بہت سے سوداگر اور سپاہی اس (قافلے) کے ہمراہ تھے ۔ صوبہ بہار میں پہنچنے کے بعد محب علی خاں نے اپنے ساتھیوں میں سے حبش خاں کو ایک فوج دے کر رہنمائی کے لیے ساتھ کردیا ۔ مفسد عرب (بہادر) نے اس قافلے کا پیچھا کیا۔ جب قافلے کے لوگ چوسا گھاٹ سے گزر گئے تو اس نے چند ہاتھیوں کو کہ جو پیچھے رہ گئے تھے ، اپنے قبضے میں کر لیا ۔

اس کے بعد صوبۂ مذکور (بہار) کے دیوان رائے پرکھوتم پر اس نے حملہ کر دیا کہ جو بکسر کے علاقے کے مضافات میں اس ولایت کی سپاہ کو جمع کرنے کے لیے کوشش کر رہا تھا اور وہ ایک دن دریائے گنگا کے ساحل پر مقررہ پرستش میں مشغول تھا کہ اس (عرب بہادر) نے حملہ کر دیا۔ تقدیر کی بات کہ وہ (دیوان) زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا اور دوسرے دن مر گیا ۔

محب علی خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اس بد سرشت (عرب بہادر) کے پاس پہنچا اور مقابلہ (۱۷۷) کیا ۔ مقابلے کے بعد بدبخت عرب بھاگ کھڑا ہوا ۔

اس کے بعد جب شہباز خاں دربار سلطانی سے اس علاقے پر گیا دلپت اجنیہ کے تعلقے میں پہنچا اور اس (عرب بہادر) کی تادیب کے بعد اس نے سعادت علی خاں کو رہتاس کے مضافات کے قلعۂ کنت میں حفاظت کے لیے چھوڑا ۔ عرب نے دلپت کے ساتھ متفق ہو کر قلعۂ مذکور (کنت) پر حملہ کردیا ۔ سخت مقابلہ ہوا ۔ سعادت علی خاں مردانگی کے ساتھ مارا گیا ۔ عرب نے اپنی بد نہادی کی وجہ

ہے اس کا تھوڑا سا خون بہا اور کسی قدر خون پیشانی پر ملا ۔ اس کے بعد اس نے معصوم خاں فرنخودی کی ہمراہی اختیار کر لی اور (عرب بہادر) ان دو لڑائیوں میں ، کہ جو شہباز خاں کے ساتھ ہوئی تھیں ، اس کا شریک رہا ۔ اس (شہباز خاں) کے شکست پا جانے کے بعد (عرب بہادر) نے اس سے جدائی اختیار کر لی اور سنبل کے نواح میں فساد برپا کرنے لگا ۔ چوں کہ اس علاقے کے جاگیرداروں نے اکٹھے ہو کر اس سے مقابلہ کیا ۔ اس کو شکست ہوئی ۔ اس کے بعد وہ بہار کی طرف چلا گیا اور اس فوج کے ساتھ مقابلہ کرکے راہ فرار اختیار کی کہ جس کو خاں اعظم کوکہ نے روانہ کیا تھا ۔ وہ (عرب بہادر) جون پور کی طرف گیا ۔ چونکہ راجہ ٹوڈر مل کا لڑکا گوردھن بادشاہ کے فرمان کے مطابق اس کو سزا دینے کے لیے روانہ ہوا تھا اس لیے وہ بدنصیب (عرب بہادر) پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چھپ گیا ۔ اس کے بعد اس نے بہرائچ کے کوہستان میں ٹھکانا قائم کرکے قلعے کی بنیاد رکھی جہاں وہ غارت گری سے واپسی کے بعد پناہ لیتا تھا ۔ ایک دن وہ اسی کام کے لیے گیا تھا کہ کھرک رائے زمیندار نے اپنے لڑکے [۷۷۲] دولہ رائے کو اس قلعے پر بھیجا۔ دربانوں نے اسے (دولہ رائے کو) عرب سمجھا اور مانع نہ ہوئے ۔ زمیندار کے آدمیوں نے جمع شدہ مال و متاع لے لیا اور واپس لوٹ آئے ۔ وہ (عرب بہادر) گھات میں تھا ، اس نے آدمیوں کو بھگا دیا اور دولہ رائے نے جو پیچھے رہ گیا تھا ، اس کے پاس پہنچ کر اس کو شکست دے دی ۔ عرب دو آدمیوں کے ہمراہ کسی طرف پڑا ہوا تھا ۔ زمیندار (دولہ رائے) نے اس کو تلاش کرکے اس کا کام تمام کر دیا ۔ یہ واقعہ اکتیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ء میں ہوا ۔

شیخ ابوالفضل اکبر نامہ میں لکھتا ہے[1] کہ اس واقعے سے

---

۱ ۔ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۴۹۳ ۔ طبقات اکبری میں ہے کہ عرب بہادر شیر کوٹ میں مارا گیا (ب)

تین روز پہلے عرب نامی میر شکار دریائے جہلم میں ڈوب گیا ۔ بادشاہ (اکبر) نے جو دوآبۂ چھنت (جہنٹ) میں مقیم تھا ، فرمایا کہ میرے دل میں یہ بات آئی ہے کہ عرب (عرب بہادر) کا زمانہ ختم ہو چکا ہوگا (اس لیے یہ واقعہ پیش آیا) ۔

۲۳۹
علی مردان بہادر

اکبری زمانے کا امیر ہے ۔ چالیسویں سال جلوس اکبری تک وہ تین سو پچاس کے منصب تک رہا ۔ شروع میں خانخاناں عبدالرحیم کے ہمراہ ٹھٹہ کی مہم پر تعینات ہوا اور بہادری دکھائی ۔ اڑتیسویں سال جلوس اکبری میں امیر مذکور (خانخاناں عبدالرحیم) کے ہمراہ بارگاہ سلطانی میں باریاب ہو کر شرف ملازمت سے سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد دکن کی مہم پر تعینات ہوا اور اس لڑائی میں کہ جو اکتالیسویں سال جلوس اکبری میں مرزا شاہرخ اور خانخاناں کی قیادت میں دکن کے سرداروں کے ساتھ ہوئی تھی ، وہ اگلی فوج میں تھا - اس کے بعد وہ تلنگانہ کی فوج کا سردار [۷۷۳] مقرر ہوا ۔

چھیالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ بہادری کی وجہ سے شیر خواجہ کی مدد کے لیے پاتھری گیا - اسی دوران میں وہ بہادر خاں گیلانی کی شکست کی خبر سن کر اس کی طرف گیا کیونکہ تھوڑے سے آدمیوں کے ہمراہ اسے تلنگانہ میں چھوڑ دیا گیا تھا ۔ اس (علی مردان) نے دشمن سے مقابلہ کیا اور بہت سے ساتھیوں کی پہلوتہی کے باوجود اس کے استقلال میں کمی نہ آئی اور اس نے بہادری کا مظاہرہ کیا ، یہاں تک کہ دشمن نے اس کو گرفتار کر لیا ۔ جب اسی سال شیخ ابوالفضل نے مصلحت ملکی کی وجہ سے دکن کے سرداروں سے صلح کر لی تو اس تقریب سے اس نے بھی رہائی پائی اور وہ شاہی سرداروں میں آ کر شامل ہو گیا ۔

سینتالیسویں سال جلوس اکبری میں ، اس لڑائی میں کہ جو شاہنواز خاں مرزا ایرج کی سرداری میں ملک عنبر سے ہوئی تھی اور جس میں اکبری امراء کو فتح نصیب ہوئی ، (علی مردان) بائیں طرف کی فوج کی سرداری پر مقرر تھا ۔

ساتویں سال جلوس جہانگیری میں (علی مردان) عبداللہ خاں فیروز جنگ کے ہمراہ تعینات ہوا ۔ (بادشاہ کا) حکم صادر ہوا کہ یہ لوگ گجرات کے لشکر کے ہمراہ ناسک کے راستے سے دکن پہنچیں اور دوسری فوج کی خبر رکھیں کہ جو خان جہاں لودی کی سرداری میں تعینات ہوئی ہے اور مل کر شاہی خدمت میں پوری پوری کوشش کریں ۔ جب خود سری کے انداز میں عبداللہ خاں دشمن کے ملک میں پہنچا تو چوں کہ اس نے دوسری فوج کا نشان بھی نہ پایا اس لیے گجرات کی طرف کو واپس چلا گیا ۔ وہ (علی مردان) مرنے پر تیار ہو گیا ۔ اس نے دشمن کی فوج سے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا ، کیونکہ دشمن اس کا تعاقب کرتا ہوا آ رہا تھا ۔ وہ (علی مردان) زخم کھا کر گرفتار ہو گیا [۷۷۴] ۔ ملک عنبر کے سپاہی اس کو اٹھا کر لے گئے ۔ ہر چند علاج کے لیے جراح مقرر ہوئے لیکن دو دن کے بعد ۱۰۲۱ھ مطابق ۱۶۱۱ع میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

اس (علی مردان) کی یہ بات زبان زد ہے ، کسی شخص نے کسی بات پر کہا کہ فتح آسانی ہوتی ہے ۔ (علی مردان بہادر) نے جواب دیا کہ بے شک فتح آسانی ہوتی ہے لیکن میدان (لڑنا) بھارا ہوتا ہے ۔

اس کا لڑکا کرم اللہ شاہجہاں کے زمانے میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر پہنچا ۔ کچھ دنوں دکن کے مضاف اودگیر کا قلعدار رہا ۔ اکیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

۲۴۰

عزت خاں خواجہ بابا

عبداللہ خاں فیروز جنگ کے رشتہ داروں میں سے ہے۔ جہانگیری عہد میں ایک ہزاری ذات اور سات سو سوار کے منصب پر پہنچا۔ شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد یمین الدولہ کے ہمراہ لاہور سے آیا۔ ملازمت اور سابقہ منصب پر بحال ہو کر ممتاز ہوا۔

تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں خواجہ بابا کی ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر ترقی ہوئی اور عبداللہ خاں بہادر کے ہمراہ روانہ ہوا کہ جو خانجہاں لودی کے تعاقب پر اس کے فرار کے بعد دکن سے مالوہ کی طرف تعینات ہوا تھا۔

چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب، عزت خاں کا خطاب، علم، ہاتھی اور بھکر کی فوج داری سے سرفراز ہوا۔

چھٹے سال جلوس شاہجہانی [۷۷۵] ۱۰۴۲ھ مطابق ۳۳-۱۶۳۲ع میں بھکر میں اس کا انتقال ہو گیا۔

۲۴۱

عوض خاں قاقشال

عوض بیگ نام، صوبہ کابل میں تعینات تھا۔ دوسرے سال جلوس شاہجہانی میں جب کابل کا مضاف تھانہ ضحاک اوزبکوں سے حاصل کر لیا گیا[1] تو وہ (عوض خاں) ایک ہزاری ذات اور چھ سو سوار کے منصب اور وہاں (ضحاک) کی تھانیداری پر سرفراز ہوا۔

---

۱ - بادشاہنامہ جلد اول، حصہ اول، صفحہ ۲۶۱

چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ اور گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں بیں سو سوار کا اضافہ ہوا ۔

جس زمانے میں کہ علی مردان خان نے قندھار کا قلعہ شاہی قبضے میں دینا طے کر لیا تو وہ (عوض خان) کہ جو پہلے سے غزنین میں منتظر تھا ، کابل کے ناظم سعید خان کے حکم سے ایک ہزار سوار لے کر اس طرف روانہ ہوا اور قلعۂ مذکور (قندھار) میں پہنچ گیا ، اور اس لڑائی میں اس نے بہت بہادری دکھائی جو سعید خان کو سیاوش اور قزلباش فوج سے لڑنی پڑی ۔ (اس کے صلے میں) اس کو خلعت ، مرصع خنجر ، اصل و اضافہ کے بعد دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ، نقارہ ، گھوڑا اور ہاتھی مرحمت ہوا ۔ راجا جگت سنگھ کے ہمراہ وہ قلعہ زمین داور کے فتح کرنے کے لیے گیا اور اس نے قلعہ ساربان پر قبضہ کرنے اور زمین داور کے محاصرہ کرنے میں بہت اچھی خدمات انجام دیں [۷۷٦] ۔ کچھ دنوں قلات کی حفاظت پر بھی تعینات رہا ۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں خانہ زاد خان کی بجائے وہ غزنین کا بھی ناظم مقرر ہوا ۔

جب مرض کی زیادتی کی وجہ سے روز بروز ضعف و ناتوانی بڑھ گئی تو وہ معزول ہو گیا اور چودھویں سال جلوس شاہجہانی (۱۰۵۰ھ) میں اس نے عالم عقبیٰ کی راہ لی ۔

۲۴۲
عبداللہ خان فیروز جنگ

خواجہ عبداللہ نام ، خواجہ عبیداللہ ناصرالدین احرار قدس سرہ کی اولاد اور خواجہ حسن نقشبندی کا بھانجا تھا ۔ اکبر بادشاہ

کے آخری عہد حکومت میں وہ ولایت سے ہندوستان آیا[1] اور اس نے کچھ دن شیرخواجہ کے ساتھ دکن میں گزارے ۔ جس جگہ کام یا بہادری کا موقع پیش آیا ، اس نے شمشیر زنی اور جرأت کا مظاہرہ کیا ۔ اس کے بعد شیر خواجہ سے جدا ہو کر شاہزادہ سلطان سلیم کے پاس لاہور آ گیا ۔ احدیوں میں شامل ہوا اور حسن خدمت کے ذریعے اس نے ترقی کی ۔

جس زمانے میں کہ شہزادہ (سلیم) نے خود سری اور خود رائی کی بنا پر الہ آباد میں مناصب و خطاب اور تنخواہ تیول و جاگیر کی تقسیم ملازمین میں کی تو اس کو ایک ہزار پانسو کا منصب اور 'خان' کا خطاب ملا ۔ لیکن چونکہ شریف خاں کے ساتھ اس کا معاملہ نہ بنا کہ جو شاہزادے کی سرکار کا مختار تھا اس لیے اڑتالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ بادشاہ (اکبر) کے حضور میں حاضر ہوا ۔ بادشاہ نے اس کی پیشانی سے اصالت و شجاعت کا جوہر [۷۷۷] دریافت کر لیا ۔ اس لیے ایک ہزاری منصب اور 'صفدر خاں' کا خطاب مرحمت فرمایا ۔ اس کے بھائی خواجہ یادگار اور خواجہ برخوردار مناسب منصبوں پر سرفراز ہوئے ۔ (جہانگیر بادشاہ کے) تخت نشین ہونے کے بعد اس کو طبل و علم ملا ۔

جب رانا کی مہم ، مہابت خاں سے جیسی کہ چاہیے تھی ، انجام کو نہ پہنچی ، تو چوتھے سال جلوس جہانگیری میں وہ فوج کا سردار مقرر ہوا ۔ اس مہم میں اس نے بہت شہرت حاصل کی[2] ۔ مہر پور کو ، جو رانا امر سنگھ کی جائے پناہ تھا ، اس نے تاخت و تاراج کیا اور عالم گمان ہاتھی کو ، کہ جس کی مثال

---

۱ ۔ وہ ماوراء النہر کے شہر حصار سے ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان آیا (توزک جہانگیری صفحہ ۶) (ب)

۲ ۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو توزک جہانگیری ، صفحہ ۷۴—۷۶ (ب)

کوئی دوسرا نہیں تھا ، قبضے میں لایا ۔ کونبھلمیر میں اس نے تھانہ قائم کیا اور بیرم دیو سولنکھی کو ، کہ جو راج پوت سردار تھا ، تاخت و تاراج کیا ۔

چھٹے سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۰ھ مطابق ۱۶۱۱ع میں وہ گجرات کا صوبہ دار مقرر ہوا ، اور بادشاہ (جہانگیر) کے حضور سے ایک مددگار فوج بھی اس کے سپرد ہوئی ۔ حکم یہ ہوا کہ وہ گجرات کے لشکر کے ہمراہ ناسک اور تربنگ کے راستے سے اور خان جہاں ، راجا مان سنگھ ، امیرالامراء اور مرزا رستم کے ہمراہ برار کے راستے سے دکن پہنچیں ۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے کی خبر رکھیں ، اور مقررہ دن پر دشمن کو گھیرے میں لے لیں ۔ اغلب یہ ہے کہ دشمن کا خاطر خواہ استیصال ہو جائے ۔

عبداللہ خاں دس ہزار مستعد سوار خوش اسپہ آراستہ کر کے [۷۷۸] دشمن کے ملک میں نہایت تکبر و غرور کے ساتھ داخل ہوا اور اس نے دوسری فوج کی کوئی خبر نہ رکھی ۔ ملک عنبر نے جو اس سے بہت خوف زدہ تھا ، اپنے منتخب آدمیوں کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا ۔ وہ روزانہ اس (عبداللہ خاں) کے لشکر کے ارد گرد رات کو لوٹ مار کرتے تھے ، اور رات سے صبح تک مقابلہ ہوتا تھا ۔ ہر چند دولت آباد کے نزدیک پہنچ رہے تھے لیکن دشمن کا گروہ برابر بڑھ رہا تھا ۔ جب دولت آباد کے نزدیک پہنچے تو دوسری فوج کا کوئی پتا نہ تھا ۔ واپس ہونا مناسب سمجھا اور (عبداللہ خاں) بگلانہ کے راستے سے احمد آباد لوٹ آیا ۔ اس راستے میں دشمن چکر کاٹ کر آ رہا تھا ۔ روزانہ مقابلہ ہوتا تھا ۔ علی مردان بہادر نے بھاگنے کے عار کو اپنے لیے پسند نہ کیا ۔ مردانہ وار مقابلہ کیا اور قید ہو گیا ۔

یہ جو شہرت[1] ہے کہ ملک عنبر نے خانخاناں سے سازباز

---

۱ ۔ یہاں مؤلف نے خلط مبحث کر دیا ہے ۔ چوتھے اور چھٹے سال جلوس کے واقعات ملا دیے ہیں (ب)

کر لی تھی ، اور اس نے خانجہاں کو ، حیلے بہانے سے روکے رکھا ، یہ بات بے اصل ہے ، کیوں کہ اس زمانے میں خانخاناں دکن سے بادشاہ کے حضور میں آیا ہوا تھا ۔ خانجہاں نے برار میں یہ وحشت ناک خبر سنی اور وہ لوٹ کر عادل آباد میں شاہزادہ پرویز کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔

کہتے ہیں کہ جہانگیر بادشاہ نے عبداللہ خاں اور اس کے ساتھی دوسرے امراء کی تصویریں کھنچوا کر اپنے پاس منگوائیں ۔ بادشاہ ہر ایک کی تصویر کو ہاتھ میں لے کر کچھ کہتا تھا ، (جہانگیر نے) اس (عبداللہ خاں) کی تصویر سے مخاطب ہو کر کہا کہ آج تمھارے حسب و نسب کے مقابلے میں کوئی شخص نہیں پہنچتا ہے ۔ اس شکل ، شمائل ، قرب ، مرتبہ ، خزانہ اور جمعیت [۷۷۹] کے ہوتے ہوئے یہ بات مناسب نہ تھی کہ تم بھاگتے ، تمھارا خطاب 'گریز جنگ' ہے ۔

جب گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں خواجہ نظام‌الدین احمد بخشی[۱] کے صاحبزادے عابد خاں کی کہ جو احمد آباد کا وقائع نگار تھا ، کسی اصلی تحریر کی وجہ سے گھر سے پیدل طلب کرکے بری طرح توہین کی تو بادشاہ کے حضور سے دیانت خاں متعین ہوا کہ وہ عبداللہ خاں کو پیدل حضور میں لاوے ۔ وہ (عبداللہ خاں) اس حکم کے ملنے سے پہلے ہی اسی طرح (پیدل) روانہ ہو گیا اور شاہزادہ سلطان خرم کی سفارش سے خطاؤں کی معافی ہوئی ۔

جب دوسری مرتبہ شاہزادہ ولی عہد شاہجہاں دکن کے لیے گیا تو عبداللہ خاں اس کی ہمراہی میں مامور ہوا ۔ (عبداللہ خاں) شاہزادہ (شاہجہاں) سے اجازت لیے بغیر دکن سے اپنی جاگیر کو

---

۱ ۔ ماثرالامراء جلد اول (صفحہ ۶۶۳) میں مؤلف نے خواجہ نظام‌الدین کے صاحبزادے عابد خاں کو گجرات کا بخشی لکھا ہے اور وہاں اس واقعے کو غالباً غلط بیان کر دیا ہے (ب)

چلا گیا ۔ اس لیے اس کو جاگیر سے معزول کر کے معتوب کیا گیا اور اس کے لانے کے لیے اعتماد رائے مقرر ہوا کہ وہ اس کو شاہزادے کی خدمت میں پہنچائے۔

جب شاہزادہ شاہجہاں مہم قندھار کی وجہ سے دکن سے بادشاہ کے حضور میں طلب ہوا تو موسم برسات کو گزارنے کے لیے وہ مانڈو میں مقیم ہو گیا ۔ بادشاہ (جہانگیر) کا مزاج مفسدوں نے بھڑ کا کر ایسے بیٹے (شاہجہاں) سے منحرف کر دیا کہ قتال و جدال کی نوبت پہنچی ۔ عبداللہ خاں اپنی جاگیر سے آ کر بادشاہ (جہانگیر) کے حضور میں لاہور حاضر ہو گیا ۔

جب شاہزادہ (شاہجہاں) اپنے پدر والا قدر (جہانگیر) کے مقابلے سے کنارہ کش ہو گیا تو اس نے راجا بکرماجیت کی سرداری میں ایک فوج ، بادشاہی لشکر کے پاس چھوڑ دی کہ اگر کوئی فوج (میرے) تعاقب پر مقرر ہو تو اس کا خیال رکھا جائے چنانچہ [۸۰۷] منافقوں کی تحریک پر خواجہ ابوالحسن ، عبداللہ خاں کی ہراولی کے ساتھ ، متعین ہوا ۔ جیسے ہی دونوں فوجیں ملیں ، عبداللہ خاں آگے بڑھ کر شاہزادہ (شاہجہاں) کے لشکر میں چلا گیا ۔ اتفاق سے اس وقت ایک تیر راجا بکرماجیت کے لگا اور وہ مارا گیا ۔ دونوں فوجوں کا انتظام بگڑ گیا اور اپنے اپنے مقامات پر آ کر (دونوں) فوجیں ٹھہر گئیں ۔ چوں کہ گجرات کی حکومت راجا (بکرماجیت) کے سپرد تھی، اس دوران میں (وہاں کی حکومت) عبداللہ خاں کو تفویض کر دی ۔ اس نے وفا نام خواجہ سرا کو کچھ لوگوں کے ساتھ ، وہاں کی نیابت پر مقرر کیا ۔ مرزا صفی سیف خاں نے بادشاہ کی وفا داری کو مقدم سمجھا اور اس نے اس صوبہ (گجرات) کی متعینہ فوج کے ساتھ اس خواجہ سرا کو گرفتار کرکے شہر پر قبضہ کر لیا ۔ عبداللہ خاں نے مانڈو میں شہزادہ (شاہجہاں) سے اجازت لی، فوجی امداد کا خیال بھی نہ کیا اور فوراً اس طرف (گجرات) کو روانہ ہوگیا ۔ پھر دونوں فریقوں میں مقابلہ

ہوا اور عبداللہ خاں کو شکست ہو گئی ۔ مجبوراً وہ بڑودہ آیا اور پھر سورت کو چلا گیا ۔ اس کے بعد ایک جماعت کو جمع کر کے برہان پور میں وہ شہزادے کے پاس پہنچا ۔ اس کے بعد وہ برابر ہر جگہ اچھے برے موقع پر شہزادے کا ہراول رہا ۔

جب بیسویں سال جلوس جہانگیری میں شاہزادہ (شاہجہاں) بنگالہ سے دکن واپس آیا اور یاقوت خاں حبشی وغیرہ نظام شاہی ملازموں کو ہمراہ لے کر برہان پور پہنچا تو عبداللہ خاں نے عہد کیا کہ جب وہ اس شہر پر غلبہ حاصل کر لے گا تو قتل عام کرے گا ۔ جب شاہزادہ (شاہجہاں) اپنے مقصد کو بغیر حاصل کیے ہوئے برہان پور کے قریب سے واپس آ گیا اور عبداللہ خاں نے شہزادے کی بے التفاتی [۸۱ے] اپنے متعلق دیکھی تو اس نے (شہزادہ کی) تمام مہربانیوں کو نظرانداز کر کے مفارقت اختیار کر لی اور ملک عنبر سے جا کر مل گیا اور جب اس کی توقعات پوری نہ ہوئیں تو وہ خانجہاں کے وسیلے سے بادشاہی ملازموں میں شامل ہو گیا ۔

کہتے ہیں کہ جب عبداللہ خاں ، برہان پور پہنچا تو خانجہاں نے زین آباد کے باغ تک آ کر استقبال کیا اور اس کو اعزاز و احترام کے ساتھ لایا ۔ اس نے خوشامد اور چاپلوسی شروع کی ۔ (عبداللہ خاں) اوزبک درویشوں کی طرح کھلی ہوئی قبا پہنے ، ناف تک داڑھی بڑھائے ، بغیر ہتھیاروں کے ایک گھڑی رات گئے تک خانجہاں کے دیوان خانے میں آ کر بیٹھا کرتا تھا۔ جب بادشاہی حکم کے مطابق خان جہاں جنیر روانہ ہوا تو (عبداللہ خاں) بھی ساتھ ہو لیا اور اس نے ملک عنبر کو لکھا کہ اگر اس وقت خانجہاں پر حملہ کر دو تو موقع ہے۔ اتفاق سے خط کو پکڑ لیا گیا۔ خانجہاں نے خط (عبداللہ خاں کے) ہاتھ میں دیا ۔ اس نے اقرار کر لیا ۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق اسیر کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ وہاں کے قلعہ دار اکرام خاں فتح پوری نے اس سے بدسلوکی کی اور مہابت خاں کی تحریک پر اس

کے غلبے کے زمانے میں (بادشاہی) حکم پہنچا کہ اس کو اندھا کردیا جائے ۔ خانجہاں نے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا ، اور اس نے جواب میں لکھا کہ میرے قول پر آیا ہے، میں حضور میں لاؤں گا ۔

جب شاہجہاں بادشاہ تخت نشین ہوا تو خاندان نقشبندیہ کے معزز نمائندے خواجہ عبدالرحم نے عبداللہ کی معافی کے لیے التماس کی (خواجہ عبدالرحیم) خواجہ کلاں خواجہ جوئباری کے لڑکے ہیں کہ جن کا سلسلہ تیس واسطوں سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سید علی عریض تک پہنچتا ہے کہ جو توران کے معروف اور بزرگ سادات میں سے ہیں اوزبک خوانین اس خاندان سے بہت زیادہ اخلاص و اعتقاد [۸۲ے] رکھتے ہیں ۔ وہاں کا حاکم عبداللہ خاں ، خواجہ کلاں کا مرید تھا، جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں توران کے حاکم امام قلی خاں کی طرف سے وہ بطور سفیر آئے ۔ ان کا بہت اعزاز کیا گیا ۔ شاہی تخت کے پہلو میں انھیں بیٹھنے کا حکم ہوا ۔ ایران ، توران اور ہندوستان کے تمام اعیان و اشرف میں ممتاز ہوئے۔ شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے موقع پر وہ لاہور سے آگرہ آئے ۔ پہلے سے زیادہ ان کا احترام و اکرام ہوا۔ چوں کہ عبداللہ خاں نقشبندیہ خاندان سے قرابت رکھتا تھا اس لیے بادشاہ نے اس کی خطائیں معاف کرکے قید سے رہا کر دیا ۔ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب ، علم اور نقارہ سے نوازا گیا ۔ سرکار قنوج اس کو جاگیر میں مرحمت ہوئی ۔

چوں کہ اسی پہلے سال جلوس شاہجہانی میں ججھارسنگھ بندیلہ بادشاہ کے حضور سے بھاگ کر اپنے وطن اوندچھ چلا گیا ، اس لیے بادشاہ کے حضور سے ایک فوج مہابت خاں کی سرداری میں متعین ہوئی ۔ مالوہ سے خانجہاں لودی اور اپنی جاگیر (قنوج) سے عبداللہ خاں ، اطراف و جوانب کے امراء کے ساتھ ، اس (ججھار سنگھ) کے ملک میں پہنچے اور طاقت کا مظاہرہ کیا ۔ جب وہ نالائق بہت پریشان ہوا تو مہابت خاں کے وسیلے سے بادشاہ کے حضور میں

چلا گیا - عبداللہ خاں ، بہادر خاں اور دوسرے امراء کی جماعت کے ہمراہ کہ نو ہزار سوار تھے ، اوندچھ سے سولہ کوس کے فاصلے پر قلعہ ایرج میں پہنچا کہ جو اس ملک کے مشرق کی طرف اور ججھار سنگھ کے قبضے میں تھا [۸۴ے] - (عبداللہ خاں نے) نہایت چستی اور بہادری سے (قلعہ ایرج کو) فتح کر لیا -

جب شاہجہاں بادشاہ نے خانجہاں لودی کے استیصال کی غرض سے برہان پور میں قیام کیا تو عبداللہ خاں اپنی جاگیر کے محال کالپی سے دکن پہنچا اور اس فوج کی سرداری پر مقرر ہوا کہ جس کا سردار شائستہ خاں متعین ہوا تھا ، اور اس ورم کی وجہ سے کہ جو اس کے پیٹ پر ہو گیا تھا ، صحت مند ہونے کے بعد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور دریا خاں روہلہ کی گوشمالی پر کہ جس نے چالیس گاؤں کے نواح میں شورش برپا کر رکھی تھی ، مقرر ہوا ، اور اس کو (بادشاہی) حکم ہوا کہ وہ خاندیس میں ٹھہرے - خانجہاں اور دریا خاں دولت آباد سے جس طرف کو جائیں ، بلا توقف اور تاخیر کے ان کا تعاقب کرے -

جب چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں خانجہاں ، دریا خاں کے ہمراہ دولت آباد سے خاندیس ہو کر ، مالوہ کو بھاگا تو (عبداللہ خاں نے) نہایت تیزی سے تعاقب کیا اور کہیں اس کو دم لینے کی مہلت نہ دی ، یہاں تک کہ سہوندا[1] کے علاقے میں پہنچ کر خانجہاں ہمت ہار بیٹھا اور مارا گیا - اس عظیم کارنامے کے بدلے میں اسے چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب اور 'فیروز جنگ' کا خطاب ملا -

پانچویں سال جلوس شاہجہانی میں عبداللہ خاں بہار کی صوبیداری پر مامور ہوا - عبداللہ خاں ، رتن پور کے زمیندار کی

---

۱ - متن میں سندھیا لکھا ہے لیکن ملاحظہ ہو مآثرالامراء جلد اول ، صفحہ ۲۹ے (ب)

تنبیہ کا خیال کرکے اس سرزمین میں پہنچا ۔ وہاں کا زمیندار بابو لچھمی خوفزدہ ہوکر باندھو کے زمیندار امر سنگھ کی وساطت سے امان کا طلب گار ہوا ۔

آٹھویں سال جلوس شاہجہانی میں (زمیندار رتن پور) خان مذکور (عبداللہ خاں) کے ہمراہ پیشکش لے کر بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا [۷۸۳] ۔ جب عبداللہ خان (بادشاہ سے) رخصت ہو کر تعلقے کو روانہ ہوا تو ججھارسنگھ نے دوبارہ بغاوت کردی ۔ بادشاہی حکم کے مطابق وہ راستے سے واپس ہوا اور اس کی تنبیہ میں مشغول ہوا ۔ مالوہ سے خان دوران اور سید خانجہان بارہہ بھی آ کر (عبداللہ خاں سے) مل گئے۔ جب اوندچھ سے ایک کوس کے فاصلے پر فوج کا پڑاؤ ہوا تو وہ بد بخت خوف زدہ ہو کر اپنے اہل و عیال کے ہمراہ قلعے سے خزانہ لے کر نکلا اور قلعہ دھامونی کی طرف بھاگ گیا کہ جس کو اس کے باپ نے نہایت مضبوط بنوایا تھا ۔

اوندچھ فتح کرنے کے بعد شاہی لشکر اس کے تعاقب میں گیا اور دھامونی سے تین کوس کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ اسباب و خزانہ لے کر قلعہ چورا گڑھ چلا گیا اور دیو گڑھ کے زمیندار کی تحریر کا منتظر ہے کہ اگر وہ اپنے [illegible] سے راستہ دے دے تو دکن چلا جائے۔ شاہی افواج نے [illegible] پر قبضہ کر لیا اور سید خانجہاں مفتوحہ علاقے کے انتظام کی وجہ سے ٹھہر گیا اور عبداللہ خاں خاندوراں بہادر کی ہمراہی میں اس طرف روانہ ہوا ۔ ججھار سنگھ لانجی کے راستے سے کہ جو دیو گڑھ کے زمیندار کے ملک میں داخل ہے ، بھاگ گیا ۔ عبداللہ خاں روزانہ گونڈ والے دس کوس اور کبھی بیس کوس فاصلہ طے کرتا تھا اور یہ کوس رسمی کوس سے تقریباً دوگنا ہے ۔ (عبداللہ خاں نے) چاندا کی سرحد میں اس کو جا پکڑا اور زبردست مقابلہ ہوا ۔ وہ

بدبخت (ججھار سنگھ) گلکنڈہ کی طرف چلا گیا - (عبداللہ خاں) بہت فاصلہ طے کرنے کے بعد اس تک پہنچا - باپ (ججھار سنگھ) اور لڑکا[1] جان کے خوف کی وجہ سے جنگل میں چلے گئے اور اس علاقے کے گونڈوں نے [۸۵ے] ان کو مار ڈالا - فیروز جنگ (عبداللہ خاں) نے دونوں کے سر کاٹ کر بادشاہ کے حضور میں بھیج دیے -

جب دسویں سال جلوس شاہجہانی میں راجا پرتاب اجینیہ کہ جو ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب رکھتا تھا اور اپنی سرزمین کی حکومت کا ایک زمانے سے متمنی تھا ، اپنے علاقے کو روانہ ہوا، تو اس نے اپنی فتنہ سرشتی کی وجہ سے بغاوت کرکے ادبار کا راستہ اختیار کیا - بادشاہی حکم کے مطابق عبداللہ خاں بہار سے اس بدکردار کو سزا دینے کے لیے روانہ ہوا - (عبداللہ خاں نے) پہلے بھوج پور کے قلعے کا محاصرہ کیا کہ جو اس علاقے کا صدر مقام تھا اور پرتاب اس میں قلعہ بند تھا - مسلسل مقابلے کی وجہ سے وہ پریشان ہو گیا اور عاجزی کرنے لگا - لنگی باندھ کر اور اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر فیروز جنگ (عبداللہ خاں) کے ایک خواجہ سرا کی وساطت سے (اس کی خدمت میں) حاضر ہو گیا -

خان نے اس کو اس کی بیوی کے ہمراہ قید کرکے بادشاہ کو لکھا - حکم پہنچا کہ اس بد بخت (پرتاب) کو قتل کر دیا جائے- اس کی بیوی اور اس کے مال کو (عبداللہ خاں) اپنے تصرف میں لے آئے - فیروز جنگ نے مال غنیمت میں سے کچھ حصہ اپنے بہادر آدمیوں کو چھوڑ دیا - اس کی بیوی کو مسلمان کر لیا اور اپنے پوتے کے ساتھ نکاح کر دیا -

تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں (عبداللہ خاں) ججھار سنگھ

---

۱ - اس کے لڑکے کا نام بکرماجیت تھا

، پرتھی راج اور چنپت بندیلہ کی تنبیہ کے لیے کہ جنھوں
چھ کے قرب و جوار میں شورش برپا کر رکھی تھی ،
ا ۔ اگرچہ باقی خاں کی کوشش سے کہ جس کو عبداللہ خاں
ا تھا ، پرتھی راج قید ہو گیا ، لیکن چنپت کہ جو
ساد کا محرک تھا ، نہایت تیزی سے [۸٦۔] نکل بھاگا ۔ یہ
فیروز جنگ کے تساہل اور آرام دوستی پر محمول کی گئی ۔
اد کی جاگیر ضبط ہوئی اور وہ معتوب ہوا ۔

ولھویں سال جلوس شاہجہانی میں سید شجاعت خاں کے
ونے کے بعد وہ الہ آباد کا صوبے دار مقرر ہوا ۔ کچھ
کے بعد شاہجہاں بادشاہ نے اسے منصب سے معزول کر دیا
، لاکھ روپیہ بطور مدد مقرر کیا ۔ اسی زمانے میں ازسرنو
پر شاہی عنایت ہوئی اور وہ سابقہ منصب پر بحال ہوا ۔
مر تقریباً ستر سال ہو چکی تھی کہ اٹھارھویں سال جلوس
، ۱۷ شوال ۱۰۵۴ھ مطابق ۷ دسمبر ۱٦۴۴ع کو اس کا
و گیا ۔

ں کے ظلم و سفاکی کے باوجود لوگ دعویٰ کرتے تھے کہ
کرامات ظاہر ہوتی ہیں اور نذور و فتوح پیش کرتے تھے ۔
حیثیت سے اس نے پچاس سال گزارے ۔ دو مرتبہ منصب سے
ہوا اور پھر اسی شوکت و دولت پر سرفراز ہوا ۔ اس کی
میں امن تھا ۔ اس کی زندگی میں اس کے اکثر ملازم پنج
ور چار ہزاری ہوئے ۔ کہتے ہیں کہ وہ اچھی تنخواہ کی فوج
ھا لیکن ان لوگوں کو سال میں سوائے دو تین ماہ کے
ہیں ملتی تھی ۔ اگرچہ دوسری جگہوں کے مقابلے میں وہ
کی تنخواہ ایک سال کے برابر تھی ۔ کسی کو یہ جرأت نہ
اپنے حالات کو خود عرض کر سکے ۔ دیوان اور بخشی
ے ۔ اگر وہ عرض کرنے میں دیر کرتے تھے تو ان کی

داڑھی منڈوا دیتا تھا ۔ یورش اور سواری میں اس کا یہ ضابطہ تھا کہ ایک روز میں وہ ساٹھ ستر کوس طے کرتا تھا ۔ لشکر کے پچھلے حصہ کا افسر [۷۸۷] نہایت معتبر مقرر کرتا تھا ۔ جو کوئی پیچھے رہ جاتا تھا تو اس کا سر کاٹ کر لے آتا تھا ۔ پچاس مغل ، کہ جو میر توزک کے یساول ہوتے تھے ، لباس ، ہتھیار ، طرہ اور مرصع عصا کے ساتھ انتظام کرتے تھے ۔

کہتے ہیں کہ رانا کی مہم میں زرین پوش اور مرصع ہتھیار والے تین سو سوار اور دو سو پیادہ خدمت گار ، جلو دار اور چوبدار اسی وضع کے ساتھ اس کے ہمراہ تھے ۔ اگر کسی کے چہرے پر زخم ہوتا تھا تو وہ بہت خوش ہوتا تھا ۔ وہ بہت با رعب تھا۔ آخری زمانے میں جب ایک گھڑی رات رہ جاتی تھی ، تو عدالت کرتا تھا اور ظلم سے بھی باز آ گیا تھا ۔

شیخ فرید بھکری نے ذخیرۃالخوانین میں لکھا ہے کہ جس زمانے میں عبداللہ خاں کو خانجہاں لودی نے نظر بند کر دیا تھا، تو دس ہزار روپے اس کے خرچ کے لیے میرے ذریعے بھیجے جاتے تھے ۔ میں (شیخ فرید) نے ایک دن عبداللہ سے عرض کیا کہ نواب نے خدا کی راہ میں بہت لڑائیاں لڑی ہیں ، کافروں کے کتنے سر کاٹے ہوں گے ؟ اس نے جواب دیا کہ دو لاکھ سر کاٹے ہوں گے کہ آگرہ سے پٹنہ تک دونوں طرف ان کھوپڑیوں کا منارہ ہوگا ۔ میں نے کہا کہ ان لوگوں میں کوئی بے گناہ مسلمان بھی ہوگا ؟ غصہ ہو کر اس نے کہا کہ پانچ لاکھ عورتوں اور مردوں کو قید کرکے میں نے بیچا ہے ، وہ سب مسلمان ہو گئے ، ان کی اولاد اور نسل قیامت تک کروڑوں کی تعداد میں ہوگی ۔ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی نداف کے گھر جاتے تھے ، معجزے دکھاتے تھے تو مسلمان ہوتا تھا ، میں نے ایک مرتبہ میں پانچ لاکھ آدمی مسلمان کر دیے ہوں گے ۔ اگر انصاف کیا جائے تو (میرے ذریعے سے) بہت سے مسلمان [۷۸۸] ہوئے ہوں گے ۔

جب میں نے خانجہاں کو یہ بات سنائی تو اس نے کہا کہ یہ بھی عجیب آدمی ہے کہ نامناسب افعال پر بھی فخر کرتا ہے اور نادم نہیں ہوتا ہے ۔ اس کی اولاد لائق نہ ہوئی ۔ مرزا عبدالرسول دکن میں تعینات تھا ۔

۲۴۳
عزیز اللہ خاں

عزیزاللہ نام ، حسین خاں ٹکریہ کے بیٹے یوسف خاں کا لڑکا ہے کہ دونوں کا حال تحریر ہو چکا ہے ۔ (عزیزاللہ) صوبہ کابل میں تعینات تھا ۔ جہانگیر بادشاہ کے آخر عہد تک وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب تک پہنچا ۔

شاہجہاں بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد وہ منصب مذکور پر بحال ہوا ، ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے 'عزت خاں' کا خطاب اور علم مرحمت ہوا۔ گیارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

اسی سال جب وہ سعید خاں بہادر کے ہمراہ قندھار کے قریب قزلباش کی لڑائی میں گیا اور دشمن کی فوج کو شکست ہوئی تو اس کے منصب میں پانسو ذات اور ایک سو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ نواح قندھار سے پردل خاں کے ہمراہ قلعہ بست کے فتح کرنے کے لیے اس طرف روانہ ہوا ۔

بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے نقارہ مرحمت ہوا اور قلعہ بست و گرشک کی حفاظت پر کہ جو فتح ہو چکے تھے ، مامور ہوا ۔ چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد اسے تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور 'عزیزاللہ خاں' کا خطاب مرحمت ہوا ۔ [۷۸۹] سترھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۵۴ھ مطابق ۱۶۴۴ع میں اس نے دارالآخرت کی راہ لی ۔

۲۴۴
عاقل خان عنایت اللہ

افضل خان ملا شکراللہ کا بھتیجا اور لے پالک تھا - اس کے باپ کا نام عبدالحق ہے کہ جو شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ایک ہزاری ذات اور دو سو سوار کا منصب دار تھا اور اسے 'امانت خان' کا خطاب حاصل تھا - وہ خط نسخ بہت اچھا لکھتا تھا - پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں ممتازالزمانی (ممتاز محل) کے گنبد کے کتبات کے لکھنے کے صلے میں اسے ہاتھی مرحمت ہوا - سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کا انتقال ہو گیا -

خان مذکور (عاقل خاں عنایت‌اللہ) کو بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں عرض مکرر کا عہدہ ملا - اس کے بعد 'عاقل خاں' کا خطاب اور ملتفت خاں کی بجائے دیوان بیوتات کا منصب ملا - پندرھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب اور میر سامانی کا عہدہ مرحمت ہوا -

سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں جب موسوی‌خاں کا انتقال ہوگیا تو (عنایت‌اللہ) رسالۂ انعام (صیغۂ انعام) اور عرض وقائع صوبجات کی خدمت پر مقرر ہوا کہ جو اس (موسوی خاں) سے متعلق تھی -

اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا اور 'عرض وقائع صوبجات' کی خدمت اس کی بجائے، ملا علاءالملک کے سپرد ہوئی - انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزار پانسو ذات [۷۹۰] اور آٹھ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا -

جب اس کی بجائے خانسامانی کی خدمت ملا علاءالملک کے سپرد ہوئی تو اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا اور

وہ بخشی گری دوم اور عرض وقائع صوبجات کی خدمت پر سرفراز ہوا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ایک جماعت کے ہمراہ بیس لاکھ روپیہ وہاں کے نمایندار شاہ بیگ خاں کے پاس غوری پہنچانے کے لیے مقرر ہوا ۔ اسی سال اصل و اضافہ کے بعد اسے تین ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور علم مرحمت ہوا ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۵۹ھ مطابق ۱۶۴۹ع میں اس زمانے میں اس کا انتقال ہوا جب کہ بادشاہ (شاہجہان) کابل میں مقیم تھا ۔ علم سیاق اور شعر کا ذوق رکھتا تھا ۔ ستی خانم کی پرورش کردہ لڑکی کہ جو شاہجہان بادشاہ کے شاہی حرم سرا کی منتظمہ تھی ، اس کے عقد میں تھی ۔

خانم مذکورہ (ستی خانم) مازندران کے اشراف کی اولاد اور طالب آملی کی بہن ہے کہ جس کو جہانگیر بادشاہ نے زمانے میں 'ملک الشعراء' کا خطاب ملا تھا ۔ اپنے شوہر نصیرا کے انتقال کے بعد کہ جو حکیم رکنائی کاشی کا بھائی تھا ، قسمت کی یاوری سے وہ ممتاز الزمانی کی خدمت گاری پر سرفراز ہوئی ۔ چوں کہ شیوا زبانی اور ادب شناسی کے زیور سے آراستہ اور امور خانہ‌داری اور علم طب سے باخبر تھی ، اس لیے تمام قدیم خدمت‌گاروں سے بڑھ گئی اور مہر رکھنے کی خدمت اس کے سپرد ہوئی ۔

چوں کہ وہ علم قرأت [۹۱ے] اور فارسی انشاء پردازی سے بھی کسی قدر واقف تھی اس لیے بیگم صاحب (جہاں آرا) کی تعلیم پر مقرر ہوئی اور اس کو اعزاز حاصل ہوا ۔ ممتازالزمانی کے انتقال کے بعد بادشاہ نے از راہ قدر دانی اسے محل کی صدارت سپرد فرما دی ۔

چوں کہ اس کے کوئی لڑکا نہ تھا ، طالبا (طالب آملی) کے مرنے کے بعد اس کی دو لڑکیوں کو اس نے اپنی لے پالک اولاد بنا لیا ۔ بڑی لڑکی کی شادی عاقل خاں کے ساتھ اور چھوٹی کی

شادی حکیم رکنا کے بھائی حکیم قطبا کے لڑکے ضیاءالدین مخاطب بہ 'رحمت خاں' کے ساتھ کر دی ۔

بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ، جب کہ لاہور میں بادشاہ (شاہجہاں) مقیم تھا ، تو چھوٹی لڑکی (زوجۂ ضیاءالدین) کہ جس کے ساتھ (ستی) خانم کو بہت محبت تھی ، وضع حمل کے عارضے میں فوت ہو گئی ، خانم چند روز تک اس کی سوگواری میں اپنے گھر میں جا کر بیٹھی رہی ۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس کو اس مکان میں کہ جو محل شاہی میں (اس کے لیے) تھا ، گھر سے بلایا ۔ اس کی تسلی فرمائی ۔ بادشاہ اس مکان میں تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ دولت خانۂ خاص میں لائے ۔

اس نے شاہی خدمات انجام دیں ۔ اس کے بعد اس (ستی خانم) کا انتقال ہو گیا ۔ بادشاہ نے اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے دس ہزار روپیہ سرکار سے بھیجا اور حکم فرمایا کہ اس کو زمین میں بطور امانت سپرد کر دیں ۔ ایک سال سے زیادہ عرصے کے بعد اس کو آگرہ لے جا کر اس مقبرے میں دفن کیا کہ جو روضۂ تاج گنج کے مغرب میں چوک جلوخانہ[1] کے متصل تیس ہزار روپے میں بادشاہ کی طرف سے بنوایا گیا تھا اور ایک گاؤں کہ جس کی آمدنی تین ہزار روپے[2] ہوتی ہے ، اس (مقبرے) کے اخراجات کے واسطے مرحمت ہوا [۷۹۲] ۔

۲۳۵
عبدالرحیم بیگ اوزبک

بلخ کے حاکم نذر محمد خاں کے لڑکے عبدالعزیز خاں کے اتالیق عبدالرحمان بیگ کا بھائی ہے ۔ گیارھویں سال جلوس

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو مرقع اکبر آباد ، صفحہ ۴۴

۲ ۔ متن میں تیس ہزار روپیہ دیا ہے مگر بادشاہنامہ (جلد دوم صفحہ ۶۲۹) میں تین ہزار روپیہ دیا ہے (ب)

شاہجہانی میں وہ بلخ سے آکر بادشاہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا[1]۔ بادشاہ نے اس کو خلعت ، خنجر مرصع، طلائی ساز و سامان والی میناکار شمشیر ، ہزاری ذات اور چھ سو سوار کا منصب اور پچیس ہزار روپیہ نقد بطور انعام مرحمت فرمایا ۔ اس کے منصب میں پانسو ذات اور دو سو سوار کا اضافہ ہوا ۔ صوبہ بہار میں جاگیر مقرر ہوا اور اس طرف کو وہ روانہ ہوا ۔

وہاں پہنچنے کے بعد ، چوں کہ اس صوبہ (بہار) کے ناظم (عبداللہ خاں بہادر) کی درشت مزاجی کی وجہ سے اس کے اور خان مذکور (عبداللہ خاں) کے درمیان نا موافقت رہی ، اس نے اس بات کو اپنے لیے نقصان کا باعث سمجھا اس لیے چند روز کے لیے مریض بن گیا اور اپنے کو گونگا ظاہر کرنے لگا[2] ۔

ایک سال تک میل ملاقات کے موقع پر زبان بند رکھی ، یہاں تک کہ (اصل حقیقت) اس کی عورتوں کو معلوم نہ ہوئی ۔

جب بادشاہ کو یہ مقدمہ معلوم ہوا تو اس نے اپنے حضور میں طلبی کا حکم صادر فرمایا ۔ تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور گفتگو کی ۔ گونگے ہونے کا سبب بیان کرکے حاضرین دربار کو حیرت میں ڈال دیا ۔ چوں کہ اسی سال بادشاہ کشمیر گیا ، اصل و اضافہ کے بعد اس کو دو ہزاری ذات اور ہزار سوار کے منصب پر سرفراز فرمایا اور اسے دارالسلطنت (لاہور) میں قیام کا حکم ہوا ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ [۷۹۳] قندھار کے لیے نام زد ہوا ۔ وہاں سے قلیج خاں کے ہمراہ بست گیا اور قزلباس کی لڑائی میں اس نے بہت اچھی

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو بادشاہنامہ جلد اول ، حصہ دوم ، صفحہ ۲۴۳

۲ ۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۵۷۱

خدمات انجام دیں لہذا تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے دو ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب ملا اور وہ اپنے ہم‌عصروں میں ممتاز ہوا ۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں بہار کے صوبیدار جعفر خاں کے ہمراہ وہاں گیا ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں سلطان دارا شکوہ کے ہمراہ قندھار کی جانب روانہ ہوا اور وہاں سے رستم خاں کے ساتھ بست کی فتح کے لیے گیا اور بہت بہادری دکھائی ۔

۲۴۶
عرب خاں

نورمحمد نام، شاہجہان بادشاہ کے زمانے میں اسے منصب ملا۔ تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں جبکہ شاہی فوجیں برہان پور پہنچیں اور تین سرداروں کی سرداری میں تین فوجیں خانجہاں لودی کی تنبیہ اور نظام‌الملک دکنی کے تعلقے کی بربادی کے لیے متعین ہوئیں کہ جس نے اس (خانجہاں لودی) کو پناہ دی تھی، تو وہ اعظم خاں کی ہمراہی میں نامزد ہوا ۔ اس کے بعد وہ خاص طور سے دکن میں تعینات رہا ۔

ساتویں سال جلوس شاہجہانی میں جب بادشاہزادہ محمد شجاع پرینڈا کو فتح کرنے کی غرض سے دکن بھیجا اور خاں زماں بہادر کو ایک جماعت کے ساتھ بطور مقدمۃالجیش پہلے سے روانہ کردیا تو چونکہ احتیاط کی وجہ سے تونانجاب کے سر راہ قصبات میں سے راستہ طے ہوا اس لیے اس (عرب خاں) کو پانسو سواروں کے ہمراہ ظفر نگر میں چھوڑا ۔ (اس) سال کے آخر میں اسے 'عرب خاں' کا خطاب ملا اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور آٹھ سو [۴۹۴] سوار کا منصب مرحمت ہوا ۔

نویں سال جلوس شاہجہانی میں جب دوسری مرتبہ بادشاہ دکن پہنچا اور فوجیں ساہو بھونسلہ کی تنبیہ اور عادل خاں کے

ملک کو پامال کرنے کی غرض سے روانہ ہوئیں تو وہ (عرب خاں) خاندوران کے ہمراہ متعین ہوا اور عادل خاں کے آدمیوں کو تنبیہ کرنے میں اس نے نمایاں کوشش کی۔

دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ ان میں پانسو سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے۔ فتح آباد دھارور کی قلعہ داری ملی اور ہم عصروں میں اسے فوقیت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اس کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا۔ چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے نقارہ مرحمت ہوا۔

اس کے بعد کہ سترہ سے کچھ زیادہ سال اس نے فتح آباد دھارور کی حفاظت میں عزت و آبرو سے گزارے تھے، ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۳ھ مطابق ۱۶۵۳ع میں اس کی روح پر فتوح روضۂ رضوان کو پرواز کرگئی۔ اس کا لڑکا قلعدار خاں ہے کہ جس کا حال اس کتاب میں علیحدہ لکھا گیا ہے۔

۲۴۷
علی مردان خاں امیرالامراء

اس کا باپ گنج علی خاں زیک ہے کہ جو کردوں کے قبیلے سے ہے اور شاہ عباس ماضی (عباس اول) کا قدیم ملازم تھا۔ شاہ (عباس ماضی) کی طفولیت کے زمانے اور ہرات کے قیام کے دوران میں وہ (گنج علی خاں) بھی اچھی خدمت گزاری کے لیے مقیم رہا۔ اس کی فرمانروائی کے زمانے میں جب خراسان کے اوزبکوں نے [۹۵ے] فتور برپا کیا اور جنگ شروع کردی تو (گنج علی خاں نے) بہت اچھی طرح خدمات انجام دیں اور بہادری دکھائی، لہٰذا وہ 'خان' کے خطاب اور 'ارجمند بابا' کے لقب سے سرفراز ہوا۔ تقریباً تیس سال تک نہایت استقلال کے ساتھ کرمان کا حاکم رہا۔ ہمیشہ اس سے انصاف اور رعیت پروری کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔

جب جہانگیر کے زمانے میں شاہ (عباس ماضی) نے پینتالیس روز کے محاصرے کے بعد، عبدالعزیز خاں نقشبندی سے قندھار کا قلعہ لے لیا تو وہاں کا انتظام اس (گنج علی خاں) کے سپرد ہوا۔ ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۶۲۵ع میں ایک رات کو وہ قندھار کے قلعے کی بالائی منزل پر ایک تخت کے اوپر کہ جو اوان کی پتھر کی جالی کے سہارے قائم تھا، سو رہا تھا؛ پتھر کی جالی ہٹ گئی، جب وہ نیم خوابی کی حالت میں تھا کہ نیچے گر پڑا۔ کسی آدمی کو خبر نہ ہوئی۔ ایک زمانے کے بعد چند خدمت گاروں کو معلوم ہوا تو وہ اس کے پاس پہنچے۔ اس کو مردہ پایا۔ شاہ (عباس ماضی) نے اس کے لڑکے علی مردان بیگ کو 'خان' کے خطاب اور قندھار کی ریاست پر سرفراز فرما کر 'باباے ثانی' کا لقب مرحمت فرمایا۔

جب شاہ عباس ماضی کے مرنے کے بعد حکومت اس کے بھتیجے شاہ صفی کو ملی تو اس نے بے بنیاد بدگمانیوں اور دور از کار احتیاط کی وجہ سے عباس شاہ (ماضی) کے زمانے کے [illegible] امرا کو معزول کیا۔ علی مردان خاں بھی خوف زدہ ہوا۔ اس [illegible] اپنی سلامتی شاہجہاں بادشاہ کی بارگاہ میں توسل [illegible] سمجھی اور کابل کے صوبیدار سعید خاں سے نوشت و خواند [illegible] کر دی۔ (علی مردان خاں نے) برج اور چہار دیواری [illegible] کرنا شروع کیا۔ کوہ لکہ کے اوپر ایک قلعے کی بنیاد رکھی جو (قلعہ نما شہر) قندھار ہی کا ایک حصہ ہے [۵۹۶] اور [illegible] روز میں اس کو مکمل کر لیا۔

جب یہ خبریں بادشاہ کو پہنچیں تو اس نے اس [illegible] کا ارادہ کیا۔ پہلے اس (علی مردان خاں) کے بڑے لڑکے [illegible] کیا۔ علی مردان خاں نے اگرچہ باقتضائے [illegible] اس [illegible] لیکن اس کے بعد حرم کے متعلق اسے دو [illegible] قتل کرا دیا۔ اب درمیان سے پردہ اٹھ گیا۔

شاہ (صفی) نے سیاؤش قللر آقاسی کو کہ حسب مشہد مقدس بھیجا تھا ، اس کی تادیب کے لیے مقرر کیا ـ علی مردان خان نے شاہجہان بادشاہ سے درخواست کی کہ شاہ (صفی) معترض خان لینے کے درپے ہے ؛ ایک امیر متعین کردیا جائے کہ قلعہ اس کے سپرد کرکے میں حضور کی بارگاہ میں چلا آؤں ـ

گیارھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۷ھ مطابق ۱۶۳۷ء میں کابل کے صوبیدار سعید خان اور لاہور کے صوبے دار قلیج خان غزنین و بھکر و سیوستان کے حکام کے ساتھ شاہی حکم کے مطابق قندھار روانہ ہو گئے ـ ہوا یہ کہ سعید خان قلیج خان سے پہلے پہنچ گیا ، اس نے خیال کیا کہ جب تک سیاؤش قندھار کے قرب و جوار میں موجود ہے ، رعایا کو جیسی اطاعت کرنی چاہیے ، ویسی اطاعت نہیں کرے گی ـ (سعید خان نے) علی مردان خان سے مل کر کہ جس کے ہمراہ کل آٹھ ہزار سوار تھے ، قلعہ (قندھار) سے ایک فرسخ کے فاصلے پر سیاؤش سے جنگ شروع کردی کہ جس کے ساتھ پانچ چھ ہزار سوار تھے ـ عجیب و غریب معاملہ ہوا ـ قزلباش بھاگ کھڑے ہوئے[1] اور وہ اپنے لشکر کے پڑاؤ تک کہ جو دریائے ادراب کے اس طرف تھا ، نہ پہنچے تھے کہ سعید خان نے انھیں ذرا بھی مہلت نہ دی اور اس طرف کو روانہ ہو گیا ـ وہ (قزلباش) سامان و اسباب کو چھوڑ کر بھاگ گئے[2] ـ [۷۹۲] فتح مند بہادروں نے رات قزلباشوں کے خیموں میں گزاری ـ پھر تمام مال و اسباب غنیمت لے کر قندھار واپس آگئے ـ

سعید خان کے پہنچنے کے بعد کہ جس کو قندھار کی حکومت ملی تھی ، علی مردان خان بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا ـ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ لاہور میں بادشاہ

---

۱ ـ بادشاہنامہ جلد دوم ، صفحہ ۴۳

۲ ـ ایضاً ، صفحہ ۴۵

کی قدم بوسی سے مشرف ہوا ۔ چوں کہ وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچنے سے پہلے ہی پنج ہزاری ذات و سوار کے منصب اور علم و نقارہ سے سرفراز ہو چکا تھا ، اس لیے آج چھ ہزاری ذات و سوار کا منصب اس کے لیے مقرر ہوا ۔ اعتمادالدولہ کی حویلی کہ جو بادشاہ سے متعلق تھی ، اسے مرحمت ہوئی ۔ اس کے دس عمدہ ملازموں کو مناسب منصب مرحمت ہوئے بادشاہ کی انتہائی مہربانی کی وجہ سے علی مردان خاں کو کشمیر جنت نظیر کی صوبیداری ملی کیونکہ وہ ایران کی آب و ہوا کا عادی ہونے کی وجہ سے ہندوستان کی گرمی کی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتا تھا ۔ جب بادشاہی لشکر کابل کے لیے روانہ ہوا تو خان مذکور (علی مردان خاں) نے اپنے تعلقے کے لیے کوچ کیا ۔

تیرھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۹ھ مطابق ۴۰–۱۶۳۹ع کے شروع میں جب بادشاہ لاہور پہنچا تو علی مردان خاں ، حسب طلب کشمیر سے لاہور آیا اور اسے ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا ، اور کشمیر کی صوبیداری کے ساتھ ساتھ پنجاب کی صوبیداری پر بھی فائز ہوا تاکہ گرمیوں اور جاڑوں میں ٹھنڈے اورگرم مقامات پر آسودگی اور فراغت کے ساتھ زندگی گزار سکے [۷۹۸] ۔

چودھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۵۰ھ مطابق ۴۱–۱۶۴۰ع میں سعید خاں کے تبدیل ہونے کے بعد وہ کابل کی نظامت پر سرفراز ہوا ۔ سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں جبکہ بادشاہ نے اکبر آباد میں نزول اجلال فرمایا تو علی مردان خاں ، حسب طلب حضور میں پہنچا ۔ 'امیرالامراء' کا اعلیٰ خطاب ، ایک کروڑ دام اور اعتقاد خاں کی حویلی اسے عنایت ہوئی کہ جو ان تمام عمارات میں بہترین ہے کہ جن کو عالی مرتبہ امراء نے آگرہ میں دریائے جمنا کے کنارے تعمیر کرایا ہے ۔ اور خان مذکور (اعتقاد خاں) نے بادشاہ کی خواہش کے مطابق (اس عمارت کو) حضور میں

پیش کش گزرانا تھا ۔ (بعد ازاں) علی مردان خاں کو صوبہ کابل واپس جانے کی اجازت ملی ۔

اٹھارھویں سال جلوس شاہجہانی میں نذر محمد خاں کے لڑکے سبحان قلی خاں کے اتالیق تردی علی قطغان نے کہ جو یلنگتوش کے تبدیل ہونے کے بعد ، کھمرد اور اس کے مضافات پر قبضہ کرنے کے لیے نذر محمد خاں کی طرف سے متعین ہوا تھا، اپنی ناعاقبت اندیشی سے زمین داور کے قرب و جوار کے بلوچوں کے نوکروں اور خدمت گاروں کو لوٹ لیا اور ہزارہ کے کچھ قبائل کو غارت کیا کہ جو دریائے ہیر مند (ہلمند) کے کنارے پر اقامت رکھتے تھے اور بامیان سے بیس کوس (کے فاصلے) پر ٹھہر گیا تا کہ موقع ملنے پر پھر دست اندازی کرسکے ۔

علی مردان نے فریدوں و فرہاد کو کہ جو اس کے معتبر غلام تھے ، ایک فوج کے ساتھ اس کے اوپر متعین کیا ۔ یہ نہایت عجلت کے ساتھ پہنچے اور انھوں نے اوزبکوں کے خیموں کو غارت کر ڈالا ۔ قطغان نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر بھاگنا پڑا ۔ اس کی بیوی ، چند عزیزوں کے ہمراہ مع ساماں و اسباب ان (فریدوں و فرہاد) کے قبضے میں آئی ۔

اسی سال [۹۹م] امیرالامراء (علی مردان خاں) بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور مملکت بدخشاں کی تسخیر کے واسطے متعین ہوا، کیونکہ نذر محمد خاں اپنے لڑکوں اور نوکروں کے ساتھ الجھا ہوا تھا ۔ اصالت خاں ، میر بخشی اس کے ہمراہ مقرر ہوا ۔ علی مردان خاں نے انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں کابل سے ایک فوج کھمرد پر بھیجی[1] ۔ چوں کہ قلعے میں آدمی کم تھے لہٰذا وہ تلوار اور نیزے کو بغیر استعمال کیے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے اور قلعے پر قبضہ ہو گیا ۔

---

۱ ۔ بادشاہنامہ جلد دوم ، صفحہ ۴۵۸

اس خبر کے بعد امیرالامراء کابل کی فوج لے کر روانہ ہوا ۔ جب اسے راستے میں معلوم ہوا کہ قلعہ کھمرد کے محافظوں نے خوف کی وجہ سےاور اوزبک فوج کے آنے کے انتظار میں قلعہ چھوڑ دیا اور راستے کے قبائل 'ور او تماقوں کے ہاتھوں تاخت و تاراج ہوئے ہیں ۔ ان راستوں میں رسد اور گھاس نایاب ہے اور لشکر کا گزر دشوار بلکہ ناممکن ہے لہذا اس قلعے کا فتح کرنا کسی دوسرے وقت کے لیے موقوف ہوگیا اور بدخشاں کے فتح کرنے کا ارادہ ہوا ۔

جب وہ (علی مردان خاں) کلہار پہنچا تو پنجشیر کے تھانیدار نے کہ جو راستے کی حقیقت سے واقف تھا، بتایا کہ اتنے بڑے لشکر کا اس راستے کے دروں اور گھاٹیوں سے گزرنا نہایت دشوار ہے ۔ ہاں دریائے پنجشیر کے گیارہ مقامات پر عبور کرنا چاہیے ، لیکن بغیر پل کے عبور نہیں کر سکتے ہیں ۔ اس لیے امیرالامراء نے اصالت خاں کو خنجان تاخت و تاراج کرنے کے لیے بھیجا کہ جو سولہ روز میں گھوم پھر کر لوٹ آیا اور اس کے بعد علی مردان خاں کے ہمراہ کابل روانہ ہوا ۔ ایسے وقت میں صرف یہ آنا اور جانا جبکہ توران میں بدامنی تھی ، شاہجہاں کو پسند نہ آیا [۸۰۰] ۔

اسی سال ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۶۴۶ع کے شروع میں بلخ و بدخشاں کی فتح اور اوزبک و المان کی تنبیہ کے لیے شاہزادہ مراد بخش کو علی مردان خاں اور دوسرے نامور امرا کی ہمراہی میں پچاس ہزار بہادر سواروں کے ساتھ متعین فرمایا ۔

چوں کہ اسی زمانے میں جاں نثار خاں ، شاہ صفی خاں کی تعزیت اور شاہ عباس ثانی کے جلوس کی تہنیت کی غرض سے سفارت لے کر ایران گیا اور سفارت نامے میں امیرالامراء (علی مردان خاں) کے بڑے لڑکے کو بلانے کے لیے لکھا گیا کہ جس کو بطور یرغمال ، بادشاہ (ایران) نے اپنے پاس رکھا تھا ۔ شاہ (عباس ثانی)

نے دیرینہ تعلقات کے سلسلے کو مروت کی وجہ سے منقطع نہیں کیا اور اس (علی مردان خاں کے بیٹے) کو بھیج دیا ۔ امیرالامراء شاہزادہ مراد بخش کے ہمراہ درۂ طول کے راستے سے روانہ ہوا ۔ جب سراب کے نزدیک پہنچا تو نذر محمد خاں کا دوسرا لڑکا سلطان خسرو کہ جس کے سپرد قندز کی حکومت تھی ، انہوں کی سرکشی کی وجہ سے اپنی حیثیت برقرار نہ رکھ سکا اور شہزادہ (مراد بخش) سے آ کر ملا ۔

اس کے بعد جب شاہزادہ (مراد بخش) بلخ سے تین منزل پہلے ، خلم کے قرب و جوار میں پہنچا تو اس نے نذر محمد خاں کے پاس ایک بادشاہی (شاہجہانی) فرمان بھیجا جس میں نذر محمد خاں کو تسلی اور دلدہی دی گئی تھی اور اپنا (مرادبخش کا) آنا اس کی مدد کے لیے ظاہر کیا گیا تھا ۔ اس نے جواب میں لکھا کہ تمام ملک سرکار والا (دولت شاہجہانی) سے متعلق ہے ، میں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا ہے اور میں حجاز جانا چاہتا ہوں لیکن اوزبکوں کی سرکشی اور شوخی کی وجہ سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ خان (سربراہ حکومت) کو ختم کر کے کہیں احوال و اسباب پر نہ قابض ہو جائیں ۔

امیرالامراء نہایت تیزی سے شہزادے کو ساتھ لے کر امام کے آستانے (مزار شریف) پر پہنچا ۔ معلوم ہوا کہ نذر محمد خان ، حیلے اور مکاری سے [۸۰۱] دفع الوقتی کر رہا ہے ؛ لہذا وہ بلخ سے دو کوس کے فاصلے پر جا کر ٹھہر گیا ۔ شام کے وقت اس (نذر محمد خاں) کے لڑکے سبحان قلی سلطان اور بہرام سلطان اس شہر (بلخ) کے اکابر کی ایک جماعت کے ہمراہ شہزادے کی خدمت میں آئے اور پھر اجازت لے کر واپس چلے گئے ۔ صبح کو اس (نذر محمد خاں) کی ملاقات کے لیے بلخ گئے اور نذر محمد خاں ضیافت کی تیاری کے لیے باغ مراد کو روانہ ہوا اور کچھ جواہر و اشرفی لے کر فرار ہو گیا ۔ شبرغان میں پہنچ کر سپاہ کو فراہم

کرنے کی فکر کرنے لگا - بہادر خان روہیلہ اور اصالت خان نے تعاقب کرکے لڑائی شروع کر دی - خان (نذر محمد خان) ان کے غلبے اور طاقت کو دیکھ کر آگے بڑھ گیا اور اندخود پہنچ کر ایران کی طرف نکل گیا -

بیسویں سال جلوس شاہجہانی کے شروع میں بلخ میں صاحب قران ثانی شاہجہان بادشاہ کا خطبہ و سکہ جاری ہو گیا - مرصع آلات وغیرہ کے ذریعے سے بارہ لاکھ روپے اور دو ہزار پانسو گھوڑے اور تین سو اونٹ قبضے میں آئے - لیکن اس کی مہمات کے متصدیوں سے معلوم ہوا کہ (نذر محمد خان کے پاس) تمام نقد و جنس ستر لاکھ روپے کا تھا - کچھ پر عبدالعزیز خان نے قبضہ کر لیا ، بہت سا مال اوزبکوں نے لوٹ لیا ، تھوڑا سا وہ اپنے ساتھ لے گیا - خسرو کے علاوہ کہ جو پہلے بادشاہ کے حضور میں روانہ ہو چکا تھا، دو لڑکے بہرام اور عبدالرحمان ، تین لڑکیاں اور تین بیویاں کابل میں شاہی عنایات سے سرفراز ہوئیں - تعمیہ کے طریقے سے اس فتح کی یہ تاریخ نکالی گئی ہے -

بیت

شده ز بلخ و بدخشاں نذر محمد خاں
زر و قبیلہ و املاک را گزاشت دراں [۸۰۲]
۱۰۵۶ھ

جب شاہزادہ مراد بخش نے تازہ مفتوحہ ولایت کے انتظام واقعی ہونے سے پہلے ہی واپسی کا ارادہ کیا اور بادشاہ کے منع کرنے کے باوجود وہ نہ مانا اور اس علاقے کے درست کیے ہوئے حالات دوبارہ خراب ہو گئے اور از سر نو مصیبت کھڑی ہو گئی تو شاہجہان بادشاہ نے شاہزادہ (مراد بخش) کو جاگیر و منصب سے معزول کرکے تنبیہ کی اور اس مملکت کے بندوبست کے واسطے سعداللہ خان کو مامور کیا اور امیرالامرا (علی مردان خان) کو

حکم ہوا کہ وہ قندز کے سرکشوں کو واقعی سزا دے اور بدخشان کے حاکم کے پہنچنے کے بعد کہ کابل کی صوبیداری بھی اس سے متعلق ہے ، واپس آئے۔

اسی سال ۱۰۵۷ھ مطابق ۱۶۴۷ع میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کو ولایت بلخ و بدخشاں مرحمت ہوئی اور وہ وہاں کے لیے روانہ ہوا - امیرالامرا بھی شاہزادے کے ہمراہ گیا - جب شاہزادہ بلخ کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ بخارا کا حاکم ، نذر محمد خان کا بڑا لڑکا، عبدالعزیز خاں قرشی سے جیحوں کے کنارے کی طرف متوجہ ہوا ہے اور اس نے بیگ اوغلی کو توران کے لشکر کے ساتھ اپنے پاس سے بھیج دیا ہے اور وہ دریائے آمویہ کو عبور کرکے آقچہ کے قرب و جوار میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ نذر محمد خاں کا دوسرا لڑکا قتلق محمد سلطان بھی اس کے پاس آ گیا ہے۔شاہزادہ اورنگ زیب بہادر بلخ میں داخل نہیں ہوا بلکہ اس طرف متوجہ ہوا اور تیمورآباد میں مقابلہ ہوا - امیرالامراء نے اپنے حریف کو شکست دی اور قتلق محمد سلطان کی منزل پر پہنچ کر کہ جو اوغلی کے حدود سے دور تھا ، اسے آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا - اس کے خیمے ، مال و اسباب اور اس کے ساتھیوں کو [۸۰۳] تاخت و تاراج کرکے سالم و غانم واپس آیا -

دوسرے دن بیگ اوغلی نے تمام لشکر کے ساتھ امیرالامراء پر حملہ کردیا - اس کے قدم مضبوط رہے ، شاہزادہ (اورنگ زیب) خود مدد کے لیے پہنچا - اوزبک سرداروں کی ایک جماعت ہلاک ہوگئی اور وہ منتشر و متفرق ہوگئے - اسی اثناء میں عبدالعزیز خاں اور اس کا بھائی سبحان قلی سلطان کہ جو 'خان خرد' کے نام سے موسوم تھا ، بہت سے اوزبکوں کو ہمراہ لے کر آ گئے اور انہوں نے اچھے گھوڑوں سے برے گھوڑوں کو علیحدہ کردیا اور جس کے پاس اچھا گھوڑا تھا وہ آگے بڑھ کر جنگ کرتا تھا- یادگار تکریہ نے یکہ تازوں کی ایک فوج لے کر امیرالامراء پر حملہ کر دیا - قریب تھا کہ وہ خود اس تک پہنچ جائے ، اس (امیرالامراء) نے یہ دیکھ کر

تلوار نیام سے کھینچ لی اور گھوڑے کو ایڑ لگائی ۔ دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ شامل ہوگئے۔ لڑائی میں بڑی تیزی آ گئی ۔ آخر کار یادگار (تکریہ) تلوار کے زخم کی وجہ سے کہ جو اس کے منہ پر لگا تھا ، اور اس کا گھوڑا بھی کہ جو بندوق سے زخمی ہوا تھا (دونوں) گر پڑے ، اور امیرالامراء کے غلاموں نے اس کو گرفتار کر لیا ۔ (امیرالامراء) اس (یادگار تکریہ) کو شاہزادے کے پاس لایا اور تحسین و آفریں کا مستحق ٹھہرا ۔

بالآخر سات روز تک قیامت خیز جنگ رہی ۔ اوزبکوں کے پانچ چھ ہزار آدمی قتل ہوئے۔ شاہزادہ (اورنگ زیب) جنگ کرتا ہوا بلخ پہنچا ۔ اس نے چاہا کہ لشکر کو شہر میں چھوڑ کر اکیلا [۸۰۴] لڑائی لڑے اور اس کے تعاقب میں جائے۔ عبدالعزیز خاں واپس لوٹا اور وہ ایک دن میں جیحوں سے گزر گیا۔ بہت سے آدمی غرق ہو گئے ۔

جب بلخ و بدخشاں نذر محمد خاں کے سپرد کردیے گئے تو اس کے بعد امیرالامراء کابل پہنچا اور وہاں کے کاموں میں مشغول ہو گیا ۔ تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ کابل سے بادشاہ کے حضور میں آیا اور صوبہ لاہور کی جاگیرداری پر مامور ہوا ۔ کچھ دنوں کے بعد اجازت لے کر کشمیر پہنچا کہ وہاں کی آب و ہوا اس کے مزاج کو بہت موافق تھی ۔

جب شاہزادہ دارا شکوہ قندھار کی مہم پر مقرر ہوا تو اگرچہ کابل کی صوبیداری اس کے بڑے لڑکے سلیمان شکوہ کے سپرد تھی مگر امیرالامراء اس ملک کے انتظام پر مقرر ہوا ۔ اس کے بعد پھر کشمیر کی صوبیداری پر چلا گیا ۔

تیسویں سال جلوس شاہجہانی کے آخر میں بادشاہ کے حسب طلب ، حضور میں حاضر ہوا ۔ دستوں کی بیماری شروع ہو گئی ، لہٰذا اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۶۷ھ مطابق ۱۶۵۷ع

میں کشمیر جانے کی اجازت مل گئی - ماچھی واڑہ کی منزل پر اس نے عالم آخرت کی راہ لی (۱۶ اپریل ۱۶۵۷ع[1]) - اس کی نعش کو لاہور لاکر اس کی والدہ کے مقبرے میں دفن کر دیا گیا[2] - اس کا متروکہ نقد و جنس ایک کروڑ کی مالیت کا (سرکار میں) ضبط ہوا -

اگرچہ ایران میں اس نے خاندان صفویہ کے ملازموں کے طریقے کے خلاف عمل کیا اور نمک حرامی و بیوفائی سے اس نے خود کو مطعون کیا لیکن ہندوستان میں حسن اخلاص، کثرت‌عقیدت اور وفور دانائی و مردانگی کے اعتبار سے وہ تمام امراء میں ممتاز تھا اور بادشاہ (شاہجہاں) کے مزاج میں اس نے اس حد تک دخل کر لیا تھا کہ [۸۰ ع] شاہجہاں گفتگو کرتے وقت اس کو 'یار وفادار' کہا کرتا تھا -

اس کے یادگار کاموں میں سے جو کام سالہا سال کے گزرنے کے باوجود صفحۂ روزگار پر باقی رہے گا وہ دارالسلطنت شہر لاہور کی نہر کا جاری ہونا ہے کہ جس سے اس شہر کی رونق میں اضافہ ہوا - تیرھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۹ھ مطابق ۴۰-۱۶۳۹ع

---

۱ - کسی شاعر نے تاریخ کہی ہے :

امیر صاحب دولت مشیر صاحب حشمت
ثنا گوئے علی و مرد حق آگاہ مرداں خاں
سفر چوں کرد زیں دنیائے دوں سوئے بقا آخر
ندا آمد بتاریخش کہ 'حق آگاہ مرداں خاں'

۱۰۶۷ھ

(نقوش لاہور نمبر صفحہ ۲۳۲)

۲ - تفصیل کے لیے دیکھیے نقوش لاہور نمبر ، صفحہ ۲۳۳-۲۳۴

میں علی مردان خاں نے بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ اس کے آدمیوں میں سے ایک شخص جو نہر کے کھودنے میں مہارت رکھتا ہے ، ذمہ لیتا ہے کہ ایک نہر لاہور کے قرب و جوار میں لاوے۔ اخراجات کے لیے ایک لاکھ روپیہ مرحمت ہوا ۔ اس شخص نے دریائے راوی کے منبع سے کہ جو شمالی کوہستان میں لاہور سے پچاس جریبی کوس کے فاصلے پر ہموار زمین پر جاری ہے ، زمین کھودنی شروع کی اور ایک سال سے کچھ زیادہ عرصے میں (نہر کا کام) انجام کو پہنچا دیا ۔

چودھویں سال جلوس شاہجہانی میں شہر مذکور (لاہور) کے نواح میں ایک ایسے مقام پر کہ جو بلند اور پست تھا ، ایک باغ لگایا گیا کہ جس کا نام شالامار ہے اور اس میں متعدد حوض ، نہریں ، فوارے اور آبشار مختلف اوقات میں تعمیر ہوئے ۔ آٹھ لاکھ روپیہ صرف ہوا اور سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں خلیل اللہ خاں کے اہتمام سے (باغ) تکمیل پذیر ہوا ۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس کیفیت اور خصوصیت کا کوئی باغ ہندوستان میں نہیں ہے[۱]۔

بیت

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

چونکہ نہر میں جتنا پانی آنا چاہیے اتنا نہیں آتا تھا ، مزید ایک لاکھ روپیہ کام کرنے والوں کو دیا گیا ۔ اتفاقاً کام کرنے والوں کے سربراہ نے بیوقوفی سے پچاس ہزار روپیہ [۸۰۶] اس کی ترمیم میں بیجا طور سے خرچ کر دیا ۔ آخر اس جماعت کی تجویز پر کہ جو نہر کھودنے کے کام سے واقف تھی ، پانچ کوس کا فاصلہ تو پہلے والی نہر کا بحال رکھا اور بتیس کوس (فاصلہ) از سر نو کھودا گیا ۔ پھر کافی پانی بلا کسی دقت کے باغ میں پہنچنے لگا ۔

---

۱ ۔تفصیل کے لیے دیکھیے نقوش لاہور نمبر ، صفحہ ۳۲۴—۳۴۰

علی مردان خاں نے لاہور کی صوبیداری کے زمانے میں تارک صوم و صلواۃ فقیروں کو جنھوں نے اپنا نام 'بے قید' رکھا تھا اور مختلف قسم کے فسق و فجور کے مرتکب ہوتے تھے، قید کرکے کابل بھیج دیا -

اس کی دولت و حشمت اور ساز و سامان ہندوستان میں بہت مشہور تھا - کہتے ہیں کہ بادشاہ (شاہجہاں) کی ضیافت کے موقع پر ایک سو سونے کی لگریاں مع سرپوش اور تین سو چاندی کی لگریاں موجود تھیں -

اس کے لڑکوں میں سے ابراہیم خاں کا ، کہ جس نے نمایاں ترقی کی ، اور عبداللہ بیگ کا کہ جس کو عالمگیری عہد میں 'گنج علی خاں' کا خطاب ملا ، حال علیحدہ لکھا گیا ہے - دو اور لڑکے اسحاق بیگ اور اسماعیل بیگ تھے کہ اس کے مرنے کے بعد ہر ایک کو ایک ہزار پانسو ذات اور آٹھ سو سوار کا منصب ملا اور وہ دونوں سموگڑھ کی لڑائی میں دارا شکوہ کے ہمراہ تھے ، اور بادشاہی خدمت میں ان کا کام تمام ہوا -

۲۴۸

عبداللہ خاں سعید خاں

سعید خاں بہادر ظفر جنگ کا چوتھا لڑکا ہے - چوں کہ نصیبے کی یاوری اور حسن خدمت کی وجہ سے اس کے باپ کا کام ہمیشہ ترقی پر رہا اس لیے وہ بھی مناسب منصب پر سرفراز ہوا - تیرھویں سال جلوس شاہجہانی میں [۸۰۷] بنگش پائیں کی حفاظت پر مقرر ہوا - سترھویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور اپنے باپ کے پاس قندھار میں مقرر ہوا -

جب چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے باپ کا انتقال ہو گیا تو اصل و اضافہ کے بعد اسے دو ہزاری ذات اور ایک ہزار پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا اور اسی سال کے آخر میں 'خان' کا خطاب اور چاندی کی زین کے ساتھ گھوڑا عنایت ہوا اور سلطان محمد اورنگ زیب بہادر کے ساتھ رخصت ہوا کہ جو دوسری مرتبہ قندھار کی مہم پر مامور ہوا تھا ۔ اس کے بعد بہت دنوں تک شہر کابل کی حفاظت پر متعین رہا ۔

اکتیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور علم و نقارہ مرحمت ہوا اور اس کے بعد اس کے منصب میں پانصدی کا اور اضافہ ہوا ۔ سلطان سلیمان شکوہ کے ہمراہ کہ جو سلطان شجاع کے اوپر متعین ہوا تھا ، روانہ ہوا ۔

اس کے بعد جب زمانہ نے نئی محلس آراستہ کی اور جنگ سموگڑھ کے بعد دارا شکوہ لاہور کو بھاگ گیا تو اس نے شہزادہ مذکور (سلیمان شکوہ) سے علیحدگی اختیار کر لی اور عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ خلعت ، 'سعید خاں' کا خطاب اور اصل و اضافہ کے بعد تین ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا ۔ اس کا مزید حال نظر سے نہیں گزرا [۸۰۸] ۔

۲۴۹

عسکر خاں نجم ثانی

اس کا نام عبداللہ بیگ ہے ۔ بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں اسے مناسب منصب اور کالنجر کی قلعہ داری ملی ۔ اس کے بعد اس نے محمد دارا شکوہ سے تعلق پیدا کر لیا اور شاہزادۂ مذکور

(دارا شکوہ) کی سرکار کا میر بخشی مقرر ہوگیا۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کو 'عسکر خاں' کا خطاب مرحمت ہوا۔

مہاراجا جسونت سنگھ کے شکست پانے کے بعد جب کہ اورنگ زیب بہادر کی اکبر آباد کی طرف آنے کی خبر مشہور ہوئی تو پہلے وہ دارا شکوہ کی طرف سے خلیل اللہ خاں کے ہمراہ دھول پور کا پل باندھنے کے لیے مقرر ہوا اور جنگ کے روز ہراول فوج میں تھا اور (دارا شکوہ کی) دوسری لڑائی میں گڑھ پتھلی کے قریب مورچے میں تھا۔

جب دارا شکوہ آدمیوں اور ضروری سامان کو ہمراہ لے کر چپکے سے گجرات کی طرف چلا گیا اور آخر شب کو (عسکر خاں نجم ثانی) اس بات سے مطلع ہوا تو وہ صف شکن خاں سے امان طلب کرکے اس کے پاس پہنچا اور (عالم گیر) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسے خلعت ملا اور وہ نوکری پر بحال ہوا۔ اس کے بعد وہ خانخاناں معظم خاں کے کومکیوں میں شامل ہوکر بنگالہ گیا۔ آٹھویں سال جلوس عالم گیری میں بزرگ امید خاں کے ہمراہ چاٹگام کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اس کے بعد اس کا حال معلوم نہ ہوا[1]۔

۲۵۰

عبدالرحمان سلطان

نذر محمد خاں کا چھوٹا لڑکا ہے۔ انیسویں سال جلوس شاہجہانی میں [۸۰۹] جب نذر محمد خاں کے اپنے دونوں لڑکوں سبحان قلی اور قتلق محمد کے ساتھ فرار ہونے کے بعد شاہزادہ مراد بخش نے

۱۔ وہ بنارس کا فوجدار بھی رہا (عالم گیر نامہ صفحہ ۶۲۵) اور آسام کی مہم پر بھی گیا (خافی خاں، جلد دوم صفحہ ۱۷۱)

فوج کثیر کے ساتھ جاکر بلخ پر قبضہ کر لیا تو خان مذکور (نذر محمد خاں) کے لڑکے بہرام و عبدالرحمان اور پوتے رستم ولد خسرو کو (شاہزادہ مراد بخش نے) بلا کر لہراسپ خاں کے حوالے کیا ۔

بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب شاہزادہ (مراد بخش) کے استعفاء کے بعد وہاں کے بندوبست پر سعداللہ خاں متعین ہوا تو (سعداللہ خاں نے) بادشاہ کے حسب‌الحکم ان تینوں مذکورہ آدمیوں کو تمام متعلقات کے ساتھ راجا بیتھل داس وغیرہ کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا ۔ جب یہ لوگ بادشاہ کے یہاں پہنچے تو صدرالصدور سید جلال، خیابان تک استقبال کرکے ، ان کو بادشاہ کے حضور میں لائے ۔

بادشاہ نے بہرام کو خلعت با چارقب زردوزی ، جیغہ، مرصع خنجر مع پھول کٹارہ ، پنج ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب ، دوگھوڑے مع سنہری زین ، دس تقوز (۹۰ عدد) پارچہ ، ایک لاکھ شاہی، کہ جو پچیس ہزار روپے کے برابر ہوتی ہیں ، اور عبدالرحمان کو خلعت ، جیغہ ، مرصع خنجر ، گھوڑا مع ساز طلا اور پانچ تقوز (۴۵ عدد) پارچہ ، اور رستم کو خلعت اور گھوڑا مرحمت کیا ۔ عبدالرحمان کو کہ جو بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا ، سو روپیہ روزانہ مقرر کرکے بادشاہزادہ دارا شکوہ کے سپرد کردیا ۔ خان مذکور کی مستورات کو بیگم صاحب نے زنانہ محل میں بلا کر ہر طرح تسلی اور دل جوئی [۸۱۰] فرمائی ۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ بار بار گھوڑا ہاتھی اور نقد انعام سے سرفراز ہوا ۔

جب بلخ نذر محمد خاں کو واپس کر دیا گیا تو اوزبک اور الامانوں کے ساتھ خان مذکور (نذر محمد خاں) کے مختلف ہنگامے

رہے - جب ان کے دفعیہ کے بعد اس کو اطمینان و استقلال حاصل ہو گیا تو اس نے اپنے لڑکوں اور متعلقین کے روانہ کرنے کے سلسلے میں بادشاہ (شاہجہاں) سے تحریک کی - چونکہ خسرو بلخ و بدخشاں کی فتح سے پہلے باپ (نذر محمد خاں) سے ناراض ہو کر (شاہجہاں) بادشاہ کے حضور میں آ گیا تھا، نہ تو اس کو باپ نے بلایا اور نہ وہ جانے پر راضی ہوا - اور بہرام کا بھی یہاں (ہندوستان) کی لذتوں سے دل نہیں بھرا تھا لہٰذا وہ بھی جانے پر راضی نہ ہوا -

لہٰذا تیئیسویں سال جلوس شاہجہانی میں عبدالرحمان کو خلعت، جیغۂ مرصع، خنجر، شمشیر، سپر مع سامان مرصع، سنہری زین کے ساتھ دو گھوڑے اور تیس ہزار روپیہ نقد مرحمت ہوا اور وہ نذر محمد خاں کے سفیر یادگار جولاق کے ہمراہ خان مذکور (نذر محمد خاں) کے پاس روانہ ہوا -

جب وہ باپ کے پاس پہنچا تو خان (نذر محمد خاں) نے اس کو غوری کی ولایت دے دی - خان کا جوتھا لڑکا سبحان قلی اس بات سے ناراض ہوگیا اور اس نے ایک ہزار سواروں کے ساتھ بلخ آ کر خان (نذر محمد خاں) کو تنگ کیا - مجبوراً خان نے عبدالرحمان کو مطلع کیا کہ وہ راستے سے لوٹ آئے اور اس کے پاس پہنچ جائے - عبدالرحمان نے اس طرف کے آنے کا ارادہ کیا - قلماقوں نے کہ جو سبحان قلی کے موافق تھے، اس کو راستے میں گھیر لیا اور اس کو قید کرکے سبحان قلی کے پاس لے گئے - اس نے (عبدالرحمان کو) قید کردیا [۸۱۱] -

عبدالرحمان نے نگہبانوں کو موافق کر لیا اور چوبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ (شاہجہاں) بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا - اسے خلعت، جیغۂ مرصع مع پھول کٹارہ، چار ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب، سنہری زین کے ساتھ

گھوڑا ، ہاتھی اور بیس ہزار روپیہ نقد مرحمت ہوا ۔

پچیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب نذر محمد خاں کے فوت ہونے کی خبر ملی تو خان مذکور کے لڑکوں بہرام ، خسرو اور عبدالرحمان کو بادشاہ (شاہجہاں) کی طرف سے خلعت تعزیت مرحمت ہوئے ۔ چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں جب اس سے کچھ ناپسندیدہ اطوار ظاہر ہوئے تو بادشاہ نے ناراض ہو کر اسے بنگالہ میں تعینات کر دیا ۔

جب عالم گیر بادشاہ تخت نشین ہوا اور اس کے بعد جو لڑائی شجاع سے ہوئی تھی اس میں (عبدالرحمان) درمیانی فوج میں متعین تھا ۔ شجاع کے بھاگ جانے کے بعد بادشاہ (عالم گیر) کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ تیرھویں سال جلوس عالم‌گیری تک اس کی اور بہرام کی زندگی کا پتا چلتا ہے ۔ کبھی کبھی ان کو بادشاہ (عالم گیر) کے حضور سے نقدی ، گھوڑا اور ہاتھی مرحمت ہوتے تھے ۔

۲۵۱

عبدالرحیم خان

اسلام خان مشہدی کا پانچواں لڑکا ہے ۔ باپ کے مرنے کے بعد وہ مناسب منصب پر سرفراز ہوا ۔ تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ خواصوں کا داروغہ مقرر ہوا ۔ دوسرے سال جلوس عالم گیری میں اسے 'خان' کا خطاب مرحمت ہوا ۔

انیسویں سال جلوس عالم گیری میں ہمت خان بدخشی کے تبدیل ہونے کے بعد وہ غسل خانہ (دولت خانۂ خاص) کا داروغہ مقرر ہوا ۔ تیئیسویں سال جلوس عالم گیری میں [۸۱۲] بہرہ مند خان کے تبدیل ہونے کے بعد وہ آختہ بیگی کی خدمت پر مقرر ہوا ۔ چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ اس خدمت سے

معزول ہوا اور بخشی گری سوم کا عہدہ اور سنگ یشم کی دوات اسے مرحمت ہوئی - پچیسویں سال جلوس عالم‌گیری ۱۰۹۲ھ مطابق ۱۶۸۱ع میں اس کا انتقال ہوا -

۲۵۲

عنایت خاں

اس کی اصل و نسل اور مولد و وطن کے متعلق جیسی معلومات ہونی چاہیے ویسی نہیں ہے - نہ اس کے بزرگوں کے متعلق کوئی خبر ہے اور نہ اولاد کا نشان ملتا ہے - کہا جاتا ہے کہ وہ خوافی تھا - دسویں سال جلوس عالم گیری کے آخر میں 'دیوان خالصہ' مقرر ہوا - تیرھویں سال جلوس عالم‌گیری میں عنایت خاں نے بادشاہ (عالم گیر) سے عرض کیا کہ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے سے آمدنی کے مقابلے میں خرچ چودہ لاکھ روپیہ بڑھ گیا ہے - حکم ہوا کہ چار کروڑ روپیہ خالصہ کا مقرر ہے اور اسی قدر خرچ ہونا چاہیے - (بادشاہ نے) اخراجات کا کاغذ ملاحظہ فرما کر بادشاہی سرکار، شہزادوں اور بیگمات کے خرچ کی اکثر مدیں کم کر دیں - اس طرح تھوڑے ہی دنوں میں سلطنت ہندوستان کی عظمت و بزرگی اور اس عظیم‌الشان مملکت کی وسعت و اہمیت اتنی بڑھ گئی کہ دوسرے بادشاہوں کی سلطنت کی آمدنی، یہاں کے امراء کی نوکری کے برابر نہیں تھی - امام قلی خاں اور نذر محمد خاں کہ جن کے قبضے میں ماوراءالنہر اور ترکستان بلکہ بلخ [۸۱۲] و بدخشاں تھے، کی آمدنی مال، نقدی، غلہ، زراعت اور زکواۃ سے ایک کروڑ بیس لاکھ خانی ہوتی تھی کہ جس کے تیس لاکھ روپے ہوتے ہیں، جو کہ (ہندوستان کے) ہر ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ (منصب دار) کی تنخواہ اور ایک

کروڑ دام انعام (مزید) ہے ۔ یمین الدولہ آصف خاں کی جاگیر کی سالانہ آمدنی پچاس لاکھ روپیہ تھی ۔

شاہزادہ بلند اقبال دارا شکوہ کہ جو آخر میں ساٹھ ہزاری ذات اور چالیس ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب اور تراسی کروڑ دام انعام کا مستحق ٹھہرا ، اس کی بارہ ماہ کی تنخواہ دو کروڑ ، سات لاکھ اور پچاس ہزار روپے مقرر ہوئی ۔

تاریخ کا ذوق رکھنے والے حضرات کو معلوم ہے کہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں کہ جو (مغلیہ) سلطنت و حکومت کا بانی مبانی اور جہانبانی و جہاں ستانی کے قواعد کی اساس رکھنے والا ہے ، پہلے لوگوں کی طرح اخراجات کا معمول نہ تھا ۔ جب روز بروز علاقوں پر علاقے اور ولایتوں پر ولایتیں (سلطنت مغلیہ میں) شامل ہوئیں تو ملک بہت وسیع اور پر رونق ہو گیا ۔ اگرچہ ضرورت کے اعتبار سے خرچ بڑھ گیا لیکن آمدنی سو گنا بڑھ گئی ۔ خزانے جمع ہونے لگے ۔ جب جہانگیر بادشاہ کا زمانہ ہوا تو وہ لاابالی بادشاہ مطلق ملکی و مالی معاملات کی طرف توجہ نہ کرتا تھا ۔ اس کے مزاج میں بے پروائی اور بلند رتبگی تھی ۔ (اس کے زمانے میں) خائن متصدی زراندوزی اور رشوت ستانی میں بہت حریص تھے [۸۱۴] ۔ معاملات و کارگزاری کے اعتبار سے مناسب آدمی اور آدمی کے اعتبار سے مناسب کام کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا ۔ ملک ویران ہو گیا اور آمدنی اس قدر کم ہو گئی کہ محالات خالصہ کی آمدنی پچاس لاکھ روپے رہ گئی اور خرچ ایک کروڑ پچاس لاکھ روپے تک پہنچ گیا ۔

جب شاہجہاں بادشاہ کا پر سکون زمانہ شروع ہوا اور بادشاہ کو ملکی کیفیت کے ساتھ آمدنی و خرچ کا حال معلوم ہوا تو اس ہوشیار اور دقیقہ رس بادشاہ نے ایک کروڑ پچاس لاکھ روپے کے محالات خالصے میں شامل کر لیے کہ جو بارہ ماہ کے

راعتبار سے ایک ماہ کی آمدنی اور مملکت وسیع کا پندرھواں حصہ تھا ۔ ایک کروڑ روپیہ مقررہ خرچ کے لیے بحال کیا اور بقیہ کو اتفاقیہ خرچ کے لیے رکھا ۔ رفتہ رفتہ اس بادشاہ (شاہجہاں) کی حسن نیت اور بلندیٔ اقبال سے آمدنی دن بدن بڑھنے لگی اور خرچ بھی بڑھا ۔ بیسویں سال جلوس شاہجہانی کے آخر میں آٹھ سو اسی کروڑ دام مملکت کے اور ایک سو بیس کروڑ دام خالصے کے مقرر ہوئے کہ بارہ مہینے کے اعتبار سے تین کروڑ روپیہ ہوتا ہے اور آخر میں تقریباً چار کروڑ روپیہ ہوگیا تھا جیسا کہ معلوم ہوا ہے ۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ بڑی بڑی رقمیں بخشش ، انعامات ، مہمات و عمارات کے مصارف میں خرچ ہوتی تھیں ۔ چنانچہ پہلے سال جلوس شاہجہانی میں ایک کروڑ اسی لاکھ روپے نقد و جنس اور چار لاکھ [۸۱۵] بیگہ زمین اور ایک سو بیس گاؤں تمام و کمال بیگمات ، شہزادوں ، افسروں ، امراء ، سادات ، علماء اور مشائخ کو دیے گئے اور بیسویں سال جلوس شاہجہانی تک نو کروڑ ساٹھ لاکھ روپے انعام کی مد میں خرچ ہوئے ۔ بلخ و بدخشاں کی مہم میں دو کروڑ روپے رسد پر اور اس کے علاوہ دو کروڑ روپے نقد تنخواہوں میں خرچ ہوئے ۔ دو کروڑ پچاس لاکھ روپے عالی شان عمارات پر خرچ ہوئے ۔ اس میں سے پچاس لاکھ روپے ممتاز محل کے روضے پر ، دو لاکھ روپے آگرہ کی دوسری عمارات پر ، پچاس لاکھ روپے دہلی کے قلعے پر ، دس لاکھ روپے وہاں کی جامع مسجد پر ، پچاس لاکھ روپے لاہور کے باغات و عمارات پر ، بارہ لاکھ روپے کابل پر ، آٹھ لاکھ روپے کشمیر کی سیرگاہوں پر ، آٹھ لاکھ روپے قندھار میں اور دس لاکھ روپے احمد آباد و اجمیر وغیرہ کی عمارات پر صرف ہوئے ۔ وہ خزانے جو اکبر بادشاہ کی اکیاون سالہ دور سلطنت میں جمع ہوئے تھے اور ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا ، اب اضافہ کیے جانے کا اعلان کرتے تھے ۔

عالم گیر بادشاہ بہت حزم و احتیاط رکھتا تھا ۔ ایک

مدت تک وہ آمدنی و خرچ کو برابر رکھنے کی فکر میں رہا ۔ لیکن دکن کی مہم کے طول پکڑ جانے کی وجہ سے بہت روپیہ بیکار گیا ۔ یہاں تک کہ دارا شکوہ کے آدمیوں کا مال وغیرہ ہندوستان سے لد کر دکن آیا اور تنخواہ میں تقسیم کیا گیا ۔ ملک کی ویرانی [۸۱۶] اور کم آمدنی کی وجہ سے بہت پریشانی ہو گئی ۔ اس کے باوجود اس بادشاہ (عالم گیر) کے خاتمے پر آگرہ کے قلعے میں تخمیناً دس بارہ کروڑ روپیہ موجود تھا ۔

بہادر شاہ اول کے زمانے میں کسی قدر (خزانہ) ختم ہو گیا کیونکہ آمدنی مفقود تھی اور خرچ ہی خرچ تھا ۔ اس کے بعد محمد معزالدین (جہاندار شاہ) نے برباد کر دیا ۔ جو کچھ خزانہ باقی رہا وہ نیکو سیر کے ہنگامے میں سادات بارہہ نے ہتھیا لیا ۔ اس زمانے میں جب کہ سلطنت کی آمدنی کا انحصار صوبہ بنگالہ پر ہے ، دو تین سال سے مرہٹے اس علاقے (بنگالہ) میں خلل اندازی کر رہے ہیں ، لیکن خرچ بھی اتنا نہیں ہے ۔ قلم نے تفصیل بیان کر دی ۔ بات کہاں تھی اور کہاں پہنچی ۔

غرض عنایت خاں چودھویں سال جلوس عالم گیری میں دیوانی خالصہ سے تبدیل ہو کر ، کہ جو میرک معین الدین امانت خاں مرحوم کو تفویض ہوئی ، چکلہ بریلی کی فوجداری پر متعین ہوا[۱] ۔ اٹھارھویں سال جلوس عالم گیری میں مجاہد خاں کی تبدیلی کے بعد خیر آباد کی فوجداری پر مقرر ہوا ۔

اس کے بعد جب امانت خاں مرحوم نے دیوانی خالصہ سے استعفاء دے دیا تو (بادشاہی) حکم ہوا کہ کفایت خاں دیوان تن ، دفتر خالصہ (کے کاموں) کو بھی انجام دے ۔ بیسویں سال جلوس عالم گیری میں دوبارہ دیوانی خالصہ کی خدمت اس کو ملی اور ایک ہزاری ذات اور ایک سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

---

۱ ۔ مآثر عالم گیری ، صفحہ ۱۱۰

چوبیسویں سال جلوس عالمگیری میں اس کا داماد تہور خاں، کہ جس کا خطاب 'بادشاہ قلی' تھا خطۂ اجمیر میں [۸۱۷] بادشاہزادہ محمد اکبر کی بے راہروی کا سرغنہ بن گیا۔ مگر پھر وہ اس فاسد ارادے اور سرکشی کے خیال سے باز رہا۔ چاہے اس نے اپنے خسر کی تحریر کی وجہ سے ایسا کیا ہو۔ بادشاہ کے حضور میں اس (تہور خاں) نے اطاعت کا اظہار کیا اور شاہی دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ مگر زمانے نے اس کو نمک حرامی کی سزا دی۔

(چوبیسویں سال جلوس عالمگیری میں عنایت خاں) دیوانی خالصہ سے تبدیل ہو کر کامگار خاں کے معزول ہو جانے کے بعد سرکار والا کی بیوتاتی پر مقرر ہوا۔ اسی سال چونکہ اس کے داماد تہور خاں نے اجمیر کی فوجداری کے زمانے میں راجپوتوں کی تنبیہ کرنے میں نمایاں کارگزاری دکھائی تھی لہٰذا اس نے فوجداری مذکور (اجمیر) کی درخواست کی اور بد بخت راٹھوروں کی تادیب کرنے کا دعویٰ کیا۔ لہٰذا اسے گھوڑا مرحمت ہوا۔ چھبیسویں سال جلوس عالمگیری میں طبعی موت سے مر گیا (۱۰۹۳ھ مطابق ۱۶۸۲ع)۔

۲۵۳
عبدالرزاق خاں لاری

پہلے حیدرآباد کے حاکم ابوالحسن خاں کا نوکر تھا اور اسے 'مصطفیٰ خاں' کا خطاب ملا تھا۔ جب عالمگیر بادشاہ نے انتیسویں سال جلوس میں جا کر قلعہ گولکنڈہ کا محاصرہ کر لیا کہ جس میں ابوالحسن قلعہ بند تھا تو ابوالحسن کے اکثر نوکر مصلحت وقت کے مطابق درگاہ سلطانی کی طرف رجوع ہوئے۔ ان کو مناسب مناصب اور عمدہ خطابات ملے۔ لیکن (عبدالرزاق) کو وفاداری کا خیال رہا اور وہ ہمیشہ قلعے سے نکل کر مورچوں پر حملہ کرتا تھا [۸۱۸] اور کسی طرح پہلو تہی نہیں کرتا تھا۔ بادشاہی فرمان کو، کہ

جو اس کی تالیف (قلب) کے لیے بھیجا گیا تھا اور جس میں اس کو امیدیں دلائی گئی تھیں ، اس نے وفا شعاری کی بنا پر رد کر دیا اور بری طرح اس کو پھاڑ ڈالا[۱]۔

ایک رات جب بادشاہی ملازمین قلعے کے بعض لوگوں سے سازش کرکے قلعے میں داخل ہوگئے اور آواز بلند ہوئی تو اس (عبدالرزاق خان لاری) کو تیاری کا موقع نہ ملا ۔ وہ تلوار ، ڈھال اور گھوڑے پر چارجامہ کے ساتھ اپنے دس بارہ ساتھیوں کے ہمراہ دروازے کی طرف دوڑا ۔ چونکہ بادشاہی آدمیوں نے شہر پناہ کے دروازے کا بندوبست کر دیا تھا اور وہ قلعے کی طرف سیل بلا کی طرح بڑھ رہے تھے ، (عبدالرزاق خان لاری) ان سے دوچار ہوا ۔ جس کی طرف جاتا تھا ، اس پر تلوار پڑتی تھی اور بادشاہی آدمی اس کو زخمی کر رہے تھے ۔ اس کے چہرے پر بارہ زخم آئے تھے۔ یہاں تک کہ اس کی پیشانی کی کھال نے آنکھوں کو ڈھانپ لیا ۔ اس کے گھوڑے کو لے جا کر قلعے کے پاس ایک درخت کے نیچے پہنچا دیا۔ کسی آدمی نے اس کو پہچان لیا اور اپنے گھر لے گیا ۔ جب بادشاہی آدمیوں کو حال معلوم ہوا تو انھوں نے عالمگیر بادشاہ سے عرض کیا ۔ بادشاہ نے مالک (ابوالحسن خان) کے ساتھ اس کی وفا داری کو پسند کیا اور بمقتضائے قدردانی اس کے علاج کے واسطے جراح مقرر کر دیا ۔

کہتے ہیں کہ جب اس کی صحت یابی کی امید ہو گئی اور بادشاہ سے عرض کیا گیا تو بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ وہ اپنے لڑکوں کو بادشاہ کے حضور میں بھیجے کہ وہ اس کی طرف سے منصب کی سرفرازی پر تسلیمات بجا لائیں ۔ اس نے قدر شناسی کا شکریہ ادا کرنے کے بعد [۸۱۹] کہا کہ اگرچہ میری سخت جان ابھی تک ختم نہیں ہوئی ہے لیکن اس حال میں میری زندگی کی بھی

---

۱ ۔ خافی خان جلد دوم صفحہ ۳٦۰

کیا امید ہے ۔ اگر زندگی باقی ہے تو مجروح ہاتھ پیروں سے نوکری کرنے سے معذور ہوں ۔ وہ شخص عالم گیر بادشاہ کی نوکری کیسے کر سکتا ہے کہ جس کا گوشت پوست ابوالحسن کے نمک سے پرورش ہوا ہے ۔

اس جواب سے بادشاہ کے چہرے پر خفگی کے آثار ظاہر ہوئے لیکن انصاف پسند بادشاہ نے حکم دیا کہ صحت یاب ہونے کے بعد اس کا مکمل حال عرض کیا جائے ۔ اس کے صحت یاب ہونے کے بعد حیدرآباد کے صوبیدار کے پاس حکم پہنچا کہ اس (عبدالرزاق) کی دل‌دہی کرنے کے بعد اس کو حضور میں روانہ کر دیا جائے ۔ جب اس نے (نوکری سے) پھر انکار کیا تو شاہی حکم ہوا کہ اس کو قید کرکے بھیجا جائے ۔ خان فیروز جنگ نے سفارش کرکے اس کو اپنے پاس بلا لیا ۔ کچھ دنوں اس (عبدالرزاق) کو اپنے پاس رکھ کے راضی کر لیا ۔

چھتیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں اسے چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب ملا اور وہ شاہی ملازمین میں شامل ہوگیا ۔ اس کے نام میں 'خان' کے خطاب کا اضافہ ہوا ۔ ہاتھی اور گھوڑا مرحمت ہوا اور وہ راہیری کے قرب و جوار کی فوجداری پر مامور ہوا ۔

چالیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں عادل شاہی کوکن کی فوجداری پر مقرر ہوا کہ جو سمندر کے کنارے بندر کے قریب واقع ہے ۔ اس کے بعد وہ بیت‌اللہ کی اجازت لے کر چلا گیا ۔ اس کے بعد جب وہ اپنے وطن لار (ایران) پہنچا تو وہاں گوشہ نشین ہو گیا ۔

بادشاہ نے اس کے حالات سن کر اس کے لڑکے عبدالکریم کو [۸۲۰] اس کے نام طلبی کا فرمان لے کر بھیجا کہ وہ (عبدالرزاق) لار کے ایک ہزار جوانوں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں پہنچے ۔ اسی دوران میں اطلاع ملی کہ وہ ایران کے بادشاہ

کے بلانے پر وطن (لار) سے (شاہ ایران کے پاس) روانہ ہوگیا اور راستے میں اس کا انتقال ہوگیا ۔

اس کے دو لڑکے رزاق قلی خاں اور محمد خلیل اورنگ آباد میں تھے اور جاگیر پر گزارہ کرتے تھے ۔ دونوں کا انتقال ہوگیا ۔ دوسرے سے مؤلف (شاہنواز خاں) کی ملاقات تھی ۔

۲۵۴
عاقل خاں میر عسکری

خوافی الاصل ہے ۔ عالم‌گیر کے والاشاہیوں میں سے تھا ۔ (عالم‌گیر کی) شہزادگی کے زمانے میں بخشی‌گری دوم کے منصب پر مامور ہوا ۔ جس زمانے میں کہ بادشاہزادۂ مذکور (اورنگ زیب) نے پدر گرامی قدر (شاہجہاں) کی عیادت کے لیے ہندوستان جانے کا ارادہ کیا تو اس کو شہر اورنگ آباد میں حفاظت کے لیے چھوڑ دیا ۔

عالم‌گیر بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد وہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ۔ اسے 'عاقل خاں' کا خطاب ملا اور وہ (علاقہ) میاں دوآب کی فوجداری پر مامور ہوا ۔ چوتھے سال جلوس عالم گیری میں وہ اس خدمت سے معزول ہوا اور جسمانی عوارض کی وجہ سے گوشہ نشین ہوگیا ۔ دس ہزار روپیہ سالانہ اس کا مقرر ہوا اور وہ لاہور چلا گیا ۔

چھٹے سال جلوس شاہجہانی میں جب کہ بادشاہ (عالم گیر) کشمیر سے لاہور واپس ہوا تو بادشاہ نے اس کے حال پر توجہ فرمائی اور اس کو گوشہ نشینی سے نکالا ۔ خلعت اور دو ہزاری ذات اور سات سو سوار کا منصب اسے دوبارہ مرحمت ہوا ۔ اس کے بعد وہ غسل خانہ (دولت خانۂ خاص) کی داروغگی پر سرفراز ہوا ۔ [۸۲۱] نویں سال جلوس عالم‌گیری میں اس کے منصب میں پانسو ذات کا اضافہ ہوا ۔ بارھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ دوبارہ گوشہ نشین ہوگیا اور بارہ ہزار روپیہ سالانہ اس کا مقرر ہوا ۔

بادشاہ نے اس پر دوبارہ عنایات شاہانہ فرمائیں اور بائیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ صفی خاں کے تبدیل ہونے کے بعد بخشی گری تن پر مقرر ہوا - چوبیسویں سال جلوس عالم گیری میں صوبہ دارالخلافہ (دہلی) کا ناظم مقرر ہوا اور مدتوں اس منصب پر سرفراز رہا - چالیسویں سال جلوس عالم گیری ۱۱۰۷ھ مطابق ۱۶۹۵-۹۶ء میں اس کا انتقال ہوا[۱] - فقر اور آزادی میں بہت مستقل مزاج تھا - غرور کے ساتھ نوکری کرتا تھا - اپنے برابر والوں کے ساتھ تکبر سے پیش آتا تھا -

جب مہابت خاں محمد ابراہیم لاہور کا صوبیدار مقرر ہوا تو اس نے شاہی عمارات اور قلعے کی سیر کی اجازت چاہی - اس کی درخواست منظور ہوئی اور اس سلسلے میں خان مذکور (عاقل خاں) کے نام فرمان جاری ہوا - عاقل خاں نے جواب میں لکھا کہ وہ اس (محمد ابراہیم) کو بعض اسباب کی وجہ سے نہیں بلائے گا - پہلی وجہ یہ ہے کہ حیدر آبادی اس قابل نہیں ہے کہ شاہی عمارات کو سیر و تماشہ کی نظر سے دیکھے - لہٰذا عمارات کے دوسرے دروازے احتیاطاً بند رکھے جائیں اور بغیر فرش کیے ہوئے مقامات دکھا دیے جائیں - اس کی سیر اس لائق نہیں ہے کہ اس کے واسطے صفائی اور فرش کا انتظام کیا جائے - ملاقات کے موقع پر جس سلوک کی امید وہ مجھ سے [۸۲۲] رکھتا ہے وہ ظہور پذیر نہ ہوگا - بہت سی وجوہ کی بنا پر ملاقات نہ کرنے کا ارادہ ہے -

اس (مہابت خاں محمد ابراہیم) کے دارالخلافہ پہنچنے اور گفتگو کا پیغام بھیجنے کے بعد وہ ٹال گیا - بادشاہ بھی اس کی خدمت گزاری ، ایمانداری اور اخلاص کی وجہ سے اس کی خودرائی اور خود آرائی سے چشم پوشی کرتا تھا اور اس کے سپرد عمدہ

---

۱ - مؤلف مآثر عالم گیری نے اس کا انتقال ۱۱۰۸ھ کے واقعات میں بیان کیا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۸۳) (ق)

معاملات کی انجام دہی کرتا تھا[۱] ۔

وہ (عاقل خاں) ظاہری کمالات سے بھی خالی نہ تھا ۔ چونکہ شاہ برہان الدین راز الٰہی رحمۃاللہ علیہ[۲] سے اس کو بہت اعتقاد تھا ، اس لیے رازی تخلص کرتا تھا ۔ اس کا دیوان اور مثنوی مشہور ہے[۳] ۔ مثنوی مولانا روم کے مشکلات کو حل کرنے میں وہ اپنے لیے بے مثل سمجھتا تھا ۔ خیرات کرنے کی اسے توفیق حاصل تھی اور وہ کریم الصفات تھا ۔ یہ شعر اسی کا ہے کہ جو اس نے زین آبادی کے مرنے کے دن شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے سامنے پڑھا تھا :

عشق چہ آساں نمود آہ چہ دشوار بود
ہجر کہ دشوار بود یار چہ آساں گرفت

شہزادہ (اورنگ زیب) نے اس شعر کے اعادے کا دو بار حکم فرمایا اور پوچھا کہ یہ شعر کس کا ہے ؟ (عاقل خاں نے) کہا کہ ایسے شخص کا ہے کہ جو نہیں چاہتا ہے کہ اپنے آقا کے حضور میں خود کو شاعر بتائے ۔

---

۱ ۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۳۸۳—۳۸۴

۲ ۔ شاہ برہان الدین راز الٰہی ، شاہ عیسیٰ جند اللہ کے مرید و خلیفہ تھے ۔ اورنگ زیب عالم گیر کو شاہ برہان الدین سے بہت عقیدت تھی ۔ ۱۵ شعبان ۱۰۸۳ھ کو ان کا وصال ہوا ۔ ملاحظہ ہو تاریخ برہان پور از خلیل الرحمان (دہلی ۱۳۱۷ع) صفحہ ۱۴۰—۱۴۲ (ق)

۳ ۔ شاہ برہان الدین کے ملفوظات ثمرات الحیات کے نام سے عاقل خاں نے مرتب کیے ۔ اسی طرح اس کی دوسری کتاب واقعات عالم گیری ہے جو مطبوعہ ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے (ق)

۲۵۵
عزیزاللہ خان

خلیل‌اللہ خان یزدی کا تیسرا لڑکا ہے - باپ کے مرنے کے بعد مناسب منصب اور خان کے خطاب سے سرفراز ہوا - چھبیسویں سال جلوس [۸۲۳] عالم گیری میں محمد یار خان کے تبدیل ہونے کے بعد میر توزک کے عہدے پر سرفراز ہوا - تیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب اس کا بھائی روح‌اللہ خان صوبہ بیجاپور کی نظامت پر مامور ہوا تو وہ وہاں کی قلعہ داری پر مقرر ہوا[۱] -

چھتیسویں سال جلوس عالم گیری میں روح‌اللہ خان کے مرنے پر وہ اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور چھ سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا - اس کے بعد وہ اسلحہ خانہ کا داروغہ مقرر ہوا - چھیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں سردار خان کے تبدیل ہونے کے بعد وہ قندھار کا قلعہ‌دار مقرر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد اسے ایک ہزار پانسو ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب ملا - اس کے بقیہ حالات معلوم نہ ہو سکے -

۲۵۶

علی مردان خان حیدر آبادی

میر حسینی نام تھا - حیدرآباد کے والی ابوالحسن کے عمدہ نوکروں میں سے تھا - تیسویں سال جلوس عالم گیری میں گلکنڈہ کی فتح کے بعد بادشاہی ملازمت میں آیا - چھ ہزاری منصب اور 'علی مردان خان' کا خطاب ملا اور کرناٹک حیدر آباد کے مضاف کنچی (کانجی ورم) کی تعلقہ داری پر سرفراز ہوا -

پینتیسویں سال جلوس عالم‌گیری میں جب سنتا جی گھورپرہ، جنجی کی مدد کو پہنچا کہ جس کا بادشاہی فوج نے محاصرہ کر لیا

---

۱ - مآثر عالم گیری صفحہ ۲۸۲

تھا تو اس کے دفعیہ کے لیے وہ روانہ ہوا ۔ مقابلے اور لڑائی کے بعد وہ قید ہوگیا[1] ۔ دشمن نے ہاتھیوں وغیرہ اسباب کو لوٹ لیا۔ دو سال کے بعد کافی روپیہ دے کر اس نے رہائی حاصل کی اور غائبانہ طور سے پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا [۸۲۳] اور اس کی حالت درست ہوگئی ۔ کچھ دنوں کے بعد برار کی صوبیداری اس کے نام پر مقرر ہوئی ۔ کچھ دنوں محمد بیدار بخت کی نیابت میں برہان پور میں رہا ۔ انچاسویں سال جلوس عالم گیری میں اس کا انتقال ہوگیا ۔

اس کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا محمد رضا رام گڑھ کی قلعہ داری پر مقرر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

۲۵۷
عیسیٰ خاں مبین[2]

منج بھی کہتے ہیں جو قوم رنگھیر کی ایک شاخ ہے کہ جو اپنے کو راجپوت کہتے ہیں ۔ ان میں سے بہت سے حکلہ سرہند اور دوآبہ پٹھ[3] میں جاگیرداری اور زمینداری کے ذریعے سے زندگی بسر کرتے ہیں ۔ رہزنی اور ڈکیتی بھی کرتے ہیں ۔

عیسیٰ خاں مبین کے آبا و اجداد قدیم زمانے میں زیادہ حیثیت و حکومت کے مالک نہ تھے ۔ اس کے دادا بولاق نے کوشش و محنت سے نام پیدا کر لیا ۔ جب اس نے طاقت بڑھا لی تو چوری اور غارت گری کا آغاز کردیا ۔ مردم آزاری کرنے لگا اور ڈاکوؤں کا سردار بن گیا ۔ اس کے بعد اس نے ایک جماعت

---

۱ ۔ خافی خاں جلد دوم صفحہ ۴۱۶

۲ ۔ مبین بھی لکھا ہے ۔ خافی خاں (جلد دوم صفحہ ۶۷۷) نے محمد لکھا ہے

۳ ۔ بیوریج کا خیال ہے کہ یہ مقام ایٹہ (یو ۔ پی) ہے

فراہم کرلی اور جہاں تک اس کی دست رس ہوتی تھی ، لوٹ مار کرتا تھا ۔

رفتہ رفتہ لوگوں کے اطراف و جوانب کی زمینداری اور علاقے زبردستی لے کر حشمت و شوکت کا مالک بن گیا ۔ اعظم شاہ کی جنگ (۱۷۰۷ع) میں اس نے محمد معزالدین کے ساتھ بہت بہادری دکھائی اور مردانگی و بہادری میں [۸۲۵] شہرت حاصل کی اور بادشاہی منصب سے سرفراز ہوا ۔

اس مقابلے اور لڑائی میں جو شاہزادوں کے درمیان لاہور میں ہوئی تھی، وہ ایک جرار اور شائستہ فوج کے ہمراہ جہاندار شاہ کے ساتھ تھا ۔ قسمت کی یاوری سے اس ہنگامے میں بہت مال غنیمت ہاتھ لگا ۔ جتنی گاڑیاں اسے ملیں وہ خزانے سے پر تھیں اور کسی شخص نے اس سے اس سلسلے میں پوچھ گچھ بھی نہیں کی ۔ فتح حاصل ہونے کے بعد بادشاہ کے حضور سے اسے پنج ہزاری منصب اور دوآبہ پٹہ اور لکھی جنگل کی فوجداری مرحمت ہوئی ، اور وہ معمولی زمینداری سے امارت و سرداری کے مرتبے پر ترقی کر گیا ۔ للہذا تکبر و پندار سے بھی آشنا ہوا ۔

سرکسی اور بغاوت زمینداری کا خاصہ ہیں ؛ سرکش کہ جن کا مزاج فتنہ و فساد سے عبارت ہوتا ہے یہ (سرکشی و بغاوت) ان کی خصوصیات ہیں۔ جیسے ہی کہ سلطنت میں انقلاب آیا اور جہاندار شاہ کی حکومت ہوئی اس (عیسیٰ خان) نے سرکشی شروع کر دی اور اطراف و جوانب میں لوٹ مار کا آغاز کر دیا، اور سابقہ طریقے کے مطابق دہلی اور لاہور کے قافلوں کو لوٹنے لگا ۔ قرب و جوار کے فوجداروں سے مقابلہ اور لڑائی کی اور بہت مغرور و متکبر ہوگیا ۔ لوٹ مار اورڈاکہ زنی کے ذریعہ سے بہت مال و اسباب جمع کر لیا ۔

اس نے حیلہ اور بہانہ سازی سے تحفے اور ہدیے بھیج کر صمصام الدولہ خان دوراں سے توسل و تعلق پیدا کرلیا[۸۲۶]۔ اس کو زعم یہ تھا کہ اس کا تعلق رئیس (صمصام الدولہ خاندوراں) سے

ہے، للہذا جدھر چاہتا لوٹ مار کرتا ۔ اس کی سرکشی و بغاوت
بڑھ گئی ۔ اس علاقے کے جاگیرداروں پر واجب مال میں سے ک
چیز نہیں چھوڑتا تھا ۔ دریائے بیاس کے کنارے سے کہ ج
اس نے ادریسا نام کا ایک قصبہ بسایا تھا ، سرہند کے مضاف ق
تھارہ تک کہ جو دریائے ستلج کے کنارے پر ہے، اس کا قبضہ ت
اس کے خوف سے شیر بھی ڈرتا تھا ۔ دوسرے کی کیا مجال تھی
اس کے علاقے میں دست درازی کر سکے ۔

چونکہ عبدالصمد خاں دلیر جنگ ، ناظم لاہور ، اس
سرکشی اور بے راہ روی سے سخت پریشان تھا ، اس نے سک
کی مہم کے بعد شہداد خاں خویشگی کو ، کہ جو بڑا جانباز ت
اس علاقے کی فوجداری پر مقرر کیا اور اس مغرور (عیسیٰ خ
کی تنبیہ کا حکم دیا ، اگرچہ حسین خاں کہ جو خان مذ
(عبدالصمد خاں) کا سرپرست اعلیٰ اور اس زمانے کے سرکشو
سردار تھا ، عیسیٰ خاں کی بربادی کے لیے راضی نہ تھا کہ
تک وہ (عیسیٰ خاں) ہے ہم سے کوئی نہیں الجھے گا ۔ اس نے
صحیح سمجھا تھا جیسا کہ بعد کے واقعات سے معلوم ہوا ۔

شہداد خاں ، ناظم (عبدالصمد خاں) کے حکم پر کار
ہوا ۔ جب فرخ سیر کے پانچویں سال جلوس کے شروع م
دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا تو وہ سرکش زمیندار (عیسیٰ خ
کہ جس کے پاس بہت مال و اسباب تھا ، قصبہ تھارہ کے قر
کہ وہی علاقہ اس سرکش کا مولد و وطن تھا ، تین ہزار
سواروں کے ساتھ مقابلے کے لیے آیا [۸۲۷] اور جنگ کا م
گرم ہوگیا ۔ اس کے ساتھ تازہ فوج تھی ، شہداد خاں مقابلہ
کر سکا اور بھاگ کھڑا ہوا ۔

اتفاق سے اسی دوران میں بندوق کی ایک گولی اس ظالم

---

۱ - یہ ۱۷۱۷ء کا واقعہ ہے

باپ دولت خاں کے لگی کہ جو بیٹے کی بدولت آرام سے زندگی گزار رہا تھا اور اس نے ملک عدم کی راہ لی - وہ غرور میں مست کہ (اس فتح سے) اس کا نشہ دوبالا ہو گیا تھا ، بہت جھنجھلایا اور ہاتھی کو نہایت تیزی سے لے جا کر شہداد خاں کے پاس پہنچ گیا کہ جو ایک چھوٹی سی ہتھنی پر سوار تھا - اس (عیسٰی خاں) نے تیغ خون آشام کی دو تین ضربیں (شہداد خاں) کے لگائیں - یہاں تک کہ ایک تیر اس (عیسٰی خاں) کے لگا اور وہ بد بخت اپنے اعمال کی پاداش میں مارا گیا - ناظم (عبدالصمد خاں) کے حکم سے اس کا سر کاٹ کر دارالخلافہ (دہلی) بھیج دیا گیا -

اس کے بعد زمینداری اس کے لڑکے کو مل گئی جو معمولی زمینداروں کی طرح زندگی گزارتا ہے - اس گروہ کا کوئی اور آدمی مقتول (عیسٰی خاں) کی طرح مشہور نہ ہوا[1]-

۲۵۸
عنایت‌اللہ خاں

اس کا نسب سید جمال نیشاپوری تک پہنچتا ہے - اتفاق سے وہ کشمیر میں آ کر مقیم ہو گیا - اس کے باپ کا نام مرزا شکراللہ تھا - اس کی ماں حافظہ مریم کہ جو بہت پاکباز خاتون تھی ، عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں بادشاہ کی بیٹی اور محمد اعظم شاہ کی حقیقی بہن زیب‌النساء بیگم کی تعلیم پر مامور ہوئی - (زیب‌النساء) بیگم نے اس سے قرآن کریم حفظ کیا اور آداب سیکھے اور عنایت‌اللہ خاں کے منصب کے لیے باپ (عالم گیر) کی خدمت میں [۸۲۸] عرض کیا -

(عنایت اللہ خاں کو) پہلے قلیل منصب ملا اور وہ جواہر خانے کا اشراف مقرر ہوا[2] - اکتیسویں سال جلوس عالم گیری میں

---

۱ - ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم صفحہ ۷۶۲

۲ - مشرف جواہر خانہ مقرر ہوا- ملاحظہ ہو مآثر عالم‌گیری صفحہ ۲۳۹ (ق)

اصل و اضافہ کے بعد چار سو ذات اور ساٹھ سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور بتیسویں سال جلوس عالم گیری میں بیگم[1] کی سرکار کا خانساماں مقرر ہوا ۔ پینتیسویں سال جلوس عالم گیری میں جب رشید خاں بدیع‌الزماں 'دفتردار خالصہ' صوبہ حیدر آباد کے بعض محالات خالصہ کی تشخیص جمع کے لیے روانہ ہوا تو وہ خان مذکور (رشید خاں بدیع‌الزماں) کا نائب مقرر ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد اسے چھ سو ذات اور ساٹھ سوار کا منصب ملا اور 'خاں' کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔

چھتیسویں سال جلوس عالم گیری میں امانت خاں میر حسین کے تبدیل ہونے کے بعد وہ 'دیوانیٔ تن' کے منصب پر سرفراز ہوا اور اصل و اضافہ کے بعد اسے سات سو ذات اور اسی سوار کا منصب ملا ۔ چند روز کے بعد 'دیوانی صرف خاص' کی ذمہ داری بھی اس کے سپرد ہوگئی اور اس کے منصب میں بیس سوار کا اضافہ ہوا۔ بیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں کسی دوسرے کے مقرر ہونے تک 'صدارت' کی خدمت بھی اس کے سپرد ہوگئی اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور ایک سو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

پینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں ارشد خاں ابوالعلاء کے انتقال سے دیوانی خالصہ بھی اس کے نام مقرر ہوگئی اور اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور دو سو پچاس سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ چھیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے ہاتھی مرحمت ہوا ۔ انچاسویں سال جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد وہ دو ہزاری ذات اور دو سو پچاس سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ بادشاہ (عالم گیر) کے ساتھ اس کے تعلقات ایسے قائم ہوئے اور اس کا اتنا اعتبار بڑھ گیا کہ [۸۲۹] جب اسد خاں بڑھاپے اور عیاش مزاجی کی وجہ سے کاغذات پر دستخط

---

۱ ۔ مآثر عالم‌گیری (صفحہ ۳۱۴) میں زینت‌النسا دیا ہے (ق)

کرنے میں سستی کرتا تھا تو شاہی حکم ہوا کہ اس کی نیابت میں عنایت‌اللہ خاں دستخط کرے۔ اس کے حال پر شاہی عنایات ایسی عجیب و غریب تھیں کہ جن کا ذکر امیرالامرا اسد خاں کے حال میں صاحب ماثر عالم گیری نے لکھا ہے[1]؛ وہاں دیکھنا چاہیے۔

عالم گیر بادشاہ کے انتقال کے بعد وہ اعظم شاہ کے ہمراہ ہندوستان پہنچا۔ چونکہ کارخانہ جات غیر ضروری کو گوالیار میں چھوڑ دیا گیا تھا تو وہ بھی اسد خاں کے ہمراہ وہاں رہ گیا۔ بہادر شاہ اول کے زمانے میں وہ اپنے سابقہ منصب پر بحال ہو کر صاحب اعزاز ہوا اور اسد خاں کے ہمراہ دارالخلافہ (دہلی) کو روانہ ہوا۔ اس کا لڑکا ہدایت‌اللہ خاں نیابت میں بادشاہ کے حضور میں ماموره خدمات انجام دیتا رہا۔

جب دکن پہنچنے کے بعد مختار خاں کہ جو خانسامانی کی خدمت پر مقرر تھا، فوت ہوگیا تو مذکورہ خدمت (خانسامانی) اس کے سپرد ہوئی اور وہ حسب طلب بادشاہ کے حضور میں پہنچا۔

جہاندار شاہ کے زمانے میں عنایت‌اللہ خاں صوبہ کشمیر کا ناظم مقرر ہوا۔ محمد فرخ سیر کے ابتدائی زمانے میں جب اس کا فرزند رشید سعداللہ خاں ہدایت‌اللہ خاں قتل ہوگیا تو عنایت‌اللہ خاں نے کشمیر سے حج بیت‌اللہ کا ارادہ کیا اور بادشاہ مذکور (فرخ سیر) کے درمیانی عہد حکومت میں واپس ہوا۔ اسے چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب مرحمت ہوا۔ صوبہ داریٔ کشمیر کے ساتھ دیوانی خالصہ اور دیوانیٔ تن کی خدمات بھی اس کے [۸۳۰] سپرد ہوئیں (اور حکم ہوا کہ) وہ خود بادشاہ کے حضور میں رہے اور اپنے نائب کو تعلقے میں بھیج دے۔

اعتمادالدولہ محمد امین خاں کے انتقال کے بعد محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں وہ ہفت ہزاری منصب سے سرفراز ہوا اور آصف جاہ کے بادشاہ کے حضور میں پہنچنے تک امور وزارت نیابةً انجام دیتا رہا

---

۱ - ماثر عالم گیری صفحہ ۴۹۰

اور اس کے ساتھ ساتھ میر سامانی کے فرائض بھی اس کے ذمے تـ
اسی زمانے میں ، ۱۱۳۹ھ مطابق ۲۸—۱۷۲۷ع میں اس
انتقال ہوگیا ۔

کہتے ہیں کہ وہ پاکیزہ صورت ، خوش وضع ، متین
متدین آدمی تھا ۔ صلاح و تقویٰ سے آراستہ اور فقرا سے حسن اعـ
رکھتا تھا ۔ حکومت اور سر رشتہ دفتر کے ضوابط اسے زبانی
تھے ۔ عالم گیر بادشاہ اس کی انشا اور املا کو پسند کرتے تھ
ان احکام کو جمع کرکے ، جو اس کے ذریعے سے شہزادوں
امرا کو بھیجے گئے تھے ، احکام عالم گیری نام رکھ دیا گیا ۔
اس نے بادشاہ (عالم گیر) کے دستخطی شقے بھی جمع کیے
ان کا نام کلمات طیبات رکھا ۔ دونوں کتابیں مروج و مشہور ہ

خان مذکور (عنایت‌اللہ خاں) کے چھ لڑکے تھے ۔ ا
سعداللہ خاں ہدایت‌اللہ خاں کہ جس کا حال لکھا جا چکا ہے ۔ دو
ضیاءاللہ خاں تھا کہ جس کا ذکر اس کے لڑکوں ثناءاللہ خار
امان‌اللہ خاں کے ضمن میں تحریر ہو چکا ہے ۔ تیسرا کفایت‌اللہ ۔
تھا اور چوتھا عظمت‌اللہ خاں کہ جس کو باپ کے بعد 'عنایـ
خاں' کا خطاب ملا اور کشمیر کا حاکم ہوا ۔ پانچواں عبیا
خاں ، چھٹا عبداللہ خاں [۸۳۱] کہ جو دہلی میں زندہ ہے
اسے 'منصورالدولہ' کا خطاب ملا ہے ۔

۲۵۹
عضدالدولہ عوض خاں بہادر قسورہ جنگ

خواجہ کمال نام ، میر بہاؤالدین سمرقندی کی بہن کا نو
ہے ۔ اس کا باپ میر عوض ، حیدری سادات سے تھا ۔ قلیج خا

---

۱ ۔ یہ نظام‌الملک آصف جاہ اول کا دادا عابد خواجہ ۔
(ملاحظہ ہو ماثرالامراء جلد دوم صفحہ ۸۷۲ و خافی خاں جلد
صفحہ ۹۵۱) (ق)

کی بیٹی ۔دختر بیگم ا۔ کے گھر میں تھی ۔ اس کا ماموں سید نیاز خاں تھا کہ سینتالیسویں جلوس عالم گیری میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزار پانسو ذات اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور ا کو صوبہ بیجاپور کی نائب صوبیداری ملی ۔ بادشاہ (عالم گیر) کے انتقال کے بعد جب سلطان کام بخش نے بیجاپور پر تاخت کی تو وہ (اس) خبر کی تحقیق کے انتظار میں کچھ دنوں ٹھہرا رہا اور اس کے بعد شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر شہزادے کی بلا اطلاع اچانک چلا گیا اور اعظم شاہ کے پاس پہنچا ۔ سید نیاز خاں دوم اس کا لڑکا تھا کہ اعتمادالدولہ قمرالدین خان کی لڑکی اس کی بیوی تھی ۔ نادر شاہ کے ہنگامے میں اس سے کسی گستاخی کا صدور ہوا اور اس کا پیٹ پھاڑ دیا گیا ۔

عضدالدولہ عوض خاں عالم گیری عہد میں توران سے ہندوستان آیا ۔ خان فیروز جنگ کے توسط سے اس کو 'عوض خاں' کا خطاب ملا اور و خان مذکور (فیروز جنگ) کے ہمراہ گیا اور احمد آباد کی صوبیداری میں وہ اس (فیروز جنگ) کے گھر کے کاموں میں دخیل رہا ۔ اس (فیروز جنگ) کے مرنے کے بعد وہ دربار شاہی میں پہنچا ۔ پہلے وہ میر جملہ کی وساطت سے محمد فرخ سیر کے زمانے میں برار کی صوبیداری پر مامور [۸۳۲] ہوا ۔ اس کے بعد امیرالامراء حسین علی خاں کی نیابت میں صوبہ مذکور (برار) کے انتظام میں مشغول رہا ۔ اس نے نظم و نسق میں بہت کوشش کی ۔ اس کی دلیری و دلاوری کا نقش اس صوبہ میں خوب قائم ہوا ۔

محمد شاہ بادشاہ کے دوسرے سال جلوس میں جب نظام الملک آصف جاہ بہادر مالوہ سے دکن کے لیے روانہ ہوا تو اس نے اس (آصف جاہ) کی تحریر سے اس کا دلی مقصد سمجھ لیا ۔ وہ ایک شایستہ فوج فراہم کرکے آصف جاہ کے پہنچنے کے بعد ، برہان پور کے نواح میں پہنچ کر اس سے مل گیا اور دلاور علی خاں کی جنگ میں ، اگرچہ اس سے سخت مقابلہ ہوا ، اس کے ساتھ کے بہت

سے آدمی مارے گئے - اس کا ہاتھی بھی کسی قدر بگڑ گیا[۱] لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور جرأت و بہادری میں کوئی کوتاہی نہیں کی -

عالم علی خاں کی لڑائی میں وہ داہنی طرف کی فوج میں تھا - فتح کے بعد اورنگ آباد پہنچے تو اصل و اضافہ کے بعد وہ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب اور 'عضدالدولہ بہادر قسورہ جنگ' کے خطاب سے سرفراز ہوا اور اصالۃً برار کی صوبیداری پر متعین ہوا - رفتہ رفتہ ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار کے منصب تک ترقی کی -

دوسرے سال جلوس محمد شاہی میں جب آصف جاہ نے صوبہ بیجا پور کے بندوبست کا ارادہ کیا تو وہ بحیثیت نائب اورنگ آباد میں رہا - اس کے بعد جب، آصف جاہ محمد شاہ بادشاہ کے حسب طلب دارالخلافہ (دہلی) روانہ ہوا تو دیوانی اور بخشی گری کے دفاتر اس کے ذمے کیے اور اس کو مستقل نائب بنا دیا -

بادشاہ کے حضور میں پہنچنے کے بعد [۸۳۳] جب (آصف جاہ) حیدر قلی خاں ناصر جنگ کی تنبیہ پر مامور ہوا کہ جس نے صوبۂ احمد آباد میں فساد برپا کر رکھا تھا تو عضدالدولہ اس (آصف جاہ) کے حسب طلب فوج لے کر پہنچا اور کچھ دنوں اس کے ہمراہ رہا - مالوہ کے مضاف جھابوا کی منزل سے وہ اپنے تعلقے کو روانہ ہوگیا - مبارز خاں عمادالملک کی لڑائی میں اس نے اچھی خدمات انجام دیں - اس کے بعد ۱۱۴۳ھ مطابق ۳۱-۱۷۳۰ع میں کسی مرض میں مبتلا ہو کر وہ فوت ہوگیا - شیخ برہان الدین غریب رحمۃاللہ علیہ کی درگاہ میں دفن ہوا -

وہ ذی علم تھا اور عمل میں بھی کوشش کرتا تھا - علماء کے ساتھ بہت تعظیم سے پیش آتا تھا - فقراء اور صلحاء کے ساتھ

---

۱ - خافی خاں جلد دوم صفحہ ۸۷۹

خوش اخلاق کا مظاہرہ کرتا تھا ۔ ظالموں کی بیخ کنی اور مظلوموں کو تقویت پہنچانے کی بہت کوشش کرتا تھا ۔ قانون عدالت کی محافظت اور اجرائے سیاست میں سریع الغضب تھا ۔

اورنگ آباد کی مسجد شاہ گنج اس کی بنوائی ہوئی ہے کہ جس کی تاریخ خجستہ بنیاد[1] ہے ۔ مسجد مذکور کے سامنے کا حوض اگرچہ حسین علی خاں کا تعمیر کردہ تھا لیکن اس کو اس نے اور وسیع کرایا ۔ اس کی حویلی اور بارہ دری جو شہر مذکور (اورنگ آباد) میں ہے ، دنیا میں مشہور ہے ۔ اس کا کھانا اچھا اور زیادہ ہوتا تھا ۔

اس کے لڑکوں میں سب سے بڑا لڑکا سید جمال خاں ہے کہ جو باپ کی زندگی ہی میں جوان ہوگیا تھا اور اس نے لڑائیوں میں بہادری اور دلاوری کے اعتبار سے شہرت حاصل کی ۔ مبارز خاں کی لڑائی کے بعد [۸۳۴] وہ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور باپ کی نیابت میں برار کی صوبیداری پر فائز ہوا ۔ باپ کے مرنے کے بعد معزول ہوگیا ۔

جس زمانے میں کہ آصف جاہ دارالخلافہ (دہلی) کے لیے روانہ ہوا اور نظام الدولہ ناصر جنگ کو اس نے دکن میں چھوڑا اور یہاں مرہٹوں نے سخت ہنگامے برپا کیے تو وہ برار کی صوبیداری پر متعین ہوا اور اسے 'قسورہ جنگ' کا خطاب ملا ۔ آصف جاہ کے (دہلی سے) واپس آنے کے بعد وہ ناصر جنگ کے ہمراہ شاہ برہان الدین غریب کے روضے میں جا کر بیٹھ گیا اور ناصرجنگ کی لڑائی میں باپ کے ہمراہ شریک ہوا ۔ آصف جاہ نے اس کی خطائیں معاف کرکے اپنے حضور میں طلب کر لیا اور جاگیر بحال کردی ۔ ۱۱۵۹ھ مطابق ۱۷۴۶ع میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس نے بہت سے لڑکے (یادگار) چھوڑے ۔

---

۱ ۔ خجستہ بنیاد سے '۱۱۳۵ھ' برآمد ہوتے ہیں (ق)

دوسرا لڑکا خواجہ مومن خاں ہے کہ جو آصف جاہ کے زمانے میں صوبہ حیدر آباد کی نیابت اور وہاں کی متصدی گری پر متعین ہوا ۔ اس کا علی خاں قراول کو تنبیہ کرنا بہت پسند کیا گیا کہ جو رگھو بھونسلہ کا نوکر تھا ۔ کچھ دنوں برہان پور کی نظامت پر بھی مامور رہا ۔ صلابت جنگ کی عمل داری میں اسے 'عضدالدولہ' کا خطاب ملا اور وہ دوبارہ ناندیر کی صوبیداری پر فائز ہوا ۔ آخر میں برار کے مضاف پرگنہ شیخ بابو پاتور کی جاگیرداری پر قانع ہوگیا ۔ چند سال ہوئے کہ اس نے دارالبقا کا راستہ لیا [۸۳۵] ۔ اس کے لڑکے بہت تھے ۔

تیسرا لڑکا خواجہ عبدالہادی خاں ہے کہ جو مدتوں ماہور کی قلعہ داری پر متعین رہا ۔ صلابت جنگ کی عملداری کے شروع زمانے میں تبدیل ہوگیا ۔ پھر اسی جگہ پر بحال ہوا ۔ 'ظہیرالدولہ قسورہ جنگ'، کا خطاب ملا ۔ چند سال ہوئے کہ اس کا انتقال ہوگیا ۔ اولاد اس کے بھی ہے ۔ نازک مزاج اور زندہ دل آدمی تھا۔ راقم الحروف مؤلف کتاب سے اچھے تعلقات تھے ۔

چوتھا لڑکا خواجہ عبدالرشید خاں بہادر ہمت جنگ ، پانچواں لڑکا خواجہ عبدالشہید خاں بہادر ہیبت جنگ ہے ۔ دونوں نظام‌الدولہ آصف جاہ کی سرکار میں ملازم ہیں ۔

۲۶۰
عبدالعزیز خاں بہادر

شیخ مقبول عالم نام ، شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کی اولاد میں ہے ۔ اس کے بزرگوں کا وطن قصبہ بلگرام کے پاس موضع اسئی ہے[۱]۔ اس کے دادا کا نام شیخ علاءالدین تھا اور شیخ 'الہدیہ' کے عرف سے معروف تھا ۔

---

۱ ۔ غالباً اس سے آسیون مراد ہے جو اناؤ (یو ۔ پی) کے ضلع میں ہے (ب)

کہتے ہیں کہ سید ابوالقاسم ولد سید خان محمد بن سید محمود بھتہ[1] کے تین لڑکے تھے - سید عبدالحکیم اور سید عبدالقادر اس بیوی کے بطن سے تھے کہ جو اہل قرابت سے تھی ، اور دوسری بیوی سے سید بدرالدین تھا کہ جس کی شادی موضع اسی میں ہوئی تھی - چوں کہ اس کے کوئی لڑکا نہ تھا اس لیے اس کی بیوی نے اپنے بھائی یا بہن کے لڑکے کو کہ حس کا نام شیخ الہدیہ تھا [۸۳۶] اپنی فرزندی میں لے لیا - جس زمانے میں کہ سید فاضل ولد سید عبدالحکیم دولت آباد دکن میں کسی امیر کی دیوانی پر متعین تھا تو شیخ مذکور (الہدیہ) اس کے ہمراہ تھا - امیر مذکور نے اس (الہدیہ) کی پیشانی سے قابلیت کے آثار معلوم کر لیے اور اپنا وکیل بنا کر لشکر میں بھیج دیا - چونکہ شیخ الہدیہ امور معاش میں اچھا سلیقہ رکھتا تھا ، آہستہ آہستہ اس نے معقول جماعت فراہم کر لی - اس کے تین لڑکے تھے- تیسرا لڑکا عبدالرسول خاں تھا کہ جو صاحب ترجمہ (عبدالعزیز خاں) کا باپ ہے -

خان مذکور (عبدالعزیز خاں) کو فیروز جنگ بہادر نے عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں بادشاہ کی خدمت میں حاضری اور روشناسی سے مشرف کرایا - اس کے بعد اسے مناسب منصب اور خطاب ملا - رفتہ رفتہ 'خدمت طلب خاں' کا خطاب ملا - صوبہ بیجاپور میں نلدرک کے قلعے اور صوبہ محمد آباد بیدر میں اوسا کے قلعے کی قلعداری اس کے سپرد ہوئی -

اس کے بعد اس نے اپنی حیثیت خاصی بڑھا لی - نظام الملک آصف جاہ کی عملداری میں جنیر کا قلعہ دار مقرر ہوا اور پہلے کی طرح اس سردار کی مہربانیوں سے بلند مرتبے پر فائز ہوا - جس زمانے میں کہ نظام الملک آصف جاہ ناصر جنگ شہید کو دکن

---

۱ - برٹش میوزیم کے مخطوطے میں ٹھٹھ لکھا ہے جو صحیح معلوم ہوتا ہے (ب)

میں چھوڑ کر محمد شاہ بادشاہ کے حضور میں روانہ ہوا اور مرہٹہ سردار باجی راؤ نے فساد شروع کیا اور لڑائی شروع کر دی ، ناصر جنگ کو لوگوں کے جمع کرنے کی فکر ہوئی ۔ اس نے عبدالعزیز خاں کو کہ جو بہادر اور مرہٹوں کے طریقے سے واقف تھا ، جنیر سے طلب کر لیا اور اپنے مشورے میں شامل کیا اور جنگ مرہٹہ کے خاتمے کے بعد [۸۳۷] اسے اورنگ آباد میں نائب صوبیداری پر فائز کیا ۔

نظام الملک آصف جاہ کے ہندوستان سے واپس آنے کے بعد جب باپ بیٹوں میں اختلاف ہوا اور ناصر جنگ نے خلد آباد روضہ میں جا کر کہ جو قلعہ دولت آباد سے دو کوس کے فاصلے پر ہے ، گوشہ نشینی اختیار کر لی ، تو عبدالعزیز خاں روضہ (خلد آباد) سے رخصت ہو کر نظام‌الملک آصف جاہ کے حضور میں پہنچا ۔ جب اس نے (آصف جاہ کی) عنایت میں کمی دیکھی تو نامہ و پیام کے ذریعے ناصر جنگ کے مزاج کو روضہ (خلد آباد) سے باہر آنے کے لیے ہموار کر لیا ۔ یہاں تک کہ وہ روضہ (خلد آباد) سے ملہیر پہنچا اور جمعیت و سامان فراہم کرکے اورنگ آباد کے باہر باپ (آصف جاہ) کے مقابلے کے لیے آ گیا اور جو ہونا تھا وہ ہوا ۔

جب معاملہ ختم ہو گیا اور کامیابی نہ ہوئی تو عبدالعزیز خاں جنیر چلا گیا ۔ پھر وسائل تلاش کرنے کے بعد جن میں سب سے عمدہ وسیلہ آصف جاہ کی حسن تدبیر اور درگزر تھا ، اپنی خطائیں معاف کرائیں ۔ اس نے محمد شاہ بادشاہ کے دربار میں خفیہ نوشت و خواند کرکے صوبہ گجرات کو اپنے لیے حاصل کرنے کی کوشش کی کہ جو مرہٹوں کے قبضے میں تھا ۔ اور جس زمانے میں کہ آصف جاہ ترچناپلی کے قریب چھاؤنی ڈالے ہوئے تھا ، وہ بہت سے آدمیوں کو نوکر رکھ کر اس صوبہ (گجرات) کے لیے روانہ ہو گیا ۔ مرہٹے راستے میں سدراہ ہوئے اور نوبت جنگ تک پہنچی

اور حسب تقدیر عبدالعزیز خان ۱۱۵٦ھ مطابق ۱۷۴۳ع میں شہید ہو گیا ۔

وہ صاحب جرأت اور عملداری کے کاموں سے واقف تھا ۔ [۸۳۸] روپیہ لینے کے معاملے میں وہ حساب اور بے حساب کی پروا نہیں کرتا تھا ۔

اس کے لڑکوں میں ایک کا نام محمود عانم خان ہے کہ جو باپ کے مرنے کے بعد جنیر کی قلعہ داری پر معین ہوا ۔ مدتوں اس خدمت پر رہا ۔ جب مرہٹے غالب آ گئے اور اسے کومک کی کوئی امید نہ رہی تو اس نے مرہٹوں سے جاگیر لے کر قلعہ ان کے سپرد کر دیا ۔ اس تالیف کے زمانے میں وہ زندہ ہے ۔

دوسرا لڑکا خدمت طلب خان تھا جو آخر میں نلدرک کی قلعداری پر فائز ہوا اور مر گیا ۔

۲٦۱

عمدۃالملک امیر خان میر اسحاق

امیر خان میر میراں[۱] کا لڑکا ہے ۔ پہلے اس کا خطاب 'عزیزاللہ خاں' تھا ۔ جہاندار شاہ کی لڑائی میں اس نے محمد فرخ سیر کے ہمراہ اچھی خدمات انجام دیں ۔ فتح کے بعد وہ سلاح خانہ کا مہتمم اور مرغ خانہ[۲] کا داروغہ مقرر ہوا ۔

دوسرے سال جلوس محمد شاہی میں جب حسین علی خان ، محمد شاہ بادشاہ کے ہمراہ دکن کے لیے روانہ ہوا تو وہ قطب الملک (عبداللہ خان) کے ہمراہ شاہجہان آباد آیا ۔ اس کے بعد جب

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو مآثرالامراء اردو ترجمہ (جلد اول) صفحہ ۲۷۲—۲۸۱ (ق)

۲ ۔ متن میں قوشخانہ اور اختلاف نسخ میں توشہ خانہ ہے (ق)

قطب‌الملک (عبداللہ خاں) نے سلطان ابراہیم کو ہمراہ لے کر بادشاہی فوج سے مقابلہ کیا تو خان مذکور (امیر خاں) اس کی ہراول فوج میں تھا -

قطب‌الملک (عبداللہ خاں) کی گرفتاری کے بعد وہ پناہ کی غرض سے ایک باغ میں بیٹھ گیا - اسی دوران میں اس نے سنا کہ سلطان ابراہیم تباہ حالت میں اس طرف حیران و پریشان پھررہا ہے - چنانچہ وہ (امیر خاں) سلطان ابراہیم کو باغ میں لایا اور بادشاہ (محمد شاہ) کو عرضی لکھی اور سلطان [۸۳۹] مذکور (ابراہیم) کو وہ اپنے ہمراہ (بادشاہ کے حضور میں) لایا - اس پر بہت سی شاہی عنایات ہوئیں - عہد مذکور (محمد شاہی) میں مدتوں بخشی گری سوم کے عہدے پر سرفراز رہا -

چوں کہ بادشاہ (محمد شاہ) آرام طلب اور عیاش مزاج تھا ، اس (امیر خاں) کی گفتگو بادشاہ کو بہت پسند آتی تھی ، کیونکہ اس کی گفتگو رنگین و لطیف ہوتی تھی - بادشاہ سے ایسی صحبت موافق بیٹھی کہ وہ ہر وقت بادشاہ کی محفل میں باریاب رہتا تھا - رفتہ رفتہ اسے عمدہ منصب اور 'عمدۃالملک' کا خطاب ملا اور اس کے ہم عصر اس سے حسد کرنے لگے -

چونکہ بادشاہ (محمد شاہ) کسی کام کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا للہذا دوسرے امراء نے اس بات کو اس (امیر خاں) کے سکھانے پر محمول کیا اور بادشاہ کے حضور سے اس کو علیحدہ کرنے کے سلسلے میں مبالغے سے کام لیا - للہذا امیر خاں الہ آباد کی نظامت پر مامور ہوا اور ۱۱۵۲ھ مطابق ۴۰-۱۷۳۹ع میں وہ اس صوبہ (الہ آباد) کو روانہ ہوگیا -

---

۱۱۵۶ھ مطابق ۴۴-۱۷۴۳ع میں وہ بادشاہ کے حسب طلب پھر حضور میں پہنچا - بادشاہ کی اس پر بہت مہربانیاں اور عنایات ہوئیں - اس کی درخواست پر اودھ کا ناظم صفدر جنگ ،

کہ دونوں (امیر خاں اور صفدر جنگ) میں بہت اخلاص تھا ، بادشاہ کے حضور میں طلب ہوا اور اسے توپ خانے کا داروغہ مقرر کیا گیا - پھر دونوں نے متفق ہو کر بادشاہ (محمد شاہ) سے علی محمد خاں روہیلہ پر چڑھائی کرائی کہ جس کا حال علیحدہ لکھا گیا ہے - لیکن اعتمادالدولہ قمرالدین خاں کے نفاق کی وجہ سے کچھ پیش نہ گئی - اس زمانے میں ہر خاص و عام کی زبان پر تھا کہ اس (امیر خاں) کو وزارت ملے گی [۸۳۰] -

۲۳ ذی الحجہ ۱۱۵۹ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۷۴۶ع کو وہ بادشاہ (محمد شاہ) کے حسب طلب دربار میں جا رہا تھا - جب دیوان خاص کے دروازے کے قریب پہنچا تو اس کے نئے ملازم شدہ نوکروں میں سے ایک نوکر نے جمدھر مار کر ختم کر دیا -

وہ بہت حاضر جواب اور لطیفہ گو تھا - بادشاہ کی مصاحبت کے بعد وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا - بہت سے فنون میں اسے مہارت حاصل تھی - شعر کہتا تھا - انجام تخلص تھا[1] - یہ شعر اسی کا ہے :

شعر

من از جمعیت آسودگان خاک دانستم
کہ غیر از خشت بھر خواب راحت نیست بالینے

---

۱ - عمدۃالملک امیر خاں انجام کے حالات اردو شاعری کے اکثر تذکروں میں ملتے ہیں - مثلاً ملاحظہ ہو :

(۱) یادگار شعراء صفحہ ۳۳

(۲) تذکرہ ریختہ گویاں (گردیزی) صفحہ ۲۰

(۳) مخزن نکات صفحہ ۳۱—۳۲

(۴) گلشن ہند صفحہ ۱۴—۱۵

(۵) مجموعۂ نغز صفحہ ۸۰ (ق)

۲۶۲
علی محمد خان روہیلہ

کہتے ہیں کہ وہ اصل میں افغان نہ تھا ۔ چونکہ مدتوں اس قوم (افغان) کے ایک آدمی کے ساتھ رہا اور چونکہ وہ (آدمی) مالدار اور لاوارث مرا لہذا اس نے اپنی زندگی ہی میں اس کو (اپنے مال پر) قابض کر دیا تھا[۱] ۔

---

۱ ۔ اورنگ زیب عالم گیر کے انتقال کے بعد جب دہلی کی مرکزی حکومت کمزور ہوگئی تو صوبیداروں نے خود سری اختیار کی ۔ اس زمانے میں ایک روہیلہ سردار داؤد خاں نے کٹھیر میں آ کر قسمت آزمائی کی اور جمعیت بہم پہنچا کر زمینداروں کی نوکری کا سلسلہ شروع کردیا ۔ ان ہی لڑائیوں کے سلسلے میں داؤد خاں کو موضع بانکولی متعلقہ پرگنہ کابر تحصیل بہیڑی ضلع بریلی (یو ۔ پی) سے ایک بچہ ملا ۔ مشہور ہے کہ وہ جاٹ کا بچہ تھا ۔ اس بچے کو داؤد خاں نے مثل اولاد کے پرورش کیا اور نہایت توجہ سے مروجہ تعلیم دلائی اور جملہ فنون سپہ گری سکھائے ۔ یہی لڑکا نواب علی محمد خاں روہیلہ کے نام سے مشہور ہوا اور کٹھیر میں روہیلہ حکومت کا بانی ہوا ۔ ۱۱۳۹ھ مطابق ۲۷—۱۷۲۶ع میں داؤد خاں مارا گیا ۔ داؤد خاں کے مشیروں اور کارپردازوں نے متفقہ طور سے علی محمد خاں کو سردار تسلیم کر لیا ۔ (ملاحظہ ہو اخبارالصنادید جلد اول صفحہ ۶۰—۱۹۷ ، انتخاب یادگار صفحہ ۹—۶۸)

نواب علی محمد خاں ، روہیلہ سردار داؤد خاں (بھڑیچ) کے جانشین تھے لہذا روہیلہ مشہور ہوئے ۔ نواب کلب علی خاں کے زمانے سے نوابان رام پور نے خود کو 'سید' لکھنا شروع کردیا ۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو راقم الحروف کا ایک تفصیلی نوٹ علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول مرتبہ محمد ایوب قادری (کراچی ۱۹۶۰ع) ۱۹۰—۱۹۲ (ف)

(علی محمد خان روہیلہ) اس کا مال لے کر شروع میں آنولہ[1] اور بن گڑھ[2] میں سکونت پزیر رہا کہ جو دامن کوہ کمایوں میں شمالی دہلی کے پرگنے ہیں - کچھ دنوں اس نے اس علاقے کے زمینداروں اور فوجداروں کی نوکری کی - اس کے بعد اس نے طاقت حاصل کر کے اعتمادالدولہ قمرالدین خاں کی جاگیر بانس بریلی اور مرادآباد کو ویران کیا - اس وجہ سے اعتمادالدولہ نے ہر نند نامی متصدی کو اپنی جاگیر کے بندوبست کے واسطے مقرر کیا - اس نے جنگ شروع کردی اور متصدی مذکور (ہر نند) کو [۸۳۱] شکست فاش دے کر بہت سے مال غنیمت اور توپ خانے پر قبضہ کر لیا - اعتمادالدولہ سے اس کا کوئی تدارک نہ بن پڑ سکا -

اس کے بعد اس نے بغاوت کا طریقہ اختیار کر لیا - روہ سے بہت سے آدمی بلا کر کہ جو افغانوں کا وطن ہے ، بادشاہی ملک کے کچھ حصے پر اور راجا کمایوں کے کچھ علاقے پر اس نے قبضہ کرلیا - ہندوستان کے سلاطین کے انداز پر اس نے سرخ خیمے تیار کرائے ، لہذا بادشاہ (محمد شاہ) خود اس کی تنبیہ کے لیے متوجہ ہوا - فتح مند شاہی لشکر کے بدقماش لوگ پہلے ہی سے دوڑ پڑے اور انھوں نے آنولہ کو آگ لگا دی[3] -

---

۱ - آنولہ ، ضلع بریلی ، قسمت روہیل کھنڈ (یو - پی ، انڈیا) کا ایک قدیم قصبہ ہے - روہیلوں کے زمانے میں اس شہر کو خاصی ترقی ہوئی - مسجدوں کی کثرت کے لیے آج بھی یہ قصبہ مشہور ہے - خاکسار مترجم محمد ایوب قادری کا مولد و منشاء ہے (ق)

۲ - بن گڑھ روہیلوں کی پہلی پناہ گاہ تھا - آج کل یہ گاؤں ضلع بدایوں (یو - پی) میں ہے - روہیلوں کے زمانے کا ایک کنواں موجود ہے (ق)

۳ - صفدر جنگ صوبیدار اودھ کے علاقے سے متصل روہیل کھنڈ میں روہیلے طاقت پکڑ رہے تھے - یہ بات صفدر جنگ کو پسند

(باقی اگلے صفحے پر)

آخر وزیر (اعتمادالدولہ قمرالدین خاں) کی وساطت سے صلح کی بات چیت ہوئی اور وہ (علی محمد خاں) بادشاہ (محمد شاہ) کی خدمت میں حاضر ہوا - اگرچہ وزیر (قمرالدین خاں) کے متصدی ہیر نند کو (علی محمد خاں نے) غارت کر دیا تھا ، لیکن عمدۃالملک (امیر خاں) اور صفدر جنگ کو زک دینے کی وجہ سے وزیر نے اس کی طرفداری کی اور اس ضلع (بریلی وغیرہ) کے مقامات کے عوض میں اسے (علی محمد خاں کو) سرکار سرہند کی فوجداری ملی - ۱۱۶۱ھ میں شاہ درانی کی آمد آمد کے زمانے میں وہ سرہند سے اپنے پرانے محالات آنولہ اور بن گڑھ کو چلا گیا اور اسی سال اس کا انتقال ہوگیا[1] -

---

نہ تھی - لٰہذا اس نے بادشاہ کو روہیلوں کی بیخ کنی کے لیے آمادہ کیا - کہا جاتا ہے کہ اس میں صفدر جنگ اور روہیلوں کے اختلاف عقائد کو بھی دخل تھا - محمد شاہ بادشاہ نے ۱۱۵۱ھ مطابق ۱۷۳۹ع میں علی محمد خاں پر تاخت کی (ف)

۱ - علی محمد خاں کا انتقال ۳ شوال ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ع کو ہوا - ہم عصر شاعر کاظم خاں شیدا نے تاریخ کہی ہے :

طبل رحلت زد سوئے ملک بقا تا علی محمد نواب نامدار
چرخ نیلی خود بہ روز از موج غم کور شد با دیدہ ہائے صد ہزار
صبح را خورشید بر دل‌گشتہ داغ با لباس نیل‌گوں شب سوگوار
ریخت شبنم از سرشک عندلیب گل گریباں می‌درد بے اختیار
کرد زیں غم کشور ہندوستاں چشم خودگنگ و جمن لیل و نہار
از بلاد ہند تا مسکوں روہ نیست افغاں را ورائے گریہ کار
سال ایں ماتم بتو گردد جلی 'ہے ہے افغاں' اگر گیری شمار
۱۱۶۲ھ

(دیوان کاظم خاں شیدا مرتبہ ڈاکٹر انوارالحق ، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور صفحہ ۱۰۵۶—۱۰۵۷)

حافظ رحمت خاں نے ایک عالی شان مقبرہ بنوایا جو آج بھی موجود ہے - اخبارالصنادید جلد اول صفحہ ۱۸۹ (ق)

اس کے لڑکے سعداللہ خاں ، عبداللہ خاں اور فیض اللہ خاں تھے[1]۔ پہلا لڑکا (کسی) مرض میں مر گیا[2]۔ دوسرا لڑکا حافظ رحمت خاں کے ہمراہ مارا گیا[3]۔ تیسرا لڑکا رام پور[4] میں اس کتاب کی تالیف کے زمانے میں موجود ہے۔

---

۱ - نواب علی محمد خاں کے چھ لڑکے تھے - ان تین کے علاوہ محمد یار خاں ، اللہ یار خاں اور مرتضیٰ خاں تھے - ملاحظہ ہو اخبارالصنادید جلد اول صفحہ ۱۹۶ (ق)

۲ - نواب علی محمد خاں کے بعد نواب سعداللہ خاں سردار مقرر ہوئے - ۵ شعبان ۱۱۷۵ھ کو ان کا انتقال ہوا - اخبارالصنادید جلد اول صفحہ ۳۵۶ (ق)

۳ - دوسرے لڑکے نواب عبداللہ خاں ، حافظ رحمت خاں کے ہمراہ نہیں مارے گئے۔ وہ اوجھیانی (ضلع بدایوں) کے نواب تھے اور وہیں ان کا ۱۱۸۰ھ میں انتقال ہوا - مقبرہ ابھی تک قائم ہے - مقبرے کے دروازے پر مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کندہ ہے :

انی دارالبقا من دار فان   فلما ذھب نواب عبداللہ خان
قالو الملائکۃ بصوت حزین   لفتحت علیہ ابواب الجنان

۱۱۸۰ھ

اخبارالصنادید جلد اول (صفحہ ۲۹۰) میں ۱۱۸۱ھ سال وفات لکھا ہے - نیز دیکھیے کنزالتاریخ از رضی الدین بسمل بدایونی (بدایوں ۱۹۰۷ع) صفحہ ۹۶ -

نواب عبداللہ خاں کو شعر و شاعری کا ذوق تھا - عاصی ، آزاد اور مبتلا تخلص تھا - تقسیم ملک ۱۹۴۷ع کے بعد مولوی حافظ عبدالصمد قادری (ف ۱۹۶۰ع) نے اس مقبرے میں ایک مدرسہ قائم کر لیا - خاکسار مترجم محمد ایوب قادری اوجھیانی کے دوران قیام (اکتوبر ۱۹۴۵ع تا اپریل ۱۹۵۰ع) میں اکثر فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوتا تھا (ق)

۴ - متن میں رام گڑھ لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے (ق)

اس کے ہمراہیوں میں سے حافظ رحمت خاں اور دوندے خاں اس کے متعلقہ ملک پر قابض ہوگئے اور انھوں نے سردار کی حیثیت سے شہرت حاصل کی ۔ حافظ رحمت خاں اور دوندے خاں چچا زاد بھائی تھے[1] اور پہلے (حافظ رحمت خاں) سے اس افغان کی قرابت قریبہ تھی[2] کہ جو علی محمد خاں کا سرپرست تھا [۸۰۲] ۔

دوسرا (دوندے خاں)[3] بیمار ہو کر فوت ہوا۔ پہلا (حافظ رحمت خاں) مدتوں زندہ رہا ۔ یہاں تک کہ صفدر جنگ ابوالمنصور خاں

---

۱ ۔ شہاب‌الدین ایک مرتاض اور خدا رسیدہ بزرگ تھے ۔ ہزارہ کے علاقے میں متصل موضع شاہی دیر دفن ہوئے ۔ ان کے تین بیٹے (۱) حسن (۲) محمود خاں (یاموتی خاں) اور (۳) پائی خاں تھے۔ محمود خاں (یاموتی خاں) کے پانچ بیٹے (۱) آزاد خاں (۲) شہزاد خاں (یا شہداد خاں) (۳) حکیم خاں (۴) حسن خاں (۵) شاہ عالم خاں تھے ۔ حسن خاں کے بیٹے دوندے خاں اور شاہ عالم خاں کے بیٹے حافظ رحمت خاں تھے ۔ ملاحظہ ہو :

حیات حافظ رحمت خاں صفحہ ۳۷—۳۸ ۔

اخبارالصنادید جلد اول صفحہ ۵۶—۵۷

گلستان رحمت از محمد مستحاب خاں (قلمی) صفحہ ۱۰—۱۱ (مملوکہ محمد ایوب قادری)

۲ ۔ داؤد خاں کے باپ کا نام اللہ داد خاں غلزئی تھا ۔ شاہ عالم خاں کے کوئی اولاد نہ تھی ، اس نے داؤد خاں کو اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا ۔ اس کے بعد شاہ عالم خاں کے کئی لڑکے ہوئے۔ حافظ رحمت خاں کی اولاد نے جب تاریخیں لکھیں تو داؤد خاں کو شاہ عالم خاں کا مملوک اور غلام ثابت کیا ۔ ملاحظہ ہو :

اخبارالصنادید جلد اول صفحہ ۵۹—۶۰ (ق)

۳ ۔ دوندے خاں بسولی (ضلع بدایوں) کے نواب تھے ۔ وہیں ۱۱۸۵ع میں انتقال ہوا ۔ بڑے بہادر اور جری انسان تھے۔ ملاحظہ ہو اخبارالصنادید جلد اول صفحہ ۳۹ ۔

کے لڑکے شجاع الدولہ نے ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۴ع میں اس پر فوج کشی کی ۔ جنگ کے بعد (حافظ رحمت خاں) مقتول ہوا ۔ اس کے بعد اس قوم[1] کے کسی شخص کو شہرت نصیب نہ ہوئی ۔

۲۶۳

علی وردی خاں میرزا بندی

کہتے ہیں کہ وہ اور اس کا بھائی حاجی احمد دونوں ، حاجی محمد کے لڑکے ہیں کہ جو شاہزادہ محمد اعظم کی سرکار میں باورچی خانے کا داروغہ تھا ۔ خان مذکور (علی وردی خاں) اپنی کم حیثیتی کے زمانے میں ناظم بنگالہ شجاع الدولہ سے متعارف تھا۔ محمد شاہ بادشاہ کے عہد حکومت میں حاجی احمد کے ساتھ وہ اس صوبے (بنگالہ) کو گیا ؛ وہاں اس کا افلاس ختم ہوگیا ۔

شجاع الدولہ بہت گرم جوشی سے پیش آیا اور اس نے دونوں بھائیوں کے واسطے مدد خرچ مقرر کردیا ۔ ان کو اپنا جلیس و انیس بنایا ۔ کوئی کام ان کے مشورے کے بغیر نہیں کرتا تھا ۔ بادشاہ (محمد شاہ) کے حضور میں لکھ کر مناسب منصب اور خان مذکور کے لیے 'علی وردی خاں' کا خطاب حاصل کیا ۔

جب پٹنہ کا صوبہ بنگالہ کے ضمیمے کے طور پر اس کے نام مقرر ہوا تو اس نے علی وردی خاں کو وہاں بطور نائب مقرر کردیا ۔ اس نے شجاع الدولہ کی زندگی میں خود سری کے انداز اختیار کیے ۔ بادشاہ کے حضور سے 'مہابت جنگ' کا خطاب اور پٹنہ کی صوبیداری اصالۃً [۸۴۳] حاصل کرلی ۔ شجاع الدولہ نے طوعاً و کرہاً صوبیداری اس کو دی ۔

---

۱ ۔ نواب علی محمد خاں کے فرزند فیض اللہ خاں رام پور کے نواب ہوئے اور ان کی اولاد میں ۱۹۴۸ع تک نوابی رہی ۔ ۱۹۴۸ع میں ریاست رام پور ختم ہوگئی اور اس سلسلے کے آخری نواب سر رضا علی خاں تھے جن کا انتقال مارچ ۱۹۶۶ع میں ہوگیا (ق)

شجاع الدولہ[1] کے فوت ہو جانے کے بعد علی وردی خاں نے ۱۱۵۲ھ مطابق ۱۷۳۹ع میں بنگالہ حاصل کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ بنگالہ کی صوبیداری پر اس (شجاع الدولہ) کا لڑکا علاءالدولہ سرفراز خاں مقرر ہوا تھا اور اس نے کنجوسی کی وجہ سے کہ جو ریاست کے منافی ہے ، اکثر سپاہ کو بر طرف کر دیا تھا - وہ (علی وردی خاں) ایک بڑی فوج کے ہمراہ سرفراز خاں سے ملاقات کرنے کے بہانے مرشد آباد روانہ ہوا - اپنے بھائی حاجی احمد کو کہ جو سرفراز خاں کے کاموں میں دخیل تھا ، اپنے مافی الضمیر سے مطلع کیا - حاجی مذکور فریب کے درپے ہوا - مہابت جنگ جب قریب پہنچا تو سرفراز خاں متنبہ ہوا اور تھوڑے سے آدمیوں کو لے کر مرشد آباد سے باہر آیا - کچھ ہاتھ پاؤں مارے اور ۱۱۵۳ھ مطابق ۱۷۴۰ع میں قتل ہو گیا[2] -

شجاع الدولہ کا داماد مرشد قلی خاں کہ جس کا مخلص مخمور تھا ، اس وقت اڑیسہ کا ناظم تھا - ایک فوج فراہم کر کے علی وردی خاں سے لڑنے کے لیے آیا - اس نے دو مرتبہ شکست کھائی اور وہ آصف جاہ کے پاس دکن پہنچا - میر حبیب اردستانی کہ جو مرشد قلی خاں کا بخشی تھا ، صوبہ برار کے مکاسدار رگھو بھونسلہ کے پاس پہنچا اور اس کو بنگالہ فتح کرنے کی تحریک کی -

رگھو بھونسلہ نے ایک بڑی فوج اپنے دیوان بھاسکر پنڈت اور علی قراول کی سرداری میں کہ جو اس کے رفقاء میں ایک عمدہ سردار تھا ، بنگالہ بھیجی - تقریباً ایک مہینے تک قتال و جدال [۸۴۴] جاری رہا - علی وردی خاں نے صلح کی تحریک کی -

---

۱ - موتمن الملک شجاع الدولہ نواب شجاع الدولہ محمد خاں بہادر اسد جنگ (۱۷۲۵ع-۱۷۳۹ع) - ملاحظہ ہو سراج الدولہ از محمد عمر (نور الٰہی) دہلی ۱۹۴۶ع صفحہ ۶۰-۶۶
۲ - ملاحظہ ہو سراج الدولہ ، صفحہ ۶۶-۷۱

بھاسکر پنڈت اور علی قراول کو بائیس سرداروں کے ہمراہ ضیافت کے بہانے سے بلا کر سب کو قتل کرا دیا ۔ موج بنات النعش کی طرح منتشر ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی ۔ رگھو اور میر حبیب ناامید اور شکست خوردہ واپس ہوئے ۔ لیکن وہ ہر سال بنگالہ کو تاخت و تاراج کرنے کے لیے فوج بھیجتے تھے، یہاں تک کہ علی وردی خاں نے رگھو کے لیے سالانہ رقم مقرر کر دی اور اس کے عوض میں اڑیسہ کا صوبہ دے دیا ۔ اور اپنے ملک کو لوٹ مار سے محفوظ کر لیا ۔ تیرہ سال تک اس نے نہایت اطمینان سے حکومت کی[1] ۔

اس کے مرنے کے بعد اس کے نواسے نے کہ جس کا خطاب 'سراج الدولہ' تھا ، دس مہینے تک حکومت کی ۔ اسی دوران میں اس نے بندر کلکتہ کو لوٹ لیا ۔ اس کے بعد انگریزوں کی فوج سے اس نے شکست کھائی اور کشتی میں سوار ہو کر فرار ہو گیا ۔ جب وہ (سراج الدولہ) راج محل پہنچا ، اس کے ایک نوکر نظام نے اس کو گرفتار کرکے اس کے بخشی میر جعفر کے سامنے پیش کر دیا کہ جس کے گھر میں مہابت جنگ کی بہن تھی اور جو انگریزوں سے ساز باز رکھتا تھا ۔ اس (میر جعفر) نے (سراج الدولہ) کو ظلم سے قتل کرا دیا[2] ۔

میر جعفر 'شمس الدولہ جعفر علی خاں' کے خطاب سے مشہور ہوا اور انگریزوں کی مدد سے وہاں (بنگالہ) کا حاکم ہوا ۔۱۱۷۲ھ مطابق ۵۹-۱۷۵۸ع میں جب سلطان عالی گہر نے پٹنہ کے قریب پہنچ کر محاصرہ کر لیا تو اس (میر جعفر) کا لڑکا صادق علی خاں عرف 'میرن' [۸۳۵] دوبارہ کومک لے کر پٹنہ پہنچا ۔ اس نے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو سراج الدولہ صفحہ ۱۲۷ ۔ علی وردی خاں کا انتقال ۹ اپریل ۱۷۵۶ع کو ہوا ۔

۲ ۔ ۱۵ شوال ۱۱۷۵ھ

لڑائی میں بہادری دکھائی اور زخمی ہوا ۔ جب شاہزادہ (عالی گہر) نے مرشد آباد کا رخ کیا تو وہ صادق علی خاں جلدی سے جا کر باپ سے مل گیا ۔

اس کے بعد وہ (صادق علی خاں) پورنیہ کی طرف گیا کیونکہ وہاں کا حاکم خادم حسن خاں[1] مخالفت کر رہا تھا ۔ وہاں پہنچ کر پورنیہ کے مضاف بتیا کے قریب ۱۱۷۳ھ مطابق جولائی ۱۷۶۰ع میں اچانک اس پر ایک رات بجلی گری کہ جس نے اس کے خرمن حیات کو بھونک ڈالا ۔

ع 'بناگہ برو افتادہ بمیرن'
۱۱۷۳ھ

اس واقعہ کی تاریخ ہے ۔

اس حادثے کے وقوع پذیر ہونے کے بعد جعفر علی خاں کے داماد قاسم علی خاں نے خسر کو بے دخل کرکے خود تسلط جما لیا ۔ لہذا جعفر علی خاں کلکتہ چلا گیا ۔ آخر قاسم علی خاں کی انگریزوں سے نہ نبھ سکی اور جعفر علی خاں کو دوبارہ حکومت ملی ۔ قاسم علی خاں وہاں سے چلا آیا ۔ (وہ) بادشاہ وقت (شاہ عالم ثانی) اور شجاع الدولہ وزیر کو اس صوبہ (بنگالہ) پر حملہ آور کی حیثیت سے لےگیا ۔ کوئی معاملہ نہ بن سکا ۔ مدتوں اپنے مقصد کی حصولیابی کی غرض سے وہ بادشاہ کے حضور میں رہا ۔ جب کچھ فائدہ نہ ہوا تو ادھر ادھر زندگی گزارنے لگا ۔ اس کا انجام معلوم نہ

---

۱ ۔ خادم حسن خاں حالات خراب ہونے کے بعد پورنیہ چھوڑ کر فرخ آباد آئے اور یہیں ان کا انتقال ہوا ۔ عہد بنگش صفحہ ۲۵۷ - ۲۵۸ و تاریخ فرخ آباد از ولیم ارون صفحہ ۹۳

ہوا[1]، لیکن جعفر علی خان ۱۱۷۸ھ مطابق ۱۷۶۵ع میں فوت ہوگیا۔

اس کے بعد اس کا لڑکا نجم الدولہ مسند حکومت پر بیٹھا اور ۱۱۷۹ھ مطابق ۱۷۶۶ع میں اس کا بھی انتقال ہوگیا ۔ اس کے بعد چند سال تک سیف الدولہ اور چند مہینے تک [۸۴۶] مبارک الدولہ ریاست پر متمکن رہا - ۱۱۸۵ھ مطابق ۷۲-۱۷۷۱ع میں صوبہ بنگالہ و بہار کلیۃً انگریزوں کے قبضے میں آ گئے ۔

۲۶۳
عمادالملک

امیرالامراء فیروز جنگ[2] خلف نظام الملک آصف جاہ[3] کا لڑکا

---

۱ - قاسم علی خان نے جب انگریزوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بننا پسند نہیں کیا تو انگریزوں نے ۱۷۶۲ع میں دوبارہ میر جعفر کو مرشد آباد کا نواب بنا دیا ۔ جنگ بکسر کے بعد ۱۷۶۴ع میں قاسم علی خان بریلی پہنچے۔ حافظ رحمت خان نے بہت دل دہی اور خاطر مدارات کی اور آنولہ سے تین کوس کے فاصلے پر مقام اتر چھینڈی میں نواب سعداللہ مرحوم کی حویلی میں مقیم کیا جہاں وہ پانچ سال رہے - ۱۷۷۰ع میں وہاں سے گوہد (نزدگوالیار) پہنچے ۔ انھوں نے حیدر علی خان اور فرانسیسیوں سے بھی خط و کتابت کی ۔ انگریز سخت متفکر ہوئے - ۱۷۷۷ع میں قاسم علی خان کا دہلی میں انتقال ہوا اور وہ شاہ مردان میں دفن ہوئے - (ملاحظہ ہو سیرالمتاخرین از غلام حسین طباطبائی (لکھنؤ ۱۸۹۷ع) صفحہ ۶۹۳—۷۱۵ ، تواریخ ڈھاکہ از رحمان علی طیش (آرہ ۱۹۱۰ع) صفحہ ۱۱۰—۱۱۱ ، تاریخ جدید صوبہ اڑیسہ و بہار از اولاد حیدر فوق (پٹنہ ۱۹۱۵ع) صفحہ ۳۱۰—۳۱۵ - عہد بنگش ۲۵۲—۲۵۳

۲ - ملاحظہ ہو مآثرالامراء (اردو ترجمہ) صفحہ ۳۵۷-۳۵۸

۳ - ملاحظہ ہو مآثرالامراء جلد سوم صفحہ ۸۳۷-۸۴۸

اور اعتمادالدولہ قمرالدین خاں کا نواسا ہے ۔ اس کا اصلی نام میر شہاب‌الدین ہے ۔ جب اس کا باپ دکن کی نظامت پر مامور ہو کر اس علاقے (دکن) کو چلا گیا تو اس (فیروز جنگ) نے احمد شاہ بادشاہ کے حضور میں اس (عمادالملک) کو نائب میر بخشی‌گری کے منصب پر چھوڑا اور صفدر جنگ وزیر کے سپرد کر گیا ۔

اس کے بعد جب اس (فیروز جنگ) کے مرنے کی خبر دکن سے ملی تو اس نے موقع کو ہاتھ سے نہیں دیا اور صفدر جنگ سے اس قدر تعلقات پیدا کر لیے کہ بطور مروت میر بخشی‌گری کے عہدے پر اس کا تقرر ہو گیا ، اور باپ کا خطاب (فیروز جنگ) اس کو ملا ۔

اس کے بعد جب اس نے بادشاہ کے مزاج میں دخل حاصل کر لیا تو بادشاہ کا مزاج صفدر جنگ کی طرف سے مکدر ہو گیا اور وہ اپنے ماموں خانخاناں کے ہمراہ فوج کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گیا اور موسوی خاں کو قلعے سے باہر کر دیا کہ جو صفدر جنگ کی نیابت میں چار سو آدمیوں کے ہمراہ میر آتشی کی خدمات انجام دے رہا تھا اور اس خدمت پر خاندوراں کے لڑکے کو مقرر کر دیا ۔

صفدر جنگ دوسرے دن بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور میر آتش (موسوی خاں) کی بحالی کے سلسلے میں بہت مبالغہ کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ حکم ہوا کہ کوئی دوسری خدمت [۸۴۷] طلب کرو ۔ اس نے میر بخشی گری ، عمادالملک کی بجائے سادات خاں ذوالفقار جنگ کو دلوا دی ۔ جب بادشاہ کو صفدر جنگ سے تکدر خاطر ہوا تو عمادالملک نے چاہا کہ صفدر جنگ کو اکھاڑ دے ۔ چھ مہینے تک اس سے لڑتا رہا ۔ اور جنگ مذکور کے دوران میں اس (عمادالملک) نے مالوہ سے ملہا رراؤ ہولکر کو اور ناگور سے جے آپا کو کمک کے لیے بلایا ، لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے صفدر جنگ سے مصالحت ہو گئی ۔

عمادالملک ، ہولکر اور جے آپا مرہٹہ مل کر سورج مل جاٹ پر حملہ آور ہوئے۔ انھوں نے بھرت پور ، کمھنیر اور ڈیگ کا محاصرہ کر لیا کہ تینوں جاٹ (سورج مل) کی عملداری کے مضبوط قلعے ہیں ۔ چوں کہ قلعہ گیری کے لیے عمدہ اسباب توپ کی مار ہے، عمادالملک نے مرہٹہ سرداروں کی درخواست بادشاہ کے حضور میں عاقبت محمود خاں کشمیری کے ذریعے سے بھیجی کہ جو اس کا مدارالمہام تھا (اور اس درخواست میں) اضراب توپ کی استدعا کی گئی تھی ۔

اعتمادالدولہ قمرالدین خاں کے بیٹے انتظام‌الدولہ وزیر نے عمادالملک کی ضد میں بادشاہ کو اضراب توپ بھیجنے سے باز رکھا۔ عاقبت محمود خاں نے اکثر بادشاہی منصب داروں اور توپ خانے کے آدمیوں کو اس وعدے پر اپنے ساتھ ملا لیا کہ اگر عمادالملک کا دور (وزارت) آ گیا تو تمھارے ساتھ ایسی ایسی مراعات کی جائیں گی اور انتظام‌الدولہ کو ختم کرنے کی کوشش کی ۔ ایک مقررہ دن انتظام‌الدولہ کے گھر پر چڑھ دوڑا اور داروگیر کا ہنگامہ [۸۴۸] گرم کر دیا ۔ اس روز کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی اور داسنہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا ۔ لوٹ مار شروع کر دی ۔ بادشاہ کے محالات خالصہ کو لوٹنا اور منصب داروں کی جاگیر کو برباد کرنا شروع کردیا کہ جو دارالخلافہ (دہلی) کے قرب و جوار میں تھیں ۔

اسی دوران سورج مل جاٹ نے کہ جو اہل محاصرہ کے ہاتھوں تباہ ہو گیا تھا ، بادشاہ سے امداد کی درخواست کی ۔ بادشاہ بظاہر شکار اور انتربید (دوآبہ) کے انتظام کے لیے اور در پردہ جاٹ (سورج مل) کی کومک کے لیے دہلی سے روانہ ہوا ۔ سکندرہ میں اس نے قیام کیا ، اور عاقبت محمود خاں کو کہ جس نے قرب و جوار میں ہنگامہ برپا کر رکھا تھا ، تسلی اور دلاسا دے کر اپنے حضور میں طلب کیا ۔ عاقبت محمود خاں خورجہ سے اکیلا بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور پھر خورجہ لوٹ گیا ۔

مقدرات الٰہی سے یہ بات ہوئی کہ ہولکر کے دل میں آیا کہ احمد شاہ نے اضراب توپ کے دینے میں تغافل برتا، اب (بادشاہ دہلی سے) باہر آیا ہوا ہے لہٰذا جا کر رسد ، غلہ اور بادشاہی لشکر کی گھاس بند کر دینی چاہیے - اس کو پریشان کرکے توپیں حاصل کرنی چاہئیں اور اس نے سوچا کہ اس کام کو بغیر کسی شریک و سہیم کے انجام کو پہنچائے-

عمادالملک اور جے آپا کو بغیر خبر کیے ہوئے رات کو کوچ کر دیا - متھرا کے گھاٹ سے دریائے جمنا کو عبور کیا اور اس رات کو ہولکر احمد شاہ کے لشکر کے قریب پہنچا جبکہ عاقبت محمود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر [۸۳۹] خورجہ لوٹا تھا - ہولکر نے چندبان چھوڑے - لوگوں نے خیال کیا کہ عاقبت محمود خاں از راہ شرارت واپس لوٹ آیا ہے اور اس نے ہنگامہ شروع کر دیا ہے - اس کو معمولی بات سمجھ کر جنگ کی تیاری نہیں کی - اور نہ کوئی فرار کا خیال کیا - پھر کون سی خرابی تھی کہ جو پیش نہ آئی -

آخر شب میں تحقیق ہوا کہ ہولکر آ گیا ہے - ہاتھ پاؤں پھول گئے - نہ اب اڑائی کی تیاری کا وقت تھا اور نہ بھاگنے کی مہلت ، مجبوراً احمد شاہ ، اس کی ماں اور امیرالامراء خاندوراں کا لڑکا صمصام‌الدولہ میر آتش ، شاہی مستورات اور سامان و اسباب کو چھوڑ کر چند آدمیوں کے ہمراہ دارالخلافہ دہلی کو چلے گئے اور ناتجربہ‌کاری کی وجہ سے نقصان عظیم ہوا -

ہولکر نے آ کر بغیر کسی منازعت کے سلطنت کے تمام مال و اسباب کو لوٹ لیا - ملکہ زمانیہ کو کہ جو محمد فرخ سیر بادشاہ کی لڑکی اور محمد شاہ بادشاہ کی بیوی تھی اور دوسری شاہی بیگمات کو قید کر لیا - ہولکر نے ان کو عزت کے ساتھ رکھا -

عمادالملک نے یہ خبر سن کر (سورج مل جاٹ کا) محاصرہ چھوڑ دیا اور وہ دارالخلافہ (دہلی) کو روانہ ہو گیا - جے آپا نے

جب دیکھا کہ یہ دونوں سردار چل دیے اور وہ تنہا محاصرے سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا تھا اس لیے اس نے بھی محاصرہ چھوڑ دیا اور نارنول چلا گیا ۔ سورج مل کو خود بخود محاصرے سے رہائی مل گئی ۔

عمادالملک نے ہولکر کی مدد اور شاہی امراء خاص طور سے صمصام‌الدولہ میر آتش [۸۵۰] کی سازش سے انتظام‌الدولہ سے وزارت خود لے لی اور صمصام‌الدولہ مذکور کو امیرالامرائی دلوا دی ۔ جس دن اس نے وزارت حاصل کی ، اس کی صبح کو خلعت پہنا اور دوپہر کے وقت احمد شاہ کو اس کی ماں کے ہمراہ قید کر دیا ۔ معزالدین جہاندار شاہ کے لڑکے عزیزالدین کو ۱۰ شعبان روز یک شنبہ ۱۱۶۷ھ (۲ جون ۱۷۵۴ع) کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا ۔ 'عالم گیر ثانی' اس کا لقب ہوا ۔ قید کرنے کے ایک ہفتے کے بعد احمد شاہ اور اس کی ماں کی آنکھوں میں کہ جو تمام فتنے کی بانی مبانی تھی ، سلائی پھروادی گئی ۔

کچھ دنوں کے بعد (عمادالملک نے) صوبہ پنجاب کے انتظام کی غرض سے لاہور کا ارادہ کیا کیونکہ معین‌الملک کے مرنے کے بعد شاہ درانی کی طرف سے معین‌الملک کی بیوی (اس صوبے پر) قابض تھی ۔ (عمادالملک) نے عالم گیر ثانی کو دہلی میں چھوڑا ، شاہزادہ عالی گہر کو سربراہ کی حیثیت سے اپنے ہمراہ لیا اور ہانسی و حصار کے راستے سے لاہور روانہ ہو گیا ۔ جب وہ دریائے ستلج کے قریب پہنچا[۱] تو آدینہ بیگ خاں کے حسب طلب سید جمیل‌الدین خاں سپہ سالار اور اپنے مدارالمہام حکیم عبیداللہ خاں کشمیری کی سرکردگی میں کہ جس کا شش ہزاری منصب اور بہاؤالدولہ خطاب تھا ، ایک فوج راتوں رات لاہور روانہ کردی ۔ اور خود بھی بہت عجلت سے لاہور پہنچ گیا ۔

---

۱ ۔ خزانۂ عامرہ از میر غلام علی آزاد بلگرامی (صفحہ ۵۲) (نول کشور اڈیشن) میں ہے کہ عمادالملک لدھیانہ آیا (ب)

خواجہ سراؤں کو حرم سرا میں بھیج کر مسماۃ مذکورہ (بیگم معین‌الملک) کو کہ جو نہایت غفلت میں سوئی ہوئی تھی [۸۵۱] بیدار کرکے قید کر لیا - محل سے نکال کر خیمے میں اسے جگہ دی۔ مسماۃ مذکورہ عمادالملک کی ممانی تھی اور اس کی لڑکی بھی عمادالملک سے منسوب تھی - عمادالملک نے لاہور کی صوبیداری تیس لاکھ روپے کی پیشکش کے بدلے میں آدینہ بیگ کو دے دی اور دہلی واپس آ گیا -

جب یہ خبر شاہ درانی کے کانوں تک پہنچی تو اس کو بہت گراں گزرا - وہ نہایت تیزی سے قندھار سے آیا اور لاہور پہنچ گیا - آدینہ بیگ خاں، لاہور سے ہانسی و حصار کے جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ شاہ درانی نہایت تیزی سے روانہ ہوا اور دہلی سے بیس کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا - عمادالملک کے پاس کوئی سر و سامان نہ تھا اور سوائے اطاعت کے کوئی چارہ نہ تھا - شاہ درانی کی خدمت میں حاضر ہوا - اول معتوب ہوا پھر مسماۃ مذکورہ (بیگم معین‌الملک) اور اشرف الوزرا شاہ ولی خاں کی کوشش سے محفوظ رہا اور وزارت بھی برقرار رہی لیکن پیشکش گزراننی طے ہوئی -

جب شاہ درانی نے جہان خاں کو سورج مل کے قلعوں کے فتح کرنے کے لیے متعین کیا تو جہان خاں کے ہمراہ عمادالملک نے بھی نمایاں خدمات انجام دیں اور شاہ درانی نے اس کے لیے آفرین فرمائی - جب وزارت کے سلسلے میں پیشکش کی طلبی ہوئی تو عمادالملک نے بادشاہ سے التماس کیا کہ تیموری خاندان کا کوئی شہزادہ اور درانیوں کی ایک فوج میرے ہمراہ کر دی جائے کہ انتربید سے کہ جس سے دریائے گنگا اور جمنا کے درمیان کا علاقہ مراد ہے، کثیر رقم وصول کرکے داخل سرکار کردوں [۸۵۲] -

شاہ درانی نے دو شہزادے، ایک ہدایت بخش بن عالم‌گیر ثانی اور دوسرے اعزالدین[۱] برادر عالم گیر ثانی کے داماد مرزا بابر کو دہلی سے طلب کیا اور ان کو جانباز خاں کی معیت میں

---

۱ - متن میں عزیزالدین لکھا ہے جو غلط ہے اعزالدین صحیح ہے (ق)

کہ جو شاہ درانی کے ہمراہی سرداروں میں سے تھا ، عمادالملک کے ہمراہ کر دیا ۔ عمادالملک دونوں شہزادوں اور جانباز خان کے ہمراہ نہایت پریشان حالی میں احمد خاں بن محمد خاں بنگس کے مسکن فرخ آباد کو روانہ ہوا ۔ احمد خاں نے استقبال کیا ۔ خیمہ خرگاہ ، ہاتھی اور گھوڑے وغیرہ شہزادوں اور عمادالملک کو پیشکش گزرانے ۔ وہاں سے آگے بڑھے ۔ دریائے گنگا کو عبور کرکے صوبۂ اودھ کا رخ کیا ۔ اودھ کا ناظم شجاع الدولہ جنگ کے ارادے سے لکھنؤ سے نکلا اور سانڈی و پالی کے میدان میں ، کہ جو صوبۂ اودھ کی سرحد ہے ، پہنچا ۔ دو مرتبہ معمولی جھڑپیں طرفین کے حفاظتی دستوں کے درمیان ہوئیں ۔ آخر سعداللہ خاں روہیلہ کی وساطت سے پانچ لاکھ روپے پر صلح ہو گئی جس میں سے کچھ روپیہ نقد دیا باقی کا وعدہ ہو گیا ۔

عمادالملک شہزادوں کے ہمراہ ۱۱۷۰ھ میں میدان جنگ سے لوٹ آیا اور دریائے گنگا کو عبور کرکے فرخ آباد پہنچا ۔ جب شاہ درانی نے لشکر میں وبا پھیلنے کی وجہ سے حوالی اکبر آباد سے ولایت (افغانستان) کی روانگی کا ارادہ کیا اور جس دن وہ دارالخلافہ (دہلی) کے قریب پہنچا تو عالم گیر ثانی ، نجیب الدولہ کے ہمراہ مقصود آباد کے تالاب پر آیا اور شاہ درانی سے ملاقات کی ، اور عمادالملک کی بہت شکایات کیں ۔ [۸۵۳] للہذا شاہ درانی ہندوستان کی امیرالامرائی کا منصب نجیب الدولہ کو دے کر لاہور روانہ ہو گیا ۔

عمادالملک ، نجیب الدولہ کی فکر میں فرخ آباد سے دہلی روانہ ہوا ۔ اس نے بالاجی راؤ کے حقیقی بھائی رگناتھ راؤ اور ہولکر کو بہت کوشش کرکے دکن سے بلایا اور ان کے ساتھ مل کر دہلی کا محاصرہ کر لیا ۔ عالم گیر ثانی اور نجیب الدولہ محصور ہوگئے۔ پینتالیس روز تک توپ اور رہکلہ کی لڑائی ہوتی رہی۔ آخر ہولکر نے نجیب الدولہ

سے بہت بڑی رشوت لے کر صلح کرائی اور نجیب الدولہ کو عزت و ناموس اور مال و اسباب کے ساتھ (ہولکر) قلعہ سے نکال لایا اور اپنے خیمے کے پاس ٹھہرایا اور دریائے جمنا کے اس پار اس کے علاقے کو کہ جس سے سہارن پور بوریا[۱] چاند پور اور بارہہ کے تمام قصبات مراد ہیں ، روانہ کر دیا ۔

عمادالملک نے ، مرہٹوں کی مدد سے ، سلطنت کے تمام کاروبار پر پورے طور سے قبضہ کر لیا ۔ دتا سردار نے نجیب الدولہ کو سکرتال میں محصور کر لیا اور اس نے دہلی سے عمادالملک کو اپنی کومک کے لیے طلب کیا ، عمادالملک اپنے ماموں خانخاناں انتظام الدولہ سے ناخوش تھا اور عالم گیرثانی سے بھی اس کی صفائی نہ تھی ۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ لوگ شاہ درانی سے خفیہ رسل و رسائل کا سلسلہ رکھتے ہیں اور دتا پر نجیب الدولہ کا غلبہ چاہتے ہیں اس لیے اس نے خانخاناں (انتظام الدولہ) کو جو پہلے سے مقید تھا [۸۵۴] قتل کرا دیا اور اسی روز ۷ ربیع الآخر روز پنجشنبہ ۱۱۷۳ھ (۲۹ نومبر ۱۷۵۹ع) کو عالم گیر ثانی کو بھی شہید کر دیا[۲] اور تاریخ مذکور ہی کو محی الملت بن محی السنت بن کام بخش بن خلد مکان کو تخت پر بٹھا کر 'شاہجہان ثانی' کا لقب دیا ۔ عالم گیرثانی اور خانخاناں کے خاتمے کے بعد اس (عمادالملک) کی طلب پر دتا اس کی مدد کے لیے آیا ۔

اسی زمانے میں شاہ درانی کی آمد آمد کا غلغلہ اس علاقے میں بلند ہوا ۔ دتا سکرتال کے نواح سے شاہ درانی کا مقابلہ کرنے کے

---

۱ - بوریا ضلع انبالہ میں واقع ہے اور چاند پور ضلع بجنور میں واقع ہے (ب)

۲ - خزانۂ عامرہ (صفحہ ۵۴) میں ہے کہ یہ واقعہ تین دن کے بعد ہوا

ارادے سے سرہند کو چلا اور عمادالملک (بھی) شاہجہان آباد (دہلی) آ گیا - جب اس (عمادالملک) نے دنا کی شاہ درانی کے سپاہیوں سے مقابلے کی خبر سنی اور اسے مرہٹوں پر درانیوں کے غلبے کا حال معلوم ہوا تو وہ نئے بادشاہ (شاہجہان ثانی) کو دہلی میں چھوڑ کر خود سورج مل جاٹ کے پاس چلا گیا اور وہاں ایک مدت تک رہا -

اس کے بعد جب شاہ مذکور (شاہ درانی) اپنے وقت پر ہندوستان سے چلا گیا اور نجیب الدولہ عالی گہر شاہ عالم بہادر کے لڑکے سلطان جواں بخت کو سربراہ مقرر کر کے حکمرانی کرنے لگا تو وہ (عمادالملک) احمد خاں بنگس کے پاس فرخ آباد پہنچا ، اور شجاع الدولہ کے ہمراہ انگریزوں سے لڑنے کے لیے گیا - شکست کھانے کے بعد وہ جاٹ (سورج مل) کے علاقے میں پناہ گزیں ہوا -

۱۱۸۷ھ میں عمادالملک دکن پہنچا - مرہٹوں نے چند محال اس کے اخراجات کے واسطے مالوہ میں [۸۵۵] دے دیے - چونکہ وہ بادشاہ وقت کی طرف سے مطمئن نہیں تھا ، اس لیے کچھ دنوں کے بعد بندر سورت پہنچا اور انگریزوں سے معاملت کر کے اوقات بسر کرنے لگا - اسی دوران میں جہاز پر سوار ہو کر حج بیت اللہ کو چلا گیا[1] -

(عمادالملک) کلام النبی کا حافظ ہے[2] - علوم کی تحصیل کی

---

۱ - عمادالملک کا انتقال ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۱۵ھ (یکم دسمبر ۱۸۰۰ع) کو ہوا - عہد بنگش (صفحہ ۲۳۸) (ق)

۲ - ولیم ارون لکھتا ہے کہ عمادالملک کے حالات ۱۷۵۲ع سے ۱۷۶۰ع تک بخوبی معلوم ہیں مگر جب سے اس کا اقتدار جاتا رہا اس وقت سے حالات نہیں ملتے - ایک کتاب سے معلوم ہوا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۵۲ پر)

ہے ، مشق کرکے خط بہت درست کر لیا ہے - ہمت و شجاعت کے جوہر سے متصف ہے - شعر کہتا ہے- یہ شعر اسی کا ہے :

بیت

مرا بسنگ فلاخن کجاست ہم‌سنگی
کہ دورم افگنی و گرد سر نگردانی

کثیرالاولاد ہے[1] - اس کا ایک لڑکا نظام‌الدولہ آصف جاہ کی سرکار میں آیا اور قرابت کی وجہ سے پنج ہزاری منصب ، 'حمیدالدولہ' کا خطاب اور مدد خرچ کے لیے نقد روپیہ ملنا طے ہوا - [۸۵۶]

(باقی حاشیہ صفحہ ۸۵۱)

کرنل گاڈرڈ (Colonel Goddard) کو بندر سورت میں ۱۷۹۰ع میں ملا تھا مگر مکہ معظمہ گیا- وہاں سے واپس آ کر کابل قندھار پہنچا - احمد شاہ درانی کے بیٹے تیمور سے ملاقات کی اور اس کی مدد لے کر احسان بخت شہزادہ بن شاہ عالم‌ثانی کے ہمراہ ملتان آیا- شہزادہ ملتان میں مر گیا - عمادالملک بہلول پور پہنچا پھر بندھیل کھنڈ آیا - کالپی میں ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۰ع میں انتقال ہوا- نعش پاک پٹن میں دفن ہوئی (تاریخ فرخ آباد صفحہ ۹۰-۹۳)- وہ مشہور چشتی بزرگ شاہ فخرالدین دہلوی کا مرید تھا - اس نے ان کے حالات میں ایک کتاب مناقب فخریہ لکھی ہے جو مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوئی ہے - اس کا اردو ترجمہ سلمان اکیڈیمی ، کراچی سے 'ملفوظات و حالات شاہ فخر دہلوی' کے نام سے شائع ہو چکا ہے - عمادالملک کے حالات کے لیے دیکھیے سیرالمتاخرین صفحہ ۸۹۳ تا ۹۰۸ - خزانۂ عامرہ صفحہ ۵۰-۵۴ ، کیمبرج ہسٹری آف انڈیا ، جلد چہارم ، صفحہ ۴۳۴-۴۴۸ (ق)

۱ - عمادالملک کی بیویوں اور اولاد کے لیے دیکھیے عہد بنگش (صفحہ ۲۳۸-۲۳۹) عمادالملک کی بیوی گنا بیگم دختر علی قلی خاں والہ داغستانی بھی تھی (عہدبنگش صفحہ ۲۱۲ - ۲۱۳)

غ

۲۶۵

غازی خاں بدخشی

قاضی نظام ہے - علوم متداولہ کی تحصیل ملا عصام سے کی -
عقلیہ و نقلیہ میں یگانۂ روزگار ہوا - شیخ حسین خوارزمی کا
وا - صوفیوں کے طریقے کو پوری طرح حاصل کیا - چونکہ
طور سے وہ ذہن رسا اور فکر بلند کا مالک تھا لہذا کارگزاری
قت میں شہرت حاصل کرکے امارت کے منصب پر فائز ہوا -
خشاں کے والی مرزا سلیمان کے ساتھ قرب و مصاحبت پیدا
اس کے امراء میں شامل ہوا - 'قاضی خاں' کا خطاب ملا -

جس سال کہ ہمایوں بادشاہ کا انتقال ہوا تو مرزا سلیمان نے
یکھ کر کابل کا محاصرہ کر لیا - منعم خاں ، جو تجربہ کار
تھا ، قلعہ بند ہو گیا - اس نے نیز رفتار پیغام بروں کو
، کے لیے ہندوستان بھیجا - جب محاصرے کو زیادہ مدت
تو (مرزا سلیمان نے) قاضی خاں کو منعم خاں کے پاس روانہ
۸۵] اور چکنی چپڑی باتوں کا پیغام بھیجا -

منعم خاں) نے کچھ دنوں قاضی خاں کو اپنے پاس رکھا -
قسم قسم کے کھانے اور بہت سے میوے مجلس میں پیش کرتا
، جو آسودگی اور مرفہ الحالی کے زمانے میں بھی بدخشیوں سے

ممکن نہ تھے۔ قاضی کو یقین ہو گیا کہ قلعے کا فتح ہونا ناممکن ہے۔ اس نے وہاں سے آ کر مرزا سلیمان سے کہا کہ قلعے کا فتح کرنا ٹھنڈے لوہے کو کوٹنے کے مصداق ہے۔ مجبوراً (مرزا سلیمان) صلح کرکے بدخشاں واپس چلا گیا۔

اس کے بعد قاضی ، مرزا سلیمان سے جدا ہو کر کابل آ گیا۔ مرزا محمد حکیم اس سے احترام و اعزاز کے ساتھ پیش آیا اور اپنی مصاحبت کے لیے منتخب کر لیا۔ وہ انیسویں سال جلوس اکبری میں ہندوستان روانہ ہوا اور جب بادشاہ (اکبر) جون پور سے واپس آ رہا تھا تو وہ خان پور[1] کی منزل پر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ کمر خنجر ، شمشیر مرصع ، خلعت فاخرہ ، پانچ ہزار روپیہ انعام اور پروانچی گری کا منصب ملا۔

چونکہ وہ زمانے کا خوب مزاج شناس تھا لہٰذا تھوڑے ہی عرصے میں شاہی عنایات سے سرفراز ہوا۔ ایک ہزاری منصب ملا۔ اس نے لڑائیوں اور معرکوں میں بہادری دکھائی۔ کئی مرتبہ سردار مقرر ہوا اور 'غازی خاں' کا خطاب ملا۔

اکیسویں سال جلوس اکبری میں راجا مان سنگھ کے ہمراہ رانا کی جنگ میں وہ بائیں طرف کی فوج کا سردار مقرر ہوا۔ جب دشمن کی فوج کے سپاہیوں نے یورش کرکے اس فوج کے قدم [۸۵۸] اکھاڑ دیے اور بہت سے بہادر ہمت ہار بیٹھے ، غازی خاں نے کار گزاری دکھائی اور وہ ہراول فوج میں شامل ہو گیا ، اور بہت بہادری سے لڑا۔

اس کے بعد اودھ کی جاگیرداری کے زمانے میں اس نے بہار کے ان سرکش امراء کی تنبیہ کے سلسلے میں کہ جو اپنی بیوقوف اور کوتاہ اندیشی سے اس علاقے میں فساد برپا کرتے تھے ، بادشاہی لشکر کے ہمراہ بہت بہادری دکھائی۔ اس کو بہت نیک نامی

۱۔ جونپور کے قریب ایک گاؤں ہے (ب)

حاصل ہوئی ، اور اس کے اخلاص و یک جہتی کی وجہ سے اس کے حالات اور ترقی پذیر ہوگئے ۔ انتیسویں سال جلوس اکبری ۹۹۲ھ[1] مطابق ۱۵۸۴ع میں ستر سال کی عمر میں قصبہ اودھ (اجودھیا ، فیض آباد) میں اس نے عالم آخرت کی راہ لی ۔

وہ تصانیف معتبرہ کا مالک ہے ۔ شیخ علامی (ابوالفضل) نے اس کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ باہمت ہونے کے ساتھ صاحب فہم بھی تھا اور اس کی تلوار نے اس کے قلم کی عزت کو بڑھا دیا تھا ۔ وہ علوم رسمی میں ماہر ہونے کے باوجود صوفیان باصفا کے طور پر یاد الٰہی کرتا تھا ۔ ظاہری پابندی کے باوجود آزاد طبع تھا۔ اس کی آنکھیں ہمیشہ روتی تھیں اور دل جلتا تھا ۔

کہتے ہیں کہ پہلا شخص کہ جس نے اکبر بادشاہ کے لیے سجدہ تجویز کیا تھا ، وہی (غازی خان) تھا ۔ تعجب یہ ہے کہ ملا عالم کابلی کہ جو اپنے دور کا عالم تھا ، ہمیشہ حسرت سے کہا کرتا تھا کہ افسوس ! کہ میں اس بات (سجدہ) کا اختراع کرنے والا کیوں نہ ہوا ۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہے کہ ملل سابقہ اور امم قدیمہ میں دین کے بزرگوں اور پیشواؤں کے لیے [۸۵۹] بطور تعظیم و عاجزی نہ کہ برائے عبادت و بندگی ، سجدہ کرتے تھے ۔ فرشتوں کا سجدہ آدم کو ، باپ اور برادران یوسف کا سجدہ اس (یوسف) کو اسی قبیل سے تھا ۔ زمانۂ قدیم میں تعظیم کا یہ طریقہ بطور سلام کے مروج ہو گیا ۔ جب اسلام کا سورج طلوع ہونے کے بعد ادیان سابقہ کا چراغ گل ہو گیا تو اس کے بدلے میں سلام اور مصافحہ مروج ہوا ۔

اکبر بادشاہ نے ، کہ جو سلطنت و جہانبانی کا بانی اور اکثر قواعد و رسوم کا موجد ہے ، تحسین و دعا کے بھی نئے نئے طریقے نکالے ۔

---

۱ ۔ متن کتاب میں ۹۹۰ھ درج ہے جو صحیح نہیں ہے (ب)

ہاتھ کو پیشانی پر رکھ کر سر جھکانے کا نام 'کورنش' رکھا، یعنی سر کو کہ جس سے دنیا کی زندگی عبارت ہے ، ہاتھ میں لے کر اظہار نیاز کرتا ہے اور اپنے کو خدمت گزاری کے لیے آمادہ کرتا ہے - ہتھیلی کو زمین پر رکھ کر آہستہ سے اٹھنا اور سیدھے کھڑے ہو کر ہاتھ کو سر پر رکھنے کا نام 'تسلیم' تھا - رخصت و ملازمت ، منصب و جاگیر کے پانے اور خلعت ، ہاتھی اور گھوڑے کے ملنے کے موقع پر 'تین تسلیم' مقرر تھیں - داد و دہش اور مختلف قسم کی عنایات کے دوسرے موقعوں پر ایک تسلیم کافی تھی - اس کے بعد خوشامدی دنیا پرستوں کی تجویز سے سجدے کا قانون مقرر ہوا - عام لوگوں کے طعنوں کے خوف سے دربار عام میں (سجدہ) موقوف ہو گیا اور مجلس خاص کے مقربین کے لیے (سجدہ) مخصوص ہوا - جب کبھی خلوت کی مجلس میں امراء کو بیٹھنے کا حکم ہوتا تھا تو وہ سجدہ بجا لاتے تھے [۸۶۰] -

جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں بے توجہی اور بے پروائی کی وجہ سے (سجدہ کا) نامناسب طریقہ ہر وقت کا معمول بن گیا - جب شاہجہاں بادشاہ کی فرماں روائی کا دور آیا ، (اللہ اس کی سعی کو مشکور کرے) تو پہلا حکم جو اس کے دربار سلطنت سے جاری ہوا وہ 'سجدہ کی ممانعت' کا حکم تھا کہ معبود حقیقی کی ذات کے سوا اس عظیم تعظیم کا کوئی اور مستحق نہیں ہے- سپہ سالار مہابت خاں عرض کیا کہ شاہی مرتبے کا امتیاز ضروری ہے - بادشاہی سلام، تمام بندگان الٰہی کے درمیان مشترک سلام سے ممیز ہونا چاہیے اور (وہ سلام) زمیں بوس سجدہ کی بجائے مقرر ہو ، اور خادم و مخدوم اور سلطان و رعیت کا رشتہ مضبوط رہے- لہذا طے ہوا کہ دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر ہاتھ کی پشت کو بوسہ دیں- چونکہ زمیں بوس ہونا سجدے کی صورت تھی ، اس کو بھی بادشاہ نے دسویں سال جلوس شاہجہانی میں ختم کر دیا اور اس کی بجائے 'چار تسلیم' مقرر ہوئیں، کہ بادشاہ کے حضور یا غیبت میں ہر عنایت کے موقع پر چار تسلیمات بجالائیں -

سادات ، علما اور مشائخ کے لیے بادشاہ کی ملاقات کے وقت شرعی سلام اور رخصت کے وقت فاتحہ (دعائے خیر) کہنا مقرر ہوا ۔

غازی خاں کا لائق اور بزرگ فرزند میر حسام الدین تھا ۔ مشہور ہے کہ وہ مشائخ وقت سے تھا ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں ایک ہزاری منصب [۸۶۱] تک پہنچا اور دکن میں متعین ہوا ۔ وہاں خانخاناں کے ساتھ خوب موافقت رہی ۔ یکایک عین عالم جوانی میں محبت الہی کا جذبہ برانگیختہ ہوا اور اس طرف کا جذبہ بڑھ گیا ۔ خانخاناں سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں دنیا کو ترک کر دوں ۔ اگر درخواست منظور نہ ہوگی تو پاگل ہو جاؤں گا ۔ آپ بادشاہ کے حضور میں لکھ کر مجھے دہلی بھجوا دیں تاکہ میں عمر کا بقیہ حصہ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء کے مزار پر گزاروں ۔ خانخاناں نے ہرچند الحاح و زاری کی کہ وہ اس دیوانگی نما فرزانگی کو چھوڑ دے لیکن وہ نہ مانا ۔ دوسرے دن ننگے ہو کر خاک اور مٹی بدن پر ملی ۔ گلی اور بازار میں گھومنے لگا ۔

جب بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس کو دہلی میں گوشہ نشینی کی اجازت مل گئی ۔ اس نے تیس سال کی مدت شریعت کی پابندی اور زہد میں گزار دی ۔ اگرچہ علم سے بہرۂ کامل رکھتا تھا لیکن اس نے سب کو فراموش کردیا ۔ قرآن شریف کی تلاوت اور صوفیائے کرام کے اوراد و وظائف کا ورد رکھتا تھا ۔ خواجہ باقی باللہ سے کہ جن کی اصل سمرقند سے ہے اور جو کابل میں پیدا ہوئے اور دہلی میں مدفون ہیں ، اجازت و خلافت حاصل تھی ۔ ۱۰۴۳ھ مطابق ۳۴–۱۶۳۳ء میں انتقال ہوا ۔

شیخ علامی ابوالفضل کی بہن اس کے گھر میں تھی ۔ شوہر کے کہنے کے مطابق (اس نے) اس کے پاس جو کچھ زر و زیور تھا ، درویشوں کو دے کر علائق دنیوی سے قطع تعلق کر لیا ۔ کہتے

ہیں کہ وہ ہر سال بارہ ہزار روپیہ شاہ حسام‌الدین کی خانقاہ کے خرچ کے واسطے بھیجتی تھی [۸۶۲] -

۲۶۶

غیرت خاں

خواجہ کامگار نام ، عبداللہ خاں بہادر فیروز جنگ کا بھتیجا ہے - تیسرے سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوا - چوتھے سال جلوس شاہجہانی میں جب خانجہاں لودی دکن سے آیا اور اس نے بغاوت کے ارادے سے ہندوستان کا رخ کیا مگر دریا خاں کے مارے جانے کے بعد اس کی تمام آرزوئیں ختم ہو گئیں ، وہ امن کی جگہ تلاش کرنے لگا اور چاہتا تھا کہ گمنامی میں اپنی زندگی گزار دے۔ عبداللہ خاں بہادر فیروز جنگ نے سید مظفرخاں بارہہ کو ہراول مقرر کیا اور اس کے تعاقب کو جاری رکھا۔ جہاں وہ (خانجہاں لودی) جاتا تھا پیچھے سے وہ بھی پہنچ جاتا تھا - ناچار (خانجہاں) نے مقابلہ کیا اور اپنے چند اعزہ و اقرباء کو کٹوا کر بھاگ کھڑا ہوا - خواجہ کامگار اپنے بزرگوار چچا (عبداللہ خاں) کی ہمراہی میں خدمات انجام دیتا تھا -

جب خانجہاں ، کالنجر کے قرب و جوار سے پریشان ہو کر بیس کوس اور آگے بڑھ گیا اور سہینڈہ[۱] کے کنارے مقیم ہوا ؛ چونکہ اس کو رہائی کی امید نہ رہی تھی اس لیے زندگی سے اس کا دل بھر گیا تھا ، وہیں یکم رجب ۱۰۴۰ھ (۲۳ جنوری ۱۶۳۱ع) کو بادشاہی فتح مند لشکر کے ہراول دستے کے مقابلے میں گھوڑے سے اتر پڑا اور ان چند آدمیوں کی ہمراہی میں کہ جو اس کی رفاقت میں ثابت قدم تھے ، مقابلہ کیا -

---

۱ - ملاحظہ ہو مآثرالامراء، جلداول، صفحہ ۲۹ ے

سید مظفر خاں ہراول کے پہنچنے سے پہلے ۔ سادات نے لشکر کے پرجوش سپاہیوں کی ایک جماعت کو لے کر حملہ کر دیا اور اس اجل گرفتہ (خانجہاں) کو مع اس کے ساتھیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا [۸۶۳] ۔

اس کے بعد عبداللہ خاں پیچھے سے پہنچا۔ اس نے خانجہاں، اس کے لڑکے عزیز اور ایمل خاں کے سروں کو خواجہ کامگار کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں بھیجا ۔ خواجہ کامگار ۸ ماہ مذکور (رجب ۱۰۴۰ھ ، ۳۱ جنوری ۱۶۳۱ع) کو اس وقت بادشاہ کے حضور میں ان بدبختوں کے سروں کو لے کر پہنچا جب شاہجہاں کسی میں سوار ہو کر دریائے تاپتی میں مرغابی کا شکار کر رہا تھا ۔ شاہجہاں بادشاہ نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور مسرت کے شادیانے بجانے کا حکم دیا ۔ خواجہ کامگار کو خلعت ، گھوڑا ، اس کے منصب میں پانسو ذات ، دو سو سوار کا اضافہ اور 'غیرت خاں' کا خطاب مرحمت ہوا ۔

چوں کہ خواجہ کامگار خاں عقل اور کارگزاری سے عاری نہ تھا اس لیے ہمیشہ بادشاہ کے حضور میں خدمت انجام دے کر شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوتا رہا ۔ اس کے منصب میں سواروں کا اضافہ ہوا ۔ دسویں سال جلوس شاہجہانی میں اس کے منصب میں ایک ہزاری ذات اور ایک ہزار دو سو سوار کا اضافہ ہوا اور وہ دو ہزار پانسو ذات اور دو ہزار سوار کے منصب اور اصالت خاں کی بجائے صوبہ دارالملک دہلی کی نظامت پر سرفراز ہوا ۔

بارھویں سال جلوس شاہجہانی میں شاہجہاں آباد کی عمارات کی تعمیر اس کے سپرد ہوئی ۔ نہایت ذمہ داری اور کارگزاری کے ساتھ ۵ ذی الحجہ ۱۰۴۸ھ مطابق ۱۶۳۹ع کو بنیادیں کھدنی شروع ہوئیں۔ ۹ محرم ۱۰۴۹ھ (۲ مئی ۱۶۳۹ع) کو بنیاد رکھی گئی ۔ خاں مذکور (غیرت خاں) کی چار ماہ کی کوشش سے کسی

قدر مسالہ جمع ہو گیا اور کچھ بنیاد بھی اوپر آ گئی کہ [۸٦۴]
اس کو ٹھٹہ کی صوبیداری سونپ دی گئی اور وہ وہاں کے لیے
روانہ ہو گیا - چودھویں سال جلوس شاہجہانی ، ۱۰۵۰ھ مطابق
۴۱--۱٦۴۰ع میں وہیں اس کا انتقال ہو گیا -

اقبال نامہ مؤلفہ معتمد خاں کے علاوہ جہانگیر نامہ اس کی تالیف ہے - غیرت خاں نے معتمد خاں کے مقابلے میں کہ جو مزاح گوئی کا عادی اور اس میں گرفتار ہے ، اکثر واقعات کو بے کم و کاست لکھ دیا ہے جیسے جہانگیر بادشاہ کی شہزادگی کے زمانے کی بغاوت کو بہت تفصیل سے لکھا ہے -

۲٦۷
غالب خاں بیجاپوری

پہلے بیجا پور کے والی عادل خاں کا نوکر تھا - صوبہ اورنگ‌آباد کے مضاف پرینڈا کے قلعے کی قلعہ‌داری پر متعین تھا کہ جو اس زمانے میں والی مذکور (عادل‌خاں) سے متعلق تھا - تیسرے سال جلوس عالم گیری میں وہ عادل خاں سے خوف زدہ ہو کر دکن کے صوبیدار شائستہ خاں امیرالامراء سے ملتجی ہوا اور قلعہ مذکور (پرینڈا) کو عالم گیری قبضے میں دے دیا[1] - اس کے صلے میں اسے چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کا منصب اور 'خان' کا خطاب ملا اور وہ دکن کے فوجی مددگار امراء میں شامل ہوا -

نویں سال جلوس عالم گیری میں مرزا راجا جے سنگھ کے ہمراہ بیجاپوریوں کی تنبیہ کے لیے روانہ ہوا اور اس نے بیجاپور کے مضاف موضع دھونکی کی گڑھی اور نلنکہ کے فتح کرنے میں بہت کوشش اور جرأت کا مظاہرہ کیا - اس کے بعد اس کا حال معلوم نہیں ہوا [۸٦۵] -

---

۱ - ملاحظہ ہو مآثر عالم‌گیری، صفحہ ۳۳

۲۶۸
غضنفر خاں

الہ وردی خاں کا لڑکا ہے ۔ ایک زمانے سے اپنے باپ کے پاس سے علیحدہ ہو کر شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں چلا آیا اور خدمت انجام دینے لگا ۔ بڑے بھائی مرزا جعفر کے علاوہ تمام بھائیوں کے مقابلے میں روشناسی ، اعتبار اور عزت میں بڑھ گیا ۔ بہادری کی وجہ سے بادشاہی خدمات کے انجام دینے میں خوب چست و چالاک تھا ۔

پہلے اسے بادشاہ کی طرف سے تورک (مجلس و دربار کے اہتمام) کی خدمت ملی ۔ سولھویں سال جلوس شاہجہانی میں توپ خانے کا داروغہ اور لشکر کا کوتوال مقرر ہوا ۔ بلخ کی مہم میں شاہزادہ مراد بخش نے خلیل اللہ خاں کو جو بائیں طرف کی فوج کا سردار مقرر ہوا تھا ، چاری کار سے کہمرد اور غوری کے قلعوں کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تو (شاہزادے نے) خان مذکور (غضنفر خاں) کو ایک جماعت کے ہمراہ بطور ہراول کے قلعہ غوری پر بھیجا ۔ غضنفر خاں نے اس قلعے کے ناظم قباد خاں میر آخور ہاشی کے ساتھ خوب مقابلہ کیا ، اور اس کو قلعے میں دھکیل دیا ۔ شہرت اور نام آوری کی وجہ سے گھوڑے سے اتر پڑا اور قلعہ فتح کرنے کی کوشش کی ۔ اسی دوران میں پیچھے سے فوج آ گئی ۔ اب قلعہ دار کو اطاعت کے سوا کوئی اور چارۂ کار نہ تھا ۔

بائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں فیل خانے کی داروغگی اور ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا اور اسے 'خان' کا خطاب بھی ملا ۔ جب اس نے بنگالہ کو جانے میں سستی کی تو وہ منصب [۸۶۶] سے معزول ہو گیا ۔

ستائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہ پھر اپنے سابق منصب ایک ہزاری ذات اور آٹھ سو سوار پر فائز ہوا اور اسے دوآبے کے

علاقے کی فوجداری ملی - ناگاہ دانت والا ایک بڑا ہاتھی شمالی دامن کوہ سے سرکار سہارن پور کے مضاف پرگنہ چو اسی میں آگیا - خان مذکور (غضنفر خان) نے بادشاہ کے حضور میں خبر بھیجی - ہاتھیوں کو لے کر شکاری اور ہاتھی کے شکار کا دوسرا ساز و سامان اس طرف بھیجا گیا - خان مذکور (غضنفر خان) نے اس (ہاتھی) کو پکڑ کر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا - اس کا نام 'خاص شکار' رکھا گیا -

اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں خدمت مذکور (فوجداریٔ دوآبہ) اور مخلص پور[1] کی عمارت کا اہتمام اس کی بجائے حسین بیگ خان کے سپرد ہوا - اتفاق سے تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصالت خان کا بیٹا محمد ابراہیم مخلص پور کی عمارت دیکھنے کے لیے مقرر ہوا - جب وہ واپس آیا تو اس نے بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ عمارت کا کام پہلے کی طرح نہیں ہو رہا ہے - لہٰذا خان مذکور (غضنفر خان) کو دوبارہ دوآبے کی فوجداری ملی اور اس کے منصب میں دو سو سوار کا اضافہ ہوا ، اور اس کو فوراً روانہ کیا گیا کہ جلد عمارت مذکور حسب دل خواہ اتمام کو پہنچائے -

پوشیدہ نہ رہے کہ کوہ شمالی کے دامن میں دریائے جمنا کے کنارے مضاف سہارن پور میں مخلص پور نام کا ایک گاؤں ہے کہ جو کوہ سرمور کے نزدیک ہے اور دہلی سے سینتالیس کوس کے فاصلے پر ہے - اس کی آب و ہوا بہت خوب اور اسی طرح کی اور بھی اعلیٰ صفات ہیں - دارالخلافہ (دہلی) سے کشتی میں سوار ہو کر ایک ہفتے میں وہاں پہنچتے ہیں - اٹھائیسویں سال جلوس شاہجہانی میں وہاں ایک رفیع الشان عمارت کے بنانے کا حکم ہوا -

---

۱ - مخلص پور کے لیے دیکھیے عالمگیر نامہ صفحہ ۸۴۹ (ب)

تیسویں سال جلوس شاہجہانی میں پانچ لاکھ روپے کے صرفہ سے وہ عمارت مکمل ہوئی [۸۶۷] - بادشاہ (شاہجہاں) نے وہاں قدم رنجہ فرمایا - اس کا نام فیض آباد رکھا اور اس علاقے کے پرگنوں کے تیس لاکھ دام کی آمدنی کے گاؤں اس کے متعلق کر دیے گئے -

خان مذکور (غضنفر خان) دارا شکوہ کی لڑائی میں دائیں طرف کی فوج میں تھا - اس کے بعد جب عالم گیر بادشاہ فتح یاب ہوا اور سلطنت اس کے قبضے میں آئی تو الہ وردی خان کے اکثر لڑکے اپنی لیاقت اور کار گزاری کی وجہ سے یا باپ کی دادہی کی وجہ سے کہ وہ شجاع کے ہمراہ تھا ، شاہی عنایات سے سرفراز ہوئے -

غضنفر خان ، عالم گیر کے تخت نشین ہوتے ہی دوآبے کی فوجداری پر متعین ہوا اور دوسرے سال جلوس عالم‌گیری کے آخر میں مکرم خان صفوی کی بجائے جونپور کا فوجدار مقرر ہوا -

ساتویں سال جلوس عالم گیری میں قباد خان کی بجائے ٹھٹہ کا صوبیدار مقرر ہوا - اس کے منصب میں پانصدی ذات اور ایک ہزار سوار کا اضافہ ہوا اور وہ تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا جن میں سے ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے -

دسویں سال جلوس عالم‌گیری کے آخر ۱۰۷۷ھ ۱۶۶۷ع میں وہ اجل طبعی سے ٹھٹہ میں فوت ہوگیا - اس کے بھائی حسن علی خان کو کہ جو مراد آباد کا فوجدار تھا اور اس کے چھوٹے بھائی اسلام خان کو کہ جو سیوستان کا فوجدار تھا اور اسی طرح لڑکوں اور دوسرے متعلقین کو خلعت ملے اور شاہی عنایات سے سرفراز ہوئے [۸۶۸]

۲۶۹

غیرت خان محمد ابراہیم

نجابت خان کا لڑکا ہے - شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں روشناس تھا - آٹھ صدی ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز

تھا - جس زمانے میں کہ محمد اورنگ زیب بہادر نے دکن سے (شاہجہاں) کے حضور میں پہنچنے کا ارادہ کیا تو نجابت خاں شہ مذکور (اورنگ زیب) کی رفاقت میں مستعد ہو کر روانہ ہوا ۔

اس (غیرت خاں محمد ابراہیم) کے منصب میں برابر اضافہ رہا اور وہ اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور ایک سوار کے منصب اور 'شجاعت خاں' کے خطاب سے سرفراز ہ مہاراجہ جسونت سنگھ کی جنگ اور دارا شکوہ کی پہلی لڑائی اختتام پر وہ اصل و اضافہ کے بعد پانچ ہزاری ذات اور پانچ سوار کے منصب پر سرفراز ہو کر معزز و مفتخر ہوا اور خان عالم کا خطاب ملا ۔

جب بادشاہ (عالم گیر) دارا شکوہ کے تعاقب میں ملتان اور پھر واپس آیا تو صوبہ مذکور (ملتان) کی نظامت لشکر کے سپرد ہوئی کہ جو کشمیر میں تھا اور اس (لشکر خاں) پہنچنے تک وہ (غیرت خاں) شہر مذکور (ملتان) کی حفاظت لیے وہاں رہا ۔ اس کے بعد وہ وہاں سے آیا اور دارا شکوہ کی دو لڑائی میں بادشاہ (عالم‌گیر) کے ہم رکاب رہا ۔

اس کے بعد وہ کسی وجہ سے منصب سے معزول ہو گ دوسرے سال جلوس عالم‌گیری کے آخر میں تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کے منصب پر پھر سرفراز ہوا ۔ تیسرے سال جا عالم‌گیری میں اسے 'غیرت خاں' کا خطاب ملا اور اس کی ع بحال ہو گئی ۔ نویں سال جلوس عالم‌گیری میں وہ سلطان محمد مـ کے ہمراہ متعین ہوا [٨٦٩] کہ جو والی ایران کی حرکت کی شہرت کی وجہ سے اس طرف (دارالملک‌کابل) کو روانہ ہوا (غیرت خاں) کے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ ہوا ۔

دسویں سال جلوس عالم‌گیری میں شاہزادہ مذکور (محمد معـ کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور جب شاہزادہ (محمد معـ

اپنی صوبیداری کے مقام کو کہ جس سے دکن مراد ہے ، رخصت ہوا تو وہ بھی اس کے ساتھ روانہ ہوا ۔ اس کے بعد وہ جونپور کی فوجداری پر مقرر ہوا ۔ تیئیسویں سال جلوس عالمگیری میں وہ وہاں سے معزول ہوا اور بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور سلطان محمد اکبر کے ہمراہ سسودیہ اور راٹھور (راجپوتوں) کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوا کہ جنھوں نے اس سال فساد برپا کر رکھا تھا ۔

جب شاہزادہ (محمد اکبر) نے راجپوتوں کے بھکانے سے بغاوت اختیار کی اور باپ (عالمگیر) سے مقابلہ کے لیے بڑھا تو اس معاملے میں (غیرت خان) شاہزادے کا شریک تھا۔ شاہزادہ مذکور کے فرار ہونے کے بعد وہ شاہ عالم کے پاس پہنچا ۔ شاہ عالم نے اس کو بادشاہ (عالمگیر) کے حضور میں بھیج دیا ۔ اس وجہ سے اس پر عتاب ہوا اور اسے اہتمام خان کے سپرد کر دیا گیا کہ وہ اس کو اکبری محلوں میں نظر بند رکھے ۔ وہ ایک مدت تک وہاں قید رہا ۔ تینتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں وہ رہا ہوا اور غائبانہ[1] تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور جونپور کی فوجداری کی خدمت پر فائز ہوا ۔

اس کا ایک بھائی محمد قلی نام چھبیسویں سال جلوس شاہجہانی میں اصل و اضافہ کے بعد ایک ہزاری ذات اور چار سو سوار کے منصب پر فائز ہوا اور سلطان دارا شکوہ کے ہمراہ قندھار کی مہم پر گیا تھا ۔ اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں [۸۷۰] فیل خانہ کا داروغہ مقرر ہوا ۔ تیئیسویں سال جلوس عالمگیری میں میر توزکی کے عہدہ اور 'معتمد خان' کے خطاب سے سرفراز ہوا ۔ اکتیسویں سال جلوس عالمگیری میں اصل و اضافہ کے بعد دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا جس میں سے

---

۱ - مآثر عالمگیری سے یہ پیراگراف مقتبس ہے (صفحہ ۴۰۵) وہاں لفظ غائبانہ منصب کے ساتھ ہے کہ یہ منصب غائبانہ ملا (ب)

آٹھ سو سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے اور اودھ کے مضاف بہرائچ کی فوجداری اور جاگیر داری پر مقرر ہوا ۔

دسویں سال جلوس عالمگیری میں سلطان پور بلہری کی فوجداری پر فائز ہوا ۔ اس کے بعد اس پر کسی وجہ سے بادشاہ کا عتاب ہوا اور وہ منصب سے معزول ہو گیا ۔ بارھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب اور 'خدمتگاران جلو' کی داروغگی پر سرفراز ہوا ۔

اس کا دوسرا بھائی محمد اسماعیل خاں ہے کہ جو عالمگیر بادشاہ کے تخت جلوس سے پہلے ایک ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر فائز تھا ۔ دوسرے سال جلوس عالمگیری میں اسے 'خان' کا خطاب ملا ۔

نجابت خاں کے پوتوں میں بہرہ ور خاں ہے ۔ انتیسویں سال جلوس عالم گیری میں رائے رایان ملوک چند کے انتقال کے بعد وہ محمد اعظم شاہ کی نیابت میں صوبہ مالوہ میں مقرر ہوا ۔ اس کے بعد اس کو 'نجابت خاں' کا خطاب ملا اور وہ برہان پور کا ناظم اور بکلانہ کا فوجدار مقرر ہوا ۔ سینتالیسویں سال جلوس عالمگیری میں دو ہزاری ذات اور پانسو سوار کے منصب پر فائز ہوا ۔

اعظم شاہ کے اقتدار کے زمانے میں اس کو مالوہ کی صوبیداری ملی ۔ محمد فرخ سیر کے زمانے میں نجابت خاں کو حسین علی خاں امیرالامراء نے کہ جب اس کا زمانہ آخر تھا ، قلعہ ملہیر میں کہ جو اس سے متعلق تھا ، نظربند [۸۷۱] کر دیا ۔ اس کے دو لڑکے تھے ۔ ایک فتح یاب خاں جو مدتوں اورنگ گڑھ عرف ملہیر کی موروثی قلعہ داری پر فائز رہا ۔ ۱۱۵۶ھ مطابق ۱۷۴۳ع میں عبدالعزیز خاں بہادر کے ہمراہ کہ جس کو محمد شاہ بادشاہ کے حضور سے گجرات کی صوبیداری کی سند ملی تھی ، اس صوبہ (گجرات) کو روانہ ہوا ۔ راستے میں مرہٹوں سے مقابلہ ہوا اور وہ

شہید ہو گیا ۔ اس کے بیٹے کو باپ کا خطاب ملا ۔ کچھ مدت اس نے جاگیرداری پر گزاری ۔ اس کتاب کی تالیف کے زمانے میں وہ ادھر اُدھر کی نوکری کرتا ہے ۔

دوسرا لڑکا فیض یاب خان یارباش آدمی تھا ، وہ بھی مر گیا ۔

۲۷۰

غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ

میر شہاب الدین نام ، قلیچ خان خواجہ عابد کا لڑکا ہے ۔ بارھویں سال جلوس عالم گیری میں وہ توران سے آ کر عالم گیر بادشاہ کے حضور میں پہنچا ۔ تین سو ذات اور ستر سوار کے منصب پر سرفراز ہوا ۔

کہتے ہیں کہ ایک روز وہاں (توران) کا والی سبحان قلی خان فالیز کی سیر کے لیے گیا تھا ۔ میر شہاب الدین نے خواجہ یعقوب جوئباری اور رستم سے اتالیق سے کہا کہ میرا باپ مجھے ہندوستان بلاتا ہے اور خان (سبحان قلی خان) اجازت نہیں دیتا ہے۔ چونکہ وقت آ گیا تھا وہ دونوں بزرگ (خواجہ یعقوب و رستم نے) خان کے پاس گئے اور درخواست کرنے کے بعد اجازت حاصل کر لی۔ خان (سبحان قلی خان) نے اس کو بلا کر دعائے خیر کہی اور کہا کہ تو ہندوستان جاتا ہے ، اچھا آدمی بن جائے گا ۔ اتفاق کی بات کہ اس کو وہ رتبہ حاصل ہوا کہ اس کے مقابلے میں بلخ و بخارا کے سلاطین کی ثروت و دولت کی کوئی حیثیت نہیں ہے ؟

تیئیسویں سال جلوس عالم گیری [۱۰۸۲ھ] میں جب بادشاہ نے رانا اودے پور کی گوشمالی کا ارادہ فرمایا اور حسن علی خان بہادر عالم گیر شاہی کی ، کہ جو رانا کے تعاقب میں کوہستان میں گیا ہوا تھا ، کوئی خبر نہ ملی تو بادشاہ وقت (عالم گیر) نے آدھی رات کو میر شہاب الدین کو کہ جو پاسبانی کی خدمت پر مقرر تھا بلا کر خان مذکور (حسن علی خان) کی خبر لانے کے لیے بھیجا ۔

وہ اقبال مند (شہاب‌الدین) ، غیر ملک کی حالت کے بغیر جانے ہوئے ، راستے کے نشیب و فراز ، مختلف راستوں اور مسالک آوز راہ گیروں کے خوف کے باوجود بلا کسی توقف کے نہایت عجلت سے گیا اور دو روز کے بعد خان مذکور (حسن علی خان کی عرضداشت لا کر بادشاہ کے حضور میں پیش کی ۔ اس کی یہ کارگزاری اس کی ترقی کا سبب ہوئی ۔ 'خان' کا خطاب ملا اور دوسری عنایات بھی ہوئیں ۔

اس کے بعد وہ درگداس ، سوتک[1] اور دوسرے راٹھور سرکشوں کی تنبیہ کے لیے ایک شائستہ فوج کے ساتھ سروہی کی طرف متعین ہوا ۔ اور جب وہ فتنہ پرداز شاہزادہ محمد اکبر سے مل گئے اور بے راہ روی اور تباہی کا راستہ دکھایا ، شاہزادہ (محمد اکبر) نے میرک خان کو کہ جو بادشاہ کے روشناس نوکروں میں سے تھا ، خان (شہاب‌الدین) کے پاس بھیجا ۔ اعزاز و رعایت کے وعدوں کے ساتھ اپنی رفاقت کی درخواست کی ۔ خان فدویت نشان (شہاب‌الدین) نیک اندیشی اور اخلاص منشی کی بنا پر میرک خان کے ہمراہ ساٹھ کوس کی مسافت دو روز میں طے کرکے بادشاہ کے حضور میں پہنچا[2] اور تحسین و آفرین کا مستحق ٹھہرا اور عرض مکرر کی داروغگی پر مقرر ہو [۸۷۳] ۔

بادشاہ کے دکن میں پہنچنے کے بعد چھبیسویں سال جلوس عالم گیری میں جنیر کے قرب و جوار کے سرکشوں کی تنبیہ کے لیے متعین ہوا اور مکرم خان کی بجائے گرز برداروں کی داروغگی اس کے غائبانہ میں اس کے نام مقرر ہوئی ۔ سید اخلاق بطور

---

۱ ۔ اختلاف نسخ میں سونک ہے اور مآثر عالم گیری (صفحہ ۱۹۹) میں بھی سونک ہے (ق)

۲ ۔ مآثر عالم گیری صفحہ ۱۹۹

نائب اس کے کام میں دخیل ہوا۔ جب اس نے دوبارہ سخت مقابلہ اور مردانہ حملہ کرکے مرہٹوں کو پریشان اور مغلوب کر دیا تو ستائیسویں سال جلوس عالم گیری میں اسے 'غازی الدین خاں بہادر' کا خطاب ملا۔ اٹھائیسویں سال جلوس عالم گیری میں وہ قلعہ راہیری کو فتح کرنے کے لیے رخصت ہوا کہ جو سنبھا کا مامن و مسکن تھا۔ اس نے ایک مرتبہ اس (قلعے) کو آگ لگا دی اور کفار کے بہت سے سرداروں کو قتل کرکے نمایاں فتح حاصل کی۔ اسے 'فیروز جنگ' کا خطاب اور نقارہ مرحمت ہوا۔

جب بیجاپور کے محاصرے کے موقع پر شاہزادہ محمد اعظم شاہ کے لشکر میں قحط اور غلے کی نایابی ہوئی جس کی وجہ سے قیام دشوار بلکہ ناممکن ہو گیا، خان فیروز جنگ کو ماہی مراتب عنایت ہوا اور وہ کثیر رسد پہنچانے کے لیے متعین ہوا۔ اس نے اچانک ان چھ ہزار پیدل جنگی سپاہیوں پر تاخت کرکے قتل کر دیا، جن کو سکریا کے زمیندار پیدیا نائک نے رسد اور سامان لے کر بیجاپور کی کومک کے لیے پوشیدہ طور سے بھیجا تھا۔ شاہزادے کے لشکر کو بہت آسانی ہوگئی۔

عالم گیر بادشاہ نے بیجاپور کی فتح کو کہ جس کی فتح کی تاریخ 'سد سکندر گرفت' ہے[۱] اس کے نام مقرر فرمایا، اور خاص اپنے دستخط سے تمام واقعہ نگاروں کو لکھ کر بھیجا کہ وقائع میں شامل کریں [۸۷۴م]:

"غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ، مخلص فرزند کی مدد سے (بیجا پور) فتح ہوا۔"

اس کے بعد اس نے ابراہیم گڑھ عرف اینکڑ کے قلعے کو کہ

۱- ۱۰۹۸ھ برآمد ہوتے ہیں، مطابق ۱۶۸۷ع (ق)

جو فیروز گڑھ کے نام سے موسوم ہوا ، زبردستی حاصل کر لیا ، اور حیدرآباد کے محاصرے میں اس نے مساعی جمیلہ اور نمایاں بہادری کا مظاہرہ کیا اور زخم کھائے ۔ فتح (حیدر آباد) کے بعد اسے سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا اعلیٰ منصب مرحمت ہوا ۔

اس کے بعد ادونی کا مضبوط قلعہ کہ جو امتیاز گڑھ کے نام سے مشہور ہوا ، نمایاں معرکوں اور سخت مقابلوں کے بعد سیدی مسعود بیجا پوری کے قبضے سے ، کہ جو عادل شاہی حکومت کا امیر تھا ، حاصل کیا ۔ اور بتیسویں سال جلوس عالم گیری میں اس (ادونی) کے مضافات کے ساتھ (ادونی) کو شاہی علاقے میں شامل کر دیا ۔ اسی سال وہ بیجاپور سے سنبھا کے استیصال کے لیے روانہ ہوا ۔

جب وبا اور طاعون پھیلا تو بہت سے آدمیوں کی ، کہ جو موت کے ہاتھ سے بچ گئے ، دماغی حالت خراب ہو گئی ، آنکھیں ، زبان اور کان بیکار ہو گئے ۔ خان فیروز جنگ کی آنکھوں کو بھی نقصان پہنچا اور وہ نابینا ہو گیا ۔ اگرچہ ضابطے کے مطابق بادشاہ کے حضور میں نہیں آتا تھا مگر اس کی سرداری یا فوج کشی کے مرتبے میں کوئی فرق نہیں آیا ۔

بیالیسویں سال جلوس عالم گیری میں ظالم سنتا ، کہ جس کے ہاتھوں سے مسلمانوں کی عمدہ فوجیں برباد ہو چکی تھیں ، بادشاہی نامی امراء قتل اور قید ہو چکے تھے [۸۷۵] قلعہ جنجی کے فتح ہونے کے بعد بھاگ گیا ۔ دھنا جادو سے پرانی دشمنی ہونے کی وجہ سے اس نے ستارہ کی طرف کا رخ کیا اور زبردست شکست کھائی اور تباہ حال مارا مارا پھرنے لگا ۔ اتفاق سے ناگوباسیاں نامی مرہٹے نے دھوکے سے اس (سنتا) کا سر کاٹ ڈالا اور وہ چاہتا تھا کہ دھنا جادو کے پاس چلا جائے ۔ راستے میں خان فیروز جنگ کے سپاہیوں

کے ہاتھ میں وہ پڑ گیا اور انھوں نے اسے گرفتار کر لیا ۔ خان مذکور (فیروز جنگ) نے خواجہ بابا تورانی کے ہمراہ ، کہ جس کو اس خوش خبری کے پہنچانے کی وجہ سے 'خوش خبر خاں' کا خطاب ملا تھا ، بادشاہ کے حضور میں بھیجا ، اور ہزاروں تحسین و آفریں کا مستحق ٹھہرا ۔

تینتالیسویں سال جلوس عالم گیری میں (خان فیروز جنگ) اسلام گڑھ عرف دیو گڑھ کی مہم پر متعین ہوا اور اس پر قبضہ کر لیا ۔ اس کے بعد وہ اسلام پوری کے کارخانہ جات اور سامان کی حفاظت پر متعین ہوا ۔ کھیلنا کی فتح کے بعد جب بادشاہ بہادرگڑھ واپس آیا تو اس کی فوج (سوار دستہ) کہ جس کو اس نے بنگاہ (اسلام پوری) سے ترتیب دے کر بھیجا تھا چار جریبی کوس کے فاصلے تک بادشاہ کی نظر سے گزری[۱] ۔

کہتے ہیں کہ اس شان و شوکت اور سامان و حیثیت کا کوئی امیر کسی زمانے میں نہیں ہوا ۔ ہر قسم کی جنس بہت زیادہ اس نے بادشاہ کے حضور میں پیش کی ۔ بادشاہ نے ملاحظے کے بعد توپ خانے کا بڑا حصہ سرکاری طور پر ضبط کر لیا اور شاہزادہ بیدار بخت کے لیے تنبیہ نامہ صادر ہوا کہ : ''تمھاری آمدنی و وظائف دو چند تھے مگر تمھاری حیثیت اتنی نہ ہوئی، حالانکہ خان فیروز جنگ جس قدر توپ ، گجنال ، شتر نال اور گھورنال [۸۷۶] چاہیے تھیں رکھتا ہے، بلکہ (یہ کہنا چاہیے) کہ جس قدر اس کے پاس نہیں ہونی چاہئیں اتنی رکھتا ہے ۔''

اڑتالیسویں[۲] سال میں وہ نہایت تیزی سے نیا سیندھیا کے تعاقب میں مالوہ تک دوڑا اور بہت صعوبت اٹھائی ۔ اسے سپہ سالار

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو مآثر عالم‌گیری ، صفحہ ۴۶۸

۲ ۔ متن میں آٹھواں سال تحریر ہے مگر اڑتالیسواں سال ہونا چاہیے۔ ملاحظہ ہو مآثر عالم‌گیری صفحہ ۴۸۲ (ب)

کا خطاب ملا لیکن کسی وجہ سے وہ مہم موقوف رہی - عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے وقت وہ برار کے صوبیدار کی حیثیت سے ایلچ پور میں قیام رکھتا تھا -

اگرچہ محمد اعظم شاہ کے ساتھ اس کا بہت ربط و خلوص تھا لیکن شاہزادے نے اس غرور کی وجہ سے کہ جو اس کے مزاج اور طبیعت میں تھا جیسی مراعات اس کے ساتھ چاہیے تھی اس سے کم کی اور ایسے سردار کو اپنے ہمراہ نہ لیا -

کہتے ہیں کہ جب محمد اعظم شاہ جلوس کے بعد احمد نگر سے روانہ ہوا تو ذوالفقار خاں خجستہ بنیاد اورنگ آباد کے قرب و جوار میں شاہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا - شاہزادے نے فرمایا کہ جو بات مناسب وقت ہو وہ عرض کرو -(ذوالفقار خاں) نے عرض کیا کہ مناسب یہ ہے کہ عالم گیر بادشاہ کے دستور کے مطابق اہل خاندان کو دولت آباد میں چھوڑا جائے - بادشاہی ملازمین نہایت خستہ حالت میں ہیں لہذا اندرون محل کے خزانے سے دو ماہ کی تنخواہ دے دی جائے کہ لوگ جنگ کا سامان درست کر لیں ، اور فردا پور کے درے سے روانہ نہیں ہونا چاہیے ، بلکہ دیو لکھیات سے چلنا چاہیے تاکہ خان فیروز جنگ بھی آکر ہم سے مل سکے- بادشاہزادے نے جو غرور اورگھمنڈ میں بسبت اور بے خود ہو رہا تھا، جواب دیا کہ اہل خاندان کو تو اس صورت میں چھوڑا جا سکتا تھا جبکہ دارا شکوہ جیسا دشمن ہوتا - معظم (کی حیثیت) معلوم ہے - مجھے اپنے آدمیوں سے کام کی امید ہے - بادشاہی آدمیوں کو مبارک و سلامت کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے [۸۲۲] - ہم ایک اندھے کی وجہ سے سیدھا راستہ کیوں چھوڑ دیں ، اس سے کیا ہوگا ؟

واقعہ یہ ہے کہ ظاہری اسباب پر نظر کرنے سے بہت غلط اور بری تدبیر واقع ہوئی ، کہ خان فیروز جنگ جیسے صاحب جمعیت سردار کو ساتھ نہ لیا ورنہ لوگوں کا اچھا اجتماع ہو جاتا -

خاص طور سے تورانی مغل اس کی ریاست اور فرمانبرداری سے انحراف نہیں کرتے۔

جب محمد اعظم نے نربدا عبور کر لیا تو خان فیروز جنگ کو لکھا کہ برار سے برہان پور آ جائے اور (وہاں) ٹھہرا رہے۔

بہادر شاہ اول کے تخت نشین ہونے کے بعد وہ گجرات کی صوبیداری پر مامور ہوا اور چوتھے سال جلوس بہادر شاہی میں احمد آباد میں طبعی موت سے مر گیا[1]۔ اس کی لاش کو دہلی لے جا کر اجمیری دروازے کے قریب اس مقبرے اور خانقاہ میں دفن کر دیا کہ جو اس نے تعمیر کرایا تھا[2]۔

وہ تورانی امراء میں بے مثال خوبیوں کا مالک تھا۔ خوش خلق، باوقار، فتح مند، منتظم اور بارونق ریاست کا مالک تھا۔ پرانے زمانے میں کم ایسا اتفاق ہوا ہو گا کہ بادشاہوں نے کسی نوکر کو اندھے ہونے کے باوجود امارت، سرداری، فوج کشی اور کارگزاری پر اتنے زمانے تک رکھا ہو۔ اس کی اصابت رائے اور حسن تدبیر تھی کہ وہ بڑے بڑے کام انجام دیتا تھا۔ سواری اور کچہری کے سلسلے میں وہ ہمیشہ تورے اور ضابطے کا خیال رکھتا تھا۔

یہ جو بات مشہور ہے کہ جب بادشاہ (عالم گیر) اس کے پوشیدہ ارادوں پر مطلع ہوا تو اس نے آشوب چشم کی بیماری میں جو اس کو لاحق ہوئی تھی اطباء کو اشارہ کر دیا [۸۲۸] کہ

---

۱ - اس کی موت ۱۱۲۲ھ مطابق ۱۷۱۰ع میں ہوئی (خافی خان جلد دوم، صفحہ ۶۸۱ - واقعات دارالحکومت دہلی حصہ دوم صفحہ ۵۶۳ (ق)

۲ - مقبرے کے حالات کے لیے دیکھیے واقعات دارالحکومت دہلی، حصہ دوم، صفحہ ۵۶۲-۵۷۳ (ق)

اس کی بینائی ضائع کر دیں ، اس بات میں کوئی صداقت نہیں ہے ۔
عالمگیر بادشاہ بہت غضبناک اور کینہ پرور تھا ، اگر اس قسم کی
کوئی چیز وہ دیکھتا تو وہ زندہ نہ چھوڑتا ۔ اس (خان فیروز جنگ)
کی خیرسگالی اور نیک‌اندیشی بادشاہ کی خاطر میں منقش تھی ۔ یہاں
تک کہ جب آخر زمانے میں خان فیروز جنگ نے دو مرتبہ دکن
کے دشمنوں (مرہٹوں) کو تنبیہ کرنے میں اغماض اور سستی
اختیار کی ، ایک دن کسی شخص نے از راہ دشمنی یہ بات بادشاہ
سے کہہ دی ۔ بادشاہ نے تحریر فرمایا کہ :

''خان فیروز جنگ پر افسوس ہے کہ وہ کہاں سے کہاں
پہنچا اور اب یہ حال ہوگیا کہ اس کے متعلق یہ گمان کیا جاتا ہے
کہ اس نے کفران نعمت (مرہٹوں کی ہمدردی یعنی غداری) کیا
گویا کہ دو کفر کیے ۔''

بادشاہ کے حکم کے مطابق پہلے خان فیروز جنگ نے علامی
سعداللہ خاں کی لڑکی سے شادی کی ۔ اس خاتون کے انتقال کے بعد
اس مرحومہ کے بھائی حفیظ‌اللہ خاں عرف میاں خاں کی دو لڑکیوں
کے ساتھ ایک کے بعد دوسری سے شادی کی ۔ ان دونوں سے کوئی
اولاد نہیں ہے ۔

۲۷۱
غازی‌الدین خاں بہادر غالب جنگ

کوسہ احمد بیگ کے نام سے مشہور اور سلطان معزالدین کا دودھ
شریک بھائی ہے ۔ اس کے بزرگوں کا وطن ملک توران ہے ۔ شروع
میں سلطان مذکور (معزالدین) کا ملازم ہوا ۔ جب اس (معزالدین)
کی سرکار کے مالی و ملکی اختیارت علی مراد کے سپرد ہوئے کہ وہ
بھی سلطان کا دودھ شریک بھائی تھا تو یہ بات اس کو ناگوار
ہوئی ۔ اس نے نوکری سے [۸۷۹] قطع تعلق کر لیا اور سلطان

عظیم‌الشان کی سرکار میں ملازم ہوگیا ۔ وہ سلطان محمد فرخ سیر کے ہمراہ بعض خدمات پر مقرر ہو کر کہ جو بنگالہ میں باپ کے نائب کی حیثیت سے تھا ، وہاں (بنگالہ) روانہ ہوا ۔

جب بہادر شاہ اول کے انتقال کے بعد عظیم‌الشان بھی مارا گیا اور محمد فرخ سیر سلطنت کا مدعی ہوا تو (فرخ سیر نے) اس کو مناسب منصب اور 'غازی‌الدین خاں' کا خطاب دے کر فوج کے جمع کرنے اور لوگوں کی دلدہی کے لیے مقرر کیا ۔ اسی دوران میں سید عبداللہ خاں اور حسین علی خاں سے (بادشاہ کی) موافقت ہوگئی جو نہایت اہم بات تھی[1] ۔ بادشاہ نے ان (سید برادران) کی تسلی خاطر کی وجہ سے (غازی‌الدین خاں کو) منصب ، خطاب اور مجرے سے باز رکھا ۔

اس کے بعد جب اس (محمد فرخ سیر) نے اپنے چچا جہاندار شاہ پر فتح پائی اور اپنے ساتھیوں کو منصب اور خطاب مرحمت فرمائے تو اسے بھی چھ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب 'غازی‌الدین خاں بہادر غالب جنگ' کا خطاب اور بخشی گری سوم کا عہدہ مرحمت فرمایا۔ اس کے بعد جب بادشاہ (فرخ سیر) اور سادات بارہہ (عبداللہ خاں اور حسین علی خاں) کے درمیان اختلاف شروع ہوا تو اس کی بادشاہ کے ساتھ طرفداری سب کو معلوم تھی[2] ۔ بادشاہ مذکور (فرخ سیر) کے گرفتار ہو جانے کے بعد قطب‌الملک (عبداللہ خاں) نے اس کی قدر دانی فرمائی اور اس کو اپنے ساتھ لے لیا ۔

اس کے بعد جب حسین علی خاں نے دکن کا ارادہ کیا اور وہ محمد شاہ بادشاہ کے ہمراہ آگرہ تک گیا اور قطب‌الملک (عبداللہ خاں)

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو لیٹر مغلس جلد اول صفحہ ۲۰۵-۲۰۹

۲ ۔ متن میں ''بر زبانہا افتاد'' کی بجائے ''بر زبانہا افتاد'' تحریر ہے (ق)

نے دارالخلافہ (دہلی) کی واپسی [۸۸۱] کا ارادہ کیا تو وہ اس کے ہمراہ تھا - اس کے بعد زمانے نے نیا رنگ بدلا اور چرخ نیلگوں نے طرفہ تماشا دکھایا اور حسین علی خاں کے مرنے کی خبر قطب الملک (عبداللہ خاں) کو ملی تو اس نے اس (غازی الدین خاں) کی دلدہی کو سب سے اہم بات سمجھا - وہ اس کے گھر گیا اور اس نے اس کے ساتھ پگڑی بدلی[1] - سلطان ابراہیم بن سلطان رفیع الشان کے پاس کہ جس کو (عبداللہ خاں نے) بادشاہت کے لیے منتخب کیا تھا (غازی الدین خاں کو) لے گیا - وہ 'امیرالامراء' کے خطاب اور بخشی گری کے عہدے سے سرفراز ہوا - اور جنگ کے روز وہ (غازی الدین خاں) ہراول فوج میں تھا[2] -

قطب الملک (عبداللہ خاں) کے گرفتار ہونے کے بعد اس نے دارالخلافہ (دہلی) کی راہ لی اور جب محمد شاہ بادشاہ کی سواری دہلی پہنچی (تو بادشاہ نے) امیرالامراء خاندوراں کو اس کے گھر بھیج کر اس کی خطائیں معاف کر دیں اور اپنے حضور میں بلا کر خطاب بحال کیا اور موروثی منصب مرحمت فرمایا - اس کے چند سال بعد اس کا انتقال ہو گیا - وہ سپاہی آدمی اور غیور تھا - ہندوستانیوں کی طرح زندگی گزارتا تھا - اپنے زمانے کے امراء کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کرتا تھا -

کہتے ہیں کہ جب محمد شاہ بادشاہ نے اس کے منصب اور خطاب کی بحالی کے لیے امیرالامراء خان دوراں سے کہا تو اس نے عرض کیا کہ پہلے اس کا خطاب 'غالب جنگ' تھا اور اب شیرافگن خاں کو 'عزت الدولہ بہادر غالب جنگ' کا خطاب مرحمت ہوا ہے ، اس سلسلے میں کوئی قسم مقرر کردی جائے - بادشاہ نے فرمایا کہ اس کو 'صفدر جنگ' کا خطاب دے دیا جائے -

---

۱ - لیٹر مغلس جلد دوم صفحہ ۸۷

۲ - ایضاً صفحہ ۸۹

غازی‌الدین خاں نے جو اسی روز بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تھا، عرض[۸۸۱] کیا کہ بوڑھا غلام بادشاہ کے حضور میں حاضر ہے اور عزت‌الدولہ بھی موجود ہے، حکم فرمایا جائے کہ آپس میں دونوں تلوار سے مقابلہ کریں اور جو غالب آئے اسی کو 'غالب جنگ' بنایا جائے۔ بادشاہ نے ہنس کر اس کو 'غالب جنگ' کا خطاب دیا اور عزت‌الدولہ کو 'صفدر جنگ' کر دیا [۸۸۲]۔

[مآثرالامراء کی دوسری جلد ختم ہوئی]

اشاریہ

اعلام

الف

ت

ٹ

ث

ج

چ

ح

خ

د

ذ

چ

ح

د

ذ

ش

ص

ض

ط

ظ

ع

غ

ف

ق

ک

ل

م

ن

و

ہ

ی

اماکن

الف

پ

ج

د

ز

س

ش

ض

ط

ظ

ک

ل

ن

و

ه

ی

کتب